ہزاروں معقول جوابات کا پلندہ

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ (الاحزاب ۶)

سِیرت اُمُّ المؤمنین

سیّدہ عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا

خود ساختہ شبہات کے جوابات پر مشتمل ایک گراں قدر علمی و تحقیقی انسائیکلوپیڈیا

ترتیب: علماء و مشائخ کمیٹی سعودی عرب

ترجمہ: مولانا ظفر اقبال

دار المعرفة
پاکستان

تقریظات

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر صالح بن فوزان الفوزان
فضیلۃ الشیخ صالح بن عبداللہ الدرویش
فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر محمد بن عبدالرحمن العریفي

سیرت اُمُّ المؤمنین
سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

ترتیب: علماء ومشائخ کمیٹی سعودی عرب

ترجمہ: مولانا ظفر اقبال

سعودی عرب

● دارالقبس للنشر والتوزيع | شارع امير سطام، البديعه، رياض. ت: ٢٦٨١٠٤٥ - ف: ٤٣٥١٣٩٥

● دارالعلوم الندیه للنشر والتوزيع| س ت : ١٠١٠٢٠٤٨٧٦ |

فرع: مركز الجامع التجارى شارع باخشب جده

معرض : ٠٢٦٣٣٦٦٤٠ | فاكس : ٠٢٦٨٧٤٥٥٧

● المكتب الرئيسى الرياض، حي الفيصلة | هاتف: ٠١٢٤٢٣١٢٦

● مكتبه دار الفرقان ، الرياض | هاتف: ٠١-٤٣٥٨٦٤٦ ، ٠٥٦٣٠٦٤٧٣٦ ، ٠٥٠٧٤١٩٩٢١

مکتبہ بیت السلام ریاض
Tel: +966114381155 - +966114381122,Fax: +966114385991
Mob: +966542666646,+966566661236,+966532666640

ڈیلرز

● اسلامی اکیڈمی ——— الفضل مارکیٹ، اردو بازار لاہور فون: 042 373 67 587

● کتاب سرائے ——— الحمد مارکیٹ، اردو بازار لاہور فون: 042 373 20 318

● نعمانی کتب خانہ ——— حق سٹریٹ، اردو بازار لاہور فون: 042 373 21 865

● مکتبہ اسلامیہ ——— غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور فون: 042 372 44 973

● دار الکتب السلفیہ ——— اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور فون: 042 373 61 505

● مکتبہ قدوسیہ ——— غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور فون: 0321 40 46 775

● مکتبہ رحمانیہ ——— اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور فون: 042 372 24 228

ملنے کے پتے

اسلام آباد — دار النور: 0321 53 36 844

تجلیات طیبہ: 051 355 35 168

المسعود اسلامک بکس: 051 322 61 356

الحرم (اسلامک بکس): 0300-322-4814274

کراچی — فضلی بکس : 021-32212991

علمی کتاب گھر: 021-32628939

سیالکوٹ — مکتبہ رحمانیہ : 052-34591911

فیصل آباد — مکتبہ اسلامیہ : 041-32631204

دار المعرفہ پاکستان

الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور
+92 321 42 10 145

فہرست مضامین

دوسرا باب......ام المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حیاتِ مبارکہ

تیسرا باب...... سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی صفات، ان کا علمی اور دعوتی مقام ومرتبہ

چوتھا باب......سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا علمی مقام ومرتبہ

پانچواں باب...... دعوت الی اللہ میں اثرات اور اس کے اسالیب

چھٹا باب...... سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل اور دیگر سیّدات خانہ نبوی کے باہمی فضائل

ساتواں باب......ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کے درمیان تعلقات کا جائزہ

آٹھواں باب...... جھوٹے الزامات، شبہات اور ان کی مدلل تردید

عرضِ ناشر:

کیا اس کتاب کا مقصد فرقہ واریت ہے......؟

صدیوں پہلے جس وقت اہل عرب بت پرستی اور آباء پرستی میں ڈوبے ہوئے تھے تو حق کا راستہ دکھانے کے لیے اللہ کریم نے ، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تا کہ لوگ ہدایت اور سیدھے راستے کی طرف آجائیں۔ اہل عرب نے راہِ حق میں بہت سی رکاوٹیں کھڑی کیں اور طرح طرح کی باتیں کیں۔

کسی نے کہا: کیا آپ ہمیں اپنے باپ دادا کے دین سے ہٹانا چاہتے ہیں؟

کسی نے کہا: یہ (نعوذ باللہ) مجنون ہیں، اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر مارے گئے۔

کسی نے کہا: یہ ماں باپ اور اولاد میں تفرقہ ڈالنے والے ہیں (نعوذ باللہ)، انھوں نے آ کر نئی بات کہی ہے اور بھائی کو بھائی کا دشمن (یعنی فرقے فرقے) کر دیا۔

یہاں قارئین سے ہی سوال ہے کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حق بات کو پیش کر کے (نعوذ باللہ) اہل عرب میں فرقہ واریت پھیلائی؟ کیا ابراہیم علیہ السلام کے ماننے والوں کو پارہ پارہ کیا؟ نہیں ایسا بالکل بھی نہیں۔ کیونکہ حق بات کی نشر و اشاعت انبیاء کرام کا مشن ہے۔ تو میرے بھائیو! یہ کتاب بھی اسی جذبے سے شائع کی جا رہی ہے کہ اُمت مسلمہ تک حق بات پہنچ جائے اور لوگ ام المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان وعظمت کو پہچان جائیں اور ان پر سب وشتم سے باز آ جائیں۔

مشرکین مکہ کی تمام تر عداوتوں، مخالفانہ سرگرمیوں اور رکاوٹوں کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے راستے کو نہ چھوڑا۔ پھر ایک سے دو اور دو سے چار ہو کر مبلّغین کی ایک کثیر جماعت تیار ہو گئی جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نبھانے اور اللہ کے دین اسلام کو پھیلانے کے لیے اپنا تن من دھن لگا دیا۔ یہی لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کہلائے۔ جن کی لازوال قربانیوں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے لوث محبتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اتنا خوش ہوا کہ قرآن کریم میں یہ آیہ مبارکہ نازل فرما دیں: ﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ﴾ (المائدۃ: ۱۱۹) ”اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔“ اس آیت مبارکہ کے نزول سے اصحابِ رسول کو اللہ تعالیٰ کی رضا کا سرٹیفکیٹ مل گیا، یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے۔

جزیرۂ عرب میں ان نفوسِ قدسیہ کی اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وعقیدت سے دلی طور پر بغض رکھنے والا ایک گروہ ایسا بھی تھا جس کو یہود کہا جاتا ہے۔ یہ شروع دن سے ہی سازشوں کے رَسیا تھے۔ لوگوں

کے اموال ناحق کھانے سے لے کر انبیاء کے قتل تک ان کے جرائم تھے۔ انہیں اسلام کے اس طرح جزیرۃ العرب میں غلبے کا گہرا رنج تھا۔ پوری انسانیت کو اپنا بے دام غلام بنانے کا ان کا خواب چکنا چور ہو گیا تھا۔ اب یہود دن رات اسی فکر میں تڑپ رہے تھے کہ کسی طرح ان اصحابِ رسول کی کردار کشی کی جائے اور پر اس طرح تہمت طرازی کی جائے اور اتنا جھوٹ بولا جائے کہ تاریخ میں ان کا چہرہ مسخ ہو جائے اور مسلمان ہی ان پر سوال اُٹھانے لگ جائیں۔ گویا اہل اسلام میں فرقہ واریت درحقیقت یہودی سازش تھی۔ اس سازش کو انجام دینے کے لیے عبداللہ بن سبا یہودی کو چنا گیا۔ جس نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی شخصیتوں پر الزامات کا سلسلہ شروع کیا۔ کچھ صحابہ کو دیگر صحابہ پر فضیلت دینے لگا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اہل بیت سے محبت اصحابِ رسول کے خون میں رچی بسی ہے۔ اسی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے ابن سبا یہودی نے اہل بیت رضی اللہ عنہم کے مقام و مرتبہ میں غلو کرنا شروع کیا۔ اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین کے رُتبہ کو بڑھا کر الوہی درجہ تک لے گیا۔ سیّدنا علی علیہ السلام کو خلیفہ بلافصل قرار دینا، دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر لعن طعن، اتہام و بہتان اور تبرا کا عقیدہ اسی کی ایجاد ہے۔ ابن سبا نے اسلامی لبادہ پہن کر ایک عجیب وغریب عقیدہ ایجاد کر دیا جس کا مقصد ایک طرف توحید کی نفی اور دوسری طرف اُمت مسلمہ کے بزرگ ترین، معتبر ترین اور نیک ترین طبقہ حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بے اعتبار قرار دینا تھا، یعنی اُن کو (نعوذ باللہ) ایک سازشی گروہ ثابت کرنا مقصد تھا، جس کے بعد خود اسلام کا ہی اعتبار باقی نہ رہ جاتا، اور یہی اس ملعون کا اصل ہدف تھا۔

ابن سبا کی اس چال میں کچھ مسلمان بھی آ گئے، جو آہستہ آہستہ گروہ کی شکل اختیار کر گئے۔ اب صورتِ حال کچھ اس طرح ہو گئی کہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہ بن گئے جن میں ایک گروہ جو حق کے راستے سے بھٹک گیا تھا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر سب وشتم اور لعن طعن کرتا تھا جو اُن جانے میں ابن سبا یہودی کے ساتھ مل چکا تھا، جب کہ دوسرا گروہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کرنے والا تھا، وہ کہتے تھے کہ صحابہ کرام کا احترام دل کی اتھاہ گہرائیوں سے کرو کیونکہ وہ لوگ اللہ کے رسول کا ساتھ دینے والے اور اسلام کا ہراول دستہ ہیں۔ ان گروہوں کا اختلاف سیاسی تھا نہ کہ مذہبی۔ ان کے عقائد اور طریقہ عبادات وغیرہ ایک جیسا ہی تھا۔ لیکن یہودیوں کی سازش اتنی مضبوط تھی کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اہل السنہ اور اہل التشیع کے نام سے مستقل فقہی تقسیم عمل میں آ گئی۔ جن کے عقاید اور عبادات میں بعد المشر قین ہے۔ یہ دونوں گروہ آج بھی موجود ہیں۔ البتہ ان کے درمیان سب سے بنیادی فرق ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی محبت ہے۔

ان میں سے فتنہ پرور گروہ نے جھوٹے افسانوں کے ذریعے سے صحابہ کرام کے درمیان بغض وعناد کی روایات گھڑ لیں۔ پھر اسی تقسیم سے دو اور مکاتب فکر وجود میں آئے:

۱. الناصبیہ: ......انھوں نے سیّدنا علی اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کے درمیان عداوت قائم ہونے کا اعلان کیا۔ یہ اس وقت کے مشہور سیاسی معاملات ونظریات وعوامل کی وجہ سے وجود میں آئے۔ بہر حال طویل مدت ہوئی یہ فرقہ ناپید ہوگیا اور دوبارہ اس کا ظہور نہ ہوا۔ البتہ انفرادی طور پر کچھ لوگ ایسے نظریات کے ضرور رہے ہیں کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے جن کا بغض چھپائے نہیں چھپتا۔

۲. الرافضہ: ......دوسرا گروہ ''الرافضہ'' ہے جو سیّدنا علی اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کی شان میں غلو کرتا ہے اور صحابہ کے درمیان عداوت کو قائم اور نشر کرتا ہے۔ یہ پہلے فرقے کی نسبت زیادہ جھوٹا ہے اور اس فرقے نے جھوٹ سے ایسا جال بُنا کہ جس کے سننے، پڑھنے اور لکھنے سے بھی حیا آتی ہے۔ اس تمام صورتِ حال کو ایک عظیم عالم وامام علامہ محبّ الدین خطیب رحمہ اللہ کی تحریر سے جانا جاسکتا ہے:

''اے مسلمانو! خبردار ہو جاؤ! بے شک مجرم لوگوں کے ہاتھوں نے سیّدہ عائشہ، سیّدنا علی اور سیّدنا طلحہ وسیّدنا زبیر رضی اللہ عنہم کے متعلق جھوٹے افسانے تراشے جو اس سارے فتنے کی بنیاد بنے اور انھی جھوٹے افسانوں نے اس فتنے کو شروع سے آخر تک بھڑکانے کا کام کیا اور یہی وہ مجرم ہاتھ ہیں جنھوں نے امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کی زبانی ان کی طرف سے مصر کے گورنر کے نام ایک خط مشہور کیا۔ یہ اس زمانے کی بات ہے کہ جب مصر میں عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوئی گورنر تھا ہی نہیں۔ جن ہاتھوں نے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی زبان سے منسوب کر کے یہ خط مشہور کیا، انہی ہاتھوں نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف ایک خط منسوب کر کے پھیلایا اور یہ سب کچھ صرف اس لیے کیا گیا تاکہ نام نہاد انقلابی مدینہ منورہ پر ہلہ بول دیں۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ اپنے خلیفہ کے موقف سے مطمئن ہوگئے تھے اور انھیں یقین ہوگیا تھا کہ جو افسانے ان کے متعلق پھیلائے جارہے ہیں، وہ سب جھوٹے ہیں اور ہر معاملے میں وہ وہی فیصلہ کرتا ہے جسے وہ حق اور بہتر سمجھتا ہے۔ اس سبائی، یہودی، رافضہ کے پیدا کردہ فتنے کا مقصد صرف خلیفہ ثالث، دامادِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے جنت کی خوشخبری پانے والے خلیفہ مظلوم سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو بدنام کرنا ہی نہ تھا بلکہ وہ سارے اسلام کو ہی بدنام کرنا چاہتے تھے اور وہ اسلامی طاہر ومقدس نسلیں جن کی تاریخ نہایت درخشاں اور ضوء فشاں ہے ان سب کے چہرے داغ دار اور مسخ کرنے کی گھناؤنی سازش بھی ان کے مقصد میں شامل تھی۔''

رافضیوں کے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر شدت طعن وتشنیع کی اصل وجہ یہ ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کا بیشتر حصہ سیکھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی عمر میں برکت ڈالی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی تقریباً نصف صدی تک لوگوں کو مسلسل دین حنیف کی تعلیمات سے آگاہ فرماتی رہیں۔ لوگوں نے ان سے بکثرت دین سیکھا اور ان سے خوب فائدہ اٹھایا۔

روافض کی زمانہ قدیم سے یہ عادت چلی آتی ہے کہ جب وہ کوئی روایت گھڑتے ہیں تو اس جھوٹ کے ساتھ ایک آدھ لفظ ''سچا'' اور ''صحیح'' بھی لگا دیتے ہیں تاکہ سادہ لوح لوگوں کو اس پوری من گھڑت روایت کے سچ ہونے کا وہم ہو جائے اور یہ کہ جو کچھ انھوں نے وضع کیا ہے اس کے سچا ہونے کا یقین آ جائے، نیز یہ بھی دیکھا جا سکتا ہے کہ جب وہ کسی ایسے شخص کی طرف طعن و تشنیع کی نسبت کرنے لگیں جس سے وہ بغض رکھتے ہوں، تو ابتدا میں قصداً وہ ایسی روایات لاتے ہیں جن میں اس شخص کی نیکی اور صالحیت کا ثبوت ہو لیکن روافض ایسی روایات میں سے بھی اس شخص کے لیے طعن و تشنیع اور سب و شتم کے دلائل نکال لیتے ہیں اور اسے برے القاب سے ملقب کر کے ہی چھوڑتے ہیں۔ یہ رافضی گروہ، اہل تشیع سے ایک غالی گروپ ہے۔

ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنے دین کو شبہات سے بچائے اور ان کی سماعت سے بھی پرہیز کرے اور ایسی مجالس میں بھی نہ جائے جہاں حضراتِ صحابہ کے بارے میں شبہات پیدا کیے جاتے ہیں، کیونکہ فتنوں کے مقامات سے دُور رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ خصوصاً شبہات کے فتنوں سے کیونکہ شبہ حق کو دل سے نوچ لیتا ہے اور دشمنان دین شب و روز دین اور دین داروں سے مکر و فریب کرنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں اور ان کی گہری سازش مسلمانوں کے دلوں میں شبہات پیدا کرنا ہے تاکہ سادہ لوح، کم علم اور کم بصیرت والے مسلمانوں کو بآسانی شکار بنا سکیں۔ کیونکہ شبہ کا سبب دو میں سے ایک ضرور ہوتا ہے: (۱) قلت علم (۲) ضعف بصیرت۔

البتہ جو شخص علم و بصیرت میں راسخ ہو وہ شبہات سے نجات پا لے گا اور جو لوگ شبہات کی وجہ سے معروف ہیں اور جنھوں نے ان میں تخصص کیا ہوا ہے وہ رافضہ ہی ہیں۔ چونکہ وہ گھٹیا ترین شبہات کے تانے بانے بنتے ہیں تاکہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر زبان طعن و تشنیع دراز کریں اور امہات المومنین خصوصاً سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی نفرتوں کا مرکز ہیں۔ چنانچہ وہ ان نفوس قدسیہ کے بارے میں بہت زیادہ شبہات پیدا کرتے ہیں اور ان کی طرف اپنے زہریلے تیر ہر وقت پھینکتے رہتے ہیں۔ لیکن ہر زمانے کے علمائے اہل سنت ان پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔ وہ ان کے مکر و فریب اور سازشوں کو پہچان چکے ہیں اور ان کے معاملے کی چھان پھٹک کر کے ان کا کچا چٹھا کھول چکے ہیں۔ جہاں بھی کوئی چھوٹا یا بڑا شبہ سر نکالتا ہے وہیں اہل سنت کا کوئی نہ کوئی سپوت آگے بڑھ کر اس کا سر کچل دیتا ہے۔

ان کی بہتان تراشیوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس بھی محفوظ نہ رہی۔ بطور ثبوت میں ایک روایت کو پیش کرتا ہوں۔ علی بن ابراہیم قمی رافضی اپنی سند کے ساتھ یوں روایت کرتا ہے (نقل کفر کفر نباشد)

''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا ابراہیم فوت ہوا تو آپ کو اس کا شدید صدمہ ہوا چنانچہ عائشہ نے کہہ دیا: آپ کیوں غمگین ہو گئے حالانکہ وہ تو ابن جریج کا بیٹا تھا......''

اللہ تعالیٰ کی بے شمار لعنتیں ہوں اس ملعون پر جس نے یہ بات کی......

ہم نے دل پر پتھر رکھ کر مجبوری کے عالم میں صرف لوگوں کو سمجھانے کے لیے یہ غلیظ اور مکروہ بات نقل کی ہے تاکہ لوگ جان سکیں کہ وہ کون سا گروہ ہے جس نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام دشمنی کی انتہا کر دی اور جسے نبی کریم ﷺ اور آپ کے اہل کی بھی حیا نہیں۔ دراصل یہ دشنام طرازی اور بہتان تراشی نبی کریم ﷺ کی بیویوں پر نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس پر ہے، تاکہ وہ لوگوں کو یہ تصور دیں کہ رسول اللہ ﷺ کا مقدس گھرانہ روئے زمین پر شر اور شرارت سے پُر گھرانہ تھا کہ جہاں رسول اللہ ﷺ کی بیویاں ایک دوسری پر زنا کی تہمتیں لگاتی تھیں اور آپ ﷺ مصلحتاً خاموش رہتے۔ (استغفر اللہ)

اس واقعہ کے بعد بھی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا چھ سال تک رسول اللہ ﷺ کی حفاظت اور صحبت میں رہیں، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے انہی (سیّدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) کے گھر میں انہی کی آغوش میں وفات پائی۔ معمولی سی عقل وفہم رکھنے والا مسلمان یہ سمجھ سکتا ہے کہ......کیا اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی بلند ترین ہستی کے لیے ایسی ہی عورت کا انتخاب کرنا تھا جو زانیہ ہو؟ (نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ) اور پھر وفاتِ ابراہیم رضی اللہ عنہ کے بعد بھی سیّدہ رضی اللہ عنہا کا نبی کریم ﷺ کی زوجہ کے طور پر رہنا کیا ثابت کرتا ہے؟؟؟ اور کیا وحی کا سلسلہ رُک گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد کریم ﷺ کو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف لگائی گئی تہمت سے باخبر نہ کیا؟ یا یہ سب اسی سازشی گروہ کا من گھڑت قصہ ہے جس کا مقصد دین اسلام میں شکوک وشبہات پیدا کرنا اور اُس ذات یعنی نبی کریم ﷺ کے مقام ومرتبہ کو بہت ہیچ ثابت کرنا ہے؟؟ کیا سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے عیوب کا علم ان رافضیوں کو اس معصوم نبی علیہ السلام کی نسبت زیادہ ہے جن پر اللہ رب العالمین کی وحی نازل ہوتی تھی؟

ہے کوئی عقل والا! جو اس مکر وفریب کو سمجھ پائے.........؟؟؟

اے قارئین کرام! آپ ہی بتائیے! کیا ان تمام سازشوں سے پردہ اُٹھانا جرم ہے؟ کیا یہ فرقہ واریت ہے؟.........یا پھر من گھڑت روایتیں بیان کرنا فرقہ واریت ہے؟؟؟ یا ایسی قبیح تہمت کو اپنی کتابوں میں درج کرنا اور روافض کے دیگر علماء کا اس ناپاک روایت کو ''صحیح ترین'' کہنا جرم نہیں ہے؟؟؟ تدبرو!

یا......نبی کریم ﷺ کی بیویوں کے بارے میں غلاظت اُگلنے والوں کو بے نقاب کرنے کو فرقہ واریت کہا جائے گا......؟؟

واللہ العظیم چادر نبوت کی عظمت پر حملہ کرنے والوں کی سازشوں کو بے نقاب کرنا فرقہ واریت نہیں، بلکہ ایک عظیم سعادت ہے، جس کا اجر سوائے جنت میں نبی کریم ﷺ کی رفاقت کے اور کچھ نہیں۔

آخری بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو اپنی رضا کا سرٹیفکیٹ عطا فرمایا، اور اس پر صحابہ کرام کی رضا کو بھی قرآن میں بیان فرما دیا۔ جب تمام صحابہ کرام وفات پا گئے تو میرے رب نے چاہا کہ

قیامت تک ان عظیم ہستیوں کا نامہ اعمال نیکیوں سے بھرتا رہے۔ جب لوگ ان پاک باز ہستیوں پر بہتان تراشی یا لعن طعن کرتے ہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا نامہ اعمال نیکیوں سے مزید وزنی ہوتا جاتا ہے اور اُن کے درجات مزید بلند ہو جاتے ہیں۔

ستاروں کی طرف کسی بدبخت انسان کے تھوکنے سے نہ تو ستارے ماند پڑتے ہیں اور نہ ہی ڈوبتے ہیں۔ وہ آج تک ویسے ہی چمک دمک رہے ہیں جیسے شروع دن سے چمکتے تھے اور تھوک تو واپس تھوکنے والے کے منہ پر ہی گر جاتا ہے۔

کتاب کی خصوصیات

یہ کتاب سیکڑوں مقالہ جات کا نچوڑ ہے۔ عرب کے مشہور و معروف علماء و اکابر مشائخ کی ایک کمیٹی نے اسے سرانجام دیا ہے۔ مقابلہ کے لیے منتخب مقالات پر تدقیق و تنقیح کا عمل بھی اسی کمیٹی کی کاوش ہے۔ اس کام کے لیے پانچ سو پچاس مصادر و مخطوطات سے مدد لی گئی ہے۔ یہ سارا فضل و احسان یقیناً اللہ سبحانہ کا ہی ہے۔

سیرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا کے تمام پہلوؤں کا احاطہ۔ سیّدہ کے علمی مقام و مرتبہ، دعوتی کارہائے نمایاں اور آپ کی ذات پر جھوٹے اور من گھڑت عیوب کا ردّ اور بطلان اس کتاب کا خاصہ ہے۔ کتاب میں موجود حدیث و آثار کی مکمل تخریج و تحقیق کا اہتمام، لغت کی کتابوں کے مطابق مشکل الفاظ کے معانی اور احادیث وغیرہ کی شرح تحریر کر دی۔

اس کے ساتھ ساتھ قارئین کے افادہ کے لیے جہاں بھی پہلی بار کسی معروف شخصیت کا نام اور تذکرہ آیا ان کا مختصر تعارف و حالاتِ زندگی تحریر کر دیے گئے ہیں۔ لیکن اسانید میں وارد راویوں، جرح و تعدیل کے ضمن میں مذکور اشخاص یا جن کا تذکرہ ضمناً کسی حوالے سے آیا، یا جو ہمارے ہم عصر ہیں، ان کے حالات طوالت کے خوف سے نہیں لکھے گئے۔ ہمیں اللہ رب العزت سے بھرپور اُمید ہے کہ وہ اسے ضرور قبولیت بخشے گا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ کے مقام و مرتبہ کو پیش کرنے اور بہتانوں کا ردّ کرنے کی نیکی کا اجر ضرور عطا فرمائے گا۔ آخر میں، میں اتنے عمدہ اور علمی انسائیکلو پیڈیا کو پیش کرنے پر جملہ معاونین و مترجم کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں۔ اللہ ہم سب کے لیے اس کتاب کو نجات کا ذریعہ بنا دے۔ آمین یا رب العالمین

آخر میں، میں کتاب پر نظر ثانی کرنے کے لیے بھائی عمر فاروق قدوسی اور محترم عطاء الرحمٰن (استاذ جامعہ محمدیہ، لوکو ورکشاپ، لاہور) کا انتہائی ممنون ہوں کہ جن کی کوششوں سے کتاب مزید بہتر ہو گئی۔

آپ کا بھائی

ابو ابراہیم ابراہیم

مقدمہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. اَمَّا بَعْدُ!

بے شک تمام تعریفات اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، ہم اسی کی تعریف کرتے ہیں اور اسی سے مدد چاہتے ہیں اور اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ اور ہم اپنے نفس کی شرارتوں اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے، اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ ﴾

(آل عمران: ۱۰۲)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو، جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم ہرگز نہ مرو، مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝ ﴾ (النساء: ۱)

''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے

سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتوں سے بھی، بے شک اللہ ہمیشہ تم پر پورا نگہبان ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۗ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ ﴾ (الاحزاب: ۷۰ ـ ۷۱)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور بالکل سیدھی بات کہو۔ وہ تمھارے لیے تمھارے اعمال درست کر دے گا اور تمھارے لیے تمھارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے تو یقیناً اس نے کامیابی حاصل کر لی، بہت بڑی کامیابی۔''

فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْىُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا ، وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ .

''بعد ازیں! بے شک سب سے اچھی بات کتاب اللہ میں ہے اور سب سے اچھی راہنمائی محمد کریم ﷺ کی راہنمائی میں ہے۔ اور دین میں بدترین اُمور خود ساختہ ہیں اور دین میں ہر خود ساختہ فعل بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

بے شک اُمت اسلامیہ پے در پے زخموں سے چور اپنے بدن پر متواتر تیر سہہ رہی ہے اور ہمیشہ سے اسلام کے اندرونی و بیرونی دشمن اس پر زہریلے تیر برسا رہے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اسلامی شریعت اور اس کے عقیدے کو بدنما کر ڈالیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم بھی لامحدود و بے کنار ہے کہ جب بھی کوئی آزمائش آتی ہے، اس کے ساتھ ہی عطیاتِ رحمانی بھی ہوتے ہیں اور اللہ عزوجل نے یقیناً سچ فرمایا:

﴿ وَ يَمْكُرُوْنَ وَ يَمْكُرُ اللّٰهُ ۗ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝ ﴾ (الانفال: ۳۰)

''اور وہ (کافر) تدبیریں کرتے ہیں اور اللہ بھی تدبیر کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سب تدبیر کرنے والوں سے بہتر ہے۔''

دشمنانِ اسلام نے اُمت اسلامیہ کو جن تیروں کا نشانہ بنایا ہوا ہے، ان میں سب سے سخت و اذیت ناک تیر پیغمبر اسلام ﷺ کی عزت پر حملہ ہے۔ جو تمام انسانیت کے قائد ہیں، ان کا نام نامی اسم گرامی محمد بن عبداللہ ﷺ ہے۔ آپ پر اور آپ ﷺ کی آل پر درود و سلام ہوں۔ (وفداہ روحی و ارواح جمیع المسلمین) چونکہ دشمنانِ اسلام نے اُم المومنین سیّدہ عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا کی ذات

پر بہتان تراشی کردی اور کتاب وسنت میں جو کچھ آچکا ہے، سیّدہ کے اردگرد انھوں نے شبہات پھیلا دیے یا ان کی ذاتِ اطہر پر جھوٹا افسانہ چسپاں کرنے کی کوشش کی۔ لیکن الحمد للہ! دشمنوں نے جو چاہا، نتیجہ اس کے سراسر خلاف اور ان کی خواہش کے برعکس ہی نکلا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا دین ناتمام چھوڑنے سے انکار کر دیا اگرچہ کافروں کو کتنا ہی بُرا لگے۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کے مکروفریب میں بجھے ہوئے تیر ان کے سینوں میں ہی پیوست کر دیے۔ جس کے نتیجے میں اُس زمانے کا بہتانِ عظیم جو وقتاً فوقتاً اب نئے نئے روپ میں آتا رہتا ہے مسلمانوں کی حفاظت، عقیدہ کی مضبوطی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اُمہات المؤمنین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ اہل ایمان کی دلی محبت میں اضافے کا باعث بنا۔ جب کہ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو امہات المؤمنین میں سب کی سرخیل ہیں، تمام اہل ایمان ان کے دفاع اور ان کے فضائل کو اُجاگر کرنے، ان کی سیرت کو زبان وقلم سے آراستہ و پیراستہ کرنے اور بعد میں آنے والی اپنی نسلوں کے دلوں میں ان نفوس قدسیہ کا احترام اور محبت راسخ کرنے پر کمربستہ ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے اس حقیقت کی بخوبی تصدیق ہوتی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ ۚ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم ۖ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ﴾

(النور: ۱۱)

''بے شک وہ لوگ جو بہتان لے کر آئے ہیں وہ تمھی سے ایک گروہ ہیں، اسے اپنے لیے برا مت سمجھو، بلکہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم ہو ''مؤسسة الدرر السنية'' پر کہ اس نے اُمت کے اس رِستے ناسور پر مرہم لگانے والوں میں ہمیں بھی شامل ہونے کا موقع دیا۔ جس کی وجہ سے اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دفاع، ان کے احترام و تقدس کو دلوں میں راسخ کرنے اور ان کے ساتھ محبت کو پختہ کرنے کے لیے متعدد طریقے اور رستے مل گئے۔ بالآخر اس نہج پر سوچتے رہے کہ کوئی نئی اور انوکھی کاوش عوام کے سامنے لائی جائے جس کا نفع باقی اور اس کی تاثیر دلوں پر عمیق ہو۔ یوں ادارے نے عفیفۂ کائنات سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سیرت پر ایک عالمی تحریری مسابقے کا انعقاد کرلیا، جس کا عنوان تھا:

عفت وعصمت کی ملکہ......اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

مسابقہ منعقد کرنے سے ہمارا اصل مقصود سیرتِ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مطالعہ اور تحقیق کرنے

والے محققین و مقررین کے دلوں میں ام المؤمنین کی سیرت کے چھپے گوشوں کو نمایاں کرنا اور ان کی، آلِ بیت عظام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ والہانہ شیفتگی و موَدّت کا اظہار اور اس معصومہ کے پاکیزہ کردار پر مفتریوں، رافضیوں اور پروپیگنڈہ بازوں نے جو بہتان تراشیاں کیں ان کا بودا پن واضح کرنا اور علمی طریقے سے ان کا ردّ کرنا اور انھیں جڑ سے اُکھاڑ پھینکنا تھا۔ نیز واقعہ افک کے نتیجے میں ظاہر ہونے والے فوائد کو نمایاں کرنا اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہمارے تعلق کو مضبوط اور عام مسلمانوں کے دلوں میں ان معصوم نفوس کی یادیں تازہ کروانا تھا۔ ان سب تحقیقات کے نتیجے میں عفیفۂ کائنات سیّدہ عائشہ طاہرہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کی طہارت، پاک دامنی اور ان کی بلندیٔ اخلاق پر یقیناً قلبی اطمینان حاصل ہوا۔

قبولیت مسابقہ

الحمد للہ! اس مسابقہ کو مسلمانوں میں خوب پذیرائی حاصل ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نہایت وسیع حقائق و نتائج اور اہداف مکمل ہوئے۔

عالم اسلامی کے اطراف و اکناف میں اس کا ڈنکا بجنے لگا اور پے در پے سیکڑوں علمی مقالہ جات ہمیں موصول ہونا شروع ہو گئے، تب ہمارے ادارے میں علماء کی کمیٹی نے ان مقالات کی چھان پھٹک شروع کی اور جہاں جہاں مسابقہ کے قواعد و ضوابط میں کمی پائی گئی ان مقالہ نگاروں کے مقالہ جات کو شرفِ مسابقہ میں شمولیت سے محروم ہونا پڑا۔

اس مرحلے پر پہنچ کر علماء و اکابر مشائخ کی ایک اور کمیٹی تشکیل دی گئی تاکہ مسابقہ کے لیے منتخب مقالات کی جانچ پرکھ کا عمل مکمل کریں۔

پھر مسابقہ کے اُصول و ضوابط اور علمی معیار پر پورا اُترنے والے مقالات کے انتخاب سے ہی یہ کام مکمل نہیں ہوا بلکہ تقریب تقسیم اسناد و انعامات تک یہ سلسلہ قائم رہا، بلکہ اس کے بعد اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سیرت پر ایک مکمل انسائیکلو پیڈیا مرتب کرنے کے لیے علماء و مشائخ پر مشتمل مذکورہ کمیٹیوں نے عزم صمیم کے ساتھ آستینیں چڑھا کر، خم ٹھونک لیے۔ یوں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے ادارے کو اس عظیم کام کی طباعت و توزیع کا شرف حاصل ہوا اور ہم اس انسائیکلو پیڈیا کو اپنی نگرانی میں تیار کروا کر نہ صرف عالم عربی و اسلامی بلکہ پورے عالم انسانی تک پھیلانے پر کمر بستہ ہو گئے۔ اس کتاب کا مواد ہم نے پانچ سو پچاس مصادر و مخطوطات سے اکٹھا کیا ہے۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ سیّدہ رضی اللہ عنہا کی

پاکیزگی اور براءت کی اس دستاویز کی تیاری میں کس جاں فشانی سے کام لیا گیا ہے۔ یہ سارا فضل واحسان یقیناً اللہ سبحانہ کا ہی ہے۔

کتاب کی تیاری میں کیا گیا کام

ادارے سے منسلک علماء نے اس مقالے کی ترتیب وتدوین میں درج ذیل اُمور کا اہتمام کیا:

۱۔ مسابقہ میں کامیاب ہونے والے علمی وتحقیقی مقالہ جات سے اہم اور مفید مواد کو یکجا کیا۔ اس کی مراجعت کی، اسے سنوارا اور جہاں جہاں ضرورت محسوس ہوئی وہاں عبارات میں کمی بیشی بھی کی۔

۲۔ بے شمار اضافہ جات کر کے نامکمل علمی وتحقیقی عبارات ومواد کو مکمل کیا تاکہ ام المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سیرت کے تمام پہلوؤں کا احاطہ ہو۔ آپ کا علمی مقام ومرتبہ، دعوتی کارہائے نمایاں اور آپ کی ذات پر لگائے گئے جھوٹے اور من گھڑت الزامات کا مکمل احاطہ اور ان کا ردّ اور بطلان وغیرہ، حتیٰ کہ یہ کتاب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اُم المؤمنین والمؤمنات کی سیرت کے ایک منفرد انسائیکلو پیڈیا کی صورت میں سامنے آ گئی۔ رضی اللہ عنها و ارضاها۔

۳۔ کتاب میں جو حدیث وآثار پہلی مرتبہ وارد ہوئے، ان کی مکمل تخریج وتحقیق کا اہتمام۔

۴۔ لغت کی کتابوں کے مطابق مشکل الفاظ کے معانی اور احادیث وغیرہ کی شرح تحریر کر دی۔

۵۔ کتاب میں جہاں جہاں بھی پہلی بار کسی عظیم شخصیت کا نام اور تذکرہ آیا اس موقع پر ان کا مختصر تعارف وحالاتِ زندگی تحریر کیے۔ لیکن اسانید میں وارد راویوں، جرح وتعدیل کے ضمن میں مذکور اشخاص یا جن کا تذکرہ ضمناً کسی حوالے سے آیا، یا جو ہمارے ہم عصر ہیں، ان کے حالات طوالت کے خوف سے ترک کر دیے۔

۶۔ کتاب کی متعدد علمی فہارس کا اہتمام۔

کلمۂ شکر

اس موقع پر میں اللہ تعالیٰ کا خصوصی شکر ادا کروں گا کہ جس نے اس عظیم خدمت کو انجام دینے کی ہمیں توفیق اور ہمت عطا فرمائی اور ہمیں اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وعصمت کا دفاع کرنے کا شرف بخشا۔ (الحمد لله رب العالمين)

اسی طرح میں ہر اس شخص کا شکریہ ادا کروں گا جس نے بھی اس عمل میں حصہ ڈالا۔ ان میں سے کچھ

احباب کا تذکرہ نہ کروں تو ناسپاسی ہوگی:

❀ ...... ادارے میں علمی وتحقیقی ٹیم جو مسابقہ کی تیاری پر کمر بستہ رہے اور اسے کامیاب بنانے کے لیے سعیٔ پیہم کی، نیز انھوں نے کتاب کے لیے علمی مواد اکٹھا کیا۔ اس کی مراجعت کی، بالآخر موجودہ صورت میں کتاب قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ گئی۔

❀ ...... ادارے میں کام کرنے والے تمام مشارکین کا میں تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ جنھوں نے موضوع کے مطابق اپنے علمی وتحقیقی مقالات پیش کیے۔ بالخصوص ان میں سے کامیاب لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جن کے مقالات ممتاز بنے اور ان کی تیاری میں محققین کی کاوشیں نمایاں ہوئیں۔

❀ ...... میں دل کی گہرائیوں سے مسابقہ کے منصفین، علماء ومشائخ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنھوں نے فیصلہ کرنے کے لیے اپنے قیمتی اوقات علمی بحثوں کی چھان بین میں صرف کیے۔ اسی طرح وہ علماء و مبلّغین بھی ان میں شامل ہیں جنھوں نے کتاب پر نظر ثانی کی اور وقتاً فوقتاً اس عمل کی حوصلہ افزائی کی۔

❀ ...... میں آخر میں آلِ شیخ کا شکریہ ادا کرنا نہیں بھولا جنھوں نے اس مسابقہ کی سرپرستی اور کفالت کی، اسی طرح میں ہر اس شخص کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس نے کتاب کے سلسلے میں کاغذ سے لے کر چھپائی تک کسی بھی مرحلے پر ہمارے ساتھ تعاون کیا۔

اس مختصر شاکرانہ عرض کے بعد میں اللہ تعالیٰ سے دُعا گو ہوں کہ ہم سب کو اپنے اعمال کی جزائے خیر دے اور اس کتاب کے ذریعے نفع عام کر دے۔

توفیق اور سیدھے رستے کی طرف ہدایت اللہ تعالیٰ ہی دینے والا ہے۔

علوی بن عبدالقادر سقاف

کتاب کے متعلق علماء کی تقریظات

الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن محمد آل الشیخ، مفتی اکبر، سعودی عرب

علماء واکابرین پر مشتمل کمیٹی کے چیئر مین ہیں نیز "مکتب الدعوۃ والارشاد" کے صدر ہیں۔
وہ کہتے ہیں: ''یہ بابرکت انسائیکلو پیڈیا اس حقیقت کی دلیل ہے کہ ہمیشہ کی طرح ہر زمانے میں اور اب تک اس اُمت میں سچے محقق علماء موجود ہیں جو موجودہ زمانے کے فتنوں سے بخوبی آگاہ ہیں۔ وہ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وآبرو کا جرأت مندانہ دفاع کر رہے ہیں۔ وہ ظالم بہتان تراشوں کی فضول یاوہ گوئیوں کا بھرپور علمی طریقہ سے ردّ کر رہے ہیں۔ درحقیقت یہ بہتان تراش نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیت اطہر پر عیب جوئی کرتے ہیں اور خاص طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کی سردار عفیفۂ کائنات سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر۔ یہ حق گو علماء کما حقہ ام المؤمنین کے دفاع پر ڈٹے ہوئے ہیں اور ہمیشہ کی طرح سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل اور ان کی سیرت طیبہ کے محاسن اُجاگر کرنے میں کوشاں رہتے ہیں۔ وہ یہ عمل باریک ومحکم علمی وتحقیقی انداز میں سرانجام دے رہے ہیں۔ ان کے دلائل دشمنانِ ملت ودین کے لیے ہمیشہ سر پھوڑ ثابت ہوئے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس پاکیزہ عمل کی تصدیق کرنے کے انداز میں فرمایا:

﴿وَ يَاْبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝۳۲﴾ (التوبہ: ۳۲)

''اور اللہ نہیں مانتا مگر یہ کہ اپنے نور کو پورا کرے، خواہ کافر لوگ برا جانیں۔''

وَصَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

الشیخ عبدالرحمن بن ناصر البراک

(سابق پروفیسر محمد بن سعود اسلامک یونیورسٹی، ریاض، سعودی عرب)

لکھتے ہیں: سیّدہ عائشہ صدیقہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی محبوب ترین بیوی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے لیے ان کا انتخاب خود کیا اور فرمایا:

﴿وَ رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَ يَخْتَارُ﴾ (القصص : ٦٨)

''اور تیرا رب پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور چن لیتا ہے۔''

کیا اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے یہی فضیلت کم ہے کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ سے بلاواسطہ علم حاصل کیا، اسے ازبر کیا اور پوری امانت کے ساتھ بلاکم وکاست آنے والی نسلوں کو منتقل کر دیا۔ چونکہ سیّدہ ممدوحہ رضی اللہ عنہا اپنے رب کے ہاں نہایت معزز اور اس کے رسول ﷺ کی محبوب ترین ہستی تھیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے بہتانوں سے ان کی براءت قرآن کی شکل میں نازل کی جسے تاقیامت پڑھا جاتا رہے گا۔ چنانچہ اس سیرت و کردار عالیہ سے متصف شہزادی حق رکھتی ہے کہ اس کے فضائل و مناقب اور اس ذاتِ عالیہ سے حسد کرنے والے رافضیوں کو منہ توڑ جواب دینے کے لیے کتاب لکھی جاتی۔

چنانچہ یہ کتاب درحقیقت ایک عظیم و ضخیم انسائیکلو پیڈیا ہے جو ''ام المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا'' کے نام سے ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ یقیناً مصنّفین کی یہ کاوش اہل سنت والجماعت کے مومنوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا جہاں باعث بنے گی وہاں مشرکوں، بدعتیوں اور رافضیوں کے لیے حزن و ملال اور حسرت و یاس سے لبریز ''گرانمایہ خزانہ اور عبرت آموز تازیانہ'' ثابت ہوگی۔ ان شاء اللہ

الشیخ صالح بن فوزان الفوزان

(سعودی عرب کے اکابر علماء کمیٹی کے رُکن اور معروف عالم دین)

لکھتے ہیں: ہر جگہ اور ہر زمانے میں منافقین، اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف خباثت اور کینے و حسد سے لبریز مذموم ہتھکنڈے استعمال کرتے آئے ہیں، تاکہ وہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھاسکیں، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے نور کو مکمل کرنے والا ہے اگرچہ کافر اسے کتنا ہی ناپسند جانیں۔

نبی کریم ﷺ اور ملت اسلامیہ سے ان لوگوں کے بغض و کینہ کی سب سے قبیح مثال آپ ﷺ کی

محبوب ترین بیوی اور آپ کی بیویوں میں سے افضل ترین خاتون سیّدہ عائشہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا کی شان اقدس پر بہتان تراشی ہے۔ لیکن ان کی قبیح خواہشات کے برعکس ان کے یہ زہریلے تیران کے اپنے ہی سینوں میں آر پار ہو جاتے ہیں، چونکہ اللہ تعالیٰ ہر زمانے میں منتخب علمائے اسلام کو ان ظالموں پر مسلّط کر دیتا ہے جو وقتاً فوقتاً ان کے کذب و مفتریات کی خبر لیتے رہتے ہیں اور ہمیشہ ان کی حالت بزبانِ شاعر:

كَنَاطِحٍ صَخْرَةً يَوْمًا لِيُوْهِنَهَا
فَلَمْ يَضُرَّهَا وَ أَوْهٰى قَرْنَهُ الْوَعْلُ

اس پہاڑی بکرے کی طرح ہو جاتی ہے جو چٹانوں کو کمزور کرنے کے لیے ہر وقت اپنے سینگوں سے ان کو کھرچتا رہتا ہے اور ان کے ساتھ ٹکریں مارتا جاتا ہے۔ نتیجہ کیا نکلتا ہے کہ چٹان تو اپنی جگہ پر برقرار رہتی ہے البتہ بکرے کا سر پھٹ جاتا ہے اور وہ خود کو لہولہان کر لیتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک پڑھی جانے والی اپنی کتاب میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت نازل فرمائی اور عرش بریں سے اس مظلومہ و معصومہ کی پاکدامنی پر مہر تصدیق ثبت کر دی اور مزید ان ظالموں اور منافقوں کی تکذیب و وعید اور تغلیط بھی نازل فرما دی۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

الشیخ جعفر شیخ ادریس

(سابق پروفیسر امام محمد بن سعود اسلامک یونیورسٹی، ریاض)

تمام سچے مسلمان سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے محبت کرتے ہیں، کیونکہ:

۱۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین زوجہ محترمہ ہیں۔

۲۔ تمام اہل اسلام و ایمان کی ماں ہیں۔

۳۔ اہل ایمان اس لیے بھی سیّدہ رضی اللہ عنہا سے محبت کرتے ہیں کیونکہ ان کی سیرت مطہرہ میں کچھ ایسے لمحات آئے ہیں جنھیں نزولِ قرآن سے لے کر قیامت تک جب بھی رافضی منافقین پڑھتے، سنتے یا دیکھتے ہیں تو ان کے زخم لہو بہانا شروع کر دیتے ہیں اور شاید وہ کبھی مندمل نہ ہو سکیں، اللہ کرے۔

۴۔ اس لیے بھی کہ سیّدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سیرت و مدحت میں ان شبہات کا کامل ردّ موجود ہے جو ہر

زمانے کے کافر و منافق رسول اللہ ﷺ کی عصمت وعفت کو داغ دار کرنے کے لیے آپ کی طرف اُچھالتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے مصنّفین، محققین، اس کتاب کے ناشر اور تقسیم کنندگان کو جزائے خیر دے کہ ان کی مبارک کوششوں سے عفیفۂ کائنات سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سیرت لوگوں تک پہنچی۔

الشيخ اكرم ضياء العمري

(مندوب وزارت اوقاف واحیاء التراث الاسلامی قطر)

شیخ صاحب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے عنوان سے جو تحریری مقابلہ ہوا، اس کے منصفین میں شامل تھے اور الجامعة الاسلامیہ مدینہ منورہ حدیث ودعوت کے شعبہ میں عرصہ دراز تک پروفیسر رہے۔ وہ کہتے ہیں: بلاشبہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مومنوں کی ماں ہیں۔ وہ ہر خاتون اسلام کے لیے ایک نمونے اور آئیڈیل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ عمدہ تعلیم وتربیت، ہمہ جہت شخصیت، منبع کی شفافیت، وسعت ثقافت میں، اور فقہ میں بلند مقام اور اپنے زمانے کی عورتوں کے ساتھ حسن معاشرت میں وہ بے مثال تھیں۔

ان کے دینی وعلمی تحائف ہمیشہ علمائے اُمت کے لیے مشعل راہ ہیں۔ ان کے دفاع میں قرآنِ کریم نازل ہوا، ان کے لیے صرف یہی اعزاز کافی ہے کہ خاتم الانبیاء سیّدنا محمد ﷺ کی وہ محبوب ترین زوجہ محترمہ تھیں۔ نیز جبریل علیہ السلام کا ان کو سلام کہنا بھی ان کا قابل ذکر وفخر اعزاز ہے۔

ہر زمانے اور علاقے کے اہل ایمان اس پر ہمیشہ راضی رہے اور یہ کتاب ان کی معطر سیرت کو جلا بخشتی رہے گی۔ یقیناً علیٰ وجہ البصیرت ہی اقتدا کا حق واضح ہوتا ہے۔

الشيخ عبدالعزيز بن عبدالله الراجحی

(سابق پروفیسر امام محمد بن سعود اسلامک یونیورسٹی)

لکھتے ہیں: عائشہ، مومنوں کی ماں، صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا۔ اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان سے قرآن میں ان کی برأت نازل فرمائی، جس کی تلاوت قیامت تک کی جاتی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ نے جس

بہتان سے انھیں بری کیا، اب جو ظالم و منافق اس ذاتِ مطہرہ پر وہی بہتان باندھے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرے گا۔

یہ کتاب ''اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور روافض'' بیمار دلوں کے لیے باعث شفا اور شبہات پیدا کرنے والوں کے شبہات کا بہترین حل ہے۔ بہتان تراشوں کے بہتانات کا بہترین اور محکم ردّ ہے۔

نیز یہ کتاب ان اہل علم اور ایمان والوں کے لیے توضیح کا باعث ہے جو ہمیشہ حق کے متلاشی رہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اسباب کے ساتھ نفع کو اور چلنے کے ساتھ قدموں کو سیدھا رکھتا ہے۔ اور اجر و ثواب لکھ دیتا ہے۔

بے شک وہی اس کا مالک اور وہی اس پر قادر ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَالتَّابِعِيْنَ.

الشيخ احمد الريسوني

(مدیر کمیٹی رابطہ برائے علمائے اہل سنت)

لکھتے ہیں: اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا علوم دینیہ کا قطب، صحابہ و تابعین کی صدر مدرّسہ ہیں اور ان سب امتیازات سے پہلے وہ مومنوں کی ماں ہیں۔ جب انسان کی ہر نیکی، احسان، تعظیم اور ایفائے عہد پر اس کی ماں کا حق ہے تو اس ماں کا کتنا حق ہوگا جو تمام اہل ایمان کی ماں ہیں، بلکہ وہ مسلمانوں کے ائمہ کی امام ہیں۔ بلاشبہ یہ نفیس و جلیل کتاب ہماری ماں اور ہماری سردار سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ عظیم نیکی اور ان کے حقوق کی نقد ادائیگی کی مانند ہے۔

چنانچہ میں اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ اس کتاب میں حصہ ڈالنے والوں اور اس سفر (کتاب) عظیم کی نگرانی کرنے والوں کی اس مفید کوشش کو اللہ تعالیٰ احسن طریقے سے قبول کرلے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو تمام اہل اسلام کی طرف سے ہر قسم کی نیکی اور ہر طرح کا احسان بطورِ جزا دے۔

آمین یا رب العالمین

الشیخ ناصر بن سلیمان العمر

(نگرانِ اعلیٰ مسلم فورم)

لکھتے ہیں: ام المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر لکھی گئی تالیفات میں اس کتاب کا اضافہ بھی ایک عمدہ شاہکار ہے۔ اس کتاب میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل وشمائل کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس کتاب کے فاضل مؤلفین نے اپنی امی جان کے دفاع کا حق ادا کرنے کے لیے خلوصِ دل سے محنت کی ہے۔ زمانہ قدیم و جدید میں جن احمقوں نے مومنوں کی ماں پر بہتان تراشی کے طومار باندھے ہیں ان علماء نے علمی وتحقیقی طور پر ان کو منہ توڑ جواب دیا ہے۔ بلکہ اس کتاب کے بعد ہر منصف مزاج شخص کی آنکھ میں دشمنانِ اسلام کی الزام تراشیاں بکھرے ہوئے ذرات کی مانند ہوگئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر سے نوازے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دُعا گو ہوں کہ وہ ادارہ ''الــدرر الســنية'' کے نگران اور معاونین کی محنتوں کو قبول کرے اور اس کتاب کا انھیں دنیا میں بھی فائدہ دے اور آخرت میں بھی ان کی نجات کا ذریعہ بنائے۔ اسی طرح میں عام مسلمانوں اور خصوصاً شیعہ قارئین کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اس کتاب کا بنظر انصاف مطالعہ کریں، کیونکہ یہ کتاب دلوں پر پڑے ہوئے پردوں اور شبہات کو زائل کرنے میں اپنی مثال آپ ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن.

الشیخ علی بن عمر بادحدح

(جنرل سیکرٹری النور وقف پروجیکٹ)

کہتے ہیں: یہ کتاب علمی و دعوتی خزانہ ہے جو سیرت ام المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر لکھی گئی ہے۔ اس کتاب میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بہترین دفاع کیا گیا ہے اور قدیم و جدید ملحدین اور رافضیوں کو خوب جواب دیا گیا ہے۔ یہ کتاب دراصل ایک ضخیم علمی خزانہ، بہت بڑا مرجع، حق کی طرف رہنمائی کرنے والا مدلل اور معتمد علیہ چراغ ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ انمول خزینہ ہر زمانے میں بھلائی کی طرف دعوت دینے والوں، محققین اور محاسبین کے لیے مشعل راہ ثابت ہوگا۔ عام مسلمانوں سے لے کر حق کے متلاشیوں کے لیے مینارۂ نور بنے گا۔ مجھے اُمید واثق ہے کہ یہ کتاب بیشتر مسائل کے حل کے لیے بے مثال نمونہ ثابت

ہوگی۔ یہ کتاب ہر اس مسلمان کے لیے جو مصائب سے راہِ نجات کا متلاشی اور آرزو مند ہے، یقیناً سفینہ نجات ثابت ہوگی۔ ان شاء اللہ!

میں اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ اس کتاب کو عوام تک لانے والے نگرانوں اور مالی معاونت کرنے والوں کو دُگنا چوگنا اجر وثواب عطا فرمائے اور ہم سب کو اعمالِ صالح کی توفیق دے اور انھیں قبولیت کے شرف سے نوازے۔ آمین یارب العالمین!

الشیخ عبدالرحمٰن الصالح المحمود

(پروفیسر جامعہ امام محمد بن سعود الاسلامیہ)

لکھتے ہیں: یہ کتاب ایک علمی و دعوتی انسائیکلو پیڈیا ہے، جس میں ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل بیان ہوئے ہیں اور ان کے والدمحترم کے فضائل ومناقب بھی ضمناً آ گئے ہیں۔ نیز اس کتاب میں قدیم وجدید ملحدین وزندیقین کی طرف سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر کیے گئے اعتراضات کا علمی ردّ کیا گیا ہے۔ بڑے اچھے اور محکم طریقے سے عفیفۂ کائنات سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا دفاع کیا گیا ہے۔

یہ ایک کتاب ہی نہیں بلکہ ایک ضخیم دیوان ہے اور بہت بڑا مرجع ہے جو اصولوں پر مبنی اور دلائل مؤثقہ سے مزین ہے۔ مجھے امید ہے کہ مستقبل کے محققین اور مدرسین اور داعیان حق کے لیے ایک مکمل مصدر اور ہر طالب حق کے لیے مینارۂ نور ثابت ہوگا نیز مجھے قوی امید ہے کہ یہ مجموعۂ تحقیقات ایسا رول ماڈل ثابت ہوگا جو بیشتر مسائل اور مصائب کا احاطہ کرے گا کہ جن میں امت کثرت سے بحث ومباحثہ میں بھٹک رہی ہے اور وہ وضاحت کے محتاج ہیں۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اس تحقیقی کارنامہ کے سرانجام دینے والے معاونین اور مراقبین کو پورا پورا ثواب دے اور ہمیں اور ان سب کو اخلاص اور قبولیت عامہ عطا کرے۔ آمین

الشیخ سعد بن عبداللہ الحمید

(پروفیسر جامعہ الملک سعود، ریاض، سعودی عرب)

لکھتے ہیں: کتنے ہی عطیات مشقت اٹھانے کے صلے میں ملتے ہیں، چنانچہ صدر اسلام سے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن پر بہتان تراشیاں ہوتی رہتی ہیں، بالخصوص صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا جن کی برأت ساتویں آسمان کے اوپر سے نازل ہوئی، ہماری مراد ام المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ پھر بھی بہتان تراش اپنی بدباطنی کو ظاہر کرنے سے باز نہیں آتے اس شر سے خیر کا پہلو یہ نکلا کہ ہر زمانہ میں غیرت مند مرد و زن بدطینتوں کے شبہات کے ازالہ اور ام المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب نمایاں کرنے میں ہمہ وقت کوشاں رہنے لگے اور یہ ثمر بارتحقیق بھی ان کارناموں میں سے ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عمل کے مراقب و مشارک اور معاونین کو اچھی اور مکمل جزا دے۔ آمین

الشیخ عوض بن محمد القرنی

(سابق پروفیسر محمد بن سعود اسلامک یونیورسٹی، ریاض، سعودی عرب)

لکھتے ہیں: "مُؤَسَّسَةُ الدُّرَرُ السَّنِيَّةِ" نے ام المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق ایک ایسی کتاب تحریر کی ہے کہ جس میں نہایت دقیق نظر سے اپنے اصل موضوع کے متعلق بحث و تحقیق کا نہ صرف حق ادا کر دیا بلکہ نہایت عمدہ انداز سے دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ اس لیے میں اس بے مثال اور قائدانہ کتاب کی طباعت و توزیع کی نصیحت کرتا ہوں اور سفارش کرتا ہوں کہ اسے عالمی زبانوں میں ڈھال کر ہر عام و خاص تک پہنچایا جائے اور اللہ تعالیٰ ہی حقیقی مددگار ہے۔

الشیخ احمد بن حسن المعلم

(نائب رئیس ھیئۃ علماء الیمن)

کہتے ہیں: اہل ایمان پر تمام صحابہ کا دفاع کرنا واجب ہے، لیکن ام المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو منافقین و معاندین کی بہتان تراشیوں اور ریشہ دوانیوں کی مصیبت میں مبتلا ہیں ان کا دفاع تمام واجبات سے بڑھ کر ہے اور جہاد کی تمام انواع سے بہتر اور افضل نوع ہے۔ اس موضوع پر کئی ایک گراں قدر کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں، ان میں یہ کتاب ''سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور روافض'' جسے متعدد محققین نے مل کر مکمل کیا ہے، صفحہ بہ صفحہ اور حرف بہ حرف میں نے مکمل تتبع اور استقصاء سے اس کا مطالعہ کیا اور اس کے کچھ مباحث کو باریک بینی سے دیکھا ہے۔ میں نے اسے اس موضوع پر لکھی جانے والی سابقہ تمام کتب سے زیادہ اہم اور نفع بخش پایا ہے۔ اس کتاب میں بہت ہی اہم موضوعات کو شامل کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی تالیف کے لیے تحقیق و تدقیق و تخریج و اشراف پر جن جن اکابرین امت نے حصہ لیا ہے اللہ تعالیٰ ان سب کو نیک جزا دے۔

نیز اس کتاب کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو فائدہ پہنچائے اور اہل رفض و بدعت کا قلع قمع کر دے۔

الشیخ صابح بن عبداللہ الدرویش

(قاضی مکہ مکرمہ)

لکھتے ہیں: یہ انسائیکلوپیڈیا جو آپ کے سامنے ہے مومنوں کے سینے کے لیے باعث شفا ہے۔ کیونکہ اس میں حق پر مبنی دلائل و براہین جمع کر دیے گئے ہیں جو کہ بیمار دل والے لوگ، جو ہمیشہ قرآن کے متشابہات کی پیروی کرتے ہیں، کے ردّ کے لیے کافی و شافی ہیں۔ اس کتاب کی طباعت و اشاعت و تحقیق و تالیف میں حصہ ڈالنے والے سب لوگوں کو اللہ تعالیٰ اچھی جزا دے۔ بایں وجہ کہ انھوں نے محنت کی ہے اور ایک بہت بڑے کارنامے کو سرانجام دیا ہے۔ اس زمانے میں امت مسلمہ خصوصی طور پر اس جیسی مراجع کی سب سے زیادہ محتاج ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے ان تمام احباب کے لیے قبول اور توفیق کا سوال کرتا ہوں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

الشيخ عبدالعزيز بن محمد عبداللطيف

(پروفیسر امام محمد بن سعود اسلامک یونیورسٹی، ریاض، سعودی عرب)

ام المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین بیوی ہیں۔
"موسسة الدرر السنية" کی علمی برانچ نے ایک انسائیکلوپیڈیا شائع کا اعلان کیا ہے جس کا نام ''سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور روافض'' رکھا۔ اس کتاب میں نفع بخش معلومات، دینی وعلمی لحاظ سے فائدہ مند مباحث، تسلی بخش اعتراضات کے جوابات اور محکم و باوقار طریقہ سے ازالۂ شبہات اور سب سے بڑی خوبی کہ کتاب کا اسلوب نہایت خوبصورت اور ہر دلعزیز ہے جب کہ ابواب وموضوعات کی حسن ترتیب بے مثال۔ اللہ تعالیٰ ان کی محنتوں کو قبول فرمائے اور اس کاوش جمیلہ کو شرفِ قبولیت بخشے۔

الشيخ سعد بن عبدالله البريك

(امام وخطیب جامع مسجد الامیر خالد بن سعود، ریاض، سعودی عرب)

اگر چند بدبختوں اور بدطینت لوگوں نے ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت پر کیچڑ اچھالا تو تمام امت کے لیے یہ سب سے بڑی آزمائش ثابت ہوئی، لیکن اس مصیبت کی تہوں اور سلوٹوں میں بہت سے انعامات وعطیات پنہاں تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ۖ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ﴾ (النور: ۱۱) ''اسے اپنے لیے برا مت سمجھو، بلکہ یہ تمھارے لیے بہتر ہے۔'' بلاشبہ یہ کتاب ''سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور روافض'' ان بہترین کتابوں میں سے ایک ہے جن کا موضوع سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سیرت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو اس کے نیک عمل کی جزا دے جس نے اس عظیم سفر میں تن، من، دھن سے حصہ ڈالا۔

الشيخ عبدالمجيد الريمي
(رئیس مجلس علماء مرکز الدعوۃ العلمی)

کہتے ہیں: ملحدین روشن اور شفاف صفحات کو سیاہ کرنا چاہتے ہیں۔

۱۔ شریعت الٰہی جسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی زندگیوں میں نافذ کیا، کی دولت سے پورے عالم میں ایسے عدل و امن کے پھریرے لہرانے لگے جس کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔

ملحدوں نے اس شریعت کے بارے میں کہا: ''یہ غیر انسانی قانون ہے جو حقوق اور حریت (آزادی) سلب کرتا ہے۔''

۲۔ جن فتوحات نے انسانوں کو اپنے جیسے انسانوں کی غلامی سے نکال کر ایک اللہ کا غلام بنایا، اس کے متعلق وہ کہتے ہیں یہ سراسر ظالمانہ قبضہ اور غارت گری ہے۔

۳۔ روایت اخبار اور استنباط مسائل کے قواعد وضوابط کہ جن کی وجہ سے غور وفکر اور اجتہاد کے دروازے کھل گئے، کی بابت کہتے ہیں کہ یہ قدامت پسندی اور جمود ہے۔

۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور صحابیات رضی اللہ عنہم اجمعین کی سیرت طیبہ کو جو دین کے اولین مددگار تھے، ان کی ذوات و صفات کو بہتان تراشیوں اور طعن و تشنیع کا نشانہ بنالیا۔ تاکہ ان کی اس گھناؤنی سازش کے نتیجے میں دین اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑا جاسکے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۝﴾ (الصف: ۸)

''اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے، اگرچہ کافر لوگ ناپسند کریں۔'' ؏

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

ہر زمانے کے روافض نے عام طور پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خصوصی طور پر صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا کو اپنے زہریلے تیروں کا نشانہ بنالیا ہے۔

چنانچہ یہ اور اس جیسی دیگر مصادر و مراجع نما تحقیقی کتب ان تہمت پردازوں کی تہمتوں کا علمی و تحقیقی ردّ کرنے اور صحابہ و صحابیات خصوصاً ازواج النبی اور بالخصوص ام المومنین عائشہ صدیقہ بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہم اجمعین کے فضائل و خصائص اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا و آخرت میں محبوب بیوی کے دفاع کی ضامن ہیں اور اللہ اپنے ارادے اور حکم کو غالب رکھنے والا ہے۔

الشیخ احمد بن عبدالرحمن الصویان

(رئیس مجلہ ''البیان'')

نبوی گھرانے میں زندگی بسر کرنے سے زیادہ شرف وعظمت کیا ہوسکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت اور محبت والفت سے بڑھ کر کون سی عزت اور سرداری ہے۔

درحقیقت اس ذات طاہرہ وطیبہ رضی اللہ عنہا نے تمام دروازوں سے شرف وعزت جمع کر لی ہے اور اپنے علم و ایمان کے ذریعے سے آسمانی بلندیوں کو چھولیا۔ یہ تعارفی کلمات اس پاک دامن، طاہرہ وطیبہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں تحریر کیے گئے جن کی براءت ساتویں آسمان کے اوپر سے نازل ہوئی ہے اور جو قیامت تک مسلمانوں کی مساجد اور ان کے گھروں میں پڑھی جاتی رہے گی۔ ان شاء اللہ! اس نفع بخش کتاب اور مفید و ضخیم مرجع ومصدر میں یہ محامد عظیمہ اور مناقب کریمہ قارئین گرامی قدر کی نظروں سے گزریں گے۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ اپنے علمی وتحقیقی مقالات اس سفر مقدس میں جمع کرنے سے پہلے ان کے مقالہ نگاروں اور مضمون نویسوں نے کس قدر محنت وعرق ریزی سے کام کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس محنت و جہد اور امانت و دیانت کا ان کو پورا پورا اجر عطا فرمائے۔ قارئین کرام کو اس کتاب کا مطالعہ ایسی درجنوں کتابوں کو پڑھنے اور سمجھنے سے بے پروا کر دے گا اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ انسائیکلوپیڈیا ان ظالم ملاحدہ اور روافض کی طعن وتشنیع کورد کرنے کے لیے نہایت بلیغ وعمیق ثبوت بن جائے گا۔

الشیخ خالد بن عثمان السبت

(پروفیسر الدراسات العلیا بجامعة الدمام المملكة العربية السعودية)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ وَبَعْدُ!

میں نے اس دائرۃ المعارف کا مطالعہ کیا ہے جس کا نام ''سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور روافض'' رکھا گیا ہے۔ اس کی جن خوبیوں کا مشاہدہ کیا، وہ درج ذیل ہیں:

عبارت سلیس ہے، مواد نہایت پر مغز اور محققانہ ہے، انداز بیان نہایت بلیغ ہے۔ نیز اس کتاب کا خطہ نہایت ہی جامع، ہر لحاظ سے مکمل، تمام متعلقہ جزئیات پر محیط اور انتہائی باریک بینی اور مکمل چھان بین کے بعد منتخب کیا گیا ہے۔ شاید اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تمام امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی سیر پر لکھنے کے لیے تیار کیا

ہے۔ میں کتاب کے مصنّفین اور ان کے معاونین کے لیے باغات اور دریاؤں اور قدرت کے مالک سے جنت الماویٰ کا سوال کرتا ہوں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

الشيخ عبدالحي يوسف

(نائب رئیس هيئة علماء سوڈان)

لکھتے ہیں: میں نے ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور اللہ کے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیوی کی سیرت پر لکھا ہوا یہ شاہکار دیکھا اور پڑھا۔ میں نے اسے عظیم النفع، خزینۂ معلومات، مؤثق دلائل کے ساتھ مزین پایا۔ اس کے مطالعہ کے دوران مجھے اپنی امی جان سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کے اہم گوشوں کے متعلق بہت اہم معلومات حاصل ہوئیں جن کی بنا پر میرے اندر ان کی محبت و احترام اور شوق و وجدان میں مزید اضافہ ہوگیا۔ مجھے عمر دینے والے رب کی قسم! اس کتاب کے مصنّفین، ناشرین، محققین اور معاونین نے اللہ کی توفیق سے بہت عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ یہ شاہکار ایسے وقت میں منظر عام پر آیا کہ جب بے شمار لوگ امانت و دیانت کے نام سے ہی تہی دامن ہو چکے اور باطل پرستوں اور ضلالت کے نمائندوں کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر وہ وسوسوں اور شبہات، کا شکار ہوگئے ہیں۔ جبکہ نیکی کرنے کی توفیق اور برائی سے بچانے کی طاقت صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ یہ کتاب نہایت محکم ہے۔ اس کے سوتے اس مبارک دریا سے پھوٹتے ہیں جس کی ابتدا سلف صالحین نے کی۔ میں پر امید ہوں کہ اس کتاب کے مصنّفین اور ناشرین اس جماعت میں شامل ہو جائیں گے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَ الَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾

(الحشر: ۱۰)

”اور (ان کے لیے) جو ان کے بعد آئے، وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جنھوں نے ایمان لانے میں ہم سے پہل کی اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لیے کوئی کینہ نہ رکھ جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! یقیناً تو بے حد شفقت

کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ انھیں عمدہ ٹھکانہ اور بلند مقام عطا فرمائے اور ان کے لیے قبول عام لکھ دے۔

الشیخ محمد بن ابراهیم السعیدی

(رئیس الدراسات الاسلامیہ بجامعۃ ام القریٰ مکۃ المکرمۃ السعودیۃ العربیۃ)

چونکہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی تمام بیویوں سے زیادہ محبوب تھیں اور جس جلیل القدر صحابی کی وہ بیٹی ہیں مردوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں وہ سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ محترم تھے۔ اس لیے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شخصیت پر کوئی بھی عیب اور طعن دشمنانِ اسلام کو بہانہ مہیا کرتی ہے کہ اسلام کے اس بنیادی رکن کو منہدم کر دیا جائے جو دراصل عظمت، عزت اور جرأت و شجاعت کی علامت ہے اور اس شجاعت و ایمانی قوت کو قرآن کریم نے مومنوں کے دلوں کے اندر پیوست کر دیا جو اس عالم رنگ و بو کے اطراف و اکناف میں آباد ہیں۔

گویا سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذات و صفات میں طعن و تشنیع نہ صرف قرآن کریم پر طعن و تشنیع ہے کہ جس نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت کا اعلان کیا ہے بلکہ یہ طعن اس رسول کی ذات اقدس و صفات اکمل پر بھی ہے جس نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے والہانہ محبت کی اور انھیں تمام عورتوں سے اعلیٰ رتبہ دیا۔ وہ عزت و تکریم واقعہ افک سے پہلے بھی تھی اور اس کے بعد بھی برقرار رہی اور قیامت تک رہے گی۔ ان شاء اللہ۔ یہ طعن سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے والد محترم اور خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر بھی ہے کہ جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اسلامی مملکت کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ اسے مزید مستحکم اور وسیع کیا۔

لہٰذا سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا دفاع کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ پوری امت کے اتحاد کا دفاع ہو جائے اور اس امت کے نبی کا دفاع ہو جائے اور اس امت کی شریعت کا دفاع ہو جائے اور اس امت کی تاریخ کا دفاع ہو جائے۔

محترم قارئین! جو شاہکار آپ کے ہاتھوں میں ہے یہ عظیم کام ہمارے سامنے ہے۔ اللہ تعالیٰ سے میں دعا گو ہوں کہ یہ شاہکار ام المومنین رضی اللہ عنہا کے دفاع کے ضمن میں ایک مضبوط و محکم ثبوت ثابت ہو، نہ صرف ان کے دفاع میں بلکہ ان کے والدین اور خاوند امام المتقین و المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں بھی۔

اللہ ان سب سے راضی ہو جائے۔

الشیخ محمد موسیٰ شریف

(امام وخطیب جامع مسجد امام ذہبی بجدہ المملکة العربیة السعودیة)

میرے علم کے مطابق تاریخ بشری میں، میں نے کسی اور عورت کے بارے میں نہیں سنا کہ جسے تقویٰ، علم وفضل اور معاشرے میں نفع بخش شرکت کا شرف بھی حاصل ہو اور ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جیسا ظلم بھی اس پر روا رکھا گیا ہو۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین تو تھیں ہی، لیکن ساتھ ہی رب العالمین کے محبوب رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین بیوی بھی تھیں۔ ان کی زندگی میں انھیں خود ساختہ سازش کا نشانہ بنایا گیا اور آج تک ان کی وفات کے بعد بھی اس گھناؤنی صیہونی ومنافقانہ سازش کے تار و پود لٹکتے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ بہتان تراش اور افسانہ گو اور ایمان فروش قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنا کس منہ سے کریں گے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے لیے کیا عذر گھڑیں گے......؟

یہ کتاب بے حد مناسب وقت پر منظر عام پر آئی ہے تا کہ مسلمان تاریخ اسلام میں ام المومنین اور ان کے مقام ومرتبہ کا تعارف حاصل کر سکیں اور جو زبانیں ان کی طہارت وعفت پر دراز ہوتی رہتی ہیں وہ کٹ جائیں اور جو منافقانہ سازشیں ان کے علم وتقویٰ اور محکم دین کو داغ دار کرنے کی کوشش میں ہمہ وقت مصروف رہتی ہیں وہ دم توڑ دیں۔

الشیخ محمد یسری ابراھیم

(جنرل سیکرٹری شرعی واصلاحی کمیٹی مصر)

"الدرر السنیة" کے ہار میں سنت کا یہ جڑاؤ ہیرا ہے۔ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے اہل اسلام پر انعام کیا ہے اور وہ ذات کتنی بابرکت ہے جو مصیبت سے نعمت اور آزمائش سے انعام اور شر سے خیر نکالتی ہے۔ ''دار المعرفہ'' کو طباعت وتوزیع کی توفیق دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے جو تمام تعریفات کے لائق ہے۔ یہ کتاب ام المومنین طاہرہ مطہرہ صدیقہ بنت صدیق ومحبوبہ رسول رب العالمین کے دفاع کے اس

فریضے میں شرکت کرنے والے تمام افراد اور ''دار المعرفہ'' کی عزت وشرف کا باعث بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ اس کتاب کو شرف قبولیت سے نوازے اور عالم فانی کے ہر گھر کو اس کے ایک ایک نسخہ سے عزت بخشے اور دیگر عالمی زبانوں میں اس کا ترجمہ شائع کروانے کی فرصت مہیا کرے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

الشیخ ناصر بن یحیٰی الحنینی

(سرپرست اعلیٰ مرکز الفکر المعاصر)

بلاشبہ یہ کتاب تاریخ میں سیرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر لکھی گئی کتابوں میں افضل و انفع شمار کی جائے گی۔

الشیخ ناصر بن علی الغامدی

(لیکچرر اصول فقہ بجامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ)

كِتَابٌ قَدْ حَوَى دُرَرًا ... بِصَوْنِ العِرض مَزْبُوْرًا

هٰذا قلتُ تَشْجِيْعًا ... اَذِعْهُ تَغْدُ مأجورًا

وَذُدْ عن عائشَ القَذْفَ ... و دَعْ مَنْ ذَمَّ مَشْبُوْرًا

''موسسة الدرر السنية'' نے مجھے اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دفاع کے موضوع پر لکھے گئے مقابلہ جاتی مقالات کا مطالعہ کرنے کی سعادت بخشی۔ مطالعہ کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ سارے مقالہ جات انتہائی نفیس، اپنے موضوع کا حق ادا کرنے والے اور نہایت ہی علمی و تحقیقی دلائل و مواد سے مزین ہیں۔ ان کا مقام و مرتبہ علمی لحاظ سے بلند ہے اور یہ فی الفور نشر و اشاعت کے لائق ہیں۔ یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کے صفحات طاہرہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کی عزت کے دفاع کے لیے موتیوں سے بنے ہوئے مضبوط قلعوں کی مانند ہیں۔''

اسی لیے میں ادارہ کے نگران اور معاونین کی حوصلہ افزائی کے لیے کہتا ہوں کہ آپ اسے شائع کر

کے اپنے آپ کو اجر کا مستحق بنائیے اور عفیفۂ کائنات سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے الزامات کو دُور کیجیے اور جو لوگ ان کی مذمت کرنا چاہتے ہیں اللہ انھیں ہلاک و برباد کر دے۔

الشيخ عبدالعزيز بن مرزوق الطريفي

(وزارت شئون الاسلامیہ والاوقاف، سعودی عرب)

لکھتے ہیں: یہ ایک ایسی مفید کتاب ہے جس میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل بیان کیے گئے ہیں اور مقام نبوت پر بہتان لگانے والے ظالموں کا علمی دلائل کے ساتھ ردّ کیا گیا ہے۔ کیونکہ کسی پاک دامن عورت پر الزام لگانا اس کے خاوند کی عزت کو داغ دار کرنے کے مترادف ہوتا ہے۔ مجھے اس کتاب میں قدیم و جدید شبہات کا علم و حکمت سے ردّ دکھائی دیا اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا دفاع دراصل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی دفاع ہے۔

الشيخ محمد بن عبدالرحمن العريفي

(پروفیسر جامعہ الملک سعود، ریاض)

ہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حق ہے کہ ہم آپ کی سیرت کا علم حاصل کریں اور آپ کی سنتوں کا اتباع کریں اور اسی کے ضمن میں آپ کی حیات مبارکہ، آپ کے اہل و عیال اور آپ کی ذاتی اور خانگی زندگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت گھرانوں کا مکمل علم بھی آتا ہے۔ ادارہ ''دار المعرفہ'' نے اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سیرت کے حوالے سے یہ تحقیق اس لیے پیش کی ہے کہ ہماری خواتین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسیّد المرسلین کی زوجہ مطہرہ و مظلومہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنا مقتدا و پیشوا اور راہبر و راہنما بنا لیں اور ان کی علمی جلالت و ہیبت سے واقف ہو جائیں۔

الشيخ عثمان بن محمد الخميس

(فرسٹ سیکرٹری وزارۃ الاوقاف الکویت)

لکھتے ہیں: حق و باطل، ہدایت و ضلالت، کفر و ایمان بلکہ روشنی اور تاریکی کے درمیان مقابلہ ابدی و سرمدی ہے۔ ہمارے زمانے میں منافقین جو بغض و عناد ام المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں ظاہر کر رہے ہیں وہ ہمارے پہلے دعویٰ کی تاکید کے لیے کافی ہے۔ پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ کفر ایمان کو پسند کرے اور برائیاں تقویٰ کو پسند کریں، چونکہ ام المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہ رضی اللہ عنہا ایمان و تقویٰ کی علامت ہیں اور ان کے دشمن کفر و نفاق کی علامت ہیں۔ یہ بات سمجھ میں آنے سے قاصر ہے کہ یہ دونوں علامتیں اکٹھی ہو جائیں۔ اسی لیے میں کہوں گا، اے امی جان! یہ بات آپ کے لیے باعث شرف و عزت ہے کہ ایسے بد باطن و بد طینت آپ رضی اللہ عنہا سے بغض و عناد رکھیں۔

میں نے ''سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور روافض'' کے عنوان سے لکھی گئی کتاب کا مطالعہ کیا جو "الدرر السنية" کے علمی و تحقیقی شعبہ کی کاوش ہے۔

مجھے یہ کتاب اپنے موضوع کا علمی انداز میں حق ادا کرتے ہوئے نظر آئی۔ اس کتاب میں ام المومنین کی حیات مبارکہ کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے اور اس کے حسن میں مزید اضافہ ان کی ذات پر وارد شبہات کا علم و حکمت سے مزین محکم دلائل سے ردّ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ قیامت کے دن اس کتاب کے تمام شراکت داروں کے اعمال ناموں کو اجر سے بھر دے، چونکہ انھوں نے اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا دفاع کر کے دراصل سیّد الشافعین روز محشر کا دفاع کیا ہے اس لیے میں اللہ رب العالمین سے دعا گو ہوں کہ اس کتاب کی تیاری میں حصہ لینے والوں کو شافع روز محشر کی شفاعت سے سرفراز کرے۔ آمین

الشيخ جلال الدين محمد صالح

(پروفیسر جامعہ نایف العربیۃ الریاض، سعودی عرب)

اس علمی مجموعے میں اس عالمہ خاتون سیّدہ عائشہ بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہا اور ان کے والد کے متعلق ایسے بیش بہا علمی موتی پرو دیے گئے ہیں کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ خانۂ نبوت سے طلوع ہونے والے چودھویں

کے چاند کی ہی چند کرنیں ہیں۔ وہ اس لیے طلوع ہوا تھا کہ تاریکیوں کے تہ بہ تہ پردے پھٹ جائیں۔ ایسے وقت میں جب ظلمتوں کے داعی جہنم کے دروازں تک پہنچ چکے تھے اور وہ ایسا لمحہ تھا جس میں حق کو باطل سے پہچاننے کی سخت ضرورت تھی اور یہی وہ لمحہ تھا جس میں ہدایت کو ضلالت سے اور سنت کو بدعت سے علیحدہ کرنے کی ضرورت تھی۔ اس تناظر میں اس کتاب کی عظمت واشگاف ہوتی ہے اور اس کی اہمیت کا اندازہ بخوبی ہوتا ہے۔

چنانچہ میں اللہ تعالیٰ ہی سے اس کتاب کو مفید بنانے کا سوال کرتا ہوں اور اس کی تالیف ونشر واشاعت کی ذمہ داریوں کو نبھانے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب کی امید کرتا ہوں۔

الشيخ على بن محمد العمران

(مدیر مرکز میراث العلمی لشیخ الاسلام ابن تیمیہ وابن قیم الجوزیہ رحمہما اللہ)

الحمد للہ! میں نے "امنا عائشة ملكة العفاف رضی اللہ عنہا" کے عنوان سے لکھے گئے مقالہ جات کی فیصلہ کمیٹی میں شرکت کی۔ جسے منظم کرنے کی ذمہ داری "موسسة الدرر السنية" نے ادا کی۔

ان تحقیقی مقالہ جات میں سے کچھ تو عمدگی میں درجہ امتیاز کو پہنچے اور کچھ کم درجہ کے تھے۔ سب کی بھلائی اسی میں تھی کہ تمام محققین کے مقالات کو اکٹھا کیا جائے۔ یہ کتاب انہی مقالات کے مجموعہ کی ایک شکل ہے۔ گویا موتیوں اور ہیروں کو ایک لڑی میں پرو دیا گیا ہے۔ پھر ان کی مزید تحقیق وتدقیق وتخریج سے اس کے حسن کو چار چاند لگائے گئے ہیں۔

لہٰذا قارئین محترمین کے ہاتھوں میں جو کتاب ہے، اسے شائع کرنے کی سعادت "دار المعرفہ" کو اللہ تعالیٰ نے بخشی ہے۔ یہ ان بے مثال تراشے ہوئے ہیروں موتیوں کا نفیس اور انمول ہار ہے۔

الشیخ ابراهیم الازرق

(مدیر مکتب مؤسسة دیوان المسلم)

لکھتے ہیں: جو کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے وہ محکم و متین تحقیقات پر مشتمل ہے۔ محققین نے ان مقالات کی تیاری میں قابل قدر محنت کی ہے۔ اس کتاب میں ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذات ان کے فضائل ان کے دفاع اور ان کے متعلق منافقین کے شبہات و اعتراضات کا علمی ردّ موجود ہے اور اس کتاب کے حسن میں اضافے کی جو بنیادی بات ہے وہ یہ ہے کہ "موسسة الدرر السنية" کے ریسرچ سکالرز نے اس کتاب کی خامیوں اور کمزوریوں کی اصلاح کی ہے۔ مجھے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سیرت پر ایسی شامل و کامل کسی اور کتاب کا علم نہیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ میرے لیے اور جس نے بھی اس کتاب کی نشر و اشاعت میں حصہ لیا سب کی نیت کی اصلاح کرے اور جنھوں نے ہم سب کی والدہ محترمہ کے دفاع کی ذمہ داری نبھائی ہے انھیں وہ اچھی جزا دے اور جو بھی ہدایت کا طالب ہو اسے ان کی محنتوں کا ثمرہ عطا فرمائے اور اس کتاب کے ذریعے خواہشات اور ضد و تعصب میں پھنسے ہوئے بدنصیبوں کو ایمان کی روشنی نصیب کرے۔

الشیخ اسامه بن حسن الرتوعی

(مکتب تربیت و تعلیم میں اسلامی تربیت کے سرپرست)

کہتے ہیں: ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حسن سلوک تمام مومنین کا فریضہ ہے۔ اگرچہ وہ بے شمار ہوں کیونکہ وہ ان سب کی والدہ محترمہ ہے اور ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیوی ہیں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حسن سلوک کی ایک صورت یہ بھی ہے جو "موسسة الدرر السنية" نے پیش کی ہے۔ جس کے نگران شیخ علوی بن عبدالقادر سقاف ہیں کہ انھوں نے ایک تحریری مسابقے کا اہتمام کیا، جس کا عنوان "امنا عائشة ...... ملكة العفاف رضی اللہ عنہا" تھا یعنی "ہماری ماں عائشہ...... پاک دامن خواتین کی ملکہ رضی اللہ عنہا"

اس مسابقے میں متعدد محققین علماء نے حصہ لیا اور اس عظیم شخصیت کے حوالے سے نفیس مقالات تحریر کیے جن کا تعلق مختلف ممالک سے تھا۔ ان سب مقالات کے خلاصے کے طور پر یہ نفع بخش مرجع و مصدر سامنے آیا۔ جس میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سیرت و کردار پر کھل کر بحث و تحقیق پیش کی گئی ہے۔ میں اللہ

عزوجل سے سوال کرتا ہوں کہ وہ اس کتاب کی نشر و اشاعت تک متعدد مراحل میں جو لوگ بھی شریک ہوئے ان سب کو نیک جزا عطا فرمائے۔ آمین

الشیخ حسن بن علی البار

(لیکچرر ٹیکنالوجی کالج)

سبحان اللہ! سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے متعلق کتنی سچی بات کی۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو پسند کرلیا کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اجر کبھی منقطع نہیں ہوگا اور جس طرح اللہ اور اس کا رسول ان سے محبت کرتے ہیں اسی طرح مسلمانوں میں ان کی محبت میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ بقول شاعر......

كـالـنَّـجـم تستـصـغـرُ الأبصـارُ رؤيتَـه
و الـذنـب لـلـطـرفِ لا للنَّجمِ في الصِّغرِ

''وہ ستارے کی مانند ہے جو دیدار کے وقت نگاہوں میں چھوٹا نظر آتا ہے چھوٹا دیکھنے میں کوتاہی آنکھ کی ہے ستارے کی نہیں۔''

یہ مجموعہ بحوث آثار وسنن اور افکار سے معطر دیوان ہے اور وہ اس شخصیت کے دفاع کے سیلاب سے ایک لہر ہے۔

الشیخ منصور بن حمد العیدی

(اسسٹنٹ پروفیسر دمام یونیورسٹی)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اس امت پر کتنی مہربانیاں ہیں اور ممکن ہے کہ تمھیں کوئی چیز ناپسند ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت سی بھلائیاں مخفی رکھی ہوں۔ بدبخت ہمیشہ بلند ترین پردے میں رہنے والی شخصیت کے متعلق بکواس کرتے ہیں جبکہ اہل ایمان اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت و ناموس کے دفاع کے لیے آستینیں چڑھا لیتے ہیں اور وہ اتنی عمدہ جدوجہد پیش کرتے ہیں جس سے اہل ایمان کے سینے ٹھنڈے ہو جاتے ہیں۔

کسی کے دل نے یہ نہ سوچا ہوگا کہ اس کے ہاتھوں میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سیرت پر لکھی ہوئی اتنی

عمدہ کتاب آئے گی جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ تا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تائید ہو جائے:

﴿لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ﴾ (النور: ۱۱)

''اسے اپنے لیے برا مت سمجھو، بلکہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اسلام کے صدر اوّل تک ہی محصور نہیں بلکہ عبداللہ بن ابی ابن سلول کی روحانی اولاد اپنی سازشوں میں مسلسل جتے ہوئے ہیں اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما کی روحانی اولاد اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں اپنی قیمتی متاع مقتل میں لے کر پیش ہوتے رہیں گے۔

﴿وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ﴾ (یوسف: ۲۱)

''اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے۔''

﴿وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴾ (الصافات: ۱۷۳)

''اور بے شک ہمارا لشکر، یقیناً وہی غالب آنے والا ہے۔''

پیش لفظ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِينُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

بے شک تمام تعریفات اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، ہم اسی کی تعریف کرتے ہیں اور اسی سے مدد چاہتے ہیں اور اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ اور ہم اپنے نفس کی شرارتوں اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝﴾

(آل عمران: ۱۰۲)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو، جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم ہرگز نہ مرو، مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝﴾ (النساء: ۱)

''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتوں سے بھی، بے شک اللہ ہمیشہ تم پر پورا نگہبان ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ

ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴾ (الاحزاب: ۷۰۔۷۱)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور بالکل سیدھی بات کہو۔ وہ تمھارے لیے تمھارے اعمال درست کر دے گا اور تمھارے لیے تمھارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے تو یقیناً اس نے کامیابی حاصل کر لی، بہت بڑی کامیابی۔''

اما بعد! بے شک رب تعالیٰ کے کمالات میں سے تخلیق اور حکم کا اپنے لیے خاص کر لینا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۗ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴾ (الاعراف: ٥٤)

''سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے، بہت برکت والا ہے اللہ جو سارے جہانوں کا رب ہے۔''

جیسا کہ اللہ تعالیٰ تخلیق وحکم میں اکیلا ہے اسی طرح وہ اپنی مخلوق میں سے اپنے انتخاب، اختیار اور امتیاز میں بھی اکیلا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴾ (القصص: ٦٨)

''اور تیرا رب پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور چن لیتا ہے، ان کے لیے کبھی بھی اختیار نہیں، اللہ پاک ہے اور بہت بلند ہے، اس سے جو وہ شریک بناتے ہیں۔''

چونکہ اللہ سبحانہ نے لوگوں میں سے بعض لوگوں کو، ذاتوں میں سے چند ذاتوں کو، مقامات میں سے کچھ مقامات کو افضلیت بخشی اور زمانوں میں سے کچھ زمانوں کو فضیلت دی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جنات تخلیق کیے تو ان میں سے ''فردوس'' کو چن لیا۔ فرشتے پیدا کیے تو ان میں سے جبریل، میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام کو منتخب کر لیا۔ بنو آدم پیدا کیے تو ان میں سے اہل ایمان کو پسند کیا، اور اہل ایمان میں سے انبیاء کو منتخب کر لیا، اور انبیاء میں سے رسولوں کو چن لیا اور رسولوں میں سے اولو العزم چن لیے، اولو العزم رسولوں میں سے دو خلیل چن لیے اور دو خلیلوں میں سے محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند کر لیا۔

اللہ تعالیٰ نے زمین کو تخلیق کیا اور اس میں سے مکہ مکرمہ کو منتخب کیا۔ اس نے مہینے تخلیق کیے اور ان میں سے ماہِ رمضان کو امتیاز عطا کیا۔ دنوں میں سے اللہ تعالیٰ نے جمعہ مبارکہ کو منتخب کیا۔ سال بھر کے دنوں میں سے قربانی والا دن منتخب کیا اور سال بھر کی راتوں سے لیلۃ القدر کو سب راتوں سے افضل قرار دیا۔ تمام

گھڑیوں میں سے جمعہ کے دن ایک گھڑی کو منتخب کیا۔ سال بھر کے عشروں میں سے ماہ ذوالحجہ کا پہلا عشرہ اور ماہِ رمضان کا آخری عشرہ منتخب کیا۔

قارئین کرام! جب آپ مخلوقات کے درج بالا حالات و کیفیات پر غور کریں گے تو یقیناً آپ اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ کائنات میں یہ اختیار اور تخصیص اور انتخاب اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، وحدانیت اور اس کی حکمت، علم اور قدرت کے کمال کی بہترین دلیل ہے، کہ بے شک وہی اللہ ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں جو اس کی مخلوق جیسی مخلوق تخلیق کرے اور اس کے اختیار جیسا اختیار اور اس کی تدبیر جیسی تدبیر کرے۔ چنانچہ اس اختیار، تدبیر اور تخصیص کا اس کائنات میں واضح اثر ہر کسی کے مشاہدے میں ہے جو اللہ رب العالمین کی ربوبیت کی سب سے عظیم دلیل اور اس کی وحدانیت اور اس کی کمال صفات اور اس کے رسولوں کے صدق کا سب سے بڑا گواہ ہے۔ [1]

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے، اپنے نبی محمد ﷺ کے حسن انتخاب کی تکمیل میں آپ کے اصحاب، آپ کے اہل بیت اور آپ کی ازواجِ مطہرات کا انتخاب بھی شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اصحاب کو تمام انبیاء کے اصحاب سے افضل اور آپ کے اہل بیت کو تمام انبیا کے اہل بیت سے بہترین اور آپ کی ازواج کو تمام انبیا کی ازواج سے افضل بنایا۔ چنانچہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات علم و عمل، سلوک و اتباع، خلق و کردار اور حسب ونسب کے لحاظ سے دیگر تمام عورتوں سے افضل و احسن ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں شرف صحابیت کے پہلو بہ پہلو، نبی کریم ﷺ کے شرف زوجیت سے بھی نوازا۔ یہ علو درجات وعلو منزلت ازواج النبی ﷺ کے حصے میں آئی، اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو۔ اس کے باوجود وہ اس دین کی سربلندی کے لیے ہمیشہ سرگرم رہیں، بلکہ وہ سب رسول اللہ ﷺ کی ہر تنگی ومصیبت میں آپ کے ساتھ رہیں اور زندگی گزارنے کے مشکل ترین حالات میں بھی آپ کی مصاحبت پر صابر و شاکر رہیں۔ آپ ﷺ کے ساتھ انھوں نے بھی ہر مصیبت و اذیت کو برداشت کیا اور رسول اللہ ﷺ دعوت الی اللہ کے نتیجے میں جن مصائب و مشکلات کا سامنا کرتے، تمام ازواج بھی آپ کے ہم قدم و ہم رکاب رہتیں۔ ان پاک باز خواتین میں سے ہر ایک اپنے اپنے گھر میں مشعل راہ، رول ماڈل اور معلّمہ ناصحہ تھی۔ کسی نے اپنی تعلیم کو حصولِ دنیا کا ذریعہ نہیں بنایا اور نہ کسی نے نبی کریم ﷺ کی میراث میں مال کی کثرت کی خواہش کی۔

---

[1] بحواله زاد المعاد لابن قیم، ج ۱، ص: ۴۲.

یہ کس طرح ہوسکتا تھا، جب کہ ان سب کے گھروں میں قرآنی نصوص نازل ہوتیں اور سب سے پہلے وہ ان نصوص پر عمل پیرا ہوتیں، بلکہ نبی کریم ﷺ کی زیر نگرانی وہ ان نصوص قرآنیہ پر عمل کرتی تھیں اور آپ ﷺ نے مسلسل انھیں روکا ٹوکا اور ان کے عمل کی نوک پلک سنواری حتی کہ آپ نے انھیں ان کی ہم عصر خواتین (بلکہ آنے والی خواتین) کے لیے (بھی) مشعل راہ قرار دیا۔ پس وہ نہ صرف اپنے زمانے کی خواتین کے لیے رہنما ثابت ہوئیں بلکہ اپنے زمانے کے مرد صحابہ کے لیے بھی علمی اور عملی درس گاہ ثابت ہوئیں۔ رضی اللہ عنہم وارضاھن

جب بھی کوئی محقق ان نفوس قدسیہ میں سے کسی ایک کے متعلق کچھ لکھنا یا بولنا چاہے تو اس پر اس ذات قدسیہ کی جلالت و ہیبت اور تقدیس و تعظیم کے سامنے اپنی آواز کو پست اور اپنے قلم کو دائرۂ ضبط و ادب میں رکھنا واجب ہے، کیونکہ وہ اس کی ماں ہے۔ وہ شخص رسول اللہ ﷺ کے ان القابات، ان نوازشات اور ان الطاف کو مدنظر رکھ کر بات کرے جو آپ ﷺ نے ان میں سے ہر ایک کو عطا کیے۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ کا بھی ہم پر حق ہے اور ہم پر واجب ہے کہ ہم اپنے نبی کریم ﷺ کے حق کی رعایت کرتے ہوئے آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کے اس مقام عالی شان کا بھی احترام کریں جو آپ ﷺ نے ان کو عطا کیا اور یہ وجوب اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی اخذ ہوتا ہے:

﴿لِّتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ ۚ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝﴾

(الفتح: ۹)

''تا کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو اور دن کے شروع اور آخر میں اس کی تسبیح کرو۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کیوں؟

اس مقام پر ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ امہات المؤمنین میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل کو ہی خاص مقام کیوں دیا جاتا ہے؟ اور نبی کریم ﷺ کی دیگر ازواج کے مقابلے میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مقام و مرتبہ کو ہی کیوں اُجاگر کیا جاتا ہے؟ یہ سوال اور اس کا جواب علامہ آجری نے تحریر کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

''اگر کوئی کہے کہ نبی کریم ﷺ کی دیگر ازواج مطہرات جو سیّدہ خدیجہ اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد آپ ﷺ کے حبالۂ عقد میں آئیں، شیوخ و ائمہ اُمت ان کے فضائل کو اتنی خصوصیت کیوں نہیں دیتے جتنی خصوصیت وہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مقام و مرتبہ اور ان کے فضائل کو اپنی تقریر و تحریر میں دیتے ہیں، تو اسے یہ جواب دیا جائے گا کہ رسول اللہ ﷺ کے

زمانے میں ہی کچھ منافقوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے حسد و بغض کا اظہار کرتے ہوئے ان پر تہمت لگائی جس سے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کی بریت کلی کا اعلان کیا۔ اس نے ان منافقوں کی تکذیب کی جنھوں نے ناحق سیّدہ پر تہمت لگائی اور اللہ کریم نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سیّدہ کی بریت کے ذریعے خوش کیا، اہل ایمان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائی اور سیّدہ کے لیے اس تہمت سے اعلانِ براءت کر کے منافقوں کی آنکھوں کو بھسم کر ڈالا۔ یہ صورتِ احوال دیکھ کر علمائے اُمت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیوی و اُخروی زوجۂ محترمہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل و تذکرہ کو خصوصی اہمیت دینا شروع کی۔'' [1]

جو سوال گزشتہ سطور میں تحریر کیا گیا ہے، اس کا جواب مزید ایک سوال کی صورت میں دیا جا سکتا ہے، جس سے یقیناً رافضیت کی سازش کے تار و پود بکھر جائیں گے، وہ یہ ہے کہ منافقوں اور کینہ پرور رافضیوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہی اپنے زہریلے تیروں کا نشانہ کیوں بنایا ہے؟ اور اب تک طعن و تشنیع کا ہدف انھیں ہی کیوں بناتے ہیں اور یہ بغض و عناد میں بجھے ہوئے نشتروں کا رُخ انھی کی ذات گرامی قدر کی طرف کیوں کرتے ہیں؟

تو اس سوال کا جواب ہم یہ دیں گے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذات میں طعنہ زنی دراصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں طعنہ زنی ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ ۖ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ ۚ أُولَٰئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ ۖ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٢٦﴾﴾ (النور: ٢٦)

''گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے ہیں۔ یہ لوگ اس سے بری کیے ہوئے ہیں جو وہ کہتے ہیں، ان کے لیے بڑی بخشش اور باعزت روزی ہے۔''

شیخ عبدالرحمٰن السعدی رحمہ اللہ [1] اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''یہ آیت عام ہے کسی شخص یا زمانے کے ساتھ خاص نہیں اور اس آیت کے سب سے عظیم مخاطبین انبیاء علیہم السلام ہیں، ان میں سے خصوصاً اولو العزم رسل اور ان میں سے اخص الخواص

---

[1] الشريعة للآجری، ج ٥، ص: ٢٣٩٤.

[1] الشیخ عبدالرحمٰن بن ناصر بن عبداللہ السعدی صاحب ورع وزہد تھے۔ ۱۳۰۷ھ میں پیدا ہوئے۔ علمائے حنابلہ میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ آپ سعودی عرب کے مغربی صوبہ قصیم کے معروف عالم دین اور صاحب علم وعرفان تھے۔ ان کی مشہور تصنیفات ''تیسیر الکریم الرحمان'' (تفسیر سعدی) اور ''القواعد الحسان'' ہیں۔ وہ ۱۳۷۶ھ میں فوت ہوئے۔ بحوالہ مشاهير علمائے نجد لعبد الرحمن آل شیخ، والاعلام للزرکلی، ج ۳، ص ۳۴۰۔

ان کے اور ہمارے سردار محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو کہ مطلق طور پر تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔ ان کی تمام ازواجِ مطہرات بھی پاک دامن طیبات ہیں، لہٰذا اس نسبت سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عصمت وآبرو پر تہمت دراصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت وآبرو پر تہمت ہے۔ منافقوں کا اس خود ساختہ بہتان سے مقصود اوّل وآخر بھی یہی تھا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عصمت وعفت کی یہی دلیل کافی ہے کہ وہ افضل الانبیاء محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں اور منافقوں کے اس بہتان سے بری ہیں۔ پھر جب ان کے فضائل و خصائص کا علم ہو کہ وہ تمام عورتوں سے سچی جن کا لقب صدیقة النساء ٹھہرے، وہ تمام خواتین سے افضل، اعلم اور اطیب ہوں، رب العالمین کے خلیل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیوی بھی ہوں، یہ تو بلاشبہ نورٌ علی نور ہے۔'' [1]

چنانچہ سلف صالحین کو شروع سے ہی اس سازش کا ادراک تھا، اسی لیے امام مالک رحمہ اللہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب وشتم کرنے والوں کے متعلق کہا:

''بلاشبہ یہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر عیب لگانا چاہتے ہیں لیکن ان کو موقع نہیں ملتا، اسی لیے انھوں نے چاروناچار آپ کے صحابہ کو عیب جوئی کا نشانہ بنایا۔ جیسے کہا جاتا ہے، نیک آدمی کو بدنام کرنے کا موقع نہ ملے تو اسے بُرا آدمی کہنا شروع کر دو تاکہ وہ اسی لقب سے مشہور ہو جائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحاب اُمت میں سب سے بڑے صلحا تھے اور جو صفت آپ کے صحابہ کی ہوگی، آپ کی ازواج مطہرات اس میں بالاولی شامل ہوں گی۔'' [2]

اسی طرح سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر طعن دراصل شریعت میں طعن ہے کیونکہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی محافظہ تھیں، حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے بڑے بڑے رواۃ صحابہ میں شامل ہیں۔ مزید برآں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی عمر میں خوب برکت ڈالی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تقریباً پچاس برس تک زندہ رہیں۔ بے شمار لوگوں نے آپ سے علمی و دینی طور پر استفادہ کیا اور کثرت سے احادیث رسول حاصل کیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت علم سیکھا اور آپ کے بعد پچاس سال تک زندہ رہیں۔ بکثرت لوگوں نے ان سے علم شریعت حاصل کیا اور ان سے بے شمار احکام وآداب اسلام، روایت کیے۔ بلکہ یہاں تک کہا گیا کہ احکامِ شریعت کا ایک چوتھائی ان سے منقول ہے۔'' [3]

---

[1] تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان، ص: ۳۵۲ از عبدالرحمن السعدی۔
[2] الصارم المسلول علی شاتم الرسول، لابن تیمیة، ص: ۵۸۰۔
[3] فتح الباری، لابن حجر، ج۷، ص: ۱۰۷۔

اس دین میں تنقید کا سب سے مختصر راستہ اس دین کے راویوں اور علماء و ائمہ پر تنقید ہے۔ خصوصاً نبی کریم ﷺ کی وہ چہیتی بیوی کہ جس نے اس قدر احادیث روایت کیں جتنی کسی اور نے روایت نہ کیں۔

امام ابوزرعہ رحمہ اللہ تحریر کرتے ہیں:

''جب تم دیکھو کہ کوئی آدمی رسول اللہ ﷺ کے کسی صحابی پر تنقید کر رہا ہے تو جان لو کہ وہ زندیق ہے۔ کیونکہ ہمارے نزدیک رسول اللہ ﷺ حق ہیں اور قرآن حق ہے اور ہم تک قرآن و سنت رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے ذریعے سے پہنچے ہیں۔ فتنہ پرور لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے گواہوں کو مجروح قرار دیں تا کہ وہ اس ناپاک سعی سے کتاب و سنت کو باطل ثابت کریں۔ جبکہ یہ خود ہی مجروحین اور زنادقہ ہیں۔'' ❶

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے آخری ایام اور تکمیل دین کے دوران آپ کی صحبت میں رہیں۔ اس لیے جو علم و ایمان انھوں نے حاصل کیا وہ علم و ایمان اُنھیں حاصل نہ ہو سکا جو نبی کریم ﷺ کی نبوت کے ابتدائی زمانے میں آپ کے ساتھ رہیں۔ تو اس خصوصیت کی وجہ سے یہ ان سے افضل ٹھہرتی ہیں، کیونکہ اُمت نے جتنا فائدہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علم سے حاصل کیا اتنا فائدہ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے علم سے حاصل نہیں کیا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا علم کے جس درجہ پر تھیں اس درجہ پر ان کے علاوہ آپ ﷺ کی کوئی بیوی نہ تھی۔'' ❷

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذات پر طعن و تشنیع اصل میں سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات و مقام پر طعن ہے جو کہ باتفاق اُمت نبی کریم ﷺ کے بعد اُمت میں سب سے افضل ترین شخص ہیں۔ اور نہ صرف آپ ﷺ کے صحابی تھے بلکہ آپ کے بعد آپ کے خلیفہ بھی تھے۔ اس لیے اس بات پر کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیے اگر منافقین اور رافضی اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان تراشیاں کرتے ہیں۔

افسوس تو اس بات پر ہے کہ ان ظالموں کا ظلم رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات پر اس حد تک جا پہنچا کہ ان کی محبت آپ ﷺ کی محبت اور ان کی رضا آپ ﷺ کی رضا کے موافق نہ ہو سکی، پھر انھوں نے آپ ﷺ کے صحابہ اور آپ کی زوجہ محترمہ سے دشمنی شروع کر دی اور وہ آپ کے مددگاروں پر غصہ اُتارنے لگے۔ بلکہ معاملہ اس انتہا تک پہنچ گیا کہ انھوں نے اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذات کو

---

❶ الكفاية للخطيب البغدادي، ص: ٤٩۔ تاريخ دمشق لابن عساكر، ج ٣٨، ص: ٣٢.

❷ منهاج السنة لابن تيمية، ج ٤، ص ٣٠١ تا ٣٠٤۔ مجموع الفتاوىٰ لابن تيمية، ج ٤، ص: ٣٩٣.

نشانہ بنایا، یا تو وہ ظالم ان کے مقام و مرتبہ سے ناواقف تھے (اگر چہ ایسا محال ہے) یا وہ اپنے دلوں میں چھپی ہوئی خواہشات کی اتباع کرنے کے لیے، یا کسی ایسے شبہ کی بنیاد پر جو ان کے دل پر چھا گیا تھا، انھوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مخالفت کی۔ پھر بہتان تراشوں کو حقیقت کا ادراک نہ ہو سکا یا ان کے کچھ اور مخفی مقاصد تھے جو انھیں لے ڈوبے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ﴾ (طٰه: ٥٢)

''کہا، ان کا علم میرے رب کے پاس ایک کتاب میں ہے، میرا رب نہ بھٹکتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔''

وَ إِذَا أَتَتْكَ مَذَمَّتِي من ناقصٍ فهي الشهادة لي بأني كاملُ

''اور جب کسی کم عقل کی طرف سے تیرے پاس میری مذمت کی جائے تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ میں کامل ہوں۔''

اس لیے ضروری تھا کہ جو لوگ اس ذاتِ عالی مقام یعنی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مقام و مرتبہ سے بے خبر تھے اور جو اس ذاتِ عالیہ کے فضائل و خصائص کے متلاشی تھے، ان کے سامنے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا مفصل و مدلل تعارف رکھا جائے، تاکہ اللہ چاہے تو جاہل کی جہالت دور ہو جائے اور محققین و مبتدئین کو ان کی ذاتِ شریفہ کے متعلق سیر حاصل معلومات مل سکیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ام المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے امتیازی مقام و مرتبے کا یقین ہو جائے۔

اگر چہ وحی کے نزول کے بعد بہتان تراشوں کی بہتان تراشیاں بند ہو جانی چاہییں تھیں اور جن مختلف اغراض کے تحت ان کی ذات پر کیچڑ اُچھالا جا رہا تھا، وحی الٰہی کے بعد اس سے توبہ کر لینی چاہیے تھی، پھر بھی جن سے احقاقِ حق کی کوشش میں کمی رہ گئی یا جو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حق کو پہچان کر بھی ان کی شان میں تنقیص یا ان کی قدر و مرتبت میں کمی کا خواہش مند رہ گیا تو اسے مکمل و مدلل معلومات دینا واجب ہے، تاکہ شبہات کے پیروکاروں کے وسوسے دُور ہو جائیں اور ان کے دلوں کے زنگ آلود تالے کھل جائیں اور انھیں یہ یقین ہو جائے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محرم خاص اور وہ رازدانِ نبوت ہیں کہ جن کے بستر پر وحی قرآنی متواتر نازل ہوتی رہی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی ہوتی تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے ساتھ ہوتی تھیں اور ایک ہی چھت کے نیچے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وحی منزل کو ترتیل کے ساتھ پڑھتے تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کی گونج دار آواز سنتی تھیں اور دیگر اہل خانہ ان دونوں کے آس پاس شب و روز گزارتے اور ان سب پر اہل بیت نبوی کا نام بولا جاتا۔

پہلا باب

ام المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا تعارف

پہلا مبحث ...... نام ونسب

دوسرا مبحث ...... سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیت
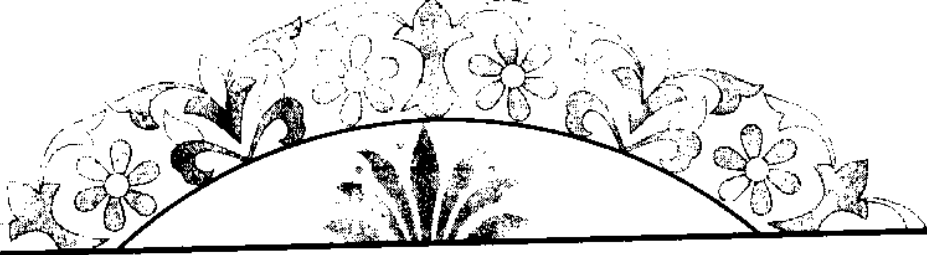
تیسرا مبحث ...... سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے القاب

چوتھا مبحث ...... خاندان، قرابت دار، غلام اور لونڈیوں کا تذکرہ

پہلا نکتہ ...... سیّدہ رضی اللہ عنہا کا خاندان اور قرابت دار

دوسرا نکتہ ...... خدام اور خادمائیں
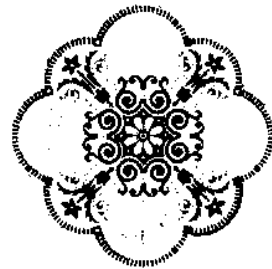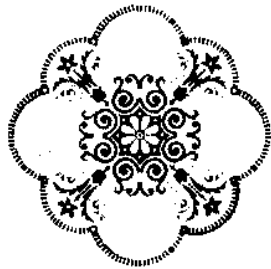
رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ پیاری شخصیت

’’رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: لوگوں میں سے آپ کو سب سے زیادہ کس سے محبت ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ سے۔

راوی حدیث کہتے ہیں: میں نے کہا: مردوں میں سے؟

تو آپ نے فرمایا: ان کے والد کے ساتھ۔

میں نے پوچھا: پھر کس سے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: عمر بن خطاب کے ساتھ (رضی اللہ عنہ)۔‘‘

پہلا باب:

ام المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا تعارف

پہلا مبحث: ...... نام ونسب

ام المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، اللہ تعالیٰ کے خلیل سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین بیوی صدیقہ بنت صدیق، امام اکبر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا کی بیٹی ہیں جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب تھے۔ ❶

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام ونسب:

نام عبداللہ، کنیت ابوبکر اور لقب صدیق رضی اللہ عنہ ہے۔ ان کے والد کا نام عثمان، کنیت ابوقحافہ ہے جو فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے۔

عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن فہر بن مالک بن کنانہ، قریشی، تیمی، مکی پھر مدنی ہیں۔ ❷

---

❶ وہ عبداللہ بن عثمان بن عامر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قرشی وتیمی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں بھی آپ کے نائب ہوتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات طیبہ کے بعد بھی آپ کے نائب بنے۔ آپ کی ہجرتِ مبارکہ میں آپ کے ہمراہ تھے۔ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے علی الاطلاق و بالاتفاق افضل تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبانِ اقدس سے ان کی زندگی میں ہی انھیں جنت کی بشارت دے دی۔ وہ ۱۳ھ میں فوت ہوئے۔ (فضائل ابوبکر الصدیق لابی طالب محمد بن علی الحربی۔ الاستیعاب، لابن عبدالبر، ج ۱، ص: ۲۹٤)

❷ الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۸، ص: ۵۸۔ اسد الغابة لابن الاثیر، ج ۷، ص ۱۸٦۔ سیر أعلام النبلاء للذهبی، ج ۲، ص: ۱۳۵.

دوسرا مبحث:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس وقت اُم عبداللہ کی کنیت عطا کی جب انھوں نے اپنے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کنیت کی درخواست کی۔ آپ نے انھیں ان کی دلجوئی کی خاطر ان کی حقیقی بہن سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہا ❶ کے بیٹے عبداللہ کے نام پر یہ کنیت عطا کی۔

سیّدنا عروہ رحمہ اللہ ❷ بیان کرتے ہیں کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

((يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! كُلُّ صَوَاحِبِي لَهُنَّ كُنًى ، قَالَ: فَاكْتُنِي بِابنِكِ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ- يَعْنِي ابْنِ أُخْتِهَا- فَكَانَتْ تُدْعِي بِأُمِّ عَبْدَ اللّٰهِ حَتّٰى مَاتَتْ .))❸

''اے اللہ کے رسول! میری تمام سہیلیوں کی کنیت ہے!! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تجھے تیرے بیٹے یعنی تیرے بھانجے عبداللہ بن زبیر ❹ کے نام کی کنیت دیتا ہوں۔'' پھر ان کو ان کی وفات تک ام عبداللہ کی کنیت سے ہی پکارا جاتا رہا۔''

ایک قول یہ بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ایک نوزائیدہ بچہ ضائع ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام عبداللہ رکھا اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کے نام پر اپنی کنیت ام عبداللہ رکھ لی۔ لیکن یہ بات ثابت نہیں اور پہلی روایت ہی زیادہ صحیح ہے۔ ❺

---

❶ یہ جلیل القدر صحابیہ اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما ہیں۔ آپ سیّدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی والدہ ہیں۔ بنو تیم قبیلہ سے ہیں اور آپ کا لقب ذات النطاقین ہے۔ مکہ مکرمہ ہی میں اوائل اسلام میں اسلام قبول فرمایا اور ۷۳ یا ۷۴ ھ میں انھوں نے وفات پائی۔

❷ اسے ابوداؤد، ابن ماجہ، احمد، بیہقی نے روایت کیا اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح ابی داؤد میں اسے "صحیح" کہا ہے۔

❸ یہ عروہ بن زبیر بن عوام ہیں۔ انھیں ابوعبداللہ القرشی الاسدی کی کنیت سے یاد کیا جاتا ہے۔ مدینہ منورہ کے فقہاء سبعہ میں سے ایک تھے۔ یہ ۲۳ھ کے لگ بھگ پیدا ہوئے اپنے وقت کے بہت بڑے عالم، بکثرت احادیث کے راوی، ثبت (ثقہ) اور مأمون (ضعف وغیرہ سے محفوظ) تھے۔ کسی فتنے میں شامل نہ ہوئے۔ یہ ۹۳ ھ یا اس کے بعد فوت ہوئے۔ (سیر أعلام النبلاء، ج ٤ ، ص ٤٢١۔ تهذيب التهذيب لابن حجر، ج ٤، ص: ١١٧.)

❹ یہ عبداللہ بن زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما ہیں۔ ان کی کنیت ابوبکر ہے۔ قریشی اور اسدی ہیں۔ ان کا لقب امیر المؤمنین ہے۔ یہ عبادلہ (عبداللہ نام کے چار جلیل القدر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم) میں سے ایک ہیں اور بہادر صحابہ میں شمار ہوتے تھے۔ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں مہاجرین کے گھر سب سے پہلے انہی کی ولادت باسعادت ہوئی۔ خلافت کے لیے ان کی بیعت کی گئی۔ ان کی اطاعت پر حجاز، یمن، عراق اور خراسان کے لوگوں نے اجماع کیا اور ۷۳ھ میں فوت ہوئے۔ (الاستيعاب لابن عبدالبر ، ج١ ، ص: ٢٣٧۔ الاصابة لابن حجر، ج ٤ ، ص: ٨٩)

❺ جلاء الافهام لابن القيم ، ص: ٢٤١۔ فتح البارى ، ج٧، ص: ١٠٧۔ الاصابة: ٢/ ٢٣٢۔ یہ دونوں کتابیں ابن حجر رحمہ اللہ کی ہیں۔

تیسرا مبحث:

ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے القاب

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعدد القاب تھے جو اسلام میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ان کی شان و عظمت تکریم اور تعظیم وتقدیس پر دلالت کرتے ہیں۔ ان میں سے چند القاب کا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے:

۱۔ **ام المؤمنین** :...... یہ ان کا مشہور ترین لقب ہے، جو اللہ تعالیٰ نے انھیں عطا کیا ہے۔ چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، اور اس کا فرمان سب سے زیادہ سچا ہے:

﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ﴾ (الاحزاب: ٦)

''یہ نبی مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھنے والا ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔''

یہ لقب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذاتی شرافت پر دلالت کرتا ہے۔ اس شرف ومنقبت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر ازواجِ مطہرات بھی شامل ہیں، کیونکہ وہ سب مؤمنوں کی مائیں ہیں۔ رضی اللہ عنہن اجمعین

۲۔ **رسول اللہ ﷺ کی حبیبہ** :...... یہ لقب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کو اپنی اضافی محبت عطا کرنے سے ملا ہے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ:

((فَقَدْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: عَائِشَةُ. فَقُلْتُ: مِنَ الرِّجَالِ؟ فَقَالَ: أَبُوْهَا. قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ))[1]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: لوگوں میں سے آپ کو سب سے زیادہ کس سے محبت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ سے۔ بقولِ راوی، میں نے کہا: مردوں میں سے؟ تو آپ نے فرمایا: ان کے والد کے ساتھ۔ میں نے پوچھا: پھر کس سے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر[2]

[1] متفق علیه: صحیح بخاری، ح: ٣٤٦٢۔ صحیح مسلم، ح: ٢٣٨٤.

[2] عمر بن خطاب بن نفیل ابو حفص رضی اللہ عنہ قرشی، عدوی ہیں۔ اسلام میں ان کا لقب فاروق اور خلفائے راشدین میں یہ دوسرے خلیفہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام میں سے سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد افضل ترین صحابی ہیں۔ ان کا اسلام لانا مسلمانوں کے لیے کشادگی کا سبب بنا۔ یہ اوائل مہاجرین سے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کافروں کے خلاف برپا تمام غزوات و سریات میں شامل رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر مسلمانوں کو شام، عراق اور مصر کی فتوحات عطا کیں۔ سب سے پہلے انھیں امیر المؤمنین کا لقب ملا۔ ۲۳ھ میں شہید ہوئے (رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ اَرْضَاهُ)۔ (الاصابة، ج ٤، ص ٥٨٨۔ الغرر فی فضائل عمر للسیوطی)

بن خطاب کے ساتھ (رضی اللہ عنہ)۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ خصوصی محبت کا بخوبی علم وادراک تھا۔ اگر چہ عہد نبوی میں اس دعویٰ کے دلائل بے شمار ہیں، تاہم صرف ایک واقعہ بطورِ مثال پیش کیا جاتا ہے۔

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب عراق کی فتح سے حاصل شدہ مالِ غنیمت میں ایک نفیس زیور آیا تو تقسیم غنائم کے وقت سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یوں مخاطب کیا: ''کیا تمھیں اس کی قیمت کا اندازہ ہے؟'' سب نے بیک زبان لاعلمی کا اظہار کیا اور نہ انھیں یہ معلوم تھا کہ اسے آپس میں کس طرح تقسیم کریں گے۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ''کیا تم مجھے اجازت دو گے کہ میں یہ ہار سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف بھیج دوں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ خصوصی محبت کرتے تھے۔'' سب نے رضامندی کا اظہار کیا تو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے وہ قیمتی جڑاؤ ہار سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پیش کر دیا۔ [1]

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تمام امہات المؤمنین کے لیے دس ہزار سالانہ وظیفہ مقرر فرمایا تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے وظیفہ میں دو ہزار کا اضافہ کر دیا، اور کہنے لگے: ''بے شک یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیوی ہیں۔'' [2]

۳۔ **المبرأة**:...... پاک دامن، عفیفہ، بریٔ الذمہ۔ یہ لقب انھیں قرآن کریم میں اس بہتان سے برأت نازل ہونے کے بعد ملا جو منافقین نے ان پر تھوپنا چاہا۔ گویا انھیں ساتویں آسمان کے اوپر عرش عظیم کے مالک رب اعظم نے ہر عیب والزام و بہتان سے مبرّا اقرار دیا۔ رضی اللہ عنہا وارضاھا

جب راوی حدیث اور مشہور تابعی مسروق رحمہ اللہ [3] ام المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے تو یوں کہا کرتے: ''مجھے صدیقہ بنت صدیق، اللہ کے حبیب کی محبوبہ المبرأہ نے یہ حدیث سنائی۔'' [4]

---

[1] اسے امام احمد نے اپنی تصنیف "فی فضائل صحابہ، ح: ۵۱/ ۱٦٤٢" میں روایت کیا اور ابن راہویہ نے اپنی مسند ج ۲، ص ۱۹ میں روایت کیا۔ حاکم نے ج ۴، ص ۹ میں روایت کیا اور کہا: یہ حدیث شیخین کی شرط کے مطابق صحیح ہے، اگر ذکوان نامی راوی کا سماع ابوعمرو سے ثابت ہو۔ امام ذہبی نے "سیر اعلام النبلاء ج ۲، ص ۱۹۰" میں کہا یہ روایت مرسل ہے۔

[2] یہ محاملی نے ''الامالی''، ص: ۲۴۲ پر روایت کی۔ خرائطی نے "اعتلال القلوب، ص: ۲۵" پر اور حاکم نے ج ۴، ص ۹ پر روایت کی اور کہا: یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح تو ہے لیکن ان دونوں نے اسے مطرف بن طریف کے ارسال کی وجہ سے روایت نہیں کیا۔

[3] مسروق بن اجدع بن مالک ابو عائشہ رحمہ اللہ کوفی مشہور امام، عالم، عابد، فقیہ اور زہد و ورع میں مقتدا تھے۔ جنگ قادسیہ میں شریک ہوئے، ان کا ایک ہاتھ بھی کٹ گیا۔ ایک قول کے مطابق جنگ صفین کا بھی انھوں نے مشاہدہ کیا، لیکن اس میں شریک نہیں ہوئے۔ زیاد نے انھیں ایک علاقے کا والی مقرر کیا اور ۶۲ یا ۶۳ ھ میں فوت ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ٤، ص ٦٦۔ تہذیب التہذیب لابن حجر، ج ٥، ص: ٤١٦)

[4] المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ مسند احمد: ۲٦۰۸٦۔

۴۔ **الطیبۃ**:...... پاک باز۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے گواہی دی کہ یہ "الطیبۃ" پاک باز ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قصہ افک کے متصل بعد فرمایا:

﴿وَ الطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَ الطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝﴾ (النور: ۲۶)

''اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے ہیں۔ یہ لوگ اس سے بری کیے ہوئے ہیں جو وہ کہتے ہیں، ان کے لیے بڑی بخشش اور باعزت روزی ہے۔''

الشیخ عبدالرحمٰن سعدی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے ضمن میں لکھا:

''اس آیت کا اسلوب عام ہے۔ خاص واقعہ اس کے عموم پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ اس آیت کے سب سے بڑے مخاطب تمام انبیاء اور ان میں سے خصوصاً اولوالعزم رسل اور ان میں سے ان کے اور ہمارے سردار اور ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ علی الاطلاق وہ تمام مخلوقات میں سب طیبین سے افضل ترین طیب ہیں، ان کے لیے صرف پاک باز عورتیں ہی مناسب تھیں تو اس بہتان کے ذریعے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذات پر الزام لگانے کا اصل مقصد اور اصل نشانہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہی منافقین کا مقصد رذیل تھا۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہونا ہی ان کی پاک بازی کی بہت بڑی دلیل ہے۔ چہ جائیکہ جو عظیم الشان فضائل و مراتب ان کے ہیں، ان کے ہوتے ہوئے ایسا گھناؤنا الزام عقل سے بعید ہے۔ وہ تمام عورتوں سے زیادہ راست باز، سب خواتین سے زیادہ افضل، سب سے بڑی عالمہ، سب سے زیادہ پاک باز اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ اللہ رب العالمین کے حبیب سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ہیں۔'' [1]

سیّدہ عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا اپنے بارے میں خود بیان کرتی ہیں:

''میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور آپ کے دوست کی بیٹی ہوں۔ بلاشبہ میرا عذر آسمان سے نازل ہوا اور میں پیدا بھی طیبہ ہوئی ہوں، پاک باز کے گھر میں پیدا ہوئی ہوں، پاک باز نبی

---

[1] تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر الکلام المنان، ص: ۳۵۲۔

کے ساتھ ازدواجی زندگی بسر کی۔ مجھ سے مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ کیا گیا ہے۔'' ❶

جب سیّدنا عبداللہ ❷ بن عباس رضی اللہ عنہما سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مرض الموت میں ان کے پاس گئے تو ان سے مخاطب ہو کر کہا: ''آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام بیویوں سے زیادہ محبوب تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف پاک باز عورتوں کو ہی پسند کرتے تھے۔'' ❸

۵۔ **الصدیقة**:......صدق و وفا کا پیکر۔

جناب مسروق رحمہ اللہ جب اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث روایت کرتے تو یوں کہتے: ''مجھے یہ حدیث صدیقہ بنت صدیق، حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ المبرأہ نے سنائی۔''

❶ اس متکلم فیہ حدیث کو ابو یعلی نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔ مکمل روایت اس طرح ہے: ''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: مجھے نو انعامات ملے جو سوائے مریم بنت عمران کے اور کسی عورت کو نہیں ملے۔ وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ جبریل علیہ السلام اپنے ہاتھ میں میری تصویر لے کر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ آپ ان سے شادی کر لیں۔
۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف مجھ کنواری سے شادی کی۔ میرے علاوہ اور کسی کنواری عورت سے شادی نہیں کی۔
۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فوت ہوئے تو آپ کا سر مبارک میری گود میں تھا اور میں نے آپ کو اپنے گھر میں دفن کروایا۔
۴۔ فرشتوں نے میرے گھر کو گھیر لیا۔
۵۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی دوسری بیوی کے پاس ہوتے اور آپ پر وحی نازل ہونا شروع ہو جاتی تو آپ کے اہل خانہ آپ سے جدا ہو جاتے، لیکن جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لحاف میں ہوتی تو وحی آپ پر نازل ہوتی رہتی۔
۶۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور آپ کے سچے وفادار کی بیٹی ہوں۔
۷۔ میری براءت آسمان سے نازل ہوئی۔
۸۔ میں خود بھی طیبہ پیدا کی گئی ہوں اور طیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوں۔
۹۔ مجھ سے مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ کیا گیا ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایة والنهایة ج ۲ ، ص ٥٦ پر لکھا ہے کہ اس روایت کے کچھ الفاظ صحیح ہیں اور اس کی سند امام مسلم کی شرط پر ہے۔ امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء کے ص ١٤١ ، ج ۲ پر اس کی سند کو جید قرار دیا۔ علامہ ہیثمی نے ''مجمع الزوائد ج ۹ ، ص ٢٤٤ '' پر لکھا ہے کہ یہ روایت ابو یعلی لائے ہیں اور الفاظ بھی صحیح ہیں، نیز انھوں نے کچھ الفاظ میں ردّ و بدل کیا ہے اور ابو یعلی کی سند میں مجہول راوی بھی ہے۔

❷ عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب کی کنیت ابو العباس ہے۔ قریشی اور ہاشمی ہیں۔ جلیل القدر صحابی رسول اور ان کا لقب حبر الامت اور فقیہ اُمت ہے۔ ترجمان القرآن بھی انھی کو کہا جاتا ہے۔ یہ ہجرتِ مدینہ سے تین سال پہلے پیدا ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی کہ ''اے اللہ! ان کو دین کی سمجھ اور کتاب اللہ کی تفسیر کا علم دے۔'' ٦٨ یا ٧٠ ھ کو فوت ہوئے۔ (الاستیعاب ، ج ١ ، ص: ٢٨٤۔ الاصابة ، ج ٤ ، ص ١٤١)

❸ مسند احمد ج ۱، ص ۲۷۶ پر حدیث نمبر ۲۴۹۶ پر روایت کی ہے۔ ابو یعلی نے ج ۵، ص ۵۷ حدیث نمبر ۲۶۴۸ پر اور ابن حبان نے ج ۱۶، ص ۴۱ پر حدیث نمبر ۷۱۰۸ سے اور طبرانی نے ج ۱۰، ص ۳۲۱ پر حدیث نمبر ۱۰۷۸۳ سے روایت کیا ہے۔

امہات المؤمنین اور دیگر صحابیات کا تذکرہ

امام حاکم رحمہ اللہ ❶ نے لکھا ہے:

''ہم رسول اللہ ﷺ کی جس پاک باز زوجہ محترمہ کے ذکر سے ابتداء کرتے ہیں وہ صدیقہ بنت صدیق، عائشہ بنت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہما ہیں۔'' ❷

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ❸ فرماتے ہیں:

''وہ صدیقہ بنت صدیق ہیں رضی اللہ عنہا۔'' ❹

۲۔ **الحُمَیْراء:**......سرخی مائل۔ الحمیراء، حمراء کی تصغیر ہے۔ جس کا معنی سرخ ہے۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ ❺ لکھتے ہیں:

''اہل حجاز کے ہاں حمراء اس رنگ پر بولا جاتا ہے جو سفید ہو لیکن سرخی کی اس میں جھلک ہو (یعنی سرخ وسپید) اور یہ اہل حجاز میں نادر ہوتا ہے۔'' ❻

اس لقب کا تذکرہ متعدد احادیث میں آیا بھی ہے۔ ❼ تاہم ان احادیث میں کلام ہے۔ یہاں تک کہ امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

❶ محمد بن عبداللہ بن محمد ابوعبداللہ الحاکم نیشاپوری، امام وقت، حافظ حدیث اور شیخ المحدثین کے القاب سے مشہور ہوئے۔ ۳۲۱ھ میں پیدا ہوئے۔ صاحب علم وزہد وورع تھے۔ ایک قول کے مطابق یہ تشیع کی طرف میلان رکھتے تھے۔ نیشاپور میں قاضی کے عہدے پر سرفراز رہے۔ آپ کی تصانیف میں سے "المستدرك، الاکلیل" زیادہ مشہور ہیں۔ ۴۰۵ ہجری میں فوت ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ۱۷، ص ۱۶۲۔ البدایة والنهایة، ج ۱۱، ص: ۳۵۵۔)

❷ المستدرك، ج: ٤، ص: ٥.

❸ احمد بن علی بن حجر ابوالفضل عسقلانی شافعی، ان کے القاب شیخ الاسلام اور امیر المؤمنین فی الحدیث زیادہ مشہور ہیں۔ ۷۷۳ھ میں پیدا ہوئے، اپنے زمانے میں علم الرجال اور علل الاحادیث میں خصوصی ملکہ حاصل تھا۔ مصر میں شافعی فقہ کے مشہور قاضی رہے۔ ان کی تصنیفات: فتح الباری اور تہذیب التہذیب مشہور ہیں۔ ۸۵۲ھ میں فوت ہوئے۔ (الجواهر والدرر للسخاوی۔ شذرات الذهب لابن العماد، ج ۷، ص: ۲٦۹.)

❹ فتح الباری، ج ۷، ص: ۱۰۷.

❺ محمد بن احمد بن عثمان ابوعبداللہ ذہبی ...... شمس الدین ان کا لقب تھا۔ اپنے ہم عصروں میں حدیث کے حافظ اور امام کہلائے۔ ۶۷۳ھ میں پیدا ہوئے۔ مؤرخ اسلام، زمانے کے محدث اور جرح وتعدیل کے ماہر عالم مشہور تھے۔ ان کی تصنیفات میں سے ''سیر اعلام النبلاء، میزان الاعتدال'' زیادہ مشہور ہیں۔ ۷۴۸ھ میں وفات پائی۔ (طبقات الشافعیه للسبکی: ۹/ ۱۰۰۔ شذرات الذهب: ٦/۱۵۳)

❻ سیر أعلام النبلاء، ج ۷، ص: ۱٦۸۔

❼ سیر اعلام النبلاء، ج ۷، ص: ۱٦۸۔

''بے شک یہ کہا گیا کہ ہر وہ حدیث جس میں ''یا حمیراء'' کے الفاظ ہوں وہ غیر صحیح ہے۔'' ❶

بعض علماء جیسے علامہ ابن قیم رحمہ اللہ ❷ نے تو یہ بھی کہا ہے کہ ہر وہ حدیث جس میں ''یا حمیراء'' یعنی اے حمیرا! کے الفاظ ہوتے ہیں وہ موضوع ہے۔ ابن قیم رحمہ اللہ نے واضح طور پر لکھا: ہر وہ حدیث جس میں ''یا حمیرا'' کے الفاظ ہوں یا حمیرا کا تذکرہ ہو، وہ من گھڑت جھوٹ ہے۔ جیسے: اے حمیرا! تو مٹی نہ کھا۔ کیونکہ اس سے فلاں فلاں مرض لاحق ہوسکتا ہے اورتم اپنا نصف دین حمیراء سے حاصل کرو۔'' ❸

لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں ایک حدیث لائے ہیں:

((دَخَلَ الْحَبْشَةُ يَلْعَبُوْنَ، فَقَالَ لِي النَّبِيَّ ﷺ: يَا حُمَيْرَاء، أَتُحِبِّيْنَ أَنْ تَنْظُرِيْ إِلَيْهِمْ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ.)) ❹

''حبشی کھیلنے کے لیے مسجد میں آئے تو نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''اے حمیرا! کیا تو ان کا کھیل دیکھنا پسند کرتی ہے؟ تو میں نے کہا: جی ہاں۔''

پھر لکھا:

''اس روایت کی اسناد صحیح ہیں اور حمیرا کے متعلق میں نے اس حدیث کے علاوہ کوئی صحیح حدیث نہیں دیکھی۔''

۸۔ **مُوَفقة**:......توفیق دی گئی۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے القابات میں (مُوفقہ) بھی ہے اور یہ خطاب انھیں نبی کریم ﷺ نے عطا کیا۔

---

❶ سیر اعلام النبلاء للذھبی، ج ۷، ص: ۱٦۸۔

❷ محمد بن ابوبکر بن ایوب ابوعبداللہ المعروف بابن القیم الجوزیہ دمشقی مشہور فقیہ تھے۔ مجتہد، مفسر اور اصولِ فقہ کے عالم حاذق تھے۔ ۶۹۱ھ میں پیدا ہوئے۔ متعدد علوم میں مہارت و رسوخ حاصل کیا۔ عبادت کے شیدائی اور دائمی تہجد گزار و شب زندہ دار تھے۔ کئی ایک بار آزمائشوں اور ابتلاؤں سے گزرے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے لائق ترین شاگرد ثابت ہوئے۔ ان کی مشہور تصانیف: زاد المعاد (سیرتِ رسول میں) اور اعلام الموقعین (اُصولِ فقہ میں) ہیں۔ ۷۵۱ھ میں وفات پائی۔ (البدایة والنهایة لابن کثیر، ج ١٤، ص ٢٣٤۔ شذرات الذهب لابن العماد، ج ٦، ص: ١٦٧)

❸ المنار المنیف فی الصحیح والضعیف لابن قیم، ص: ٦٠، ٦١۔

❹ اسے نسائی نے سنن کبریٰ، ج ۵، ص ۳۰۷، حدیث: ۸۹۵۱ پر روایت کیا ہے۔ طحاوی نے مشکل الآثار کی ج: ۱، ص: ۲٦۸، حدیث: ۲۹۲ سے روایت کیا۔ ابن القطان نے "احکام النظر، ص: ٣٦٠ میں اسے صحیح کہا اور ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری، ج ۲، ص: ۴۴۴ میں اسے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا۔ امام مزی رحمہ اللہ نے لکھا: نسائی کی حدیث کے علاوہ ہر وہ حدیث جس میں ''یا حمیرا'' کے الفاظ ہیں وہ موضوع ہے۔ (الاجابة للزرکشی، ص: ٥٨)

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((مَـنْ كَـانَ لَـهُ فَرَطَانِ مِنْ أُمَّتِي دَخَلَ الْجَنَّةَ. فَقَالَتْ عَائِشَةُ: بِأَبِي، فَمَنْ كَـانَ لَـهُ فَرَطٌ؟ فَقَالَ: وَ مَنْ كَانَ لَهُ فَرَطٌ يَا مُوَفَّقَةُ، قَالَتْ: فَمَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ فَرَطٌ مِنْ أُمَّتِكَ؟ قَالَ: فَأَنَا فَرَطُ أُمَّتِي، لَمْ يُصَابُوْا بِمِثْلِي)) ❶

''میری اُمت میں سے جس کے (فرطان) ❷ دو بچے فوت ہو جائیں وہ جنت میں جائے گا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میرا باپ قربان جائے جس کا ایک بچہ فوت ہوگیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور جس کا ایک بچہ فوت ہوگیا (وہ بھی جنت میں جائے گا)۔ اے توفیق دی گئی! تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ کی اُمت سے جس کا کوئی بچہ پہلے فوت نہ ہوا ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو گویا میں اپنی اُمت کا پہلے جا کر انتظام کرنے والا ہوں، کیونکہ مجھ جیسے مصائب کسی کو نہیں پہنچے۔''

یہ تمام القابات ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل پر دلالت کرتے ہیں، جیسا کہ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے اور ان کو جو القابات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا کیے وہ آپ کی ان کے ساتھ شدید محبت کی دلیل ہیں اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں اہمیت اور اہتمام کا ثبوت ہیں۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اختصار کے ساتھ اسے یوں پکارتے: ''یا عائش!'' اے عائش۔ اور عربوں کے ہاں یہ عادت ہے کہ وہ لاڈ پیار سے اس طرح بلاتے ہیں۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَـا عَائِشُ، هٰذَا جِبْرِيْلُ يُقْرِئُكِ السَّلَامُ. قُلْتُ: وَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ. قَالَتْ: وَ هُوَ يَرٰى مَا لَا نَرٰى)) ❸

❶ اسے ترمذی (۱۰۶۲)، احمد، ج ۱، ص ۳۳۴، حدیث: ۳۰۲۸۔ ابو یعلی، ج ۵، ص: ۱۳۸، حدیث: ۲۷۵۲۔ طبرانی، ج ۱۲، ص: ۱۹۷، حدیث: ۱۲۸۸۰ اور بیہقی نے ج ۴، ص: ۶۸، حدیث: ۳۹۸۷ میں روایت کیا۔ اسے علامہ البانی رحمہ اللہ نے ''ضعیف الجامع: ۵۸۰۱'' میں ضعیف کہا اور مسند احمد کی تحقیق کرتے ہوئے احمد شاکر نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے: (ج ۵، ص ۳۹)۔

❷ **فرطان:**...... یعنی ایسے دو بچے جو بلوغت سے پہلے ہی وفات پا جائیں۔ جب کوئی آگے چلا جائے تو اسے فرط کہتے ہیں اور اسم فاعل فارط ہے۔ حدیث میں فرط سے مراد وہ بچہ ہے جو والدین کی زندگی میں ہی فوت ہو جائے وہ آگے جا کر دارِ آخرت میں بلکہ جنت میں والدین کے لیے ضیافت اور دار الضیافہ تیار کروائے گا۔ جیسے قافلے سے پہلے رہائش کے حصول کے لیے قافلے کا سرکردہ فرد پہلے جاتا ہے۔ وہ قافلے والوں کی ضروریات مثلاً پانی، چراگاہ وغیرہ کا بندوبست کرتا ہے۔ (مرعاة المفاتيح للمباركفوری، ج ٥، ص: ٤٧٦)

❸ متفق عليه: صحيح بخاری: ٦٢٠١ ـ صحيح مسلم: ٢٤٤٧ ـ

''اے عائش! یہ جبریل علیہ السلام ہیں، تجھے سلام کہتے ہیں۔'' میں نے کہا: اور اس پر بھی سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''وہ دیکھتا ہے، ہم نہیں دیکھتے۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا:

((عُوَيْشُ خَاطِبُ بِهَا النَّبِيُّ ﷺ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ .))

''نبی کریم ﷺ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو عُوَیش کہہ کر بھی پکارا ہے۔''

((أورده الطبراني في (العشرة) من طريق مسلم بن يسار، قال: بلغني أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلٰى عَائِشَةَ فَقَالَ: يَا عُوَيْشُ......)) ❶

اسے طبرانی نے ''العشرة'' میں بواسطہ مسلم بن یسار روایت کیا۔ وہ کہتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی کہ نبی اکرم ﷺ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تشریف لائے تو فرمایا: ''یا عویش!''

''اسی طرح نبی کریم ﷺ سیّدہ عائشہ اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا کو اے بنت صدیق! اور اے بنت ابی بکر! کہہ کر بلاتے تھے۔'' ❷

بعض علماء نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے القابات میں ''خليلة رسول الله ﷺ'' کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ اس اعتبار سے کہ خلت، محبت کا اعلیٰ ترین درجہ ہے۔ اور انھوں نے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ❸ شاعر رسول اللہ ﷺ کے اس شعر سے بھی استدلال کیا ہے:

خَلِيْلَةُ خَيْرِ النَّاسِ دِيْنًا وَ مَنْصَبًا
نَبِيُّ الْهُدٰى وَ الْمَكْرُمَاتِ الْفَوَاضِلِ

''دین اور منصب کے لحاظ سے سب لوگوں سے بہتر نبی الہدیٰ کی خلیلہ فضیلت وتکریم والی ہے۔''

---

❶ الاصابة لابن حجر، ج ٨، ص: ٢٥٣.

❷ ترمذی: ٣١٧٥۔ ابن ماجہ: ٣٤٠٣۔ احمد: ٦/ ٢٠٥، حدیث: ٢٥٧٤٦۔ بیہقی نے شعب الایمان میں ج ١، ص: ٤٧٧، حدیث: ٧٦٢۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا اور اسے ابن العربی نے ''عارضة الاحوذی، ج٦، ص: ٢٥٨ میں ''صحیح'' کہا ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے ''صحیح سنن ترمذی'' میں اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❸ حسان بن ثابت بن منذر ابوعبدالرحمٰن انصاری رضی اللہ عنہ بنونجار قبیلے سے تھے۔ وہ جاہلیت اور اسلام کے قابل ترین شعراء میں سے ایک تھے اور رسول اللہ ﷺ کے خصوصی شاعر تھے۔ انھوں نے ۵۴ھ میں وفات پائی۔ (الاستیعاب، ج١، ص: ١٠٠۔ الاصابة، ج ٢، ص: ٦٢)

لیکن یہ تصحیف ہے، اصل لفظ "حليلة خير الناس" ہے جیسا کہ دیوان ❶ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ میں ہے، جبکہ حلیلۃ کا معنی بیوی ہے۔

نیز "سير اعلام النبلاء للذهبي" میں یہ روایت درج ہے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ ❷ کے پاس ام المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ ہوا تو انھوں نے کہا:

''وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلیلہ تھیں۔'' ❸

یہ بھی تصحیف (خطاءِ مطبعی) ہے۔ اصل لفظ "حليلة" ہے۔ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا:

''میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اس چیز سے براءت کا اعلان کرتا ہوں کہ تم میں سے میرا کوئی خلیل ہو۔'' ❹

---

❶ دیوانِ حسان بن ثابت، ص: ۱۹۱۔

❷ سیّدنا علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بنو ہاشم قبیلہ سے تھے، ان کی کنیت ابوالحسن تھی۔ چوتھے خلیفۂ راشد اور امیر المؤمنین تھے۔ بعثت نبوی سے دس سال پہلے پیدا ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد تھے۔ سیّدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاوند تھے۔ بچوں میں سب سے پہلے اسلام لائے۔ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں شامل ہوئے۔ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ ۴۰ھ میں شہید ہوئے۔ (الخصائص في مناقب علي بن ابي طالب للنسائي - الاصابة لابن حجر، ج ٤، ص: ٥٦٤)

❸ سير أعلام النبلاء للذهبي، ج ۲، ص: ١٧٦ - امام ذہبی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

❹ صحیح مسلم میں یہ روایت ہے۔ حدیث نمبر: ۵۳۲۔ سیّدنا جندب رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں۔

چوتھا مبحث:

خاندان، قرابت دار، غلام اور لونڈیوں کا تذکرہ

سیّدہ رضی اللہ عنہا کا خاندان اور قرابت دار

سیّدہ رضی اللہ عنہا کے والد:

سیّدنا ابوبکر صدیق، عبداللہ بن ابو قحافہ عثمان بن عامر قریشی اور بنو تیم قبیلہ سے ہیں۔ مردوں میں سب سے پہلے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور پہلے خلیفہ راشد تھے۔ علی الاطلاق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ سے افضل تھے، بلکہ انبیاء و مرسلین کے بعد سب لوگوں سے بہترین تھے۔ مکہ میں پیدا ہوئے، وہیں پرورش پائی۔ ان کا شمار عرب کے عظیم لوگوں میں ہوتا ہے۔ قریش کے سرداروں میں سے ایک تھے اور ان کا بڑے بڑے مالداروں اور سخاوت کرنے والوں میں شمار ہوتا تھا۔ وہ قبائل کے نسب ناموں، واقعات و حوادث اور ان کی ثقافت و آداب سے بخوبی واقف تھے۔ حلم، نرمی اور رحم دلی جیسے اعلیٰ اوصاف سے متصف تھے۔ عمدہ خطیب اور بہادری میں معروف تھے۔

انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی صحبت اختیار کی اور آپ کے ساتھ ہی ہجرت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غارِ ثور میں داخل ہوئے۔ اس اعزاز کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا﴾

(التوبہ: ۴۰)

جب کہ وہ دو میں دوسرا تھا، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا غم نہ کر، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔"

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں بکثرت صحیح احادیث موجود ہیں۔ جن میں سے صرف ایک حدیث یہاں درج کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا غَيْرَ رَبِّي لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ ، وَلٰكِنْ أُخُوَّةُ الْإِسْلَامِ وَمَوَدَّتُهُ .)) [1]

---

[1] متفق علیه: صحیح بخاری: ٣٦٥٤۔ صحیح مسلم: ٢٣٨٢۔ اس حدیث کے راوی سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہیں۔

''اگر میں اپنے رب کے علاوہ کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر ہی کو بناتا، لیکن اسلامی اخوت ومودت (ہمارے درمیان) موجود ہے۔''

نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد خلافت کے لیے ان کی بیعت کی گئی۔ ان کی خلافت کی مدت دو سال تین ماہ اور پندرہ دن ہے۔ ۱۳ھ میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے اور ان کی عمر ۶۳ سال تھی۔ ❶

سیّدہ رضی اللہ عنہا کی والدہ:

ان کی کنیت ام رومان اور نام زینب یا دعد تھا۔

اُم رومان کا نسب نامہ :......بنت عامر بن عویمر بن عبد شمس بن عتاب بن اذینہ بن سبیع بن دہمان بن حارث بن غنم بن مالک بن کنانہ۔ ❷

جاہلیت میں ان کے خاوند عبداللہ بن حارث ازدی کے فوت ہونے کے بعد سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ شادی کی۔

قبول اسلام :......ام رومان مکہ میں اسلام لائیں اور ابتدائی مسلمان خواتین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ انھوں نے نبی کریم ﷺ کی بیعت کی اور آپ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال سمیت مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ ❸

گذشتہ صفحات پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ سیّدہ اُم رومان کا نسب باپ کی طرف سے ساتویں پشت (مرہ بن کعب ❹) پر اور والدہ کی طرف سے گیارھویں یا بارھویں پشت پر نبی کریم ﷺ کے نسب کے ساتھ مل جاتا ہے۔ ❺

وفات:......ان کے سن وفات میں اختلاف ہے۔ قریب ترین رائے یہی ہے کہ یہ ۱۸ھ کے بعد فوت

---

❶ ان کے حالاتِ زندگی کے لیے دیکھیں: الطبقات الكبرىٰ ، ج ٣، ص: ١٦٩ - التاريخ الكبير للبخارى، ج ٥، ص: ١ - الاستيعاب ، ج ٤، ص: ١٦١٤ -

❷ الطبقات الكبرىٰ، ج ٨ ، ص: ٢٧٦ - تاريخ طبرى، ج٣ ، ص: ٤٢٦ - الاستيعاب، ج ٤ ، ص ١٩٣٥ - اسد الغابة لابن لأثير ، ج ٧ ، ص: ٣٢٠ -

❸ الطبقات الكبرىٰ، ج ٨، ص: ٢٧٦ - المنتظم فى تاريخ الملوك والأمم لابن الجوزى، ج٣ ، ص: ٢٩١ -

❹ المعارف لابن قتيبة، ج١ ، ص: ١٦٧ - تاريخ الخلفاء للسيوطى، ص: ٢٦ - تاريخ الخلفاء الراشدين لطقوش، ص: ١٣ -

❺ سيرة السيّده عائشة للندوى، ص: ٣٨ -

ہوئیں۔ ❶

سیّدہ رضی اللہ عنہا کے بھائی:

ان کے حقیقی بھائی (۱) عبدالرحمٰن بن ام رومان ہیں۔

(۲) عبداللہ اور ایک بہن اسماء۔

قتـلـة یا قتیـلـة بنت عبدالعزیٰ کے بطن سے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسلام سے قبل زمانۂ جاہلیت میں اس سے شادی کی۔ اس کے اسلام میں اختلاف ہے۔

(۳) محمد بن اسماء بنت عمیس۔ ❷

دوسری بہن ام کلثوم بنت حبیبہ بنت خارجہ۔ ❸ یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد پیدا ہوئی۔ ❹

سیّدہ رضی اللہ عنہا کی پھوپھیاں:

وہ سب صحابیات ہیں:

(۱) ام عامر (۲) قریبہ (۳) ام فروہ رضی اللہ عنہن۔ ❺

سیّدہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی والدین:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ابوالقُعَیس ❻ کی بیوی نے دودھ پلایا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''ابوالقُعَیس کے بھائی افلح نے میرے پاس آنے کی اجازت طلب کی، جب پردے کا حکم نازل ہو چکا تھا، تو میں نے کہا: جب تک میں اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہ لے لوں تجھے اپنے گھر میں آنے کی اجازت نہ دوں گی، کیونکہ اس (افلح) کے بھائی ابوالقعیس نے تو مجھے دودھ نہیں پلایا بلکہ ابوالقعیس کی بیوی نے مجھے دودھ پلایا ہے۔ تبھی

---

❶ الاصابة لابن حجر، ج۱، ص: ۳۹۲۔

❷ یہ اسماء بنت عمیس ام عبداللہ خثعمیہ ہیں، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں۔ انھوں نے پہلے ہجرت حبشہ کی، پھر ہجرت مدینہ کی۔ انھوں نے جعفر بن ابی طالب سے شادی کی، (ان کی شہادت کے بعد) پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ سے شادی کی، پھر علی رضی اللہ عنہ سے شادی کی اور ان کی شہادت کے بعد بھی زندہ رہیں۔ (الاستیعاب، ص ۷۵، ج ۲۔ الاصابة، ج۷، ص: ۵۷۵۔)

❸ حبیبہ بنت خارجہ بن زید خزرجیہ۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے شادی کی۔ ان کی وفات کے بعد اسف بن عتبہ بن عمرو نے ان کے ساتھ شادی کی۔ یہ مشرف بہ اسلام ہوئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی۔

❹ السیدة عائشه ام المؤمنین رضی اللہ عنہا و عالمة نساء العالمین۔ لعبد الحمید طهماز ص: ۱۶، ۱۷۔

❺ السیدة عائشه ام المؤمنین رضی اللہ عنہا و عالمة نساء العالمین۔ لعبد الحمید طهماز ص: ۱۶، ۱۷۔

❻ الاصابة، ج۸، ص: ۲۸۷، ۴۲۵، ۴۴۸۔

نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! بے شک ابوالقعیس کے بھائی افلح نے اجازت طلب کی تو میں نے آپ سے پوچھنے تک اسے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ تب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اور تجھے کس چیز نے اپنے چچا کو اجازت دینے سے منع کیا۔ میں نے کہا: اے رسول اللہ! مجھے مرد نے تو دودھ نہیں پلایا مجھے تو ابوالقعیس کی بیوی نے دودھ پلایا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اسے اجازت دے دے کیونکہ وہ تیرا چچا ہے، تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں۔'' ❶

خدام اور خادمائیں

ام المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعدد خدام اور خادمائیں تھیں اور آپ ان سب کے ساتھ احسان مندانہ برتاؤ کرتی تھیں اور سب کی عزت وتکریم کرتیں۔

۱۔ **بریرۃ** :❷ ...... صحیحین میں اس کے متعلق مشہور حدیث مروی ہے۔ صحیح بخاری ❸ کا متن کچھ اس طرح ہے:

((أَنَّ عَائِشَةَ أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ بَرِيرَةَ فَأَبَى مَوَالِيهَا إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطُوا الْوَلَاءَ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: اشْتَرِيهَا وَأَعْتِقِيهَا، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ. وَأُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِلَحْمٍ، فَقِيلَ إِنَّ هَذَا مَا تُصُدِّقَ بِهِ عَلَى بَرِيرَةَ، فَقَالَ: هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ.)) ❹

''یہ کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بریرہ کو خریدنا چاہا تو اس کے مالکوں نے یہ شرط رکھی کہ اس کا سامان ہمیں ملے گا تو ہم فروخت کر دیں گے۔ بصورتِ دیگر ہم اسے فروخت نہیں کرتے۔

---

❶ تَرِبَتْ يَمِينُكَ ...... جب آدمی محتاج ہو جائے یعنی اس کے ہاتھوں میں مٹی آ جائے۔ عربوں میں اس سے مراد بد دعا نہیں ہوتی، یہ صرف ایک محاورہ ہے۔ (النهاية، ج۱، ص: ۱۸٤۔ متفق عليه: بخاري: ٤٧٩٦۔ مسلم: ١٤٤٥)۔

❷ سیّدہ عائشہ بنت ابی بکر صدیق کی آزاد کردہ خادمہ تھی رضی اللہ عنہا۔ اس کے معاملے میں مشہور حدیث: غلام یا لونڈی کا سامان اسے آزاد کرنے والے کی ملکیت ہے، مروی ہے۔ یہ اپنے خاوند سے پہلے آزاد ہوگئی تو آپ ﷺ نے اسے اختیار دے دیا، پھر یہ سنت بن گئی۔ (الاستيعاب، ج۲، ص: ۷۹۔ الاصابة، ج۷، ص: ٥٣٥)

❸ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم ابوعبداللہ بخاری، امیر و امام الحدیث، حافظ اور اپنے زمانے کے (بلکہ رہتی دنیا تک) امام المحدثین ہیں۔ ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کی چند اہم تصنیفات: کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین کتاب "الجامع الصحيح"، "التاريخ الكبير" وغیرہ جن کا مثیل کوئی پہلے نہیں گزرا۔ وہ ۲۵۶ھ میں فوت ہوئے۔ (جزء فيه ترجمة البخاري للذهبي، تهذيب التهذيب، ج ٥، ص: ٣٣۔)

❹ متفق عليه: صحيح بخاري: ٤٥٦۔ صحيح مسلم: ١٥٠٤۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی تو آپ نے فرمایا: تم اسے خرید لو اور آزاد کر دو کیونکہ آزاد شدہ کا سامان اور نسبت آزاد کنندہ کو ملتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھنا ہوا گوشت لایا گیا تو آپ کے پوچھنے پر بتایا گیا کہ یہ بریرہ کو صدقہ میں ملا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اس کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے تحفہ ہے۔''

۲۔ **سائبة:**......ابن عمر کے آزاد کردہ غلام نافع نے ان سے روایت کی:

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ خادمہ سائبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں رہنے والے سانپوں کو مارنے سے منع کیا ہے۔ البتہ دو نقطوں ❶ یا دو دھاری اور بالشتیہ ❷ کو مار ڈالنے کا حکم ہے کیونکہ وہ دونوں بصارت اُچک لیتے ہیں اور حاملہ عورت کا حمل گرا دیتے ہیں۔'' ❸

۳۔ **مُرجانه:**...... یہ علقمہ بن ابی علقمہ کی والدہ ہیں جو امام مالک ❹ کے اساتذہ میں سے ایک ہیں۔ امام مالک کہتے ہیں:

''مجھے علقمہ بن ابی علقمہ نے اپنی والدہ سے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ خادمہ تھیں، خبر دی کہ اس نے کہا: (مدینہ منورہ میں) عورتیں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف ڈبیہ ❺ میں رکھ کر روئی بھیجتی تھیں۔ جس میں حیض کا زرد رنگ ہوتا تھا تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتیں: تم جلدی مت کرو یہاں تک کہ سفید پھٹکی یا روئی کو بالکل سفید دیکھ لو۔

---

❶ **ذوالطفيتين:**...... وہ سانپ جس کی پیٹھ پر دو دھاریاں ہوں۔ (تنوير الحوالك، ج۱، ص: ۲٤۷۔)

❷ **الابتر:**...... نیلے رنگ کا دُم کٹا سانپ۔ جب بھی حاملہ سے نظریں چار ہوں اس کا حمل گر جاتا ہے۔ (تنوير الحوالك، ج۱، ص: ۲٤۷۔)

❸ مسلم: ۲۲۳۳۔

❹ امام مالک بن انس بن مالک ابو عبداللہ اصبحی، مدنی، اپنے زمانے کے مجتہد تھے۔ امام دار الہجرۃ ان کا لقب ہے۔ ائمہ اربعہ میں سے ایک مشہور امام ہیں۔ ۹۳ھ میں پیدا ہوئے۔ ۱۷۹ھ میں فوت ہوئے۔ ان کی مشہور کتاب ''موطا'' ہے۔ (تزيين الممالك بمناقب الامام مالك للسيوطی و سير أعلام النبلاء للذهبی، ج ۸، ص: ٤۸۔)

❺ **الدرجه:**...... چھوٹا سا ڈبہ جیسے بیوٹی بکس ہوتا ہے۔ عورتیں اپنی وقتی اور فوری ضرورت کی اشیاء رکھتی ہیں۔ اسے مختلف طرح سے ضبط کیا گیا ہے۔ (النهاية فی غريب الحديث ج۲، ص: ۱۱۱۔)

ان کا مطلب اس سے حیض سے مکمل طہارت ہوتا۔''❶

۴۔ **ابو یونس**❷ :......قعقاع بن حکیم ام المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ ابو یونس سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا: ''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے اس کے لیے ایک مصحف (قرآن کریم) لکھنے کا حکم دیا اور کہا کہ جب تم اس آیت پر پہنچو تو مجھے اطلاع دینا:

﴿حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾ (البقرہ: ۲۳۸)

''سب نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی۔''

جب میں نے انھیں بتایا تو انھوں نے کہا: ((وَصَلَاةُ الْعَصْرِ)) ''اور عصر کی نماز۔'' میں نے یہ الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے ہیں۔❸

۵۔ **ذکوان**❹ :......ان کی کنیت ابو عمرو ہے۔ ماہِ رمضان میں یہی اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو مصحف سے امامت کرواتے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اس عنوان سے باب قائم کیا ہے:

''غلام اور آزاد کردہ کی امامت کا بیان اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا غلام ذکوان مصحف سے ان کی امامت کرتا تھا۔''❺

اس کے حوالے سے عبداللہ بن ابی ملیکہ ❻ کی مشہور روایت ہے کہ

---

❶ اسے امام مالک رحمہ اللہ نے مؤطا میں روایت کیا، ج ۲، ص: ۸۰، حدیث: ۱۸۹۔ بیہقی، ج ۱، ص: ۳۳۵۔ حدیث: ۱۶۵۰۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے معلق ذکر کیا، لیکن انداز بالجزم ہے۔ حدیث: ۳۲۰ سے پہلے اسے امام نووی رحمہ اللہ نے "الخلاصہ" میں صحیح کہا ہے، ج ۱، ص: ۲۳۳ اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے "ارواء الغلیل نمبر ۱۹۸" میں صحیح کہا ہے۔

❷ یہ ابو یونس مدنی ہیں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ اور ثقہ راوی ہیں۔ (تهذيب التهذيب لابن حجر: ج ٦، ص: ٤٩٥۔)

❸ صحیح مسلم: ٦٢٩۔

❹ ذکوان ابو عمرو مدنی ہیں۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے آزادہ کردہ ہیں، وہ اپنے عہد میں فصیح ترین قاریٔ قرآن تھے۔ واقعہ الحرة ۶۳ھ میں شہید ہوئے۔

❺ اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے معلق روایت کیا اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''تغلیق التعلیق'' کی ج ۲، ص ۲۹۰ پر یہ روایت موصول تحریر کی ہے اور اس کے آخر میں کہا: ''یہ اثر صحیح ہے۔''

❻ یہ عبداللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ ابوبکر مکی ہیں۔ الامام، الحجہ، الحافظ اور شیخ الحرم تھے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں یا اس سے پہلے پیدا ہوئے۔ یہ عالم، مفتی، حدیث کے راوی اور متقن تھے۔ ابن زبیر کی طرف سے منصب قضا اور اذان کے لیے مقرر ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ٥، ص ٨٨۔ تهذيب التهذيب، ج ٣، ص ١٩٩۔)

''وہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بالائی وادی (آج کل اسے باب العوالی کہتے ہیں) میں آتا، اس کے ساتھ عبید بن عمیر ❶ اور مسور بن مخرمہ اور متعدد لوگ ہوتے۔ ❷ تو انھیں عائشہ رضی اللہ عنہا کا آزادہ کردہ غلام ابو عمرو امامت کراتا۔ ابو عمرو اس وقت تک غلام تھا، ابھی آزاد نہیں ہوا تھا۔'' ❸

۶۔ **لیلیٰ**:......ایک روایت میں ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک آزاد کردہ خادمہ لیلیٰ نامی تھی۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ بواسطہ منہال بن عبید اللہ بواسطہ ایک آدمی لیلیٰ سے روایت کی جو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ تھیں۔ انھوں نے کہا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے بیت الخلا میں گئے، پھر میں گئی تو وہاں کچھ نہ دیکھا اور میں نے کستوری کی خوشبو پائی۔ چونکہ میں نے کہا: اے اے اللہ کے رسول! مجھے کچھ دکھائی نہیں دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ الْاَرْضَ أُمِرَتْ أَنْ تَكْفِيَهُ مِنَّا مَعَاشِرَ الْأَنْبِيَاءِ .)) ❹

''بے شک زمین کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم انبیا کے گروہ کی طرف سے اس کے لیے وہ کافی ہو جائے۔''

❶ یہ عبید بن عمیر بن قتادہ ابو عاصم مکی تھے۔ اہل مکہ کے قصہ گو تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں پیدا ہوئے۔ یہ عالم، واعظ اور کبار تابعین میں سے تھے اور ثقہ تھے۔ سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما ان کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے۔ یہ ۶۸ھ میں فوت ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ٤، ص: ١٥٦۔ تهذيب التهذيب، ج ٤، ص: ٤٨)

❷ یہ لوگ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس مختلف مسائل پوچھنے اور فتویٰ لینے جاتے تھے۔

❸ اسے امام شافعی رحمہ اللہ نے ''المسند'' میں نمبر ۲۲۴ پر روایت کیا۔ عبدالرزاق نے ''مصنف'' میں ج ۲، ص ۳۹۳ اور ابن ابی شیبہ نے ج ۲، ص ۲۱۸ پر، بیہقی نے ج ۳، ص ۸۸ پر حدیث نمبر ۵۳۲۵۔ امام نووی نے ''الخلاصہ'' ج ۲، ص ۶۹۳ پر لکھا اس کی سند صحیح یا حسن ہے۔

❹ المستدرك، ج ٤، ص: ٨١۔ امام وادعی نے کہا: یہ روایت منقطع ہے۔ ہمیں منہال بن عبید اللہ کا حال معلوم نہیں۔ المستدرك، ج ٤، ص: ١٦٦۔

ام المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حیاتِ مبارکہ

پہلا مبحث ...... ولادت اور والدین کے گھر میں پرورش

دوسرا مبحث ...... رفاقت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں گزرے سنہری ایام

تیسرا مبحث ...... وفاتِ نبوی کے بعد سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کیسے بسر ہوئی؟

چوتھا مبحث ...... سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات
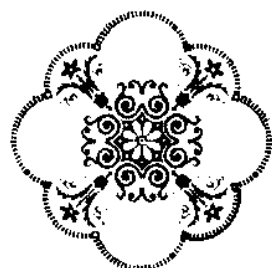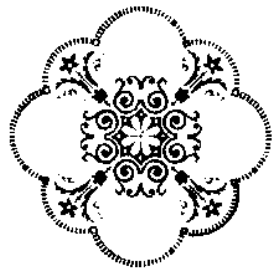
سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا قولِ زرّیں

''مجھے اپنے والدین کے بارے میں اتنا یاد ہے کہ
وہ دین دار تھے اور کوئی دن ہم پر ایسا نہ
گزرا کہ اس میں صبح اور شام
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف نہ لائے ہوں۔''
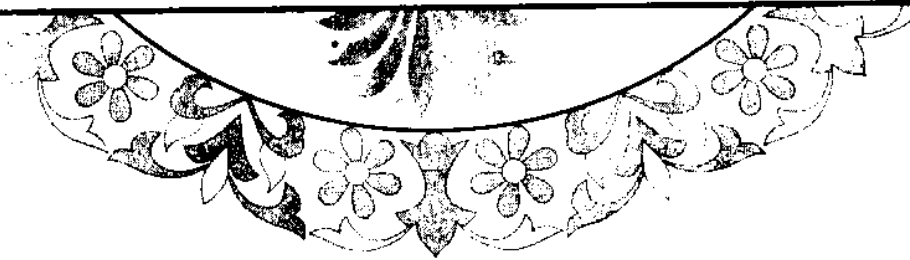
دوسرا باب:

ام المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حیاتِ مبارکہ

پہلا مبحث:...... ولادت اور والدین کے گھر میں پرورش

پیدائش وابتدائی حالات:

ام المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ میں بعثت نبوی کے تقریباً چار یا پانچ سال بعد پیدا ہوئیں۔ [1] انھوں نے زمانہ جاہلیت نہیں پایا، وہ مسلمان ماں باپ کے گھر میں پیدا ہوئیں۔ وہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا چکے تھے۔ ان کے والد محترم سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مردوں میں سب سے پہلے مسلمان ہوئے اور ان کے اسلام کی وجہ سے ان کی بیوی ام رومان بھی اسلام لے آئیں۔ ان کے ساتھ ہی ان کی دونوں بیٹیوں سیّدہ اسماء اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسلامی گھرانے میں ہی آنکھ کھولی۔ اس لیے جس گھر میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ابتدائی پرورش ہوئی وہ مسلمان گھرانوں میں پہلا گھر شمار ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنا شمار بھی مسلمات اوائل میں ہوتا ہے۔

ان کے والدین دین دار تو تھے ہی تاہم ان دونوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احترام وتکریم کا مخصوص رشتہ اور گہرا ربط بھی قائم تھا۔ جیسا کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے یہ حقیقت مروی ہے۔ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

''جب میں نے ہوش سنبھالا تو اپنے والدین کو جہاں ایک دین پر محکم پایا، وہیں یہ بھی یاد ہے

---

[1] حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا: ''وہ بعثت کے چار یا پانچ سال بعد پیدا ہوئیں، چونکہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان سے شادی کی تو ان کی عمر چھ سال تھی۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ سات سال عمر تھی اور ان دونوں اقوال کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ چھٹا سال مکمل کر کے ساتویں میں داخل ہو چکی تھیں۔'' (الاصابہ، ج ۸، ص: ۲۳۱) اور سیّد سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے اس رائے کو ترجیح دی کہ ان کی ولادت ہجرت سے پہلے ۹ نبوی میں ہوئی۔ ان کے یہ الفاظ ہیں: ''امی جان کی ولادت کی صحیح ترین تاریخ ہجرت سے پہلے ماہ شوال میں ہے جو کہ جولائی (تموز) ۶۱۴ء کے مطابق تھا اور وہ ۵ نبوی کا آخر تھا۔'' (سیرہ السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا للندوی، ص: ۴۰)

کہ ہم پر کوئی ایسا دن نہ گزرا ہوگا کہ جس میں دوبار صبح اور شام رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف نہ لائے ہوں۔''[1]

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پرورش ایک خوش حال اور نعمتوں میں پروردہ گھر میں ہوئی۔ چونکہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ کے امیر کبیر تاجر تھے۔ آپ کے ہم قوم لوگ آپ کے علم اور قابل قدر تجارت کی وجہ سے آپ کے ساتھ الفت و اکرام کا معاملہ کرتے اور آپ کو ان کی مجلسوں میں خصوصی مقام حاصل ہوتا۔

اللہ تعالیٰ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے۔ دعوتِ اسلام کی نشر و اشاعت کے لیے انھوں نے کس قدر مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا۔ روایات میں وارد ہے کہ انھوں نے ہجرت مدینہ کے وقت سفر کے لیے دو اونٹ تیار کیے۔ اپنے ساتھ پانچ ہزار درہم اور متعدد مسلمان، غلام خرید لیے تاکہ انھیں آزاد کر دیں۔ ان میں مشہور ترین حبشی غلام سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ تھے۔ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہی کافی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَا لِأَحَدٍ عِنْدَنَا يَدٌ إِلَّا وَقَدْ كَافَيْنَاهُ مَا خَلَا أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا يَدًا يُكَافِيهِ اللّٰهُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَا نَفَعَنِي مَالُ أَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِي مَالُ أَبِي بَكْرٍ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا أَلَا وَإِنَّ صَاحِبَكُمْ خَلِيلُ اللّٰهِ .))[2]

''ہم پر جس جس نے بھی احسان کیا ہم نے اس کا بدلہ اسے دے دیا، سوائے ابوبکر کے۔ کیونکہ ان کے ہمارے اوپر اتنے احسانات ہیں جن کا بدلہ اللہ تعالیٰ انھیں قیامت کے دن دے گا اور مجھے کسی کے مال سے اتنا نفع نہیں ہوا جتنا نفع مجھے ابوبکر کے مال سے ہوا۔ اگر میں کسی کو خلیل بنانا چاہتا تو یقیناً ابوبکر کو خلیل بناتا۔ خبردار! تمہارا نبی اللہ تعالیٰ کا خلیل ہے۔''

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اجتماعی مقام:

اجتماعی پہلو سے سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خاندان کو نہایت پاکیزہ مقام حاصل تھا۔ ابن دغنہ نے اجتماعی اعتبار سے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نیک شہرت اور اعلیٰ مرتبہ کو اس طرح بیان کیا:

''چنانچہ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ حبشہ کی طرف ہجرت کے ارادے سے مکہ سے نکلنے لگے تو اس

---

[1] صحيح بخاری، حدیث: ٤٧٦۔

[2] الترمذی: ٣٦٦١۔ ابن ماجہ: ٩٤۔ مسند احمد: ٧٤٣٩۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔

نے کہا: ''بے شک آپ جیسا نہ تو اپنا وطن چھوڑتا ہے نہ اسے جلا وطن کیا جاتا ہے۔ کیونکہ آپ بے سہاروں کے سہارا ہیں اور صلہ رحمی کرتے ہیں۔ ضعیفوں ❶ اور محتاجوں کی ضروریات پوری کرتے ہیں، آپ مہمان نواز ہیں، مصیبت زدہ کی مدد کرتے ہیں اور آپ میری پناہ میں ہیں۔ لہٰذا آپ واپس جائیں اور اپنے ہی شہر میں اپنے رب کی عبادت کریں۔'' ❷

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پرورش مبارک خاندان میں ہوئی۔ وہ اپنی ہم عمر بچیوں کی طرح ہی کھیلنے کی دلدادہ تھیں۔ جب وہ نو سال کی ہوگئیں تا حال ان کی سہیلیاں اور ہم جولیاں تھیں جن کے ساتھ وہ کھیلتی تھیں۔ ان کا ایک پنگھوڑا بھی تھا جس پر وہ جھولا جھولتیں۔ خود سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی آپ بیتی بیان کرتے ہوئے بیان کیا کہ وہ کس طرح پنگھوڑے پر جھولے جھولتی سسرال جا پہنچیں۔ وہ کہتی ہیں:

''میں پنگھوڑے پر جھول رہی تھی کہ میری ماں ام رومان رضی اللہ عنہا میرے پاس آئیں۔ میرے ساتھ میری سہیلیاں بھی تھیں۔ انھوں نے مجھے زور سے پکارا۔ میں ان کے پاس چلی گئی۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ مجھے کیا کہنا چاہتی ہیں۔ انھوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے گھر کے دروازے پر لا کھڑا کیا۔ میں ہانپ رہی تھی ❸ یا زور زور سے روتے ہوئے ہائیں بھر رہی تھی۔

''جب میرا سانس تھم گیا اور میں خاموش ہوگئی۔ تب میری والدہ مجھے گھر کے اندر لے گئی۔ وہاں میں نے کچھ انصاری عورتوں کو دیکھا۔ وہ کہنے لگیں:

''خیر و برکت کے ساتھ، سعادت منداور خوش نصیب رہو۔'' ❹

---

❶ **الکلّ**: ...... ہر اس بوجھ کو کہتے ہیں جو اُٹھانا پڑے۔ نیز الکلُّ تنگدستوں اور کمزوروں پر بھی بولا جاتا ہے۔ (النهاية في غريب الحديث والأثر لابن الاثير، ج ٤، ص: ١٩٨۔ فتح الباري لابن حجر، ج ١، ص ١٨٠۔ تاج العروس للزبيدي - ماده: ك - ل - ل)

❷ صحيح بخاري، حديث: ٢٢٩٧۔

❸ **هَهْ هَهْ**: ..... اس کے دو معنی کیے گئے ہیں: (١) پھولے ہوئے سانس کے ساتھ ہانپنا۔ (٢) زور زور سے روتے ہوئے هَهْ هَهْ کی آواز نکالنا۔ (مشارق الانوار للقاضي عياض، ج ٢، ص: ٢٧٢۔ غريب الحديث لابن الجوزي، ج ٢، ص: ٥٠٦۔ شرح مسلم للنووي، ج ٩، ص: ٢٠٧)

❹ **علی خیر طائر**: ...... یعنی سعادت مندی تیرا انتظار کر رہی ہے، یا تم بہت خوش قسمت ہو۔ عربوں کے ہاں یہ جملہ نیک فالی کے موقع پر بولا جاتا ہے۔ (مشارق الانوار ج ٢، ص: ٢٧٢۔ فتح الباري لابن حجر، ج ٧، ص: ٢٢٤۔ شرح مسلم للسيوطي، ج ٤، ص: ٢٧۔ بخاري: ٣٨٩٤۔ مسلم: ١٤٢٢)۔

اپنی شادی کے بعد بھی کچھ عرصے تک اپنی ہم عمر سہیلیوں کے ساتھ وہ کھیلا کرتی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی نوعمری اور کھیلنے کی ضرورت کا خاص خیال رکھتے۔ ان کی جو سہیلیاں ان کے ساتھ کھیلنے کے لیے آتی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کے ساتھ کھیلنے کی فرصت مہیا کرتے تھے۔ ان کے پاس کھلونے تھے جن کے ساتھ وہ کھیلا کرتی تھیں۔ اس کے متعلق سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''میں شادی کے بعد بھی گڑیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھی۔'' ❶

''ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا گڑیوں کے ساتھ کھیل رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گڑیوں کے درمیان ایک گھوڑا دیکھا جس کے دائیں اور بائیں دو پَر تھے۔

آپ نے ان سے پوچھ لیا: اے عائشہ! یہ کیا ہے؟

تو کہا: یہ گھوڑا ہے۔

پھر آپ نے پوچھا: کیا گھوڑے کے دو پَر بھی ہوتے ہیں؟

تو فوراً جواب دیا: کیا سلیمان علیہ السلام کے گھوڑے کے بے شمار پَر نہیں تھے۔

یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیے۔'' ❷

یہ جواب ان کی عمدہ ذہانت اور انتہائی فطانت کی دلیل ہے۔ انھیں اپنے بچپن کے بیشتر واقعات اَزبر تھے۔ جتنی احادیث انھیں میسر آتیں، بقدر استطاعت ان سے ضرور مسائل اخذ کرتیں۔ وہ کہتی ہیں:

''محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ میں جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں اس وقت کم عمر، کھیلنے والی ایک لڑکی تھی:

﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَىٰ وَأَمَرُّ ۝﴾ (القمر: ٤٦) ''بلکہ قیامت ان کے وعدے کا وقت ہے اور قیامت زیادہ بڑی مصیبت اور زیادہ کڑوی ہے۔'' ❸

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر ابھی تک آٹھ سال کے لگ بھگ تھی۔ لیکن اپنی بے پناہ ذہانت کی بدولت وہ اس نوعمری میں بھی بات سمجھتی اور اَزبر کر لیتی

---

❶ السیّدہ عائشہ أُم المؤمنین و عالمة نساء العالمین، ص: ٢٢-٢٥.

❷ اسے ابوداؤد نے روایت کیا: ٤٩٣٢- نسائی بحوالہ سنن کبریٰ، ج٥، ص ٣٠٦، حدیث: ٨٩٥٠- بیہقی، سنن کبری، ج ١٠، ص: ٢١٩، حدیث: ٢١٥١٠.

❸ صحیح بخاری: ٤٩٩٣-

تھیں۔ ہجرتِ نبویہ کے اسرار وحوادث انھیں خوب یاد تھے۔ ❶

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنے والد کے ہاں مقام ومرتبہ

اس مقام پر یہ بات نہایت توجہ طلب ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے والد کے درمیان محبت پدری کے ساتھ ساتھ باہمی احترام واعتماد کے تعلقات قائم تھے۔ چونکہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے والدمحترم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بہترین صحابی شمار کرتی تھیں اور وہ اپنے والدمحترم کی اس نصرت وصحابیت کوانتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتیں جو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نچھاور کرتے تھے۔ اسی وجہ سے ان کے ساتھ اپنی نسبت کوعزت و اکرام کی نظر سے دیکھتی تھیں اور سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اپنی بیٹی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہونہار، لاڈلی بیوی اور ام المؤمنین کے طور پر دیکھتے تھے۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث وفہم حدیث کے متعلق سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی معلومات کو سراہا۔ اسی لیے سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی کی خصوصی قدر کرتے، ان پر اعتماد کرتے اور بیشتر دینی معاملات میں ان کی رائے لیتے اور اکثر اوقات ان کی رائے کوعملی جامہ پہناتے، ❷ بلکہ ان سے احادیث بھی روایت کرتے۔ ❸

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شفقت پدری

وہ اپنی بیٹی کے ساتھ بے حد شفقت اور ہمدردی کے ساتھ پیش آتے۔ وہ انھیں کہتے رہتے: ''تمھیں جس چیز کی ضرورت ہو مجھ سے طلب کرلیا کرو۔'' ❹

سیّدنا براء رضی اللہ عنہ ❺ سے روایت ہے:

''ایک بار میں سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے اہل خانہ کے پاس گیا۔ اچانک دیکھا کہ

---

❶ سیرة سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا للندوی، ص ۴۳۔

❷ اس کی مثال کتاب کے آئندہ صفحات پر آئے گی۔

❸ الاجابة لایراد مااستدرکته عائشة علی الصحابة للزرکشی، ص: ۷۵۔

❹ الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۸، ص ۱۷۹۔

❺ سیّدنا براء بن عازب بن حارث: ابوعمارہ اوسی المدنی، صحابی ابن صحابی رضی اللہ عنہما، بڑے بڑے فقہا صحابہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پندرہ غزوات میں شریک ہوئے۔ بیشتر فتوحات جیسے کہ ''فتح الری'' وغیرہ میں شریک رہے۔ ۷۲ھ میں راہی فردوس ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ۵، ص ۱۹۱۔ تهذیب التهذیب، ج ٤، ص: ۱۱)

وہاں ان کی بیٹی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا لیٹی ہوئی تھیں، جنھیں بخار تھا۔ میں نے دیکھا، ان کے والد نے ان کا رخسار چوم کر پوچھا: اے میری پیاری بیٹی! تیرا کیا حال ہے؟'' ❶

جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھوں نے اپنی بیٹی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یوں مخاطب کیا:

''اے میری بیٹی! مجھے اپنے بعد لوگوں میں تجھ سے زیادہ کسی کے متعلق یہ آرزو نہیں کہ وہ مالدار بن کر رہے اور نہ تجھ سے بڑھ کر کسی کے فقیر ہونے کا مجھے اندیشہ ہے۔'' ❷

اسی طرح انھوں نے اپنی زندگی میں ہی اپنے مال سے بیس وسق ❸ کھجوریں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہدیہ کر دیں۔ ❹

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی اولاد کی تربیت کے لیے پر عزم تھے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے باپ سے مرعوب رہتی اور ان کی ناراضگی سے بچنے کی کوشش کرتی تھی۔ حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کے بعد بھی ان کا یہی حال رہا۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ ❺ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نو بیویاں تھیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی چیز لاتے تو تمام کی تمام ایک ہی بیوی کو نہ دے دیتے بلکہ وہ چیز آپ اپنی نو بیویوں میں برابر تقسیم کرتے۔ چونکہ تمام ازواج مطہرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بیوی کے پاس رات کو اکٹھی ہوتی تھیں، جہاں آپ

---

❶ صحیح بخاری: ٣٩١٧۔

❷ اسے امام مالک نے "مؤطا ج ٤، ص ١٠٨٩" ...... عبدالرزاق نے مصنف میں ج ٩، ص: ١٠١ اور بیہقی نے ج ٦، ص: ١٦٩ پر حدیث نمبر ١٢٢٩٨ میں روایت کیا ہے۔ جب کہ اس کی سند کو ابن کثیر رحمہ اللہ نے "ارشاد الفقیہ، ج ٢، ص: ١٠٤ پر صحیح کہا ہے۔ ابن الملقن نے "البدر المنیر، ج ٧، ص: ١٤٤" پر اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے "ارواء الغلیل، ج ٦، ص: ٦١" پر اسے صحیح کہا ہے۔

❸ **وسق**: ......٦٠ صاع کے برابر وزن اور صاع تقریباً ڈھائی کلو کے برابر ہوتا ہے۔ (النہایۃ فی غریب الحدیث، ج ١، ص: ٤٤ اور ج ٢، ص: ٣٨٠۔)

❹ اسے امام مالک رحمہ اللہ نے المؤطا ص ٧٥٢ اور امام عبدالرزاق نے مصنف کی ج ٩، ص ١٠١ پر روایت کیا ہے۔

❺ سیدنا انس بن مالک بن نضر ابو حمزہ انصاری، خزرجی رضی اللہ عنہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے اور انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو کثرت سے روایت کیا۔ وہ سب صحابہ کے بعد بصرہ میں ٩٢ھ میں فوت ہوئے۔ (الاستیعاب، ج ١، ص: ٣٥۔ الاصابۃ، ج ١، ص: ١٢٦)

نے رات بسر کرنی ہوتی تھی۔ ایک بار آپ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے تو سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا (1) آئیں تو آپ نے اپنا ہاتھ مبارک ان کی طرف بڑھایا تو سیّدہ (عائشہ رضی اللہ عنہا نے) کہہ دیا یہ زینب ہے۔ تب آپ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ ان دونوں میں بحث شروع ہوگئی اور نوبت شور وغل تک پہنچ گئی۔ (2)

اسی اثناء میں نماز کے لیے اذان ہوئی تو سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے۔ انھوں نے ان دونوں کی بلند آوازیں سنیں تو کہا: اے اللہ کے رسول! آپ نماز کی طرف تشریف لائیں اور ان کے مونہوں میں مٹی بھر دیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرف چلے گئے تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہو جائیں گے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ آکر میرے ساتھ یہ یہ سلوک کریں گے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور انھیں خوب ڈانٹ پلائی۔ (3) کہنے لگے: کیا تمہارا یہ سلوک ہے؟ (4)

''ایک بار جب سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بلند آواز سنی تو وہ ان کے گھر میں گئے اور انھیں سزا دینے کے لیے پکڑ لیا اور کہنے لگے: ''میں تمھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کبھی آواز بلند کرتے ہوئے نہ دیکھوں۔'' تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیوی کو ان کے والد کے غصے سے بچانے کے لیے درمیان میں آگئے۔ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غصے میں چلے گئے۔ (5)

بیویوں کو دو باتوں کا اختیار دینے کے واقعہ میں یہ الفاظ بھی ہیں:

''سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت چاہی تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان میں سے کسی کو اندر جانے کی اجازت نہ ملی۔ بقول راوی: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپ نے اجازت دے دی وہ اندر تشریف لے گئے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ آئے، انھوں نے بھی اجازت طلب کی، انھیں بھی آپ نے

---

(1) یہ ام المومنین سیّدہ زینب بنت جحش بن رئاب اسدی رضی اللہ عنہا ہیں۔ انھی کی شان میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا: ﴿فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا﴾ (الاحزاب: ۳۷) ''پھر جب زید نے اس سے اپنی حاجت پوری کر لی تو ہم نے تجھ سے اس کا نکاح کر دیا۔'' اور انھی کے سبب آیت حجاب نازل ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سب سے پہلے وہی ۲۰ھ میں فوت ہوئیں۔ (الاستیعاب، ج ۲، ص: ۹۷۔ الاصابة، ج ٦، ص: ۲۵۷۔)

(2) استخبتا: مختلف آوازوں کے ساتھ شور شرابا کرنا۔ (شرح صحیح مسلم للنوی ج ۱۰، ص: ٤٧)

(3) اسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، حدیث: ۱۴۶۲۔

(4) سیرت السیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا للندوی، ص: ۵۹۔

(5) متفق علیہ۔

اجازت دے دی، وہ بھی اندر تشریف لے گئے۔ انھوں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد ان کی سب بیویاں بیٹھی ہیں اور آپ ان کے درمیان بالکل خاموش نظریں جما کر بیٹھے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں رفقائے خاص سے فرمایا: تم دونوں دیکھ رہے ہو؟ انھوں نے مجھے گھیرا ڈال رکھا ہے۔ یہ مجھ سے خرچ مانگتی ہیں۔ یہ سن کر سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اُٹھے اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو گردن سے پکڑ لیا۔ ❶ اور عمر رضی اللہ عنہ اُٹھے اور اپنی بیٹی سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو گردن سے پکڑ لیا۔ وہ دونوں کہہ رہے تھے کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ چیزیں مانگتی ہو جو آپ کے پاس نہیں؟ ان سب نے بیک زبان عہد کیا کہ اللہ کی قسم! ہم کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ چیز نہیں مانگیں گی جو آپ کے پاس نہ ہوگی۔'' ❷

گویا سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایسے مبارک خاندان اور صدق و ایمان سے لبریز لمحات میں آنکھ کھولی اور دین اسلام کی تعلیمات سے جھلمل جھلمل کرتے ماحول میں پرورش پائی۔ اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے اپنے بچپن میں ہی ان ہولناک مراحل کا مشاہدہ کیا جن کا سامنا دعوتِ اسلام کو کرنا پڑا اور جو دُکھ درد اور ظلم و ستم مسلمانوں نے سہے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان واقعات سے ہمیں کچھ بتائے ہیں جو ان کے والد محترم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دین و ایمان کی راہ میں پیش آئے۔ وہ بیان کرتی ہیں:

''یہاں تک کہ وہ سرزمین مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کے لیے مجبور ہو گئے۔ ان کی چاہت تھی کہ وہ وہاں رکنے والے اپنے مسلمان بھائیوں سے جا ملیں۔ جب وہ ''برک الغماد'' ❸ نامی مقام پر پہنچے تو انھیں ابن دغنہ ملا جو قارہ نامی قبیلہ کا سردار تھا۔ اس نے سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مکہ واپس آنے پر آمادہ کر لیا۔ قریش کی تکالیف سے آپ کو پناہ مہیا کی۔ اس نے جو الفاظ آپ کی شان میں کہے ان میں سے کچھ یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔ اس نے کہا:

اے ابوبکر! تجھ سا کوئی آدمی نہ اپنی سرزمین سے ازخود نکلتا ہے اور نہ نکالا جاتا ہے۔ بلاشبہ آپ بدحال کے لیے کماتے ہیں اور صلہ رحمی کرتے ہیں، مصیبت زدہ کا سہارا بنتے ہیں، مہمان نواز ہیں، حق کے رستے میں آنے والی مشکلات میں مدد کرتے ہیں، پس میں آپ کو اپنی پناہ

---

❶ عُنُقَهَا:......یعنی جب گردن سے پکڑا جائے۔ (شرح مسلم للنووی، ج ۱۰، ص: ۸۲۔)

❷ اسے مسلم نے روایت کیا ہے، حدیث: ۱۴۷۸۔

❸ بـرك الغماد: ...... یمن کے ایک گاؤں کا نام ہے اور ایک قول کے مطابق مکہ سے جنوب کی جانب پانچ راتوں کی مسافت پر ایک جگہ کا نام ہے۔ النهاية فی غريب الحديث، ج ۱، ص: ۱۲۱۔

میں لیتا ہوں۔ آپ واپس آجائیں اور اپنی سرزمین پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہیں۔'' ❶

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہجرتِ مدینہ تک اپنے والد محترم کے گھر پرورش پاتی رہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے یارِ غار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ہجرتِ مدینہ کی اور آپ اپنے اہل وعیال مکہ مکرمہ میں ہی چھوڑ آئے تھے۔ جب مدینہ طیبہ کے شب و روز معمول کے مطابق ہو گئے اور حالات پرسکون ہو گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال کو مدینہ منورہ بلا لیا۔ انھوں نے مکہ مکرمہ میں یہ دن نہایت عسرت کے ساتھ گزارے۔ سیّدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرتِ مدینہ کے لیے روانہ ہوئے تو جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال و متاع جو پانچ یا چھ ہزار درہم کی مالیت کے برابر تھا، اپنے ساتھ لے لیا۔ سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''ہمارے پاس میرے دادا جان ابو قحافہ آئے، جب کہ ان کی بینائی ختم ہو چکی تھی۔ وہ کہنے لگے: اللہ کی قسم! میرے گمان کے مطابق ابوبکر نے اپنی ذات سمیت اپنے مال کو بھی تم سے چھین لیا ہے۔ میں نے کہا: اے ابا جان! ہرگز ایسا نہیں۔ وہ ہمارے لیے بھی بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں۔ چنانچہ میں نے کچھ پتھر لیے اور اپنے گھر یا دیوار کے اس ''طاق'' ❷ میں رکھ دیے جہاں میرے والد محترم اپنا مال و دولت رکھتے تھے۔ پھر میں نے اس پر کپڑا ڈال دیا، پھر دادا کا ہاتھ پکڑ کر وہاں لے آئی اور کہا: اے ابا جان! اس مال پر اپنا ہاتھ رکھیں۔ انھوں نے اپنا ہاتھ اس پر رکھ دیا اور کہا کہ مال تمہاری گزران کے لیے کافی ہے۔ اگر وہ تمہارے لیے اتنا کچھ چھوڑ گئے ہیں تو یہ بہت ہی اچھا ہے۔ اس سے تمہاری گزر بسر بخوبی ہو جائے گی۔ سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: اللہ کی قسم! میرے والد محترم نے ہمارے لیے کچھ بھی نہ چھوڑا لیکن میں نے چاہا کہ میں اپنے بوڑھے دادا جان کو کسی طریقے سے مطمئن کر دوں۔'' ❸

---

❶ عائشہ معلمة الرجال والاجیال، لمحمد علی قطب، ص: ۱۵۔ بخاری: ۲۲۹۷۔

❷ الکوة:...... دیوار میں بنایا گیا خانہ اور گھر میں مال رکھنے کے لیے کھودا گیا گڑھا یا سوراخ وغیرہ۔ (لسان العرب لابن منظور، ج ۱۵، ص ۲۳۵۔)

❸ مسند احمد: ۲۷۰۰۲۔ معجم طبرانی، ج ۱۷، ص ۳۳٤۔ مستدرك حاكم، ج ۳، ص: ٦۔ امام حاکم رحمہ اللہ کے بقول یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے، لیکن امام بخاری و امام مسلم رحمہ اللہ دونوں نے اسے روایت نہیں کیا اور امام ہیثمی رحمہ اللہ نے ''مجمع الزوائد'' ج ٦، ص ٦٣ پر اسے روایت کیا۔ ابن اسحاق کے علاوہ اس سند کے تمام راوی صحیحین کے راوی ہیں۔ تاہم ابن اسحاق نے سماع کی تصریح کی ہے۔ امام وادعی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے۔ (الصحیح المسند: ۱٥٤٥)

دوسرا مبحث:

رفاقت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں گزرے سنہری ایام

پہلا نکتہ......سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرتِ مدینہ سے تین سال پہلے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی۔ یہ اسی سال کی بات ہے جس سال سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔ امام عینی رحمہ اللہ شارح بخاری کے بقول صحیح ترین رائے کے مطابق ان کی وفات ہجرت سے تین سال پہلے ہوئی۔ ایک رائے پانچ سال اور ایک رائے چار سال پہلے کی ہے۔ [1]

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے کہا:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ کی طرف بغرض ہجرت روانگی سے تین سال پہلے سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔ اس سلسلے میں جو کچھ کہا گیا ہے ان سب میں یہ قول بہترین اور ان شاء اللہ صحیح ترین ہے۔'' [2]

صحیح بخاری میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی یہ الفاظ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تین سال بعد مجھ سے نکاح کیا۔ [3] تو اس سے مراد ازدواجی تعلقات کا قیام ہے۔ [4]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرتِ مدینہ کے سات یا آٹھ ماہ بعد سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ازدواجی تعلقات قائم کیے۔ امام ابن مندہ رحمہ اللہ کے بقول:

''جب وہ نو سال کی عمر کو پہنچیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں تشریف لانے کے سات ماہ بعد ان کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کیے۔'' [5]

---

[1] عمدة القاری للعینی، ج۱، ص: ٦٣۔

[2] الاستیعاب، ج ٤، ص ١٨٨١۔

[3] صحیح بخاری: ٣٨١٧۔

[4] فتح الباری لابن حجر، ج ٧، ص: ١٣٦ و ٢٢٤۔

[5] معرفة الصحابة لابن منده، ص: ٩٣٩۔

شارح صحیح بخاری علامہ عینی رحمہ اللہ کے بقول:

''پھر رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر میں ہجرت کے سات یا آٹھ ماہ بعد ''سنح'' کے مقام پر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کیے۔'' ❶

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے بقول:

''اسماعیلی نے اپنی سند کے ساتھ ہشام سے روایت کی کہ اس کے والد نے ولید کی طرف لکھ بھیجا: تو نے مجھ سے پوچھا کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کب وفات پائی؟ تو وہ نبی کریم ﷺ کے مکہ سے (بغرضِ ہجرت مدینہ) کوچ سے تقریباً تین سال پہلے فوت ہوئیں۔ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد نبی کریم ﷺ نے جب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو ان کی عمر چھ سال تھی۔ پھر نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں اپنے قیام کے دوران ان سے ازدواجی تعلقات تب قائم کیے جب وہ نو سال کی تھیں، تو اس سیاق میں کوئی اشکال نہیں نیز اس سے سابقہ اشکال بھی دُور ہو جاتا ہے، واللہ اعلم۔''

جب یہ ثابت ہو گیا کہ آپ ﷺ نے ہجرتِ مدینہ کے پہلے سال ماہِ شوال میں ان سے ازدواجی تعلقات قائم کیے تھے تو یہ قول زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے سات ماہ بعد ان سے ازدواجی تعلقات قائم کیے تھے، جب کہ امام نووی نے اپنی کتاب ''التھـذیـب'' میں اس رائے کو ضعیف کہا ہے۔ حالانکہ اگر ہم ماہِ ربیع الاوّل سے شمار کریں تو یہ رائے ضعیف ثابت نہیں ہوتی۔ ❷

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے وقت ان کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ ان لوگوں کا استدلال ان تمام استنباطات سے ہے جو وہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کی بہن سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہا کی عمروں کے درمیان فرق سے دیکھتے ہیں، جو حقیقت یہاں واضح کرنا مقصود ہے اور جسے سمجھنا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ کے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ چھ سال کی عمر میں نکاح کی تحدید و تعیین علماء کے اجتہاد پر مبنی نہیں ہے کہ دیکھا جائے کہ غلط کیا ہے اور صحیح کیا ہے۔ بلکہ یہ تو ایک ثابت شدہ تاریخی حقیقت ہے جس کی صحت کی تاکید اور جسے ماننے کی ضرورت کی متعدد وجوہ ہیں:

---

❶ عمدة القاری للعینی ج ۱۷، ص ۳٤۔

❷ فتح الباری، ج ۷، : ۲۲۵۔

۱۔ اس حقیقت کو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہ جن کا اپنا ذاتی معاملہ ہے، وہ خود بیان کرتی ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ چھ سال کی عمر میں شادی کی، اور جب میں نو سال کی ہوئی تو میرے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازدواجی تعلقات قائم کیے۔'' ❶

۲۔ یہ روایت کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین کتابوں میں مروی ہے۔ جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے ناموں سے مشہور و متداول ہیں۔

۳۔ اس روایت کے محکم ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس کی متعدد اسناد ہیں اور اس روایت کی صرف ایک سند نہیں جیسا کہ کچھ لوگوں نے مشہور کر رکھا ہے۔ اس حدیث کی اسناد کے مفصل مطالعہ کے لیے اس موضوع پر لکھی گئی کتب و مصادر کی طرف رجوع مستحسن ہے۔ ان میں سے بعض کے نام اس حاشیہ نمبر۳ کے آخر میں بھی تحریر ہیں۔

۴۔ یہ کہ شادی کے وقت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کی تصریح ان صحابیات سے بھی مروی ہے جو سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی آپ کے ساتھ شادی میں رابطہ کار تھیں۔ ❷

ان کی سند کے ساتھ مروی ہے کہ ہمیں ابوسلمہ اور یحییٰ رحمہما اللہ نے یہ حدیث سنائی: ''جب سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی تو سیّدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بیوی سیّدہ خولہ بنت حکیم آئی اور کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! کیا آپ شادی نہیں کریں گے؟ آپ نے فرمایا: ''کس کے ساتھ؟'' انھوں نے کہا: اگر آپ کنواری کے ساتھ چاہیں تو وہ بھی ہے اور اگر آپ بیوہ یا مطلقہ کے ساتھ چاہیں تو وہ بھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کنواری کون ہے؟ اس نے کہا: اللہ عزوجل کی مخلوق میں سے آپ کی محبوب ترین شخصیت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہے۔'' مفصل واقعہ مذکور ہے۔ اس میں یہ الفاظ بھی ہیں: ''بے شک سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح کے وقت عمر چھ سال تھی۔ جب آپ نے ان کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کیے تو اس وقت ان کی عمر نو سال تھی۔

اس حدیث کے بارے میں امام ذہبی رحمہ اللہ نے ''سیر اعلام النبلاء، ج ۲، : ۱۱۳'' میں کہا: ''یہ مرسل ہے۔'' جب کہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ''البدایة والنهایة ، ج ۳ ، ص: ۱۲۹ '' میں کہا: ''سیاق حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مرسل ہے حالانکہ یہ متصل ہے۔'' اور ہیثمی رحمہ اللہ نے ''مجمع

---

❶ اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، حدیث: ۳۸۹۶۔

❷ مسند احمد، ج ٦ ، ص: ۲۱۰ ، حدیث: ۲۵۸۱۰۔

الزوائد ، ج ۹ ، ص ۲۲۸" میں کہا: اس (مذکورہ) راوی کی اکثر احادیث مرسل ہوتی ہیں اور اس کی سند میں محمد بن عمرو بن علقمہ راوی کو متعدد ائمہ نے ثقہ کہا ہے اور اس حدیث کے دیگر رواۃ صحیح مسلم کے ہیں۔
''شعیب ارناؤوط رحمہ اللہ نے "مسند احمد" کی تحقیق کے دوران ج ۶، ص: ۲۱۰ پر اسے حسن کہا ہے۔

۵۔ اس واقعہ کو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود بھی بیان کیا ہے۔ دیگر راویوں نے بھی ان سے روایت کیا ہے۔ جن مصادر و مراجع میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حالات درج ہیں ان سب کا متفقہ فیصلہ یہی ہے۔ ان میں سے کسی نے بھی اس حقیقت میں اختلاف نہیں کیا اور یہ کوئی اجتہادی مسئلہ بھی نہیں۔ جب کوئی اپنی ذات کے بارے میں خود بات کرے تو پھر کسی اور کو اس سے اختلاف کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

۶۔ تمام تاریخی مصادر کا اتفاق ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ولادت باسعادت اسلام میں ہوئی جو بعثت نبوی کے چار یا پانچ سال کے بعد کا واقعہ ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے اور اس بنیاد پر ہجرت کے وقت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر آٹھ یا نو سال بنتی ہے۔ یہ حقیقت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اپنے متعلق بیان کردہ حکایت کے موافق ہے، جو تحریر کی جا چکی ہے۔

۷۔ مصادر اس بات پر بھی متفق ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ اس طرح ہجرت کے وقت ان کی عمر نو سال ہی بنتی ہے۔ یہ حقیقت اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے وقت عمر کے متعلق بیان کردہ دیگر حقائق میں مکمل موافقت ہے۔

۸۔ سیرت، تاریخ اور سوانح و تراجم کے تمام مصادر میں مروی ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات تریسٹھ سال کی عمر میں ہوئی، اور یہ ۵۷ھ تھا۔ اس طرح (نکاح کے وقت) ان کی عمر چھ سال اور ہجرت کے سال ان کی عمر آٹھ سال بنتی ہے اور جب نامکمل سال مکمل شمار کیے جائیں، جیسا کہ عربوں کی حساب کے دوران عادت ہے تو ہجرت کے سال ان کی عمر آٹھ سال بنتی ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کے بعد ازدواجی تعلقات قائم ہوتے وقت ان کی عمر آٹھ سال اور آٹھ ماہ یعنی نو سال بنتی ہے۔

۹۔ جو کچھ تحریر کر دیا گیا ہے وہ علماء کی اس تحقیق کے بھی موافق ہے جو انھوں نے سیّدہ اسماء بنت ابوبکر صدیق اور سیّدہ عائشہ کی عمروں کے درمیان فرق تحریر کیا ہے۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اور سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہا سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے عمر میں دس سال سے زیادہ بڑی تھیں۔'' ❶

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بعثت نبوی کے چار یا پانچ سال بعد پیدا ہوئیں۔ ابو نُعیم رحمہ اللہ "معرفة الصحابة، ج ٦، ص: ٣٢٥٣ پر سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہا کے متعلق تحریر کرتے ہیں وہ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے دس سال پہلے پیدا ہوئیں۔

گویا سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہا کی عمروں میں چودہ یا پندرہ سال کا فرق ہے اور یہ رائے علامہ ذہبی رحمہ اللہ کی گزشتہ رائے کے موافق ہے۔ ان تمام دلائل سے پہلی دلیل ہی کافی ہے۔ اس کے علاوہ جو مزید دلائل تحریر کیے گئے ہیں وہ پہلی دلیل کی تاکید اور توثیق کے طور پر تحریر کیے گئے ہیں۔ نیز صحیح دلیل ایک ہی ہو تو وہ دعویٰ کے ثبوت کے لیے کافی ہوتی ہے جب کہ اس مسئلہ میں تو اہل علم کا اجماع بھی ہے۔
واللہ اعلم

تاریخی انحراف کی اصل وجہ:

درحقیقت اس تاریخی انحراف کا سبب صرف یہ ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کے بچپن اور کم عمری میں شادی کر لی تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں عیب شمار ہوگا، حالانکہ ایسا کچھ نہیں۔ کیونکہ جزیرۃ العرب کی سرزمین گرم ترین علاقوں میں شمار ہوتی ہے اور عموماً گرم علاقوں میں بلوغت قدرے پہلے شروع ہو جاتی ہے۔ اسی لیے شادی بھی جلدی ہوتی ہے اور موجودہ زمانے میں بھی جزیرۃ العرب میں یہی کچھ مروج ہے۔ نیز ہر علاقے کی خواتین کا مزاج اس علاقے کی آب و ہوا، قبائل اور خاندانوں کے اعتبار سے اپنی ہم عصر و ہم عمر خواتین سے مختلف ہوتا ہے۔ بلکہ بعض حالات میں تو یہ فرق زیادہ ہو جاتا ہے۔

قارئین کرام! آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے حالات کا مطالعہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی کنواری لڑکی سے شادی نہیں کی۔ آپ کی بقیہ تمام بیویاں آپ کے ساتھ شادی کے بندھن میں آنے سے پہلے شادی کر چکی تھیں۔ کوئی مطلقہ تھی تو کوئی بیوہ (اور ان میں سے بعض کی اپنے پہلے شوہروں سے اولاد بھی تھی) تو اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان شادیوں کی وجہ ازدواجی خوشیاں نہیں تھا (بلکہ ان شادیوں کا ایک مخصوص پس منظر تھا۔ متفرق نوعیت کے مصالح تھے جن کا اسلام کی دعوت اور اسلام کے پیغام کی نشر و اشاعت سے تھا)

---

❶ سیر اعلام النبلاء ج ٢، ص: ١٨٨۔

جب کسی کا شادی سے مقصود حصول لذت ہو تو وہ اپنے لیے سب سے پہلے ایسی عورتیں منتخب کرتا ہے جن میں حسن و جمال اور ترغیب کا وافر سامان موجود ہو (یہاں اس بات کو بھی پیش نگاہ رکھئے کہ طاہر و مطہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی شادی پچیس برس کی بھر پور جوانی کی عمر میں چالیس برس کی بیوہ سے کی، جو اولاد والی تھی۔ پھر تقریباً بائیس برس کا طویل عرصہ یعنی اپنی جوانی کا عرصہ اس ایک زوجہ مطہرہ کی رفاقت میں بسر کیا۔ جب سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی تو ان کی عمر باسٹھ برس تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سینتالیس سال کے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواجی زندگی کا یہ پہلو ان لوگوں کے ناروا پروپیگنڈے کے خلاف بہت بڑی دلیل ہے جو حضرت آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں نازیبا اعتراض کرتے ہیں۔

اس مسئلے کی مزید معلومات کے لیے درج ذیل مصادر سے استفادہ کر لیا جائے:

۱:...... مقالہ "تحقیق سنّ عائشه رضی اللہ عنہا" جو علامہ احمد شاکر کی تالیف "کلمة الحق" میں شامل ہے۔

۲:...... مقالہ "الرد علی من طعن فی سن زواج عائشه رضی اللہ عنہا" محمد عمارہ۔

۳:...... بحث "السهام الرائشة للذب عن سنّ زواج السيّده عائشه رضی اللہ عنہا" ایمن خالد۔

۴:...... کتاب "السنا الوهاج فی سنّ عائشه رضی اللہ عنہا عند الزواج" فہد غُفَیلی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کرنے سے پہلے انھیں خواب میں دیکھا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أُرِيتُكِ فِي الْمَنَامِ ثَلَاثَ لَيَالٍ، جَاءَنِي بِكَ الْمَلَكُ فِي سَرَقَةٍ مِنْ حَرِيرٍ فَيَقُولُ: هٰذِهِ اِمْرَأَتُكَ، فَأَكْشَفُ عَنْ وَجْهِكَ، فَإِذَا أَنْتِ هِيَ، فَأَقُولُ: إِنْ يَكُ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ يُمْضِهِ)) ❶

"تین راتوں میں مجھے خواب میں تمھیں دکھایا گیا۔ فرشتہ ایک ریشمی ٹکڑے میں تمہاری تصویر لایا اور اس نے کہا: یہ آپ کی بیوی ہے۔ جب میں نے تمہارے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو تم وہی تھی۔ چنانچہ میں نے کہا: اگر یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو وہی اسے نافذ کرے گا۔"

اس مبارک خواب کے بعد منگنی کا مرحلہ طے ہوا جس کا تذکرہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے خوب تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ وہ ایسا کیوں نہ کرتیں کیونکہ ان ایام کی حلاوت نے ہی ان کی زندگی کو یادگار بنا دیا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

---

❶ صحيح بخاری: ۳۸۹۵۔ صحیح مسلم: ۲٤۳۸۔

''جب خدیجہ رضی اللہ عنہا ❶ نے وفات پائی تو سیّدنا عثمان بن مظعون کی بیوی سیّدہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا آپ شادی نہیں کریں گے؟ تو آپ نے جواب دیا: اور کون مجھ سے شادی کرے گی؟ تو انھوں نے کہا: اگر آپ کنواری سے شادی کرنا چاہیں تو بھی موجود ہے، اور اگر آپ بیوہ یا مطلقہ سے شادی کرنا چاہیں تو وہ بھی موجود ہے۔ آپ نے پوچھا: کنواری کون ہے؟ اس نے کہا: اللہ کی مخلوق میں سے آپ کے نزدیک محبوب ترین شخص کی بیٹی ہے۔ سیّدہ عائشہ بنت سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہما۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: بیوہ یا مطلقہ کون ہے؟ اس نے کہا: سودہ بنت زمعہ بن قیس ❷۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائی اور آپ کے دین کی انھوں نے پیروی کی۔ آپ نے فرمایا: تم جاؤ اور ان دونوں کے پاس میرا تذکرہ کرو۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ وہ میرے پاس تشریف لائیں اور سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہوئی۔ وہاں اسے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ محترمہ سیّدہ اُم رومان ملیں۔ انھوں نے کہا: اے ام رومان! اللہ عزوجل نے تمہارے اوپر کتنی خیر و برکت نازل کی ہے۔ اس نے پوچھا: تیری کیا مراد ہے؟ اس نے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے عائشہ کی منگنی کے لیے بھیجا ہے۔ ام رومان نے کہا: مجھے منظور ہے۔ ❸ تم ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آنے کا انتظار کرو۔ وہ تشریف لانے ہی والے ہیں۔ کچھ دیر بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے تو سیّدہ خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے ابوبکر! اللہ عزوجل نے تمہارے گھر پر کتنی خیر و برکت نازل فرمائی ہے۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے عائشہ کی منگنی کے لیے بھیجا ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا یہ آپ کے لیے مناسب رہے گی؟ کیونکہ یہ ان کی بھتیجی بنتی ہے۔''

---

❶ سیّدہ خدیجہ بنت خویلد بن اسد قریشی کو سب سے پہلے اُم المؤمنین بننے کا شرف حاصل ہوا۔ بعثت نبوی سے پہلے ان کو ''الطاہرۃ'' کہا جاتا تھا۔ بعثت سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علاوہ کسی سے شادی نہ کی۔ سب سے پہلے مطلق طور پر یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں۔ اس نیک خاتون نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو پھیلانے میں خوب مدد کی۔ یہ ہجرت سے تین سال قبل فوت ہوئیں۔ (الاستیعاب ج ۲، ص ۸۶۔ الاصابۃ لابن حجر، ج ۷، ص: ۷۰۰)

❷ سودہ بنت زمعہ بن قیس قریشی رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان کی کنیت ام الاسود ہے۔ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے شادی کی۔ وہ ۵۴ھ میں فوت ہوئیں۔ (الاستیعاب، ج ۲، ص: ۱۰۴۔ الاصابۃ، ج ۷، ص: ۷۲۰)

❸ وددت: ...... میری بھی تمنا ہے یا میری یہی خواہش ہے۔ (الصحاح للجوھری، ج ۲، ص ۵۲۹۔ لسان العرب لابن المنظور، ج ۳، ص: ۴۵۴۔)

بقول خولہ رضی اللہ عنہا میں واپس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور آپ کو پورا واقعہ بتایا تو آپ نے فرمایا: تم واپس ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور انھیں کہو کہ آپ میرے اسلامی بھائی ہو، اور میں آپ کا بھائی ہوں۔ آپ کی بیٹی میرے لیے مناسب ہے۔ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور انھیں یہ بات بتلائی۔ انھوں نے خولہ رضی اللہ عنہا سے کہا: تم جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے پاس لے آؤ۔ آپ ان کے پاس آئے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بیٹی عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا۔ اس وقت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال کی تھی۔'' [1]

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی رخصتی کے متعلق خود بیان کرتی ہیں، اور یہ کہ انھیں ان کی والدہ محترمہ نے کس طرح تیار کیا۔ وہ کہتی ہیں: ''میری والدہ محترمہ مجھے خوب کھلاتی پلاتیں، وہ چاہتی تھیں میں صحت مند ہو جاؤں، تاکہ وہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیں۔ لیکن ان کی یہ تمنا پوری ہوتی نظر نہ آئی، بالآخر میں نے تازہ کھجوروں کے ساتھ کھیرا یا ککڑی [2] ملا کر کھائیں تو خوب صحت مند ہو گئی۔'' [3]

جب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر تشریف لائیں تو ان کے کھلونے ان کے ساتھ تھے۔ [4]

رخصتی کی پہلی رات

رخصتی والی رات میں سیّدہ اسماء بنت یزید اور ان کی سہیلیوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو تیار کرنے کی ذمہ داری لی۔ سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بناؤ سنگھار کیا۔ [5] پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی رونمائی کی دعوت دی۔ [6]

---

[1] احمد: ج٦، ص: ٢١٠۔ الطبرانی، ج ٢٣، ص: ٢٣۔ الحاکم، ج ٢، ص: ١٨١۔ بیہقی ج ٧، ص: ١٢٩، حدیث: ١٤١١٨۔ امام حاکم نے کہا: یہ مسلم کی شرط پر صحیح ہے لیکن شیخین نے اسے روایت نہیں کیا۔ ''البدایہ والنہایہ'' میں ابن کثیر رحمہ اللہ نے ج ٣، ص: ١٢٩ پر کہا یہ سیاق مرسل کی طرح ہے لیکن روایت متصل ہے۔ امام ہیثمی رحمہ اللہ نے ''مجمع الزوائد، ج ٩، ص: ٢٢٨ میں کہا: اس کی اکثر روایات مرسل ہیں۔ اس کی سند میں محمد بن عمرو بن علقمہ کی توثیق اکثر محدثین نے کی ہے اور اس سند کے دیگر راوی صحیح مسلم کے راوی ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''فتح الباری، ج ٧، ص: ٢٦٦'' میں اس کی سند کو حسن کہا ہے۔

[2] القِثّاء:...... کھیرا، اور ایک قول کے مطابق کھیرے کی طرح ایک چیز کو کہتے ہیں۔ (تھذیب اللغة الازھری، ج ٩، ص: ٢٠٥۔ الصحاح للجوھری، ج١، ص: ٦٤۔ لسان العرب لابن منظور، ج١٥، ص: ١٧١۔)

[3] ابوداؤد: ٣٩٠٣۔ ابن ماجه: ٢٧٠١۔ المعجم الاوسط للطبرانی، ج٥، ص: ٢٦٢، حدیث: ٥٢٦٤۔ بیھقی، ج٧، ص: ٢٥٤، حدیث: ١٤٨٦٢۔ اس حدیث کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ابن ماجہ میں صحیح کہا ہے۔

[4] صحیح مسلم: ١٤٢٢۔

[5] قَیَّنْتُ:...... میں نے زیب و زینت کروائی۔ (النھایة فی غریب الحدیث والأثر لابن الاثیر، ج٤، ص: ١٣٥)

[6] لجلوتھا:...... تاکہ اسے کھلے چہرے میں دیکھ سکیں۔ (جمھرة اللغة لابن درید، ج ١، ص: ٦٣۔ الصحاح للجوھری، ج ٦، ص: ٢٣٠٤۔ لسان العرب لابن المنظور، ج ١٤، ص: ١٥١)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اوران کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دودھ سے لبالب بھرا ہوا ایک بڑا پیالہ ❶ لایا گیا۔ آپ نے اس میں سے کچھ پیا، پھرآپ نے وہ پیالہ اپنی دلہن کو دینا چاہا تو انھوں نے اپنی گردن جھکا لی اور شرما گئی۔ سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے انھیں ڈانٹ پلائی اور کہا: تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے لے لو۔ بقول راویہ کے تب انھوں نے لے لیا۔ اس میں سے کچھ پیا، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فرمایا: ''باقی اپنی سہیلیوں کو دے دو۔'' ❷

سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! بلکہ آپ اپنے دست مبارک سے پکڑ لیں اور اس میں سے کچھ پی لیں، پھر آپ وہ پیالہ مجھے اپنے دست مبارک سے عنایت کریں۔ آپ نے وہ لیا اور اس میں سے کچھ پی لیا۔ پھر وہ مجھے پکڑا دیا۔ سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: تو میں بیٹھ گئی اور پیالہ اپنی ٹھوڑی کے قریب کر کے گھمانے لگی، میں چاہتی تھی کہ وہاں سے پیوں جہاں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا ❸ تھا۔ ❹

ولیمہ کی رُوداد

جس دن سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی، اسی دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمہ کھلایا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ بیان کرتی ہیں:

''میری شادی پر نہ اونٹ ذبح کیے گئے اور نہ بکری ذبح کی گئی۔ تا آنکہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ❺ نے کھانے سے بھرا ہوا ایک برتن بھیجا جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب بھیجا کرتے تھے۔ جو

---

❶ العس:...... بڑا پیالہ۔ اس کی جمع عساس اور اعساس ہے۔ (تهذيب اللغة، ج ١، ص: ٦٣۔ النهاية في غريب الحديث ج ٣، ص: ٢٣٦۔)

❷ تِرْبَلِك:...... اپنی سہیلیوں کو۔ یہ لفظ ہم عمر پر بولا جاتا ہے۔ (الصحاح، ج ١، ص: ٩١۔ تهذيب اللغة، ج ١٤، ص: ١٩٥)

❸ المشرب:...... جس جگہ سے کوئی شخص پیے۔ (النهاية في غريب الحديث، ج ٢، ص: ٤٥٥۔)

❹ مسند احمد، ج ٦، ص: ٤٥٨، حديث: ٢٧٦٣٢۔ حميدى: ٣٦٧۔ الطبرانی، ج ٢٤، ص: ١٧١، حديث: ٤٣٤۔ امام ہیثمی رحمہ اللہ نے الزوائد: ۱۴/۵۳ میں کہا اس کی سند میں شہر نامی راوی متکلم فیہ ہے اور اس کی حدیث حسن ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''آداب الزفاف کے ص: ۱۹ میں کہا: اسے دو اسناد سے روایت کیا گیا ہے جو ایک دوسری کو تقویت دیتی ہیں اور اس کا ایک شاہد بھی ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے۔

❺ یہ سعد بن عبادہ بن دلیم ابو ثابت انصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔ جلیل القدر صحابہ میں سے تھے۔ بنو خزرج کے سردار اور مشہور جرنیل تھے۔ انھیں شرافت، نجابت اور سخاوت کی وجہ سے خاص شہرت حاصل تھی۔ ۱۵ھ میں فوت ہوئے۔ (الاستيعاب، ج ١، ص: ٤٧٨۔ الاصابة، ج ٣، ص: ٦٦)

آپ نے باری باری اپنے گھر والوں کو دیا اور میں اس وقت نو برس کی تھی۔'' ❶

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا مہر کتنا تھا؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بیوی کا علیحدہ علیحدہ مہر کہیں بھی مروی نہیں۔ البتہ مجموعی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیویوں کے مہر کا تذکرہ ملتا ہے۔ (یا سیّدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بادشاہ حبشہ نجاشی رحمہ اللہ نے ادا کیا تھا۔ جس کی مقدار چار ہزار درہم تھی۔ [مترجم])

سیّدنا ابوسلمہ بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنا مہر ادا کیا؟ انھوں نے جواب دیا: آپ کی تمام بیویوں کا مہر بارہ اوقیہ سے کچھ اوپر تھا۔ پھر خود ہی کہا: تجھے معلوم ہے کہ النَّشُّ کیا ہے؟ میں نے نفی میں جواب دیا۔ انھوں نے کہا: نصف اوقیہ کو کہتے ہیں۔ اس طرح آپ نے پانچ سو درہم مہر ادا کیا۔'' ❷

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے علم میں نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں کے جملہ نکاح بارہ اوقیہ سے زائد پر کیے ہوں۔'' ❸

---

❶ مسند احمد: ج٦، ص: ٢١٠، حدیث: ٢٥٨١٠۔ الطبرانی: ٢٣/ ٢٣، حدیث: ٥٧۔ الحاکم: ج٢، ص: ١٨١۔ البیھقی، ج٧، ص: ١٢٩، حدیث: ١٤١١٨۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے کہا: یہ صحیح مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ اور شیخین نے اسے روایت نہیں کیا۔ ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایہ، ج٣،ص: ١٢٩ میں کہا: یہ سیاق مرسل کی طرح ہے۔ لیکن یہ روایت متصل ہے۔ امام ہیثمی رحمہ اللہ نے مجمع الزوائد، ج ٩،ص ٢٢٨ میں کہا: اس کی اکثر روایات مرسل ہیں۔ اس کی سند میں ایک راوی محمد بن عمرو بن علقمہ ہے اسے متعدد محدثین نے ثقہ کہا ہے۔ اس کے دیگر راوی صحیح مسلم کے راوی ہیں۔ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری، ج ٧، ص: ٢٦٢ میں اس کی سند کو حسن کہا ہے۔

❷ صحیح مسلم: ١٤٢٦۔

❸ ابوداؤد: ٢١٠٦۔ ترمذی: ١١١٤۔ اسی کی روایت ہے۔ نسائی: ج ٦، ص: ١١٧۔ ابن ماجه: ١٥٤٤۔ مسند احمد، ج ١، ص: ٤٠، حدیث: ٢٨٥۔ دارمی، ج ٢، ص: ١٩٠، حدیث: ٢٢٠٠۔ طیالسی، ج ١، ص: ٤٦۔ ابن حبان، ج ١٠، ص: ٤٨٠، حدیث: ٤٦٢٠۔ المعجم الاوسط، ج ١، ص: ١٧٩، حدیث: ٥٧٠۔ حاکم، ج ٢، ص: ١٩١۔ بیهقی، ج ٧، ص: ٢٣٤، حدیث: ١٤٧٣٦۔ امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ احمد شاکر نے مسند احمد کی تحقیق میں اس کی اسناد کو صحیح کہا ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح سنن ترمذی، حدیث: ١١١٤، میں اسے صحیح کہا ہے۔

نبی اکرم ﷺ اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رفاقت کتنا عرصہ رہی؟

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کی رفاقت میں آٹھ سال اور تقریباً پانچ ماہ بسر کیے۔ ❶
جب نبی کریم ﷺ نے وفات پائی تو سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ سال تھی۔
انھی سے روایت ہے کہ ''جب نبی کریم ﷺ نے ان کے ساتھ شادی کی تو وہ چھ سال کی تھی اور جب آپ ﷺ کے پاس گئی تو ان کی عمر نو سال تھی۔ وہ آپ ﷺ کے پاس نو برس تک رہیں۔ ایک روایت میں ہے: ''جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو وہ اٹھارہ سال کی تھیں۔'' ❷

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ماہِ شوال

سال کے بارہ مہینوں سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے محبوب ترین مہینہ شوال کا تھا۔ کیونکہ اس مبارک ماہ سے ان کی محبوب ترین یادیں وابستہ تھیں۔ وہ خود فرماتی ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے ماہِ شوال میں میرے ساتھ شادی کی اور ماہ شوال میں ہی آپ نے میرے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کیے۔ تو رسول اللہ ﷺ کی کونسی بیوی آپ کے ہاں مجھ سے زیادہ خوش نصیب تھی؟ ❸

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات بہت پسند تھی کہ وہ اپنی قریبی عورتوں کی رخصتی ماہِ شوال میں کریں۔'' ❹

دوسرا نکتہ

نبی کریم ﷺ کے گھر میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی گزر بسر پر ایک طائرانہ نظر

گھر کا منظر:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے حجرے کے سامان کی تفصیل یوں بتاتی ہیں کہ ''جس بستر پر رسول اللہ ﷺ سوتے تھے وہ رنگی ہوئی کھال کا تھا ❺ اور اس کے اندر کھجور کے چھلکے بھرے ہوئے تھے۔ ❻

---

❶ الاجابة لا يراد ما استدركته عائشة على الصحابة للزركشي، ص: ٠٣٩۔ زواج السیّدہ عائشہ و مشروعية الزواج المبكر لخليل ملا خاطر، ص: ٣٩۔

❷ صحيح بخاري: ٥١٣٣۔ صحيح مسلم: ١٤٢٢.   ❸ صحيح مسلم: ١٤٢٣۔

❹ عائشه رضی اللہ عنہا معلمة الرجال والاجيال، لمحمد على قطب، ص: ٢٣.

❺ الأدَم: ...... اسم جمع ہے۔ ادیم اس کھال کو کہتے ہیں جس کی دباغت مکمل ہو جائے۔ (المغرب فى ترتيب المعرب للمطرزى، ج ١، ص: ٣٣۔ تاج العروس للزبيدى، ج ٣١، ص: ١٩٢۔)

❻ صحيح مسلم: ٢٠٨٢۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے کہا: اس میں تکیہ، بستر اور سرہانے بنانے اور ان پر ٹیک لگانے کا جواز ہے اور چمڑے کا استعمال بھی جائز ہے۔ (اكمال المسلم شرح صحيح مسلم، ج ٦، ص: ٣٠٣)

ابتدا میں دونوں کے لیے ایک ہی بستر تھا۔ اس کی دلیل سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی وہ حدیث ہے کہ جب ان سے پوچھا گیا کہ ''جب آپ کو حیض آ جاتا تھا تو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اپنے ساتھ سلاتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں، جب میں اپنے اوپر تہہ بند کس لیتی۔ ان دنوں ہمارے پاس صرف ایک ہی بستر ہوتا تھا۔ جب اللہ عزوجل نے مجھے دوسرا بستر عطا کیا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدہ ہو جاتی۔ ❶

کچھ وقت گزرنے کے بعد سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے گھر میں مزید تکیے بھی بنا لیے، وہ بیان کرتی ہیں:

''میرے گھر تصویروں والا ایک کپڑا تھا، میں نے اسے اپنے گھر کے اندر ایک کونے میں لٹکایا ہوا تھا۔ ❷ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا: اے عائشہ! تم اسے میرے آگے سے ہٹا دو، میں نے اسے اُتار کر اس کے تکیے بنا لیے۔'' ❸

ان کے گھر میں چراغ نہیں تھا:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس چراغ نہیں تھا۔ اس کی دلیل سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول ہے:

''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سوئی ہوئی تھی اور میرے دونوں پاؤں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدے کی جگہ ہوتے تھے۔ جب آپ سجدہ کرنے لگتے تو مجھے دبا دیتے تو میں اپنے پاؤں سمیٹ لیتی۔ جب آپ کھڑے ہو جاتے تو میں پھر دراز کر لیتی۔ وہ فرماتی ہیں: اس زمانے میں گھروں میں چراغ نہ ہوتے تھے۔'' ❹

ایک رات سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف بکری کی دستی کا گوشت بھیجا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے پکڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کاٹا۔ وہ کہتی ہیں یہ کام چراغ کے بغیر ہوا۔ پوچھا گیا: اے ام المومنین! چراغ کے بغیر کیسے ممکن ہوا؟ تو انھوں نے کہا: ''اگر چراغ کے لیے تیل ہوتا تو ہم اسے (بطورِ غذا) استعمال کر لیتے۔'' ❺

---

❶ مسند احمد، ج ٦، ص: ١٩١، حدیث: ٢٤٦٥٠۔ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے ''التمهيد ج ٢، ص: ١٦٨'' میں کہا: ہمارے علم کے مطابق یہ حدیث ابن لہیعہ سے مروی ہے اور وہ ضعیف ہے۔

❷ السَّهْوة: ...... گھر کے فرش میں گڑھا سا ہوتا تھا جس میں گھر کا کچھ سامان رکھ دیا جاتا جیسے صندوقچہ سا ہو اور یہ بھی کہا گیا: ریک یا الماری کی طرح کی کوئی چیز جس میں سامان رکھا جاتا ہے۔ (عمدة القاري للعيني، ج ١٢، ص: ٤٠)

❸ صحيح بخاري: ٥٩٥٩۔ صحيح مسلم: ٢١٠٧ اور متن بھی اسی کا ہے۔

❹ صحيح بخاري: ٣٨٢۔ صحيح مسلم: ٥١٢۔

❺ مسند احمد، ج٦، ص: ٢١٧، حدیث: ٢٥٨٦٧۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحيح الترغيب والترهيب، حديث: ٣٢٧٦'' میں صحیح کہا ہے۔ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے ''مجمع الزوائد، ج ١٠، ص: ٣٢٤'' میں کہا: اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرۂ مبارکہ مسجد نبوی کے مشرقی جانب تھا اور اس کا دروازہ مسجد نبوی کے اندر مغربی جانب کھلتا تھا۔ گویا مسجد نبوی ان کے گھر کا صحن بن گئی تھی۔ کمرہ کی چوڑائی چھ یا سات فٹ تھی۔ جس کی دیواریں پتھروں سے بنائی گئی تھیں اور اس کی چھت کھجور کی ٹہنیوں سے بنی ہوئی تھی۔ چھت اتنی پست تھی کہ جو بھی کھڑا ہوتا اس کا سر اسے چھو لیتا۔ بارش سے بچاؤ کے لیے بالوں سے بنے ہوئے چیتھڑوں سے ڈھانپی گئی تھی۔'' ❶

مسجد کے دروازے کا ایک ہی طاق تھا جو عرعر ❷ یا ساگوان کی لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ اس حجرے کی ایک جانب سائبان تھا۔ ❸ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی بیویوں سے ایلاء کیا تھا تو ایک ماہ تک اسی سائبان میں ٹھہرے تھے۔) ❹

یہی وہ حجرۂ مبارکہ تھا جس میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے تقریباً پچاس سال بسر کیے۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی گزر بسر:

ہم نے ذیل میں چند احادیث جمع کر دی ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات و امہات المومنین کی گزر بسر کی تفاصیل پر مشتمل ہیں، انھی میں سے ایک سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی ہیں۔

۱۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے بھانجے عروہ کو اپنی گزر بسر کے احوال بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ان کا معمول تھا: ''اے میرے بھانجے! بے شک ہم ایک ماہ کا چاند دیکھتے، پھر دوسرا چاند دیکھتے، پھر دو ماہ میں تین چاند دیکھتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ (بقول عروہ) تب میں نے عرض کیا: اے خالہ جان! آپ لوگ کس چیز پر گزر بسر کرتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا: دو سیاہ چیزوں پر۔ کھجور اور پانی۔ ہاں، البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

❶ قصر الامل لابن ابی الدنیا، ص: ۱٦۲۔ البدایة والنهایة، ج ٤، ص: ٥٤٥۔ وسیرة السیّدہ عائشہ للندوی، ص: ۷۱۔

❷ صنوبر کی کچھ اقسام کے نام ہیں جو گھریلو فرنیچر میں استعمال ہوتی ہیں، اس لکڑی کی متعدد اقسام ہیں۔ یہ ایک بڑے درخت کو کہتے ہیں جو لمبائی اور چوڑائی میں پھیلا ہوتا ہے اور اس کے پتے بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ (المعجم الوسیط للطبرانی، ص: ٤٦۰، ٥٩٥۔ الادب المفرد للبخاری، حدیث: ۷۷٦۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الادب المفرد میں حدیث نمبر ٥٩۷ کے تحت اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔)

❸ مشربہ:...... بلند کمرہ، بالاخانہ۔ (فتح الباری، ج ۱، ص: ٤٨٨۔

❹ صحیح بخاری: ۱٩۱۱۔

کچھ پڑوسی انصاری صحابہ تھے اور ان کے پاس اونٹنیاں اور بکریاں تھیں۔ [1] وہ رسول اللہ ﷺ کو تحفے میں دودھ بھیجا کرتے تو آپ ﷺ اس میں سے ہمیں بھی پلاتے رہتے۔ [2]

۲۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''جب سے ہم مدینہ آئے، تو محمد کریم ﷺ کے اہل خانہ نے آپ کی وفات تک کبھی مسلسل تین راتیں گندم کی روٹی سیر ہو کر نہیں کھائی۔'' [3]

۳۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

''جس دن آلِ محمد ﷺ نے دو بار کھانا کھایا تو ضرور اس دن میں ایک وقت کھجوریں ہوتی تھیں۔'' [4]

۴۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے جب وفات پائی تو میرے گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جسے کوئی جگر والا جانور کھا سکے، ہاں کچھ جو تھے جو طاق میں رکھے ہوئے تھے۔ میں وہ کھاتی رہی جب کافی مدت گزر گئی (وہ ختم ہونے میں نہ آئے) تو میں نے ان کا وزن کرلیا۔ تو وہ جلدی ختم ہوگئے۔'' [5]

۵۔ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں:

''میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جَو کی روٹی اور باسی چربی پیش کی۔'' [6]

اور اس وقت ''نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں ایک یہودی کے پاس اپنی ڈھال گروی رکھی، اور اس کے عوض اپنے اہل وعیال کے لیے کچھ جَو لیے۔'' [7]

راوی حدیث بیان کرتا ہے کہ میں نے جنابِ انس رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا: ''آلِ محمد ﷺ نے کبھی

---

[1] المنائح:..... جمع منیحۃ..... اونٹنی یا بھیڑ بکری جس کے دودھ وغیرہ سے فائدہ اُٹھا کر مالک کو واپس دے دیا جائے۔ (النهاية في غريب الحديث والاثر، ج ٤، ص: ٣٦٤)

[2] صحیح بخاری: ٢٥٦٧ـ صحیح مسلم: ٢٩٧٢ـ

[3] صحیح بخاری: ٦٤٥٤ـ صحیح مسلم: ٢٩٧٠ـ

[4] صحیح بخاری: ٦٤٥٥ـ صحیح مسلم: ٢٩٧١ـ

[5] صحیح بخاری: ٣٠٩٧ـ صحیح مسلم: ٢٩٧٣ـ

[6] الاهالة:..... دنبے کی چکی کی پگھلی ہوئی چربی۔ ہر منجمد چکنائی کو بھی کہا جاتا ہے۔
سَنِخَةٌ:..... جس کی بو تبدیل ہو چکی ہو۔ (فتح الباری، ج ٥، ص: ١٤١)

[7] سنن الترمذی: ١٢١٥ـ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح سنن الترمذی میں صحیح کہا ہے۔

کوئی ایسی رات بسر نہ کی کہ ان کے پاس ایک صاع (تقریباً ڈھائی کلو) گندم یا اتنا ہی گیہوں ہو، جب کہ آپ ﷺ کے پاس نو بیویاں ہوتی تھیں۔'' ❶

رسول اللہ ﷺ کا ایک پڑوسی فارس کا باشندہ تھا۔ وہ شوربہ پکانے کا ماہر تھا۔ ایک بار اس نے رسول اللہ ﷺ کے لیے کھانا بنایا۔ پھر آپ ﷺ کو اس کھانے پر بلانے کے لیے آیا۔ تو آپ نے پوچھا: ''یہ عائشہ بھی مدعو ہے۔'' اس نے کہا: نہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر میں بھی نہیں۔ اس نے دوبارہ آپ کو دعوت دی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ فرمایا: اور یہ بھی (مدعو ہے)۔ اس نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نہیں آؤں گا۔ پھر اس نے پلٹ کر دعوت دی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ بھی مدعو ہے۔ اس نے تیسری مرتبہ کہا: جی ہاں۔ تو آپ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ چل پڑے۔ ❷ اور دعوت دینے والے کے گھر میں پہنچ گئے۔ ❸

تیسرا نکتہ

نبی کریم ﷺ کے ساتھ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے احوال

نبی کریم ﷺ کے سامنے ان کا جمال منظر:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس بات کا اہتمام کرتیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کے سامنے ایسی زیب وزینت کے ساتھ آئیں کہ آپ ﷺ کو ان کا انداز پسند آجائے اور آپ ﷺ خوش ہو جائیں۔ چونکہ ان کا اپنا قول ہے کہ ''ایک بار رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے تو میں نے اپنے ہاتھ میں چاندی کے چھلے ❹ پہنے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے دیکھ کر فرمایا: اے عائشہ! یہ کیا ہے؟ میں نے جواب دیا: میں نے انھیں اس لیے پہنا ہے تاکہ آپ ﷺ کو اچھے لگیں......'' ❺

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی (قرابت دار) خواتین کو جو نصیحتیں کرتی تھیں ان میں سے یہ نصیحت بھی تھی کہ وہ اپنے خاوند کے لیے زیب وزینت اختیار کریں۔ انھوں نے کسی عورت سے کہا: ''اگر تم خاوند والی ہوتو

---

❶ صحیح بخاری: ۲۰۶۹۔

❷ یتدافعان: ...... یعنی دونوں ایک دوسرے کے ساتھ لگ کر چل رہے تھے۔ (شرح مسلم، ج ۱۳، ص: ۲۱۰)

❸ صحیح مسلم: ۲۰۳۷۔

❹ فتخات: ...... یعنی بڑی انگوٹھیاں۔ عرب عورتیں زینت کے وقت پہنتی ہیں۔ (عون المعبود للمبارکفوری، ج ۴، ص: ۲۹۹)

❺ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح سنن ابی داؤد، حدیث: ۱۵۶۵ میں صحیح کہا ہے۔

اپنی آنکھیں ❶ خوب صاف کرو اور انھیں جتنا بھی خوب صورت بنا سکتی ہو بنا لو۔'' ❷

سیّدہ رضی اللہ عنہا کا لباس وحجاب:

آپ رضی اللہ عنہا کے پاس صرف ایک ہی پوشاک تھی۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں:

''ہمارے زمانے کی عورتوں کے پاس صرف ایک پوشاک ہوتی تھی۔ جب کوئی حائضہ ہوتی اور خون کپڑوں کو لگ جاتا تو وہ اپنا تھوک لگاتی اور اپنے ناخن ❸ سے اسے کھرچ دیتی۔'' ❹

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک قیمتی اور نفیس قمیص تھی، ❺ جس کی قیمت پانچ سو درہم تھی۔ مدینہ منورہ کی عورتیں ان سے مستعار لے کر رخصتی والی رات دلہن کو پہناتی تھیں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں میرے پاس اس طرح کا ایک کرتا تھا، جب کسی دلہن کو رخصتی کے لیے تیار کیا جاتا تو وہ مجھ سے مستعار لینے کے لیے میری طرف پیغام بھیج دیتی۔'' ❻

سیّدہ رضی اللہ عنہا کے زیورات:

آپ رضی اللہ عنہا کے پاس عقیق یمانی سے بنا ہوا ایک قیمتی ہار بھی تھا جسے وہ موقع کی مناسبت سے پہن لیتی تھیں۔ ❼ جس کا ذکر قصہ افک میں مفصل بیان ہوا ہے۔ ❽ قاسم بن محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے:

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو میں نے پیتل کی بالیاں اور سونے کی انگوٹھیاں پہنے ہوئے دیکھا۔'' ❾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی ادائی اور خدمت کا طریقہ:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے وقت ان کے پاس کوئی خادم نہیں تھا۔ کچھ عرصے بعد بریرہ نامی ایک

---

❶ المقلة:...... آنکھ۔ (النهاية في غريب الحديث، ج ٤، ص: ٣٤٨)

❷ الطبقات الكبرىٰ لابن سعد، ج ٨، ص ٧٠۔ سير اعلام النبلاء للذهبي: ٢/ ١٨٨۔

❸ فَقَصَعَتْه:...... اسے کھرچ دیتی۔ (النهاية في غريب الحديث و الاثر، ج ٤، ص: ٧٣)۔

❹ صحيح بخاري: ٣١٢۔

❺ درع:...... قمیص۔ (مختار الصحاح للرازي، ص: ٢٠٣)

❻ صحيح بخاري: ٢٦٢٨۔

❼ جزع ظِفار:...... سیپ، گھونگے وغیرہ جو یمن کے ساحلوں پر ملتے تھے۔ ظفار:...... یمن کا ایک ساحلی شہر۔ (النهاية في غريب الحديث، ج ١، ص: ٢٦٩۔ فتح الباري، ج ١، ص: ١٥١)

❽ دیکھیے واقعۂ افک۔

❾ صحیح بخاری میں دوسرا جز وحدیث: ٥٨٨٠ سے پہلے معلق مذکور ہے اور الطبقات الكبرىٰ، ج ٨، ص: ٧٠ میں ابن سعد نے موصول ذکر کیا ہے۔

خادمہ کو خرید کر آزاد کر دیا اور اپنے لیے اس کی ولاء کی شرط لگائی۔ ❶

امورِ خانہ داری اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا:

گھر میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی خدمت کرتی تھیں اور آپ کی تمام ضروریات زندگی کا مکمل لحاظ رکھتیں۔ یہاں تک کہ وہی آپ ﷺ کی مسواک دھوتیں، زلفیں سنوارتیں، ❷ جب آپ ﷺ مسجد میں اعتکاف بیٹھتے اور سیّدہ رضی اللہ عنہا اپنے مخصوص ایام میں ہوتیں، تب بھی وہی رسول اللہ ﷺ کے بالوں میں کنگھی کرتیں۔ وہ بیان کرتی ہیں:

''رسول اللہ ﷺ جب اعتکاف بیٹھ جاتے تو اپنا سر میرے قریب کرتے تو میں آپ کے بالوں میں کنگھی کرتی۔''

اور آپ ﷺ صرف قضائے حاجت وغیرہ کے لیے ہی گھر تشریف لاتے۔

ایک روایت میں ہے: ''وہ حالت حیض میں رسول اللہ ﷺ کے گیسو سنوارتی، جب آپ ﷺ مسجد میں معتکف ہوتے، اور وہ اپنے حجرے میں ہوتیں تو آپ ﷺ اپنا سر ان کے قریب کر دیتے۔'' ❸

اسی طرح سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے بدن مبارک پر خوشبو ملتیں۔ جب آپ ﷺ حج و عمرہ کا ارادہ کرتے اور جب آپ ﷺ مناسک سے فارغ ہو جاتے۔ وہ کہتی ہیں:

''میں نے حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کے بدن پر اپنے ہاتھ سے ذریرہ ❹ نامی خوشبو لگائی، جب آپ نے احرام باندھنے کا ارادہ کیا اور جب (ادائے مناسک کے بعد) احرام کھولا۔'' ❺

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو سب سے عمدہ خوشبو لگائی جب آپ نے احرام باندھنے کا ارادہ کیا۔'' ❻

اسی طرح سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روز مرہ کے گھریلو کاموں میں آپ ﷺ کا ہاتھ بٹاتی۔ جیسا کہ ایک

---

❶ صحیح بخاری: ٤٥٦۔ صحیح مسلم: ١٥٠٤۔
❷ الترجیل: ...... بال صاف کرنا، ان میں کنگھی کرنا اور سنوارنا۔ (النهاية في غريب الحديث والاثر، ج ٢، ص: ٢٠٣)
❸ سنن ابی داؤد: ٥٢۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ابی داؤد، حدیث: ٥٢ کے تحت اس کی سند کو حسن کہا ہے۔
❹ الذريرة: ...... ایک خاص قسم کی خوشبو۔ (فتح الباری، ج ١، ص: ١١٨)
❺ صحیح بخاری: ٥٩٣٠۔ صحیح مسلم: ١١٨٩۔
❻ صحیح بخاری: ٥٩٢٨۔ صحیح مسلم: ١١٨٩ متن کے الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔

روایت میں ہے:

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قربانی کے جانوروں کے پٹے ❶ بناتی تھیں۔'' ❷

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود تکلیف برداشت کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام کا خیال رکھتی تھیں۔ اس کی عمدہ مثال خیبر سے واپسی کے دوران اس رات کی ہے جس میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہوگیا تھا۔ لشکر والے ان کا ہار تلاش کرنے کی وجہ سے بروقت کوچ نہ کر سکے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ران پر سر رکھ کر سو گئے۔ جب سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حقیقت کا علم ہوا تو وہ آئے اور سیّدہ کے پہلو میں لاٹھی چبھو کر انھیں ڈانٹنے لگے۔ لیکن انھوں نے اپنی جگہ سے اس لیے حرکت نہ کی کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام میں خلل واقع نہ ہو۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسفر تھے۔ جب ہم بیداء یا ذات الجیش ❸ نامی مقام پر پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس ہار کو تلاش کرنے کے لیے رُک گئے۔ لوگ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رُک گئے۔ مگر وہاں پانی نہیں تھا۔ چنانچہ لوگ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور شکایت کی کہ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ عائشہ نے کیا کیا؟ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھہرا لیا ہے۔ جب کہ وہ پانی کے پاس بھی نہیں، اور ان کے پاس اپنا پانی بھی نہیں۔ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک میری ران پر رکھ کر سو رہے تھے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہنے لگے: آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں کو روک دیا ہے، حالانکہ یہاں پانی نہیں اور نہ ان کے پاس اپنا پانی ہے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بقول ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے خوب ڈانٹا اور جو کچھ اللہ نے چاہا انھوں نے کہہ دیا۔ وہ میرے پہلو میں کچوکے لگا رہے تھے۔ میں نے اس لیے حرکت نہ کی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک میری ران پر تھا۔ جب صبح ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھے تو پانی بالکل نہیں تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے آیت تیمّم نازل فرمائی۔ سب لوگوں نے تیمّم کیا تو سیّدنا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ ❹ نے کہا:

---

❶ القلادۃ: ...... جو جانوروں کے گلے میں ڈالے جاتے ہیں۔ (غریب الحدیث للهروی، ج ۲، ص: ۸۹۲۔ لسان العرب، ج ۱۱، ص: ۵۱٤) ❷ صحیح بخاری: ۱۷۰۳۔ صحیح مسلم: ۱۳۲۱۔

❸ البیداء و ذات الجیش: ...... مدینہ منورہ اور خیبر کے درمیان دو مقامات ہیں۔ (شرح مسلم للنووی، ج ٤، ص: ٥٩)

❹ یہ اُسید بن حضیر ابو یحییٰ الانصاری، الاشہلی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اسلام لانے والے سابقین میں سے ہیں۔ یہ عقبہ کی رات میں ایک نقیب تھے۔ غزوۂ اُحد کے دن کفار کی یلغار کے وقت یہ بھی ثابت قدم رہنے والوں میں سے تھے۔ یہ صاحب فہم وعقل ورائے تھے۔ ۲۰ ھ یا ۲۱ ھ میں وفات پائی۔ (الاستیعاب، ج ۱، ص: ۳۰۔ الإصابة، ج ۱، ص: ۸۳)

''اے آلِ ابی بکر! یہ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے۔''

بقول راوی: ہم نے اونٹ اُٹھایا جس پر میں تھی تو ہمیں اس کے نیچے ہار پڑا ہوا مل گیا۔'' ❶

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کو دَم کرتی تھیں۔ چنانچہ وہ بیان کرتی ہیں:

''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال سے کوئی بیمار ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم معوّذات پڑھ کر اسے دَم کرتے۔ تو جب آپ مرض الموت میں بیمار ہوئے تو میں آپ کو دَم کرتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ آپ کے جسم پر پھیرتی۔ کیونکہ آپ کے ہاتھ میں بنسبت میرے ہاتھ کے برکت بہت زیادہ تھی۔'' ❷

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت بہت پسند تھی۔ وہ اپنی باری کے دن میں کسی اور پر ہرگز ایثار نہ کرتیں۔ چنانچہ معاذہ ❸ رحمہا اللہ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے:

''ہم میں سے جس بیوی کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باری ہوتی تو آپ اس سے اجازت لیتے۔ جب یہ نازل ہوئی:

﴿تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَ تُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَ مَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ؕ﴾ (الاحزاب: ٥١)

''ان میں سے جسے تو چاہے مؤخر کر دے اور جسے چاہے اپنے پاس جگہ دے دے اور تو جسے بھی طلب کر لے ان عورتوں میں سے جنھیں تو نے الگ کر دیا ہو تو تجھ پر کوئی گناہ نہیں۔''

بقول راویہ: میں نے ان سے پوچھا: تو آپ کیا کہتی تھیں؟ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ میں آپ سے کہتی: اے اللہ کے رسول! اگر مجھے یہ اختیار ہوتا تو میں آپ کے بارے میں کسی اور کے لیے ہرگز ایثار نہیں کروں گی۔'' ❹

---

❶ صحیح بخاری: ٣٣٤۔ صحیح مسلم: ٣٦٧۔

❷ صحیح بخاری: ٤٤٣٩۔ صحیح مسلم: ٢١٩٢۔

❸ یہ معاذہ بنت عبداللہ العدویہ کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کی کنیت ام الصہباء البصریہ تھی۔ شریف اور عالم خاتون تھیں۔ اپنی قوم کے سردار صلہ بن اشیم ضبابی کی بیوی تھیں۔ نہایت عابدہ وزاہدہ تھیں۔ کہتے ہیں اپنے خاوند کی وفات کے بعد اپنی وفات تک یہ بستر پر نہ سوئیں۔ ۸۳ھ میں فوت ہوئیں۔ (سیر أعلام النبلاء، ج ٤، ص: ٥٠٨)

❹ صحیح بخاری: ٤٧٨٩۔ صحیح مسلم: ١٤٧٦۔

امام نووی رحمہ اللہ [1] کہتے ہیں:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اس قدر قربت کی خواہش محض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے تمتع اور عیش وعشرت کے لیے نہیں تھی اور نہ ہی نفسانی شہوات اور اس کی لذتیں مقصود تھیں جو کہ عموماً لوگوں میں ہوتی ہیں بلکہ یہ مسابقت اخروی معاملات کی وجہ سے ، اور سیّد الاوّلین والآخرین کی قربت کی تمنا، آپ کے ساتھ اس قدر محبت وشیفتگی، آپ کی خدمت، آپ کے ساتھ حسن معاشرت، اور آپ کے ذریعے سے دینی فائدے کے لیے ہوتی تھی۔ نیز آپ کے حقوق کی ادائیگی، آپ کی ضروریات کی تکمیل اور آپ کی موجودگی میں نزول رحمت و وحی کی اُمید کی وجہ سے تھی...... وغیرہ وغیرہ۔'' [2]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمات کی کثرت سے بجا آوری کی وجہ سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رمضان کے روزوں کی قضاء آئندہ سال شعبان تک مؤخر کر دیتیں۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''مجھ پر رمضان کے روزوں کی قضا واجب ہوتی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشغولیت [3] اور ان کی خدمت کی بجا آوری کی وجہ سے شعبان سے پہلے وہ روزے نہ رکھ سکتی۔'' [4]

اور ایک روایت میں ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں شعبان تک وہ ان کی قضا نہیں دے سکتی تھیں۔'' [5]

امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''مشغولیت سے ان کی مراد یہ تھی جو انھوں نے دوسری حدیث میں واضح کر دی ہے کہ ''وہ روزوں کی قضاء پوری کرنے پر قادر نہ ہوتیں۔''

---

[1] یہ ابوزکریا یحییٰ بن شرف بن مری دمشقی ہیں، شیخ الاسلام ان کا لقب ہے، یہ شافعی المذہب تھے۔ ۶۳۱ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے وقت کے نہایت زاہد، عابد، صاحب ورع اور سادہ زندگی بسر کرنے والے تھے۔ ان کی مشہور تصنیفات: شرح صحیح مسلم، المجموع شرح المهذب اور روضة الطالبين ہیں۔ انھوں نے ۶۷۶ھ میں وفات پائی۔ (الطبقات الشافعیه للسبکی، ج ۸، ص: ۳۹۵۔ المنهاج السوی، للسیوطی)

[2] شرح مسلم للنووی، ج ۱۰، ص: ۷۹۔

[3] یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مصروفیت روزے رکھنے میں ان کو مانع تھی۔ (شرح مسلم، ج ۸، ص: ۲۲)

[4] صحیح بخاری: ۱۹۵۰۔ صحیح مسلم: ۱۱۴۶۔

[5] صحیح مسلم: ۱۱۴۶۔

اُمہات المؤمنین میں سے یہ ایک اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے لیے تیار رکھتی تھیں اور ہر وقت آپ ﷺ سے مستفید ہونا چاہتی تھیں۔ سیّدہ رضی اللہ عنہا کو بھی معلوم نہ تھا کہ کب اسے بلا لیں۔ اسی لیے وہ آپ ﷺ سے روزہ رکھنے کی اجازت نہیں مانگتی تھیں کہ مبادا آپ اجازت دے دیں جب کہ آپ کو میری ضرورت ہو۔ اس طرح میں اپنی خوش نصیبی سے محروم ہو جاؤں۔

وہ شعبان میں اس لیے روزے پورے کر لیتیں کہ نبی کریم ﷺ شعبان کے اکثر دنوں میں روزے رکھتے۔ گویا آپ ﷺ کو دن کے اوقات میں اپنی بیویوں کی حاجت نہ ہوتی۔ یہ بھی ایک وجہ تھی کہ جب ماہِ شعبان آ جاتا تو اس کے بعد تو رمضان کی قضا کے لیے کوئی وقت نہ بچتا۔ اس لیے مزید تاخیر کی گنجائش نہ تھی۔ ❶

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی کس قدر مزاج شناس تھیں؟!

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی اس قدر مزاج شناس تھیں کہ آپ کے چہرے سے ہی آپ کی اندرونی کیفیات مثلاً غمی، خوشی وغیرہ بھانپ لیتی تھیں۔ جونہی آپ کا رنگ متغیر ہوتا تو فوراً آپ ﷺ سے سوال کرتیں۔ جیسا کہ انھی سے مروی یہ حدیث ہے:

''آپ ﷺ جب آندھی یا بادل دیکھتے تو آپ کے چہرے سے فوراً پتا چل جاتا۔ انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! لوگ جب بادل دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں، اس اُمید کے ساتھ کہ اب بارش برسنے والی ہے اور میں نے محسوس کیا کہ جب آپ بادل دیکھتے ہیں تو آپ کے چہرے پر ناگواری کے اثرات نمایاں ہو جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! یہ بات مجھے چین سے نہیں بیٹھنے دیتی کہ ممکن ہے اس میں عذاب پنہاں ہو۔ گزشتہ اقوام میں سے ایک قوم پر آندھی کے ذریعے عذاب نازل ہوا اور ایک قوم نے بادل دیکھے تو کہنے لگے: یہ بادل ہم پر بارش برسائے گا (اور ان پر عذاب نازل ہو گیا)۔'' ❷

نبی کریم ﷺ خاموش بھی رہتے پھر بھی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کی منشا سمجھ جاتی تھیں:

ذکوان رحمہ اللہ سے روایت ہے:

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہا کرتی تھیں: بے شک مجھ پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت

---

❶ شرح مسلم للنووی، ج ۸، ص: ۲۲۔ النهاية فی غريب الحديث والاثر، ج ٥، ص: ۲۷۔
❷ صحيح بخاری: ٤٨٢٨۔ صحيح مسلم: ۸۹۹۔

یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات میرے گھر میں میری باری والے دن اور میرے پیٹ ❶ اور سینے ❷ کے درمیان ہوئی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی موت کے وقت میرا اور آپ کا لعاب دہن اکٹھا کر دیا۔ میرے پاس میرے بھائی عبدالرحمٰن اس حال میں تشریف لائے کہ ان کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ میں رسول اللہ ﷺ کو سہارا دے کر بیٹھی تھی۔ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ اس کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ میں سمجھ گئی کہ آپ مسواک کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ میں نے کہا: کیا میں یہ آپ کے لیے لے لوں؟ تو آپ نے اپنے سر مبارک سے اثبات کا اشارہ کیا۔ عبدالرحمٰن نے مسواک آپ ﷺ کو پکڑا دی، لیکن وہ آپ کے لیے سخت تھی۔ میں نے کہا: کیا میں آپ کو اسے نرم کر دوں؟ تو آپ نے اپنے سر مبارک سے اشارہ فرمایا کہ ہاں۔ تو میں نے اسے چبا کر نرم کیا، پھر آپ ﷺ نے وہ مسواک کی۔‘‘

ایک اور روایت میں ہے:

’’چنانچہ میں نے مسواک لی اور اسے اپنے دانتوں سے چبا کر نرم کیا۔ ❸ اور اسے صاف کیا، پھر میں نے وہ نبی کریم ﷺ کو دے دی، تو آپ نے اسے اپنے دانتوں پر ملا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اتنے خوبصورت انداز میں مسواک کرتے ہوئے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا۔ جونہی رسول اللہ ﷺ فارغ ہوئے، آپ نے اپنا ہاتھ یا اپنی انگلی بلند کی، پھر تین بار فرمایا: رفیق اعلیٰ کے پاس۔ ❹ پھر آپ ﷺ کی روح قبض ❺ ہو گئی۔‘‘ ❻

اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ آپ ﷺ مسواک کی

---

❶ السحر: …… پھیپھڑوں کے اردگرد والی جگہ۔ (غریب الحدیث للخطابی، ج ۱، ص: ۳۹۸۔ النهاية في غريب الحديث، ج ۲، ص: ۳٤٦۔ القاموس المحيط للفيروز آبادی، ص: ٤٠٥۔)
❷ النحر: …… بالائی سینہ۔ (الصحاح للجوهری، ج ۲، ص: ۸۲۔ مشارق الانوار للقاضی عياض: ۲/ ٦)
❸ فَقَضَمْتُه: …… یعنی میں نے اسے دانتوں کے ساتھ چبایا اور نرم کیا۔ (مشارق الانوار، ج ۲، ص: ۱۸۸۔ النهاية في غريب الحديث والاثر، ج ٤، ص: ۷۸۔ لسان العرب، ج ۱۲، ص: ٤٨٧۔)
❹ الرفيق الاعلىٰ: …… انبیاء کی جماعت جن کی ارواح اعلیٰ علیین میں رہتی ہیں۔ ایک قول کے مطابق اللہ عزوجل کے ساتھ مراد ہے۔ (شرح مسلم: ۱۵/ ۲۰۳۔)
❺ قضٰی یعنی آپ ﷺ نے وفات پائی۔ (بحواله مختار الصحاح، ص: ٥٤٠۔)
❻ صحیح بخاری: ٤٤٤٩۔ صحیح مسلم: ۲٤٤٣۔

طرف دیکھ رہے ہیں تو میں سمجھ گئی کہ آپ کو مسواک کس قدر پسند ہے اور آپ مسواک کرنا چاہتے ہیں۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی محرم راز تھیں:

چونکہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کی انتہائی قربت حاصل تھی اور آپ ﷺ ان کے ساتھ والہانہ محبت کرتے تھے۔ شاید اسی لیے آپ ﷺ انھیں اپنے راز بتا دیا کرتے تھے۔ وہ ان رازوں کو مخفی رکھا کرتیں اور ان کو کسی صورت میں افشا نہ کرتیں۔ اس کی عمدہ مثال فتح مکہ کا راز ہے۔ ایسا ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے گھٹاؤں کو اُمڈتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: بے شک یہ بادل بنوکعب کی نصرت کے لیے اُمڈ آیا ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا، آپ ﷺ مدینہ میں ٹھہرے رہے۔ پھر ابوسفیان آپ ﷺ کے پاس سے چلا گیا تو آپ کو جہاد کی تیاری کی دلیل مل گئی۔ آپ ﷺ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو تیاری اور بات کے اخفا کا حکم دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ مسجد کی طرف یا کسی اپنے کام کے لیے گھر سے نکل پڑے۔ اسی وقت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو دیکھا کہ ان کے پاس صاف شدہ گیہوں اور کھجوریں پڑی تھیں۔ وہ گویا ہوئے: اے میری لاڈلی بیٹی! آپ اتنا کھانا کیوں اکٹھا کر رہی ہو؟ تو وہ کچھ نہ بولیں۔ پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ جہاد پر جانا چاہتے ہیں؟ تو وہ بدستور خاموش رہیں۔ پھر انھوں نے کہا: شاید آپ ﷺ کا ارادہ بنو اصفر یعنی رومیوں پر یلغار کا ہے؟ اس وقت اہل روم کی طرف سے بعض ناپسندیدہ باتوں کا تذکرہ کیا، وہ حسب سابق خاموش رہیں۔ انھوں نے کہا: شاید آپ ﷺ اہل نجد پر حملہ کرنا چاہتے ہیں؟ پھر ان کی کچھ ناپسندیدہ باتوں کا تذکرہ کیا، وہ خاموش رہیں۔ انھوں نے کہا: شاید آپ ﷺ قریش سے جہاد کرنا چاہتے ہیں؟ اگرچہ ان کے عہد کی مدت ابھی باقی ہے۔ لیکن وہ خاموش رہیں۔ اسی وقت رسول اللہ ﷺ گھر میں تشریف لائے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کوئی کارروائی کرنا چاہتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں درست ہے۔ انھوں نے کہا: شاید آپ بنو اصفر پر حملہ کرنا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ انھوں نے کہا: کیا آپ اہل نجد کے خلاف کارروائی کرنا چاہتے ہیں؟ آپ نے نفی میں جواب دیا۔ انھوں نے کہا: شاید آپ قریش سے مڈبھیڑ چاہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے اثبات میں جواب دیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ کے اور ان کے درمیان ایک مدت تک جنگ بندی کا معاہدہ نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا آپ کو معلوم نہیں کہ انھوں نے بنوکعب کے ساتھ کیا کیا؟ [1]

---

[1] اسے امام بیہقی نے دلائل النبوۃ، ج ۵، ص: ۹، حدیث: ۱۷۵۵ میں روایت کیا ہے۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اسے البدایہ والنہایۃ کی جلد ٤، ص: ۳۲۱ پر روایت کیا ہے۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع اور انتقام کی مثال:

سیّدنا عروہ بن زبیر، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں:

''یہودیوں کا ایک گروہ [1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور وہ کہنے لگے: السام علیکم'' یعنی (نعوذ باللہ) آپ ہلاک [2] ہو جائیں۔ تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں ان کا مکر سمجھ گئی، فوراً کہا: تم پر ہلاکت اور لعنت ہو۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! ٹھہر جاؤ، بے شک اللہ تعالیٰ ہر معاملے میں نرمی پسند کرتا ہے۔ تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا نہیں، انھوں نے کیا کہا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے کہہ تو دیا: اور تم پر بھی ......'' [3]

اور مسلم کی روایت [4] میں ہے:

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ یہودی آئے اور کہا: اے ابو القاسم! السام علیک ......یعنی (نعوذ باللہ) آپ ہلاک ہو جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وعلیکم! اور تم بھی...... ۔سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: بلکہ تم پر ہلاکت اور لعنت ہو۔ [5]

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! تم بدکلامی کرنے والی نہ بنو۔ انھوں نے کہا: جو انھوں نے کہا، آپ نے نہیں سنا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں نے انھیں اس کا جواب نہیں دیا جو انھوں نے کہا؟ میں نے کہا: اور تم پر بھی ......'' [6]

امام نووی رحمہ اللہ نے حدیث کی تشریح کرتے ہوئے کہا:

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ان کے لیے بد دعا اور مذمت۔ ظالم سے انتقام لینے کی

---

[1] الرھط:...... دس سے کم مجموعے پر بولا جاتا ہے۔ چالیس تک بھی کہا گیا، جب کہ ان کے درمیان کوئی عورت نہ ہو۔ (النہایة فی غریب الحدیث، ج ۲، ص: ۲۸۳۔)

[2] السام:...... یعنی موت یا جلد موت۔ (فتح الباری، ج ۱۰، ص: ۱۳۵ و ج ۱۱، ص ۴۲)

[3] صحیح بخاری: ٦٠٢٤۔ صحیح مسلم: ٢١٦٥۔

[4] مسلم بن حجاج بن مسلم ابو الحسین قشیری نیشاپوری، حافظ حدیث اور صحیح مسلم کے مؤلف ہیں۔ ۲۰۴ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ حفاظ اور ثقات محدثین میں سے ہیں۔ آپ کی مشہور کتابیں: صحیح مسلم اور التمییز ہیں۔ آپ ۲۶۱ھ میں فوت ہوئے۔ (سیر أعلام النبلاء، ج ۱۲، ص: ۵۵۸۔ تہذیب التہذیب لابن حجر، ج ۵، ص: ٤٢٦۔)

[5] الذام کا لغوی معنی مذمت ہے۔ (فتح الباری، ج ۱۱، ص: ٤٢)

[6] صحیح مسلم: ٢١٦٥۔

مثال ہے اور اس میں اہل فضل کو تکلیف دینے والے سے بھی انتقام کا سبق ہے۔'' ❶

رسول اللہ ﷺ کی ذات اطہر اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی غیرت کے نمونے:

غیرت آنا عورت کی طبیعت میں راسخ ہوتا ہے۔ یہ اس کی طرف سے اس کے خاوند کے ساتھ دلی محبت کی دلیل ہے۔ خصوصاً جب کسی خاوند کی متعدد بیویاں ہوں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی غیرت والی طبیعت کی مالکہ تھیں۔ وہ نبی کریم ﷺ کے معاملے میں فوراً غیرت میں آجاتیں بالفاظ دیگر رقابت میں ان کا کوئی ہمسر نہ تھا۔

ایک دن جب رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: کیا آپ کو غیرت (یعنی رقابت) محسوس ہوتی ہے؟ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فی البدیہہ کہا: مجھے کیا ہے کہ مجھ جیسی آپ ﷺ جیسے پر غیرت نہ کھائے۔'' ❷

ذیل میں ہم کچھ احادیث جمع کرتے ہیں جن کا لب لباب رسول اللہ ﷺ کے معاملے میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی غیرت کی وضاحت ہے:

۱۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی کرتے۔ ایک بار قرعہ سیّدہ عائشہ اور سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا ❸ کے نام نکلا اور نبی کریم ﷺ رات کے وقت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کے برابر اپنا اونٹ چلاتے اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوران سفر باتیں کرتے جاتے۔ تو سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: آج رات تم میرے اونٹ پر سوار ہو جاؤ اور میں آپ کے اونٹ پر سواری کرتی ہوں تاکہ تم بھی نئے مناظر دیکھ سکو۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رضا مندی ظاہر کر دی اور وہ ان کے اونٹ پر سوار ہو گئیں اور سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا ان کے اونٹ پر سوار ہو گئیں۔ چنانچہ حسب معمول نبی کریم ﷺ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کے پاس تشریف لائے، جب کہ اس پر سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سوار تھیں۔ آپ ﷺ نے انھیں سلام کیا۔ پھر قافلہ چلتا رہا، بالآخر پڑاؤ کے مقام پر پہنچ گیا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کو تلاش کرنے

---

❶ شرح مسلم للنووی، ج ١٤، ص: ١٤٧۔

❷ اسے مسلم نے روایت کیا ہے، حدیث: ٢٨١٥۔

❸ یہ سیّدہ حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہا ہیں۔ قبیلہ بنو عدی سے تھیں۔ یہ بھی اُم المؤمنین ہیں اور مہاجرہ ہیں۔ یہ کثرت صوم و قیام کی وجہ سے مشہور تھیں۔ ۴۵ھ میں وفات پائی۔ (الاستیعاب ج ٢، ص: ٨٤۔ الاصابة، ج ٧، : ٥٨١)

لگیں۔ لوگوں کے پڑاؤ کے وقت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے دونوں پاؤں اذخر (جنگلی گھاس) میں رکھ لیے اور یوں دُعا کرنے لگی: اے میرے رب! تو مجھ پر بچھو یا سانپ مسلط کر دے جو مجھے ڈس لے میری طاقت نہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے متعلق کچھ کہہ سکوں۔'' ❶

۲۔ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے تو کسی ام المؤمنین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک برتن میں کھانا بھیجا۔ تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے خادمہ کے اس ہاتھ پر ہاتھ مارا جس میں کھانے والا برتن تھا۔ تو وہ پیالہ ٹوٹ کر کرچی کرچی ہو گیا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالے کے ٹکڑے جمع کیے، پھر جو کھانا اس پیالے میں تھا، آپ نے وہ اس پیالے میں ڈالا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: تمہاری ماں کو غیرت آ گئی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خادمہ کو روک لیا اور آپ کے گھر میں جو پیالہ تھا وہ اسے دے دیا اور صحیح پیالہ اس کی طرف بھیج دیا جس نے کھانا بھیجا تھا اور ٹوٹا ہوا پیالہ اس کے گھر رکھ دیا جس نے اسے توڑا تھا۔'' ❷

۳۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام المؤمنین سیّدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر شہد پیتے تو میں نے اور حفصہ رضی اللہ عنہا نے باہمی مشاورت کی کہ ہم دونوں میں سے جس کے پاس بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آئیں تو وہ کہے کہ مجھے آپ سے مغافیر ❸ کی بُو آتی ہے۔'' کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں میں سے کسی ایک کے پاس گئے تو اس نے یہی بات آپ سے کہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں میں نے تو زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا ہے اور اب کبھی نہ پیوں گا۔ تب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

﴿يَأَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ أَحَلَّ اللهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ ۗ وَاللهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝١ قَدْ فَرَضَ اللهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللهُ مَوْلَىٰكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝٢ وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللهُ

❶ صحیح بخاری: ۵۲۱۱۔ صحیح مسلم: ۲۴۴۵۔
❷ صحیح بخاری: ۵۲۲۵۔
❸ مغافیر: ...... ایک درخت سے بہنے والی گوند جس کا ذائقہ تو شیریں ہوتا ہے لیکن بُو بہت تیز ہوتی ہے۔ (غریب الحدیث لابن قتیبہ، ج ۱، ص: ۳۱۴۔ لسان العرب: ۷/ ۳۵۰)

عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَ اَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝ اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَ اِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِيْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝﴾ (التحریم: ١ تا ٤)

''اے نبی! تو کیوں حرام کرتا ہے جو اللہ نے تیرے لیے حلال کیا ہے؟ تو اپنی بیویوں کی خوشی چاہتا ہے، اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ بے شک اللہ نے تمھارے لیے تمھاری قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے اور اللہ تمھارا مالک ہے اور وہی سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔ اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی سے پوشیدہ طور پر کوئی بات کہی، پھر جب اس (بیوی) نے اس بات کی خبر دے دی اور اللہ نے اس (نبی) کو اس کی اطلاع کر دی تو اس (نبی) نے (اس بیوی کو) اس میں سے کچھ بات جتلائی اور کچھ سے اعراض کیا، پھر جب اس (نبی) نے اسے یہ (راز فاش کرنے کی) بات بتائی تو اس نے کہا تجھے یہ کس نے بتایا؟ کہا مجھے اس نے بتایا جو سب کچھ جاننے والا، ہر چیز سے باخبر ہے۔ اگر تم دونوں اللہ کی طرف توبہ کرو (تو بہتر ہے) کیونکہ یقیناً تمھارے دل (حق سے) ہٹ گئے ہیں اور اگر تم اس کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو تو یقیناً اللہ خود اس کا مدد گار ہے اور جبریل اور صالح مومن اور اس کے بعد تمام فرشتے مدد گار ہیں۔''

آیت نمبر۴ میں ﴿اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ﴾ سے مراد سیّدہ عائشہ اور سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہما ہیں۔
اور ﴿اِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا ۚ﴾ سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ میں نے زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا ہے۔ [1]

۴۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ بیان کرتی ہیں:
''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہد اور میٹھی چیز بہت پسند کرتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ عصر سے فارغ ہوتے تو اپنی بیویوں کے پاس جاتے اور کسی ایک کے پاس ٹھہر جاتے۔ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیّدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے پاس گئے تو معمول سے زیادہ وہاں رہے۔ مجھے غیرت آئی، میں نے پوچھا تو مجھے کہا گیا: کسی عورت نے حفصہ رضی اللہ عنہا کو تحفہ میں شہد کی ایک

[1] صحیح بخاری: ٥٢٦٧۔ صحیح مسلم: ١٤٧٤۔

تھیلی ❶ دی تو اس نے اس میں سے نبی کریم ﷺ کو کچھ پلایا۔ تو میں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم ضرور آپ کے لیے کوئی حیلہ سازی کریں گی۔ تب میں نے سودہ رضی اللہ عنہا سے کہا: آپ تمہارے پاس آنے والے ہیں، جب آپ تمہارے پاس آ جائیں تو تم کہنا: کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ تو وہ تمھیں کہیں گے نہیں۔ تو تم ان سے کہنا کہ یہ بو کیسی ہے، جو آپ سے آ رہی ہے؟ تو آپ کو بتائیں گے کہ مجھے حفصہ نے کچھ شہد پلایا ہے۔ تو تم کہنا کہ اس کے شہد پر "عرفط" ❷ نامی درخت کا اثر ہو گیا ہے۔ میں بھی ایسا ہی کہوں گی اور اے صفیہ تم بھی ایسے ہی کہنا۔

''سودہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، اللہ کی قسم! اسی لمحے آپ ﷺ دروازے پر موجود تھے۔ میں نے چاہا کہ جو معاملہ تم نے میرے سپرد کیا ہے میں آپ ﷺ کے سامنے بیان کر دوں لیکن تمہارے خوف کی وجہ سے ایسا نہ کر سکی۔'' ❸

جب آپ ﷺ ان کے قریب گئے تو سودہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ ام المؤمنین نے کہا: تو یہ بو کیسی ہے جو مجھے آپ سے محسوس ہو رہی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے حفصہ نے شہد پلایا ہے۔'' تو اس نے کہا: اس شہد پر عرفط کا اثر ہو گا۔ جب آپ میرے پاس آئے تو میرے ساتھ بھی آپ کا یہی مکالمہ ہوا اور جب صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو وہاں بھی یہی مکالمہ ہوا۔ پھر جب آپ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا میں اس سے آپ کو نہ پلاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اس کی خواہش نہیں۔'' ❹

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''سودہ رضی اللہ عنہا کہتی تھی اللہ کی قسم! ہم نے ان پر حرام کروایا۔ میں نے اسے

---

❶ العكّة: ...... چمڑے کی تھیلی کو کہتے ہیں۔ اس میں گھی اور شہد ڈالا جاتا ہے۔ (عمدة القاري للعيني ، ج ١٦ ، ص: ١٢٢)

❷ عرفط: ...... ایک درخت ہے اور جرست یعنی شہد کی مکھی نے اس درخت کا رس چوس کر شہد میں ملا دیا ہے۔ (النهاية في غريب الحديث ، ج ١ ، ص: ٢٦٠)

❸ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا: سودہ سمیت اکثر ازواجِ مطہرات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرعوب تھیں کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ یہ نبی کریم ﷺ کی محبوب ترین اور لاڈلی ہیں۔ (فتح الباري ، ج ٩ ، ص: ٣٨٠۔)

❹ گویا آپ نے متعدد بیویوں کے اظہار نفرت کی وجہ سے انکار کیا۔ (فتح الباري: ٩/ ٣٨٠٧۔)

کہا: تم خاموش رہو۔'' ❶، ❷

۵۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''ایک رات میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گم پایا، میں نے سوچا کہ شاید آپ اپنی کسی اور بیوی کے پاس چلے گئے ہیں۔ میں نے آپ کو تلاش کیا۔ پھر اپنے حجرے کی طرف لوٹ کر آئی تو آپ (مسجد میں) رکوع یا سجدے میں یوں دُعا کر رہے تھے: (اے اللہ!) میں تیری تعریف کے ساتھ تیری تسبیح کرتا ہوں، تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ تو میں نے اپنے دل میں کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ میں کیا سوچ رہی ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو شان ہی نرالی ہے۔'' ❸

۶۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، انھوں نے کہا:

''کیا میں تمھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے بارے میں ایک حدیث نہ سناؤں؟ ہم نے کہا کیوں نہیں! انھوں نے بتایا: جس رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باری میرے پاس تھی، آپ مسجد سے واپس آئے تو اپنے جوتے اُتار کر آپ نے اپنے پاؤں کے درمیان رکھ دیے اور اپنی اوڑھنی لی، پھر آہستہ سے دروازہ کھولا اور آپ باہر نکل گئے، پھر اسے آہستہ سے بند کیا۔ میں نے اپنی قمیص پہنی، سر پر چادر لی اور اپنا تہہ بند باندھا اور آپ کے پیچھے چل پڑی۔ بالآخر آپ بقیع الغرقد (قبرستان اہل مدینہ) میں آئے۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ تین بار بلند کیے اور طویل قیام

❶ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی سابقہ روایت ۲۵۶۷، ۱۴۷۴ اور یہ روایت ۲۵۶۸، ۱۴۷۴۔ اس طرح جمع ہو سکتی ہیں کہ شہد پینے کے دو واقعات میں سودہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا والا واقعہ پہلے کا ہے اور عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہا والا واقعہ بعد کا ہے۔ اگر دونوں طرح کی روایات کا بدقت نظر جائزہ لیا جائے تو شہد پلانے والی سیّدہ زینب بنت جحش والا واقعہ راجح دکھائی دیتا ہے۔ وگرنہ دونوں واقعات صحیحین میں مروی ہیں اور ان میں کوئی بڑا تفاوت نہیں۔ (فتح الباری، ج ۹، ص: ۳۷٦)

❷ صحیح بخاری: ٥٢٦٨۔ صحیح مسلم: ١٤٧٤۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ''اس حدیث سے متعدد مسائل مستفاد ہوتے ہیں: جیسے عورتوں کی جبلت میں اپنے خاوندوں کے بارے میں غیرت راسخ ہوتی ہے اور غیرت کھانے والی اپنی سوکن کے ساتھ جو بھی حیلہ سازی کرے وہ معفو ہے۔'' امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اس حدیث پر ترجمۃ الباب یوں قائم کیا ہے: کتاب ترك الحیل...... عورت کا اپنے خاوند اور اپنی سوکنوں کے بارے میں کونسا حیلہ مکروہ ہے...... نیز اس حدیث میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مقام و مرتبہ کا بھی تذکرہ ہے جو ان کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں تھا۔ حتیٰ کہ ان کی سوکنیں بھی اکثر معاملات میں ان کی اطاعت کرتی تھیں۔ (فتح الباری، ج ۹، ص: ۳۸۰، ۳۷٦)

❸ صحیح مسلم: ٤٨٥۔

کیا، پھر آپ ﷺ واپس پلٹے۔ میں بھی واپس پلٹ آئی۔ آپ تیز تیز چلنے لگے، میں بھی مزید تیز چلنے لگی۔ آپ دوڑنے لگے، میں بھی دوڑنے لگی۔ بہر حال میں آپ ﷺ سے پہلے حجرے میں داخل ہوگئی۔ میں ابھی بستر پر لیٹی تھی کہ آپ بھی حجرہ میں داخل ہوئے اور فرمانے لگے: اے عائش! کیا بات ہے، سانس کیوں پھولا ہوا ہے؟

راوی حدیث: سلیمان کہتا ہے: میرا خیال ہے، آپ نے ((حَشْيَـا)) کہا۔ (اس کو کہتے ہیں جو دَمہ کا مریض ہو اور اس کا سانس آ جا رہا ہو) ساتھ ہی آپ نے فرمایا: تم مجھے بتا دو، یا مجھے وہ لطیف و خبیر ضرور بتائے گا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ میں نے آپ کو پوری بات بتا دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے آگے جو سایہ تھا وہ تم تھی؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا، ❶ جس سے مجھے درد کا احساس ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے یہ گمان کیا کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر ظلم کریں گے؟ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہہ دیا: لوگ چاہے جتنا بھی چھپائیں بے شک اللہ تعالیٰ اسے ضرور بتلا دے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں ایسا ہی ہے۔'' ❷

بے شک جب تم نے مجھے دیکھا تو جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور تم نے چونکہ اپنے کپڑے رکھ دیے تھے اس لیے وہ تمہارے سامنے نہ آئے، انھوں نے مجھے پکارا۔ میں نے ان کی پکار پر لبیک کہا، اور اپنی پکار کو تم سے مخفی رکھا۔ میں نے سوچا کہ تم سو چکی ہو گی اور تمھیں جگانا مناسب نہ سمجھا۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ تم ڈر جاؤ گی، جبریل علیہ السلام نے مجھے حکم دیا کہ میں اہل بقیع کے پاس آؤں اور ان کے لیے استغفار کروں۔'' ❸

---

❶ اللَّهد:...... سینے میں زور سے دھپا لگانا۔ (النهاية في غريب الحديث والاثر، ج ٤، ص: ٤٣٤۔)

❷ امام نووی رحمہ اللہ نے اس ''ہاں'' کا قائل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو قرار دیا ہے کہ جب انھوں نے اللہ تعالیٰ کے وسعت علم کی گواہی دی، ساتھ ہی خود کہا: ہاں بالکل ایسا ہی ہے۔ اسی طرح مصادر حدیث میں ہے اور یہی مفہوم زیادہ صحیح ہے۔ (شرح مسلم للنووی، ج ۷، ص: ٤٤۔) شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس جملے کو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے استفہامیہ انداز قرار دیا ہے کہ وہ ایسے مسئلے کے بارے میں دریافت کر رہی ہیں جو وہ نہیں جانتیں اور آپ ﷺ نے ان کی لاعلمی کا عذر قبول کیا۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے جی ہاں (نعم) کو رسول اللہ ﷺ کا فرمان قرار دیا۔ (مجموع فتاویٰ ابن تیمیه رحمه الله، ج ١١، ص: ٤١٢۔)

❸ صحیح مسلم: ٩٧٤۔

۷۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''ایک دن رسول اللہ ﷺ بقیع میں ایک جنازہ پڑھا کر میری طرف تشریف لائے۔ اس وقت مجھے سر درد ہو رہا تھا اور میں کہہ رہی تھی: ہائے میرا سر۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بلکہ ہائے میں میرا سر۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمھیں کیا نقصان ہے اگر تم مجھ سے پہلے مرگئی تو میں تمھیں غسل دوں گا اور تمھیں کفن پہناؤں گا۔ پھر تمہاری نمازِ جنازہ پڑھوں گا اور تمھیں دفن کر دوں گا؟'' میں بول اٹھی: لیکن میں یا میرے ساتھ (راوی کو شک ہے) اللہ کی قسم! اگر آپ ایسا کچھ کریں گے تو جب آپ میرے گھر میں لوٹ کر آئیں گے تو اپنی کسی بیوی کے ساتھ ازدواجی تعلقات کریں گے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یہ سن کر رسول اللہ ﷺ مسکرا دیے۔ پھر آپ ﷺ کو اس بیماری نے آ لیا جس میں آپ فوت ہوئے۔ ❶

جب رسول اللہ ﷺ نے بحکم الٰہی اپنی بیویوں کو اختیار دیا کہ وہ چاہیں تو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ رہیں اور چاہیں تو دنیاوی زیب و زینت کے لیے رسول اللہ ﷺ سے علیحدہ ہو جائیں۔ چنانچہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

''جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: بلکہ میں تو اللہ اور اس کے رسول اور دار آخرت کو اختیار کرتی ہوں تو ساتھ ہی کہہ دیا: اے اللہ کے رسول! میں آپ سے یہ بھی درخواست کروں گی کہ میرا جواب آپ اپنی کسی بیوی کو نہ بتائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان میں سے جو بیوی بھی پوچھے گی میں اسے ضرور بتاؤں گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے سختی کرنے والا بنا کر مبعوث نہیں کیا۔ بلکہ اس نے مجھے سہولتیں بہم پہنچانے والا معلم بنا کر مبعوث کیا ہے۔'' ❷

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فوائد حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

''خاوند کے متعلق غیرت، ایک مکمل باشعور اور فہم و فراست والی بیوی کو بھی ایسے کام کرنے آمادہ کر لیتی ہے جو عام حالات میں بالکل اس کے لائق نہیں ہوتے۔ جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے درخواست کی کہ آپ میرے جواب کے متعلق اپنی دوسری

❶ سنن ابن ماجه: ١٢٠٦۔ مسند احمد، ج ٦، ص: ٢٢٨، حدیث: ٢٥٩٥٠۔ سنن دارمی، ج ١، ص: ٥١، حدیث: ٨٠۔ اس کا اصل صحیح بخاری میں ہے۔ (حدیث: ٥٦٦٦۔)

❷ صحيح مسلم: ١٤٧٨۔

بیویوں کو کچھ نہ بتائیں۔ لیکن آپ ﷺ کو یقین کامل تھا کہ اُن کا یہ کہنے کا سبب اُن کی فطری غیرت اور اپنی سوکنوں سے رقابت کا جذبہ ہے، تو آپ نے اُن کی درخواست کو درخورِ اعتنا نہ سمجھا۔'' ❶

۸۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ایک بار مجھ سے فرمایا:

((إِنِّي لَأَعْلَمُ إِذَا كُنْتِ عَنِّي رَاضِيَةً وَإِذَا كُنْتِ عَلَيَّ غَضْبٰى قَالَتْ فَقُلْتُ مِنْ أَيْنَ تَعْرِفُ ذٰلِكَ فَقَالَ أَمَّا إِذَا كُنْتِ عَنِّي رَاضِيَةً فَإِنَّكِ تَقُولِينَ لَا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ ❷ وَإِذَا كُنْتِ عَلَيَّ غَضْبٰى قُلْتِ لَا وَرَبِّ إِبْرَاهِيمَ قَالَتْ قُلْتُ أَجَلْ وَاللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا أَهْجُرُ إِلَّا اسْمَكَ .)) ❸

''مجھے اچھی طرح معلوم ہے جب تم مجھ پر خوش ہوتی ہو اور یہ بھی مجھے معلوم ہے جب تم مجھ پر ناراض ہوتی ہو۔ میں نے کہا: ان باتوں کا آپ کو کیسے پتا چلتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو قسم اٹھاتے وقت کہتی ہو ''رب محمد کی قسم!'' اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو ''ابراہیم کے رب کی قسم!''۔ میں نے کہا: بالکل اسی طرح ہے، اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! میں صرف آپ کا نام ہی تو چھوڑتی ہوں۔''

امام نووی لکھتے ہیں:

''آپ ﷺ کا سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ فرمانا کہ: ''بے شک مجھے بخوبی علم ہوتا ہے جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو اور یہ بھی بخوبی علم ہوتا ہے جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو اور جواب میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمانا کہ: اے اللہ کے رسول! میں صرف آپ کے نام ہی زبان پر نہیں لاتی۔''

---

❶ فتح الباری، ج ۸، ص: ۵۲۲۔

❷ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ناخوشی کی حالت میں ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ کرنا اور دوسرے انبیا کا عدم تذکرہ اس کی اضافی فطانت کی دلیل ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ ابراہیم علیہ السلام کے زیادہ قریب ہیں۔ جیسا کہ قرآنی نص کہتی ہے۔ چونکہ جب آپ ﷺ کا نام چھوڑے بغیر اس کا چارہ نہ تھا تو بدلے میں اسی شخصیت کا نام لیا جو آپ ﷺ سے متعلق تھا تا کہ مجموعی طور پر آپ ﷺ کے ساتھ تعلقات سے باہر نہ رہے۔'' (فتح الباری، ج ۹، ص: ۳۲۶)

❸ صحیح بخاری: ۵۲۲۸۔ صحیح مسلم: ۲۴۳۹۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ ❶ فرماتے ہیں:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ناراضی کا باعث مذکورہ بالا غیرت ہے جو عورتوں کی فطرت میں داخل ہے اور اسی فطرت کی وجہ سے اکثر احکام میں ان سے درگزر کیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ اس غیرت سے علیحدہ ہو ہی نہیں سکتیں۔''

بلکہ امام مالک وغیرہ علمائے مدینہ فرماتے ہیں:

''اگر بیوی غیرت سے مشتعل ہو کر اپنے خاوند پر زنا کی تہمت لگائے تو اس پر سے حد قذف ساقط ہے۔''

مزید فرماتے ہیں:

''اس دعویٰ کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ''غیرت مند عورت وادی کے بالائی اور زیریں کنارے میں تمیز نہیں کرتی۔'' ❷

اگر یہ بات نہ ہوتی تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا جرم نہایت شدید ہوتا۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ناراضی اور ان سے علیحدگی کبیرہ گناہ ہے۔ اسی لیے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی کہا: ''میں صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہی تو نہیں لیتی۔'' یعنی اُن کے دل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ہیبت اسی طرح ہوتی جس طرح خوشی کی صورت میں ہوتی تھی۔ عورتوں میں غیرت کا سبب شدت محبت ہے۔ ❸

۹۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''جویریہ بنت حارث بن المصطلق، ثابت بن شماس بن قیس یا اس کے چچا زاد کے حصے میں بطور لونڈی آئی۔ اُس نے اپنی آزادی کی قسطیں مقرر کروالیں اور وہ نہایت حسین و جمیل دوشیزہ تھی۔ نگاہیں اس پر جم جاتی تھیں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

❶ یہ عیاض بن موسیٰ بن عیاض ابوالفضل سبتی مالکی ہیں۔ امام وقت، حافظ حدیث، شیخ الاسلام ان کے القاب ہیں۔ ۴۷۶ ہجری میں پیدا ہوئے۔ وہ سبتہ نامی شہر پھر غرناطہ کے قاضی رہے۔ نہایت عمدہ تصانیف اپنے پیچھے چھوڑی ہیں۔ ان کی مشہور تصنیف: الشفاء بحقوق شرف المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ وہ ۵۴۶ ہجری میں فوت ہوئے۔ (ازھار الریاض فی اخبار القاضی عیاض، لابی العباس المصری۔ سیر اعلام النبلاء للذھبی، ج ۲۰، ص: ۱۲۔)

❷ اسے ابویعلیٰ نے ج ۸، ص: ۱۲۹، (حدیث: ٤٦٧٠) پر روایت کیا ہے۔ البانی رحمہ اللہ نے "سلسلة الاحادیث الضعیفة، حدیث: ٤٩٦٧۔" کے تحت ضعیف لکھا۔ (مختصر شدہ، ظفر)

❸ شرح مسلم للنووی، ج ۱۵ ص: ۲۰۳۔

کے پاس اپنی قسطوں کی ادائیگی میں مدد لینے کے لیے آئی۔ جب وہ ہمارے دروازے پر آ کر کھڑی ہوئی تو مجھے بہت بری لگی اور مجھے یقین ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ جب اسے دیکھیں گے تو آپ کو بھی وہ چیز ضرور دکھائی دے گی جو میں نے دیکھ لی ہے۔ چنانچہ وہ کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! میں حارث کی بیٹی جویریہ ہوں۔ میرا معاملہ آپ سے پوشیدہ نہیں (یعنی میں مفتوحہ قبیلہ کے قیدیوں میں آئی ہوں) اور میں ثابت بن قیس بن شماس کے حصے میں آئی ہوں۔ میں نے اپنی آزادی کے لیے قسطیں مقرر کروالی ہیں۔ تو میں آپ کے پاس اس لیے آئی ہوں تاکہ آپ قسطوں کی ادائیگی میں میری مدد کریں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو تیرا کیا خیال ہے اگر تیرے ساتھ اس سے اچھا معاملہ طے ہو جائے؟'' اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تیری قسطیں دوں گا اور تجھ سے شادی کروں گا۔'' اس نے کہا: مجھے منظور ہے۔

سیّدہ عائشہ فرماتی ہیں: جب لوگوں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے جویریہ سے شادی کر لی ہے تو ان کے پاس اس (قبیلے) کے جتنے قیدی مرد و خواتین تھے انھوں نے سب کو آزاد کر دیا اور وہ کہنے لگے یہ تو رسول اللہ ﷺ کے سسرالی رشتہ دار ہیں۔ تو ہم نے اپنی قوم کے لیے اس خاتون سے زیادہ کوئی بابرکت خاتون نہیں دیکھی، جس کے سبب بنو مصطلق کے سیکڑوں گھرانوں میں رہنے والوں کو آزادی ملی۔'' [1]

۱۰۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہالہ بنت خویلد نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے کے لیے اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ کو اجازت طلب کرتے وقت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انداز یاد آ گیا۔ آپ کے چہرے پر خوشی اور غم کے ملے جلے جذبات سے نمایاں ہوئے اور فرمایا: ''اے اللہ! یہ تو ہالہ ہے۔'' سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں رقابت کی آگ میں جل اٹھی۔ چنانچہ میں نے کہہ دیا: آپ قریش کی ایک سرخ باچھوں والی بوڑھی کو ہر وقت کیوں یاد کرتے ہیں جبکہ اسے فوت ہوئے ایک زمانہ بیت گیا ہے؟ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس کے بدلے میں

---

[1] أبو داود: ۳۹۳۳۔ مسند احمد: ۲٦٤۰۸۔ سنن الکبری للبیهقی، ج ۹، ص ۷٤۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح سنن ابی داود میں صحیح کہا ہے۔ ابن القطان نے (احکام النظر، ص: ۱۵۳) پر اسے حسن کہا ہے۔

اچھی عورتیں عطا کر دی ہیں۔ [1]

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں:

''مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بیوی سے اتنی رقابت یا غیرت محسوس نہیں ہوئی جتنی غیرت و رقابت مجھے سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے محسوس ہوتی تھی۔ اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی میرے ساتھ شادی سے پہلے وہ فوت ہو چکی تھیں۔ لیکن میں کثرت سے آپ کو اس کا تذکرہ کرتے ہوئے سنتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر کہ اس نے سیّدہ خدیجہ کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بشارت دی تھی کہ جنت میں اس کا گھر ایک موتی سے بنا ہوا ہے [2] اور اگر آپ بکری ذبح کرتے تو خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں [3] کو ان کی ضرورت کے مطابق گوشت کا تحفہ بھیجتے۔'' [4]

چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس غیرت کا بنیادی سبب جانتے تھے اس لیے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اکثر معاملات میں درگزر سے کام لیتے۔ لیکن جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے شرعی حدود سے تجاوز کا امکان ظاہر کرتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً انھیں مناسب و احسن انداز میں تنبیہ بھی کر دیتے۔ اس بات کی عمدہ مثال سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی صحیح حدیث ہے آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''میں نے ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں اتنا ہی کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صفیہ کا پست قد ہونا نہیں کھلتا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُزِجَتْ بِمَاءِ الْبَحْرِ لَمَزَجَتْهُ .)) [5]

''بے شک تم نے تو اتنی کڑوی بات کہی ہے کہ اگر یہ بات سمندر کے پانی میں مل جائے تو اس کی کڑواہٹ سمندر کے پانی پر غلبہ پالے۔''

---

[1] صحیح بخاری: ۳۸۲۱۔ صحیح مسلم: ۲۴۳۷۔

[2] قَصَبًا: کھوکھلا موتی۔ (النهاية فی غريب الحديث و الاثر لابن الاثير، ج ٤، ص: ٦٧۔)

[3] خلائلها: خليلة کی جمع بمعنی ''سہیلی''۔ (النهاية فی غريب الحديث و الاثر، ج ۲، ص: ۷۲۔)

[4] صحیح بخاری: ۳۸۱۶۔ صحیح مسلم: ۲۴۳۵۔

[5] سنن ابی داؤد: ۴۸۷۵۔ ترمذی: ۲۵۰۲۔ ابن دقیق العید نے اسے (الاقتراح، ص: ۱۱۸۔) پر صحیح کہا اور علامہ شوکانی نے (الفتح الربانی، ج ۱۱، ص ۵۵۹۳۔) پر صحیح کہا اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے ''صحیح سنن ابی داؤد'' میں اسے صحیح کہا ہے۔

چوتھا نکتہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی قدر و منزلت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا خاص مقام تھا۔ کیونکہ وہ آپ کے سب سے زیادہ جانثار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں، اسی وجہ سے وہ آپ کو سب بیویوں سے زیادہ محبوب تھیں۔ آپ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اپنی محبت خاص کا خود اظہار کرتے تھے اور اسے مخفی نہیں رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ سیّدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ [1] نے آپ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! لوگوں میں سے سب سے زیادہ کس کے ساتھ محبت کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔'' سیّدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: مردوں میں سے (آپ کس سے زیادہ محبت کرتے ہیں؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اُس کے باپ (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) سے۔'' [2]

فوائد الحدیث:...... اس حدیث میں ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عظیم منقبت ثابت ہے اور وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ سب لوگوں سے زیادہ محبت کرتے تھے۔

چنانچہ سیّدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ لوگوں میں سے آپ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ تو سائل کا یہ اسلوب کہ ((مِـنَ الـنَّاسِ)) سب لوگوں سے زیادہ آپ کو کون محبوب ہے۔ چونکہ اس عموم کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں خصوصی تاثیر ہے (سب لوگوں سے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فی البدیہہ جواب دیا۔ عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے۔ آپ کے اس مختصر جواب میں ہماری امی جان کی قدر و منزلت کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ان کے لیے موجود تھی۔ گویا سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مترادف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک لفظ محبت ہے۔

جب سائل نے خود وضاحت کی کہ میرے سوال کا مقصد مردوں میں سے آپ کے محبوب ترین ہستی کے متعلق پوچھنا تھا۔ تو آپ نے ایسے الفاظ کے ساتھ جواب دیا جو ہماری والدہ محترمہ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

---

[1] سیّدنا عمرو بن عاص بن وائل ابوعبداللہ قرشی رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابیٔ رسول اور فاتح و امیر مصر رہے۔ فتح مکہ سے پہلے آٹھ ہجری میں اسلام قبول کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عمان کا والی بنایا۔ انھوں نے سیّدنا عمر، عثمان اور معاویہ رضی اللہ عنہم کے لیے کام کیا، یہ شام کے جہاد میں لشکروں کے ایک اہم کمانڈر تھے۔ جنگ صفین میں شامل ہوئے اور صلح کے لیے دو میں سے ایک حکم (ثالث) تھے۔ تقریباً ۴۳ ہجری میں وفات پائی۔ (الاستیعاب، ج ۱، ص۳٦٦۔)

[2] رواہ البخاری: ۳٤٦۲۔ مسلم: ۲۳۸٤۔

کے ساتھ متصل ہیں۔ یعنی آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کے باپ کے ساتھ۔''

آپ ﷺ نے یوں نہیں فرمایا کہ ابوبکر کے ساتھ۔ گویا ابوبکر کے ساتھ آپ کے محبت کی گواہی میں ہماری امی جان کی محبت کی گواہی بھی شامل ہے۔ گویا صدیق امت کی لفظی تعبیر کے لیے تو عائشہ رضی اللہ عنہا کہنا کافی ہو گیا اور آپ ﷺ نے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام نہیں لیا۔ ہماری والدہ محترمہ کی قدر و منزلت کی وضاحت لیے کیسا ادبی و بلاغی اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ و ذلك فضل الله يؤتيه من يشآء.

نبی ﷺ ہماری امی جان سے اس قدر محبت کا اعلان فرمایا کرتے تھے۔ جیسا کہ حافظ ابو عبداللہ ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا:

''آپ ﷺ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شدید محبت کرتے تھے جس کا اظہار بھی کیا کرتے۔'' ❶

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَأْمُرُنِيْ اَنْ أَسْتَرْقِيَ مِنَ الْعَيْنِ)) ❷

''آپ ﷺ مجھے نظر بد سے دم کروانے کا حکم دیا کرتے تھے۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ کی محبت اس درجہ پہنچ گئی کہ آپ ﷺ کو ان کے بارے میں اس قدر خوف تھا کہ آپ ﷺ انھیں نظر بد سے دم کروانے کا مشورہ دیا کرتے۔

چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''آپ ﷺ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو کھیلنے کی فرصت مہیا کرتے تھے اور انھیں اس مشغولیت سے روکتے نہ تھے۔ بلکہ آپ ان کو کھیلتا دیکھ کر خوش ہوتے اور آپ ﷺ اتنا مسکراتے کہ آپ ﷺ کی ڈاڑھیں مبارک ظاہر ہو جاتیں۔'' ❸

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''میں نبی ﷺ کے پاس گڑیوں سے کھیلا کرتی اور میری چند سہیلیاں بھی میرے ساتھ کھیلتی تھیں۔ چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ گھر میں آتے تو وہ چھپ جایا کرتی تھیں، تو آپ ﷺ ان کو باری باری میری طرف کھسکا دیتے پھر وہ میرے ساتھ کھیلنے لگ جاتیں۔'' ❹

---

❶ سير اعلام النبلاء للذهبي، ج ٢، ص: ١٤٢۔

❷ صحيح مسلم: ٢١٩٥۔ ❸ صحيح مسلم: ٢١٩٥۔

❹ صحيح بخاري: ٦١٣٠۔ صحيح مسلم: ٢٤٤٠۔

آپ ہمیشہ ان کے دل کو شاداں و فرحاں رکھنے میں کوشاں رہتے اور انھیں اپنے کندھے کی اوٹ دیتے تاکہ وہ حبشیوں کو جنگی کھیل کھیلتے دیکھ لیں۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ بیان کرتی ہیں:

''اللہ کی قسم! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر کے دروازے پر کھڑے ہوئے دیکھا جبکہ حبشی لوگ اپنی لاٹھیوں کے ساتھ مسجد نبوی میں کھیل رہے تھے۔ آپ نے مجھے اپنی چادر کی اوٹ میں لے لیا تاکہ میں ان کا کھیل دیکھ سکوں۔ پھر آپ میرے لیے کھڑے رہے حتیٰ کہ میں خود وہاں سے ہٹ گئی۔'' [1]

اس دلچسپ مظاہرہ میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تادیر اس لیے کھڑی رہیں کہ ان کا سر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر ٹکا تھا۔ یعنی جو آپ کے کندھے اور کان کے درمیان مقام تھا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے قیام کو طویل کرتی گئیں۔ انھیں کھیل سے کوئی دلچسپی نہ تھی بلکہ وہ صرف اس بات کا اظہار کرنا چاہتی تھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کی کتنی اہمیت ہے اور ان کی کیا قدر و منزلت ہے۔

ہماری امی جان رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار فرمایا: ''تو سیر ہو چکی ہے؟'' تو میں کہتی: اے اللہ کے رسول! آپ جلدی نہ کریں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: مجھے ان کے کھیل میں ذرا دلچسپی نہ تھی لیکن میں عورتوں کو دکھانا چاہتی تھی کہ میرے دل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا مرتبہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک میری کیا قدر و منزلت ہے۔'' [2]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کی خواہش کی تکمیل تک کھڑے رہنا آپ کے دل میں ان کی بلند قدر و منزلت کی دلیل ہے اور یہ کہ آپ ان سے کس قدر والہانہ محبت کرتے تھے۔ یہ ممکن تھا کہ آپ انھیں ان کے کھیل کا مشاہدہ کرنے کی مہلت دیتے اور خود تبلیغ رسالت کی ذمہ داری کو ادا کرنے کے لیے وہاں سے چلے جاتے۔ انھیں کسی مناسب جگہ پر کھڑا کر دیتے تاکہ وہ حبشیوں کے کھیل سے لطف اندوز ہوتیں اور یہ بھی

[1] صحیح بخاری: ٦١٣٠۔ صحیح مسلم: ٢٤٤٠۔

[2] السنن الکبری للنسائی، ج ٥، ص: ٣٠٧، حدیث: ٨٩٥١۔ مسند أبی یعلی، ج ٨، ص: ٢٤٨، حدیث: ٤٨٣٠۔ شرح مشکل الآثار للطحاوی، ج ١، ص ٢٦٨۔ اسے ابن قطان رحمہ اللہ نے (احکام النظر، حدیث: ٣٦٠) کے ضمن میں صحیح کہا اور البانی رحمہ اللہ نے (سلسلة الاحادیث الصحیحة، ج ٧، ص: ٨١٨) پر اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

ممکن تھا کہ آپ اس کے قریب کھڑے ہو جاتے۔ بجائے اُن کے آپ اُن کی ٹھوڑی کے نیچے اپنا مبارک کندھا رکھے رہتے اور وہ آپ کے کندھے پر سر ٹیک کر اپنے قیام کو طویل کرتی رہتیں اور یہ بھی ممکن تھا کہ آپ ﷺ ان کے پاس سے چلے جاتے اور ان کے اختتام کھیل کا انتظار نہ کرتے۔ بلکہ زیادہ مناسب آپ ﷺ کے لیے یہی تھا کہ آپ آغاز میں کچھ دیر وہاں رہتے پھر امت کی حاجات کے لیے آپ وہاں سے چلے جاتے۔

لیکن یہ سارے امکانات سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حق کے سامنے معدوم تھے، چونکہ:

۱۔ یہ معاملہ آپ ﷺ کی طرف سے ان کے لیے محبت کی عظیم گواہی ہے اس میں کسی قسم کا شک نہیں۔

۲۔ وہاں تا دیر قیام دوسری گواہی ہے۔

۳۔ حالت قیام تیسری گواہی ہے۔

۴۔ آپ ﷺ کا اسے کندھے کا سہارا فراہم کر کے تا دیر وہاں جمے رہنا چوتھی گواہی ہے۔

۵۔ ان کی نوعمری کی رعایت اور آپ کا محبت بھرا صبر اور آپ کا شفقت بھرا انداز جیسے متعدد گواہ ہیں۔

یہ واقعہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلتوں سے لبریز ہے جن کی کوئی انتہا نہیں کہ تمام مخلوقات سے افضل ہستی کے دل میں ہماری امی سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی کیا قدر و منزلت تھی۔ اللّٰھم صلی علی محمد و آل محمد. اسی طرح عید کی مناسبت سے آپ ﷺ ان کو کھیل کود کے لیے فرصت مہیا فرماتے۔ اس میں خود بھی شامل ہو جاتے۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

> ''نبی ﷺ میرے پاس آئے تو میرے پاس دو لڑکیاں جنگ بُعاث ❶ کے اشعار گا رہی تھیں، آپ ﷺ آتے ہی بستر پر دراز ہو گئے اور اپنی کروٹ بدل لی۔ اسی اثنا میں میرے والد محترم سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور مجھے ڈانٹنے لگے اور کہنے لگے: شیطان کی بانسریاں رسول اللہ ﷺ کے پاس کیوں؟ چنانچہ رسول اللہ ﷺ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''تم انھیں کچھ نہ کہو۔'' جب آپ ﷺ کی توجہ ہٹ گئی تو میں نے ان دونوں لڑکیوں کو ہاتھ کے ساتھ اشارہ کیا۔ وہ دونوں جلدی سے نکل گئیں۔'' ❷

---

❶ جنگ بُعاث: اسلام سے پہلے انصار کے درمیان جو جنگ ہوئی۔ (النہایۃ فی غریب الحدیث و الاثر، لابن الاثیر، ج ۳، ص: ۳۹۲۔)

❷ بخاری: ۹۴۹۔ مسلم: ۸۹۲۔

رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ شدت محبت کی وجہ سے ان کی دلچسپیوں کا ہمیشہ خیال رکھتے اور آپ ﷺ ان کے کھیل میں ان کے ساتھ شامل ہو جاتے۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''میں ایک سفر میں نبی ﷺ کے ہمراہ تھی، تو میں نے آپ ﷺ کو مقابلہ میں دوڑنے کے لیے کہا اور چند قدموں میں ہی آپ سے آگے بڑھ گئی پھر جب میں زیادہ گوشت کی وجہ سے بھاری ہو گئی تو آپ کے ساتھ پھر دوڑ کا مقابلہ کیا چنانچہ آپ مجھ سے آگے نکل گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ اس دن کا بدلہ ہے۔'' ❶

رسول اللہ ﷺ ہمیشہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خوشی کے متمنی رہتے اور ان کی محسوسات کی ہمیشہ رعایت کرتے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ بیان کرتی ہیں:

''ہم نبی ﷺ کے ساتھ صرف حج کی نیت سے روانہ ہوئے۔ جب ہم مقام ''سرف'' پر پہنچے تو میرے ایام شروع ہو گئے۔ جب نبی ﷺ میرے پاس آئے تو میں رو رہی تھی۔ آپ ﷺ نے استفسار فرمایا: ''تم کیوں رو رہی ہو؟'' میں نے کہا: اللہ کی قسم! میری تمنا تو یہ ہے کہ میں اس سال حج نہ کرتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''شاید تیرے ایام شروع ہو گئے ہیں؟'' میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ آپ فرمانے لگے: ''یہ چیز اللہ تعالیٰ نے آدم کی ساری بیٹیوں پر لکھ دی ہے۔ ❷ تم اسی طرح کرو جیسے حجاج کریں گے سوائے اس کے کہ پاک ہونے تک بیت اللہ کا طواف نہ کرنا۔'' ❸

---

❶ سنن ابی داود: ۲۵۷۸۔ سنن ابن ماجہ: ۱۶۲۳۔ مسند احمد، ج ٦، ص ٣٩، حدیث: ٢٤١٦٤۔ السنن الکبری للنسائی، ج ٥، ص ٣٠٤، حدیث: ٨٩٤٣۔ صحیح ابن حبان، ج ١٠، ص ٥٤٥۔ ح: ٤٦٩١۔ المعجم للطبرانی، ج ٢٣، ص ٤٧، حدیث: ١٢٥۔ البیهقی، ج ١٠، ص ١٧، حدیث: ٢٠٢٥٢۔ اس حدیث کو ابن الملقن نے (البدر المنیر، ج ٩، ص: ٤٢) میں، العراقی نے (تخریج الاحیاء، ص: ٤٨٢)، البانی رحمہ اللہ نے (صحیح سنن ابی داود) وادعی نے (الصحیح المسند: ١٦٣١) میں صحیح کہا ہے۔

❷ علامہ زرکشی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: آپ ذرا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایام کے موقعہ پر نبی ﷺ کے اس فرمان پر غور تو کریں: یعنی ''یہ چیز اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی سب بیٹیوں پر لکھ دی ہے اور جب صفیہ رضی اللہ عنہا کے ایام شروع ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا اس نے ہمیں محبوس کر دیا؟'' دونوں مواقع پر فرق کتنا واضح ہے۔ (الاجابة، ص: ٥٢۔ فتح الباری، ج ٣، ص: ٥٨٩) میں دونوں مقامات کی مناسبت تحریر کی گئی ہے۔

❸ صحیح بخاری: ٣٠٥۔ صحیح مسلم: ١٢١١۔

اور ایک روایت میں ہے کہ:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فرمایا: ''تجھے کوئی نقصان نہیں تو اپنے حج کو جاری رکھ۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تیرے نصیب میں عمرہ کر دے۔'' ❶

''جب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایام ختم ہو گئے اور بیت اللہ کا طواف کر لیا تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: اے اللہ کے رسول! کیا آپ سب تو حج اور عمرہ کر کے لوٹیں اور میں صرف حج کر کے جاؤں گی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بھائی سیّدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ ان کے ساتھ مقام ''تنعیم'' پر جائے تو تب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایام حج کے بعد ذوالحجہ میں عمرہ ادا کیا۔'' ❷

ایک روایت میں ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت نرم خو تھے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب کسی چیز میں اپنی دلچسپی کا اظہار کرتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس چیز کے حصول کے لیے ان کی دلچسپی کو پورا کرتے۔ بشرطیکہ وہ دین میں نقص کا باعث نہ ہو۔ ❸ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو ان کے ساتھ بھیجا تب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مقام تنعیم پر جا کر عمرہ کا احرام باندھا۔'' ❹

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''ایک دن مجھے سر درد ہو گیا تو میں نے کہا: ''ہائے میرا سر۔'' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلکہ ہائے میرا سر۔'' ❺

علامہ بدرالدین الزرکشی رحمہ اللہ ❻ لکھتے ہیں:

---

❶ صحیح بخاری: ۱۷۸۸۔ صحیح مسلم: ۱۲۱۱۔ ❷ صحیح بخاری: ۷۲۳۰۔

❸ امام نووی فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نرم خُو ہونے کا یہ مطلب ہے کہ جب وہ دین کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے اپنی دلچسپی کا اظہار کرتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے پورا کرتے۔ جیسا کہ اس موقع پر عمرہ کی خواہش۔ (شرح مسلم، ج ۸، ص: ۱٦۰)

❹ صحیح مسلم: ۱۲۱۳۔

❺ سنن ابن ماجہ: ۱۲۰٦۔ مسند احمد، ج ٦، ص: ۲۲۸، حدیث: ۲۵۹۵۰۔ سنن دارمی، ج ۱، ص: ۵۱، حدیث: ۸۰۔ اس کا اصل صحیح بخاری میں ہے۔ (حدیث: ۵٦٦٦۔)

❻ یہ محمد بن بدر بن عبداللہ ابو عبداللہ زرکشی ہیں۔ اصول فقہ کے عالم شافعی المذہب، ہمیشہ علم وعمل سے وابستہ رہے۔ ۷۴۵ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ۷۹۴ ہجری میں فوت ہوئے۔ (البحر المحیط) اس سے پہلے کسی نے ایسی کتاب نہ لکھی اور (البرهان فی علوم القرآن، وغیرہ)۔ (الطبقات الشافعیه لابن قاضی شهبة، ج ۵، ص: ٦۷۔ شذرات الذهب، لابن العماد، ج ٦، ص: ۳۳٤۔)

''اس روایت کے ان الفاظ میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہا درجے کی موافقت کا اشارہ پنہاں ہے۔ یہاں تک کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا درد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی محسوس کیا۔ گویا آپ نے اپنی سچی محبت کا اظہار فرمایا اور ان کے درد کو اپنا درد قرار دیا۔''[1]

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''جب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''ہائے میرا سر'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی زبان اقدس سے یہ فرمانا: ''بلکہ ہائے میرا سر'' یعنی تم سے زیادہ میرے سر میں تکلیف ہے۔ تم تو میری وجہ سے پرسکون ہو جاؤ اور شکوہ مت کرو اور یہاں یہ مسئلہ بھی واضح ہوتا ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب بیوی تھیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی سب بیویوں سے زیادہ محبت انھی کے ساتھ تھی۔ جب انھوں نے اپنے سر کی شکایت آپ کے سامنے رکھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یوں گویا ہوئے کہ ان کے محبوب کو بھی انھی جیسی تکلیف ہے اور یہ کسی محبوب کی اپنے محبوب کے ساتھ حد درجہ کی موافقت ہے جو ایک دوسرے کے دکھ درد اور خوشی و فرحت میں شریک ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ جب محبوبہ کے جسم کا کوئی حصہ درد محسوس کرتا ہے تو اس کے محبوب کا بھی وہی عضو بیمار پڑ جاتا ہے اور یہ سچی اور پاکیزہ محبت کی لاثانی مثال ہے۔

چونکہ پہلے معنی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں یہ نصیحت فرمائی کہ تم اپنی تکلیف کی شکایت نہ کرو اور صبر کرو۔ کیونکہ جو تکلیف تمھیں ہے وہ مجھے بھی ہے۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر اور عدم شکایت کے ذریعے انھیں ہمدردی جتائی۔

دوسرے معنی کے لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے لیے سچی محبت کا اعلان ہے، یعنی تم اپنے ساتھ میری شدید محبت کا اندازہ کرو۔ میں نے تمہارے سر درد اور تمہاری تکلیف میں تمہارے ساتھ کس طرح ہمدردی کا اظہار کیا۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مطلب تھا کہ کیسے ممکن ہے کہ میں تندرست رہوں اور تم بیمار ہو جاؤ۔ بلکہ جو چیز تمھیں دکھ پہنچائے وہ مجھے دکھ پہنچاتی ہے اور مجھے بھی وہی چیز خوش کرتی ہے جو تمھیں خوش کرے۔ بقول شاعر:

---

[1] الاجابة لا یر او ما استدرکته عائشة علی الصحابة، للزرکشی، ص: ٦٩۔

''مخلوق میں سے جو تیرے دکھ میں شریک ہو تو اس کی خوشی میں بھی شریک بن جا۔'' [1]

رسول اللہ ﷺ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طویل گفتگو سے اکتاتے نہیں تھے۔ جیسا کہ ام زرع والی طویل حدیث جس میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو گیارہ عورتوں اور ان کے خاوندوں کا باہمی سلوک سنایا، پھر آپ ﷺ نے اس واقعہ کے آخر میں فرمایا:

''میں تیرے لیے ایسا ہی ہوں جیسے ابوزرع ام زرع کے لیے تھا۔'' [2]

علامہ نووی لکھتے ہیں:

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ ''میں تمہارے لیے ایسے ہی ہوں جیسے ابوزرع ام زرع کے لیے تھا۔''

محدثین کہتے ہیں کہ

''آپ ﷺ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی دل گیری اور ان کے لیے اپنی حسن معاشرت کے نمونے کے طور پر فرمایا۔'' [3]

یعنی ''میں تمہارے لیے ابوزرع کی مانند ہوں۔''

رسول اللہ ﷺ کی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ڈھلتی رات سرگوشیاں:

آپ ﷺ تہجد سے فارغ ہو کر ان سے چیدہ چیدہ باتیں کیا کرتے تھے۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ بیان کرتی ہیں:

''جب رسول اللہ ﷺ نماز فجر کی دو سنتیں پڑھ لیتے اور میں بیدار ہو چکی ہوتی تو آپ مجھ سے گفتگو کرتے وگرنہ آپ اقامت کی اطلاع ملنے تک لیٹ جاتے۔''

ایک روایت میں ہے:

''آپ ﷺ اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جاتے۔'' [4]

اسی طرح دوران سفر خصوصاً جب رات چھا جاتی تو آپ سیّدہ عائشہ سے راز دارانہ گفتگو فرمایا

---

[1] كتاب الروح لابن القيم، ص: ٢٥٨۔

[2] صحيح بخاري: ٥١٨٩۔ صحيح مسلم: ٢٤٤٨۔

[3] شرح مسلم للنووي، ج ١٥، ص: ٢٢١۔

[4] صحيح بخاري: ١١٦١۔ صحيح مسلم: ٧٤٢۔

کرتے تھے۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر پر روانہ ہونے لگتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی کرتے۔ ایک بار سیّدہ عائشہ اور سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہما دونوں کے نام کا قرعہ نکلا۔ جب رات ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے باتیں کرتے ہوئے چلتے۔''[1]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیّدہ ممدوحہ کو اپنے قریب کر لیتے اور اپنی شفقت و رحمت بھرے بازوان کی طرف پھیلا دیتے۔ ہمارے ماں باپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیّدہ رضی اللہ عنہا پر قربان۔ ہماری امی جان سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان معمولاتِ نبوی سے مانوس ہو چکی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانے پینے کے برتنوں میں وہی جگہ تلاش فرماتے جہاں ہماری امی اپنا دہن مبارک لگاتیں اور ام المؤمنین بھی ایسا ہی کرتیں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''میں اپنے ایام (حیض) کے دوران برتن سے پانی پیتی پھر وہ برتن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑا دیتی تو آپ اپنا دہن مبارک میرے لب رکھنے والی جگہ پر رکھتے اور برتن میں جو کچھ دودھ یا پانی ہوتا آپ پی لیتے اور میں ہڈی سے گوشت نوچتی جبکہ میں حائضہ ہوتی تو پھر میں وہی ہڈی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑا دیتی تو آپ اپنے لب مقدس میرے لب والی جگہ پر رکھتے اور ہڈی سے گوشت نوچتے۔''[2]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری امی جان سے بظاہر خوش طبعی بھی کرتے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے:

''بے شک میں بخوبی سمجھتا ہوں تم مجھ سے خوش ہوتی ہو اور کب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا عرض کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پتا چلتا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو اس طرح قسم اٹھاتی ہو:

((لَا وَ رَبِّ مُحَمَّدٍ!)) ''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رب کی قسم!''

اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو:

((لَا وَ رَبِّ اِبْرَاهِيْمَ!)) ''ابراہیم علیہ السلام کے رب کی قسم!''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تصدیق کرتے ہوئے فرماتی ہیں: ''اللہ کی قسم! میں صرف آپ کا نام ہی

---

[1] الاستیعاب ج ۲، ص: ۸٤۔ الاصابة، ج ۷، : ۵۸۱

[2] صحیح مسلم: ۳۰۰۔

چھوڑتی ہوں۔''❶

گویا سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے محبت کے بدلے محبت اور عادت کے بدلے عادت کا تبادلہ کیا۔

ایک دن سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے اندر سے اُن کی بلند آواز سنی جبکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی معاملہ میں باتیں کر رہی تھیں تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو جا کر پکڑ لیا اور زجر و توبیخ کرنا چاہی اور کہا: ''کیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تمہارا بلند آواز میں گفتگو کرنا نہیں سنا؟ (مطلب یہ کہ سن لیا ہے)''

ایک روایت کے مطابق ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں یوں مخاطب کیا:

''اے فلاں عورت کی بیٹی! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی آواز بلند کیوں کر رہی ہو؟'' اس صورت حال کو دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم دونوں باپ بیٹی کے درمیان میں کھڑے ہو گئے۔ اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ (سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر) غصے میں بھرے ہوئے وہاں سے چل پڑے۔ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ چلے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم نے دیکھ لیا کہ میں نے اس مرد جری سے تمھیں کیسے بچایا؟'' کچھ دن گزرے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت طلب کی۔ جب انھوں نے ان دونوں کو دیکھا کہ وہ خوش باش ہیں، اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو مسکراتے ہوئے دیکھا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ''جس طرح آپ دونوں نے مجھے اس روز کی تلخی میں شامل کیا تھا اسی طرح اب مجھے اپنی باہمی خوشی میں بھی شریک کیجیے۔'' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہمیں منظور ہے، ہمیں منظور ہے۔''❷

بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حمایت میں ان کو تکلیف دینے والی سب اشیاء کو دُور کر دیا۔ خواہ وہ ان کے باپ کی طرف سے ہی ہوں اور آپ ہمیشہ انھیں خوش رکھنے اور راضی رکھنے کے لیے وران کے طیب خاطر کے لیے نرم رویہ اختیار کرتے۔ ان سب معمولات سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ

---

❶ بخاری: ۵۲۲۸۔ مسلم: ۲۴۳۹۔

❷ سنن ابی داود: ۴۹۹۹۔ مسند احمد: ج ٤، ص ۲۷۱، حدیث: ۱۸٤۱۸۔ اس حدیث کو البانی رحمہ اللہ نے سلسلة الاحادیث الصحیحة، ج ٦، ص: ۹٤٤) پر صحیح کہا اور وادعی رحمہ اللہ نے اسے (الصحیح المسند، حدیث: ۱۱۷) میں صحیح کہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی حب بیکراں صاف دیکھی جا سکتی ہے۔ آپ اس بات کو بھی برداشت نہ کرتے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو کوئی تکلیف پہنچے خواہ ان کے والد محترم کی طرف سے ہی ہو۔

چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''بے شک نبی ﷺ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے معذرت کی۔'' [1]

''نبی ﷺ نے یہ تو نہ سوچا تھا کہ جو تکلیف سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہنچنے والی ہے وہ پہنچے گی۔ چونکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور سیّدہ عائشہ کو ایک تھپڑ جڑ دیا اور ان کے سینے پر ہاتھ مارا۔ اس وجہ سے نبی ﷺ کو افسوس ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابوبکر! آج کے بعد میں کبھی بھی اس کے بارے میں تم سے معذرت نہیں کروں گا۔'' [2]

نبی کریم ﷺ کو جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی بیویوں کے متعلق اختیار دیا کہ آپ انھیں کہیں کہ جو آپ کو اختیار کرنا چاہے تو اس کی مرضی ہے اور جو آپ سے علیحدہ ہونا چاہے تو بھی ٹھیک ہے۔ اس ضمن میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جو بات چیت آپ ﷺ کی ہوئی اس میں بھی آپ کی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شدید محبت کا اظہار نظر آتا ہے۔

چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ابتدا کی اور فرمایا: ''میں تمھیں ایک بات کہنا چاہتا ہوں تو تم اس معاملے میں اپنے والدین کے ساتھ مشورہ کرنے سے پہلے جلد بازی مت کرنا۔'' [3]

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: آپ ﷺ کو بخوبی علم تھا کہ میرے والدین مجھے آپ سے جدا ہونے کا مشورہ ہرگز نہیں دیں گے۔'' [4]

علامہ قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ علماء کہتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے والدین سے مشورے کا حکم اس لیے دیا کیونکہ آپ کو اندیشہ تھا کہ کہیں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرطِ جذبات میں آ کر مجھ سے جدائی کا فیصلہ نہ کر

---

[1] زہری رحمہ اللہ نے (تهذيب اللغة: ٢/ ١٨٦) پر لکھا: سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو کسی معاملہ میں ڈانٹ ڈپٹ کی تو آپ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فرمایا: ''اس کی طرف سے تم میری معذرت قبول کرلو میں خود اسے ادب سکھاؤں گا۔''

[2] صحيح ابن حبان: ٤١٨٥۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے (السلسلة الصحيحة: ٢٩٠٠) میں صحیح کہا ہے۔

[1] بخاري: ٢٤٦٨۔ مسلم: ١٤٧٩۔

[2] احكام القرآن للقرطبي، ج ١٤، ص: ١٦٣۔

لے۔ جہاں تک ان کے والدین کا تعلق تھا تو وہ دونوں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو آپ سے علیحدگی کا مشورہ کسی صورت میں نہ دیتے۔'' ❶

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ کے آخری لمحات تک سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی محبت کو تھامے رکھا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرض الموت میں اپنی تمام بیویوں سے مشورہ کر کے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کو اپنا مستقر بنا لیا اور آپ نے اپنے آخری سانس سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود مبارک میں پورے کیے۔ انھی کے گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا گیا۔

چنانچہ ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس محبت کی شعاعیں کائنات کے اطراف و اکناف تک پھیل گئیں۔ بلکہ آفاق کو اس محبت کی کرنوں نے عبور کر لیا۔ جس کے نتیجے میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حصے میں حمد وثنا اور اذکارِ جمیلہ کی کثیر تعداد آئی اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اس قدر جلال وتکریم کا سلوک ہوا جو ان کی شایانِ شان تھا اور تاریخ اسلامی میں ان کو وہی مقام ملا جس کی وہ مستحق تھیں۔ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی اس محبت سے بخوبی آگاہ تھے جو آپ کو اپنی بیوی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھی۔ اسی لیے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایا اور تحائف دینے کے لیے اس دن کا انتظار کرتے جس دن آپ کی باری سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ہوتی۔

۱۔ صحیح حدیث جو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

''بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے دو گروپ تھے۔ ایک گروپ میں سیّدہ عائشہ، حفصہ اور سودہ رضی اللہ عنہن تھیں تو دوسرے گروپ کی قائد ام سلمہ رضی اللہ عنہا ❷ تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر تمام بیویاں ان کے گروپ میں تھیں۔

جبکہ تمام صحابہ کرام کو اس حقیقت کا بخوبی ادراک تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بے پناہ محبت تھی۔ جیسا کہ پہلے تحریر کیا جا چکا ہے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تحفہ لانا چاہتا تو وہ اسے اس دن تک مؤخر کر دیتا جس دن آپ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے

---

❶ صحیح بخاری: ۱۳۸۹۔ صحیح مسلم: ۲٤٤۳۔

❷ یہ ہند بنت ابی امیہ بن المغیرہ ام سلمہ قرشی مخزومی رضی اللہ عنہا ہیں۔ انھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کا شرف حاصل ہے۔ یہ حبشہ کی طرف ہجرت میں شامل تھیں۔ پھر مدینہ منورہ کی ہجرت بھی کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت احادیث روایت کی ہیں۔ یہ تمام امہات المومنین میں سے آخر میں ۶۲ ہجری کے لگ بھگ فوت ہوئیں۔ (الاستیعاب لابن عبدالبر رحمہ اللہ، ج ۲، ص: ۱۲۹۔ الاصابۃ لابن حجر، ج ۸، ص: ۱۵۰)

گھر میں ہوتے۔ چنانچہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گروپ میں شامل ازواج مطہرات نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اس سلسلے میں گفت وشنید کی اور انھیں اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کریں کہ آپ لوگوں کو حکم دیں کہ تم میں سے جو کوئی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تحفہ دینا چاہے وہ وہیں آپ کے لیے بھیج دے جہاں آپ ہوں اور صرف مخصوص دن کا انتظار نہ کرے۔

تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے اس معاملے پر بات کی۔ آپ نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ دیگر ازواج نے ان سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ آپ نے مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ سب نے انھیں دوبارہ بات کرنے کا کہا۔ چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ ان کے پاس گئے تو انھوں نے آپ سے یہی بات کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی اسے کوئی جواب نہ دیا۔ ازواج مطہرات نے ان سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ آپ نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ انھوں نے پھر اصرار کیا کہ تم اس وقت تک آنحضرت سے بات کرتی رہو جب تک آپ تمھیں کوئی جواب نہیں دیتے۔ پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر اپنی باری پر ان کے پاس تشریف لائے تو انھوں نے پھر آپ سے وہی بات کی۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فرمایا: ''تم مجھے عائشہ کے معاملے میں اذیت نہ دو۔ کیونکہ جب میں کسی اور بیوی کے بستر میں ہوتا ہوں تو میرے پاس وحی نہیں آتی لیکن جب عائشہ کے پاس ہوتا ہوں تو فرشتہ وہاں بھی وحی لے کر پہنچ جاتا ہے۔ چنانچہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا ملتجیانہ انداز میں گڑگڑا اٹھیں کہ اے اللہ کے رسول! میں آپ کو تکلیف دینے پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتی ہوں۔

پھر اس کے گروپ کی ازواج نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لاڈلی بیٹی سیّدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا [1] کو اس بات کے لیے تیار کیا۔ چنانچہ انھوں نے انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا تا کہ آپ سے کہیں کہ آپ کی بیویاں اللہ کے واسطے آپ سے ابوبکر کی بیٹی (عائشہ رضی اللہ عنہا) کے معاملہ میں عدل و انصاف کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ چنانچہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے یہ بات کہہ دی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے بیٹی! جو مجھے پسند ہے کیا تجھے پسند نہیں؟'' سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کیوں نہیں، بالکل ایسا ہی ہے۔ وہ ازواج کے پاس واپس گئیں اور انھیں ساری بات بتائی۔ انھوں نے کہا: تم دوبارہ جاؤ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرو

---

[1] یہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ان کی دادی بنو ہاشم سے تھیں الزہراء ان کا لقب ہے۔ جنت میں تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہیں۔ بعثت نبوی سے کچھ عرصہ پہلے مکہ میں پیدا ہوئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل صرف انھیں سے جاری ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھ ماہ بعد ان کی وفات ہوئی اور آپ کی وفات کے بعد آپ کے اہل وعیال میں سے سب سے پہلے یہی فوت ہوئیں۔ (فضائل فاطمة الزهراء للحاكم۔ الاصابة لابن حجر، ج ۸، ص: ۵۳۔)

تو انھوں نے دوبارہ جانے سے انکار کر دیا۔

پھر انھوں نے سیّدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ وہ آپ کے پاس آئیں اور نہایت درشت لہجہ میں آپ سے مخاطب ہوئیں۔ وہ کہنے لگیں: آپ کی بیویاں آپ سے ابن ابی قحافہ کی بیٹی کے معاملے میں اللہ کے واسطے عدل و انصاف کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ اس وقت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی تھیں۔ چنانچہ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے غصے کا رُخ جلد ہی ان کی طرف ہو گیا۔ زینب رضی اللہ عنہا نے انھیں بھی خوب سخت باتیں کہیں۔ بالآخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف پرامید نگاہوں سے دیکھنے لگے کہ کیا یہ بولتی ہے کہ نہیں۔ بقول راوی چونکہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی لب کشائی کر لی اور ترکی بہ ترکی زینب رضی اللہ عنہا کو ایسے تسلی بخش جواب دیئے کہ انھوں نے خاموشی میں ہی عافیت سمجھی۔ وہ کہتی ہیں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف دیکھا اور فرمایا: ''آخر یہ ابوبکر کی بیٹی ہے۔'' رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا . [1]

جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ محبت کا یہ انداز صحابہ رضی اللہ عنہم کے علم میں تھا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو بھی بخوبی علم تھا۔ اس کی واضح دلیل روزہ دار کے بوسہ لینے کے مسئلہ میں ابی قیس کی روایت ہے۔

ابوقیس سے روایت ہے:

''مجھے سیّدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے ام المؤمنین سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا تا کہ میں ان سے یہ مسئلہ پوچھوں کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں بوسہ لیتے تھے؟ اور اگر وہ نفی میں جواب دے تو ان سے کہنا کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا لوگوں کو بتاتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں بوسہ لیتے تھے۔

بقول راوی میں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ سے ہوتے ہوئے بوسہ لیتے تھے؟ انھوں نے نفی میں جواب دیا۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا: بے شک سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا لوگوں کو بتاتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں بوسہ لیتے تھے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا بوسہ

---

[1] صحيح بخاري: ٢٥٨١۔

لیا ہو کیونکہ آپ کو اس کی محبت پر ضبط نہیں تھا۔ بہر حال میرے ساتھ ایسا کچھ نہ ہوا۔'' ❶

۳۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''وہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور اسے یوں مخاطب کیا۔ اے بیٹی! تو اس عورت کے معاملہ میں کبھی دھوکا نہ کھانا جس کے حسن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نے پسند کر لیا۔ ان کی مراد عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں تو حفصہ رضی اللہ عنہا نے اپنے باپ کی اس نصیحت کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ آپ مسکرا دیئے۔'' ❷

صحابہ رضی اللہ عنہم کو ان (عائشہ رضی اللہ عنہا) کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید محبت کا اس قدر یقینی علم تھا کہ (ان) عائشہ رضی اللہ عنہا کی خوشنودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک سفارش کا ذریعہ بن گئی۔

ذرا غور کریں! یہ ہیں ہماری والدہ محترمہ سیّدہ سودہ رضی اللہ عنہا جب ان کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ امور خانہ داری اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق زوجیت کو وہ صحیح طریقے سے ادا نہیں کر سکتیں اور ان میں مردوں کی دلچسپی کا کوئی اشارہ بھی نہیں رہا، تو انھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جدائی کے غم نے آ گھیرا۔ چنانچہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے التجا کی کہ وہ اپنی باری سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کرتی ہیں اور ان کا خیال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر بیویوں میں سے کسی کی طرف نہ گیا کیونکہ انھیں بخوبی علم تھا کہ ہماری والدہ محترمہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں اور کوئی دوسرا اس میں شریک نہیں۔ ❸

اس فضیلت کے ثبوت غیر متناہی ہیں۔ تاآنکہ ہماری والدہ محترمہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سب سے اونچی شان و مرتبت والی ہو گئیں۔

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''بے شک کسی شخص کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بہت بڑی فضیلت ہے اور یہ بات ایسی ہی ہے جیسے کہ فتح خیبر کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا: ''کل میں جھنڈا اسے ہی دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت

---

❶ مسند احمد، ج ٤٤، ص ٩٨، حدیث: ٢٦٦٩١۔ شرح معانی الآثار، للطحاوی، ج ٢، ص ٩٣، حدیث: ٣٣٩٥۔ اور قصہ کے بغیر اصل روایت (صحیح مسلم، حدیث: ١١٠٦) میں ہے۔

❷ صحیح بخاری: ٥٢١٨۔ صحیح مسلم: ١٤٧۔

❸ صحیح بخاری: ٢٥٩٣۔ صحیح مسلم: ٤٦٣۔

کرتے ہیں۔'' چونکہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس سے فزوں تر ہے اور وہ فضیلت میں اس سے کہیں زیادہ ہے۔ وہ اس شخص سے بہر حال افضل ہے جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں حصہ ان سے کم ہے۔ اسی لیے جب سائل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: آپ مردوں میں سے کس کے ساتھ زیادہ محبت کرتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس (عائشہ رضی اللہ عنہا) کے باپ کے ساتھ۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان تمام صحابہ سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ابوبکر اور پھر عمر رضی اللہ عنہ سے ہونے کی دلیل ہے۔''[1]

جن مقاصد کے لیے کسی عورت سے شادی کی جاتی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نصاً بیان کر دیا، پھر فرمایا: ''تو دین دار عورت کے ساتھ شادی کر کے کامیاب ہو جا۔ تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں۔'' تو یہ ناممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کو دیگر اسباب و وسائل کو ترک کر کے دین دار عورت سے شادی کرنے کی رغبت دلائیں اور خود سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی اور مقصد کے لیے شادی کریں۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ: ''تمام عورتوں میں سے عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت ایسے ہی ہے جیسے تمام کھانوں پر ثرید کو فضیلت حاصل ہے۔''

تو کسی مسلمان کے لیے یہ سوچنا جائز نہیں کہ اللہ کے نزدیک دین کے علاوہ بھی کوئی وجہ فضیلت ہے۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے (سیر اعلام النبلاء، ج ۲، ص: ۱۴۳) پر اور علامہ ندوی رحمہ اللہ نے (سیرۃ سیدۃ عائشۃ ام المؤمنین، ص: ۷۹) پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ام سلمہ! تم مجھے عائشہ کے معاملے میں اذیت نہ دو۔'' کیونکہ اللہ کی قسم! تم میں سے میں اس کے علاوہ جس کسی کے لحاف میں ہوتا ہوں تو میری طرف وحی نہیں آتی۔''

علامہ ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے یہ جواب، تمام امہات المومنین پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کو ظاہر کرتا ہے اور اس بات پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت حکم الٰہی کی وجہ سے تھی اور یہ حکم الٰہی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے ساتھ محبت کا ایک سبب تھا۔

حتیٰ کہ مسروق رحمہ اللہ جب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق حدیث روایت کرتے تو کہتے: مجھے یہ حدیث صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی مبرّاۃ، مصدّقہ اور اللہ کے حبیب کی محبوبہ رضی اللہ عنہا نے بیان کی۔[2]

---

[1] الفصل فی الملل و الاهواء و النحل، ج ٤، ص: ٩٩۔

[2] الزهد و الرقائق لابن المبارك، ج ١، ص ٣٨٢، حديث: ١٠٧٩۔ و الشريعة للآجری، ج ٥، ص: ٢٤٠٤۔

پانچواں نکتہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری ایام میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے احوال و کیفیات ومحسوسات

اگر اللہ عزوجل کی قضاوقدر پر اسلام نے صبر و رضا کا درس نہ دیا ہوتا تو پیچھے رہ جانے والوں کے لیے اپنے پیاروں کی جدائی کے لمحات کتنے شدید ہوتے اور انسانی جان کی برداشت سے کس طرح باہر ہوتے یہ بیان کرنے کی شاید ضرورت نہیں ہے۔

ذرا غور کریں کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جو اپنی عمر فانی کے اٹھارویں سال میں تھیں۔ جب ان کے سرتاج اور ساری دنیا سے ان کو زیادہ محبوب سیّد الانبیاء اس دنیا سے رخصت ہوئے تو اس وقت ان پر کیا بیتی ہوگی؟

ابتدا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں معمولی سا درد ہوا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں گئے تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہائے میرا سر (درد سے پھٹا جارہا ہے)۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلکہ ہائے میرا سر (درد سے پھٹا جارہا ہے)۔''[1]

اس دن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر درد شروع ہوا اور وہ مسلسل روز بروز بڑھتا گیا۔ اس سے پہلے کبھی کبھار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی ہلکا کبھی تیز سر درد ہوتا رہتا تھا۔ اس کے باوجود آپ اپنی مقررہ باریوں پر اپنی ازواج کے گھروں میں جاتے رہتے۔ جونہی درد بڑھنا شروع ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھنے لگے کہ آج میں کہاں ہوں گا اور کل میں کہاں ہوں گا۔[2] دراصل آپ کو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کی فکر ہوتی۔ چنانچہ آپ نے اپنی ازواج مطہرات سے اجازت لے لی کہ آپ جہاں چاہیں رہیں۔ اس دن سے اپنی وفات تک آپ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ہی رہے اور وہیں دفن کیے گئے۔ اس بارے میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری بڑھنا شروع ہوئی اور آپ کے سر درد میں اضافہ ہوگیا۔ تو آپ نے اپنی ازواج سے اجازت طلب کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیمارداری کے لیے لوگ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئیں، سب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی اجازت دے دی آپ اپنی جس بیوی کے گھر میں تھے وہاں سے آپ سیّدنا عباس بن عبدالمطلب اور ایک اور آدمی کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اپنے

---

[1] صحیح بخاری: ٥٦٦٦۔ صحیح مسلم: ٢٣٨٧۔

[2] اس حدیث سے رافضیہ جو شبہات پیدا کرتے ہیں ان سب کا مفصل جواب کتاب میں آگے آرہا ہے۔

قدم مبارک زمین پر گھسیٹتے ہوئے نکلے۔ راویٔ حدیث عبیداللہ کہتے ہیں: چنانچہ میں نے آ کر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو سیّدہ عائشہ سے سنی ہوئی حدیث بیان کی تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کیا تو جانتا ہے دوسرا آدمی کون ہے، جس کا نام عائشہ نے نہ لیا؟ بقول راوی میں نے کہا: نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: وہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔

بقول راوی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب میرے گھر میں داخل ہوئے اور آپ کا مرض زور پکڑ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میرے اوپر سات منہ بند مشکیزوں کا پانی بہاؤ تاکہ میں لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنے کے قابل ہو جاؤں۔ چنانچہ ہم نے آپ کو ایک ٹب میں بٹھا دیا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ پھر ہم نے ان مشکیزوں سے آپ پر پانی بہانا شروع کر دیا حتیٰ کہ آپ نے اشارہ کیا کہ تم نے میرے حکم کی تعمیل کر دی۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر آپ لوگوں کی طرف گئے آپ نے انھیں نماز پڑھائی اور ان سے خطاب کیا۔

شاید بعض لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رغبت سے - جو آپ کو اپنی مرض کے ایام سیّدہ عائشہ کے گھر میں گزارنے سے تھی - یہ سمجھیں کہ آپ کو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے خصوصی محبت تھی ان کا یہ سمجھنا بالکل حق ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو جو بے شمار فضائل اور فطری خصوصیات عطا کی تھیں اور جو کمالات عقلیہ ان کو ہبہ کیے تھے اور مضبوط قوت حافظہ، فہم شناس، ذہانت و فطانت، بدیہی حاضر جوابی، معاملہ فہمی پر عبور اور اپنے تصورات ذہنیہ کا مکمل احاطہ و ادراک اور نصوص سے مسائل کو مستنبط و مستخرج کرنے کا خصوصی ملکہ اور اجتہاد کے لیے نادر و نایاب قوت جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کی تھی تو پھر اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟!!

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرض کے ایام سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں گزارنا پسند کیا اور وہاں ٹھہرنے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے ترجیح دی تاکہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کی زندگی کے آخری لمحات میں امت کے لیے جو اقوال و افعال آپ کی طرف سے صادر ہوں وہ محفوظ کر لے اور پوری امانت و دیانت کے ساتھ امت تک پہنچا دیں۔ جس میں کوئی شبہ نہیں اور جس کا پوری امت مسلمہ کو اعتراف ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیشتر اقوال و افعال سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے حاصل کیے۔ خصوصاً آپ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں امت کی خیر خواہی کے جو ارشادات فرمائے اور آپ کے محسوسات اور آخری لمحات کی کیفیات کو جس باریک بینی اور جس امانت و مہارت کے ساتھ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے

صحابہ رضی اللہ عنہم اور کبار تابعین رحمہم اللہ تک پہنچائے وہ سعادت صرف انہی کے حصے میں آئی۔ ❶

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مرض الموت میں فرماتے تھے۔اے عائشہ! میں ابھی تک خیبر میں زہریلے کھانے کے زہر کی شدت محسوس کرتا ہوں۔ مجھے ایسے لگ رہا کہ میری رگِ جان کٹ رہی ہے۔'' ❷

جوں جوں دن گزرتے گئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض میں شدت آتی گئی، حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں مسجد کے اندر جا کر لوگوں کو نماز پڑھانے کی سکت بھی نہ رہی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی بیمار ہوتے تو کچھ دعائیں اور تعوّذات پڑھ کر آپ اپنے بدن مبارک پر پھونک لیتے۔ اسی طرح آپ کی مرض الموت میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا وہ دعائیں اور تعوذات پڑھتیں اور آپ کے ہاتھ پر پھونک مارتیں پھر آپ کا دست مبارک آپ کے بدن پر پھیر دیتیں۔لوگ مسجد میں جمع ہو کر نماز صبح کی امامت کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے۔ ہر بار جب آپ نماز پڑھانے کے لیے اٹھنا چاہتے آپ بے ہوش ہو جاتے۔تب آپ نے فرمایا: تم ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہہ دیا: اے اللہ کے رسول! بے شک ابوبکر رضی اللہ عنہ نرم دل ہیں، جب وہ قرآن پڑھیں گے تو اپنے آنسو نہ روک سکیں گے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کو حکم دیں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: اللہ کی قسم میں صرف اس بات کو ناپسند کرتی تھی کہ لوگ اسے برا جانیں گے کہ سب سے پہلے ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم مقام بن رہے ہیں۔سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: دو یا تین بار میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی بات کا تکرار کیا تو آپ نے زور دے کر فرمایا: ''تم ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ بے شک تم عورتیں تو یوسف علیہ السلام کے زمانے کی عورتیں لگتی ہو۔'' ❸

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرض الموت سے پہلے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کچھ سونا رکھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مرض الموت میں وہ یاد آ گیا۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا۔''تم

---

❶ سیرۃ السیدۃ عائشۃ ام المؤمنین للندوی، ص: ۱۵۱-۱۵۲۔

❷ صحیح بخاری: ٤٤٢٨۔

❸ صواحب یوسف: یعنی جیسے انھوں نے اپنے ارادے کو یوسف علیہ السلام پر نافذ کرنا چاہا ایسے ہی تم بھی اپنی چاہت پر اصرار کر رہی ہو۔ (شرح مسلم للنووی، ج ٤، ص: ١٤٠)
تم ابوبکر سے کہو...... یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے۔(حدیث: ٤١٨)

نے اس سونے کا کیا کیا؟ تو عائشہ رضی اللہ عنہا پانچ سے آٹھ دینار تک آپ کے پاس لے آئیں۔ آپ اپنے ہاتھ سے الٹنے پلٹنے لگے اور فرماتے تھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے بارے میں کیا گمان رکھیں گے کہ جب وہ اس سے ملاقات کرلے گا اور یہ (دینار) اس کے پاس موجود ہوتے، تم انھیں خرچ کر دو۔'' [1]

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری لمحات آ پہنچے۔ جبکہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سہارا دے کر بٹھایا ہوا تھا۔ وہ کہتی ہیں: میرے پاس میرے بھائی (سیّدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما) آئے تو ان کے ہاتھ میں مسواک تھی اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سہارا دے کر بیٹھی تھی۔ چنانچہ میں نے آپ کو ان کی طرف دیکھتے ہوئے سمجھ گئیں کہ آپ کو مسواک کی خواہش ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک بہت پسند کیا کرتے تھے، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا میں آپ کے لیے مسواک لوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اثبات میں اپنے سر سے اشارہ کیا۔ میں نے مسواک اس سے لے لی وہ سخت تھی، پس میں نے اسے چبا کر نرم کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کی۔ اس سے پہلے میں نے آپ کو اتنے خوبصورت انداز میں مسواک کرتے ہوئے کبھی نہ دیکھا۔'' [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کیا کرتے تھے:

((اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ ، اَذْھِبِ الْبَاسَ ، وَ اشْفِ وَ اَنْتَ الشَّافِیْ ، لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُ کَ ، شِفَاءً لَا یُغَادِرُ سَقَمًا))

''اے اللہ! اے لوگوں کے رب! تو بیماری کو لے جا اور تو شفا دے تو ہی شفا دینے والا ہے۔ تیری شفا کے علاوہ کوئی شفا نہیں ہے۔ وہ ایسی شفا ہے جو بیماری کو نہیں چھوڑتی۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''جب آپ کی وہ بیماری شدت اختیار کر گئی، جس میں آپ نے وفات پائی، میں آپ کا دست مبارک پکڑتی اور میں ہی اسے آپ کے بدن مبارک پر پھیرتی اور یہ الفاظ دہراتی چنانچہ آپ نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ سے چھڑا لیا اور فرمایا:

---

[1] اسے احمد نے اپنی "مسند" (ج ٦ ، ص ٤٩ ، حدیث: ٢٤٢٦٨) پر روایت کیا ہے اور "صحیح ابن حبان" (ج ٢ ، ص ٤٩١ ، حدیث: ٧١٥)۔ اس کی اسناد کو عراقی نے حسن کہا ہے۔ (تخریج الاحیاء ، ج ٤ ، ص: ٢٩٤) البانی رحمہ اللہ نے (السلسلة الصحیحة ، ج ٦ ، ص: ٣٢٠) پر حسن کہا اور شعیب الارناؤوط نے بھی "مسند احمد" کی تحقیق کرتے وقت (حدیث: ٢٤٢٦٨) کو حسن کہا ہے۔

[2] صحیح بخاری: ٤٤٥١۔

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ، وَ اَلْحِقْنِیْ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی))

''اے اللہ تو میری مغفرت فرما دے اور تو مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''یہ وہ آخری الفاظ ہیں جو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے۔''❶

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تک تندرست تھے تو فرمایا کرتے تھے: ''کوئی نبی اس وقت تک فوت نہیں کیا جاتا جب تک اسے اس کا جنت میں ٹھکانا نہ دکھا دیا جائے۔ پھر یا تو اسے زندگی دے دی جاتی ہے یا اسے اختیار مل جاتا ہے۔'' تو جب آپ بیمار ہوئے اور آپ کا آخری وقت آ گیا اور آپ کا سر مبارک عائشہ رضی اللہ عنہا کی ران پر تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہو گئی جب آپ کو افاقہ ہوا تو آپ کی نگاہیں چھت کی جانب جم گئیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی))

''اے اللہ! تو مجھے رفیق اعلیٰ کے پاس لے جا۔''

تب میں نے سوچا کہ اب آپ ہمارے پاس نہیں رہیں گے، اور تب مجھے یقین ہو گیا کہ آپ جو حدیث اپنی صحت کی حالت میں ہمیں سنایا کرتے تھے، وہ بالکل صحیح ہے۔''❷

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں وفات پائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری ہنسلی اور سینے کے درمیان تھے۔ چنانچہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی شدت دیکھنے کے بعد کسی اور کی موت کی شدت سے نہیں گھبراتی۔''❸

اس حقیقت میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سب سے زیادہ فضیلت اور منقبت یہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری لمحات ان کے گھر میں بسر ہوئے اور آپ کی وفات بھی

---

❶ صحیح بخاری: ٥٦٧٥۔ مسلم: ٢١٩١۔

❶ صحیح بخاری: ٤٤٣٧۔ صحیح مسلم: ٢٤٤٤۔

❷ الحاقنة: گلے کے ساتھ دونوں ہنسلیوں کے درمیان پست جگہ کو کہتے ہیں۔ (النهاية لابن الاثير، ج ١، ص: ٤٦٦۔)
الذاقنة: ایک قول کے مطابق گلے کے اردگرد اور ایک قول کے مطابق ٹھوڑی کے بالکل نیچے کا سینہ۔ (النهاية، ج ٢، ص: ١٦٢۔)
بخاری: ٤٤٩۔ مسلم: ٢٤٤٣۔

وہیں ہوئی اور آپ کا مدفن بھی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر بنا۔ اسی لیے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس فضیلت کو فخریہ انداز میں بیان کرتیں۔

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر، میری باری کے دن اور میری ہنسلی اور سینے یا حلقوم کے درمیان وفات پائی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی وفات کے وقت میرا لعاب اور آپ کا لعاب اکٹھا کر دیا۔''[1]

[1] سیرت السیّدة عائشة رضی اللہ عنہا للنووی، ص: ١٥١۔

تیسرا مبحث:

وفاتِ نبوی کے بعد
سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کیسے بسر ہوئی؟

اس مبحث میں ایک تمہید اور پانچ نکات ہیں۔

تمہید:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے مسلمانوں کو بہت بڑا صدمہ پہنچا سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان اذیت ناک ایام کی یوں تصویر کشی کرتی ہیں:

''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک پہنچی اور کس طرح ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے اس مشکل مرحلے میں ثابت قدم رکھا۔ جب ان کے یار غار، مرشد، رہبر خاص اور مشعل ہدایت ہستی نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ جو ہستی تمام مخلوقات سے ان کو محبوب ترین تھی۔ تب سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تمام مسلمانوں کو سہارا دیا۔''

اس کے بعد سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہمارے لیے اس مرحلے کی بھی حکایت بیان کرتی ہیں جب سقیفہ بنی ساعدہ میں مسلمانوں کے درمیان مستقبل کے امور کے متعلق مباحثہ ہوا اور جب انھوں نے زمام خلافت سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سپرد کرنے پر اتفاق کیا اور انھیں مسلمانوں کے لیے خلیفہ چن لیا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ''السُّنح'' یعنی باب العوالی نامی محلے کے کھیت یا باغ میں موجود تھے۔ تب عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور کہہ دیا: اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات نہیں پائی۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: اس کے بعد سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: اللہ کی قسم! میرے دل میں اس کے علاوہ کوئی اور خیال تھا ہی نہیں اور میرا پختہ یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ضرور آپ کو زندہ اٹھائے گا اور آپ لوگوں کے ہاتھ اور پاؤں کاٹیں گے۔ اسی وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے کپڑا اٹھایا اور آپ کو بوسہ دیا اور کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ جیسے اپنی زندگی میں پاک وصاف تھے وفات پانے کے بعد بھی ایسے ہی ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی

بھی دو موتیں نہیں دے گا پھر وہ حجرہ مبارک سے نکل پڑے اور سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو یوں مخاطب کیا:
اے قسم اٹھانے والے! جہاں ہو وہیں رک جاؤ۔ جب عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آواز سنی وہ وہیں بیٹھ گئے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد کہا: خبردار! جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فوت ہو گئے ہیں اور جو اللہ کی عبادت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ یقیناً زندہ ہے اسے موت کبھی نہیں آئے گی۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴾ (الزمر: ۳۰)

''بے شک تو مرنے والا ہے اور بے شک وہ بھی مرنے والے ہیں۔'' ❶

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا وَ سَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴾ (آل عمران: ۱۴۴)

''اور نہیں ہے محمد مگر ایک رسول، بے شک اس سے پہلے کئی رسول گزر چکے تو کیا اگر وہ فوت ہو جائے، یا قتل کر دیا جائے تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے اور جو اپنی ایڑیوں پر پھر جائے تو وہ اللہ کو ہرگز کچھ بھی نقصان نہیں پہنچائے گا اور اللہ شکر کرنے والوں کو جلد جزا دے گا۔''
تو لوگوں نے آہ و بکا اور گریہ زاری شروع کر دی۔'' ❷

ایک روایت میں ہے:

''ابوبکر رضی اللہ عنہ مقام ''السُّنح'' میں اپنی رہائش گاہ سے اپنے گھوڑے پر واپس آئے۔ مسجد کے پاس آ کر گھوڑے سے اترے اور چپ چاپ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس چلے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ سے چھوا جو کہ ایک منقش اور جھالردار کپڑے سے ڈھانپے ہوئے تھے۔ ❸

❶ یہاں ایک سادہ سا سوال ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ جو آیہ مبارکہ پڑھی، اس میں لفظ ''میتٌ'' سے کیا مراد تھی؟ اور انہوں نے کس کے لیے لفظ ''میتٌ'' بولا؟ اب اگر کوئی یہ کہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر موت آئی ہی نہیں یا آپ آج بھی زندہ ہیں، تو گویا اس کا عقیدہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مختلف ہوا اور اس کے خیال کے مطابق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ آیۃ مبارکہ غلط مقام پر پڑھی اور اس کی تفہیم میں ٹھوکر کھائی؟ (معاذ اللہ)......(قدوسی)

❷ صحیح بخاری: ۳۶۶۷۔ ❸ حِبَرَۃٌ: ایسی چادر کو کہتے ہیں جس کے کناروں پر جھالر (حاشیہ) اور اندر دھاریاں ہوں۔ (غریب الحدیث للخطابی، ج ۲، ص: ۴۳۲)

پھر وہ آپ ﷺ پر جھک گئے اور آپ کو بوسہ دیا اور رو پڑے پھر کہنے لگے: میرے ماں باپ آپ پر قربان، اللہ کی قسم! اللہ آپ کو دو موتیں نہیں دے گا۔ جو موت آپ پر فرض تھی وہ بے شک آپ پر آ چکی ہے۔''

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ابو سلمہ نے مجھے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ذریعے بتایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے سے نکلے تو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے خطاب کر رہے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: اے عمر! تو بیٹھ جا! تو لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو گئے اور عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بعد از حمد وثنا، جو کوئی تم میں سے محمد (ﷺ) کی عبادت کرتا تھا تو بے شک محمد (ﷺ) فوت ہو گئے ہیں اور تم میں سے جو اللہ کی عبادت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بے شک زندہ ہے وہ کبھی فوت نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَ سَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝۱۴۴﴾ (آل عمران: ١٤٤)

''اور نہیں ہے محمد مگر ایک رسول، بے شک اس سے پہلے کئی رسول گزر چکے تو کیا اگر وہ فوت ہو جائے، یا قتل کر دیا جائے تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے اور جو اپنی ایڑیوں پر پھر جائے تو وہ اللہ کو ہرگز کچھ بھی نقصان نہیں پہنچائے گا اور اللہ شکر کرنے والوں کو جلد جزا دے گا۔''

بقول راوی:

اللہ کی قسم! جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے تلاوت کیا، تو گویا لوگوں نے پہلی بار یہ آیت سنی اور انہی سے یہ آیت یاد کی۔ پس میں نے جس آدمی سے ملاقات کی وہ یہی آیت پڑھ رہا تھا۔''[1]

بقول راوی:

''انصاری صحابہ اپنے سردار سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بنو ساعدہ کے احاطہ میں جمع ہوئے اور کہنے لگے: ہم میں سے ایک امیر ہوگا اور ایک امیر تم (مہاجرین) میں سے ہوگا۔ چنانچہ ابوبکر وعمر بن خطاب اور ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم سقیفہ بنو ساعدہ میں گئے، سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ

---

[1] صحیح بخاری: ٤٤٥٢۔

نے بولنا چاہا لیکن سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں خاموش کرا دیا۔ بعد میں عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے:
اللہ کی قسم! میرا ارادہ یہ تو نہ تھا، تاہم میں نے اپنے مطابق کچھ باتیں سوچی ہوئی تھیں اور مجھے اندیشہ تھا کہ ابوبکر ایسا کلام نہ کر سکے گا۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نہایت فصیح و بلیغ خطاب کیا۔ جس کے چند الفاظ یوں تھے:

''ہم امیر ہوں گے اور تم وزیر ہو گے۔'' تب سیّدنا حباب بن مندر رضی اللہ عنہ نے کہہ دیا: نہیں، اللہ کی قسم! ایسا ہم نہیں کریں گے ایک امیر ہم میں سے ہو گا اور ایک امیر تم میں سے ہو گا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''نہیں لیکن ہم امیر ہوں گے اور تم وزیر بنو گے۔ وہ (یعنی مہاجرین) تمام عربوں سے معتدل مزاج ہیں اور حسب ونسب میں سب عربوں سے زیادہ شریف ومعزز ہیں۔ لہٰذا تم عمر یا ابوعبیدہ بن جراح کی بیعت لے لو۔ تب عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: بلکہ ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں، آپ ہمارے سردار، آپ ہم میں سے بہترین اور ہم میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ترین ہیں۔ پھر سیّدنا عمر نے ابوبکر رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑا اور ان کی بیعت کی اور سب لوگوں نے بھی ان کی بیعت کرنا شروع کر دی۔ [1]

پہلا نکتہ

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے احوال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر فائز ہوئے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے ان کی بیعت کر لی اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اپنے حجرے میں تنہا زندگی بسر کرنے لگیں۔

عام لوگوں کے لیے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی کم عمری کے باعث دعوت دین کے سلسلے میں ان کا علمی پہلو اوجھل رہا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موت سے جو زخم انھیں لگا اس کا مندمل ہونا بھی دکھائی نہ دیتا تھا۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے ساتھ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مرتدین ومنکرین کی سرکوبی میں مشغول ہو گئے۔

لیکن ان سب مہمات کے باوجود جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات نے سیّدنا عثمان بن

[1] صحیح بخاری: ۳٦٦۷۔

عفان رضی اللہ عنہ ❶ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ سے اپنا حصہ طلب کرنے کے لیے بھیجا تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فوراً کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا: ''ہمارے وارث نہیں بنائے جاتے ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔'' ❷

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ان شرعی امور میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف رجوع کرتے جوان سے مخفی تھے۔ اس کی عمدہ مثال شیخین کی وہ روایت ہے جو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: (جب سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ مرض الموت میں مبتلا تھے)

''میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئی، تو انھوں نے پوچھا: تم لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا؟ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تین سفید سحولی ❸ چادروں میں، ان میں قمیض اور عمامہ نہیں تھا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس دن وفات پائی؟ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: یہ سوموار کا دن تھا۔ انھوں نے پوچھا: آج کون سا دن ہے؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آج سوموار ہے......الحدیث۔'' ❹

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں شرعی مسائل پوچھنے والوں کی راہنمائی مکمل عزم و ہمت سے کرتی رہیں۔ چنانچہ سیّدنا محمد بن ابی بکر ❺ کہتے ہیں کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ادوارِ خلافت کے دوران بھی اور اپنی پوری حیات مستعار میں افتاء کا شعبہ کامیابی اور

---

❶ یہ عثمان بن عفان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کی کنیت ابوعمرو اور لقب ذوالنورین ہے۔ یہ قریشی و اموی ہیں۔ خلفائے اربعہ میں سے ایک ہیں۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ حبشہ اور مدینہ منورہ کی طرف دونوں ہجرتوں کے مہاجر ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو بیٹیوں کا یکے بعد دیگرے ان سے نکاح کیا۔ ان کے عہد خلافت میں بے شمار علاقے جیسے خراسان و افریقہ وغیرہا خلافت اسلامیہ کے تحت فتح کیے گئے۔ ۳۵ ہجری میں مظلومیت کی حالت میں شہید ہوئے۔ (تاریخ الاسلام للذہبی، ج ۳، ص: ۳۰۳۔ الاصابۃ لابن حجر، ج ٤، ص: ٤٥٦۔)

❷ صحیح بخاری: ٦٧٣٠۔ صحیح مسلم: ١٧٥٨۔

❸ السُحُولِیۃ: یمن کی ایک بستی ''سحول'' میں بنے جانے والے کپڑوں کو سحولی کہتے تھے۔ کچھ علماء نے کہا ہے کہ یہ سفید اور سوتی ہوتے تھے۔ ابن قتیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ کپڑے سفید ضرور ہوتے لیکن سوت سے خاص نہیں۔ (شرح مسلم للنووی، ج ٧، ص: ٨۔)

❹ صحیح بخاری: ١٣٨٧۔ صحیح مسلم: ٩٤١۔

❺ یہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد رحمہ اللہ ہیں۔ ان کی کنیت ابوالقاسم ہے مدینہ میں پیدا ہوئے۔ قریشی اور بنوتمیم قبیلہ سے ہیں۔ یہ دس ہجری میں پیدا ہوئے۔ جنگ جمل و صفین میں علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک ہوئے۔ پھر یہ مصر کے امیر بنے سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہمیشہ ان کی مدح و ثنا کرتے اور ان کے فضائل بیان کرتے۔ یہ عبادت و ریاضت کے ساتھ مشہور تھے۔ ۳۸ ہجری میں شہید ہوئے۔ (الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ١، ص: ٤٢٥۔ الاصابۃ لابن حجر، ج ٦، ص: ٢٤٥۔)

بھرپور دیانت سے جاری رکھا۔ ❶، ❷

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مدتِ خلافت طویل نہ تھی۔ دو سال تین ماہ اور دس دن تک مسند خلافت پر فائز رہنے کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ وہ تقریباً پندرہ دن تک بیمار رہے۔ لوگ ان کی عیادت کرتے رہے اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا والد محترم کی خدمت پر مسلسل مامور رہیں۔ اس دوران وہ عربوں کے کہے ہوئے اشعار کے ذریعے والد محترم خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے دل کو تسلی دیتیں۔ وہ اپنی پیاری بیٹی کو تنبیہانہ اور ناصحانہ انداز میں کہتے کہ اشعار کی بجائے قرآن کریم کی آیات پڑھا کرو۔ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی موت کا وقت جب قریب آیا تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حاتم (شاعر عرب) کا یہ شعر پڑھا:

لَعَمْرُكَ مَا يُغْنِي الثَّرَاءُ عَنِ الْفَتَي
إِذَا حَشْرَجَتْ يَوْمًا وَ ضَاقَ بِهَا الصَّدْرُ

''تیری عمر کی قسم! جس دن محشر میں جانا ہوگا اور سینے میں گھٹن ہو رہی ہوگی تو نوجوان کو اس کی دولت کوئی فائدہ نہ دے گی۔''

تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اے بیٹی! تو اس طرح نہ کہہ بلکہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھ:

﴿وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۖ ذَٰلِكَ مَا كُنتَ مِنْهُ تَحِيدُ ﴿١٩﴾﴾ (ق: ١٩)

''اور موت کی بے ہوشی حق کے ساتھ آئے گی، یہ ہے وہ جس سے تو بھاگتا تھا۔''

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وصیت:

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو وصیت کی کہ انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں قبر کھودی گئی اور سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کی سیدھ میں رکھا گیا اور ان کی لحد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سے ملایا گیا۔ ❸ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی طرح ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قبر بھی ہموار بنائی گئی اور اس پر پانی چھڑکا گیا۔ ❹

---

❶ الطبقات الكبرى لابن سعد، ج ٢، ص: ٣٧٥۔ تاريخ دمشق لابن عساكر، ج ٤٩، ص: ١٦٥۔ دونوں ایات قاسم بن محمد سے مروی ہیں۔

❷ موسوعة فقه عائشة ام المومنين لسعيد الدخيل، ص: ٥٥۔

❸ الطبقات الكبرٰى لابن سعد، ج ٣، ص: ٢٠٩۔

❹ ايضًا۔

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد میں سے اپنی وصیت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے کی:

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی جملہ اولاد میں سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنی وصیت سونپی کہ وہ اسے نافذ کریں۔ اسی وصیت میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی کہا کہ ''میں نے تمھیں ایک باغیچہ [1] ہبہ کیا تھا۔ لیکن میرے دل میں اس کے بارے میں ایک خلش ہے، لہٰذا تم وہ باغیچہ میرے ترکے میں شامل کر دو۔'' سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسی وقت کہا: ''یہ صحیح ہے۔'' انھوں نے وہ باغیچہ والد محترم کی میراث میں شامل کر دیا۔ پھر سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ وضاحت کر دی کہ بے شک جب سے مسلمانوں کا معاملہ (خلافت) ہمارے سپرد ہوا ہے ہم نے ان کے مال سے کبھی ایک دینار یا ایک درہم تک نہ لیا۔ تاہم ہم نے ان کے غلہ جات سے اپنے پیٹوں میں کچھ سخت [2] لقمے ضرور ڈالے اور ہم نے اپنے اجسام پر ان کے کپڑوں سے چند کھردرے کپڑے ضرور پہنے اور ہمارے پاس مسلمانوں کی غنائم میں سے نہ کثیر ہے نہ قلیل ہے، سوائے اس حبشی غلام اور ایک پانی ڈھونے والے اونٹ کے [3] اور کچھ میلے کچیلے کپڑے۔ [4] تو جب میں فوت ہو جاؤں تو تم یہ چیزیں عمر رضی اللہ عنہ کو دے دینا اور خود ان چیزوں سے اپنی براءت کا اعلان کرنا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ''میں نے ایسے ہی کیا۔'' جب قاصد سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا وہ اتنا روئے کہ ان کے آنسوؤں سے زمین تر ہوگئی اور وہ کہہ رہے تھے:

''اللہ ابوبکر پر رحم کرے، بے شک انھوں نے اپنے بعد آنے والوں کو تھکا دیا۔ اللہ ابوبکر پر رحم کرے بے شک انھوں نے اپنے بعد آنے والوں کو مشقت میں ڈال دیا۔'' [5]

دوسرا نکتہ: ...... سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا عہد عمر رضی اللہ عنہ میں

امیر المؤمنین سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی علمی قدر و منزلت ظاہر ہونے لگی۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سمیت کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب بھی کوئی مشکل پیش آتی، خصوصاً وہ معاملات جن کا تعلق لوگوں

---

1. نحلتك حائطا: میں نے تمھیں ایک باغیچہ ہبہ کیا۔ (النهاية في غريب الحديث و الاثر لابن الاثير، ج ٣، ص: ١٠٤۔)
2. جَرِيْشٌ: موٹا پسا ہوا غلہ۔ (لسان العرب لابن منظور، ج ٦، ص: ٢٧٢۔ المعجم الوسيط، ج ١، ص: ١١٧۔)
3. الناضح: جو اونٹنی دودھ کے لیے ہو یا جس پر پانی وغیرہ لادا جائے۔ یعنی گھریلو استعمال کے لیے۔ (فتح الباري لابن حجر رحمہ اللہ، ج ٢، ص: ٢٠٠۔)
4. جُرْدُ قَطِيْفَةٍ: جھالردار چادر۔ (معجم القواعد العربية لعبد الغني الدقر، ص: ٦٤۔)
5. الطبقات الكبرٰى لابن سعد، ج ٣، ص: ١٩٦۔

سے ہوتو وہ ان کے متعلق ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی پوچھا کرتے۔ چنانچہ محمود بن لبید رحمہ اللہ [1] سے روایت ہے:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو بکثرت احادیث یاد تھیں تاہم سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اس معاملے میں بے مثال تھیں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا عمر وعثمان رضی اللہ عنہما کے عہد خلافت سے تاحیات فتویٰ دیتی رہیں اور سیدنا عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما کے ادوار خلافت کے بعد بھی اکابرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی امی عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کثرت سے مسائل لے کر آتے اور ان سے استفادہ کرتے۔'' [2]

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ امہات المومنین کا بہت خیال رکھتے، کثرت سے ان کی خبر گیری کرتے اور جب انھوں نے خیبر کے محاصل تقسیم کیے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو اختیار دیا کہ اگر وہ چاہیں تو خیبر کی زمین سے کچھ مخصوص کر دیا جائے اور اگر وہ چاہیں ہر سال اپنے لیے سوسو بوری پھل لے لیں۔ چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے کھجوریں لینے کا انتخاب کیا۔ [3]

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ امہات المومنین کا اس قدر احترام کرتے اور ان کی اس قدر فکر ہوتی کہ جب امہات المومنین نے عمر رضی اللہ عنہ سے حج پر جانے کی خواہش کا اظہار کیا تو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ سیّدنا عثمان بن عفان اور سیّدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو بھیجا اور انھیں حکم دیا کہ ''ان دونوں میں سے ایک ان کی سواریوں کے آگے چلے اور ایک ان کے پیچھے چلے اور ان دونوں کے علاوہ کوئی اور ان کی سواریوں کو نہ ہانکے۔'' انھوں نے حکم دیا کہ ''جب وہ پڑاؤ کریں تو تم ان کا پڑاؤ کسی سرسبز گھاٹی میں ڈالنا۔ پھر تم دونوں گھاٹی کے راستے پر پہرہ دینا۔ ان کے پاس کوئی ہرگز نہ جائے۔'' پھر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو حکم دیا کہ ''جب وہ طواف کرنے لگیں تو عورتوں کے علاوہ کوئی مرد ان کے ساتھ طواف نہ کرے۔''

عروہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ ہمارے حصوں کے مطابق بھیڑ، بکریاں اور اونٹ ہماری طرف بھیجتے تھے۔'' [4]

---

[1] محمود بن لبید بن رافع ابونعیم الانصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا۔ اپنے وقت کے مشہور عالم تھے۔ ۹۶ یا ۹۷ ہجری میں فوت ہوئے۔ (الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۱، ص: ۴۳۰۔ الاصابة لابن حجر، ج ٦، ص: ٤٢۔)

[2] الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۲، ص: ۳۷۵۔

[3] صحیح مسلم: ١٥٥١ بروایت سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

[4] الموطا لمالک، حدیث: ۹۲۷ بحوالہ الاموال لابن زنجویہ۔ الطبقات الکبریٰ، ج ۳، ص: ۲۰۳۔

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے خصوصی اہمیت تھی۔ انھوں نے تمام امہات المومنین کا سالانہ وظیفہ دس ہزار مقرر کیا اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا وظیفہ بارہ ہزار مقرر کیا اور فرمایا: ''بے شک یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب بیوی ہیں۔'' ❶

اسی طرح فتوحات عراق کے غنائم میں ایک ہیرا آیا جو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے وصول کیا۔ انھوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کیا تمھیں اندازہ ہے اس کی قیمت کیا ہو گی۔ انھوں نے لاعلمی کا اظہار کیا اور نہ انھیں معلوم نہ تھا کہ وہ اسے کیسے تقسیم کریں۔ تو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم مجھے اجازت دو کہ میں اسے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے بھیج دوں۔ ان کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی محبت تھی۔ سب نے بیک زبان کہا: ہمیں منظور ہے۔ تب سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے وہ ہیرا سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیج دیا۔ انھوں نے اسے دیکھ کر کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ تعالیٰ نے عمر بن خطاب کو کتنی کشادگی عطا کی۔ اے اللہ! آئندہ کے لیے تو مجھے عمر رضی اللہ عنہ سے عطیہ لینے کی مہلت نہ دے۔ ❷

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ہیبت و جلالت کی قدر کرتی تھیں۔ ان کی مسند میں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے متعدد احادیث مروی ہیں اور جب سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ ہوا تو انھوں نے اپنے بیٹے عبداللہ کو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا تاکہ وہ انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت دے دیں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے آپ پر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ترجیح دی اور انھیں اجازت دے دی۔ وہ فرماتی ہیں: ''میں خود اس جگہ پر دفن ہونا چاہتی تھی لیکن آج میں اپنی ذات پر انھیں ترجیح دیتی ہوں۔'' ❸

آپ ذرا غور کریں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ام المومنین کا کتنا ادب و احترام تھا کہ ان کی سانسیں گنی جا چکی ہیں، وہ موت کی آغوش میں ہیں، اس کے باوجود وہ اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یوں کہتے ہیں: تم ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور انھیں کہنا کہ عمر آپ کو سلام کہتا ہے اور تم امیر المومنین نہ کہنا کیونکہ میں آج مومنوں کا امیر نہیں ہوں اور تم کہنا: عمر بن خطاب اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن

---

❶ الامالی للمحاملی، ص: ۲۴۲۔ اعتدال القلوب للخرائطی، ص: ۲۵۔ مستدرك حاکم، ج ٤، ص: ۹۔ اس نے کہا یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے لیکن مطرف بن طریف کے ارسال کی وجہ سے ان دونوں نے اسے روایت نہیں کیا۔

❷ مسند احمد (فضائل الصحابة)، حدیث: ۱٦٤۲۔ مسند ابن راهویه، ج ۲، ص: ۹۔ ذہبی نے اسے مرسل کہا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ۲، ص: ۱۹۰۔)

❸ صحیح بخاری: ۱۳۹۲۔ عمرو بن میمون کی روایت ہے۔

ہونے کی اجازت طلب کرتا ہے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر جا کر سلام کیا، پھر اندر جانے کی اجازت طلب کی۔ پھر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وہ بیٹھی رو رہی ہیں۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آپ کو سلام کہتے ہیں اور اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت طلب کرتے ہیں۔ تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے وہ جگہ اپنے لیے پسند کی ہوئی تھی۔ تاہم آج میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اپنے آپ پر ❶ ضرور ترجیح دوں گی۔

جب سیّدنا عبداللہ واپس پہنچے تو لوگوں نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا یہ عبداللہ آ گئے ہیں۔ وہ کہنے لگے مجھے اٹھاؤ، تو ایک آدمی نے انھیں اپنا سہارا دے کر بٹھایا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فوراً پوچھا تمہارے پاس کیا خبر ہے؟ انھوں نے جواب دیا: اے امیر المومنین آپ جو چاہتے ہیں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی۔ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: الحمد للہ، میرے لیے اس سے زیادہ کوئی چیز اہم نہ تھی۔ میری روح جب قبض کر لی جائے تو مجھے اٹھا کر چل دینا اور پھر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو سلام کہنا اور دوبارہ ان سے اجازت طلب کرنا اور کہنا عمر بن خطاب یہاں دفن ہونے کی اجازت طلب کر رہا تھا۔ اگر وہ اجازت دے دیں تو مجھے لحد میں اتارنا اور اگر وہ میری درخواست ردّ کر دیں تو تم مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں لے جانا۔ ❷

تیسرا نکتہ:...... سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا عہد عثمان رضی اللہ عنہ میں

سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں سلطنت اسلامیہ اطراف و اکناف عالم رنگ و بو میں پھیل گئی۔ امت اسلامیہ میں بے شمار قبائل اور قومیں داخل ہوئیں اور لوگ ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علم کے کثرت سے محتاج ہو گئے۔ چنانچہ ہر گھاٹی اور ہر نشیب و فراز ❸ سے تشنگان علوم شریعہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مدرسۃ القرآن والحدیث کی طرف امڈ پڑے، گویا عہد عثمان رضی اللہ عنہ میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا علمی مقام و مرتبہ مزید بلند ہو گیا۔ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ امہات المومنین کے احترام و اہتمام میں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کسی طرح کم نہ

---

❶ عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما ابو عبدالرحمٰن قریشی، عدوی۔ زہد و ورع میں اپنے زمانہ کے امام تھے۔ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تیسرے سال مکہ میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں ہجرت کی صلح حدیبیہ کے موقع پر بیعت رضوان میں شریک تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات کی نہائی جانفشانی سے پیروی کرتے اور کثرت سے احادیث روایت کرتے ہیں۔ مشہور عابد تھے۔ حج و عمرہ کے دلدادہ تھے۔ ۷۳ یا ۷۴ ہجری میں فوت ہوئے۔ (الاستیعاب، ج ۱، ص: ۲۸۹۔ الاصابۃ، ج ٤، ص: ٥٦٤۔)

❷ صحیح بخاری: ۱۳۹۲۔ یہ عمرو بن میمون کی روایت ہے۔

❸ الحدب: پتھریلی اور بلند زمین۔ الصوب: سمت و جہت۔ (النھایۃ فی غریب الحدیث و الاثر، ج ۱، ص: ۳٤۔ تاج العروس للزبیری: ج ۳، ص: ۲۱۳۔)

تھے۔ وہ ان کی اسی طرح خبر گیری کرتے تھے۔ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی امہات المومنین رضی اللہ عنہن کو حج پر بھیجا اور اسی طرح ان کی خدمت و حفاظت کا اہتمام کیا جس طرح سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حج پر جاتے ہوئے اہتمام کیا گیا تھا۔ چنانچہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی بجائے جلیل القدر صحابی سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو سیّدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس مہم پر روانہ کیا۔ ان دونوں میں سے ایک امہات المؤمنین کی سواریوں کے آگے ہوتا اور ایک ان کی سواریوں کے پیچھے ہوتا تاکہ ان کی مکمل حفاظت کی جا سکے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب کے بارے میں سب لوگوں سے زیادہ باخبر تھیں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبے کا بخوبی علم تھا۔ وہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد احادیث روایت کرنے میں منفرد ہیں۔ جو اس بات کی قوی دلیل ہے کہ وہ سیّدنا عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی کس قدر، قدر دان تھیں۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہی سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت روایت کی تاکہ وہ اگر زمامِ خلافت سنبھالیں تو کسی کہنے والے کے اصرار پر خلافت کی خلعت ہرگز نہ اتاریں۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((یَا عُثْمَانُ اِنْ وَلَّاكَ اللّٰهُ هٰذَا الْاَمْرَ یَوْمًا، فَاَرَادَكَ الْمُنَافِقُوْنَ عَلٰی اَنْ تَخْلَعَ قَمِیْصَكَ [1] الَّذِیْ قَمَّصَكَ اللّٰهُ، فَلَا تَخْلَعْهُ. یَقُوْلُ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ))

''اے عثمان! اگر اللہ عزوجل کسی دن تمھیں خلافت کی ذمہ داری بخشے اور منافقین چاہیں کہ تم یہ خلعت (خلافت) اتار دو جو اللہ تعالیٰ نے تمھیں پہنائی ہے تو اسے مت اُتارنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات تین بار فرمائی۔''

سیّدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ [2] کہتے ہیں: میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: یہ حدیث لوگوں کو بتانے

---

[1] قَمَّصَكَ: یعنی اللہ نے تجھے پہنائی ہے اور قمیص سے مراد خلافت ہے۔ (النهایة فی غریب الحدیث، ج ٤، ص: ١٠٨۔)

[2] یہ نعمان بن بشیر بن سعد ابوعبداللہ انصاری جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ ہیں۔ سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ کوفہ کے گورنر بنے پھر حمص (شام) کے گورنر بنے۔ یہ بڑے ہی سخی، شریف اور شاعر تھے۔ ۲ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۶۵ ہجری میں فوت ہوئے۔ (الاستیعاب، ج ١، ص: ٤٧٢۔ الاصابة، ج ٦، ص: ٤٤٠۔)

سے آپ کو کس نے روکا؟ انھوں نے فرمایا: مجھے بھلا دیا گیا تھا۔ ❶

نیز انہی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرض الموت میں فرمایا: میرا جی چاہتا ہے کہ میرے پاس میرا ایک صحابی ہو۔ ہم نے کہا: اے رسول اللہ! کیا ہم ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلا لیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ ہم نے کہا اے رسول اللہ! کیا ہم آپ کے لیے عمر رضی اللہ عنہ کو بلا لیں۔ آپ خاموش رہے۔ ہم نے کہا: اے رسول اللہ! کیا ہم آپ کے پاس سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجیں تو آپ نے فرمایا: ''ٹھیک ہے۔'' پس وہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے تنہائی میں گفتگو فرمائی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باتیں کرتے جاتے اور عثمان رضی اللہ عنہ کے چہرے کے تاثرات تبدیل ہوتے جاتے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرنے والے قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ ❷ فرماتے ہیں: مجھے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خادم ابوسہلہ نے حدیث بیان کی کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا جس دن شرپسندوں نے محاصرہ کیا اس دن انھوں نے فرمایا: ''بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایک عہد لیا ہے اور میں اسی پر کاربند ہوں۔'' ایک روایت میں ہے ''میں اسی پر صبر کرتے ہوئے قائم رہوں۔'' قیس نے کہا: لوگ کہتے ہیں اس سے اُسی دن کی وصیت مراد ہے۔ ❸

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے درمیان یونہی احترام و تقدس کا رشتہ قائم رہا۔ دونوں ایک دوسرے کا خوب لحاظ کرتے۔ بالآخر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ایک دن اپنے گھر میں ہی ظالمانہ و مفسدانہ محاصرے کے بعد مظلومانہ طور پر شہید کر دیے گئے۔

چنانچہ سب سے پہلے خونِ عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہی کیا اور یہ کہ ان پر ظلم کرنے والوں کو قرار واقعی سزا دی جائے۔ آئندہ صفحات میں ان شاء اللہ اس کی تفصیل آئے گی۔

اسی طرح عثمان رضی اللہ عنہ اپنی زندگی کی آخری لحات تک سیدہ عائشہ سمیت تمام ازواج مطہرات

---

❶ صحیح سنن ابن ماجه للالبانی رحمہ اللہ۔

❷ قیس بن ابی حازم: ابوعبداللہ البجلی الاحمسی رحمہ اللہ۔ ان کے باپ کا نام حسین بن عوف یا کچھ اور تھا اپنے زمانے کے مشہور ثقہ اور حافظ حدیث تھے۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کرنے کے لیے مدینہ کی جانب عازم سفر ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے تھے۔ یہ کوفہ میں اپنے وقت کے مشہور محدث تھے۔ ۹۷ یا ۹۸ ہجری میں فوت ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ٤، ص: ٢٠١۔ تهذيب التهذيب لابن حجر، ج ٤، ص: ٥٦١)

❸ سنن ابن ماجه، حديث: ١١٣۔ مسند احمد، ج ٦، ص ٥١، حديث ٢٤٢٩٨۔ مسند ابی یعلی، ج ٨، ص ٢٣٤، حديث ٤٨٠٥۔ مستدرك حاكم، ج ٣، ص: ١٠٦۔ حاکم نے اسے صحیح الاسناد کہا اور شیخین نے اسے روایت نہیں کیا۔ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ابن ماجہ میں اسے صحیح کہا ہے۔ الوادعی رحمہ اللہ نے (الصحیح المسند: ١٦٠٨) پر اسے صحیح کہا ہے اور شعیب ارناؤوط نے مسند احمد کی تحقیق میں اسے صحیح کہا ہے۔

امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی خدمت وعزت واحترام میں کوشاں رہے۔

ان دنوں میں فسادیوں اور شورش پسندوں کا مدینہ منورہ پر غلبہ ہوگیا اور ان کی خباثتوں میں یہاں تک اضافہ ہوگیا کہ جب ہماری امی سیّدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے عثمان رضی اللہ عنہ تک جبکہ وہ اپنے گھر میں محصور تھے، پانی پہنچانے کی کوشش کی تو ان ظالموں نے بڑھ کر اس خچر کی رسیاں کاٹ ڈالیں جس پر ام حبیبہ رضی اللہ عنہا عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے پانی لا رہی تھیں اور ممکن تھا کہ وہ خود بھی خچر سے گر پڑتیں۔ [1] لیکن اس سے پہلے وہاں لوگ جمع ہو گئے اور انھوں نے شر پسندوں کو اپنے ناپاک ارادوں کی تکمیل سے باز رکھا۔

پھر لوگوں کے دلوں میں مفسدوں کی شر انگیزیوں کے باعث خوف چھا گیا اور اکثر لوگ اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ گئے۔ اس سال جب حج کے ایام شروع ہوئے تو ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حج پر روانہ ہوئیں۔ کسی نے کہا: اگر آپ مدینہ میں رہتیں تو یہ زیادہ بہتر ہوتا۔ انھوں نے جواب دیا اگر میں مدینہ میں ہوتی تو مجھے اندیشہ تھا کہ میرے ساتھ بھی وہی سلوک ہوتا جو ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ روا رکھا گیا ہے۔ [2]

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حج کے بعد مدینہ منورہ واپس آ رہی تھیں تو انھیں شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کی افسوس ناک خبر راستے میں مل گئی۔ وہ وہاں سے مکہ واپس چلی گئیں وہ بالکل خاموش تھیں۔ بالآخر انھوں نے مسجد حرام میں داخل ہو کر حطیم کے اندر اپنے آپ کو چھپا لیا۔ جب لوگ ادھر آئے تو انھیں یوں مخاطب کیا: ''اے لوگو! مختلف شہروں اور چشموں سے سازشی لوگ [3] آئے اور مدینہ میں رہنے والے غلاموں کو ساتھ ملایا اور اس سے پہلے بھی نو عمر لوگ ایسی سازش کے لیے استعمال ہو چکے تھے۔ اگرچہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اصلاح احوال کی بھرپور کوشش کی۔ متعدد معاملات میں ایسے اقدام کیے کہ ان کے علاوہ چارہ نہ تھا۔ تو ان کی ان کاوشوں اور اصلاحات کو بہانہ بنا کر شورش پسندوں نے سازش کو عملی جامہ پہنایا اور جب وہ دلائل اور حجت کے میدان میں لاجواب [4] ہو گئے اور ان کا باطل پر جمع ہونا ثابت ہو گیا تو انھوں نے حدود سے تجاوز کرنے میں جلدی کی۔ چنانچہ وہ حرمت والے شہر میں، حرمت والے مہینوں میں ایک حرام خون بہانے کے مرتکب ہو گئے۔ انھوں نے حرمت والا شہر اپنے لیے حلال کر لیا اور حرام طریقے سے اموال لوٹے۔ اللہ کی

---

[1] نَدَّ: خچر بدک گیا۔ (النهاية فی غريب الحديث و الاثر، ج ٥، ص: ٣٥۔)

[2] البداية و النهاية لابن كثير، ج ٧، ص: ٢٠٩۔

[3] الإرب: سازش۔ کہا جاتا ہے فلاں سازشی ہے اور مکار وفریبی ہے۔ (ادب الكاتب۔)

[4] خلجوا: الاختلاج، و الاضطراب، مضطرب ہو گئے۔ (النهاية فی غريب الحديث، ج ٢، ص: ١٣٨۔)

قسم! سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک انگلی زمین کے تہہ در تہہ خزانوں سے بہتر ہے اور اللہ کی قسم! جس نام نہاد عیب کو بہانہ بنا کر ان ظالموں نے ظلم ڈھائے اگر وہ ثابت بھی ہو جاتا تو عثمان رضی اللہ عنہ اس سے اس طرح بری ہوتے جس طرح خالص سونا میل کچیل سے علیحدہ ہوتا ہے یا میلا کپڑا صاف ہو جاتا ہے۔ ❶

سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ پہلی گفتگو تھی جو اس حقیقت کی دلیل ہے کہ ان کے دل میں سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی کس قدر قدر و منزلت تھی اور یہ کہ ان پر جتنے بھی اتہام اور الزامات لگائے جاتے تھے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا انھیں مکمل طور پر ان سے بری الذمہ ہونے کا یقین رکھتی تھیں۔ یہ صحیح ہے کہ امور خلافت میں کبھی کبھار وہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی مخالف رائے بھی ظاہر کرتی تھیں۔ لیکن یہ سب کچھ خیر خواہی کی نیت سے ہوتا تھا۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ)) ❷

''دین خیر خواہی کا نام ہے۔''

وہ دونوں (سیّدنا عثمان اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) مجتہد تھے وہ صرف حق کی تنفیذ چاہتے تھے۔ ان دونوں کو ہر حال میں ایک یا دو اجر ملیں گے۔ ان شاء اللّٰہ.

چوتھا نکتہ:...... سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا عہد علی رضی اللہ عنہ میں

سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالی۔ خلافت سے پہلے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ میں کوئی بڑا اختلاف نہیں تھا۔ جو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کے خلاف بغاوت پر اکساتا۔ بلکہ دونوں کے درمیان باہمی اعتماد و احترام کا رشتہ قائم تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سب لوگوں سے زیادہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مقام و مرتبے سے واقف تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا جو مقام محبت تھا اس سے بھی سیّدنا علی رضی اللہ عنہ لاعلم نہیں تھے۔ اسی طرح سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بخوبی علم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا کیا مقام و مرتبہ ہے۔ وہ آپ کے چچا زاد اور داماد بھی تھے، ان کا شمار بھی عشرہ مبشرہ میں ہے۔ ان کا جذبۂ جہاد، ان کی شجاعت و بہادری، ان کا فضل اور ان کی اسلام کی طرف اوّلیت جیسی صفات سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نگاہوں سے اوجھل نہ تھیں۔ ❸

---

❶ نبأ الشیء: تجافی و تباعد، دور چلا گیا۔ (مختار الصحاح للرازی، ص: ٦٤٤۔)

❷ صحیح مسلم، حدیث: ٥٥۔ سیّدنا تمیم الداری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

❸ اس موقف کی وضاحت بالتفصیل وہاں آئے گی جہاں سیّدنا علی اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے باہمی خوشگوار تعلقات پر گفتگو ہوگی۔

علامہ طبری رحمہ اللہ ❶ نے احنف بن قیس ❷ سے روایت کی ہے کہ ہم حج کے ارادے سے آئے تو دیکھا کہ لوگ مسجد نبوی کے وسط میں اکٹھے ہو رہے ہیں۔ میں سیّدنا طلحہ ❸ اور زبیر رضی اللہ عنہما سے ملا اور میں نے کہا کہ بلاشبہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو چکے ہیں۔ اب آپ دونوں صاحبان مجھے کس کی بیعت کا مشورہ دیں گے؟ ان دونوں نے فرمایا: علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لو۔ ہم مکہ پہنچے۔ میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملا۔ ہم نے انھیں سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی اور میں نے ان سے پوچھا اب آپ مجھے کس کی اطاعت کا حکم دیں گی؟ انھوں نے فرمایا: تم علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لو۔ چنانچہ ہم مدینہ واپس آئے۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور میں واپس بصرہ آ گیا۔ ❹

جب سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی عام بیعت ہوئی تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دل میں ان کا وہی احترام باقی رہا۔ بلکہ ان کے متعلق وہ اپنے موقف پر ثابت قدم رہیں۔ یعنی ان کی بیعت کرنے کی نصیحت کرتی رہیں۔ ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ ❺ نے اپنی تصنیف "المصنف فی الاحادیث و الآثار" میں عمدہ سند کے ساتھ عبدالرحمٰن بن ابزیٰ رضی اللہ عنہ ❻ سے روایت لائے ہیں کہ عبداللہ بن بدیل بن ورقاء خزاعی جنگ جمل کے

---

❶ یہ محمد بن جریر بن یزید ابوجعفر طبری ہیں۔ اپنے وقت کے امام، عالم، مجتہد، مفسر اور بہت بڑے مورخ ہیں۔ ۲۲۴ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۳۱۰ ہجری میں فوت ہوئے۔ متعدد تالیفات اپنے پیچھے چھوڑ گئے جن میں سے مشہور "التفسیر" اور "تاریخ الامم و الملوك" ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ۱٤، ص: ۲٦۷۔ البدایة و النهایة، ج ۱۱، ص: ۱٤۵۔)

❷ یہ ضحاک بن قیس بن معاویہ ہیں ابو بحر تمیمی کنیت ہے۔ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا لیکن آپ کو دیکھ نہ سکے۔ جنگ صفین کے روز قائد الجیش تھے۔ فتح مرو الروذ میں شامل تھے۔ ٦۷ ہجری یا اس کے بعد فوت ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ۷، ص: ۹۳۔ الاصابة، ج ۱، ص: ۱۸۷)

❸ یہ سیّدنا طلحہ بن عبیداللہ بن عثمان ہیں ابو محمد القرشی التیمی ان کی کنیت ہے۔ جلیل القدر صحابی ہیں۔ عشرہ مبشرہ میں ان کا شمار ہوتا ہے اور سب سے پہلے اسلام لانے والے آٹھ آدمیوں میں شامل ہیں اور عمر رضی اللہ عنہ کے بوقت شہادت بنائی ہوئی چھ آدمیوں کی شوریٰ میں شامل تھے۔ غزوہ احد میں عظیم الشان کارنامہ انجام دیا۔ ۳٦ ہجری میں وفات پائی۔ (الاستیعاب، ج ۱، ص: ۲۳۱۔ الاصابة، ج ۳، ص: ۵۲۹۔)

❹ تاریخ الطبری، ج ۳، ص: ۳٤۔ حافظ ابن حجر نے (فتح الباری، ج ۱۳، ص: ۳۸) پر اس روایت کی سند کو صحیح کہا ہے۔

❺ یہ عبداللہ بن محمد بن ابراہیم ابوبکر ہیں بنو عبس کے مولیٰ ہیں۔ اپنے وقت کے عالم متبحر اور بیش بہا تصنیفات کے مصنف ہیں۔ جن میں سے مشہور ترین کتاب "المصنف فی الاحادیث و الآثار" ہے۔ یہ ۲۳۵ ہجری میں فوت ہوئے۔ (سیر اعلام النبلا للذهبی، ج ۲۱، ص: ۱٤۲۔ تهذیب التهذیب لابن حجر، ج ٤، ص: ۲۸۲۔)

❻ یہ عبدالرحمٰن بن ابزیٰ خزاعی ہیں جو بنو خزاعہ کے مولیٰ تھے۔ ان کی صحبت نبوی میں اختلاف ہے۔ لیکن جمہور علماء کے نزدیک یہ صحابی ہیں۔ یہ قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت کرتے اور علم فرائض کے ماہر تھے۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں یہ مکہ کے گورنر رہے اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں یہ خراسان کے گورنر بنے اور جنگ صفین میں یہ انہی کے ساتھ تھے۔ (الاستیعاب، ج ۱، ص: ۲٤۸۔ الاصابة، ج ٤، ص: ۲۸۲۔)

دوران سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے جب وہ ہودج ❶ (کجاوے) میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ انھوں نے کہا: اے ام المومنین! کیا آپ کو یاد ہے کہ جب سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے تو میں مکہ میں آپ کے پاس آیا تھا اور پوچھا تھا کہ آپ مجھے کیا حکم دیں گی تو آپ نے کہا تھا: تو علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو جا (یعنی ان کی بیعت کر لے)۔ پس وہ یہ سن کر خاموش ہو گئیں۔

سیّدہ عائشہ، طلحہ، زبیر اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہم کے درمیان کچھ اختلاف مشہور ہے اسے بنیاد بنا کر ہر زمانے کے روافض، صحابہ پر سب وشتم کرتے ہیں۔ روافض کے تمام شبہات کا علمی ردّ ان شاء اللہ آئندہ صفحات میں جنگ جمل کے ضمن میں تفصیلاً آئے گا۔

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں خوارج کا فتنہ ظاہر ہوا۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کی سرکوبی کے لیے متعدد مہمات بھیجیں۔ چونکہ اس وقت عراق ومصر کے باشندے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنی دشنام طرازیوں کا نشانہ بناتے تھے تو ابن ہشام سیّدنا علی رضی اللہ عنہ پر طعن وتشنیع کرتے اور خوارج سیّدنا عثمان اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہما دونوں پر لعن طعن کرتے تھے۔ جب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کے بارے میں پتا چلا تو فرمایا: ''ان لوگوں کو حکم دیا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے لیے استغفار کرو تو انھوں نے گالیاں دیں۔'' ❷

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے لیے مغفرت طلب کریں اور قاضی عیاض نے کہا: یہ اس وقت کی بات ہے جب انھوں نے یہ سنا کہ اہل مصر عثمان رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کرتے ہیں اور شام والے علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کرتے ہیں اور حروری (خارجی) سب پر سب وشتم کرتے ہیں۔

خوارج جب سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے علیحدہ ہوئے تو وہ حروراء نامی بستی میں رہنے لگے، اس مناسبت سے انھیں حروری کہا جاتا تھا۔ چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے پوچھا: جب ہم طہر میں داخل ہو جائیں تو ہم روزوں کی قضا دیتی ہیں لیکن نماز کی قضا نہیں دیتیں تو انھوں نے فرمایا: ''کیا تو حروریہ ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہمیں حیض آتا تو آپ ہمیں ایام حیض میں قضاء ہونے والی نمازوں کی ادائیگی کا حکم نہیں دیا کرتے تھے۔'' یا سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ فرمایا:

---

❶ **الھودج:** کجاوہ یا پالکی جو اونٹ کے اوپر رکھی جاتی ہے اور عموماً دلہن یا معزز عورت اس میں بیٹھتی ہے۔ (تھذیب اللغۃ، ج ٦، ص: ٢٨۔ المعجم الوسیط، ج ٢، ص: ٩٧٦۔)

❷ صحیح مسلم: ٣٠٢٢۔

''چنانچہ ہم قضا نہیں دیتی تھیں۔'' [1]

تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس بات سے ثابت ہوتا ہے ''کیا تو حروریہ ہے؟'' وہ اس فرقہ سے نفرت کرتی تھیں۔ اس کے مدمقابل یعنی سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا احترام کرتی تھیں۔

پانچواں نکتہ

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ [2] کے عہد خلافت میں

جنگ جمل میں مسلمانوں کے کثرت سے جانی نقصان پر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو شدید صدمہ پہنچا۔ اس کے بعد انھوں نے اپنے آپ کو نماز، روزہ، صدقہ وخیرات، استغفار اور علوم سنت کی نشر واشاعت کے لیے وقف کر دیا اور اپنے حجرے سے باہر نکلنا بالکل بند کر دیا۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان باہمی تعلقات اتنے اچھے تو نہیں تھے جیسے گزشتہ ادوار میں خلفاء اربعہ کے ساتھ تھے۔ تاہم سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی خلافت سے پہلے تعلقات کشیدہ نہ تھے۔ اگرچہ سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت و منقبت کے قدر دان تھے بلکہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے مطالبہ میں تو وہ دونوں متفق تھے۔ اگرچہ سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے بعد بھی پوری کوشش کی کہ وہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رابطہ مضبوط کر لیں لیکن کوئی نہ کوئی ایسا حادثہ پیش آ جاتا جو سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس خواہش کو پورا نہ ہونے دیتا۔ [3]

جیسے سیّدنا محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ ہے۔ یہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاتی بھائی تھے۔ انھیں ۳۸ ہجری میں مصر میں بے دردی سے شہید کر دیا گیا یہ وہاں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے گورنر تھے تو وہاں

---

[1] کوفہ کے قریب ایک بستی ہے اسی کی نسبت سے خوارج کو حروری کہا جاتا ہے۔ (النهاية لابن الاثير، ج ۱، ص: ۳٦٦۔)

[2] یہ سیّدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما بن حرب ابوعبدالرحمٰن اموی ہیں۔ یہ کاتب وحی ہیں سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے شام کے گورنر تھے ان کی شہادت کے بعد سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ کی اور شام میں ہی رہنے لگے جنگ صفین میں حکمین کے فیصلے کے بعد شام میں مستقل خلیفہ کی مسند پر فائز ہوئے، پھر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور ان کے بیٹے سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ سے صلح کے بعد متفقہ طور پر خلیفۃ المسلمین بن گئے۔ یہ ٦۰ ہجری میں فوت ہوئے۔ (الاصابة، ج: ۱٥۱۔ الاحاديث النبوية فی فضائل معاوية لمحمد الامين الشنقيطی۔)

[3] السيدة عائشة ام المومنين و عالمة نساء العالمين لعبد الحميد طهماز، ص: ۱٤۷-۱٤۹ (مختصر)۔

معاویہ رضی اللہ عنہ کے حمایت یافتہ معاویہ ❶ بن حدیج سکونی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ان پر حملہ ہوا۔ سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے لشکر کثیر کے ساتھ انھیں کمک دی۔ جس کے قائد عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ تھے۔ سیّدنا محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو شکست ہوئی اور وہ معاویہ بن حدیج کے قیدی بن گئے۔ تو انھیں قتل کر دیا گیا اور گدھے کی کھال میں ڈال کر ان کی لاش کو جلا دیا گیا۔ جب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے بھائی کی مظلومانہ وسفاکانہ شہادت کی خبر ملی تو انھیں بہت صدمہ ہوا۔ چنانچہ اپنی نمازوں میں سیّدنا معاویہ اور سیّدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کے خلاف قنوت کرتی رہیں۔ پھر محمد رحمہ اللہ کے اہل وعیال سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کر دیے گئے۔ ان میں قاسم ❷ بن محمد بن ابی بکر بھی شامل تھے۔ ❸

معاویہ بن حدیج کے ہاتھوں محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے ساتھ جو وحشیانہ سلوک ہوا سو ہوا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ حادثہ حق کہنے سے نہ روک سکا اور وہ یوں کہ جب سیّدہ کو پتا چلا کہ معاویہ بن حدیج رضی اللہ عنہ اہل مصر کے ساتھ نہایت فیاضی کا سلوک کر رہے ہیں تو فوراً ان کی تعریف کی چنانچہ جب عبدالرحمن بن شماسہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا تو اس سے پوچھا: تو کہاں سے آیا ہے؟ اس نے کہا: میں مصر سے آیا ہوں۔ انھوں نے پوچھا: تمہارے حکمران کا کیا حال ہے اور تمہارے ساتھ وہ کیسا سلوک کرتا ہے؟ اس نے بتایا: ہمیں اس میں کوئی عیب نظر نہیں آتا۔ اگر ہم میں سے کسی کا اونٹ مر جائے تو وہ اسے اونٹ دیتا ہے اور اگر کسی کا غلام مر جائے تو اسے غلام دیتا ہے اور جو نان ونفقہ کا محتاج ہو اسے نان ونفقہ دیتا ہے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ سنا تو کہنے لگیں: جو کچھ اس نے محمد بن ابی بکر سے کیا ہے وہ مجھے یہ بتانے سے منع نہیں کرتا کہ ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اس گھر میں یہ فرماتے ہوئے سنا:

((اَللّٰهُمَّ مَنْ وَلِیَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِیْ شَیْئًا فَشَقَّ عَلَیْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَیْهِ، وَ مَنْ وَلِیَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِیْ شَیْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهٖ)) ❹

---

❶ یہ سیّدنا معاویہ بن حدیج بن جفنہ ابوعبدالرحمن السکونی رضی اللہ عنہ ہیں۔ سیّدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مصر کے گورنر تھے۔ یہ کم عمر صحابی تھے۔ یہ فتح مصر میں شامل تھے۔ فتح اسکندریہ کی بشارت لے کر یہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ یہ جنگ یرموک میں بھی شامل تھے۔ ۵۲ ہجری میں فوت ہوئے۔ (الاستیعاب، ج ۱، ص: ۴۴۳۔ الاصابة، ج ٦، ص: ۱٤۷۔)

❷ یہ قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہم ہیں۔ ابومحمد ان کی کنیت ہے۔ نسب کے لحاظ سے یہ تیمی ہیں۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی احادیث کے عالم اور ان کے مکثر راوی ہیں۔ ۱۰٦ ہجری یا اس کے بعد فوت ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ۵، ص: ۵۳۔ تهذیب التهذیب، ج ٤، ص: ۵۲۵۔)

❸ تاریخ ابن جریر الطبری، ج ۳، ص ۸۳۔ نهایت الارب للنویری: ۲۰/ ۱۵٦۔

❹ صحیح مسلم: ۱۸۲۸۔

''اے اللہ میری امت کا معاملہ جس شخص کے سپرد ہو اور وہ ان پر مشقت ڈالے تو تو بھی اس پر مشقت ڈال اور جس کسی کے سپرد میری امت کا کوئی معاملہ ہوا اور وہ ان سے نرمی کا سلوک کرے تو تو بھی اس کے ساتھ نرمی کر۔''

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے واقعہ کے بعد سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تعلقات میں جو بگاڑ پیدا ہو گیا تھا اسے سنوارنے کے لیے معاویہ بن حدیج رضی اللہ عنہ سیّدہ عائشہ کے پاس آئے تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انھیں وعظ ونصیحت کی۔ ❶

جو واقعات و حوادث سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیّدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے درمیان بگاڑ کا سبب بنے ان میں سے دوسری مثال: مروان بن حکم ❷ جب معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مدینہ منورہ کا گورنر بنا اور حسن ❸ بن علی رضی اللہ عنہما کو حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں دفنانے کے لیے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے اجازت ملنے کے باوجود مروان نے انھیں وہاں دفن کرنے سے روک دیا۔

تیسری مثال: جب سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اہل مدینہ سے اپنے بیٹے یزید کی جانشینی تسلیم کروانے کے لیے مروان کو حکم دیا اس موقع پر مروان اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان جو تلخی ہوئی وہ کچھ یوں ہے کہ سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے مزوان کی طرف یزید کی جانشینی کے لیے لوگوں کو قائل کرنے کے لیے خط لکھا۔ جو اس وقت حجاز کا گورنر تھا۔ مروان نے لوگوں کو جمع کیا، ان سے خطاب کیا اور یزید کا تذکرہ کیا اور اس کی بیعت لینے کے لیے لوگوں کو کہا۔ تب اسے سیّدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے کہا: کیا تم آل ہرقل اپنی اولاد کے لیے بیعت کروانے کے لیے آئے ہو؟ چنانچہ مروان نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا اسے پکڑ لو۔ وہ

---

❶ سیر اعلام النبلاء، ج ۲، ص: ۱۸۳-۱۸۷۔

❷ یہ مروان بن حکم بن ابی العاص بن امیہ ہے۔ اس کی کنیت ابوعبدالملک ہے۔ خاندان قریش اور بنوامیہ میں سے ہے۔ یہ ۲ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۴ ہجری کا بھی کہا گیا ہے۔ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے چچا زاد ہیں اور ان کی خلافت میں ان کے معاون بھی رہے۔ جنگ جمل اور جنگ صفین میں شامل تھے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مدینے کے گورنر بنے۔ یزید کی امارت کے ابتدائی عہد میں انھیں ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے جلا وطن کر دیا جو مدینہ میں واقعہ حرہ (قتل عام) کا ایک سبب بنا۔ یہ ۶۵ ہجری میں فوت ہوا۔ (الاستیعاب، ج ۲، ص: ۸۳۔ الاصابة، ج ٦، ص: ۲۵۷۔)

❸ یہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما ہیں۔ ابومحمد کنیت ہے۔ خاندان قریش اور قبیلہ بنو ہاشم ہے۔ اہل جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں۔ ۳ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد محترم سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اہل عراق کے پاس چلے گئے۔ جبکہ معاویہ رضی اللہ عنہ شام میں تھے انھوں نے جنگ سے گریز کیا اور سیدنا معاویہ کی بیعت کر لی۔ ۴۹ ہجری میں فوت ہوئے۔ (الاستیعاب، ج ۱، ۱۱۳۔ الاصابة، ج ۲، ٦٨۔)

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر چلے گئے، سپاہی انھیں گرفتار نہ کر سکے۔ چنانچہ مروان نے پکار کر کہا یہی وہ شخص ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری:

﴿وَالَّذِىْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ اَتَعِدَانِنِيْٓ﴾ (الاحقاف: ۱۷)

''اور وہ جس نے اپنے ماں باپ سے کہا اف ہے تم دونوں کے لیے! کیا تم مجھے دھمکی دیتے ہو۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ سنا تو پردے کے پیچھے سے کہا: ''اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سوائے میری براءت کے ہمارے بارے میں قرآن میں کچھ نہیں اتارا۔'' [1]

سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ہمیشہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو راضی کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ کثرت سے گراں بہا عطیات ان کی خدمت میں بھیجا کرتے۔ عروہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس وقت نیا لباس [2] نہیں پہنتی تھیں جب تک اپنے لباس میں اتنے پیوند نہ لگا لیتیں کہ اندر باہر ایک ہو جاتا۔ [3] ایک دن ان کے پاس معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے اسی ہزار درہم آئے۔ لیکن شام تک ان کے پاس ایک درہم بھی نہ رہا۔ سب حاجت مندوں میں بانٹ دیئے۔ انھیں ان کی خادمہ نے کہا کاش آپ ایک درہم کا گوشت خرید لیتیں۔ انھوں نے فرمایا: ''اگر مجھے تو یاد دلاتی تو میں ضرور منگوا دیتی۔'' [4]

سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ خط و کتابت بھی کرتے اور ہر خط میں نصیحت کرنے کی درخواست کرتے ایک بار یوں لکھا: ''یہ کہ آپ میری طرف خط لکھیں جو بہت طویل نہ ہو۔'' چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا: ''بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((مَنِ الْتَمَسَ رِضَاءَ اللّٰهِ بَسَخَطِ النَّاسِ ، كَفَاهُ اللّٰهُ مُؤْنَةَ النَّاسِ ، وَ مَنِ الْتَمَسَ رِضَاءَ النَّاسِ بِسَخَطِ اللّٰهِ ، وَكَّلَهُ اللّٰهُ اِلَى النَّاسِ))

''جو اللہ کو راضی کرنے کے لیے لوگوں کو ناراض کر دے اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کی طرف سے کافی ہو جائے گا اور جو شخص لوگوں کو راضی کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دے اللہ تعالیٰ

---

[1] صحیح بخاری: ٤٨٢٧۔

[2] استجدّ الثوب: نیا لباس خریدنا اور پہننا۔ (تاج العروس للزبیدی، ج ٧، ص: ٤٧٨۔)

[3] نکس الشیء: الٹا کرنا۔ بالائی سطح اندر کر دینا یا سر کی جانب نیچے کی طرف کرنا۔ (مختار الصحاح للرازی، ص: ٦٧٩۔)

[4] الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ٨، ص: ٦٧۔ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم، ج ٢، ص: ٤٧۔ سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ٢، ص: ١٨٧۔

اسے لوگوں کے سپرد کر دیتا ہے۔'' و السلام علیك۔ (اور تجھ پر سلامتی ہو)'' [1]

ہمیں ایسا کوئی ثبوت نہیں ملا کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت ملنے کی مخالفت کی ہو۔ البتہ انھوں نے سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعض افعال کا انکار ضرور کیا ہے۔ خصوصاً جب حجر بن عدی قتل کیے گئے تو اس وجہ سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے سخت باتیں ضرور کیں۔

العواصم من القواصم کا منصف کہتا ہے:

''اکثر علماء کے نزدیک حجر بن عدی رحمہ اللہ تابعی تھے جو علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ صفین میں شریک ہوئے۔ جب معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد بن ابیہ کو کوفہ کا گورنر بنایا تو وہ ایک بار خطبہ جمعہ دے رہا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے خطبہ کو اتنا طویل کیا کہ نماز کا وقت گزرنے کے قریب ہو گیا۔ حُجر بن عدی کھڑا ہو گیا اور اسے کنکری مارتے ہوئے پکارنے لگا۔ نماز، نماز، اور اسے اتنے پتھر مارے کہ لوگ بھی مشتعل ہو گئے اور وہ بھی اسے پتھر مارنے لگے۔ جب معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کا پتا چلا تو انھوں نے اسے قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا کیونکہ ان کے نزدیک یہ لوگوں کو بغاوت پر اکسانا چاہتا تھا۔

شاید سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے استدلال کیا: ''جب تم متحد و متفق ہو اور کوئی شخص تمہارے درمیان آ کر تفرقہ پھیلانا چاہے تو تم اسے قتل کر دو۔'' ابن العربی نے لکھا: اگر یہ کہا جائے حجر ابن عدی کو قتل کر دیا گیا اور وہ صالح صحابی تھا، زیاد کے حکم پر اسے قیدی بنایا گیا پھر اسے باندھ کر قتل کر دیا گیا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے تحقیق کے لیے اور اس کے معاملے کی چھان بین کے لیے قاصد بھیجا۔ لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے ہی حجر قتل ہو چکا تھا۔

تو ہم یہ کہیں گے ہمیں مکمل طور پر حجر کے قتل ہونے کا علم ہو گیا۔ لیکن کئی وجوہ سے اختلاف ہے۔ کچھ کہنے والے کہتے ہیں: اسے ظلماً قتل کیا گیا اور کچھ کہنے والے کہتے ہیں: اس کا قتل صحیح ہوا۔ اگر کوئی کہے درحقیقت اسے ظلماً ہی قتل کیا گیا۔ بشرطیکہ یہ ثابت ہو جائے کہ اسے قتل کرنا ضروری تھا۔ ہم جواب میں کہیں گے کہ اصول یہ ہے کہ امام المسلمین کو حق حاصل ہے کہ وہ کسی کو بطورِ سزا قتل کر دے لہٰذا جو کہتے ہیں کہ اسے ظلماً قتل کیا گیا تو اس پر اس دعویٰ کی دلیل لانا واجب ہے۔ اگر فقط ظلماً ہی قتل کیا گیا تھا تو پھر ایسا ضرور ہوتا کہ ہر گھر سے معاویہ پر لعنت کی جاتی۔ لیکن واقعہ اس کے برعکس ہے۔ چونکہ بغداد عباسی خلفاء کا

---

[1] سنن ترمذی: ۲۴۱۴۔ اس کی اسناد کو ابن مفلح رحمہ اللہ نے (الآداب الشرعية، ج ۱، ص: ۱٦٤) پر جید کہا ہے اور الشیخ علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ترمذی میں اسے صحیح کہا ہے۔

دار الخلافہ تھا جسے دار السلام کہا جاتا ہے اور بنو عباس اور بنو امیہ کے درمیان جو عداوت تھی وہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔ وہاں کی تمام مساجد کے دروازوں پر یہ تحریر نمایاں تھی: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہترین شخص ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں ان کے بعد عمر، پھر عثمان پھر علی پھر معاویہ جسے مومنوں کے ماموں ہونے کا شرف حاصل ہے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

لیکن جو کچھ کہا جاتا ہے کہ حجر نے زیاد میں کچھ منکرات دیکھیں تو اس نے اسے پتھر مارا اور اس کی بیعت سے انکار کر دیا اور اس نے لوگوں کو فتنہ و فساد پر ابھارنے کی کوشش کی تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے زمین میں فساد پھیلانے والا شمار کیا اور حج کے موقع پر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے حجر کے معاملے پر بات کرنا چاہی تو انھوں نے کہا: آپ مجھے اور حجر کو چھوڑ دیں۔ یہاں تک کہ ہم اللہ سے جا ملیں وہاں جا کر جو فیصلہ ہوگا وہ ہمیں منظور ہے۔ تو اے اہل اسلام تمہارے لیے بھی یہی بہتر ہے کہ تم ان دونوں کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دو۔ وہی ان دونوں کے درمیان عادلانہ اور دیانت دارانہ فیصلہ کرے گا۔ جو بالکل صحیح ہوگا اور روز محشر کا وہی بادشاہ ہے اور تمھیں اپنے داخل ہونے کے مقام کا شعور نہیں تو پھر کیا وجہ ہے تم سنتے کیوں نہیں۔'' [1]

سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت بیس سالہ مدت پر پھیل گئی جبکہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی خلافت کے اٹھارویں سال کے بعد فوت ہو گئیں۔

[1] العواصم من القواصم، ص: ۲۲۰۔

چوتھا مبحث:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات

مؤمنین کی ماں مقدسہ ومطہرہ رضی اللہ عنہا آخری عمر میں طویل عرصہ تک بیمار رہیں اور جب انھیں یقین ہو گیا کہ یہ مرض الموت ہے اور کوچ کا مرحلہ آنے والا ہے تو وہ نہایت عجز و انکساری سے پکار اٹھیں جبکہ وہ اپنے دل میں سوچا کرتی تھیں کہ انھیں اپنے گھر میں دفنایا جائے۔ وہ کہا کرتی تھیں: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک گناہ کا ارتکاب کر لیا لہٰذا تم مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے ساتھ دفنا دینا۔''[1]

اس گناہ سے ان کی مراد جنگ جمل میں شرکت تھی اور اس معاملے کے لیے ان کی اپنی تاویل تھی۔ اسی لیے انھوں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو وصیت کر دی کہ ''تم مجھے ان کے ساتھ نہ دفنانا اور مجھے بقیع کے قبرستان میں میری بہنوں کے ساتھ دفنانا۔ میں اس واقعہ سے اپنے آپ کو کبھی بری الذمہ نہیں سمجھتی۔''[2]

مرض الموت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کی عیادت کے لیے گئے۔ ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جانے کی اجازت طلب کی جبکہ وہ انتہائی لاغر[3] ہو چکی تھیں۔ وہ کہنے لگیں: ''مجھے اندیشہ ہے کہ وہ میری تعریف کریں گے۔'' تو کہا گیا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد اور مسلمانوں کی معتبر شخصیت ہیں۔'' وہ کہنے لگیں: ''تم انھیں اجازت دے دو۔'' وہ آئے تو کہنے لگے: ''آپ کی طبیعت کیسی ہے؟'' جواب دیا: ''خیریت کے ساتھ ہوں اگر میں (عذاب الٰہی سے) بچ گئی۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''اگر اللہ نے چاہا تو آپ بھلائی پر ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں آپ کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کنواری سے شادی نہیں کی اور آسمان سے آپ کی براءت نازل ہوئی۔''

---

[1] الطبقات الکبریٰ، ج ٨، ص: ٧٤۔ مستدرك حاکم، ج ٤، ص: ٧۔ اور انھوں نے کہا یہ روایت شیخین کی شرط کے مطابق صحیح ہے لیکن ان دونوں نے اسے روایت نہیں کیا۔ سیر اعلام النبلاء للذھبی، ج ٢، ص: ١٩٣۔

[2] صحیح بخاری: ١٣٩١۔ نیز انھوں نے وصیت میں یہ بھی کہا تھا میرے جنازے کے ساتھ تم آگ نہ لے جانا اور نہ میری میت پر سرخ چادر ڈالنا۔ (الطبقات الکبریٰ، ج ٨، ص: ٧٤-٧٦۔)

[3] مغلوبة: یعنی مرض کی شدت کی وجہ سے انتہائی لاغر ہو چکی تھی اور حرکت تک نہ کر سکتی تھیں۔ (کشف المشکل من حدیث الصحیحین لابن الجوزی، ج ٢، ص: ٣٨٧۔ عمدة القاری، للعینی، ج ١٩، ص: ٨٧۔)

جب سیّدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما آئے تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ ''ابن عباس رضی اللہ عنہما آئے اور میری تعریف کی اور میں چاہتی ہوں کہ میں نسیًا منسیًا (بھولی بسری) بن جاؤں۔'' ❶

ایک روایت میں ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مرض الموت میں سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی عیادت کے لیے اجازت طلب کی تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت نہ دی۔ وہ اصرار کرتے رہے۔ بالآخر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انھیں اجازت دے دی۔ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہتے ہوئے سنا، میں آگ سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں۔ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اے ام المومنین! بے شک اللہ عزوجل نے آپ کو آگ سے پناہ دے دی ہے۔ آپ سب سے پہلی عورت ہیں، جن کی براءت آسمان سے نازل ہوئی۔ ❷

ایک روایت میں ہے: بے شک سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوگئیں تو ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کی عیادت کے لیے آئے اور کہا: آپ اپنے دو سچے پیش رَوؤں ❸ کے پاس جا رہی ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس۔ ❹

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب بیمار ہوئیں اور بیماری کے دوران جب بھی ان کا حال پوچھا جاتا تو وہ کہتیں: ''الحمد للہ خیریت سے ہوں۔'' ❺

جو بھی آپ کی عیادت کے لیے آتا اور وہ انھیں بشارت دیتا تو وہ اس کے جواب میں کہتیں: ''اے کاش میں ایک پتھر ہوتی اے کاش میں مٹی کا ایک ڈھیلا ہوتی۔'' ❻

ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مدینہ نبویہ میں سترہ رمضان المبارک کی رات ۵۷ یا ۵۸ یا ۵۹ ہجری کو فوت ہوئیں۔ جب سیّدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی خلافت ابھی جاری تھی۔ ❼

---

❶ صحیح بخاری: ٤٧٥٣۔

❷ فضائل الصحابة لاحمد، ج ٢، ص: ٨٧٢۔

❸ الفرط: جو شخص قافلے سے پہلے جا کر قافلے والوں کے آرام کے لیے سامان تیار کرتا ہے اور جگہ صاف کرتا ہے۔ یہاں ثواب اور شفاعت مراد ہے۔ (مقدمة فتح الباری یعنی هدية الساری، ص: ٦٦۔)

❹ اس روایت کی تخریج آگے آ رہی ہے۔

❺ الطبقات الکبریٰ، ج ٨، ص: ٧٥۔ ❻ الطبقات الکبریٰ، ج ٨، ص: ٧٤۔

❼ الطبقات الکبریٰ، ج ٨، ٧٨۔ الاستیعاب، ج ٤، ص: ١٨٥-١٨٨۔ المنتظم فی تاریخ الملوك و الامم لابن الجوزی، ج ٥، ص: ٣٠٣۔ اسد الغابة لابن الاثیر، ج ٧، ص: ١٨٦۔ البداية و النهاية لابن کثیر، ج ١١، ص: ٣٤٢۔ الوافی بالوفیات للصفدی، ج ١٦، ص: ٣٤٣۔ الاصابة، ج ٨، ص: ٢٣٥۔

ان کی وفات سے تمام اہل مدینہ شدید غم میں ڈوب گئے اور عبداللہ بن عبید بن عمیر رحمہ اللہ نے کیا خوب کہا:
''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات سے صرف اسے ہی صدمہ پہنچا جس کی وہ ماں تھیں۔'' ❶

جب سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے رونے کی آواز سنی تو انھوں نے اپنی خادمہ کو ادھر بھیجا کہ جا کر دیکھو ان کا کیا ہوا؟ وہ واپس گئی اور بتایا کہ وہ فوت ہوگئی ہیں۔ ❷ سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''اللہ اس پر رحم کرے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! وہ سب لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھیں، سوائے اس کے باپ کے۔'' ❸

ایک روایت میں ہے: ''اے عائشہ! اس (اللہ تعالیٰ) نے تیری مصیبت ختم کر دی ہے۔ روئے زمین پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھ سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہ تھا، سوائے تمہارے باپ کے۔'' پھر ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتی ہوں۔'' ❹

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ❺ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ بقیع والے قبرستان میں پڑھائی اور انھیں بقیع میں دفن کیا گیا۔ اس وقت سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مروان بن حکم مدینہ منورہ کا گورنر تھا لیکن وہ حج پر چلا گیا اور سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنا کر گیا۔ ❻ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو نماز عشاء کے بعد اندھیری رات میں دفن کیا گیا۔ جنازے کے ساتھ جانے والوں کے لیے آگ جلائے بغیر کوئی چارہ نہ رہا۔ چنانچہ انھوں نے کپڑے ❼ تیل میں ڈبو کر آگ سے روشن کیے تاکہ قبرستان تک ان کا راستہ روشن ہو

---

❶ الطبقات الکبری، ج ٨، ص: ٧٨۔ سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ٢، ص: ١٨٥۔

❷ قضت: کسی چیز کے کٹنے، تمام ہونے اور جدا ہونے کے معانی میں آتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے: ﴿فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ﴾ یعنی اپنی مدت پوری کرلی۔ لغت میں قضی کے متعدد معانی آتے ہیں۔ (معانی القرآن و اعرابه للزجاج، ص ٤، ص: ٢٢٢۔ تفسیر راغب اصفهانی، ج ١، ص: ٣٠٢۔ مشارق الانوار للقاضی عیاض، ج ٢، ص: ١٨٩۔ لسان العرب لابن منظور، ج ٧، ص: ٢٢٣۔)

❸ مسند ابی داود طیالسی، ج ٣، ص ١٨٥، حدیث: ١٧١٨۔ اس کے حوالے سے۔ حلیة الاولیاء، ج ٢، ص: ٤٤۔ بوصیری نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ (اتحاف الخیرة المهرة، ج ٧، ص: ٢٤٨۔)

❹ السنة لابن ابی عاصم: ١٢٣٤۔

❺ ان کا نام مشہور روایت کے مطابق عبدالرحمٰن بن صخر ہے ابوہریرہ کنیت ہے اور یمن کے قبیلہ بنو دوس سے ہیں۔ جلیل القدر صحابی ہیں تمام صحابہ سے زیادہ انھیں احادیث یاد تھیں اور اسی طرح انھوں نے کثرت سے روایت کی۔ حافظ حدیث، ثقہ اور مفتی تھے۔ روزوں اور تہجد کے ساتھ مشہور تھے۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں بحرین کا گورنر بنایا اور کچھ عرصہ تک مدینہ کے گورنر بھی رہے۔ ٥٧ ہجری کے لگ بھگ فوت ہوئے۔ (الاستیعاب، ج ٢، ص: ٧٠۔ الاصابة، ج ٧، ص: ٤٢٥۔)

❻ المستدرك للحاكم، ج ٤، ص: ٥۔ تاریخ الاسلام للذهبی: ٤/ ١٦٤۔

❼ الخرق: پھٹے پرانے کپڑے۔ (جمهرة اللغة لابن درید، ج ١، ص: ٥٩٠۔ الصحاح للجوهری، ج ٤، ص: ١٤٦٨۔

جائے۔ لوگوں کا بہت ہجوم ہو گیا وہ چارپائی ❶ کے گرد جمع ہو گئے۔ اس رات سے زیادہ کسی رات میں اس قدر لوگ دکھائی نہ دیئے حتیٰ کہ باب العوالی ❷ (بالائی مدینہ) کے لوگ بھی مدینہ میں پہنچ گئے۔ ❸

ان کی قبر میں آل صدیق سے پانچ جوان اترے۔ سیّدہ اسماء بنت ابی بکر اور سیّدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم کے دونوں بیٹے عروہ اور عبداللہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی محمد بن ابی بکر کے دونوں بیٹے قاسم اور عبداللہ رحمہ اللہ اور ان کے دوسرے بھائی سیّدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے بیٹے عبداللہ رحمہ اللہ۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے تقریباً ٦٧ سال عمر پائی۔ اللہ ان سے راضی ہو اور انھیں راضی کرے۔ ❹

❶ النعش: جب میت چارپائی پر ہو تو اسے النعش کہتے ہیں۔ (الصحاح للجوهری، ج ٣، ص: ١٠٢٢۔ لسان العرب، ج ٦، ص: ٣٥٥۔

❷ العوالی: مدینہ منورہ کی شرقی جانب کے سارے علاقے میں واقع بستیوں پر العوالی کا اطلاق ہوتا ہے جس کا مدینہ سے قریب ترین فاصلہ چار میل ہے اور نجد کی جانب (مدینہ سے مشرق کی جانب) بعید ترین العوالی آٹھ میل تک ہے۔ (مشارق الانوار، ج ٢، ص: ١٠٨۔ النهاية فی غريب الحديث: ٣/ ٢٩٥۔ المغرب فی ترتيب المعرب للمطرزی، ص: ٣٢٧۔

❸ الطبقات الكبریٰ، ج ٨، ص: ٧٦۔ تاريخ الطبری: ١١/ ٦٠٢۔ مستدرك للحاكم، ج ٤، ص: ٥۔

❹ الطبقات الكبریٰ، ج ٨، ص: ٧۔ تاريخ ابن ابی خيثمة، ج ٢، ص: ٥٨۔ الاستيعاب، ج ٤، ص: ١٨٨٥۔ اسد الغابة، ج ٧، ص: ١٨٦۔ المنتظم فی تاريخ الملوك و الامم، ج ٥، ص: ٢٠٣۔ تاريخ الاسلام للذهبی، ج ٤، ص: ٢٤٩۔ البداية و النهاية لابن كثير، ج ١١، ص: ٣٤٢۔ الاصابة لابن حجر، ج ٨، ص: ٢٣٥۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی صفات
ان کا علمی اور دعوتی مقام و مرتبہ

پہلا مبحث:...... شخصی اوصاف

دوسرا مبحث:...... علمی اور دعوتی مقام و مرتبہ
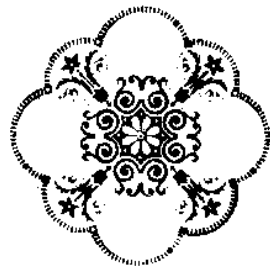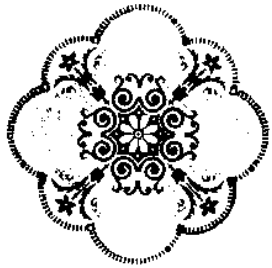
سیّدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں

''میں نے دو عورتوں (سیّدہ عائشہ اور سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہما)
سے بڑھ کر کوئی سخی نہ دیکھا۔ تاہم ان دونوں کی سخاوت کے انداز
اپنے اپنے تھے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تو
اپنے پاس تھوڑا تھوڑا مال جمع

تیسرا باب:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی صفات، ان کا علمی اور دعوتی مقام ومرتبہ

پہلا مبحث:...... شخصی اوصاف

رنگ وروپ:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے وقت کی خوبصورت گندمی سفید رنگ سے متصف تھیں۔ اسی لیے ان کا لقب حمیراء [1] بھی تھا۔ عرب چونکہ خالص سفید رنگ کو اچھا نہیں سمجھتے کیونکہ وہ برص سے مشابہ ہوتا ہے۔ اس لیے گندمی رنگ عربوں کے ہاں خوبصورت ترین رنگوں میں شمار ہوتا ہے۔ [2]

جسمانی کیفیت:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رخصتی کے وقت دبلی پتلی تھیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ عرصہ گزارنے کے بعد وہ قدرے موٹی ہوگئی تھیں۔ چنانچہ وہ اپنے متعلق کہتی ہیں:

> ''ایک بار میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کیا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھ گئی۔ پھر کچھ عرصہ بعد جب میں فربہ ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوڑ کا مقابلہ ہوا۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے آگے بڑھ گئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اس کا بدلہ ہے۔'' [3]

قد وقامت:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا قدرے طویل القامت تھیں۔ چنانچہ ایک بار سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو انھوں نے پست قد ہونے کا طعنہ دیا تھا۔

---

[1] سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۱، ص: ۱۶۸۔

[2] البدء و التاریخ لابن طاهر المقدسی: ۵/ ۱۱۔ سیر اعلام النبلاء: ۲/ ۱۴۰۔

[3] مسند احمد، ج ٦، ص: ۳۹، حدیث: ۲٤۱٦٤۔ صحیح سنن ابی داود للالبانی، الصحیح المسند للوادعی: ۱٦۳۱۔

زلفیں:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سر کے بال بچپن میں طویل تھے۔ پھر بیماری کی وجہ سے ان کے زیادہ بال گر گئے اور کندھوں تک پہنچ گئے۔ جبکہ ان کی عمر چھ سال ہوئی۔ پھر عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ بال بھی دوبارہ اگ آئے اور لمبے بھی ہو گئے۔ وہ کہتی ہیں: ''جب میں چھ سال کی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح کیا۔ جب ہم مدینہ آئے تو ہم بنو حارث بن خزرج کے پاس ٹھہرے۔ مجھے شدید بخار ہو گیا جس کی وجہ سے میرے بال جھڑ گئے۔ [1] حتی کہ کانوں تک آ گئے۔ [2]

واقعہ افک کے دوران سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ محترمہ ام رومان کا یہ کہنا بھی ان کے حسن و جمال میں مزید بڑھوتری کی دلیل ہے:

''اے بیٹی تم اس معاملہ کو اپنے اوپر ہلکا لو۔ اللہ کی قسم! جب بھی کوئی خوبصورت عورت کسی مرد کے پاس ہوتی ہے اور اس کی سوکنیں بھی ہوں تو اس کے خلاف باتیں تو بنتی ہیں۔'' [3]

ایک روایت میں ہے:

''بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی حسین و جمیل عورت کسی مرد کے نکاح میں ہو اور وہ اس سے محبت نہ کرتا ہو۔'' [4]

اس بات پر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا وہ قول بھی دلالت کرتا ہے جو انھوں نے اپنی بیٹی سیّدہ حفصہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے کہی تھی:

''تجھے ہرگز اس دھوکے میں نہ پڑنا چاہیے اگر تیری ہمسائی (سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) تجھ سے زیادہ حسین ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب ہو۔'' [5]

---

[1] فتمرق: یعنی جھڑ گئے اور کم ہو گئے۔ (الفائق فی غریب الحدیث للزمخشری، ج ۲، ص: ۲۴۹۔ مشارق الانوار للقاضی عیاض، ج ۱، ص: ۳۷۷۔ غریب الحدیث لابن الجوزی، ج ۲، ص: ۳۵۴۔ النهایه فی غریب الحدیث لابن الاثیر، ج ٤، ص: ۳۲۰۔

[2] صحیح بخاری: ۳۸۹٤۔ صحیح مسلم: ۱٤۲۲۔

[3] صحیح بخاری: ۲٦٦۱۔ صحیح مسلم: ۱٤۲۲۔

[4] صحیح بخاری: ٤۷۵۷۔

[5] صحیح بخاری: ۲٤٦۸۔ صحیح مسلم: ۱٤۷۹۔

دوسرا مبحث:

علمی اور دعوتی مقام و مرتبہ

تمہید:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نو سال کی عمر میں ہی اپنے باپ کے گھر سے سب سے بڑے مربی، معلم اور مؤدّب انسانیت کے گھر منتقل ہوئیں۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ انھیں وعظ و نصیحت اور تعلیم و تربیت کے سائے تلے رکھتے اور وہ بھی ہمیشہ آپ کے افعال، سیرت و کردار اور معمولات کو اپنے لیے مشعلِ راہ بناتیں۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بزبان خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے لیے تنبیہات و توجیہات کو من و عن پوری دیانت داری اور بغیر لگی لپٹی تاحیات بیان کرتی رہیں اور جہاں جہاں ان کی غلطی کی نشان دہی کی گئی بلا کم و کاست و بلا جھجک اس غلطی کو کھل کر بیان کر دیتیں اور ان کا یہی انداز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور ارشادات کی تبلیغ میں ان کی امانت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

ا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

''میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ کو صفیہ کا ایسا ایسا ہونا کیا اچھا لگتا ہے؟
راوی حدیث کہتا ہے کہ انھوں نے ان کے چھوٹے قد کی طرف اشارہ کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک تم نے ایسا لفظ بولا ہے کہ اگر اسے سمندر کے پانی میں ملایا جائے تو اسے بھی وہ کڑوا کر دے۔'' [1]

۲۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی انسان کے عیوب کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا:
((ما اُحِبُّ اَنِّیْ حَکَیْتُ اِنْسَانًا وَ اَنَّ لِیْ کَذَا وَ کَذَا)) [2]
''میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میں کسی انسان کے عیوب کا تذکرہ کروں اور مجھ میں ایسے ایسے

---

[1] سنن ابی داود: ٤٨٥٧ صحیح سنن ابی داود للالبانی۔

[2] مسند احمد، ج ٦۔ ص ١٣٦، حدیث: ٢٥١٩٤۔ سنن ترمذی، حدیث: ٢٥٠٢۔ و بیہقی، ج ١٥، ص ٢٤٧، حدیث: ٢٠٩٥٤۔

عیوب موجود ہوں۔''

۳۔عروہ بن زبیر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چند یہودی آئے اور کہا: السام علیکم (تم پر ہلاکت ہو)۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے ان کی بات سمجھ لی۔ تو میں نے کہا: تم پر بھی (ہلاکت) ہو اور لعنت ہو۔''

وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے عائشہ! رک جاؤ! بے شک اللہ تعالیٰ ہر معاملے میں نرمی پسند کرتا ہے۔ تو میں نے کہا: اے رسول اللہ! کیا آپ نے سنا نہیں جو انھوں نے کہا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے بھی کہہ دیا: و علیکم (اور تم پر بھی ہو)۔''❶

۴۔صحیح مسلم کی روایت میں ہے:

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ یہودی آئے اور کہا: اے ابو القاسم! السام علیك (آپ پر ہلاکت ہو)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''و علیکم (اور تم پر بھی ہو)۔'' سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہتی ہیں: ''میں نے کہا بلکہ تم پر ہلاکت و مذمت یا لعنت ہو۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عائشہ! تم بدکلامی نہ کرو۔ تو انھوں نے کہا: کیا جو انھوں نے کہا آپ نے نہیں سنا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو انھوں نے کہا کیا میں نے اسے انھیں پر لوٹا نہیں دیا؟ میں نے کہا: و علیکم (اور تم پر بھی ہو)۔''❷

۵۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں فرمایا کرتے تھے:

''اے عائشہ! تم بظاہر ہلکے گناہوں سے ضرور اجتناب کیا کرو۔ کیونکہ اللہ عزوجل ان کے بارے میں بھی باز پرس کرے گا۔''❸.

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توجیہات و ارشادات کو بہت جلد قبول کرتیں اور کوشش کرتیں کہ آپ کی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگی بسر کریں اس حقیقت پر ان کی یہ روایت دلالت کرتی ہے:

''آپ رضی اللہ عنہا نے ایک بچھونا یا تکیہ خریدا جس میں کچھ تصاویر نقش تھیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

❶ اس کی تخریج پیچھے گزر چکی ہے۔
❷ اس کی تخریج پیچھے گزر چکی ہے۔
❸ اس کی تخریج پیچھے گزر چکی ہے۔

نے اسے دیکھا تو دروازے میں رک گئے اور اندر تشریف نہ لائے۔

بقول عائشہ رضی اللہ عنہا میں نے آپ کے چہرے پر ناپسندیدگی کے اثرات دیکھے تو کہا: اے رسول اللہ! میں اللہ اور رسول کے سامنے توبہ کرتی ہوں۔ میں نے کیا گناہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بچھونا کہاں سے آیا یا کون لایا؟ تو انھوں نے کہا: میں نے تو یہ آپ کے لیے خریدا ہے تاکہ آپ اس پر بیٹھیں اور اس پر ٹیک لگائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ اَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ یُعَذَّبُوْنَ ، وَ یُقَالُ لَهُمْ: اَحْیُوْا مَا خَلَقْتُمْ . ثُمَّ قَالَ: اِنَّ الْبَیْتَ الَّذِیْ فِیْهِ الصُّوَرُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلَائِکَةُ)) [1]

''بے شک یہ تصویریں بنانے والوں کو عذاب دیا جائے گا اور انھیں کہا جائے گا جو تم نے تخلیق کیا اسے زندہ کرو۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک جس گھر میں تصویریں ہوں فرشتے اس میں نہیں آتے۔''

صحیح مسلم میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے:

''میں نے بچھونا لے کر اس کی دو چادریں بنا دیں جنھیں آپ گھر کے اندر اوڑھتے تھے۔'' [2]

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاق کے متعلق ہمیں بتاتی ہیں جو کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھے تھے۔ جب ان سے کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے متعلق پوچھا تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''کیا تو قرآن نہیں پڑھتا؟'' اس نے کہا: کیوں نہیں (پڑھتا ہوں)۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن اخلاق قرآن تھا۔'' [3]

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہتی ہیں:

''آپ بدگو اور بدکردار نہیں تھے اور نہ ہی بازاروں میں شور وغل کرتے تھے اور نہ آپ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے۔ لیکن آپ عفو و درگزر کرتے تھے۔'' [4]

---

[1] صحیح بخاری: ۲۱۰۵۔ صحیح مسلم: ۲۱۰۷۔

[2] صحیح مسلم: ۲۱۰۷۔ [3] صحیح مسلم: ۷٤٦۔

[4] سنن ترمذی: ۲۰۱٦۔ مسند احمد، ج ٦، ص ۱۷٤، حدیث: ۲٥٤٥٦۔ مسند طیالسی، ج ۳، ص: ۱۲٥۔ صحیح ابن حبان، ج ۱٤، ص ۳٥٥، حدیث: ٦٤٤۳۔ بیہقی، ج ۷، ص ٤٥، حدیث: ۱۳٦۸۲۔ ترمذی نے کہا حسن، صحیح اور البانی رحمہ اللہ نے اسے (صحیح سنن ترمذی: ۲۰۱٦) میں صحیح کہا ہے۔ وادعی رحمہ اللہ نے (الصحیح المسند: ۱٥۹۲) میں اسے صحیح کہا اور شعیب ارناؤوط نے اسے مسند احمد کی تحقیق کے دوران (ج ٦، ص: ۱۷٤) پر صحیح کہا ہے۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حسن خلق کی فضیلت بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ الْخُلُقِ دَرَجَةَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ)) ❶

''بے شک مومن حسن اخلاق کے باعث روزہ دار اور تہجد گزار کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔''

مکارم ومحاسن اخلاق

ان کے علاوہ بھی متعدد روایات ان سے مروی ہیں جنھوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذات پر بہت گہرے نقوش چھوڑے اور ان کی سیرت وکردار اعلیٰ مکارم ومحاسن اخلاق سے مزین ہو گئے:

ا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عبادت کا انداز:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا عبادت کرنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ومعمولات سے بہت زیادہ متاثر تھیں۔ کیونکہ سب لوگوں سے زیادہ یہی آپ کے قریب ترین رہنے والی شخصیت ہیں اور آپ خاص اوقات میں جو عبادت کرتے تھے اس کا حال سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی زیادہ جانتی تھیں، چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گھر میں عبادت کی اکثر روایات سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے مروی ہیں۔ جن سے آپ کی تمام عبادات کی مکمل تصویر سامنے آ جاتی ہے۔ ❷

سب سے تعجب خیز حدیث وہ ہے جس میں عبادت کے متعلق سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان مکالمہ ہوا اور جسے ابن عمیر نے روایت کیا۔ ان کے بقول:

''ہم نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: آپ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سب سے انوکھی خبر دیں جو کچھ آپ نے دیکھا، تو وہ خاموش ہو گئیں۔

---

❶ سنن ابی داود: ٤٧٩٨۔ مسند احمد، ج ٦، ص ١٣٣، حدیث: ٢٥٠٥٧۔ صحیح ابن حبان، ج ٢، ص ٢٢٨، حدیث: ٤٨٠۔ مستدرك حاكم، ج ١، ص: ١٢٨۔ شعب الایمان للبیهقی، ج ٦، ص، ٢٣٦، حدیث: ٧٩٩٧۔ ابن مفلح نے (الآداب الشرعية، ج ٢، ص: ١٩٥) میں کہا: اس روایت کے سب راوی ثقہ ہیں اور مطلب نامی راوی کے بارے میں ابوزرعہ رحمہ اللہ نے کہا، مجھے امید ہے کہ اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث سنی ہوگی اور ابو حاتم نے کہا: اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو نہیں دیکھا۔ علامہ سیوطی نے اسے (الجامع الصغير: ٢٠٩٨) میں حسن کہا اور البانی رحمہ اللہ نے (صحیح سنن ابی داود: ٤٧٩٨) پر اسے صحیح کہا ہے۔

❷ سيرة سيّدة عائشة للندوی، ص: ٣٠٨۔ السيدة عاسية ام المؤمنين و عالمة نساء الاسلام لعبد الحميد طهماز، ص: ١٦١۔

پھر یہ حدیث بیان کی کہ ایک رات کا واقعہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے عائشہ! تو مجھے جانے دے تاکہ آج رات اپنے رب کی عبادت کرلوں۔''

بقول عائشہ رضی اللہ عنہا: میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں آپ کا قرب چاہتی ہوں اور آپ کو خوش کرنا چاہتی ہوں۔ وہ کہتی ہیں کہ آپ اٹھے وضو کیا پھر کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی۔

وہ بیان کرتی ہیں، آپ اتنا روئے کہ آپ کی گود بھیگ گئی۔ وہ فرماتی ہیں کہ آپ پھر رونے لگے حتی کہ آپ کی داڑھی تر ہوگئی۔

وہ فرماتی ہیں کہ آپ پھر اتنا روئے کہ زمین تر ہوگئی۔ تب بلال رضی اللہ عنہ آپ کو نماز کی اطلاع دینے کے لیے آئے۔ انھوں نے جب آپ ﷺ کو روتے ہوئے دیکھا تو کہا: اے رسول اللہ! آپ کیوں روتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ بے شک آج رات مجھ پر ایک آیت نازل ہوئی، اس شخص کے لیے ہلاکت ہو جو اسے پڑھے اور اس پر عمل نہ کرے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ الْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ بَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّ تَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَ السَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝﴾ (البقرة: ١٦٤)

''بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں اور ان کشتیوں میں جو سمندر میں وہ چیزیں لے کر چلتی ہیں جو لوگوں کو نفع دیتی ہیں اور اس پانی میں جو اللہ نے آسمان سے اتارا، پھر اس کے ساتھ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیا اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیے اور ہواؤں کے بدلنے میں اور اس بادل میں جو آسمان و زمین کے درمیان مسخر کیا ہوا ہے، ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں۔''[1]

---

[1] صحیح ابن حبان: ٦٢٠۔ منذری نے اسے (الترغیب و الترهیب، ج ٢، ص: ٣١٦۔) میں صحیح کہا ہے اور البانی رحمہ اللہ نے صحیح الترغیب میں اسے حسن کہا ہے اور وادعی نے اسے (الصحیح المسند: ١٦٥٤۔) میں روایت کیا جبکہ اس کی اصل صحیحین میں ہے۔

تو اس لحاظ سے اس جیسے واقعات کا سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دل پر بڑا گہرا اثر تھا۔ جس سے ان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق بہت ہی مضبوط ہو گیا۔ نتیجتاً وہ کثرت سے عبادت کرنے والی، اللہ کے حضور کثرت سے قیام کرنے والی اور دائمی تہجد گزار تھیں۔ ❶

قاسم رحمہ اللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی پھوپھی ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ وہ طویل قیام کرتی تھی۔ وہ کہتے ہیں:

''میں جب صبح کو اٹھتا تو اپنی پھوپھی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے ابتداء کرتا۔ سب سے پہلے انھیں سلام کرتا ایک بار میں جب صبح وہاں گیا تو دیکھا وہ نفل نماز میں یہ آیت پڑھ رہی تھیں:

﴿فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ۝﴾ (الطور: ٢٧)

''پھر اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں زہریلی لو کے عذاب سے بچا لیا۔''

وہ دعا کر رہی تھیں اور رو رہی تھیں اور وہ یہ آیت بار بار دہرا رہی تھیں میں نے کھڑے ہو کر انتظار کیا تا آنکہ میں اکتا گیا اور بازار میں اپنے کام کے لیے چلا گیا۔ پھر میں واپس لوٹا تو دیکھا کہ وہ اسی طرح نماز پڑھتے پڑھتے رو رہی ہیں۔'' ❷

عبداللہ بن ابی موسیٰ رحمہ اللہ کو مدرک یا ابن مدرک نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کچھ مسائل پوچھنے کے لیے ان کے پاس بھیجا۔ بقول راوی: ''میں ان کے پاس گیا تو وہ اشراق کے نوافل پڑھ رہی تھیں۔ میں نے کہا میں ان کے فارغ ہونے تک بیٹھتا ہوں۔ تو ان کے پاس والوں نے کہا تو نے بہت مشکل فیصلہ کیا۔ یعنی تجھے طویل انتظار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ وہ رکوع، سجود اور قیام کو طویل کرتی ہیں۔'' ❸

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نماز تراویح کا خصوصی اہتمام کیا کرتی تھیں۔ جب رمضان آتا تو وہ اپنے خادم ذکوان کو حکم دیتیں وہ مصحف سے دیکھ کر ان کی امامت کرتا۔ ❹

---

❶ مصنف عبدالرزاق، ج ٨، ص ٤٥٤، حدیث: ١٥٨٨٧۔

❷ ابن ابی دنیا نے اسے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ جیسا کہ یہ روایت فتح الباری میں ہے۔ (فتح الباری لابن حجر، ج ٤، ص: ٢٤٧۔) اور ابن جوزی رحمہ اللہ نے اسے (صفة الصفوة، ج ٢، ص ٣١۔) پر روایت کیا ہے۔

❸ مسند احمد، ج ٦، ص ١٢٥، حدیث: ٢٤٩٨٩۔ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے (مجمع الزوائد، ج ٧، ص ٣٥٦۔) میں کہا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں اور شعیب الارناؤط نے اسے مسند احمد کی تحقیق کرتے ہوئے صحیح کہا ہے۔

❹ امام بخاری نے اسے اپنی صحیح میں (حدیث: ٦٩٢۔) سے پہلے معلق روایت کیا۔ لیکن صیغہ روایت قطعی ہے۔ بیہقی نے اسے موصول روایت کیا ہے۔ (ج ٢، ص ٢٥٣، حدیث: ٣٤٩٧۔) نووی رحمہ اللہ نے "الخلاصة" میں اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ (ج ١، ص ٥٠٠۔) دیکھیں: (تغلیق التعلیق لابن حجر، ج ٢، ص ٢٩٠۔)

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر قیام کرنے کی تفصیل بتاتے ہوئے فرماتی ہیں:

''میں ہر ماہ کی چودہ تاریخ ❶ یا سال کی سب سے بڑی رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قیام کرتی۔ تو آپ سورۃ البقرۃ، النساء اور آل عمران پڑھتے۔ جب بھی آپ کسی خوشخبری والی آیت سے گزرتے تو آپ اس میں رغبت کرتے اور اس کے حصول کے لیے دعا کرتے اور جب کسی وعید والی آیت سے گزرتے تو آپ اس وعید سے بچنے کے لیے دعا کرتے اور اس سے پناہ طلب کرتے۔'' ❷

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے کمرے میں رہتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کیا کرتی تھیں۔

سیّدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سورج کو گرہن لگا تو آواز دی گئی: نماز باجماعت کے لیے آ جاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت میں دو رکوع کیے پھر سجدوں کے بعد آپ کھڑے ہو گئے پھر ایک رکعت میں دو رکوع کیے۔ چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: میں نے اس دن کے رکوع اور سجدوں سے زیادہ طویل رکوع اور سجدے کبھی نہ کیے۔'' ❸

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے ہمیشہ نوافل پڑھتی تھیں۔ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرتی تھیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث بیان کرتی تھیں:

((اِنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰهِ مَا دُوْوِمَ عَلَیْهِ، وَاِنْ قَلَّ .))

''بے شک اللہ تعالیٰ کو وہی اعمال محبوب ترین ہیں جن پر دوام اختیار کیا جائے۔ اگر چہ وہ کم ہوں۔''

نیز سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی عمل شروع کرتے تو اسے ہمیشہ کے لیے جاری کر دیتے۔'' ❹

---

❶ لیلة التمام: ہر مہینے کی چودھویں رات کیونکہ اس میں چاند پورا ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سال کی سب سے بڑی رات مراد ہے۔ (النهاية فی غریب الحدیث، ج ۱، ص: ۵۳۶۔)

❷ مسند احمد، ج ٦، ص: ٩٢۔ تفسیر ابی یعلٰی: ٤٨٤٢۔ حافظ نے اسے "نتائج الافکار" کی جلد ۳ ص: ۱۵۵ پر حسن کہا ہے اور البانی نے (صفة الصلاة، ج ۲، ص: ۵۰٦) میں کہا اس کی سند جید ہے۔

❸ صحیح بخاری: ۱۰۵۱۔ صحیح مسلم: ۲۱۵۲۔

❹ صحیح بخاری: ۵۸٦۱۔ صحیح مسلم: ۷۸۲۔

اپنی مخصوص نفلی عبادات ادا کرنے سے پہلے اگر سو جاتیں تو اس کی قضا دیتیں۔ یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ ''قاسم بن محمد ان کے پاس نماز فجر سے پہلے گئے جبکہ وہ نماز پڑھ رہی تھیں۔ قاسم نے ان سے پوچھا: یہ کون سی نماز ہے؟ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: ''میں رات کے وقت اپنی مقررہ عبادت نہ کرسکی تو میں اسے نہیں چھوڑوں گی یعنی ان کی قضا دوں گی۔'' ❶

اسی طرح وہ نفلی عبادات کی نصیحت کرتی تھیں خصوصاً قیام اللیل کی ترغیب دلاتی تھیں۔

چنانچہ عبداللہ بن قیس سے روایت ہے:

''مجھے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''تم قیام اللیل کبھی ترک نہ کرو۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے نہیں چھوڑتے تھے اور جب آپ بیمار ہو جاتے یا تھک جاتے تو بیٹھ کر پڑھ لیتے۔'' ❷

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کثرت سے روزے رکھا کرتیں۔

عبدالرحمٰن بن قاسم نے اپنے باپ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہمیشہ روزہ رکھتیں اور صرف عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دو دنوں میں روزہ نہ رکھتیں۔ ❸

ایک روایت میں ہے: ''بے شک سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مسلسل روزے رکھتیں۔'' ❹، ❺

بلکہ وہ شدید گرم دنوں میں بھی روزہ ترک نہ کرتیں۔

ایک بار عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما عرفہ والے دن ان کے پاس گئے تو وہ روزہ سے تھیں اور اپنے اوپر پانی چھڑک رہی تھی۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ آپ روزہ افطار کر دیں۔ انھوں نے فرمایا: میں کیسے افطار کر دوں جبکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

---

❶ سنن الدارقطنی، ج ۱، ص: ۲۴۶۔

❷ سنن ابی داود: ۱۳۰۷۔ مسند احمد، ج ٦، ص ۲۴۹، حدیث: ۲٦۱۵۷۔ مستدرك حاكم، ج ۱، ص: ٤۵۲۔ الشیخ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے (صحیح سنن ابی داود، حدیث: ۱۳۰۷) صحیح کہا اور وادعی نے (الصحیح المسند: ۱٦۱۸) میں کہا ہے: یہ امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

❸ الطبقات الکبرٰی لابن سعد، ج ٤، ص: ٦۸۔

❹ وہ ہمیشہ روزے رکھتیں یعنی صرف ان دنوں میں روزہ نہ رکھتیں جس میں ان کے لیے روزہ رکھنا منع تھا جیسے عیدین کے دن اور حیض کے دن اس طرح اشکال ختم ہو جاتا ہے اور یہاں مراد یہی ہے کہ وہ کثرت سے روزے رکھتی تھیں۔ (فتح الباری لابن حجر، ج ٤، ص: ۲۲۱۔ شرح مسلم للسیوطی، ج ۳، ص: ۲٤۵۔)

❺ الطبقات الکبرٰی، ج ۸، ص: ۷۵۔ الصیام للفریابی، ص ۱۰۰، حدیث: ۱۳۱۔ سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۲، ص: ۱۸۷۔

((إِنَّ صَوْمَ يَوْمِ عَرَفَةَ يُكَفِّرُ الْعَامَ الَّذِي قَبْلَهُ)) ❶

''بے شک عرفہ کے دن کا روزہ گزشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہوگا۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا دوران سفر بھی روزے رکھا کرتی تھیں۔ ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے میں سفر میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ تھا۔ مکہ میں داخل ہونے تک انھوں نے روزے نہیں چھوڑے۔ ❷

قاسم رحمہ اللہ سے روایت ہے:

''بے شک میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو دوران سفر روزے رکھتے ہوئے دیکھا حالانکہ انھیں گرم لو کے تھپیڑوں نے کمزور کر دیا تھا۔'' ❸، ❹

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے ساتھ اعتکاف بیٹھنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے انھیں اجازت دے دی۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں اعتکاف کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز فجر پڑھ لیتے تو اپنی اعتکاف والی جگہ پر چلے جاتے۔ بقول راوی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اعتکاف کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے انھیں اجازت دے دی۔ تو ان کے لیے مسجد میں ایک خیمہ لگا دیا گیا۔ جب سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہ خبر سنی تو انھوں نے بھی اپنا خیمہ لگا لیا اور جب سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو پتا چلا تو انھوں نے بھی خیمہ لگا لیا، جب دوسرے دن صبح کی نماز پڑھا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو چار خیمے دیکھ کر پوچھا: ''یہ کیا ہے؟'' آپ کو آپ کی ازواج مطہرات کے بارے میں بتایا گیا تو آپ نے پوچھا: ''انھیں اس فعل پر کس چیز نے ابھارا؟ کیا وہ نیکی کرنا چاہتی ہیں؟ تم انھیں اکھیڑ دو حتیٰ کہ میں انھیں نہ دیکھوں۔'' ❺ تمام خیمے اکھیڑ دیئے

---

❶ مسند احمد، ج ٦، ص ١٢٨، حدیث: ٢٥٠١٤۔ ❷ مصنف ابن ابی شیبة، ج ٣، ص: ١٥۔

❸ أَذْلَقَهُ السَّمُومُ: گرم لو کی لہروں نے اسے کمزور کر دیا۔ (تاج العروس، ج ٢٥، ص: ٣٢١۔)

❹ مصنف ابن ابی شیبة، ج ٣، ص: ١٦۔

❺ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے (فتح الباری، ج ٤، ص: ٢٧٦) میں لکھا ہے: ''گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اندیشہ ہو گیا کہ ازواج کو اس فعل پر ابھارنے والا اصل محرک بے جا مفاخرت ہے اور وہ رقابت ہے جس کی بنیاد خاوند کے متعلق غیرت ہوتی ہے۔ تا کہ ہر بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہے۔ اس طرح تو اعتکاف کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے یا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء میں سیّدہ عائشہ اور سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو اجازت دی تو یہ کام آسان ہو گا لیکن اس کا جو انجام ہوا وہ اچھا نہیں تھا کہ دیگر ازواج مطہرات بھی اسی تگ و دو میں مگن ہو گئیں۔ اس طرح نمازیوں کے لیے مسجد میں جگہ ہی نہ رہی۔ یا آپ کے منع کرنے کا یہ سبب تھا کہ اگر آپ کی سب بیویاں مسجد میں اعتکاف بیٹھ گئیں تو آپ اپنے آپ کو اپنے گھر میں بیٹھا ہوا محسوس کرتے اور ممکن تھا کہ وہ آپ کو عبادت کے لیے خلوت سے روک دیتیں جس سے عبادت کا مقصد ہی فوت ہو جاتا۔

گئے۔ آپ ﷺ پورے رمضان میں اعتکاف نہیں بیٹھے بلکہ شوال کے آخری عشرے میں آپ ﷺ نے اعتکاف کیا۔'' (1)

اس حدیث سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نبی ﷺ کی اقتدا کا شوق ظاہر ہوتا ہے اور یہ کہ وہ عبادت میں ہمیشہ سب سے آگے ہوتیں۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا شب قدر پانے کی کتنی متمنی تھیں اور اس میں شدت سے ان کی عبادت کے شوق کا اس سے پتا چلتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ سے اس دعا کے متعلق پوچھا کرتی تھیں کہ اتفاقاً جب وہ شب قدر کو پالیں تو وہ کون سی دعا کریں۔ چنانچہ وہ بیان کرتی ہیں کہ:

''میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے بتائیں کہ اگر مجھے پتا چل جائے کہ شب قدر کون سی ہے تو میں اس میں کیا دعا کروں۔ فرمایا: ''تو کہہ: ((اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ)) ''اے اللہ بے شک تو معاف کرنے والا سخی ہے۔ معافی کو پسند کرتا ہے۔ پس مجھے معاف فرما۔'' (2)

جہاں تک حج کا معاملہ ہے تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حج کی اتنی شدت سے آرزو مند رہتیں کہ وہ فوت ہونے سے ڈرتیں۔ چونکہ انھوں نے نبی ﷺ سے پوچھا تھا کہ: ''اے اللہ کے رسول! کیا ہم (عورتیں) آپ کے ساتھ غزوات میں جائیں اور جہاد کریں؟''

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ''تمہارے لیے سب سے بہتر اور سب سے خوبصورت جہاد حج مبرور ہے۔'' چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''جب سے میں نے یہ الفاظ رسول اللہ ﷺ سے سنے ہیں، میں کبھی حج نہیں چھوڑوں گی۔'' (3)

---

(1) صحیح بخاری: ۳۵۱۳۔ سنن ابن ماجه: ۳۱۱۹۔

(2) سنن ترمذی: ۳۵۱۳۔ سنن ابن ماجه: ۳۱۱۹۔ مسند احمد، ج ٦، ص ۱۷۱، حدیث: ۲٥٤۲۳۔ سنن کبرٰی للنسائی، ج ٤، ص ٤۰۷، حدیث: ۷۷۱۲۔ مستدرك حاکم، ج ۱، ص: ۷۱۲۔ شعب الایمان للبیهقی، ج ۳، ص ۳۳۸، حدیث: ۳۷۰۰۔ ترمذی نے کہا: حسن صحیح۔ علامہ نووی نے "الاذکار" کے ص: ۲٤۷ پر اس کی سند کو صحیح کہا اور (اعلام الموقعین لابن قیم، ج ٤، ص: ۲٤۹۔) میں صحیح کہا ہے۔ البانی رحمہ اللہ نے (صحیح سنن ترمذی: ۳۵۱۳) میں صحیح کہا ہے۔ الوادعی رحمہ اللہ نے (احادیث معلقة، ص: ٤٥۹۔) پر کہا بظاہر یہ حسن لگتی ہے لیکن دار قطنی رحمہ اللہ نے کہا عبداللہ بن بریدہ کا عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع ثابت نہیں۔ پھر اس کی سند میں سفیان کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔

(3) صحیح بخاری: ۱۸٦۱۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد متعدد مرتبہ حج کیا اور وہ مردوں کی موجودگی میں طواف نہ کرتیں بلکہ مردوں سے الگ تھلگ ❶ ہو کر طواف کرتیں۔ ان کے قریب نہ جاتی۔ ایک عورت نے ان سے کہا کہ: آیئے اے ام المومنین! ہم استلام (حجر اسود کا بوسہ) کر لیں؟ تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''تم چلی جاؤ'' اور خود جانے سے انکار کر دیا۔ ❷ جب دن میں آپ طواف کا ارادہ کرتیں تو مطاف سے مردوں کو باہر نکال دیا جاتا۔ ❸

صرف یہی نہیں بلکہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایّام حج میں اپنی قیام گاہیں مختص کر لی تھیں۔ ابتداء میں تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرتے ہوئے عرفات کی حدود کے آخر میں وادی نمرہ میں قیام کرتیں۔ لیکن جب وہاں لوگوں کا ازدہام ہو جاتا تو ان کا خیمہ اس جگہ سے بہت دور لگایا جاتا اور مقام ''اراک'' ❹ پر قیام کرتیں اور کبھی کبھار کوہ ثبیر ❺ کے قرب و جوار میں قیام کرتی تھیں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود بھی اور جو اِن کے ساتھ ہوتے وہ بھی ان کے خیمہ سے ہی تلبیہ پکارتے۔ جب وہ سوار ہو کر موقف کی طرف اپنا رخ کر لیتیں تو تلبیہ کہنا بند کر دیتیں اور ان کا معمول تھا کہ وہ حج کے بعد ماہ ذی الحجہ میں مکہ سے ہی عمرہ کرتی تھیں۔ پھر یہ معمول چھوڑ دیا۔ اب وہ ماہ ذی الحجہ کے آخر میں جحفہ (میقات) میں چلی جاتیں اور ماہِ محرم کا چاند دیکھ کر عمرہ کی نیت کرتیں۔ ❻

وہ عرفہ کے دن کا روزہ رکھتی تھیں، پھر وقوف کرتیں یہاں تک کہ ان کے پاس سے لوگ واپس چلے جاتے اور زمین بالکل خالی ہو جاتی تب وہ پینے کے لیے کچھ منگوا کر اس سے روزہ کھول لیتیں۔ ❼

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مخصوص ایام شروع ہو گئے تو انتہائی افسردگی سے رو پڑیں کہ ان سے کچھ مناسک رہ جائیں گے۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ان الفاظ سے تسلی

---

❶ حَجرَۃً: یعنی علیحدہ ہو کر۔ ایک طرف یا ایک کنارے پر۔ (شرح السنة للبغوی، ج ۷، ص: ۱۲۰۔)

❷ صحیح بخاری: ۱۶۱۸۔

❸ صحیح بخاری: ۱۶۱۸۔ اور بخاری کے الفاظ یہ ہیں: ''لیکن جب عورتیں بیت اللہ میں جاتیں اور مطاف میں پہنچتیں تو مردوں کو نکال دیا جاتا۔''

❹ الأراك: عرفات میں شام کی جانب ایک بستی کا نام ہے۔ (شرح الزرقانی علی المؤطا، ج ۲، ص: ۳۴۵۔)

❺ ثبیر: مکہ کا ایک مشہور پہاڑ۔ (النهاية، ج ۱، ص: ۲۰۷۔)

❻ مؤطا امام مالك رحمہ اللہ، ج ۳، ص: ۴۸۹۔

❼ مؤطا امام مالك ج ۳، ص: ۵۵۰۔ مصنف ابن ابی شیبة، ج ۳، ص: ۵۸۸۔ معرفة السنن و الآثار للبیهقی: ۶/ ۳۴۸۔ اس کی سند کو ابن حجر رحمہ اللہ نے (الدراية، ج ۲، ص: ۲۳۔) میں صحیح کہا ہے۔

دی: ''یہ چیز اللہ تعالیٰ نے بنات آدم پر لکھ دی ہے۔'' ❶ اور آپ نے انھیں حکم دیا کہ وہ سب کچھ کرو جو دیگر حجاج کریں گے سوائے بیت اللہ کے طواف کے۔ جب ان کو طہارت حاصل ہوئی تو کہہ اٹھیں: ''اے اللہ کے رسول! آپ لوگ حج اور عمرہ کر کے واپس جاؤ گے اور کیا میں صرف حج کر کے واپس جاؤں گی؟'' تب آپ نے ان کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ ''وہ انھیں لے کر ''تنعیم'' جائیں۔'' اس طرح سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حج کرنے کے بعد ماہ ذی الحجہ میں ہی عمرہ ادا کیا۔ ❷

۲۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سخاوت کا بیان:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بکثرت صدقات کرنے والی سخی خاتون تھیں۔ جب تک وہ تمام مال فقراء و مساکین پر خرچ نہ کر دیتیں اپنے ہاتھ کو نہ روکتیں۔ چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک گھر ایک لاکھ دینار میں فروخت کیا پھر اس کی قیمت فقراء میں تقسیم کر دی اور سیّدنا عبداللہ بن زبیر نے ان کی طرف درخواست لکھ بھیجی۔

عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد سب لوگوں سے زیادہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے محبت تھی اور وہ بھی سب سے زیادہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اللہ کا جتنا رزق بھی آتا، وہ اسے فوراً صدقہ کر دیتی تھیں۔ سیّدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا: انھیں روکنا چاہیے۔ (تاکہ وہ سوچ سمجھ کر صدقہ و خیرات کریں۔) ❸

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ سنا کہ مجھے روکا جائے گا اگر میں ابن زبیر سے بات کروں تو مجھ پر نذر کا کفارہ پڑ جائے، چنانچہ ابن زبیر نے کچھ قریشیوں خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموؤں کے ذریعے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس سفارش پہنچائی، تو انھوں نے ان کی سفارش ردّ کر دی۔ ❹ چنانچہ زہریوں (جو زہرہ کی طرف منسوب لوگوں کو کہا جاتا ہے اس کا نام مغیرہ بن کلاب تھا) میں سے عبدالرحمٰن بن اسود بن عبد یغوث اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما نے کہا: جب ہم دونوں اجازت طلب کریں تو تم فوراً پردہ میں گھس آنا۔ چنانچہ انھوں نے ایسے ہی کیا۔ (جب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خوش ہوگئیں) تب انھوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف دس غلام بھیجے تو آپ رضی اللہ عنہا نے انھیں آزاد کر دیا۔ پھر وہ مسلسل آزاد کرتی رہیں حتیٰ کہ چالیس غلام آزاد کیے۔ تب وہ کہہ اٹھیں میں نے جب قسم اٹھائی تھی، اسی وقت کوئی کام خاص کر لیتی اور اسے کر کے فارغ

---

❶ فتح الباری، ج ۳، ص: ۵۸۹۔
❷ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔
❸ عمدۃ القاری للعینی، ج ۱٦، ص: ۷۷۔
❹ عمدۃ القاری للعینی، ج ۱٦، ص: ۷۷۔

ہو جاتی۔ ❶

ان کی سخاوت اور فراخ دلی کی دلیل وہ روایت بھی ہے جو عروہ بن زبیر رحمہ اللہ نے روایت کی ہے:

''سیّدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف ایک لاکھ درہم بھیجے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے یہ مال فوراً تقسیم کر دیا اور کچھ بھی نہ رکھا، تو ان کی خادمہ سیّدہ بریرہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا آپ روزہ سے ہیں کاش ہمارے لیے ایک درہم کا گوشت خرید لیتیں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اگر مجھے یاد ہوتا تو میں ایسا ضرور کرتی۔'' ❷

عروہ رحمہ اللہ ہی سے روایت ہے:

''میں نے انھیں ستر ہزار درہم صدقہ کرتے ہوئے دیکھا اور ان کی اپنی قمیض کو پیوند لگے ہوئے تھے۔'' ❸

ام ذرہ رحمہا اللہ سے روایت ہے:

''ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف مال سے بھرے دو بڑے تھیلے ❹ بھیجے جن میں تقریباً ایک لاکھ درہم ضرور ہوں گے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فوراً ایک تھال منگوایا اور آپ اس دن روزے سے تھیں۔ تو وہ مال لوگوں میں تقسیم کرنے لگیں۔

بقول راوی جب شام ہوئی تو خادمہ سے کہا: اے لڑکی! میرے افطار کے لیے کچھ لے آؤ۔ امّ ذرّہ نے کہا: کیا آپ اتنا بھی نہ کر سکیں کہ جو مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا ہے اس میں سے ایک درہم کا گوشت خرید لیتیں اور اس کے ساتھ افطار کر لیتیں؟ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے کہا:

---

❶ صحیح بخاری: ۳۵۰۵۔

❷ ابن سعد نے اسے (الطبقات الکبریٰ، ج ۸، ص: ٦٧) پر اور ابونعیم نے (حلیة الاولیاء، ج ۲، ص: ٤٧) اور ذہبی نے (سیر اعلام النبلاء، ج ۲، ص: ۱۸۷) پر روایت کیا ہے۔

❸ مطبوعہ نسخہ میں ((تُرْفَعُ)) ہے بقول محقق شاید خطا مطبعی ہے اور صحیح یہ ہے ((تُرَقَّعُ)) یعنی ان کی سادگی کا یہ حال تھا کہ قمیض پر پیوند لگے تھے۔ (غریب الحدیث للحربی، ج ۲، ص: ٦٩٤۔ مشارق الانوار للقاضی عیاض، ج ۱، ص: ٢٥٦۔ النهاية فی غريب الحديث و الاثر لابن الاثير، ج ۲، ص: ١١٤۔) احمد نے اسے (الزهد، ص: ١٦٥۔) پر اور ابن سعد نے (الطبقات الکبریٰ، ج ۸، ص: ٦٦۔) اور ابونعیم نے (حلیة الاولیاء، ج ۲، ص: ٤٧۔) پر روایت کیا اور ذہبی نے اسے (سیر اعلام النبلاء، ج ۲، ص: ۱۸۷۔) پر نقل کیا اور اسے صحیح کہا ہے۔

❹ الغرارة: اُون یا بکری کے بالوں کا بنا ہوا بڑا تھیلا۔ (لسان العرب لابن منظور، ج ٥، ص: ١٦۔ تاج العروس للزبيدی، ج ١٣، ص: ٢٢٦۔)

تو مجھے اب ملامت نہ کر۔ اگر تو اس وقت مجھے یاد دلا دیتی تو میں ایسا ہی کرتی۔'' ❶

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنا ایک مکان سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک لاکھ اسی ہزار درہم میں فروخت کیا اور جب تک وہ سب تقسیم نہ کر لیا اس وقت تک اپنی جگہ سے نہ اٹھیں۔ ❷

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''ایک بار میں نے اپنی نئی قمیض زیب تن کی، میں خود اسے دیکھنے لگی اور وہ مجھے بہت اچھی لگی۔ میرے ابا جان سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: تم کیا دیکھ رہی ہو؟ بے شک اللہ تعالیٰ تمھیں نہیں دیکھ رہا۔ میں نے کہا: اس کا کیا مطلب؟ انھوں نے فرمایا: کیا تمھیں علم نہیں جب بندے میں خود پسندی آ جاتی ہے تو اس کا رب عزوجل اس پر ناراض ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ زینت ترک کر دے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں نے فوراً اسے اتارا کر صدقہ کر دیا۔ چنانچہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اُمید ہے تمہارا یہ عمل اس فعل کا کفارہ بن جائے گا۔'' ❸

عطاء سے روایت ہے:

''سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف ایک لاکھ درہم کا ایک ہار بھیجا۔ انھوں نے اسے امہات المومنین میں تقسیم کر دیا۔'' ❹

سیّدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''میں نے دو عورتوں (سیّدہ عائشہ اور سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہما) سے بڑھ کر کوئی سخی نہ دیکھا۔ تاہم ان دونوں کی سخاوت کے انداز اپنے اپنے تھے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تو اپنے پاس تھوڑا تھوڑا مال جمع

---

❶ ابن سعد نے اسے (الطبقات الکبری، ج ۸، ص: ٦٧۔) پر، ابونعیم نے (حلیة الاولیاء، ج ۲، ص: ٤٧۔) پر روایت کیا اور ذہبی نے اسے (سیر اعلام النبلاء، ج ۲، ص: ١٨٧۔) پر نقل کیا۔

❷ ((ما دامت)): یعنی ((ما قامت)) آپ رضی اللہ عنہا کھڑی نہ ہوئیں۔ (فتح الباری لابن حجر، ج ۱، ص: ١٢٦۔) اسے ابن سعد نے (الطبقات الکبری، ج ۸، ص: ١٦٥۔)

❸ ابونعیم نے اسے (حلیة الاولیاء، ج ۱، ص: ٣٧۔) پر روایت کیا۔

❹ مصنف ابن ابی شیبة، ج ٦، ص: ٩٠۔ سیر اعلام النبلاء: ٢/ ١٨٧۔

عطاء: یہ عطاء بن اسلم بن صفوان ہیں۔ اس کی کنیت ابو محمد ہے اور ولاء کے ذریعے یہ قریشی ہے اپنے وقت کے شیخ الاسلام، مکہ کے مفتی اعظم اور محدث شمار ہوتے تھے۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں پیدا ہوئے۔ علوم کثیرہ پر اسے دسترس حاصل تھی۔ زہد و عبادت میں بھی خاص مقام حاصل تھا۔ ۱۱۴ یا ۱۱۵ ہجری میں فوت ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ٥، ص: ٧٨۔ شذرات الذهب لابن العماد، ج ١، ص: ١٤١۔)

کرتی رہتی تھیں پھر اسے تقسیم کر دیتیں۔ جبکہ سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہا کو جونہی مال ملتا وہ کم ہوتا یا زیادہ وہ اسے فوراً تقسیم کر دیتی تھیں۔ آنے والے دن کے لیے ایک درہم بھی نہ رکھتی تھیں۔“ ❶

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فقراء کے حسب حال ان کی مدد کرتی تھیں۔ ایک بار ایک سوالی ان کے پاس آیا تو اسے ایک روٹی دے دی۔ وہ لے کر چلا گیا پھر ان کے پاس سے ایک آدمی گزرا جس نے صاف ستھرا لباس پہنا ہوا تھا اور قدرے باوقار تھا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے بٹھا کر کھانا فراہم کر دیا۔ اس نے وہیں تناول کیا۔ ان دو اشخاص کے متعلق مختلف سلوک کے بارے میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ)) ❷

”تم لوگوں کے ساتھ حسب مرتبہ سلوک کرو۔“

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ کبھی نہ سوچا کہ وہ جو چیز اللہ کی راہ میں خرچ کر رہی ہیں وہ قلیل ہے کثیر۔ کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے فیض یافتہ تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِتَّقُوْا النَّارَ وَ لَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ)) ❸

”تم آگ سے بچو، چاہے آدھی کھجور کے ذریعے ہو۔“

ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود انھیں ان الفاظ کے ساتھ نصیحت فرمائی تھی:

((یَا عَائِشَةُ! اِسْتَتِرِیْ مِنَ النَّارِ وَ لَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، فَإِنَّهَا تَسُدُّ مِنَ الْجَائِعِ مسدُّهَا مِنَ الشَّبْعَانِ)) ❹

”اے عائشہ! تم آگ سے پردے میں ہو جاؤ اگرچہ آدھی کھجور کے ذریعے ہو۔ کیونکہ بھوکے کی بھوک اس سے اسی طرح ختم ہوتی ہے جس طرح پیاسے کو ایک گھونٹ پانی سے تسکین مل جاتی ہے۔“

---

❶ الادب المفرد للبخاری، حدیث: ۷۸۰۔

❷ اسے ابوداود نے روایت کیا۔ حدیث: ٤٨٤٢۔ اور امام مسلم نے اسے ان الفاظ کے ساتھ معلق روایت کیا ہے: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم لوگوں کے ساتھ حسب روایت سلوک کریں۔“

❸ صحیح بخاری: ١٤١٧۔ صحیح مسلم: ١٠١٦۔ سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں۔

❹ مسند احمد، ج ٦، ص: ٧٩۔ اس کی اسناد کو منذری رحمہ اللہ نے (الترغیب و الترھیب، ج ٢، ص: ٥٧۔) پر اور عراقی رحمہ اللہ نے (تخریج الاحیاء، ج ١، ص: ٣٠٢۔) پر اور بوصیری نے (اتحاف الخیرۃ المھرۃ، ج ٣، ص: ٣٩۔) پر اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے (فتح الباری، ج ٣، ص: ٣٣٤۔) پر حسن کہا ہے۔

صحیح مسلم میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت مروی ہے:

''ایک بار ایک مسکین عورت میرے پاس آئی، اس نے اپنی دو بیٹیاں اٹھائی ہوئی تھیں۔ میں نے اسے تین کھجوریں دیں، اس نے اپنی دونوں بیٹیوں کو ایک ایک کھجور دی اور خود ایک کھجور کھانے کا ارادہ کیا تب اس کی دونوں بیٹیوں نے وہ کھجور بھی کھانے کی خواہش کا اظہار کیا، چنانچہ اس نے کھجور کے دو حصے کیے اور دونوں کو آدھی آدھی کھجور دے دی اور خود نہ کھائی۔

(بقول عائشہ) مجھے اس کا یہ سلوک بہت عجیب لگا۔ میں نے اس کا سارا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا تو آپ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے اس کھجور کے بدلے اس کے لیے جنت واجب کر دی ہے۔'' یا آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اُسے اس کھجور کے بدلے، آگ سے آزاد کر دیا ہے۔''[1]

ایک بار ایک مسکین نے آپ رضی اللہ عنہا سے کھانے کے لیے کچھ مانگا۔ اس وقت آپ کے پاس انگور کا ایک دانہ پڑا تھا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے خادم سے کہا کہ یہ دانہ اٹھا کر اسے دے دو۔ وہ انگور کی طرف تعجب بھری نظروں سے دیکھنے لگا۔ چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تم تعجب کر رہے ہو؟ تمھیں کیا معلوم ہے اس ایک دانے میں کتنے ذرّوں کا وزن ہے؟ گویا وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرف اشارہ کر رہی تھیں:

﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝﴾ (الزلزال: ٧)

''تو جو شخص ایک ذرہ برابر نیکی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔''[2]

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سخاوت کی ایک واضح مثال یہ بھی ہے کہ انھوں نے اپنی نذر کے کفارے میں چالیس غلام آزاد کیے۔[3]

نیز آپ رضی اللہ عنہا نے سڑسٹھ (٦٧) غلام آزاد کیے۔[4]

اسی طرح سیّدہ بریرہ رضی اللہ عنہا سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس اپنی آزادی کی قسطوں میں معاونت لینے کے لیے آئیں۔ بریرہ رضی اللہ عنہا نے ابھی تک ایک قسط بھی ادا نہ کی تھی کہ سیّدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کی نقد

---

[1] صحیح مسلم: ٢٦٣٠۔

[2] یہ اثر بیہقی نے (شعب الایمان، ج ٣، ص ٢٥٤، حدیث نمبر: ٣٤٦٦۔) پر روایت کیا ہے۔

[3] صحیح بخاری: ٦٠٧٥۔

[4] سبل السلام للصنعانی، ج ٤، ص: ١٤٩۔

قیمت یکمشت دے کر انھیں خرید ا اور آزاد کر دیا۔ ❶

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہا کی تربیت آزادی دلانے کی فضیلت پر کی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا کے پاس بنوتمیم کی ایک لڑکی بطور خادمہ تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

((اَعْتِقِيْهَا فَاِنَّهَا مِنْ وُلْدِ اِسْمَاعِيْلَ)) ❷

''تم اسے آزاد کر دو کیونکہ یہ اولاد اسماعیل علیہ السلام سے ہے۔''

۳۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے زہد و ورع کی مثالیں:

ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے کثرت صیام وقیام اور کثرت جود وسخا کے باوجود اپنی مدح وثنا سے سخت نفرت کرتی تھیں اور ریا کے خوف سے اگر کسی موقع پر اپنی مدح ہوتے ہوئے سن لیتیں تو کہتیں:

''کاش! میں بھولی بسری بن جاتی۔'' ❸

اکثر مواقع پر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مشہور شاعر لبید ❹ بن ربیعہ عامری رضی اللہ عنہ کا یہ شعر پڑھا کرتیں:

ذَهَبَ الَّذِيْنَ يُعَاشُ فِيْ اَكْنَافِهِمْ
وَبَقِيْتُ فِيْ خَلْفٍ كَجِلْدِ الْاَجْرَبِ

''انسانیت کے ہمدرد وغمگسار تو یکے بعد دیگرے چلے گئے اور میں خارش زدہ جلد کی طرح بدنام لوگوں میں پیچھے رہ گیا۔'' ❺

نیز سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہا کرتی تھیں:

---

❶ صحيح بخاري: ٢٥٦٥۔ صحيح مسلم: ١٥٠٤۔

❷ صحيح بخاري، كتاب العتق، حديث: ٢٥٤٣۔

❸ مصنف عبدالرزاق، ج ١١، ص: ٣٠٧۔ فضائل الصحابة للامام احمد، ج ١، ص ٤٦٢، حديث: ٧٥٠۔ سنن أبي داؤد، كتاب الزهد، ص ٢٧٩، حديث: ٣١٨۔ مسند الشاميين للطبراني، ج ٤، ص ٢٠١، حديث: ٣١٠٢۔ حلية الاولياء لابي نعيم، ج ٢، ص: ٤٥۔ شعب الايمان للبيهقي، ج ٤، ص ٤٨٦، حديث: ٧٩١۔

❹ لبید بن ربیعہ بن مالک ابوعقیل عامری زمانہ جاہلیت واسلام کے مشہور شاعر ہیں۔ جاہلیت میں مشہور جنگجو اور بہادر سپہ سالار تھے۔ اپنی قوم کے وفد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اسلام قبول کیا۔ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی شاعر کی سب سے سچی بات لبید کے یہ الفاظ ہیں: ''خبردار! اللہ تعالیٰ کے علاوہ سب کچھ باطل ہے۔ اور ہر نعمت بہرحال زائل ہونے والی ہے۔'' وہ ۴۱ ہجری میں فوت ہوئے۔ (الاستيعاب لابن عبدالبر، ج ١، ص: ٤١٤۔ الاصابة لابن حجر، ج ٥، ص: ٦٧٥٨۔)

❺ الخلف: برا جانشین۔ (الصحاح للجوهري، ج ٤، ص: ١٣٥٤۔ ديوان لبيد شرح طوسي، ص: ٥٥۔)

''اللہ تعالیٰ لبید پر رحم فرمائے اگر وہ ہمارا زمانہ دیکھ لیتے تو ان کا کیا حال ہوتا۔''

عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کہا کرتے:

''اللہ تعالیٰ ام المومنین پر رحم فرمائے اگر وہ ہمارا زمانہ دیکھ لیتیں تو ان کا کیا حال ہوتا۔'' ❶

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں انتہائی کسمپرسی کی زندگی بسر کی۔ چنانچہ وہ فرماتی ہیں:

((مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ مُنْذَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ مِنْ طَعَامِ بُرٍّ ثَلَاثَ لَيَالٍ تِبَاعًا حَتّٰى قُبِضَ .)) ❷

''جب سے ہم مدینہ آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے آپ کی وفات تک کبھی تین دن متواتر گندم کی روٹی سیر ہو کر نہ کھائی۔''

اسی طرح آپ رضی اللہ عنہا یہ بھی فرماتی ہیں:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب بھی مجھے سیر ہو کر کھانا ملتا تو میں رونا چاہتی تو ضرور روتی اور آل محمد نے کبھی سیر ہو کر نہیں کھایا یہاں تک کہ آپ فوت ہو گئے۔'' ❸

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف مختلف لوگ عطیات بھیجتے، لیکن آپ نے کبھی اپنے لیے ان کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہ دیکھا فوراً وہ انھیں اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتیں اور نہ ہی کبھی اس نے دنیاوی مال ومتاع پر بھروسہ کیا اور نہ ہی وہ ان سے مطمئن ہوتیں بلکہ وہ اس سب سے اپنے ہاتھ جھاڑتی تھیں۔ کیونکہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تربیت پائی تھی اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پرورش ہی اس نہج پر ہوئی تھی۔ چنانچہ جب آیتِ تخییر نازل ہوئی:

﴿يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ

---

❶ كتاب الجامع لمعمر بن راشد، ج ١١، ص: ٢٤٦۔ و التاريخ الاوسط للبخاري، ج ١، ص: ٥٦۔ سنن أبي داؤد، كتاب الزهد: ٣١٦۔ مصنف عبدالرزاق، ج ١١، ص: ٢٤٦۔ مصنف ابن أبي شيبة، ج ٨، ص: ٥١٤۔ بغية الباحث عن زوائد مسند الحارث للهيثمي لحارث ابن ابي اسامة، ج ٢، ص ٨٤٥، رقم: ٨٩٥۔ المجالسة و جواهر العلم لابي بكر دينوري، ج ٨، ص ١٤٣، رقم: ٣٤٥٣۔ معجم الشيوخ للصيداوي، ص: ١٠٣۔ معرفة الصحابة لابي نعيم، ج ٥، ص ٢٤٢٢، رقم: ٥٩٢٤۔

❷ صحيح بخاري: ٦٤٥٤۔ صحيح مسلم: ٢٩٧٠۔

❸ كتاب الزهد للامام احمد، ص: ١٦٤۔ حلية الاولياء لابي نعيم، ج ٢، ص: ٤٦۔

أُمَتِّعْكُنَّ وَ أُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ﴿٢٨﴾ وَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللهَ وَ رَسُولَهُ وَ الدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٢٩﴾ (الاحزاب : ۲۸-۲۹)

''اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتی ہو تو آؤ میں تمھیں کچھ سامان دے دوں اور تمھیں رخصت کر دوں، اچھے طریقے سے رخصت کرنا۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کا ارادہ رکھتی ہو تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔''

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا انہی سے کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دنیاوی مال و متاع اور اللہ و رسول کے درمیان اختیار دیا کہ وہ اپنی خوشی سے جو بھی اختیار کر لیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فرصت مہیا کرنے کے لیے پیش کش بھی کی کہ فیصلہ کرنے میں جلدی کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ جاؤ اور اپنے والدین سے بھی مشورہ کر لو کہ اگر انھیں دنیا کی طرف میلان ہو تو اپنے دل میں مخفی رکھنے کی ضرورت نہیں۔ اگرچہ ان کے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہ تھی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم جلدی نہ کرو تاکہ اپنے والدین سے مشورہ کر لو۔'' انھوں نے فوراً جواب دیتے ہوئے کہا: کیا اس معاملے میں میں اپنے والدین سے مشورہ کروں گی۔ بے شک میں اللہ، اس کا رسول اور دار آخرت چاہتی ہوں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر ازواج نے بھی انہی کی پیروی کی اور جو انھوں نے کہا وہی سب نے کہا۔ [1]

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے جواب میں کامل صدیقیت نمایاں تھی اور ان کا جواب بلند اخلاق و یقین کا عمدہ نمونہ تھا۔ جیسا کہ اپنے جواب میں انھوں نے سوالیہ انداز میں انکار کرتے ہوئے کہا: کیا میں اس معاملے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں۔ گویا ان کے انکار میں کافی و شافی جواب تھا اور جواب کے بعد جو وضاحت تھی اس سے ان کے قلبی لگاؤ اور دنیا سے بے رغبتی، ذہانت و فطانت کا نمونہ اور خوبصورت طرز تخاطب جھلکتا تھا۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ساری زندگی زہد و ورع سے عبارت تھی۔ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں انھوں نے اپنے رضاعی چچا کو اپنے گھر نہیں آنے دیا، یہاں تک کہ انھوں نے اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار نہ کر لیا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے قطعاً انھیں اجازت نہیں دی، جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں یہ نہ فرمایا: ''تمہارے چچا کے تمہارے گھر آنے میں کوئی حرج نہیں۔'' اس کے

[1] صحیح بخاری: ۲٤٦٨۔ صحیح مسلم: ۱٤۷۹۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔

باوجود وہ اپنے دل کے مزید اطمینان کے لیے عرض کیا: ''مجھے عورت نے دودھ پلایا تھا مرد نے تو نہیں۔'' آپ ﷺ نے اپنی بات کی تاکید کے لیے دوبارہ وہی فرمایا: ''بے شک وہ تمہارا چچا ہے اور تمہارے پاس آ سکتا ہے۔'' ❶

ایک دفعہ جب نبی کریم ﷺ اعتکاف بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے انھیں مخاطب کیا کہ مجھے اوڑھنی پکڑا دو۔ تو انھوں نے فوراً کہا، میں حائضہ ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں تو نہیں۔'' ❷

آپ رضی اللہ عنہا کے ورع کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ آپ نے ایک چھوٹی بچی کو اپنے پاس آنے سے صرف اس لیے منع کر دیا کہ اس نے گھنگھرو پہنے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: جب تک اس کے گھنگھرو نہ کاٹ دو اس وقت تک میرے پاس مت لاؤ۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا:

((لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ جَرَسٌ))

''اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں (بجنے والی چیز) گھنٹی ہو۔'' ❸

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ورع کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ ایک نابینا شخص ان سے کچھ پوچھنے آیا تو انھوں نے حجاب کے پیچھے رہ کر جواب دیا، وہ کہنے لگا: میں تو نابینا ہوں، آپ مجھ سے کیوں پردہ کر رہی ہیں؟ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اگر تم مجھے نہیں دیکھ سکتے تو میں تو تمھیں دیکھ سکتی ہوں۔ ❹

آپ رضی اللہ عنہا کے ورع کے بابت شریح بن ہانی سے موزوں پر مسح کے ضمن میں مروی ہے کہ میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے موزوں پر مسح کے متعلق پوچھا تو انھوں نے فرمایا: تم سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے پوچھو۔ کیونکہ وہ اس مسئلہ میں مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ چنانچہ میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو انھوں نے نبی کریم ﷺ سے سنی ہوئی وہی بات بتلائی۔ ❺

---

❶ صحیح بخاری: ۵۲۳۹۔ صحیح مسلم: ۱٤٤٥۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

❷ صحیح مسلم، حدیث: ۲۹۸۔

❸ سنن أبی داؤد: ٤۲۳۱۔ مسند احمد، ج ٦، ص ۲٤۲، حدیث: ۲٦۰۹٤۔

❹ الطبقات الکبری، ج ۸، ص: ٦۹۔ اسحاق نابینا سے مروی ہے۔ نیز (السیدۃ عائشۃ ام المومنین و عالمۃ نساء العالمین لعبد الحمید طهماز، ص: ۱۷۱۔)

❺ صحیح مسلم: ۲۷٦۔ یہ شریح بن ہانی بن یزید ابو المقدام حارثی ہے۔ اس نے نبی ﷺ کا زمانہ تو پایا لیکن آپ ﷺ کی وفات کے بعد ہجرت کی۔ جنگ جمل کے دن سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا مشہور کمانڈر اور ان کا حامی تھا۔ یہ ۷۸ ہجری میں فوت ہوا۔ (الاصابة لابن حجر، ج ۳، ص: ۳۸۲۔)

۴۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے خشوع، قیام اور نرم دلی کی مثالیں:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نہایت نرم دل، اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والی اور طویل قیام کرنے والی خاتون تھیں۔ وہ اپنی ذات میں کوئی فضیلت نہ دیکھتیں اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کا سہارا لیتیں۔ جیسا آپ رضی اللہ عنہا کے والد محترم سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت مروی ہے بالکل ویسا ہی خشوع وخضوع، تواضع اور قنوت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذات میں نمایاں تھا۔ ان کے قول وکردار اس کے بہترین شاہد ہیں، وہ خود اپنے بارے میں فرمایا کرتی تھیں:

''کاش! میں اس درخت کا ایک پتہ ہوتی۔'' [1]

ایک دن اپنی جائے نماز پر قیام کی حالت میں تا دیر ایک ہی آیت ﴿فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ﴾ (الطور: ۲۷) ''پھر اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں زہریلی لو کے عذاب سے بچالیا۔'' [2] پڑھتی اور روتی رہیں اور قیام نہایت طویل کیا۔ اس دوران آپ یہ دعا کر رہی تھیں:

((رَبِّ مُنَّ عَلَيَّ، وَقِنِيْ عَذَابَ السَّمُوْمِ))

''اے میرے رب تو مجھ پر احسان فرما اور مجھے گرم لو کے عذاب سے بچالے۔''

لوگوں کی اصلاح کی نیت سے جنگ جمل میں شرکت پر ندامت کا اظہار:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب لوگوں کے درمیان صلح کی نیت سے جنگ جمل میں اپنی عملی شرکت کو یاد کرتیں تو ہمیشہ تاسف بھرے لہجہ میں اپنی ندامت کا اظہار کرتیں اور آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی استغفار کا اعلان کرتیں، یہاں تک کہ ان کی اوڑھنی بھیگ جاتی۔

ان کے بھانجے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کسی معاملے میں ایک بار کہہ دیا: اللہ کی قسم! خالہ عائشہ اس قدر سخاوت سے رُک جائیں وگرنہ میں ان سے علیحدہ ہو جاؤں گا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے استفسار کیا: کیا عبداللہ نے ایسی بات کی ہے لوگوں نے تصدیق کی۔ تو فوراً نذر مان لی کہ اللہ کے لیے مجھ پر نذر رہو اگر میں کبھی بھی ابن زبیر سے بات کروں۔ جب ان کی ناراضی طویل ہوگئی تو عبداللہ بن زبیر سفارشیں کروانے لگے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے علانیہ کہا: اللہ کی قسم! میں اس معاملے میں نہ تو کوئی سفارش قبول کروں گی اور نہ اپنی نذر توڑوں گی۔ جب یہ معاملہ طول پکڑ گیا اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما مشقت میں پڑ گئے تو انھوں نے

[1] الطبقات الکبری لابن سعد، ج ۸، ص: ۷٤۔ سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۲، ص: ۱۸۹.

[2] مصنف عبدالرزاق، ج ۲، ص: ٤٥١۔ شعب الایمان، ج ۲، ص ۳۷۵، رقم: ۲۰۹۲۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ننھیالی قبیلہ بنوزہرہ کے دو اشخاص سیّدنا مسور بن مخرمہ اور سیّدنا عبدالرحمٰن بن اسود بن یغوث رضی اللہ عنہما سے مشورہ طلب کیا اور ان سے کہنے لگے میں تم دونوں کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ تم دونوں مجھے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تک پہنچاؤ، کیونکہ ان کے لیے مجھ سے قطع رحمی کی نذر حلال نہیں۔ چنانچہ مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن دونوں عبداللہ کو اپنی چادروں میں لپیٹ کر لائے اور دونوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آنے کی اجازت طلب کی۔ دونوں نے انھیں سلام کیا اور پوچھا کیا ہم آ جائیں؟ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آ جاؤ۔ انھوں نے پوچھا: کیا ہم سب آ جائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی کہ تم سب آ جاؤ۔ انھیں معلوم نہیں تھا کہ ان دونوں کے ساتھ ابن زبیر رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ جب یہ لوگ کمرے میں گئے تو ابن زبیر اپنی خالہ کے پاس پردے کے اندر چلے گئے اور جاتے ہی ان سے لپٹ گئے اور روتے ہوئے انھیں اللہ کا واسطہ دینے لگے اور باہر سے مسور اور عبدالرحمٰن بھی انھیں اللہ کا واسطہ دے رہے تھے کہ وہ ضرور ان کو معاف کر دیں اور ان کا عذر قبول کر لیں، وہ دونوں کہہ رہے تھے: بے شک آپ کو بخوبی علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

((لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثَ لَيَالٍ)) [1]

''کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو تین راتوں سے زیادہ ترک کرے۔''

جب ان تینوں حضرات نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بکثرت الحاح وزاری کی تو وہ بھی نرم پڑ گئیں اور ان دونوں کو ناصحانہ انداز میں روتے ہوئے کہا: میں نے بڑی ہی سخت نذر مانی ہوئی ہے، تاہم وہ دونوں حضرات مسلسل انھیں مناتے رہے۔ بالآخر ام المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ابن زبیر کی معذرت قبول فرما لی اور اپنی نذر کے کفارے میں چالیس غلام آزاد کیے۔ اس کے بعد جب کبھی وہ اپنی نذر معصیت کو یاد کرتیں تو اتنا روتیں کہ ان کی اوڑھنی بھیگ جاتی۔ [2]

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا زندگی بھر اسی محکم منہج اور روشن سیرت پر گامزن رہیں تا آنکہ وہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں۔

۵۔ لوگوں کے درمیان صلح کروانے کی حرص:

جنگ جمل میں ان کی شرکت کا قصہ زبان زد عام ہے۔ اگرچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا وہاں صرف فریقین

[1] صحیح بخاری: ٦٠٧٤۔
[2] صحیح بخاری: ٦٠٧٤۔

کے درمیان صلح کروانے کی نیت سے گئی تھیں۔ اکثر مواقع پر وہ اس کی وضاحت کرتی رہتی تھیں۔ مثلاً جب بصرہ کے گورنر عثمان بن حنیف نے عمران بن حصین اور ابو الاسود دؤلی کو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ پوچھنے بھیجا کہ وہ بصرہ کیوں آئی ہیں؟ تو انھوں نے بصراحت بتایا کہ وہ سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ لے کر آئی ہیں چونکہ وہ مظلومیت کی حالت میں ناحق قتل کیے گئے اور حرمت والے مہینے میں قتل کیے گئے اور حرمت والے شہر میں قتل کیے گئے اور ساتھ ہی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھا:

﴿لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝﴾

(النساء: ۱۱٤)

''ان کی بہت سی سرگوشیوں میں کوئی خیر نہیں، سوائے اس شخص کے جو کسی صدقے یا نیک کام یا لوگوں کے درمیان صلح کرانے کا حکم دے اور جو بھی یہ کام اللہ کی رضا کی طلب کے لیے کرے گا تو ہم جلد ہی اسے بہت بڑا اجر دیں گے۔'' [1]

تاہم اس کے بعد جو معاملات ان کے سپرد ہوتے گئے وہ ان پر قطعاً خوش نہ تھیں بلکہ ہمیشہ ان پر ندامت کا اظہار کرتی رہیں اور لوگوں کو پرسکون رہنے اور باہمی صلح و صفائی میں کوشاں رہیں۔ [2] اس کی مزید تفصیل آگے آ رہی ہے۔

۲۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا جہاد و شجاعت:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شجاعت و بسالت ناقابل بیان ہے۔ وہ اندھیری رات میں مدینہ منورہ کے قبرستان ''بقیع الغرقد'' میں چلی جاتیں۔ انھیں ذرّہ بھر خوف یا تردّد نہ ہوتا۔ اسی طرح بے باک میدانِ جہاد میں پہنچ جاتیں، کسی قسم کا ڈر یا خوف نہ ہوتا اور مسلمانوں کے ساتھ مشرکین کے خلاف جہاد میں بے باکانہ حصہ لیتیں اور مجاہدین اسلام کی خوب خدمت کرتیں۔

۱۔ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''جب غزوۂ احد بپا ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے مجاہدین بکھر گئے۔ بقول راوی میں نے سیّدہ عائشہ بنت ابی بکر اور ام سلیم رضی اللہ عنہم کو دیکھا وہ پورے جوش و جذبے، کامل ہمت اور

---

[1] البدایة و النهایة لابن کثیر، ج ۷، ص: ۲۵۹۔
[2] اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

دوڑ دھوپ سے ❶ وہ پانی کے مشکیزے ❷ بھر بھر کر اپنی پشتوں پر لادے زخمی مجاہدین کو پلا رہی تھیں۔ وہ دوبارہ جاتیں اور مشکیزے بھر کر لاتیں اور مجاہدین کو پلاتی رہیں۔'' ❸ (مفہوماً)

۲۔ غزوۂ خندق میں نبی کریم ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو ایک محفوظ قلعہ میں بھیج دیا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا قلعہ سے نکلیں اور دشمن پر حملہ کر دیا۔ چنانچہ خود فرماتی ہیں:

''میں جنگ خندق والے دن (قلعہ سے) باہر نکلی اور لوگوں کے پاؤں کے نشانات پر چلنے لگی میں نے اپنے پیچھے آہٹ محسوس کی ......الحدیث۔'' ❹

۳۔ ایک مرتبہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ سے جہاد کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ان سے فرمایا:

((جِهَادُكُنَّ الْحَجُّ)) ❺

''تمہارا جہاد حج ہے۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہمیشہ لوگوں کو جہاد کی ترغیب دلاتی رہتی تھیں۔ ان کے ایک غلام نے اپنی آزادی کے لیے ان سے مکاتبت (قسطوں پر آزادی کا معاہدہ) کر لی۔ آخری بار جب وہ ادائیگی کے لیے ان کے پاس آیا تو اسے کہہ دیا کہ آج کے بعد تم میرے پاس نہیں آؤ گے، لہٰذا تمھیں بتا دینا چاہتی ہوں کہ تم پر اللہ کے راستے میں جہاد فرض ہے۔ چونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

((مَا خَالَطَ قَلْبُ امْرِئٍ رَهَجَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ إِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارُ))

''جو بندہ اپنے دل میں اللہ کی راہ میں لڑنے کے متعلق سوچے (خیال کرے) گا اللہ اس پر

---

❶ خَدَم: یعنی الخلخال: پازیب (النهاية فی غریب الحدیث، ج ۲، ص: ۱۵۔)

❷ تَنْقُزَانِ: الوثب: جلدی چلنا اور اچھلنا (فتح الباری، ج ٦، ص: ۷۸۔)

❸ صحیح بخاری: ۲۸۸۰۔ صحیح مسلم: ۱۸۱۱۔

❹ مسند احمد، ج ٦، ص ۱٤۱، رقم: ۲٥۱٤۰۔ مصنف ابن ابی شیبة، ج ۷، ص ۳۷۳، رقم: ۲۸۷٥۔ صحیح ابن حبان، ج ٥، ص ٤۹۸، رقم: ۷۰۲۸۔ البدایة و النهایة، ج ٤، ص: ۱۲٥۔ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو جید کہا ہے اور اس کے شواہد موجود ہیں۔ (البدایة و النهایة، ج ٤، ص: ۱۲٥۔ مجمع الزوائد، ج ٦، ص: ۱۳۹) میں ہیثمی کہتے ہیں اس کی سند میں ایک راوی محمد بن عمرو بن علقمہ ہے اس کی حدیث حسن درجہ کی ہے۔ بقیہ رواۃ ثقہ ہیں اور البانی رحمہ اللہ نے (سلسلة الاحادیث الصحیحة، ج ۱، ص: ۱٤۳) پر اس کی سند کو حسن لکھا ہے۔

❺ صحیح بخاری: ۲۸۷٥۔

آگ کو حرام کر دے گا۔"❶

۷۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا شرم و حیا کا پیکر:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا شرم و حیا کا پیکر تھیں وہ خود فرماتی ہیں:

"جس گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے ابا جان مدفون تھے میں اس گھر میں داخل ہوتی اور اپنی اوڑھنی وغیرہ اتار دیتی اور سوچتی کہ یہاں صرف میرا شوہر اور میرے ابا جان ہی تو ہیں، لیکن جب سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ مدفون ہوئے تو اللہ کی قسم! میں جب بھی اپنے گھر میں داخل ہوتی تو سختی سے اپنے اوپر اپنے کپڑے کس لیتی اور میں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کرتے ہوئے ایسے کرتی۔"❷

ایک روایت میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"میں ہمیشہ اپنے گھر میں اپنی اوڑھنی اتار دیتی اور اپنے اوپر والے کپڑے رکھ دیتی یہاں تک کہ وہاں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا۔ تب سے میں مسلسل اپنے پورے لباس کا خیال رکھتی حتی کہ میں نے اپنے اور قبروں کے درمیان دیوار بنوا لی اس کے بعد مجھے اطمینان حاصل ہوا۔"❸

حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ ❹ لکھتے ہیں:

---

❶ مسند احمد، ج ٦، ص ٨٥، رقم: ٢٤٥٩٢۔ منذری رحمہ اللہ نے (الترغیب و الترھیب، ج ٢، ص: ٢٤٥) پر کہا ہے کہ اس کے سب راوی ثقہ ہیں اور (مجمع الزوائد، ج ٥، ص: ٢٧٨) پر ہیثمی رحمہ اللہ نے کہا اس کے سب راوی ثقہ ہیں اور البانی رحمہ اللہ نے (صحیح الجامع، حدیث: ٥٦١٦) میں اسے صحیح کہا ہے۔

❷ مسند احمد، ج ٦، ص ٢٠٢، رقم: ٢٥٧٠١۔ مستدرك حاكم، ج ٣، ص: ٦٣۔ امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے لیکن دونوں نے اسے روایت نہیں کیا۔ (مجمع الزوائد، ج ٨، ص: ٢٩) پر ہیثمی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں اور البانی رحمہ اللہ نے (صحیح مشکوۃ المصابیح، حدیث: ١٧١٢) کی تخریج میں لکھا کہ اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

❸ الطبقات الکبری لابن سعد، ج ٣، ص: ٣٦٤۔ تاریخ المدینة لابن شبة، ج ٣، ص: ٩٤٥۔

❹ یہ اسماعیل بن عمر بن کثیر ابو الفداء شافعی المذہب دمشقی ہیں۔ ٧٠١ ہجری میں پیدا ہوئے۔ فقہ و تفسیر، علم الرجال و علل میں مہارت حاصل کی۔ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم اور حافظ حدیث مشہور ہیں۔ ان کی مشہور تصانیف "البدایة و النھایة" اور "تفسیر القرآن العظیم" ہیں۔ یہ ٧٧٤ ہجری میں فوت ہوئے۔ (انباء الغمر لابن حجر رحمہ اللہ، ج ١، ص: ٣٩۔ ذیل تذکرۃ الحفاظ لابی المحاسن، ص: ٣٨۔)

''ہمارے شیخ و امام ابو الحجاج مزی رحمہ اللہ ❶ نے اس کی کیا خوب توجیہ کی، لکھتے ہیں کہ شہداء زندہ ہوتے ہیں اوران کی زندگی کا پختہ یقین ہونے کی یہ عمدہ مثال ہے۔'' ❷

اگر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فوت ہونے کے باوجود سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حیا کا یہ عالم تھا تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں، کیونکہ انھوں نے تو قیامت کے دن حساب کتاب کے لیے جمع ہونے والوں سے بھی اپنے حیا کا اعلان کیا کہ ایک مرتبہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((تُحْشَرُوْنَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا)) ❸

''محشر میں تم ننگے پاؤں، ننگے بدن، غیر مختون حالت میں جمع کیے جاؤ گے۔''

تو عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مرد و زن ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْاَمْرُ اَشَدُّ مِنْ اَنْ يُهِمَّهُمْ ذَاكَ)) ❹

''معاملہ اس سے کہیں زیادہ ہولناک ہوگا کہ وہ اپنی نگاہوں کو کچھ اہمیت دیں۔''

اُم المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا عورتوں کو مخاطب کر کے نصیحت فرمایا کرتی تھیں:

''اے عورتو! تم اپنے خاوندوں کو کہا کرو کہ وہ پانی سے استنجا کیا کریں، کیونکہ مجھے انھیں یہ کہتے ہوئے حیا آتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کیا کرتے تھے۔'' ❺

---

❶ یہ یوسف بن زکی بن عبدالرحمٰن ابو الحجاج مزی شافعی محدث شام اور اپنے وقت کے مشہور عالم و حافظ حدیث تھے۔ ۶۵۴ ہجری میں پیدا ہوئے۔ "دار الاشرفية" میں کبار مشائخ کے سربراہ مقرر ہوئے۔ اپنے وقت میں رواۃ کے احوال میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ ان کی مشہور تصانیف "تهذيب الكمال" اور "تحفة الاشراف" ہیں۔ ۷۴۲ ہجری میں وفات پائی۔ (تذكرة الحفاظ للذهبی، ج ٤، ص: ١٩٣۔ طبقات الشافعية للسبكی، ج ١٠، ص: ٣٩٦)

❷ الإجابة لا يراد ما استدركته عائشة على الصحابة للزركشی، ص: ٦٨۔

❸ الغرل: بچے کی پیدائشی حالت جبکہ اس کے ختنے نہ ہوئے ہوں۔ (غريب الحديث لابن الجوزی، ج ٢، ص: ١٥٤۔)

❹ صحيح بخاری: ٦٥٢٧۔ صحيح مسلم: ٢٨٥٩۔

❺ سنن الترمذی: ١٩۔ سنن النسائی، ج ١، ص: ٤٣۔ صحيح ابن حبان، ج ٤، ص ٢٩٠، رقم: ١٤٤٣۔ امام ترمذی نے لکھا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ علامہ ابن دقیق العید نے (الامام، ج ٢، ص: ٥٣٧۔) پر لکھا ہے کہ اس روایت کے سب راوی شیخین کی شرط پر ثقہ ہیں اور البانی رحمہ اللہ نے اسے (صحيح سنن الترمذی۔) میں صحیح کہا ہے اور الوادعی نے (الصحيح المسند: ١٥٨٩۔) میں اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

۸۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ضمن میں کردار:

ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی صفات میں سے ایک اہم صفت یہ بھی تھی کہ وہ ہر وقت لوگوں کے ہر طبقہ میں نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کے لیے مستعد رہیں۔ ام المؤمنین اپنی حیاتِ طیبہ میں ہمیشہ علماء، حکمرانوں اور عام مسلمانوں کا محاسبہ کرتی رہتیں۔

حکمرانوں کے محاسبے کی مثال صحیح بخاری کی روایت میں واضح ہے۔ یوسف بن ماہک بیان کرتے ہیں کہ جب سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مروان حجاز کا والی مقرر ہوا تو وہ خطبے میں یزید [1] بن معاویہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لوگوں کو قائل کرنے کے لیے کہنے لگا: اس کے باپ کے بعد تم اس کی خلافت کی بیعت کرلو۔ یہ سن کر عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے اسے ڈانٹا تو اس نے اپنے دربانوں کو حکم دیا کہ اسے پکڑ لو۔ انھوں نے بھاگ کر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں پناہ لے لی، تو دربان وہاں تک جانے کی جرأت نہ کر سکے۔ تب مروان نے کہا: یہی شخص ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمان نازل کیا:

﴿وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ اَتَعِدٰنِنِیْٓ﴾ (الاحقاف: ۱۷)

''اور وہ جس نے اپنے والدین سے کہا اف ہے تم دونوں کے لیے! کیا تم مجھے دھمکی دیتے ہو۔''

چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پردے کے پیچھے سے فی البدیہ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں میرے عذر کے علاوہ ہمارے بارے میں کچھ نازل نہیں کیا (یعنی تمہاری بات غلط ہے)۔ [2]

روایات میں ذکر ہے کہ یحییٰ [3] بن سعید بن عاص نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دے دی جو عبدالرحمٰن بن حکم کی بیٹی تھی، تو مروان جو کہ مدینہ منورہ کا گورنر تھا، نے اسے اس کے باپ عبدالرحمٰن کے پاس بھیج دیا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے کہلا بھیجا کہ تم اللہ سے ڈر جاؤ اور اسے اپنے گھر لے جاؤ۔ سلیمان کی روایت میں ہے کہ مروان نے کہا: عبدالرحمٰن بن حکم مجھ پر غالب آ گیا ہے۔ قاسم بن محمد بن ابی بکر نے کہا: کیا تم تک سیّدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کا معاملہ نہیں پہنچا؟ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اگر تمہیں فاطمہ بنت قیس کا

---

[1] یہ یزید بن معاویہ بن ابی سفیان بن حرب ہے۔ کنیت ابو خالد ہے۔ خاندان بنو امیہ اور قبیلہ قریش ہے۔ سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے اپنی خلافت کا افتتاح کیا اور مدینہ منورہ پر یلغار کر کے ''واقعہ حرۃ'' پر اس کی سلطنت کا اختتام ہوا۔ غزوہ قسطنطنیہ میں یہ شامل ہوا۔ خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں پیدا ہوا اور ۶۴ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۷، ص: ۳۶۔ و مواقف المعارضة فی عهد یزید بن معاویة لمحمد بن عبدالهادی۔)

[2] صحیح بخاری: ۴۸۲۷۔

[3] یہ ابو ایوب یحییٰ بن سعید بن عاص اموی قریشی ہیں۔ ثقہ ہیں۔ خلیفہ عبدالملک بن مروان ان کی تکریم کرتا تھا۔ ۸۰ ہجری میں فوت ہوئے۔

معاملہ معلوم نہیں تو تم پر کوئی عیب نہیں۔ (یعنی اس واقعہ میں مطلقہ کو بلا سبب اس کے گھر سے منتقل کرنے کی کوئی دلیل نہیں۔) تو مروان کہنے لگا: اگر تیرے پاس یہ خبر ہے کہ فاطمہ بنت قیس اور اس کے خاوند کے رشتہ داروں کے درمیان کچھ اختلاف تھا تو وہ سبب یہاں بھی موجود ہے۔ گویا اس نے یہ بات کہہ کر فاطمہ بنت قیس کے واقعہ کو بطورِ دلیل ماننے سے انکار کر دیا۔ ❶

جیسا کہ گزر چکا ہے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیّدنا معاویہ کے بعض اُمور پر ان کی گرفت بھی کی۔ ❷

اسی طرح سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب دیکھتیں کہ کسی مسئلہ میں کبار صحابہ رضی اللہ عنہم سے غلطی ہوئی ہے تو ان کا بھی محاسبہ کرتیں۔ جیسا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''جس نے بیت اللہ کی طرف ہدی (قربانی کا جانور) بھیجی، اس پر وہ سب کچھ حرام ہو جاتا ہے جو حاجی و معتمر پر حرام ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی ہدی نحر ہو جائے۔ حدیث کی راویہ عمرہ کہتی ہیں کہ اس موقع پر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو کہا وہ صحیح نہیں ہے۔ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدی کے پٹے ہاتھ سے بنائے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے انہیں پہنایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ جانور میرے ابا جان کے سپرد کر دیئے۔ (تاکہ وہ مکہ لے جائیں) ان کی قربانی تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر کچھ حرام نہیں ہوا جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کیا تھا۔'' ❸

نوٹ: ......چند کبار صحابہ پر اس کے استدراکات کا تذکرہ اسی باب کی فصل دوم میں آئے گا۔ ان شاء اللہ.

جہاں تک عام مسلمانوں کے محاسبے کی مثالیں ہیں تو ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

۱۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی پوری زندگی نیکی کا حکم دیتی اور برائی سے روکتی رہیں۔ ایک بار آپ رضی اللہ عنہا نے صفا مروہ کے درمیان ایک عورت کو دیکھا جس نے ایسی چادر لی ہوئی تھی جس پر صلیب کی شکل کی دھاریاں تھیں، تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے فرمایا:

''اپنے کپڑے سے یہ نشانات مٹا دو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ایسے نشانات دیکھتے تو انھیں

---

❶ فتح الباری لابن حجر، ج ۹، ص: ٤٧٨۔ صحیح بخاری: ٥٣٢١-٥٣٢٢۔ صحیح مسلم: ١٤٨١۔

❷ سنن الترمذی، حدیث: ٢٤١٤۔ و سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ٢، ص: ١٨٣ تا ١٨٧۔

❸ صحیح بخاری: ١٧٠٠۔ صحیح مسلم: ١٣٢١۔

مٹا ڈالتے۔'' ❶

۲۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک بار اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو سعد ❷ بن ابی وقاص کے جنازہ کے موقع پر جلدی جلدی وضو کرتے ہوئے دیکھا تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا: اے عبدالرحمٰن! اپنا وضو مکمل کرو، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ)) ❸

''(خشک رہ جانے والی) ایڑیوں کے لیے آگ کی وادی ہے۔''

۳۔ ایک مرتبہ جب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حفصہ بنت عبدالرحمٰن پر باریک اوڑھنی دیکھی تو اسے خوب ڈانٹا اور فوراً اسے پھاڑ ڈالا اور اس کے بدلے اسے ایک موٹی چادر اوڑھا دی۔ ❹

۴۔ حمص یا شام کی کچھ عورتیں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں تو آپ رضی اللہ عنہا فوراً کہہ اٹھیں: کیا تمھی وہ عورتیں ہو جو اپنی عورتوں کو حمامات (اجتماعی غسل خانے) میں لے جاتی ہو۔ بلاشبہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((مَا مِنْ اِمْرَاَةٍ تَضَعُ ثِيَابَهَا فِيْ غَيْرِ بَيْتِ زَوْجِهَا اِلَّا هَتَكَتِ السَّتْرُ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ رَبِّهَا)) ❺

''جو بھی عورت اپنے خاوند کے گھر کے علاوہ اپنے کپڑے اتارتی ہے وہ اپنے اور رب کے

---

❶ مسند احمد، ج ٦، ص ٢٢٥، رقم: ٢٥٩٢٣۔

❷ یہ جلیل القدر صحابی سعد بن مالک بن اہیب ابو اسحاق قریشی ہیں، اسلام لانے والے ساتویں صحابی ہیں اور عشرہ مبشرہ بالجنۃ میں سے ایک ہیں اور ان چھ میں سے بھی ایک ہیں جن کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت سے پہلے خلافت کے لیے منتخب کر دیا تھا۔ فاتح عراق اور مدائن کسریٰ ہیں، اپنے وقت کے مستجاب الدعوات تھے۔ ۵۵ ہجری میں فوت ہوئے۔ (الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ١، ص: ١٨٢۔ الاصابۃ لابن حجر، ج ٣، ص: ١٣۔)

❸ صحیح مسلم: ٢٤٠۔

❹ الطبقات الکبری لابن سعد، ج ٨، ص: ٧١۔ البانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب (جلباب المرأۃ، ص: ١٢٦) میں لکھا کہ اس کی سند کے راوی شیخین کی شرط کے مطابق ہیں۔ البتہ اس کی سند میں ایک راویہ ام علقمہ کی طرح ہے جسے حجت نہیں بنایا جا سکتا لیکن اس کی روایت کو بطور شاہد لیا جا سکتا ہے۔ (السیدہ عائشۃ ام المومنین و عالمۃ نساء العالمین لعبد الحمید طهماز، ص: ١٧٢۔)

❺ سنن ترمذی: ٢٨٠٣۔ سنن ابن ماجہ: ٣٠٣٦۔ امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے اور ابن مفلح نے (الآداب الشرعیۃ، ج ٣، ص: ٣٢٥۔) میں اس کی سند کو عمدہ کہا ہے اور ہیثمی مکی نے اسے (الزواجر، ج ١، ص: ١٢٩۔) پر کہا کہ اس کے رواۃ صحیح کے رواۃ کی طرح ہیں اور البانی رحمہ اللہ نے (صحیح سنن ترمذی: ٢٨٠٣۔) میں اسے صحیح کہا ہے۔

درمیان پردہ (حیا) چاک کر دیتی ہے۔''

۵۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اطلاع ملی کہ ان کے ایک گھر میں کرایہ داروں کے پاس نرد (شطرنج کی طرح) نامی کھیل کے پانسے ہیں تو انھوں نے ان کی طرف فوراً پیغام بھیجا کہ اگر تم نے اپنے پاس یہ کھیل بند نہ کیا اور اس کے آلات کو ضائع نہ کیا تو فوراً میرا گھر خالی کر دو۔ گویا سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے برائی پر انھیں فوراً سرزنش کیا۔ [1]

۶۔ مدینہ منورہ میں ایک مرتبہ ام مسطح رضی اللہ عنہا [2] کا پاؤں ان کی اپنی چادر میں الجھا تو انھوں نے کہا: مسطح ہلاک ہو گیا۔ تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا: تم نے اچھی بات نہیں کی، کیا تم ایسے آدمی کو بددعا دے رہی ہو جو غزوہ بدر میں شامل ہوا؟ [3]

۷۔ عبداللہ بن شہاب خولانی رحمہ اللہ [4] بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بطور مہمان ٹھہرا ہوا تھا کہ اس رات مجھے احتلام ہو گیا۔ میں نے اپنی دونوں چادروں کو پانی میں ڈبو دیا اس دوران مجھے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی کسی خادمہ نے دیکھ لیا اور جا کر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو خبر دی تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی خادمہ کو میری طرف بھیجا، انھوں نے پوچھا: تم نے اپنے دونوں کپڑوں کے ساتھ ایسا کیوں کیا؟

راوی بیان کرتا ہے کہ ابن شہاب نے جواب دیا: میں نے خواب میں وہی کچھ دیکھا جو کوئی بھی سونے والا دیکھتا ہے۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: کیا تجھے ان دونوں چادروں میں کچھ (نشان) دکھائی دیا؟

---

[1] الادب المفرد للبخاري: ١٢٧٤۔ الموطأ للامام مالك، ج ٥، ص: ١٣٩٦۔ سنن كبرى للبيهقى، ج ١٠، ص ٢١٦، رقم: ٢١٤٨٨۔

[2] یہ جلیل القدر صحابی مسطح بن اثاثہ بن عباد ابو عباد قریشی ہیں۔ غزوات بدر و احد سمیت تمام مواقف و مشاہد میں شامل رہے۔ تاہم وہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان تراشی کے واقعہ میں منافقوں کے پروپیگنڈے کا شکار ہو گئے اور اپنی زبان پر قابو نہ رکھ سکے جس کی پاداش میں انھیں حد قذف (اسّی کوڑے) سے دو چار ہونا پڑا۔ یہ ۳۴ ہجری میں فوت ہوئے۔ (الاستيعاب لابن عبدالبر، ج ١، ص: ٤٦٣۔ الاصابة لابن حجر، ج ٦، ص: ٩٣۔)

[3] اس حدیث (واقعہ افک) کی تخریج آگے آ رہی ہے۔

[4] یہ عبداللہ بن شہاب خولانی ابو جزل کوفی ہیں۔ کبار تابعین میں سے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا۔ سیدنا عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ صحیح مسلم میں ان سے ایک حدیث بھی مروی ہے۔ (تهذيب التهذيب لابن حجر، ج ٥، ص: ٢٥٤۔ الاصابة لابن حجر، ج ٥، ص: ٧٢۔)

میں نے جواب دیا: نہیں، کچھ بھی نہیں۔

انھوں نے کہا: اگر تمھیں کچھ نظر آتا تو تم اُتنا حصہ دھو لیتے۔ بلاشبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں میں لگے خشک داغ اپنے ناخن سے کھرچتی تھی۔ ❶

۸۔ کچھ قریشی نوجوان ہنستے ہوئے مقام منٰی میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: تم کیوں ہنس رہے ہو؟ انھوں نے کہا: ایک شخص خیمے کی رسی سے الجھ کر منہ کے بل گر پڑا اور ایسا گرا کہ اس کی گردن ٹوٹنے یا آنکھ ضائع ہونے کے قریب تھی۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انھیں کہا: تم مت ہنسو! کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُشَاكُ شَوْكَةٌ فَمَا فَوْقَهَا، اِلَّا كُتِبَتْ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ وَ مُحِيَتْ عَنْهُ خَطِيْئَةٌ)) ❷

''جس مسلمان کو کانٹا یا اس سے بڑی چیز چبھے تو اس کے لیے ایک درجہ لکھ دیا جاتا ہے اور اس کی ایک خطا مٹا دی جاتی ہے۔''

۹۔ معاصرین کے لیے بھی مبنی بر انصاف حسن رائے کا اظہار:

اگر چہ سیّدہ عائشہ اور دیگر امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے درمیان نوک جھونک ہوتی رہتی تھی، تاہم سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا ذکر ہمیشہ خیر و بھلائی کے ساتھ کرتی تھیں۔ مثلاً:

۱۔ ام المومنین سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کہتیں: وہ ہم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والی اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والی تھیں۔ ❸

۲۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، ام المومنین سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرماتی تھیں: دین کے معاملہ میں، میں نے سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کوئی دین دار عورت نہیں دیکھی۔ اللہ عزوجل سے سب سے زیادہ ڈرنے والی، صدق مقال اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والی، سب سے زیادہ صدقہ کرنے والی اور ان کے ہر عمل کا پیش نظر تقرب الٰہی اور رضائے الٰہی حاصل کرنا ہوتا۔ وہ انتقام لینے کے لیے فوراً غصے میں آجاتیں لیکن جلد ہی ان کا غصہ کافور ہو جاتا۔ ❹

---

❶ صحیح مسلم: ۲۹۰۔ ❷ صحیح مسلم: ۲۵۷۲۔

❸ الطبقات الکبری لابن سعد، ج ۸، ص: ۱۳۸۔ مستدرك حاكم، ج ٤، ص: ٣٤۔ اور اس کی سند کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے (الاصابة، ج ٤، ص: ٤١٢۔) میں صحیح کہا ہے۔

❹ صحیح مسلم: ٢٤٤٢۔

۳۔ شاعر رسول سیّدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو پیش آنے والے بہتان تراشی کے الزام میں حد قذف کو جا پہنچے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ عروہ بن زبیر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ کر سیّدنا حسان رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے لگے تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا: تم انھیں برا بھلا نہ کہو، کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا کرتے تھے۔ ❶

۴۔ عبدالرحمٰن بن شماسہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کوئی مسئلہ پوچھنے آیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: تم کون ہو؟ میں نے کہا: میں مصری ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے کہا: ان جنگوں میں تمہارے گورنر کا تمہارے ساتھ کیسا برتاؤ ہے؟ سائل نے کہا: ہمیں اس میں کوئی عیب دکھائی نہیں دیتا۔ اگر ہم میں سے کسی آدمی کا اونٹ مر جائے تو وہ اسے اونٹ دیتا ہے اور غلام کے بدلے غلام دیتا ہے اور جسے نان ونفقہ کی ضرورت ہو تو وہ اسے نان ونفقہ دیتا ہے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اس نے جو کچھ میرے بھائی محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے ساتھ کیا ہے وہ مجھے حق بات کہنے سے نہیں روک سکتا۔ چونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اس گھر میں فرماتے ہوئے سنا:

((اَللّٰهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ، وَ مَنْ وَلِيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهٖ)) ❷

''اے اللہ میری امت کی ذمہ داری جس کے سپرد ہوئی اور اس نے ان پر مشقت ڈالی تو تو بھی اس پر مشقت ڈال دے اور جس کے ذمہ میری امت کا کوئی معاملہ ہوا اور اس نے ان کے ساتھ نرمی کی تو تو بھی اس سے نرمی فرما۔''

۱۰۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی تواضع کی مثالیں ان کو اپنی مدح سرائی وخود پسندی سے سخت نفرت تھی:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی مدح وثنا کو سخت ناپسند کرتی تھیں اور کسی کو اپنی تعریف نہ کرنے دیتی تھیں۔ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی مرض الموت میں تیمارداری کی اجازت طلب کی تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فوراً بھانپ لیا کہ وہ آئیں گے اور میری مدح کریں گے اس لیے انھیں اجازت نہ دی۔ پھر جب کسی نے ان کی سفارش کی تو انھیں اجازت دے دی، جب ابن عباس رضی اللہ عنہما اندر آ گئے تو ام المومنین کی تعریفیں کرنے لگے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے کرب کا اظہار ان الفاظ میں کیا: ''میرا دل چاہتا ہے کہ میں لوگوں کی یاد

---

❶ صحیح بخاری: ۳۵۳۱۔ صحیح مسلم: ۲۴۸۸۔

❷ صحیح مسلم: ۱۸۲۸۔

سے محو ہو جاؤں۔'' ❶

یہاں ایک عجیب نکتہ سمجھ میں آتا ہے کہ جیسے قرآن کریم میں سیّدہ مریم بنت عمران علیہا السلام کی حکایت ﴿يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَ كُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا﴾ (مریم: ۲۳) ''اے کاش! میں اس سے پہلے مرجاتی اور بھولی بھلائی ہوتی۔'' بیان ہوئی ہے، اسی طرح سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی کہا۔ یہ مشابہت اچانک پیدا نہیں ہوئی، بلکہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیّدہ مریم علیہا السلام کے درمیان بہت بڑی مشابہت ہے۔ مثلاً سیّدہ مریم علیہا السلام کا لقب صدیقہ ہے تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اپنے قول و فعل اور بزبان رحمٰن صدیقہ ہیں اور یہاں سے ہمارے لیے ایک اور نکتہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ان دونوں خواتین کی آزمائش میں مشابہت کیوں ہوئی؟

مریم علیہا السلام پر بھی بہتان تراشوں نے الزام لگایا اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بھی بہتان تراشوں نے الزام لگایا۔ سبحان اللہ! مقدس کرداروں میں کتنے عجائب پنہاں ہیں۔ ❷

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کس قدر متواضع تھیں اس کا اندازہ اس وصیت سے ہوتا ہے جو انھوں نے اپنے مرض الموت میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو کی تھی۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: تم مجھے ان کے ساتھ (میرے کمرے میں) نہ دفنانا بلکہ میری بہنوں (دیگر امہات المومنین) کے ساتھ مجھے بقیع والے عام قبرستان میں دفن کرنا۔ میں نہیں چاہتی کہ (یہاں دفن ہو کر) ہمیشہ میری مدح و ثنا کی جائے۔ ❸

گویا سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات انتہائی ناپسند تھی کہ ان کے بارے میں کہا جائے گا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدفون ہیں، اس عبارت میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے نفس کو حقیر ثابت کرتے ہوئے تواضع و انکساری کا اظہار فرمایا۔ ❹

---

❶ صحیح بخاری: ۴۷۵۳۔ ❷ حیاۃ ام المومنین عائشۃ لمحمود شلبی، ص: ۳۶۷۔ کچھ لفظی تغیر کے ساتھ۔
❸ مستدرک حاکم، ج ۴، ص: ۷۔ الطبقات الکبری، ج ۸، ص: ۷۴۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۲، ص: ۱۹۳۔
❹ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے (فتح الباری، ج ۳، ص: ۲۵۸۔) پر اس عبارت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے کہنے کا یہ مفہوم ہے) کہ یہاں دفن ہونے کے سبب میری ثنا بیان ہوگی اور اس وجہ سے اسے میری خوبی اور فضیلت سمجھا جائے گا حالانکہ اس کا احتمال ہے کہ میں فی نفس الامر ایسی نہیں ہوں اور یہ الفاظ سیّدہ نے از راہِ تواضع کہے اور اپنے نفس کو حقیر گردانا۔ جبکہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت سے پہلے وہاں ان کے دفن ہونے کی خواہش کے وقت تو یہ کہا تھا کہ یہ جگہ تو میں نے اپنے لیے سوچی ہوئی تھی۔ گویا اس وقت ان کا اجتہاد تبدیل ہو گیا۔ یا جب انھوں نے اپنی اس خواہش کا اظہار سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی درخواست کے وقت کیا تھا اور یہ جنگ جمل میں شرکت سے پہلے تھا۔ لیکن اس جنگ میں شمولیت کے بعد خود ہی وہاں دفن ہونے کی خواہش ختم کر دی۔ اگرچہ جنگ جمل کے دن سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے لڑنے والے سیّدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے بھی کہہ دیا تھا: بے شک وہ دنیا و آخرت میں تمہارے نبی کی بیوی ہے۔ (کشف المشکل من حدیث الصحیحین لابن الجوزی، ج ۱، ص: ۱۲۴۴۔ عمدۃ القاری للعینی، ج ۸، ص: ۲۲۸۔)

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مجموعی اوصاف میں سے تواضع ایک گراں قدر اور نمایاں وصف اور ان کی فطری خوبیوں اور خصوصیات میں سے ایک فطری خوبی اور خصوصیت تھی۔ اسی وجہ سے کبھی ان کے دل میں یہ سوچ پیدا نہ ہوئی کہ ان کے بارے میں ہمیشہ پڑھا جانے والا قرآن نازل ہوگا۔ جس میں بہتان تراشوں کے بہتانوں سے ان کی براءت کا اعلان و اظہار ہوگا بلکہ زیادہ سے زیادہ وہ یہ سوچتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خواب دکھائی دے گا جس سے ان کی براءت ثابت ہو جائے گی۔ اس لیے وہ فرمایا کرتی تھیں:

''اللہ کی قسم! میں نے کبھی یہ نہ سوچا تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے معاملے میں وحی نازل کرنے والا ہے جس کی تلاوت کی جائے گی۔ یقیناً میرے دل میں میرا معاملہ اس سے بہت کم اہمیت رکھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے معاملے میں کلام کرے گا اور اس کی تلاوت کی جائے گی۔ لیکن میں امید کرتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواب دیکھیں گے اور اس کے ذریعے سے اللہ مجھے بری کر دے گا۔'' ❶

امام ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''آپ ذرا غور کریں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قدر تواضع اور اپنے نفس کی حقارت کے اعلان کے بعد اللہ تعالیٰ نے شرف اور تکریم میں انھیں کس قدر رفعت شان عطا کی۔ جبکہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں کہ میرے دل میں میرا معاملہ اس سے کہیں زیادہ حقیر تھا کہ اللہ تعالیٰ بزبانِ وحی میرے معاملے پر کلام کرے گا اور اس کی (تاقیامت) تلاوت کی جائے گی۔ ہاں! میں اس قدر ضرور امید کرتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواب دیکھیں گے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے میری براءت کر دے گا۔ تو یہ صدیقہ الامہ، ام المومنین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب بیوی کے الفاظ ہیں۔ حالانکہ وہ جانتی ہیں کہ وہ بہتان سے بری ہیں اور مظلوم ہیں، مزید یہ کہ ان پر تہمت لگانے والے جھوٹے اور ظالم ہیں اور ان کی اذیت ان کے ماں باپ سے آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پھیل چکی ہے۔ پھر بھی وہ اپنے نفس کو اس قدر حقارت کے ساتھ پیش کر رہی ہیں اور اپنے معاملے کو اس قدر معمولی بنا کر بیان کر رہی ہیں رضی اللہ عنہا۔'' ❷

---

❶ مکمل حدیث آگے آرہی ہے۔ ❷ جلاء الافہام لابن القیم، ص: ۲۳۹۔

چوتھا باب

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا علمی مقام و مرتبہ

پہلا مبحث:...... علمی مقام کے متعلق علماء کی آراء اور ان کے اسباب

دوسرا مبحث:...... سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے منہج علمی کے قواعد وضوابط

تیسرا مبحث:...... متعدد علوم میں دسترس کامل

چوتھا مبحث:...... کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم پر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا تعاقب اور مؤاخذہ
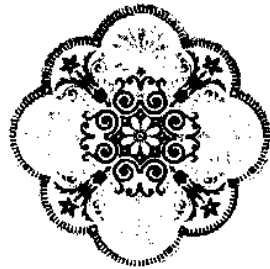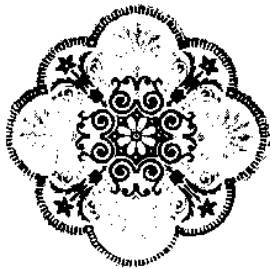
روایات اور علمی مقام

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو احادیث روایت کیں
ان کی تعداد ۲۲۱۰ ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (ت: ۷۴۸ ہجری) فرماتے ہیں
''مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہی نہیں بلکہ تمام عورتوں میں
سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑی عالمہ دکھائی نہیں دیتی۔''

چوتھا باب:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا علمی مقام و مرتبہ

پہلا مبحث:...... علمی مقام کے متعلق علماء کی آراء اور ان کے اسباب

اور اس میں دو نکات ہیں:

پہلا نکتہ: ......علماء کے اقوال و آراء

ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بلند علمی مقام و مرتبہ حاصل تھا، جس کی بنیاد پر وہ اپنے زمانے کی سب سے بڑی عالمہ تھیں اور تمام علمی مسائل کا اصل مرجع و مصدر تھیں۔ اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جو مسئلہ مخفی ہوتا یا قرآن و حدیث کے سمجھنے میں جہاں بھی انھیں فقہ و استنباط کے لیے مشکل پیش آتی تو بلاشبہ وہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس شافی جواب پاتے اور اپنے تمام استفسارات کا حل انھیں مل جاتا۔ [1]

۱۔ سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ [2] کے بقول ہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب بھی کسی حدیث میں کوئی مشکل آ پڑتی ہم اس کا کافی و شافی حل اور تسلی بخش جواب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پا لیتے۔ [3]

۲۔ بقول قبیصہ بن ذویب رحمہ اللہ [4] سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تمام لوگوں سے بڑی عالمہ تھیں اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم

---

[1] السیدۃ عائشۃ و توثیقھا للسنۃ لجیھان رفعت فوزی، ص: ۴۰۔

[2] یہ عبداللہ بن قیس بن سلیم ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں یمن کا گورنر بنا کر بھیجا اور سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں بصرہ کا گورنر بنایا۔ جنگ صفین کے دن سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے حکم (فیصل) مقرر ہوئے۔ نہایت خوبصورت آواز میں قرآن کریم کی تلاوت کرتے تھے۔ ۵۰ ہجری کے قریب وفات پائی۔ (الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۱، ص: ۳۰۰۔ الاصابۃ لابن حجر، ج ٤، ص: ۲۱۱۔)

[3] سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۳۸۸۳۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۲، ص: ۱۷۹ پر امام ذہبی رحمہ اللہ نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ترمذی میں اسے صحیح کہا ہے۔

[4] قبیصہ بن ذویب (ت ۸۶ ہجری): یہ قبیصہ بن ذویب بن حلحلہ ابوسعید خزاعی مدنی تابعی کبیر ہیں۔ اپنے وقت کے مشہور امام اور فقیہ تھے۔ ۸ یا ۱۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ثقہ اور مامون تھے۔ احادیث کثیرہ کے راوی ہیں۔ خلیفہ عبدالملک کی طرف سے اہم عہدوں پر فائز رہے۔ ۸۶ ہجری کے لگ بھگ فوت ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء للذھبی، ج ٤، ص: ۲۸۲۔ تھذیب التھذیب لابن حجر، ج ٤، ص: ۵۳۷۔)

ان سے علم حاصل کرتے تھے۔ ❶

۳۔ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ (ت: ۹۳ ہجری) فرماتے ہیں:

''میں نے کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، شعر اور میراث کے باب میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑا عالم کسی کو نہیں دیکھا۔'' ❷

اور ایک روایت میں ہے، عروہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحبت میں طویل عرصے تک رہا اور ان سے علمی فوائد حاصل کیے۔ حتیٰ کہ ان کی وفات سے چار یا پانچ سال پہلے میں نے سوچا کہ اب اگر یہ فوت بھی ہو جائیں تو بھی مجھے علمی تشنگی محسوس نہیں ہو گی۔ میں نے اپنی زندگی میں ان سے بڑا عالم کسی کو نہیں دیکھا۔ چاہے کوئی نازل شدہ آیت ہو یا کوئی میراث کا مسئلہ۔ حدیث کا معاملہ ہو یا دنیاوی معاملہ۔ میں نے ان سے بڑا کوئی ایسا عالم نہیں پایا جس سے میں عرب کے شعراء میں سے کسی شاعر کے متعلق پوچھوں تو مجھے تسلی بخش جواب مل جائے، یا عربوں کی جاہلیت کی جنگوں کے متعلق اور ان کے نسب کے متعلق۔ دیگر علوم کی بابت مجھے عائشہ سے بڑا کوئی عالم نظر نہیں آیا۔ نہ ہی قضا و حکم کے میدان میں اور نہ ہی میدان طب میں اتنی معلومات کسی کے پاس تھیں جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے ہمیں ملتیں۔ چنانچہ میں نے ایک بار ان سے پوچھا: اے میری امی جان! آپ نے علم طب کہاں سے سیکھا؟ انھوں نے فرمایا: میں جب بیمار ہوتی تو لوگ میرے لیے کوئی چیز تجویز کرتے اور جب کوئی دوسرا شخص بیمار ہوتا تو اس کے لیے بھی وہی چیز تجویز کی جاتی تو اسے افاقہ ہو جاتا۔ تو جب لوگ آپس میں باتیں کرتے تو میں ان کو یاد کر لیتی۔ عروہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں اکثر مسائل ان سے نہ پوچھ سکا۔'' ❸

۴۔ محمود بن لبید رحمہ اللہ (ت: ۹۷ ہجری) فرماتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث و فرامین کی

---

❶ الطبقات الکبری، ج ۲، ص: ۳۷٤۔

❷ مصنف ابن ابی شیبة، ج ۸، ص: ۵۱۷۔

❸ مسند احمد، ج ٦، ص ۷، حدیث نمبر: ۲٤٤۲۵۔ طبرانی، ج ۲۳، ص ۱۸۲، حدیث نمبر: ۲۹۵۔ مستدرك حاکم، ج ٤، ص: ۲۱۸۔ ابو نعیم حلیة الاولیاء، ج ۲، ص: ۵۰ امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کی سند کو صحیح کہا اور لکھا کہ شیخین نے اسے روایت نہیں کیا۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ۲، ص: ۸۳۔)

حافظات تھیں۔ تاہم سیّدہ عائشہ اور سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بے مثال تھیں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا عہد عمر اور عہد عثمان رضی اللہ عنہما سے لے کر تا حیات متعدد مسائل میں فتویٰ دیتی رہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کبار اصحاب جیسے سیّدنا عمر اور سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہما ان کے پاس سنن کے متعلق استفسارات کے لیے اپنے قاصد بھیجا کرتے تھے۔'' ❶

۵۔ امام شعبی رحمہ اللہ ❷ (ت: ۱۰۳ ہجری) سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علم و فقاہت پر تعجب کرتے اور کہتے:

''ادب نبوی کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے؟!'' ❸

۶۔ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ ❹ (ت: ۱۰۴ ہجری) فرماتے ہیں:

''میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑا سنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم نہیں دیکھا اور ان سے بڑا کوئی فقیہ نہیں دیکھا کہ جس کے لوگ محتاج ہوں اور آیات کے اسباب نزول اور فرائض کے جاننے میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑا کوئی عالم نہیں دیکھا۔'' ❺

۷۔ امام زہری رحمہ اللہ ❻ (ت ۱۲۵ ہجری) فرماتے ہیں:

''اگر تمام جہانوں کی عورتوں کے علوم کو جمع کیا جائے اور اسے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علم کے سامنے لایا جائے تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم سب سے افضل ہوگا۔''

---

❶ الطبقات الکبریٰ، ج ۲، حدیث: ۳۷۵۔

❷ یہ عامر بن شراحیل بن عبد ابوعمرو کوفی رحمہ اللہ ہیں۔ کبار تابعین میں سے ہیں۔ ۱۷ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اپنے وقت کے حدیث میں امام، حافظ، متعدد علوم کے ماہر، ثبت اور متقن گنے جاتے تھے۔ ابن اشعث کے ساتھ جنگ جماجم میں شریک ہوئے۔ پھر حجاج کی تلوار سے بچ گئے اور اس نے ان کو معاف کر دیا۔ کوفہ کے قاضی مقرر رہے۔ ۱۰۳ ہجری یا اس کے بعد وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ٤، ص: ٢٩٤۔ تهذيب التهذيب لابن حجر، ج ٦، ص: ٣٦٩۔)

❸ سیر اعلام النبلاء، ج ۲، ص: ۱۹۷۔

❹ یہ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف زہری رحمہ اللہ ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا نام عبداللہ یا اسماعیل ہے اور یہ قول بھی ہے کہ ان کا نام ہی ان کی کنیت ہے۔ یہ بکثرت احادیث کو روایت کرنے والے اور اپنے وقت کے امام مجتہد اور علم کے متلاشی تھے۔ ۹۴ ہجری یا ۱۰۴ ہجری میں فوت ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ٥، ص: ٨٨۔ تهذيب التهذيب لابن حجر، ج ٦، ص: ٣٦٩۔)

❺ الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۲، ص: ٢٧٦۔

❻ یہ محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن شہاب ابوبکر زہری رحمہ اللہ ہیں۔ اپنے زمانے میں علم کے امام، اپنے وقت کے حافظ حدیث ہیں۔ ۵۰ ہجری یا اس کے بعد پیدا ہوئے۔ احادیث صحاح ستہ کے علماء میں سب سے بڑے حافظ و عالم الحدیث تھے۔ سخاوت کی وجہ سے لوگوں میں مشہور ہیں۔ ۱۲۵ ہجری کے لگ بھگ وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ٥، ص: ٣٢٦۔ تهذيب التهذيب لابن حجر، ج ٥، ص: ٢٨٤۔)

اور ایک روایت میں امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر اس امت کی سب عورتوں کا علم جمع کیا جائے جن میں نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے علوم بھی ہوں تو بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم ان سب کے علم سے زیادہ ہوگا۔'' ❶

۸۔ ابن عبدالبر رحمہ اللہ ❷ (ت: ۴۶۳ ہجری) فرماتے ہیں:

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے زمانے میں تین علوم میں بے مثال تھیں: علم فقہ، علم طب اور علم الشعر۔'' ❸

۹۔ امام ذہبی رحمہ اللہ (ت: ۷۴۸ ہجری) فرماتے ہیں:

''مجھے محمد ﷺ کی امت میں ہی نہیں بلکہ تمام عورتوں میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑی عالمہ دکھائی نہیں دیتی۔'' ❹

۱۰۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ (ت: ۷۷۴ ہجری) فرماتے ہیں:

''صرف اس امت کی عورتوں میں ہی نہیں بلکہ تمام امتوں کی عورتوں میں ان سے زیادہ نہ کوئی عالمہ اور نہ ان سے زیادہ کوئی سمجھ دار عورت ہے۔'' ❺

نیز وہ فرماتے ہیں:

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا صحابہ رضی اللہ عنہم سے متفرد ہیں۔ ان کے علاوہ وہ مسائل کسی اور کے پاس نہ تھے بلکہ وہ مختلف مسائل میں راہ حق اختیار کرنے میں بھی منفرد ہیں اور ان کے خلاف جو

❶ السنة للخلال، ص: ۷۵۳۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ص: ۲۹۹۔ مستدرك حاکم، ج ٤، ص: ۱۲، حدیث نمبر: ٦٧٣٤۔

❷ یہ یوسف بن عبداللہ بن محمد ابو عمر قرطبی مالکی رحمہ اللہ ہیں۔ دیار اندلس میں شیخ الاسلام کے لقب سے مشہور تھے۔ ۳۶۸ ہجری میں پیدا ہوئے۔ علم حدیث کی تلاش میں نکلے اور اس میں مہارت تامہ حاصل کی۔ یہ دین پر شدت سے ثابت قدم، ثقہ، حجت اور تمام لوگوں میں ان کی شہرت بطور علامہ، متبحر، صاحب السنۃ والاتباع معروف تھی۔ یہ شبونہ شہر کے قاضی مقرر ہوئے۔ ان کی مشہور تصنیف ''التمہید'' ہے۔ ۴۶۳ ہجری میں فوت ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۱۸، ص: ۱۵۳۔ شذرات الذهب لابن العماد، ج ۳، ص: ۳۱۳۔)

❸ الاجابة للزرکشی، ص: ۳۱۔

❹ سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۲، ص: ۱٤۰۔

❺ البدایة و النهایة لابن کثیر، ج ۲، ص: ٤۳۱۔

روایات ہوتیں تو تاویل وتفسیر کے ذریعے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان کو ردّ کر دیتی تھیں۔''[1]

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحابہ و تابعین کی بہت بڑی تعداد نے زانوئے تلمذ طے کیا۔ لوگ عراق، شام اور جزیرۃ العرب کے بیشتر علاقوں سے ان کے پاس علوم قرآن وحدیث وغیرہ سیکھنے کے لیے آتے رہتے تھے۔ ان کے مشہور شاگردوں میں سے محمد ابن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے دونوں بیٹے قاسم اور عبداللہ جو دونوں ان کے بھتیجے بھی تھے اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے دونوں بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ اور عروہ رحمہ اللہ ہیں یہ دونوں ان کے بھانجے تھے اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے پوتے عباد بن حمزہ رحمہ اللہ ہیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے سیّدنا عمرو بن عاص، سیّدنا ابوموسیٰ اشعری، سیّدنا زید بن خالد جہنی، ابوہریرہ، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، ربیعہ بن عمرو جرشی، سائب بن یزید اور حارث بن عبداللہ بن نوفل وغیرہم رضی اللہ عنہم ہیں۔ کبار تابعین میں سے سعید بن مسیّب[2] اور عبداللہ بن عامر بن ربیعہ، علقمہ بن قیس[3]، عمرو بن میمون، مطرف بن عبداللہ بن شخیر، مسروق بن اجدع اور عطاء بن ابی رباح سمیت بے شمار تابعین رحمہم اللہ شامل ہیں۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بے شمار خواتین نے علوم حاصل کیے۔ مثلاً ان کی بھتیجی اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آزاد شدہ خادمہ بُهَيَّـه اور ان کی بھتیجی حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم، حسن بصری کی والدہ خیرہ رحمہا اللہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی پہلے خاوند ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے بیٹی زینب اور سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بیوی صفیہ بنت ابی عبید، عائشہ بنت طلحہ بن عبیداللہ، عمرہ بنت عبدالرحمٰن[4]، مسروق بن اجدع کی بیوی قَمِيْر، یوسف بن ماہک کی والدہ مُسیکہ مکیہ اور

---

[1] البداية و النهاية لابن كثير، ج ١١، ص: ٣٣٩۔

[2] یہ سعید بن مسیب بن حزن ابومحمد مخزومی مدنی رحمہ اللہ ہیں۔ امام، عالم، مدینہ منورہ کے فقہاء سبعہ میں سے ایک ہیں۔ انھیں سیّد التابعین کہا جاتا ہے۔ یہ علوم حدیث وفقہ میں مہارت کے ساتھ ساتھ زہد، عبادت اور ورع میں اپنی مثال آپ تھے۔ ۹۳ ہجری یا اس کے بعد فوت ہوئے۔ (سير اعلام النبلاء للذهبي، ج ٤، ص: ٢١٧۔ تهذيب التهذيب لابن حجر، ج ٢، ص: ٣٣٥۔)

[3] یہ علقمہ بن قیس بن عبداللہ رحمہ اللہ ہیں۔ ابوشبل کنیت ہے۔ کوفہ میں پیدا ہوئے اور وہیں تعلیم و تربیت حاصل کی۔ کوفہ کے فقیہ عالم اور قاری کے طور پر مشہور ہوئے۔ یہ اپنے وقت کے امام، حافظ اور مجتہد کبیر تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پیدا ہوئے۔ سیرت و کردار میں سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مشابہ تھے۔ جنگ صفین میں موجود تھے۔ خراسان میں جہاد کیا۔ ۶۰ ہجری یا ۷۰ ہجری کے بعد فوت ہوئے۔ (سير اعلام النبلاء للذهبي، ج ٤، ص: ٥٣۔ تهذيب التهذيب لابن حجر، ج ٤، ص: ١٧٤۔)

[4] یہ عمرہ بنت عبدالرحمٰن بن سعد انصاریہ رحمہا اللہ ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس علم فقہ میں مہارت حاصل کی اور ان کے ہاں پرورش پائی۔ اپنے عہد میں عالمہ، فقیہہ، حجت اور کثرت علم کی وجہ سے مشہور تھیں۔ ۹۸ ہجری یا ۱۰۶ ہجری میں فوت ہوئیں۔ (سير اعلام النبلاء، للذهبي، ج ٤، ص: ٥٠٧۔ تهذيب التهذيب لابن حجر، ج ٦، ص: ٦٠٦۔)

معاذہ عدویہ سمیت لاتعداد تابعی خواتین نے ان سے علم حاصل کیا۔ ❶

دوسرا نکتہ:...... علمی مقام و مرتبہ کے اسباب

متعدد عوامل کی بنیاد پر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو مذکورہ علمی مقام و مرتبہ تفویض ہوا، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱۔ ذہانت و فطانت، قوت حافظہ و مستحکم یادداشت:...... بلاشبہ اس دعویٰ کی دلیل کے لیے اتنا کہہ دینا کافی ہوگا کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار احادیث روایت کرتی ہیں۔ اس فضیلت کے پہلو بہ پہلو ان کو عربوں کے کثیر اشعار اور ضرب الامثال از بر تھیں جو وہ موقع کی مناسبت سے بطور شواہد پیش کرتی تھیں۔

۲۔ تعلیم و تربیت اور نگرانی:...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی نوعمری میں شادی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت و نگرانی میں بسر ہونے والا عرصہ (آٹھ سال اور پانچ ماہ تقریباً) اور اس عرصے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعلیم و تربیت کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔

۳۔ نزولِ وحی:...... ان کے کمرہ میں کثرت سے وحی کا نزول بھی ان کو علمی مقام و اعلیٰ مرتبہ دلانے کا ایک بنیادی سبب بنا حتیٰ کہ ان کے گھر کو ''وحی خانہ'' کا نام دے دیا گیا۔

۴۔ مسائل کے بارے میں کثرتِ سوال:...... بہت کم ایسے مواقع آئے کہ وہ کچھ سنیں اور اس کے بارے میں سوال نہ کریں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بات مشہور تھی کہ جس معاملہ کی حقیقت ان سے اوجھل ہوتی اس کی ٹوہ میں مسلسل رہتیں حتیٰ کہ اس معاملے کی تہ تک پہنچ جاتیں۔

چنانچہ ابن ابی ملیکہ ان کے بارے میں کہتے ہیں: وہ جس چیز کے بارے میں سنتیں جو انھیں معلوم نہ ہوتی اسے پہچاننے تک اس کے متعلق پوچھتی رہتیں، مثلاً:

(ا) جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَنْ حُوْسِبَ عُذِّبَ)) ''جس کا محاسبہ ہوگا اسے عذاب ہوگا۔''
سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فوراً عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا:
﴿فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝﴾ (الانشقاق: ۸)
''سو عنقریب اس سے حساب لیا جائے گا، نہایت آسان حساب۔''

---

❶ تهـذيـب الكمال للمزي، ج ۳۵، ص ۲۳۲، حديث نمبر: ۷۸۸۵۔ سير اعلام النبلا للذهبی، ج ۲، ص: ۱۳۵۔ تهذيب التهذيب لابن حجر، ج ۱۲، ص: ٤ ث ۳۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّمَا ذٰلِكَ الْعَرْضُ ، وَ لٰكِنْ مَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ يَهْلِكُ)) ❶

''یہ تو صرف حساب منعقد ہونے کی بات ہے جس کا محاسبہ ہوگا وہ ہلاک ہو جائے گا۔''

(۲) سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ عزوجل کے اس فرمان کے متعلق دریافت کیا:

﴿يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ﴾ (ابراهيم: ٤٨)

''جس دن یہ زمین اور زمین سے بدل دی جائے گی اور سب آسمان بھی۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا:

''اے اللہ کے رسول! اس دن لوگ کہاں ہوں گے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''وہ پل صراط پر ہوں گے۔'' ❷

(۳) سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! جاہلیت میں ابن جدعان صلہ رحمی کرتا اور مسکینوں کو کھانا کھلاتا تھا، تو کیا یہ افعال اسے نفع دیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَنْفَعُهُ اِنَّهُ لَمْ يَقُلْ يَوْمًا رَبِّ اغْفِرْلِيْ خَطِيْئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ)) ❸

''ان افعال کا اسے کوئی فائدہ نہیں ہوگا، کیونکہ اس وقت اس نے یہ نہیں کہا کہ اے میرے رب! تو قیامت کے دن میرے گناہ معاف فرمادے۔''

(۴) جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینے کے لیے ایلاء کیا یعنی قسم اٹھالی کہ آپ اپنی ازواج کے پاس ایک ماہ تک نہیں جائیں گے۔ تو جب انتیس راتیں گزریں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔ انہی سے ابتدا کی تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے تو ہمارے پاس ایک ماہ تک نہ آنے کی قسم اٹھائی تھی جب کہ آج انتیسویں رات ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مہینہ انتیس راتوں کا بھی ہوتا ہے۔'' وہ مہینہ واقعی انتیس راتوں کا تھا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پھر اللہ تعالیٰ نے آیت تخییر نازل فرمائی۔ ❹

---

❶ صحيح بخاری، حديث نمبر: ۱۰۳۔ صحيح مسلم، حديث نمبر: ۲۸۷٦۔

❷ صحيح مسلم، حديث نمبر: ۲۷۹۱۔ ❸ صحيح مسلم، حديث نمبر: ۲۱٤۔

❹ صحيح بخاری، حديث نمبر: ٥١٩١۔ صحيح مسلم، حديث نمبر: ۲٥۷۲۔

(۵) ایک آدمی نے نبی ﷺ کے پاس آنے کے لیے اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اسے اجازت دے دو۔ کتنا نامعقول آدمی (بیٹا یا بھائی) ہے۔ جب وہ اندر آ گیا تو آپ ﷺ اس کے ساتھ بڑی نرمی سے پیش آئے۔ (پھر جب وہ چلا گیا) تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (جب وہ آدمی باہر تھا تو) آپ ﷺ نے اس کے بارے میں جو کہا سو کہا۔ پھر آپ نے اس کے ساتھ بڑی نرمی کے ساتھ باتیں کیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَیْ عَائِشَةُ! اِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللّٰهِ مَنْ تَرَكَهُ -اَوْ وَدَعَهُ- النَّاسُ اِتِّقَاءَ فُحْشِهٖ)) [1]

''اے عائشہ! اللہ کے ہاں بدترین انسان وہ ہوگا جسے لوگوں نے اس کی بدگوئی سے بچنے کے لیے ترک کر دیا ہوگا۔''

(۶) اسی لیے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا انصاری عورتوں کی تعریف کرتی تھیں کہ وہ اپنے دینی معاملات کے متعلق کثرت سے پوچھتی ہیں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہا کرتی تھیں:

''سب سے اچھی عورتیں انصاری عورتیں ہیں دین کی فہم و تفقہ کے راستے میں ان کی حیا آڑے نہیں آتی۔'' [2]

(۷) سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اگرچہ انتہائی غیور تھیں اور ان میں عورتوں والی رقابت کا فطری جذبہ بھی تھا لیکن جونہی انھیں علم و تعلم کی فرصت ملتی وہ اپنی فطری رقابت کو ایک طرف رکھ کر علم و تعلم میں مشغول ہو جاتیں۔

چنانچہ عروہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''ایک رات رسول اللہ ﷺ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکلے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: مجھے آپ پر غیرت آ گئی، جب آپ ﷺ واپس آئے اور آپ نے دیکھا کہ میں کیا کر رہی ہوں، تو آپ ﷺ نے پوچھا: ''اے عائشہ! تمھیں کیا ہوا ہے؟ کیا تمھیں غیرت آ گئی ہے؟ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں نے کہا: کیا ہے کہ مجھ جیسی آپ جیسے پر غیرت نہ کرے؟

---

[1] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٦٠٥٤۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ٢٥٩١۔

[2] امام بخاری نے حدیث نمبر (۱۳۰) سے پہلے صیغۂ جزم کے ساتھ اس روایت کو معلق روایت کیا ہے۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ٣٣٢۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تمہارے پاس تمہارا شیطان آیا ہے؟'' سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے رسول اللہ! کیا میرے ساتھ شیطان ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جی ہاں!'' عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے پوچھا: کیا ہر انسان کے ساتھ شیطان ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں۔'' میں نے کہا: اور اے رسول اللہ! کیا آپ کے ساتھ بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں، (میرے ساتھ بھی ہے) لیکن میرے رب نے اس کے خلاف میری مدد کی ہے، چنانچہ وہ تابع ہو گیا۔'' یا فرمایا: ''میں اس سے محفوظ ہو گیا ہوں۔'' ❶

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نبی کریم ﷺ سے بار بار استفسارات سے امت مسلمہ کو جو فائدہ ہوا اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ جیسا کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے اس دوشیزہ کے بارے میں استفسار کیا، جس کے گھر والے اس کی شادی کرنا چاہتے ہوں، کیا اس سے مشورہ کیا جائے گا یا نہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''ہاں! اس سے مشورہ کیا جائے گا۔'' سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: وہ تو شرمائے گی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شرم سے اس کا خاموش رہنا ہی اس کی رضامندی ہے۔'' ❷

سوال کرنے سے علم میں اضافہ ہوتا ہے جب کہ شرمیلے پن میں علم کی بڑھوتری بہت کم ممکن ہے۔ جیسا کہ مجاہد رحمہ اللہ ❸ فرماتے ہیں: ''شرمیلا اور متکبر انسان علم حاصل نہیں کر سکتے۔''

اس خوبی کی وجہ سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بے شمار صحیح احادیث نبویہ کی راویہ ہیں جو اور کسی صحابہ کے پاس نہ تھیں کیونکہ بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی ہیبت و جلالت سے مرعوب رہتے اور سوال کرنے کی جرات نہ کرتے اور سیّدنا انس رضی اللہ عنہ کے بقول:

''صحابہ رضی اللہ عنہم پسند کرتے تھے کہ کوئی دیہاتی آئے جو سمجھ دار اور معاملہ فہم ہو اور وہ آپ ﷺ سے سوال پوچھے اور ہم آپ کے جوابات سنتے رہیں۔'' ❹

---

❶ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۸۱۵۔ عائشة ام المومنین افقه نساء الامة علی الاطلاق لفیصل اخفش، ص: ۲۳۰۔

❷ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٦٩٤٦۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱٤۲۰۔

❸ یہ مجاہد بن جبر ابو الحجاج قریشی بنو مخزوم کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ امام حدیث، شیخ القراء والمفسرین ہیں۔ ۱۰۱ ہجری کے لگ بھگ وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ٤، ص: ٤٤٩۔ تهذیب التهذیب لابن حجر، ج ٥، ص: ۳۷۳۔

❹ السیدة عائشة، ام المومنین و عالمة نساء العالمین لعبد الحمید طهماز، ص: ۱۷۔

دوسرا مبحث:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے منہج علمی کے قواعد وضوابط

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا واضح، مدلل علمی منہج کا اتباع کرتی تھیں۔ جس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

اوّل:...... کتاب وسنت میں وارد مسائل کی توثیق:

اس کی بہترین دلیل یہ ہے کہ جب ان کے سامنے ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول آیا کہ ''میں یہ پسند نہیں کرتا کہ احرام کی حالت میں، میں اس حال میں صبح کروں کہ خوشبو کی لپٹیں مجھ سے پھوٹ رہی ہوں۔ بلکہ مجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ اپنے جسم پر آک کا دودھ مل لوں۔'' تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کے وقت آپ کو خوشبو لگائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں میں چکر لگایا اور پھر آپ نے صبح احرام کی حالت میں کی۔''[1]

تو انھوں نے کہا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اتباع کی زیادہ حق دار ہے۔''[2]

مسروق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ٹیک لگائے ہوئے تھا تو انھوں نے فرمایا: اے ابو عائشہ! تین میں سے جس نے ایک بات بھی کی اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ بولا۔ میں نے کہا: وہ کیا ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

ا۔ ''جو شخص یہ کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا۔''

مسروق رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں ٹیک چھوڑ کر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور عرض کیا: اے سیّدہ عائشہ! آپ مجھے جلدی میں نہ ڈالیں، کچھ مہلت دیں، کیا اللہ عزوجل نے یہ نہیں فرمایا:

﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ﴾ (التکویر: ٢٣)

''اور بلاشبہ یقیناً اس (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس (جبریل) کو (آسمان کے) روشن کنارے پر

---

[1] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٢٧٠۔ صحیح مسلم: ١٩٩٢۔

[2] صحیح ابن خزیمۃ، حدیث نمبر: ٢٩٣٨۔

دیکھا ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ لَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى﴾ (النجم: ۱۳)

''حالانکہ بلاشبہ یقیناً اس نے اسے ایک اور بار اترتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس امت میں سے سب سے پہلے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات پوچھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یہ جبریل علیہ السلام تھے وہ جس صورت پر تخلیق ہوئے میں نے انھیں اس صورت میں صرف ان اوقات میں دیکھا۔ میں نے انھیں آسمان سے اترتے ہوئے دیکھا، جب کہ ان کی عظمت تخلیق کی وجہ سے آسمان اور زمین کا درمیان بھر گیا تھا۔''

پھر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا:

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَ هُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾ (الانعام: ۱۰۳)

''اسے نگاہیں نہیں پاتیں اور وہ سب نگاہوں کو پاتا ہے اور وہی نہایت باریک بین، سب خبر رکھنے والا ہے۔''

کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا:

﴿وَ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ﴾ (الشوریٰ: ۵۱)

''اور کسی بشر کے لیے ممکن نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وحی کے ذریعے سے، یا پردے کے پیچھے سے، یا یہ کہ وہ کوئی رسول بھیجے، پھر اپنے حکم کے ساتھ وحی کرے جو چاہے، بے شک وہ بے حد بلند، کمال حکمت والا ہے۔''

۲۔ ''جو یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب اللہ سے کچھ چھپا لیا، اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ﴾

(المائدۃ: ۶۷)

''اے رسول! پہنچا دے جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اور اگر

تو نے نہ کیا تو تو نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا۔‘‘

۳۔ اور سیّدہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جو شخص یہ کہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مستقبل کی خبریں دیتے ہیں، اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ بولا، حالانکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ (النمل: ٦٥)

’’کہہ دے اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے غیب نہیں جانتا۔‘‘

دوم:...... سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بلا علم بات نہیں کرتی تھیں:

شریح بن ہانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس موزوں پر مسح کا مسئلہ پوچھنے کے لیے آیا تو آپ نے فرمایا: تم ابن ابی طالب کے پاس چلے جاؤ اور ان سے پوچھ لو، کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کرتے تھے۔ ہم ان کے پاس گئے اور ان سے پوچھا تو سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے لیے تین دن اور تین راتیں اور مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات موزوں پر مسح کے لیے مقرر فرمائے۔‘‘ ❶

سوم:...... مسائل شریعت کے حل کے تین اُصول:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مسائل شریعت کے حل کے لیے تین اصولوں کو جمع کر کے ان کا ماحصل مسئلہ کی اساس بناتی تھیں: (۱) تمام دلائل نبویہ وقرآنیہ جمع کرتیں (۲) مقاصد شریعت کو سمجھتیں (۳) عربی زبان و ادب کا لحاظ کرتیں۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا احادیث کو یاد کرنے کے ساتھ ساتھ فقہ السنہ اور اجتہاد پر بھی اعتماد کرتی تھیں۔ اس کی مثال درج ذیل ہے:

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور کہا: اے امی جان! جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ❷ کہتے ہیں اگر کسی کو احتلام ہو جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے

---

❶ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۷۶۔

❷ یہ جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہما ہیں۔ ابوعبداللہ کنیت ہے۔ انصاری اور بنوخزرج سے جلیل القدر صحابی رسول ہیں۔ ’’عقبہ ثانیہ‘‘ میں شامل ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ۱۹ غزوات میں شریک ہوئے۔ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کثرت سے یاد رکھنے والے تھے۔ ۷۴ ہجری یا اس کے بعد وفات پائی۔ (الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۱، ص: ٦٥۔ الاصابة لابن حجر، ج ۱، ص: ٤٣٤۔)

فرمایا: جابر غلط کہتے ہیں۔ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا جَاوَزَ الْخِتَانُ الْخِتَانَ ، فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ)) ❶

''جب ختنہ ختنے میں غائب ہو جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔''

چہارم:...... اختلافی آداب سے واقفیت:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اختلافی آداب سے بھی خوب واقف تھیں اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ سے تربیت حاصل کی اور آپ ہی ان کے معلّم تھے۔ درجِ ذیل واقعہ پر غور کرنے سے درج بالا قاعدے کی دلیل واضح ہو جاتی ہے۔

عروہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''میں اور سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمرے کی دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے اور ہم ان کی مسواک کرنے کی آواز کو بخوبی سن رہے تھے۔''

راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! کیا نبی کریم ﷺ نے ماہِ رجب میں عمرہ کیا تھا؟ انھوں نے کہا: جی ہاں کیا تھا۔ چنانچہ میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہو کر کہا: اے امی جان! کیا آپ سن رہی ہیں جو ابوعبدالرحمٰن کہہ رہے ہیں؟ انھوں نے پوچھا: وہ کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا، وہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ماہِ رجب میں عمرہ کیا تھا۔ تب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ تعالیٰ ابوعبدالرحمٰن کی مغفرت کرے، مجھے عمر دینے والے کی قسم! آپ ﷺ نے ماہِ رجب میں عمرہ نہیں کیا اور آپ ﷺ نے جب بھی عمرہ کیا یہ آپ کے ساتھ ہوتے تھے۔ عروہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ سب سن رہے تھے لیکن انھوں نے کچھ نہیں کہا اور خاموش رہے۔'' ❷

پنجم:...... اسلوبِ تعلیم کی متانت:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اسلوب تعلیم خالصتاً علمی متانت سے معمور تھا۔ وہ ہمیشہ ٹھہر ٹھہر کر گفتگو کیا کرتی تھیں تاکہ اسے سمجھنے اور یاد کرنے میں آسانی رہے اور جو بھی جلدی جلدی گفتگو کرتا آپ رضی اللہ عنہا اسے ٹوکتے ہوئے فرماتیں:

''بلاشبہ رسول اللہ ﷺ ہرگز تمہاری طرح مسلسل گفتگو نہ کرتے تھے۔'' ❸

---

❶ اسے فسوی نے المعرفة و التاريخ، ج ۲، ص: ۳۷٤ میں روایت کیا ہے۔

❷ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۲۵۵۔

❸ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۵٦۸۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲٤۹۳۔

وہ صرف زبانی تعلیم پر اکتفا نہ کرتیں بلکہ اکثر اوقات عملی تعلیم کا سہارا بھی لیتیں۔ جیسے وضو اور غسل کی کیفیت کے بیان اور لوگوں کو دینی معاملات میں تعلیم دینے سے طبعی شرم و حیا ان کے آڑے نہ آتا۔ حتیٰ کہ مردوں کے لیے جو خاص معاملات ہوتے ان کو بھی وہ وضاحت کے ساتھ بیان کرنے سے نہ ہچکچاتیں۔ اسی وجہ سے روافض ان پر طعن و تشنیع بھی کرتے ہیں جس کا مکمل بیان اور مدلل رڈ کتاب میں آگے آ رہا ہے۔

تاہم حقیقت یہی ہے کہ یہ چیز ان کے لیے باعث جزا ہے باعث عتاب و ملامت نہیں۔ رضی اللہ عنہا و ارضاھا۔ (آمین)

تیسرا مبحث:

متعدد علوم میں دسترس کامل

پہلا نکتہ:......علوم عقائد پر دسترس

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے دلوں میں عقیدہ صحیحہ کو کس قدر راسخ کیا اور توحید کی دعوت دی، یہ بات کسی پر مخفی نہیں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان تمام ابواب میں وافر حصہ ملا۔ انھوں نے عقیدہ صحیحہ صاف شفاف منبع سے حاصل کیا، کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انتہائی قریب تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اقوال و اعمال جو اندرونِ خانہ آپ سے صادر ہوتے تھے وہی سب سے پہلے سنتی اور دیکھتی تھیں۔

جو مسئلہ بھی سیّدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سمجھ نہ آتا فوراً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کرتیں۔ ان کی ابتدائی پرورش ایک مسلمان گھرانے میں ہوئی تھی اور اسی وجہ سے جاہلیت کی گمراہیوں اور شرکیہ عقائد و نظریات میں سے کچھ بھی ان پر اثر انداز نہ ہوا۔

آپ ذرا غور کریں کس طرح انھوں نے اللہ عزوجل کے لیے سننے کی صفت کا اثبات کیا:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جبکہ ان کا دل نورِ ایمان سے لبریز تھا:

''تعریف اس اللہ کی جو تمام آوازوں کو سننے کی وسعت رکھتا ہے۔ خولہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے خاوند کی شکایت لے کر آئیں۔ ان کی گفتگو مجھ سے مخفی تھی۔ تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَ اللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ؕ﴾ (المجادلة: ۱)

''یقیناً اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو تجھ سے اپنے خاوند کے بارے میں جھگڑ رہی تھی اور اللہ کی طرف شکایت کر رہی تھی اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔'' [1]

---

[1] اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث نمبر: ۷۳۸۶ سے پہلے معلق نقل کیا اور مسند احمد، ج ٦، ص: ٤٦۔ سنن نسائی، حدیث نمبر: ٣٤٦٠۔ سنن ابن ماجه، حدیث نمبر: ١٨٨۔ ابن عساکر نے اسے معجم الشیوخ، ج ١، ص: ١٦٣ میں صحیح کہا اور ابن حجر رحمہ اللہ نے تغلیق التعلیق، ج ٥، ص: ٣٣٩ میں اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن نسائی، حدیث: ٣٤٦٠ میں اور الوادعی نے الصحیح المسند، حدیث نمبر: 1583 میں صحیح کہا ہے۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا عقیدے کے مسائل دلائل کے ساتھ ثابت کرتی تھیں۔ جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی نفی کرنا تھا۔ اسی طرح جب انھوں نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر کسی سے علم غیب کی نفی کی تو آیت قرآنی سے ثابت کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے رب کی رسالت کو مکمل طریقے سے پہنچانے کی بات کو انھوں نے فرمانِ الٰہی سے ثابت کیا۔ وہ فرماتی ہیں:

''تین میں سے جو ایک بات بھی کہے وہ اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ بولتا ہے......'' ❶

اسی طرح جب آپ رضی اللہ عنہا سے ''الکوثر'' کے متعلق دریافت کیا گیا، جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

﴿إِنَّآ أَعْطَيْنَٰكَ ٱلْكَوْثَرَ ۝١﴾ (الکوثر: ۱)

''بلاشبہ ہم نے تجھے کوثر عطا کی۔''

تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''یہ ایک دریا ہے جو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے۔ اس کے دونوں ساحلوں پر خالی موتی کے خیمے ہیں اور اس کا پانی پینے کے لیے ستاروں کی تعداد میں جام ہیں۔'' ❷

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے لیے جو فضائل و منزلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی معترف تھیں اور جب کوئی ان پر دشنام طرازی کرتا، یا ان کی شان میں کمی کرتا، وہ اس کا فوراً ردّ فرماتیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی ناموس کا ہمیشہ دفاع کرتیں۔

جب انھیں یہ اطلاع ملی کہ اہل عراق و مصر سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اور اہل شام سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتے ہیں اور خوارج دونوں (عثمان و علی رضی اللہ عنہما) کو گالیاں دیتے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''ان لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے لیے استغفار کریں لیکن وہ انھیں گالیاں دیتے ہیں۔'' ❸

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مجوزہ فضائل و محاسن کی معترف تھیں لیکن ان کی شان میں کبھی غلو نہ کرتیں۔ چنانچہ صحیحین میں حدیث موجود ہے کہ جب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ کیا سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی تھی؟ تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

---

❶ گزشتہ صفحات میں یہ روایت بالتفصیل گزر چکی ہے۔

❷ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٤٩٦٥۔ ❸ صحیح مسلم، حدیث: ٣٠٢٢۔

''نبی کریم ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے کوئی وصیت نہیں کی حالانکہ میں نے آپ ﷺ کو اپنے سینے سے لگایا ہوا تھا۔''

ایک روایت میں ہے:

''آپ ﷺ کا سر مبارک میری گود میں تھا۔ آپ ﷺ نے ایک مرتبان منگوایا اور اس وقت آپ کا جسم اطہر ڈھیلا ہو گیا تھا اور آپ ﷺ اس وقت میری گود میں تھے مجھے احساس تک نہ ہوا کہ آپ ﷺ فوت ہو گئے ہیں، تو پھر کب آپ ﷺ نے ان کے لیے وصیت کی۔'' ❶

دوسرا نکتہ:......علوم قرآن پر دسترس

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے زمانے کی عظیم مفسرۂ قرآن شمار ہوتی ہیں۔ اس عظیم مرتبے تک پہنچنے میں ان کی معاونت بچپن سے قرآن کریم کی سماعت نے کی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں:

''بے شک نبی ﷺ پر مکہ میں جب قرآن کا نزول ہوتا تھا تو میں اس وقت بہت چھوٹی اور ایک کھیلنے کودنے والی لڑکی تھی۔ اس وقت میں نے یہ آیت سنی تھی:

﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَىٰ وَأَمَرُّ ۝﴾ (القمر: ٤٦)

''بلکہ قیامت ان کے وعدے کا وقت ہے اور قیامت زیادہ بڑی مصیبت اور زیادہ کڑوی ہے۔''

جب آپ ﷺ پر ''سورۃ البقرۃ'' اور ''سورۃ النساء'' نازل ہوئیں تو میں آپ ﷺ کے پاس آ چکی تھی۔'' ❷

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی شادی اور آپ ﷺ کے ساتھ ان کی معاشی و سماجی پرورش نے قرآن کریم کے نزول کے دوران بکثرت ان کی موجودگی کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔ چنانچہ تقریباً وہ نو سال مہبطِ وحی کے قریب رہیں اور رسول اللہ ﷺ جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لحاف میں ہوتے تو بھی آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی رہتی لیکن جب آپ ﷺ اپنی کسی دوسری بیوی کے لحاف میں ہوتے تو آپ ﷺ پر وحی نازل نہ ہوتی۔ ❸

---

❶ انحنث: یعنی لٹک گیا۔ ڈھیلا ہو گیا۔ (النهاية في غريب الحديث۔ و الاثر لابن الاثير، ج ٢، ص: ٨٢۔

❷ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

❸ اس کی تخریج آگے آ رہی ہے۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں متعدد آیات قرآنیہ نازل ہوئی ہیں جیسے کہ واقعۂ افک کے ضمن میں نازل ہونے والی آیات اور تیمّم کی وضاحت میں نازل ہونے والی آیت مبارکہ وغیرھا۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے نزول کے وقت اور جبریل علیہ السلام کو آپ تک وحی لاتے ہوئے بکثرت مشاہدہ کیا تھا۔ چنانچہ وحی کے نزول کے دوران میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت یوں بیان کرتی ہیں:

''میں نے سخت سرد دِن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتے ہوئے دیکھی، جب فرشتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہوتا[1] تو آپ کی پیشانی پسینے میں شرابور[2] ہوتی۔''[3]

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا واقعات نبویہ کے حفظ پر ہی اکتفا نہیں کرتی تھیں بلکہ جونہی کوئی چیز انھیں مشکل یا مبہم دکھائی دیتی تو فوراً بلا جھجک اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کرتیں تا کہ وہ قرآنی آیات کا صحیح مفہوم سمجھ لیں۔

چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق پوچھا:

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ﴾ (المومنون: ٦٠)

''اور وہ کہ انھوں نے جو کچھ دیا اس حال میں دیتے ہیں کہ ان کے دل ڈرنے والے ہوتے ہیں۔''

''کیا یہ ان لوگوں کے بارے میں ہے جو شرابی اور چور ہیں؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے صدیق کی بیٹی! ایسا نہیں۔ بلکہ یہ ان لوگوں کے بارے میں ہے جو روزے رکھتے ہیں، نماز ادا کرتے ہیں اور صدقہ خیرات کرتے ہیں اور وہ اس بات سے بھی ڈرتے ہیں کہ ان کی یہ عبادات کہیں ردّ نہ ہو جائیں۔ انھیں کے بارے میں اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ۝﴾ (المومنون: ٦١)

---

[1] فيفصم عنه: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وحی منقطع ہوتی۔ (غريب الحديث لابن الجوزی، ج ٢، ص: ١٩٦۔ النهاية فی غريب الحديث و الاثر لابن الاثر، ج ٣، ص: ٤٥٢۔)

[2] ليتفصد عرقا: یعنی بہتا تھا اور پسینہ پھوٹ رہا ہوتا۔ (تهذيب اللغة للازهری، ج ١٢، ص: ١٠٤۔ مشارق الانوار للقاضی عياض، ج ٢، ص: ١٦٠۔)

[3] صحيح بخاری، حديث نمبر: ٢۔ صحيح مسلم، حديث نمبر: ٢٣٣٣۔

''یہ لوگ ہیں جو نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور یہی ان کی طرف آگے نکلنے والے ہیں۔'' ❶

جب وحی کے متعلق انھیں کوئی مشکل پیش آتی اور کوئی چیز ان کی سمجھ میں نہ آتی تو وہ فوراً نبی ﷺ سے سوال کرتیں تاکہ اس آیت کے متعلق ان کا اشکال ختم ہو جاتا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس خوبی نے انھیں علوم قرآن، اسبابِ نزول، موضوعات قرآن اور اس کے مقاصد کی معرفتِ تامہ عطا کی۔ ❷

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں:

''میں نے رسول اللہ ﷺ کی سنتوں، اسباب نزول الآیات اور میراث کے متعلق سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ فقہ والا یا اگر کسی کی رائے احتجاج کے قابل ہو تو ان سے بڑھ کر کوئی نہیں دیکھا۔'' ❸

اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہر چھوٹی بڑی دینی مشکل میں سب سے پہلے کتاب اللہ کی طرف رجوع کرتی تھیں۔ اسی طرح کسی تفسیری مسئلہ کو حل کرنے کے لیے یا اس ضمن میں اس کے متعلق کیے گئے ان سے کسی سوال کے جواب کے لیے قرآن کریم ہی تمام امور میں ان کا پہلا مرجع ہوتا تھا۔ وہ صرف مسائل عقیدہ، فقہ اور احکام شرعیہ میں ہی قرآن کی طرف رجوع نہیں کرتی تھیں بلکہ زندگی کے تمام امور میں ان کا مرجع قرآن کریم ہی ہوتا تھا۔ جیسا کہ نبی ﷺ کی سیرت و اخلاق اور آپ کے حسن سلوک کو بیان کرتے ہوئے انھوں نے سائل کے جواب میں بیان فرمایا۔

اسی طرح تاریخی واقعات اور حوادث میں ان کا یہی اسلوب تھا۔ ایک بار کچھ لوگ آپ کے پاس آئے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں ان سے پوچھا تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

---

❶ سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۳۱۵۷۔ مسند احمد، ج ٦، ص ۲۰۵، حدیث نمبر: ۲۵۷٤٦۔ مستدرك حاكم، ج ۲، ص: ٤۲۷۔ شعب الایمان للبیهقی، ج ۱، ص ٤۷۷، حدیث نمبر: ۷٦۲۔ امام حاکم رحمہ اللہ کہتے ہیں اس کی اسناد صحیح ہیں اور شیخین نے اسے روایت نہیں کیا۔ ابن العربی نے اسے عارضة الاحوذی، ج ٦، ص: ۲۵۸ میں اور البانی نے صحیح سنن ترمذی میں اسے صحیح کہا ہے۔

❷ تفسیر ام المومنین عائشه لعبد الله ابو سعود بدر، ص: ۱۱۳۔ السیدة عائشة و توثیقها للسنة لجیهان رفعت فوزی، ص: ٤٦-٤۸۔ السیدة عائشة ام المومنین و عالمة نساء الاسلام لعبد الحمید طهماز، ص: ۱۸۲۔ موسوعة فقه عائشة ام المومنین و حیاتها و فقهها لسعید فائز الدخیل، ص: ۸۳۔

❸ الطبقات الکبری، ج ۱، ص: ۳۷۵۔

''کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا اخلاق قرآن سے ماخوذ ومزین تھا۔''

سائل نے کہا:

آپ مجھے نبی کریم ﷺ کے قیام اللیل کے بارے میں بتائیں۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''کیا تم ''سورۂ مزمل'' کی تلاوت نہیں کرتے؟'' ❶

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مکی اور مدنی سورتوں کے درمیان اساسی فروق اور موضوعات بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ مکی سورتیں عقائدی اصول کا اہتمام کرتی ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ مدنی سورتیں احکام شریعت اور حلت وحرمت کی تفاصیل کو خصوصی طور پر بیان کرتی ہیں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''سب سے پہلے قرآن کی جو سورتیں نازل ہوئیں انھیں مفصل یعنی مختصر آیات والی سورتیں کہتے ہیں ان میں جنت و دوزخ کا تذکرہ ہوتا ہے۔ پھر جب لوگ اسلام پر پختہ ہو گئے تو حلال وحرام کے متعلق سورتیں نازل ہونا شروع ہوئیں اور اگر ابتداء میں ہی یہ نازل ہوتا کہ تم شراب نہ پیو تو لوگ ضرور کہتے کہ ہم کبھی بھی شراب نہیں چھوڑیں گے اور اگر نازل ہوتا تم زنا نہ کرو تو وہ ضرور کہتے: ہم کبھی بھی زنا نہیں چھوڑیں گے اور جب مکہ میں نبی کریم ﷺ پر قرآن نازل ہو رہا تھا اس وقت میں کھیلنے کودنے والی لڑکی تھی۔ آپ ﷺ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ﴾ (القمر: ٤٦)

''بلکہ قیامت ان کے وعدے کا وقت ہے اور قیامت زیادہ بڑی مصیبت اور زیادہ کڑوی ہے۔''

''سورۂ بقرۃ'' اور ''سورۂ نساء'' آپ ﷺ پر تب نازل ہوئیں جب مجھے آپ کی صحبت میسر آ چکی تھی۔ ❷

''سورہ بقرۃ'' اور ''سورہ نساء'' جن کے بارے میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''وہ دونوں مدینہ میں نازل ہوئیں۔ ان دونوں سورتوں میں یہود کے ساتھ مناظرے کے اصول بتائے گئے ہیں، کیونکہ وہ مدینہ میں رہتے تھے اور چونکہ مدینہ میں اسلامی دعوت مکمل

---

❶ سیرة السیدة عائشة للندوی، ص: ۲۳۲۔ ❷ اس روایت کی تخریج گزر چکی ہے۔

ہونے والی تھی، اس لیے احکام شریعت کا نزول شروع ہو گیا اور آیات طویل ہوتی گئیں اور ان دونوں سورتوں میں احکام وقوانین کا اسلوب اپنایا گیا ہے۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''بلاشبہ سورۃ القمر مکہ میں نازل ہوئی اور اس سورت میں قیامت کا تذکرہ ہے۔ کیونکہ ابتدائے اسلام کی بات ہے اور اس میں مشرکوں کا انکار کیا گیا ہے اور ان کے نظریات کا ردّ کیا گیا ہے۔ کیونکہ وہاں اسلام کا رُخ صرف مشرکین کی طرف تھا اور اسی بنا پر مکہ میں چھوٹی آیات کا اسلوب اختیار کیا گیا۔ کیونکہ انداز بیان میں اس کی گہری تاثیر ہوتی ہے۔''[1]

ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا منہج تفسیر

ا۔ قرآن کریم کے ساتھ قرآن کریم کی تفسیر:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے قرآن کی تفسیر قرآن سے کرنے کو ترجیح دیتی تھیں اور تفسیر کا یہ طریقہ سب سے زیادہ صحیح ہے، چنانچہ سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی تفسیر قرآن سے کی اور یہ حقیقت بلاشک وشبہ واضح ہے کہ قرآن میں ایک بات ایک مقام پر اگر مجمل ہے تو وہی بات دوسرے مقام پر مفصل ہوتی ہے۔ عروہ رحمہ اللہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مفہوم پوچھا:

﴿وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ﴾ (النساء: ٣)

''اور اگر تم ڈرو کہ یتیموں کے حق میں انصاف نہیں کرو گے تو (اور) عورتوں میں سے جو تمھیں پسند ہوں ان سے نکاح کر لو، دو دو سے اور تین تین سے اور چار چار سے۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''اے میرے بھانجے! یہ اس یتیم لڑکی کے متعلق ہے جو اپنے سرپرست کے پاس پرورش پا رہی ہو، وہ لڑکی اپنے سرپرست کے مال میں اس کی شریک ہوتی ہے چنانچہ اگر سرپرست اس یتیم لڑکی کے مال پر ریجھ جائے اور اس کی خوبصورتی اس کا دل موہ لے اور اس کا سرپرست

---

[1] سیرۃ السیدۃ عائشۃ للندوی، ص: ۲۹۰۔

چاہے کہ وہ اس یتیم لڑکی کو مہر دیئے بغیر اس سے شادی کر لے اور اسے صرف اتنا نان ونفقہ دے جتنا نان ونفقہ دوسرا مرد اسے دینا چاہے تو اس آیت میں ایسے سرپرست کو اس کی زیر تربیت یتیم لڑکی سے بغیر انصاف کے شادی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ بلکہ اگر وہ اس سے شادی کرنا چاہے تو اعلیٰ مہر اسے عطا کرے اور اس کے ساتھ شادی کرے، نیز سرپرستوں کو حکم دیا گیا ہے کہ ان کی زیر کفالت یتیم لڑکیوں کے علاوہ اگر وہ کسی سے شادی کرنا چاہیں تو جو ان کے دل کو اچھی لگیں وہ ان سے شادی کر لیں۔''

بقول عروہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مزید فرمایا:

''پھر لوگوں نے درج بالا آیت کے نزول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کے متعلق پوچھا تو اللہ عزوجل نے یہ فرمان نازل کیا:

﴿وَ يَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ وَ مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَ تَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ﴾

(النساء: ۱۲۷)

''اور وہ تجھ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں، کہہ دے اللہ تمھیں ان کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے اور جو کچھ تم پر کتاب میں پڑھا جاتا ہے وہ ان یتیم عورتوں کے بارے میں ہے جنھیں تم وہ نہیں دیتے جو ان کے لیے فرض کیا گیا ہے اور رغبت رکھتے ہو کہ ان سے نکاح کر لو۔''

وہ فرماتی ہیں:

''جس حکم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کتاب میں تمہارے اوپر اس کی تلاوت کی جاتی ہے اس سے مراد پہلی آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ﴾

(النساء: ۳)

''اور اگر تم ڈرو کہ یتیم لڑکیوں کے حق میں انصاف نہیں کرو گے تو (اور) عورتوں میں سے جو تمھیں پسند ہوں ان سے نکاح کر لو۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اور جو اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں فرمایا:

﴿وَ تَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ﴾ (النساء: ۱۲۷)

''اور تم رغبت رکھتے ہو کہ ان سے نکاح کر لو۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو یتیم لڑکی تمہاری پرورش میں ہو، اس کے پاس مال تھوڑا ہے اور حسن و جمال بھی نہیں رکھتی اس سے تو تم نفرت رکھتے ہو، اس لیے کہ جس یتیم لڑکی کے مال و جمال کی وجہ سے تمہیں رغبت ہو، اس سے بھی نکاح نہ کرو مگر اس صورت میں جب انصاف کے ساتھ ان کا پورا پورا مہر دینے کا ارادہ رکھتے ہو۔''[1]

۲۔ حدیث کے ساتھ قرآن کی تفسیر:

حدیث قرآن کی وضاحت اور تشریح کرتی ہے۔ اس لیے سنت کے ساتھ قرآن کی تفسیر کی اہمیت ظاہر ہوئی اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس ضمن میں وافر حصہ ملا تھا۔ چونکہ وہ کثرت سے سنت نبویہ روایت کرتی ہیں، اس لیے وہ قرآن کے جن مقامات کو ابتدا میں سمجھ نہ سکتی تھیں ان کے متعلق وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فوراً سوال کرتی تھی۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝﴾ (النجم: ۱۳)

''حالانکہ بلاشبہ یقیناً اس نے اسے ایک اور بار اترتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔''

جب ان سے اس کی تفسیر کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''اس امت میں سے میں نے ہی سب سے پہلے اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ جبریل امین تھے میں نے انھیں اس صورت میں کبھی نہیں دیکھا جس پر انھیں تخلیق کیا گیا ہے، سوائے ان دو مواقع کے کہ میں نے انھیں آسمان سے نازل ہوتے ہوئے اس طرح دیکھا کہ ان کی عظیم تخلیق نے زمین و آسمان کے درمیان خلا کو پُر کر رکھا تھا۔''[2]

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر بھی اس کی مثال ہے:

﴿ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝﴾ (الفلق: ٤)

''اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ چھا جائے۔''

چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات چاند کو طلوع ہوتے ہوئے دیکھ کر فرمایا:

---

[1] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲٤۹٤۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۰۱۸۔

[2] اس کی تخریج پیچھے گزر چکی ہے۔

''اے عائشہ! تو اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کر کیونکہ یہی ((اَلْغَاسِقِ اِذَا وَقَبَ))''۔ ❶

اسی طرح سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں سوال ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ﴾ (المومنون : ٦٠)

''اور وہ کہ انھوں نے جو کچھ دیا اس حال میں دیتے ہیں کہ ان کے دل ڈرنے والے ہوتے ہیں۔'' ❷

ان کا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق سوال:

﴿فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا﴾ (الانشقاق : ٨)

''سو عنقریب اس سے حساب لیا جائے گا، نہایت آسان حساب۔''

۳۔ تفسیر قرآن کی معرفت کے لیے اسباب نزول سے استفادہ:

قرآن مجید کی تفسیر سمجھنے میں اسباب نزول کی معرفت کا بہت اہم کردار ہے۔ اس سے مشکل مفاہیم و معانی جلد سمجھ آ جاتے ہیں اور بعض آیات میں جو اشکالات درپیش آتے ہیں انھیں حل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اسباب نزول کی وسیع معرفت حاصل تھی اور کیوں نہ ہوتی وہ تو نزول وحی کی شاہد تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اسباب نزول کی معرفت کے لیے سوال کرتی رہتیں بلکہ متعدد آیات اسی سبب سے نازل ہوئیں۔

میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق پوچھا:

﴿اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ﴾ (البقرة: ١٥٨)

''بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، تو جو کوئی اس گھر کا حج کرے، یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ دونوں کا خوب طواف کرے اور جو کوئی خوشی سے کوئی نیکی

---

❶ سنن ترمذی، حدیث نمبر: ٣٣٦٦۔ مسند احمد، ج ٦، ص ٢١٥، حدیث نمبر: ٢٥٨٤٤۔ سنن کبری للنسائی، ج ٦، ص ٨٣، حدیث نمبر: ١٠١٣٧۔ مسند طیالسی، ص: ٢٠٨۔ تفسیر ابی یعلی، ج ٧، ص ٤١٧، حدیث نمبر: ٤٤٤٠۔ مستدرك حاکم، ج ٢، ص: ٥٨٩۔ امام ترمذی اور علامہ البانی رحمہما اللہ نے صحیح سنن ترمذی، حدیث نمبر: ٣٣٦٦ میں اسے حسن صحیح کہا ہے اور امام نووی رحمہ اللہ نے اسے المنثورات، حدیث نمبر: ٢٩٢ میں ضعیف کہا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے الفتوحات الربانیة، ج ٤، ص: ٣٣٤ میں کہا ہے کہ یہ حسن غریب ہے۔ علامہ زرقانی رحمہ اللہ نے مختصر المقاصد، ص: ٩٣ میں اسے صحیح کہا۔ امام ترمذی رحمہ اللہ کے قول کی تائید کی اور امام نووی رحمہ اللہ کے قول کی مخالفت کی اور الوادعی رحمہ اللہ نے الصحیح المسند، حدیث نمبر: ١٦٣٤ میں اسے حسن کہا ہے۔

❷ اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔

کرے تو بے شک اللہ قدر دان ہے، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

میں نے کہا: اللہ کی قسم! اگر کوئی شخص ان دونوں کے درمیان طواف نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ اس پر آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''اے میرے بھانجے! تم نے نامعقول بات کی ہے۔ کیونکہ یہ آیت انصار کی شان میں نازل ہوئی۔ اسلام لانے سے پہلے وہ ''مناۃ'' (بت) سے احرام باندھتے اور وہاں سے ہی تلبیہ شروع کرتے اور مقام ''مشلل'' ❶ پر اس کی پوجا کرتے اور جو وہاں سے احرام باندھتا تو وہ صفا و مروہ کے درمیان طواف کرنے کو گناہ سمجھتا تھا لیکن جب وہ اسلام لے آئے تو انھوں نے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔'' ❷

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا﴾ (النساء: ۱۲۸)

''اور اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے کسی قسم کی زیادتی یا بے رخی سے ڈرے۔''

یہ اس عورت کے بارے میں ہے جو کسی مرد کے پاس ہو تو اس کا خاوند اس سے بے رغبت ہو اور وہ اسے طلاق دینا چاہتا ہو تاکہ کسی دوسری عورت سے شادی کر لے۔ چنانچہ وہ عورت کہے: تو مجھے اپنے پاس رکھ لے اور مجھے طلاق نہ دے، پھر کسی اور سے شادی کر لے تو تیرے لیے جائز ہے کہ مجھے نان و نفقہ نہ دے اور میرے لیے باری بھی مقرر نہ کر۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمان نازل کیا:

﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا ❸ بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۭ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۭ﴾ (النساء: ۱۲۸)

''تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ آپس میں کسی طرح کی صلح کر لیں اور صلح بہتر ہے۔'' ❹

اس واقعہ کی تفصیل دوسری روایت میں موجود ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عروہ رحمہ اللہ سے فرمایا:

''اے میرے بھانجے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باری میں ہمیں ایک دوسرے پر ترجیح نہ دیتے اور تقریباً ہر روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب کے پاس ضرور آتے اور ہر بیوی کے پاس رہتے (البتہ) ہمبستری نہ کرتے حتیٰ کہ اس کی باری آ جاتی تو وہ اس کے پاس رات گزارتے اور جب

❶ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک بستی تھی۔ (النھایۃ فی غریب الحدیث۔ و الاثر لابن الاثیر، ج ٤، ص: ۳۳٤۔)

❷ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۱٦٤۳۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۲۷۷۔

❸ حجۃ القراءات لابن زنجلۃ، ص: ۲۱٤۔ ایک قراءت میں ''یُصَالِحَا'' بھی پڑھا گیا ہے۔

❹ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۵۲۰٦۔ متن بخاری کا ہے۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۰۲۱۔

سیّدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا بوڑھی ہوگئیں اور انھیں اندیشہ ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں جدا کر دیں گے تو انھوں نے کہا: اے رسول اللہ! میری باری سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دیجیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ پیشکش قبول کر لی۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ہم کہتے تھے یہ آیت سیّدہ سودہ رضی اللہ عنہا اور ان جیسے معاملے والی عورتوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ بقول راوی شاید عروہ نے یہ کہا۔

﴿وَ اِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا﴾ (النساء: ۱۲۸)

اور اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے کسی قسم کی بے رخی سے ڈرے۔''❶

۴۔ لغوی تفسیر:

قرآن کریم بلیغ عربی زبان میں نازل ہوا اور اس کی تفسیر کے اسالیب میں عربوں کے کلام کی معرفت کا اسلوب بھی ہے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو تفسیر کے میدان میں بھی عبور حاصل تھا۔ چونکہ وہ لغت اور ادب عربی کے شعر و نثر میں رسوخ رکھتی تھیں۔ نیز ان کی بلاغت و فصاحت بھی معروف ہے۔ جیسا کہ اس واقعہ سے عیاں ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿وَ الْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ﴾ (البقرۃ: ۲۲۸)

''اور وہ عورتیں جنھیں طلاق دی گئی ہے اپنے آپ کو تین حیض تک انتظار میں رکھیں۔''

میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ''قروء'' کی تفسیر ''طہر'' سے کی اور قروء کا معنی حیض نہیں کیا،❷ اگر چہ لفظ

---

❶ سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۲۱۳۵۔ مسند احمد، ج ٦، ص ۱۰۷، حدیث نمبر: ۲٤۸۰۹۔ اختصار کے ساتھ۔ امام طبرانی رحمہ اللہ نے اسے ج ٢٤، ص: ۳۱ میں روایت کیا ہے اور مستدرک حاکم ج ٢، ص: ۲۰۳ اور بیہقی، ج ۷، ص ۷٤، حدیث نمبر ۱۳۸۱٦۔ محمد بن عبدالہادی نے المحرر، حدیث نمبر: ۳٦۸ میں اس کی سند کو جید کہا اور محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے ''الحدیث، ج ٤، ص: ۱٥۰'' میں اسے روایت کیا۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ارشاد الفقیہ، ج ٢، ص: ۱۸۷ میں لکھا اس کی سند صحیح حسن ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری، ج ۹، ص: ۲۲۳ میں لکھا اور اس کے موصول ہونے میں ابن سعد نے ان کی متابعت کی ہے۔ سعید بن منصور نے اسے مرسل روایت کیا اور انھوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ نہیں کیا۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۲۱۳٥ میں اسے حسن صحیح لکھا اور امام وادعی رحمہ اللہ نے الصحیح المسند، حدیث نمبر ۱٦۲۹ میں اسے حسن کہا ہے۔

❷ موطا مالك، ج ٤، ص: ۸۳۰۔ شرح معانی الآثار، ج ۳، ص: ٤١۔ سنن دار قطنی، ج ۱، ص: ۲۱٤۔ سنن کبری بیہقی، ج ۷، ص ٤۱٥، حدیث: ۱٥۷۷۹۔ ابن عبدالبر نے (التمہید، ج ۱٥، ص: ۹٥) پر اس کی سند کو صحیح کہا اور ابن حجر نے (بلوغ المرام، حدیث: ۳۳٤) میں اسے صحیح کہا ہے۔

''قروء'' اضداد میں سے ہے اور اس سے طہر اور حیض دونوں مراد لیے جاتے ہیں۔ [1]

۵۔ اجتہادی تفسیر:

ا۔ تفسیر کرتے ہوئے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اجتہاد سے بھی کام لیتی تھیں جیسا کہ آپ نے "الخمر" کی تفسیر ہر نشہ آور اشیاء سے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝﴾ (المائدۃ: ۹۰)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور شرک کے لیے نصب کردہ چیزیں اور فال کے تیر سراسر گندے ہیں، شیطان کے کام سے ہیں، سو اس سے بچو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''ہر نشہ آور چیز حرام ہے'' [2] اور ہر وہ مشروب جس کا انجام شراب کی طرح ہو وہ شراب کی مثل حرام اور آپ اس کی یہ علت بیان کرتی ہیں:

''کیونکہ اللہ تعالیٰ نے "الخمر" کے نام کی وجہ سے اسے حرام نہیں کیا بلکہ اسے اس کے انجام کی وجہ سے حرام کیا ہے۔'' [3]

۲۔ اسی طرح وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان:

﴿مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝﴾ (اللھب: ۲)

''نہ اس کے کام اس کا مال آیا اور نہ جو کچھ اس نے کمایا۔''

اس آیت میں "وَمَا کَسَبَ" کی تفسیر ''اولاد'' سے کرتی ہیں۔ چونکہ مصنف عبدالرزاق، ج ۹، ص: ۱۳۰ میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝﴾ (اللھب: ۲) کی تفسیر میں فرمایا: ''اس کی اولاد اس کی کمائی ہی ہے۔''

۳۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

---

[1] مرویات ام المومنین عائشة فی تفسیر لسعود بن عبداللہ الفنسیان، ص: ۹۹-۱۰۱۔ اور تفسیر ام المومنین عائشة لعبداللہ ابی السعود بدر، ص: ۱۰۷۔

[2] مصنف ابن ابی شیبة، ج ۷، ص ۴۷۳، حدیث: ۱۸۸۳۶۔

[3] سنن دارقطنی، ج ۴، ص: ۲۵۶ و "السیدة عائشة و توثیقها للسنة" لجیهان رفعت فوزی، ص: ۵۱۔ تفسیر ام المومنین عائشة، ص: ۱۱۵ لعبداللہ ابو سعود بدر۔

﴿وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً﴾ (النساء: ٤)

''اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے دو۔''

اس فرمان کی تفسیر میں فرمایا: "نحلة" کا معنی "واجبة" ہے، یعنی عورتوں کے مہر کی ادائیگی تم پر واجب ہے۔

تیسرا نکتہ:...... سنن نبویہ کے متعلق سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم

ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا سنت نبویہ کی روایت میں نہایت اہم کردار ہے۔ بلکہ وہ اکثر طور پر صحیح سنت کی توثیق بھی کرتی ہیں اور آپ اس میدان میں راہبر و قائدانہ صلاحیتوں سے متصف تھیں۔ چونکہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتہائی قریب تھیں، اپنے شرف زوجیت کے سبب آپ کا بہت زیادہ وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گزرتا۔ جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ کچھ سن لیتیں جو دوسرے نہیں سن سکتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال و کیفیات سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جس طرح باخبر تھیں کوئی دوسرا نہ تھا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت استفسار کرتیں اور آپ سے مسائل و معاملات کا فہم حاصل کرتیں۔ جو بات انھیں سمجھ نہ آتی وہ ضرور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھ کر اپنی معلومات مکمل کرتی تھیں۔ اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے متعلق وہ روایات جو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہیں دیگر صحابہ کی مرویات سے علیحدہ امتیاز اور پہچان رکھتی ہیں۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت قریب رہ کر سنتی تھیں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تربیت پائی اور اپنا قیمتی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر نگرانی گزارا۔ [1]

چنانچہ محمود بن لبید رحمہ اللہ سے روایت ہے ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات احادیث بکثرت یاد کر لیتیں اور سیّدہ عائشہ اور سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہما اس میدان میں بے مثال ہیں۔'' [2]

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو احادیث روایت کیں ان کی تعداد ۲۲۱۰ ہے، جن میں ۱۷۴ روایات پر شیخین (بخاری و مسلم رحمہما اللہ) متفق ہیں۔ ۵۴ روایات میں امام بخاری رحمہ اللہ منفرد ہیں اور بقیہ مرویات صحاح ستہ، سنن، معاجم اور مسانید وغیرہ میں موجود ہیں۔

امام ابن حزم رحمہ اللہ [3] نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بکثرت روایت کرنے والوں کے چوتھے مرتبہ میں شمار

---

[1] السيدة عائشة و توثيقها للسنة لجيهان رفعت فوزی، ص: ۳-٤۔ مفہوم ادا کیا گیا۔

[2] اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

[3] ابن حزم: علی بن احمد بن سعید ابو محمد اندلسی رحمہ اللہ ہیں۔ اپنے وقت کے بحر ذخار، متعدد علوم وفنون کے ماہر و حاذق، فقہ ظاہریہ کے علمبردار، حافظ حدیث ہیں۔ ۳۸۴ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ان کی مشہور تصنیفات میں سے "المحلی" اور "مراتب الاجماع" ہیں۔ ۴۵۶ میں فوت ہوئے۔ سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۱۸، ص: ١٨٤۔ شذرات الذهب لابن العماد، ج ۳، ص: ۲۹۹۔

کیا ہے۔ ❶

امام سیوطی رحمہ اللہ ❷ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بکثرت روایت کرنے والے سات صحابہ میں شمار کیا۔

امام سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی یہ رائے ان اشعار میں واضح کی:

وَ الْمُكْثِرُوْنَ فِیْ رِوَايَةِ الْاَثَرِ　　اَبُوْ هُرَيْرَةَ يَلِيْهِ ابْنُ عُمَرَ

وَ اَنَسٌ وَ الْبَحْرُ كَالْخُدْرِیِّ　　وَ جَابِرٌ وَ زَوْجَةُ النَّبِیِّ ﷺ

''حدیث کو کثرت سے روایت کرنے والوں میں سیّدنا ابوہریرہ، ابن عمر اور انس ہیں جب کہ ابوسعید خدری، جابر اور زوجہ رسول اللہ ﷺ (سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) سمندر ہیں۔'' ❸

حافظ ابوحفص میانشی رحمہ اللہ ❹ نے اپنی کتاب "ایضاح ما لا یسع المحدث جهله" میں لکھا ہے:

''صحیحین میں احکام پر مشتمل بارہ سو احادیث مروی ہیں جن میں سے عائشہ رضی اللہ عنہا کی دونوں کتابوں کی مرویات تقریباً تین سو ہیں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا احکام میں بہت کم روایت کرتی ہیں۔'' ❺

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

''ہم نے اپنی سند کے ذریعے بقی بن مخلد رحمہ اللہ ❶ سے روایت کی کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) احادیث روایت کیں اور جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی ہزاروں

---

❶ مرویات ام المومنین عائشة فی التفسیر، ص: ۹-۱۰۔ لسعود بن عبداللّٰہ فنیسان۔ سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۲، ص: ۱۳۹۔

❷ یہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر بن محمد ابوالفضل السیوطی الشافعی رحمہ اللہ ہیں۔ ۸۴۹ ہجری میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ شیخونیہ میں تعلیم حاصل کی۔ جب چالیس سال کی عمر کو پہنچے تو اپنے آپ کو انھوں نے عبادت اور تصنیف و تالیف کے لیے وقف کر دیا۔ چنانچہ انھوں نے اپنے پیچھے کم و بیش ۶۰۰ تصنیفات چھوڑیں۔ ان کی مشہور تصنیفات "الاشباه و النظائر" اور "تدریب الراوی" ہیں۔ ۹۱۱ ہجری میں فوت ہوئے۔ (شذرات الذهب لابن العماد، ج ۸، ص: ۵۰۔ الاعلام للزرکلی، ج ۳، ص: ۳۰۱۔)

❸ الفیة السیوطی فی علم الحدیث، ص: ۱۰۸۔

❹ یہ عمر بن عبدالمجید بن عمر ابوحفص میانشی رحمہ اللہ ہیں۔ مکہ کے قاضی اور وہاں کے بڑے شیخ اور خطیب تھے۔ عالم، زاہد اور ثقہ تھے۔ بے شمار لوگوں نے ان سے علم حاصل کیا۔ ان کی مشہور تصنیفات "ما لا یسع المحدث جهله" اور "الاختیار فی الملح و الاخبار" ہیں۔ یہ ۵۸۱ھ میں فوت ہوئے۔ (التحفة اللطیفة للسخاوی، ج ۲، ص: ۳۴۸۔ الاعلام للزرکلی، ج ۵، ص: ۵۳۔)

❺ الاجابة لا یراد ما استدرکته عائشة علی الصحابة للزرکشی، ص: ۵۹۔

❻ یہ بقی بن مخلد بن یزید ابوعبدالرحمٰن اندلسی قرطبی رحمہ اللہ ہیں۔ اپنے وقت کے حدیث کے حافظ و امام اور شیخ الاسلام تھے۔ سب سے پہلے انھوں نے ہی اندلس میں کثرت سے احادیث کی نشر و اشاعت کی بنیاد رکھی۔ یہ اللہ کی راہ میں لڑنے والے عظیم مجاہد تھے۔ ان کی دو بے مثال مشہور تصنیفات "التفسیر" اور "المسند" ہیں۔ یہ ۲۷۶ ہجری میں فوت ہوئے۔ (طبقات الحنابلة لابن ابی یعلی، ج ۱، ص: ۱۱۸۔ سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۲۵، ص: ۲۸۵۔)

احادیث روایت کی ہیں وہ چار ہیں: سیّدنا ابوہریرہ، سیّدنا عبداللہ بن عمر، سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہم اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا۔ ❶

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں لکھا ہے:

''سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی مرد وزن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو اتنی کثرت سے روایت نہیں کیا جس قدر انھوں (یعنی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) نے روایت کیا۔'' ❷

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو تمام صحابہ سے زیادہ احادیث یاد تھیں اس حقیقت کا اعتراف روافض نے بھی کیا۔ چنانچہ ازدی۔ (اللہ اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرے جس کا وہ مستحق ہے)۔ نے کہا:

((حَفِظَتْ اَرْبَعِيْنَ اَلْفَ حَدِيْثٍ وَ مِنَ الذِّكْرِ آيَةً تَنْسَاهَا))

''ان (سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) کو چالیس ہزار احادیث یاد تھیں۔ اگرچہ قرآن کریم کی وہ ایک آیت بھول گئی۔''

یہ ایک قبیح استعارہ ہے (اللہ تعالیٰ اسے ذلیل و رسوا کرے) وہ کہنا یہ چاہتا ہے کہ ان (سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) نے جنگ جمل میں شرکت کے وقت اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھلا دیا:

﴿وَ قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ﴾ (الاحزاب: ۳۳)

''اور اپنے گھروں میں ٹکی رہو۔''

حسن آفندی بزاز موصلی رحمہ اللہ ❸ نے اللہ کی توفیق سے کتنا خوبصورت جواب دیا ہے اور اس شعر کا کتنے حسین انداز میں ردّ کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

خَرَجَتْ نَصْرَةً لِحَقٍّ حَثِيْثٍ
بِاجْتِهَادٍ لِلْمُؤْمِنِيْنَ مُغِيْثٍ
فَبِذَا اَرُدُّ قَوْلَ جَنْبٍ خَبِيْثٍ
حَفِظَتْ اَرْبَعِيْنَ اَلْفَ حَدِيْثٍ

''وہ (سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) اپنے اجتہاد کے بل بوتے پر فریاد کناں حقیقی مومنوں کی نصرت کے

❶ الاجابة لا يراد ما استدركته عائشة على الصحابة للزركشي، ص: ۵۹۔

❷ البداية و النهاية لابن كثير، ج ۱۱، ص: ۳۳۸۔

❸ یہ ملا حسن آفندی بزاز موصلی رحمہ اللہ ہیں۔ ادیب اور صوفی تھے۔ موصل (عراق) میں ۱۲۶۱ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اشعار کہنے میں مشغول رہتے تھے۔ ماہِ ربیع الاوّل ۱۳۰۵ ہجری میں فوت ہوئے۔ (حلية البشر للبيطار، ج ۱، ص: ۵۰۱۔)

لیے چل پڑیں۔ اسی وجہ سے میں اس خبیث کی بات کا جواب دے رہا ہوں جس نے کہا کہ انھیں (سیّدہ رضی اللہ عنہا کو) چالیس ہزار احادیث یاد تھیں۔''

روایت کرنے کے انداز میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیگر صحابہ پر کئی طریقوں سے فضیلت وخصوصیت اور فوقیت حاصل ہے جیسا کہ آئندہ سطور سے واضح ہوتا ہے۔

۱۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیشتر احادیث وہ روایت کی ہیں جو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ سنی ہیں جبکہ ان کے علاوہ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم عموماً ایک دوسرے سے سن کر احادیث روایت کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے اگر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ احادیث روایت کرنے والی کہا جائے تو یہ کوئی بعید از حقیقت نہیں۔ اسی لیے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت ایسی احادیث روایت کی ہیں جو ان کے علاوہ کسی اور صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نہیں کیں۔ البتہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بیشتر مشترکہ مرویات میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مسند ایسی احادیث سے بھری ہوئی ہے جو اور کسی صحابی کے پاس سے نہیں ملتیں اور جب ہم سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس خصوصیت پر غور کریں تو ہمیں سنت نبویہ کی روایت میں ان کی انفرادیت اور اہمیت کا احساس ہوتا ہے۔ دیگر لوگوں تک احادیث پہنچانے میں بھی ان کی یہ خصوصیت برقرار رہتی ہے۔ گویا یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نہ ہوتیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیشتر سنتیں ضائع ہونے کا اندیشہ تھا۔ خصوصاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ فعلی سنتیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کے اندر جاری فرماتے تھے۔ چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مسند میں فعلی سنت کی روایات، قولی سنت کی روایات سے زیادہ ہیں۔ [1]

اس کی مثال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز وتر کے متعلق سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے۔

ایک مرتبہ سعد بن ہشام بن عامر سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز وتر کے متعلق پوچھا۔ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا میں تمھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز وتر کے متعلق روئے زمین پر سب سے بڑی عالمہ کے متعلق نہ بتاؤں؟ انھوں نے کہا: وہ کون ہیں؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ تم ان کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو، پھر وہ تمھیں جو کچھ بتائیں تم میرے پاس آکر مجھے بتاؤ۔ سائل ان کے پاس گیا اور کہا: اے ام المومنین! آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز وتر کے متعلق بتائیں؟ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

---

[1] السیدة عائشة ام المومنین و عالمة نساء الاسلام لعبد الحمید طهماز، ص: ۱۸۷

’’ہم رسول اللہ ﷺ کے لیے آپ کی مسواک اور آپ کے وضو کے لیے پانی رکھ دیتے تھے۔ رات کو جب اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو جگانا چاہتا جگا دیتا۔ تو پہلے آپ ﷺ مسواک کرتے، پھر وضو کرتے اور پھر نو رکعات نماز پڑھتے۔ ان میں سے صرف آٹھویں رکعت میں بیٹھتے۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور حمد کرتے اور اللہ سے دعا کرتے۔ پھر آپ ﷺ سلام پھیرے بغیر اٹھ جاتے اور نویں رکعت پڑھتے۔ پھر آپ بیٹھ جاتے، اللہ تعالیٰ کا ذکر، اس کی حمد اور اس سے دعا کرتے۔ پھر آپ اتنی آواز میں سلام پھیرتے کہ ہمیں آپ کی آواز سنائی دیتی۔ پھر آپ ﷺ سلام پھیرنے کے بعد بیٹھ کر دو رکعت نماز پڑھتے۔ تو اے میرے بیٹے! یہ گیارہ رکعات ہوئیں۔ پس جب نبی کریم ﷺ کبر سنی کو پہنچ گئے اور آپ کے بدن پر گوشت کی مقدار بڑھ گئی تو آپ سات رکعت وتر پڑھتے اور ان کے بعد آپ پہلے کی طرح دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے۔ تو اے میرے بیٹے! یہ نو رکعات ہوئیں اور نبی ﷺ جب کوئی نماز شروع کرتے تو آپ اس پر مداومت کو پسند کرتے اور جب رات کو آپ پر نیند یا مرض غالب ہو جاتا اور آپ ﷺ نہ اٹھ سکتے تو دن میں بارہ رکعات نماز ادا کرتے۔ مجھے معلوم نہیں کہ نبی ﷺ نے کبھی ایک رات میں مکمل قرآن پڑھا اور نہ ہی کسی رات صبح ہونے تک آپ نے نماز پڑھی اور نہ کبھی آپ ﷺ نے ماہِ رمضان کے علاوہ کسی مکمل مہینے کے روزے رکھے۔[1]‘‘

۲۔ اسی طرح سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ کے خاص احوال کی مکمل تفصیل سے بھی واقف تھیں اور اس باب میں انھوں نے امت مسلمہ کو عظیم فائدہ پہنچایا۔ اس کی مثال ابو قیس کی روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں:

’’مجھے سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ام المومنین سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پوچھنے بھیجا کہ کیا رسول اللہ ﷺ روزے کی حالت میں بوسہ لیتے تھے اور اگر وہ نفی میں جواب دیں تو تم ان سے کہنا کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا لوگوں کو بتلا رہی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ روزے میں بوسے لیتے تھے۔‘‘

ابو قیس کہتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا تو انھوں نے نفی میں جواب دیا۔ میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بابت انھیں بتایا تو انھوں نے کہا: شاید آپ ﷺ ان کے ساتھ یہ معاملہ فرماتے ہوں کیونکہ نبی کریم ﷺ کو ان کے ساتھ خصوصی محبت تھی۔ جس کی وجہ سے آپ ان

[1] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ٧٤٦۔

کے ساتھ یہ معاملہ فرما لیتے۔ تاہم جہاں تک میرا معاملہ ہے ایسا کبھی نہیں ہوا۔" ❶

۳۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا نبی ﷺ جنابت کی حالت میں کیا کرتے، کیا آپ ﷺ سونے سے پہلے غسل فرماتے تھے یا غسل کیے بغیر سو جاتے؟ تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ ﷺ یہ سب کچھ کرتے، کبھی کبھار تو آپ ﷺ غسل کے بعد سوتے اور بعض اوقات آپ وضو کرتے، اور سو جاتے۔" ❷

۴۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث بھی مروی ہے، کہ آپ فرماتی ہیں:

"میں گواہی دیتی ہوں کہ رسول اللہ ﷺ احتلام کے بغیر جنابت کی حالت میں صبح کرتے اور پھر آپ ﷺ روزہ رکھ لیتے تھے۔"

سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی ایسی ہی حدیث مروی ہے۔ ❸

۵۔ اسی طرح نبی ﷺ کے غسل کا طریقہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا۔ ❹

بلکہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سنت کو اتنی تفصیل سے بیان کرنے کا اہتمام کیا کہ ان برتنوں کے نام اور پانی کی مقدار تک بتا دی جن سے آپ ﷺ غسل کرتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ فرماتی ہیں:

"آپ ﷺ ایک برتن سے غسل جنابت کرتے جسے "فرق" کہتے ہیں۔" ❺

راوی حدیث سفیان کے بقول فرق میں تین صاع پانی آ جاتا ہے۔

۶۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں وہ اور نبی ﷺ ایک ہی برتن میں غسل کرتے تھے۔ جس میں تقریباً تین صاع پانی ہوتا۔ ❻

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت حدیث میں تحقیق و تدقیق نظر مشہور ہے۔ انھیں رسول اللہ ﷺ کے اپنے الفاظ بخوبی یاد ہوتے۔ تاکہ ان کے معانی تبدیل نہ ہو جائیں۔

۷۔ عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ جب انھیں اطلاع ملی کہ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ بے شک میت پر زندوں کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ابوعبدالرحمٰن

❶ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔ ❷ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۰۷۔

❸ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۱۹۳۱۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۱۰۹۔

❹ صحیح بخاری، حدیث نمبر، ۲۴۸، ۲۷۲۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۱۶۔

❺ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۱۹۔

❻ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۲۱۔

کی اللہ تعالیٰ مغفرت کرے، اس نے جھوٹ نہیں بولا لیکن بھول گیا یا اس سے خطا ہوگئی ہے۔ بات یہ ہے کہ ایک یہودی عورت پر لوگ رو رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّھُمْ لَیَبْکُوْنَ عَلَیْھَا، وَ اِنَّھَا لَتُعَذَّبُ فِیْ قَبْرِھَا)) [1]

''وہ تو اس پر رو رہے ہیں اور اسے اس کی قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔''

۸۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب حدیث کی سمجھ نہ آتی تو وہ اس کے روایت کرنے والے کا امتحان لیتیں۔ اگر وہ پورے وثوق سے بیان کر دیتا تو آپ اسے لے لیتیں اور ان کے اسی اسلوب نے بعد میں آنے والے محدثین کے لیے راویانِ حدیث پر نقد و جرح کے اصول وضع کرنے میں آسانی مہیا کی۔

چنانچہ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ مجھے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے بھانجے! مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ سیّدنا عمرو رضی اللہ عنہ حج کے لیے ہمارے پاس آنے والے ہیں، تم جانا اور ان سے سوالات کرنا، کیونکہ ان کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بے شمار علم ہے۔''

عروہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں ان سے ملا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انھوں نے جو روایات کی تھیں ان کے متعلق پوچھا۔ انھوں نے جو کچھ بیان کیا ان میں یہ بات بھی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یکبارگی لوگوں سے علم نہیں اُچکے گا بلکہ وہ علماء کو فوت کر دے گا۔ تو ان کے ساتھ علم بھی اٹھ جائے گا اور لوگوں میں جاہل سردار رہ جائیں گے۔ وہ علم کے بغیر ان کو فتوے دیں گے وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ عروہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ حدیث بیان کی تو ان پر یہ بہت گراں گزری اور انھوں نے اس کے حدیث ہونے کو تسلیم نہیں کیا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا واقعی انھوں نے تجھ سے یہ بیان کیا کہ انھوں نے اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟

جب اگلے سال حج کا موسم آیا تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا بے شک ابن عمرو رضی اللہ عنہ آ چکے ہیں تم جاؤ اور ان سے ملو اور دوبارہ پھر اس حدیث کے متعلق ان سے پوچھو۔ جو انھوں نے علم کے ضمن میں روایت کی۔

عروہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں ان سے ملا اور پوچھا تو انھوں نے ویسے ہی مجھے حدیث سنائی جیسے گزشتہ سال سنائی تھی۔

عروہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ واقعہ سنایا تو وہ پکار اٹھیں میں اسے سچا

[1] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۱۲۸۹۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۹۳۲۔

سمجھتی ہوں۔ میں انھیں دیکھ رہی ہوں کہ انھوں نے اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کی۔ ❶

۹۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس بات کو بخوبی جانتے تھے کہ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کس قدر اہتمام کے ساتھ احادیث یاد ہیں اور ان کی صحیح و سالم روایتِ احادیث کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی روایت کردہ احادیث سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے پیش کرتے تا کہ انھیں صحیح و غیر صحیح کا امتیاز ہو جائے۔

چنانچہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمرے کے پاس آتے اور پکارتے: ''اے کمرے کی مالکن! ذرا غور سے سنیں۔'' ❷

علامہ نووی رحمہ اللہ ان کے ان الفاظ ((يَا رَبَّةَ الْحُجْرَةِ)) کی تشریح میں لکھتے ہیں:

''ان کی مراد سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں اور وہ چاہتے کہ اگر وہ اثبات میں جواب دیں تو ان کی احادیث کو مزید تقویت مل جائے گی، خصوصاً جب وہ ان کی بات سن کر خاموش ہو جائیں اور ان کا انکار نہ کریں۔ البتہ ایک ہی مجلس میں کثرت کے خوف سے وہ ایسا نہ کر پاتے کہ کہیں اس کی وجہ سے وہ سہو و نسیان کا شکار نہ ہو جائیں۔ ❸

اسی طرح جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آپس میں کسی مسئلہ میں اختلاف ہو جاتا تو وہ سیّدہ عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے اس کی تصدیق کراتے۔ جیسا کہ صحیحین میں روایت ہے کہ سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا گیا بے شک سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَلَهُ قِيرَاطٌ ❹ مِنَ الْأَجْرِ))

''جو جنازہ کے پیچھے جائے اسے اجر میں سے ایک قیراط ملے گا۔''

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہمیں بہت زیادہ احادیث سناتے ہیں۔ انھوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیج کر ان سے پوچھا تو انھوں نے سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی۔ یہ سن کر سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کہنے لگے، بلاشبہ ہم نے بے شمار قیراط ضائع کر دیے۔ ❺

---

❶ صحيح مسلم، حديث نمبر: ٢٦٧٣۔ ❷ صحيح مسلم، حديث نمبر: ٢٤٩٣۔

❸ شرح مسلم للنووی، ج ١٨، ص: ١٢٩۔

❹ قیراط: اکثر علماء نے کہا کہ اس سے مراد اللہ کے ہاں خاص اجر ہے البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریب افہام کے لیے حدیث میں قیراط کو کوہ احد کے برابر بتایا ہے۔ (فتح الباری لابن حجر رحمہ اللہ، ج ٣، ص: ١٩٥۔)

❺ صحيح بخاری، حديث نمبر: ١٣٢٣-١٣٢٤۔ صحيح مسلم، حديث نمبر: ٩٤٥۔ السيدة عائشة ام المومنين و عالمة نساء العالمين لعبد الحميد طهماز، ص: ١٩١۔

اسی طرح سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو درایت نصوص (چھان پھٹک) کا بھی خصوصی ملکہ تھا۔ بلاشک و شبہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی افضلیت صرف کثرت روایت ہی میں نہیں بلکہ وہ خصوصیت جو انھیں دوسرے صحابہ سے ممتاز کرتی ہے وہ مطالعہ کی گہرائی، باریک بینی اور دقیق فہم ہے نیز فقہ المسائل اور استنباط میں ان کی قوت اجتہاد اور ان کا عمیق ادراک ہے۔

درج بالا خصوصیات کے ساتھ ساتھ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات کی ایک اور منفرد خصوصیت بھی ہے کہ وہ نصوص سے مستنبط حکم ہی بیان نہیں کرتیں بلکہ وہ اس حکم کی علّتیں، اس کی حکمتیں بھی بیان کرتی ہیں اور اس کی مصلحتوں کی تشریح بھی کرتی ہیں۔ ان سے کوئی بھی شرعی مسئلہ پوچھا جاتا تو وہ اس طرح جواب دیتیں کہ سائل مطمئن ہو جاتا اور اس کے ذہن میں وہ حکم شرعی راسخ ہوتا اور وہ اس حکم کی مشروعیت پر مطمئن ہو جاتا۔ اسے سمجھنے کے لیے سب سے واضح دلیل غسل جمعہ کا مسئلہ ہے۔

صحیح بخاری کی سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ❶ اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی متواتر درج ذیل تین روایات درج کی جاتی ہیں تاکہ ان کے درمیان فرق واضح ہو سکے۔

۱۔ سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((مَنْ جَاءَ مِنْكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ)) ❷

''تم میں سے جو جمعہ کے لیے آئے تو اسے غسل کرنا چاہیے۔''

۲۔ سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ)) ❸

''ہر بالغ پر جمعہ کے دن کا غسل واجب ہے۔''

۳۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے لوگ اپنے اپنے گھروں اور مدینہ کی بالائی جانب سے جمعہ کے دن باری باری آتے تھے وہ گرد و غبار میں چل کر آتے تھے۔ ان کے بدن سے گرد و غبار اور پسینے کی وجہ

❶ سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ: یہ سعد بن مالک بن سنان ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں بیعت رضوان (صلح حدیبیہ) کے موقع پر موجود تھے۔ بہت بڑے فقیہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں بارہ غزوات میں شرکت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت احادیث یاد کی تھیں۔ ۶۳ ہجری کے قریب وفات پائی۔ (الاستيعاب لابن عبدالبر رحمہ اللہ، ج ۱، ص: ۱۸۱۔ الاصابة لابن حجر، ج ۳، ص: ۷۸۔)

❷ صحيح بخاري، حديث نمبر: ۸۹٤۔ صحيح مسلم، حديث نمبر: ۸٤٤۔

❸ صحيح بخاري، حديث نمبر: ۸۹٥۔ صحيح مسلم، حديث نمبر: ۸٤٦۔

سے بدبو آنے لگتی، ان میں سے ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((لَوْ اَنَّكُمْ تَطَهَّرْتُمْ لِيَوْمِكُمْ هٰذَا)) [1]

''کاش تم اپنے اس دن کے لیے طہارت (غسل) کرلو۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی دوسری روایت میں ہے: ''لوگ اپنے کام کاج خود [2] کرتے تھے اور جب وہ جمعہ کے لیے آتے تو وہ اپنی اسی حالت میں چلے آتے چنانچہ انھیں کہا گیا کاش تم غسل کر لیتے۔'' [3]

اسی طرح سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے تصحیح کے لیے جو متون احادیث لائے جاتے انھوں نے ان کی تصحیح کے لیے کچھ وسائل بھی اختیار کر لیے تھے۔ مثلاً:

الف:...... **حدیث کو قرآن پر پیش کرنا:**

چنانچہ مسئلہ رویت الٰہی میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات تسلیم نہ کی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے اور اپنے اس انکار قرآن کی اس آیت سے تقویت دی جو بعض صحابہ کی مرویات میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ﴾ (الانعام: ۱۰۳)

''اسے نگاہیں نہیں پاتیں اور وہ سب نگاہوں کو پاتا ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پیش کیا:

﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ۭ﴾ (الشورٰی: ۵۱)

''اور کسی بشر کے لیے ممکن نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وحی کے ذریعے، یا پردے کے پیچھے سے، یا یہ کہ وہ کوئی رسول بھیجے، پھر اپنے حکم کے ساتھ وحی کرے جو چاہے۔''

ب: اسی طرح وہ حدیث جس میں ہے کہ ''بے شک میت کو اس کے اہل خانہ کے اس پر رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس پر یہ شبہ ظاہر کیا کہ اس طرح گویا میت کو دوسروں کے گناہ سے عذاب ہوتا

---

[1] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۹۰۲۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۸۴۷۔

[2] مِهْنَة: جمع ماہن یعنی اپنے خادم خود تھے۔ (النهاية في غريب الحديث و الاثر لابن الاثير، ج ٤، ص: ٣٧٦۔)

[3] صحيح بخاری، حدیث نمبر: ۹۰۳۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۸۴۷۔ سيرة السيدة عائشة رضي الله عنها للنووي، ص: ٢٤٥ مفهومًا۔

ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی﴾ (الاسراء: ۱۵)

''اور کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسری (جان) کا بوجھ نہیں اٹھاتی۔''

تو انھوں نے حدیث کو یوں صحیح کہا کہ کافر میت کے اہل خانہ اس پر روتے ہیں اور اسے عذاب ہو رہا ہوتا ہے۔ ❶

ب: ...... حدیث کو سنت پر پیش کرنا:

اس کی مثال ((اَلْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ)) منی سے غسل واجب ہوتا ہے۔ والی روایت پر ان کا اعتراض ہے کہ ان کے علم کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی سنت یہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا الْتَقَى الْخَتَانَانِ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ)) ❷

''جب ختنے والے مقامات آپس میں مل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔''

ج: ...... حدیث کو قیاس پر پیش کرنا:

اس کی مثال جنازہ اٹھانے سے وضو کرنے والی حدیث ہے، اگرچہ انھوں نے اس روایت کے انکار کے لیے اس حدیث پر اعتماد کیا کہ مومن ناپاک نہیں ہوتا زندہ ہو یا میت۔ چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بقول مسلمان طاہر ہوتا ہے اور وہ موت سے ناپاک نہیں ہوتا۔ اسی لیے اس کی نعش بھی پاک ہوتی ہے۔ تو اس کے اٹھانے سے وضو کیسے لازم آئے گا۔ ❸

پھر انھوں نے تفکر و تدبر کیا اور کہا: کیا مسلمان میت نجس ہوتی ہے؟ اور اگر کوئی آدمی لکڑی (چارپائی) اٹھائے تو اس پر وضو کیسے واجب ہوگا؟ ❹

گویا اس نے مسلمان کے جنازہ کے اٹھانے کو چارپائی کو کندھا دینے پر قیاس کیا اور نتیجہ یہ نکالا کہ چارپائی اٹھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اسی قیاس سے استدلال کیا۔ ❺

د: ...... حدیث کو صحابہ کے اقوال پر پیش کرنا:

چونکہ صحابہ کرام بھی وہی کہتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہو۔ بالفاظ دیگر جو قول یا فعل

---

❶ اس حدیث کی تخریج پیچھے گزر چکی ہے۔ ❷ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

❸ السیّدة عائشة رضی اللہ عنہا و توثیقها للسنة لجیهان رفعت فوزی، ص: ۱۱٦۔

❹ اسے بیہقی نے روایت کیا۔ ج ۱، ص ۳۰۷، حدیث نمبر: ۱۵۲۷۔

❺ السیّدة عائشة رضی اللہ عنہا و توثیقها للسنة لجیهان فوزی، ص: ۸۰۔

نبی اکرم ﷺ سے صادر نہ ہو یا وہ منسوخ ہو چکا ہو تو شاید کوئی صحابی لاعلمی میں کسی صحیح حدیث کے برخلاف کچھ کہہ دے۔ ایسے میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حدیث کو اسی صحابی یا صحابیہ کی روایت پر پیش کرتیں جس کے متعلق غالب ظن یہ ہوتا کہ اس سے حقیقت مخفی نہیں ہوگی۔ اگر واقعی کوئی فعل یا قول رسول اللہ ﷺ سے صادر ہوا ہو جیسے نبی ﷺ کے وہ خاص معاملات جو امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے ساتھ خاص تھے یا وہ امور جو خاوند اور بیوی کے درمیان خاص ہوتے ہیں۔ [1]

چوتھا نکتہ:...... سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا فقہ وفتاویٰ کے ساتھ گہرا شغف

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اگر تمام مسلمان خواتین میں سے سب بڑی فقیہہ اور عالمہ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔ بلکہ تمام صحابہ میں بڑی فقیہہ تھیں۔ عطاء رحمہ اللہ نے کہا: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تمام لوگوں سے زیادہ فقیہہ، زیادہ عالمہ اور اکثر مسائل میں زیادہ احسن رائے والی خاتون تھیں۔ [2]

شیخ ابو اسحٰق شیرازی [3] نے یہ روایت اپنی کتاب طبقات الفقہاء میں صحابہ فقہاء کے ضمن میں نقل کی۔ [4]

ابن حزم رحمہ اللہ نے جب ان صحابہ کا ذکر کیا جن سے فتاویٰ منقول ہیں تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا سب سے پہلے تذکرہ کیا۔ [5]

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے کہا:

> ''نبی ﷺ کی بیوی، ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مطلق طور پر امت کی تمام خواتین میں سے زیادہ فقیہہ ہیں۔'' [6]

---

[1] السیّدة عائشة رضی اللہ عنہا و توثیقها للسنة لجیهان فوزی، ص: ۸۱۔

[2] اسے لالکائی نے شرح اصول اعتقاد اهل السنة، ج ۸، ص ۱۵۲۱، حدیث نمبر: ۲۷۶۲ میں روایت کیا۔ مستدرك حاكم، ج ٤، ص ۱۵، حدیث نمبر: ٦٧٤٨ اور ذہبی نے التلخیص میں اس روایت پر سکوت اختیار کیا۔

[3] یہ ابراہیم بن علی بن یوسف ابو اسحاق شیرازی شافعی ہیں۔ ۳۹۳ ہجری میں پیدا ہوئے۔ علم وعمل اور زہد و ورع میں شیخ الاسلام کہلائے۔ بطور حاذق مناظر مشہور ہوئے۔ ان کے وزیر نظام الملک طوسی نے مدرسہ نظامیہ بنایا۔ ان کی تصنیفات میں ''التنبیہ'' اور ''اللمع'' مشہور ہیں۔ ۴۷۶ ہجری میں فوت ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۱۸، ص: ٤٥٢۔ طبقات الشافعیة للسبکی، ج ٤، ص: ۲۱۵۔)

[4] طبقات الفقهاء لابی اسحق شیرازی، ص: ٤٧۔ الاجابة لا یراد ما استدرکته عائشة علی الصحابة للزرکشی، ص: ۵۹۔

[5] جوامع السیرة لابن حزم: ۳۱۹۔ الاجابة لا یراد ......، ص: ۵۹۔

[6] سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۲، ص: ۱۳۵۔

فتویٰ دینے کی نوبت آتی یا کوئی فقہی اشکال ہوتا اکابر صحابہ اسے حل کروانے کے لیے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے رجوع کرتے۔ سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''ہم اصحاب رسول اللہ پر جب بھی کسی حدیث میں کوئی مشکل پیش آتی تو ہم اس کے متعلق سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھتے تو وہ ہمیں ضرور آگاہ کرتیں۔'' ❶

عبدالرحمٰن بن قاسم رحمہ اللہ نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے:

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے خلافت سیّدنا ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم سے لے کر تا حیات افتاء کو جاری رکھا نیز وہ مجھ پر خصوصی شفقت بھی کرتی تھیں۔'' ❷

محمود بن لبید نے لکھا:

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیّدنا عمر وعثمان رضی اللہ عنہما کے عہود خلافت سے لے کر تاحیات افتاء سے وابستہ رہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکابر صحابہ کرام جیسے عمر وعثمان اور دیگر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اپنے اشکالات بھیجتے اور سنن نبویہ کے متعلق ان سے پوچھتے رہتے۔'' ❸

مسروق رحمہ اللہ لکھتے ہیں::

''بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکابر صحابہ کرام کو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرائض (میراث واحکام) کے متعلق سوال کرتے ہوئے دیکھا۔'' ❹

علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جن اصحاب کرام رضی اللہ عنہم سے فتاویٰ جات نقل کیے گئے ہیں ان کی تعداد ڈیڑھ سو کے قریب ہیں ان میں مرد وزن سب حضرات شامل ہیں جن میں سے سات

---

❶ سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۳۸۸۳۔ اس نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ الکامل فی الضعفاء لابن عدی، ج ٤، ص: ١٤٤۔ سیر اعلام النبلاء، ج ٢، ص: ١٧٩ میں ذہبی نے لکھا یہ حسن غریب ہے۔ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ترمذی میں اسے صحیح کہا ہے۔ حدیث نمبر: ۳۸۳۳۔

❷ الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ٢، ص: ٣٧٥۔ اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق، ج ٤٩، ص: ١٦٥ پر اسے نقل کیا۔

❸ الطبقات الکبری لابن سعد، ج ٢، ص: ٣٧٥۔

❹ سنن سعید بن منصور، حدیث: ٢٨٧۔ مصنف ابن ابی شیبة، حدیث نمبر: ٣١٠٣٧۔ سنن دارمی، ج ٢، ص ٤٤٢، حدیث نمبر: ٢٨٥٩۔ معجم الطبرانی، ج ٢٣، ص ١٨١، حدیث نمبر: ١٩٢٤٥، مستدرك حاكم، ج ٤، ص: ١٢۔

بکثرت فتاویٰ دیتے تھے: (۱) سیّدنا عمر بن خطاب، (۲) سیّدنا علی بن ابی طالب، (۳) سیّدنا عبداللہ بن مسعود، (۴) سیّدہ عائشہ ام المومنین، (۵) سیّدنا زید بن ثابت، (۶) سیّدنا عبداللہ بن عباس اور (۷) سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم۔

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے لکھا درج بالا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک کے فتاویٰ سے ایک ضخیم مجلد تیار ہو سکتی ہے۔ ❶

علامہ سخاوی رحمہ اللہ ❷ نے لکھا:

''صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے سات صحابہ بکثرت افتاء کے ساتھ مشہور ہوئے:

(۱) عمر، (۲) علی، (۳) ابن مسعود، (۴) ابن عمر، (۵) ابن عباس، (۶) زید بن ثابت، (۷) سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہم۔

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے لکھا ممکن ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے فتاویٰ سے ایک ضخیم مجلد تیار کر لی جائے۔ ❸

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے لکھا:

''وہ (سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) سیّدنا ابو بکر اور سیّدنا عمر رضی اللہ عنہما کے اَدوارِ خلافت سے لے کر تا حیات فتاویٰ جاری کرتی رہیں۔'' ❹

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مسائل دینیہ کے متعلق کسی بھی استفتاء سے پریشان نہ ہوتیں اور نہ کسی قسم کی تنگی محسوس کرتی تھیں اور اگر کوئی خاص مسائل ہوتے تو وہ سوال کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کرتیں اور جو خاص مسائل پوچھنے سے شرماتے تو ان کی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے تربیت کرتیں:

﴿وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيِ مِنَ الْحَقِّ﴾ (الاحزاب: ۵۳)

''اور اللہ حق سے شرم نہیں کرتا۔''

وہ سائل کو اطمینان دلاتیں اور کہتی تھیں میں تیری ماں ہوں تو مجھ سے وہ مسئلہ پوچھنے سے مت شرم کر

❶ اعلام الموقعین عن رب العٰلمین لابن قیم الجوزیة، ج ۱، ص: ۱۵۔

❷ یہ محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد ابوالخیر سخاوی شافعی المذہب ہیں۔ ۸۳۱ ہجری میں پیدا ہوئے۔ فقہ، علوم لغت اور قراءات قرآنیہ میں رسوخ حاصل کیا پھر علوم حدیث کی طرف توجہ کی تو خداداد صلاحیتوں کے ساتھ جیسے قراءۃ اور قوت حافظہ کے ذریعے ڈھیر ساری مرویات جمع کر لیں۔ ان کی مشہور تصنیف "فتح المغیث شرح الفیة الحدیث" ہے۔ ۹۰۲ ہجری میں وفات پائی۔

❸ فتح المغیث شرح الفیة الحدیث للسخاوی، ج ۳، ص: ۱۱۷۔

❹ اسعاف المبطأ برجال المؤطأ للسیوطی، ص: ۳۵۔

جو مسئلہ تو اپنی ماں سے پوچھ سکتا ہے۔ [1]

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا صرف فقہ الحدیث والسنۃ اور اس کے مطابق فتویٰ پر ہی اکتفا نہ کرتی تھیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں کتاب وسنت سے مسائل مستنبط کرنے کا بھی خصوصی ملکہ عطا کیا تھا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ سعد بن ہشام رحمہ اللہ ان کے پاس آئے اور کہا میں آپ سے تبتل کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ انھوں نے فرمایا:

''تم ایسا ہرگز نہ کرو، کیا تم نے اللہ عزوجل کا یہ فرمان نہیں سنا:

﴿وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً﴾ (الرعد: ۳۸)

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے کئی رسول تجھ سے پہلے بھیجے اور ان کے لیے بیویاں اور بچے بنائے۔''

لہٰذا تو تبتل نہ کر۔'' [2]

سیّدہ صفیہ بنت حیی ام المومنین رضی اللہ عنہا جب حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ سے واپسی کے دن حائضہ ہوگئیں اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی تو آپ نے فرمایا:

''کیا اس نے ہمیں روک لیا ہے۔'' کہا گیا وہ طواف افاضہ کر چکی ہیں۔ تو آپ نے فرمایا:

''پھر (رکنے کی) ضرورت نہیں۔'' [3]

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ استنباط کیا کہ طواف وداع معذور افراد پر واجب نہیں، تو وہ تمام خواتین جو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حج پر جاتیں وہ اسی حکم پر عمل کرتیں۔ عمرہ بنت عبدالرحمٰن کہتی ہیں:

''ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب حج پر جاتیں اور ان کے ساتھ والی عورتوں کو حیض آنے کا اندیشہ ہوتا تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان کو نحر والے دن (دس ذوالحجہ) کو طواف افاضہ کے لیے بیت اللہ بھیج دیتیں۔ وہ طواف افاضہ کر لیتیں اور اگر ان کو اس کے بعد حیض آ بھی جاتا تو وہ ان کا انتظار نہ کرتیں بلکہ ان کو ساتھ لے کر مکہ سے نکل جاتیں۔ حالانکہ چند عورتوں کو حیض شروع ہو

---

[1] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۴۹۔ سیرۃ السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا للندوی، ص: ۳۳۰۔

[2] سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۱۰۸۲ کے بعد۔ سنن نسائی، ج ۶، ص: ۶۰۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۹۷، حدیث نمبر: ۲۴۷۰۲۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن نسائی میں کہا اگر سعد سے حسن کا سماع ثابت ہو جائے تو پھر یہ روایت صحیح ہے اور شعیب ارناؤط نے مسند احمد کی تحقیق میں اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

[3] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۱۷۵۷۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۲۱۱۔

جاتا، لیکن وہ طواف افاضہ کر چکی ہوتی تھیں۔'' [1]

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مشہور فقہی آراء درج ذیل ہیں: [2]

۱۔ ان کے نزدیک بلی کا جوٹھا پاک ہے۔

۲۔ فحش کلامی کے بعد وضو مستحب ہے۔

۳۔ اپنی بیوی کو چھونے یا بوسہ لینے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

۴۔ ختنے کے مقامات ملنے سے مرد و عورت دونوں پر غسل واجب ہو جاتا ہے اگرچہ انزال نہ ہو۔

۵۔ حیض کے آخر میں زرد رنگ حیض میں شامل ہے۔

۶۔ مستحاضہ عورت اپنے معمول کے مطابق حیض کے دنوں تک عبادت سے رکی رہے گی پھر ایک بار غسل کر کے ہر نماز کے لیے وضو کرے گی۔

۷۔ حیض کا خون کپڑے سے کھرچنے اور دھونے کے بعد اس کا رنگ اگر کپڑے پر باقی رہ جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

۸۔ خاوند اپنی حائضہ بیوی سے سے تلذذ و فائدہ اٹھا سکتا ہے جب اس نے ازار بند باندھا ہوا ہو۔

۹۔ جنبی کو جس کپڑے میں پسینہ آئے وہ پاک ہے۔

۱۰۔ نماز عشاء سے پہلے نیند اور اس کے بعد گپ شپ لگانا مکروہ ہے۔

۱۱۔ نمازی نماز کے دوران اپنے پہلو پر ہاتھ نہ رکھے۔

۱۲۔ غلام نماز کی امامت کرا سکتا ہے۔

۱۳۔ دوران سفر پوری نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

۱۴۔ فجر کی دو سنتوں میں تخفیف مستحب ہے۔

۱۵۔ عورت جب اکیلے نماز پڑھنا چاہے تو وہ اپنے آپ کے لیے اذان و اقامت کہہ سکتی ہے۔

۱۶۔ بالغ عورت کی نماز بغیر سر ڈھانپے درست نہیں۔

---

[1] مؤطا امام مالك، ج ٣، ص: ٦٠٥۔ معرفة السنن و الآثار للبيهقى، ج ٧، ص ٣٥٣، حديث نمبر: ٣١٩١۔ سيرة السيدة عائشة ام المومنين للندوى، ص: ٢٧١۔

[2] السيدة عائشة ام المومنين و عالمة نساء العالمين لعبد الحميد طهماز، ص: ١٩٧۔ سيرة ام المومنين عائشه رضی اللہ عنہا و جهودها فى الدعوة و الاحتساب للجوهرة بنت صالح الطريفى، ص: ٢٢٢-١٧٨۔ و موسوعة فقه عائشة ام المومنين لسعيد فائز دخيل۔

۱۷۔ جمعہ کے دن غسل واجب نہیں۔

۱۸۔ سجدۂ تلاوت واجب نہیں۔

۱۹۔ میت کو اس کے مرنے کی جگہ سے کسی اور جگہ لے جا کر دفن کے لیے منتقل کرنا مکروہ ہے۔

۲۰۔ حاملہ کو حیض نہیں آتا۔

۲۱۔ سویا ہوا بیدار ہو کر اپنے کپڑوں میں تری دیکھے اگرچہ اسے احتلام ہونے کا سبب یاد نہ ہو تو اس پر غسل واجب ہے۔

۲۲۔ مسجد میں میت پر نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے۔

۲۳۔ زیر کفالت یتیموں کے اموال میں سے ان کی زکوٰۃ دینا اور ان کے اموال کے ساتھ تجارت کرنا جائز ہے۔

۲۴۔ عورت کے زیورات کی زکوٰۃ واجب نہیں۔

۲۵۔ قرض میں زکوٰۃ نہیں۔

۲۶۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا دورانِ سفر روزہ رکھتی تھیں۔

۲۷۔ اگر روزے کی حالت میں روزہ دار اپنی بیوی کا بوسہ لے تو اس سے روزہ ناقص نہیں ہوتا۔ بشرطیکہ بیوی کے لعاب وغیرہ سے خاوند کے پیٹ میں کچھ چلا نہ جائے۔

۲۸۔ روزے دار کو اپنے آپ پر قابو رکھنے کا یقین ہو تو وہ اپنی بیوی سے لذت حاصل کر سکتا ہے۔

۲۹۔ معتکف مریض کی عیادت نہ کرے۔

۳۰۔ ان کے نزدیک حرم مکہ کی طرف قربانی کے لیے جانور بھیجنے سے فقراء پر صدقہ کرنا افضل ہے۔

۳۱۔ احرام کی حالت میں عورت اپنا چہرہ نہ کھولے اور نقاب پہن کر طواف کرے۔

۳۲۔ عورت طواف کے سات چکر مسلسل پورے کرے اور ان کے بعد وہ دو رکعات نفل پڑھے۔

۳۳۔ عورت طواف کرتے وقت غیر محرم مردوں میں نہ گھسے۔

۳۴۔ شادی وغیرہ جیسے معاملات کی ذمہ داری مرد اٹھائیں۔

۳۵۔ ان کے نزدیک ''قروٗ'' سے مراد طہر ہے۔

۳۶۔ جس عورت سے اس کا خاوند ایلاء کرے تو چار ماہ گزرنے سے اسے طلاق نہیں ہوتی۔

۳۷۔ اگر خاوند اپنی بیوی کو اختیار دے دے کہ وہ اس کے ساتھ رہنا چاہے تو رہے وگرنہ اسے جانے کی اجازت ہے تو یہ طلاق شمار نہیں ہوتی۔

۳۸۔ مطلقہ (رجعی) نان ونفقہ اور مسکن کی حق دار ہے۔
۳۹۔ مطلقہ (رجعی) عدت مکمل ہونے سے پہلے اپنے گھر سے نہ نکلے۔
۴۰۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو وہ دورانِ عدت گھر سے باہر جا سکتی ہے کہ شاید کہ یہ فتویٰ اضطراری حالت پر موقوف ہے۔
۴۱۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک نکاح متعہ حرام ہے۔
۴۲۔ مشروط خرید وفروخت مکروہ ہے۔
۴۳۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فروخت کنندہ کو خریدار سے خریدا ہوا سامان قیمت فروخت سے کم قیمت پر خریدنے سے منع کرتی تھیں جب تک خریدار نے سامان کو اپنے قبضے میں نہ لیا ہو۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بعض آراء فقہیہ میں دیگر صحابہ سے منفرد تھیں۔ جیسے:
۱۔ محرم چھوٹا پاجامہ پہن سکتا ہے۔
۲۔ ولد الزنا کے لیے نماز کی امامت جائز ہے۔
۳۔ حالت امن میں عورت بلا محرم سفر کر سکتی ہے۔
۴۔ رمضان میں سفر مکروہ ہے۔
۵۔ رضاعت باعث تحریم ہے۔ چاہے وہ ایام رضاعت میں ہو یا کبر سنی میں ہو۔ [1]

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا شریعت کے ان اسرار، حکمتوں اور مصلحتوں کو سمجھتی تھیں جن پر احکام شریعت کی بنیاد تھی اور وہ ظاہری نصوص پر ہی تکیہ نہ کر لیتی تھیں، جیسے:
۱۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عورتیں مردوں کے ساتھ نماز میں آ جاتی تھیں، انھیں کسی قسم کا تردّد و اندیشہ نہ ہوتا۔ البتہ ان کی صفیں بچوں کی صفوں کے پیچھے ہوا کرتی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے مت روکو۔ جب نبوت کا مبارک عہد گزر گیا اور کثرت سے غنیمتیں اور اموال آ گئے اور غیر مسلموں کے ساتھ میل جول بڑھ گیا اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جدید حالات کا مشاہدہ کیا تو کہا:

''جو کچھ عورتوں نے نئے نئے طور طریقے اپنا لیے ہیں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ لیتے تو انھیں

[1] موسوعة فقه عائشة ام المومنين لسعيد فائز دخيل، ص: ٥٣٤۔

ضرور منع کرتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کیا گیا تھا۔‘‘ ❶

اگرچہ یہ ایک جزوی واقعہ ہے لیکن یہ اس حقیقت کی دلیل ہے کہ روشن و محکم شریعت کے اکثر احکام ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نظر میں تھے اور انھیں بخوبی علم تھا کہ احکام شریعت حکمتوں اور اسباب پر مبنی ہوتے ہیں۔ لہٰذا جب وہ اسباب اور حکمتیں تبدیل ہو جائیں تو شرعی احکام بھی تبدیل ہو جانے چاہئیں۔

۲۔ مکہ مکرمہ کی ایک وادی کا نام محصب ہے۔ حج کے ایام میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں پڑاؤ کیا تھا۔ پھر آپ کے خلفائے راشدین نے بھی آپ کی اتباع میں وہاں پڑاؤ کیا اور سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی رائے میں وادیٔ محصب میں پڑاؤ حج کی سنت ہے۔ لیکن سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اسے سنت نہیں مانتیں اور نہ ہی وہ حج کے دنوں میں وہاں پڑاؤ کرتی تھیں۔ وہ کہتی تھیں:

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو وہاں صرف اس لیے پڑاؤ کیا کہ وہ ایک ایسا مقام ہے جہاں سے آپ کے لیے روانگی آسان تھی۔‘‘ ❷

۳۔ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کا طواف اونٹ پر سوار ہو کر کیا۔ بعض لوگوں نے اس سے یہ سمجھا کہ بیت اللہ کا طواف سوار ہو کر کرنا سنت ہے اور کچھ ائمہ مجتہدین کا بھی یہی مذہب ہے۔ لیکن بات اس طرح نہیں جیسے وہ کہتے ہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سوار ہو کر طواف کرنا مصلحت، حکمت اور سبب کی وجہ سے تھا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

’’حجۃ الوداع میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا آپ رکن (حجر اسود و رکن یمانی) کا استلام کرتے تھے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہ کرتے تو لوگوں کو اس سے ہٹا دیئے جانے کا خوف تھا۔‘‘ ❸

اس کے علاوہ بھی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فقاہت کی مثالیں بیان کی جاتی ہیں۔

پانچواں نکتہ:...... سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو علم التاریخ میں بھی رسوخ حاصل تھا

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عہد نبوت، عہد خلفائے راشدین اور سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا بیشتر عہد دیکھا۔ نیز زمانہ جاہلیت میں عربوں کی باہمی جنگ و جدل، سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے

❶ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۸۶۹۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ٤٤٥۔
❷ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۱۷٦٥۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۳۱۱۔
❸ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۲۷٤۔ سیرۃ السیدۃ عائشۃ ام المومنین للندوی، ص: ۲۸۷ مفهوما۔

خلفائے اربعہ اور سیرت معاویہ کے عہود مبارکہ میں لوگوں کے حالات میں تغیر و تبدل کی شاہد عدل تھیں چنانچہ ہشام بن عروہ رحمہ اللہ ❶ کہتے ہیں:

''میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر عربوں کی ثقافت اور انساب کا عالم نہیں دیکھا۔'' ❷

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایسی روایات مروی ہیں جن میں اہل جاہلیت کی عادات، ان کی اجتماعی زندگی کی معلومات، ان کے رسم و رواج، طلاق کے طریقے، ان کے شادی بیاہ کی رسوم و رواج، ان کی پوجا پاٹ اور ان کی باہمی جنگ و جدل وغیرہ کی خاطر خواہ معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

عربوں کے ہاں نکاح کی اقسام:

مثلاً جاہلیت میں عربوں کے ہاں نکاح کے کون سے طریقے رائج تھے۔

عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انھیں بتایا کہ زمانہ جاہلیت میں نکاح کی چار اقسام تھیں:

۱۔ ایک طریقہ نکاح تو وہی تھا جو آج کل لوگوں میں رائج ہے۔ ایک مرد دوسرے مرد کے پاس جا کر اس کی زیر کفالت لڑکی یا اس کی بیٹی، بہن کے لیے منگنی کا پیغام دیتا ہے وہ اسے مہر دے کر اس لڑکی سے نکاح کر لیتا ہے۔

۲۔ نکاح کا دوسرا طریقہ زمانۂ جاہلیت میں یہ رائج تھا کہ کوئی مرد اپنی بیوی سے کہتا جب تو حیض سے پاک ہو جائے تو فلاں شخص کو اپنی شرم گاہ ادھار دے دینا۔ چنانچہ اس عورت کا خاوند اس سے علیحدہ ہو جاتا اور اس سے بالکل جماع نہ کرتا۔ یہاں تک کہ جس مرد کو اس کی بیوی نے اپنی شرم گاہ ادھار دی تھی اس کے نطفے سے اس کا حمل واضح ہو جاتا اور جب حمل واضح ہو جاتا اور اس کا خاوند اس سے جماع کرنا چاہتا تو کر لیتا اور ایسا وہ اس لیے کرتے تھے تاکہ ہونے والی اولاد ذہین، فطین اور جنگجو و نڈر پیدا ہو۔ اس نکاح کو نکاح استبضاع ❸ کہتے تھے۔

---

❶ یہ ہشام بن عروہ بن زبیر ابو منذر قریشی اسدی ہیں۔ اپنے وقت کے امام، ثقہ اور شیخ الاسلام کہلاتے تھے۔ ۶۱ ہجری میں پیدا ہوئے۔ حافظ حدیث، ثبت اور متقن تھے۔ ۱۴۵ ہجری کے قریب وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ٦، ص: ٣٤۔ تهذيب التهذيب لابن حجر، ج ٦، ص: ٣٤۔

❷ اسے ابونعیم نے حلية الاولياء ج ٢، ص: ٤٩ پر روایت کیا ہے۔

❸ الاستبضاع: کوئی عورت کسی مرد کو کہے کہ تو مجھ سے ہم بستر ہو، تاکہ میں بچہ جن دوں۔ (النهاية في غريب الحديث و الاثر لابن الاثير، ج ١، ص: ١٣٣۔)

۳۔ نکاح کا ایک اور طریقہ یہ رائج تھا کہ کم وبیش دس آدمی ایک عورت کے پاس اکٹھے ہوتے وہ تمام باری باری اس سے جماع کرتے۔ جب حمل ہو جاتا پھر وہ عورت بچہ جنتی تو کچھ ایام کے بعد وہ ان سب مردوں کو بلا بھیجتی جب وہ آ جاتے تو ان میں سے کسی ایک کو وہ کہتی کہ یہ تیرا بیٹا ہے اور عورت اپنے بیٹے کو اس مرد کے حوالے کرتی جسے وہ ان سب سے زیادہ پسند کرتی۔ وہ مرد اس سے انکار نہ کرسکتا۔

۴۔ نکاح کا چوتھا طریقہ یہ تھا کہ بہت سے مرد کسی عورت کے پاس جاتے وہ کسی کو اپنے پاس آنے اور زنا کرنے سے نہ روکتی۔ یہ کسبی اور زانیہ عورتیں ہوتیں وہ دعوت عام کے لیے اپنے گھروں کے دروازوں پر جھنڈے لٹکا دیتیں تا کہ جو بھی آنا چاہے وہ بلا رکاوٹ آ جائے۔ پھر جب ان عورتوں میں سے کسی کو حمل ٹھہر جاتا اور وہ بچے کو جنم دیتی تو وہ سب مرد اس کے ہاں جمع ہو جاتے وہ قیافہ شناس ❶ کو بلاتے پھر وہ قیافہ شناس جس مرد کے بارے میں کہتا کہ یہ بچہ اس کا ہے تو عورت اس بچے کو اس مرد کی طرف منسوب کر دیتی۔ ❷

((فَلَمَّا بُعِثَ مُحَمَّدٌ ﷺ بِالْحَقِّ هَدَمَ نِكَاحَ الْجَاهِلِيَّةِ كُلَّهٗ، اِلَّا نِكَاحَ النَّاسِ الْيَوْمَ)) ❸

''جب محمد ﷺ مبعوث ہوئے تو آپ نے جاہلیت کے تمام نکاح ختم کر دیے سوائے اس نکاح کے جو لوگوں میں معروف ومروّج ہے۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے جاہلیت کے حج کے متعلق مروی ہے:

''قریش اور ان کے ہم مذہب لوگ حج کرتے وقت مزدلفہ سے آگے نہیں جاتے تھے اور اپنے آپ کو ''احمس'' کہلواتے یعنی نڈر، بے خوف۔ جبکہ دیگر تمام عرب عرفات تک جاتے۔ جب اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ وہ عرفات جائیں۔ پھر وہاں وقوف کریں۔ پھر وہاں سے لوٹیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ثُمَّ اَفِيضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ﴾ (البقرة: ١٩٩)

---

❶ القافة: جمع قائف، جو شخص آثار وقرائن سے بتائے کہ اس بچے کا باپ، بھائی یا قبیلہ فلاں ہے۔ (النهاية في غريب الحديث و الاثر لابن الاثير، ج ٤، ص: ١٢١۔)

❷ فلتأط: لاط يليط یعنی تلصق وتلحق، منسوب ہونا۔ (فتح الباری لابن حجر، ج ١، ص: ١٨٤۔

❸ صحيح بخاری، حديث نمبر: ٥١٢٧۔

''پھر اس جگہ سے واپس آؤ جہاں سے سب لوگ واپس آئیں۔'' [1]

اسی طرح زمانۂ جاہلیت میں انصار مدینہ کے درمیان ہونے والی جنگ بعاث ہے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس کے بارے میں کہتی ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے جنگ بعاث کو ان کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کا ذریعہ بنایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو انصار کی اجتماعیت بکھر چکی تھی اور ان کے معززین [2] قتل ہو چکے تھے اور باقی بچ جانے والے زخموں سے چور تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جنگ کو ان (انصار) کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے اور اسلام قبول کرنے کا ذریعہ بنایا۔'' [3]

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا علم حاصل کرنے میں خصوصی دلچسپی رکھتی تھیں۔ جس چیز کے بارے میں ان کو پتا نہ ہوتا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے میں کبھی تامل نہ کرتیں اس کی مثال تعمیر کعبہ کے متعلق ان کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کا انداز ہے۔ فرماتی ہیں:

''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دیوار [4] (حطیم) کے بارے میں پوچھا: کیا وہ بیت اللہ کا حصہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں۔ میں نے کہا: انھوں نے اسے بیت اللہ میں شامل کیوں نہ کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تیری قوم کے پاس تعمیر کے اخراجات کم تھے۔'' میں نے پوچھا کہ اس کا دروازہ سطح زمین سے کافی بلند ہونے کی وجہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تیری قوم نے ایسا اس لیے کیا کہ جسے چاہیں کعبہ کے اندر داخل ہونے دیں اور جسے چاہیں روک دیں اور اگر تیری قوم نئی نئی عہد جاہلیت سے نکل کر نہ آئی ہوتی اور مجھے ان کے دلوں کے ناگواری کے اثرات کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ضرور دیوار حطیم کو بیت اللہ کی عمارت میں شامل کرتا اور اس کا دروازہ سطح زمین پر بناتا۔'' [5]

اسی طرح سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بے شمار اہم واقعات و غزوات اور شرعی احکامات کی تفصیل نیز

---

[1] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٤٥٢٠۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ١٢١٩۔

[2] سرواتھم: الشرافھم، ان کے سرداران ومعززین (النھایة لابن الاثیر، ج ٢، ص: ٣٦٣۔)

[3] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٣٨٤٦۔

[4] الجدر: الحجر بیت اللہ کا وہ حصہ جو اس کے پرنالے کی طرف اس کی عمارت سے باہر ہے۔ (شرح مسلم للنووی، ج ٩، ص: ٩٦۔)

[5] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ١٥٨٤۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ١٣٣٣۔

نبی کریم ﷺ کی سیرت وسنن جیسے ہجرت، واقعہ افک، آپ کے مشہور غزوات مثلاً بدر، احد، خندق اور بنی قریظہ۔ اسی طرح نماز خوف کی تفصیل غزوہ ذات الرقاع، فتح مکہ کے موقع پر عورتوں کی بیعت، حجۃ الوداع کے اہم واقعات، خلفائے اربعہ، سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اہم واقعات وتغیرات کونہایت تفصیل اور باریک بینی سے بیان کیا۔

ہم یہاں بطور مثال سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی نبی ﷺ پر نازل ہونے والی پہلی وحی کی بابت نقل کرتے ہیں۔ وہ فرماتی ہیں:

''ابتدائے نبوت میں رسول اللہ ﷺ کو نیند میں سچے خواب نظر آتے تھے۔ آپ جو خواب بھی دیکھتے وہ صبح کی پو پھوٹنے کی مانند ظاہر ہوتا۔ پھر آپ خلوت پسند ہو گئے۔ آپ غارِ حراء میں چلے جاتے اور اس میں عبادت کرتے اور مسلسل چند راتوں تک عبادت کرتے رہتے۔ پھر آپ اپنے اہل خانہ کے پاس لوٹتے اور وہاں سے اپنی خورونوش کی چیزیں لے کر واپس غار میں چلے جاتے۔ پھر جب وہ ختم ہو جاتیں تو سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے اور چند دنوں کے لیے زادِ سفر لے جاتے۔ بالآخر اچانک آپ تک حق پہنچ گیا۔

آپ ﷺ اس وقت غار حراء میں تھے، ایک فرشتہ آیا اور اس نے کہا: آپ پڑھیے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔'' آپ نے فرمایا: ''اس نے مجھے پکڑا اور مجھے اپنے ساتھ لپٹا لیا اور خوب بھینچا، پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا: آپ پڑھیے۔ میں نے کہا: ''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔''

اس نے دوسری بار مجھے پکڑا اور اپنے ساتھ لپٹا لیا اور خوب بھینچا۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا: آپ پڑھیے۔ میں نے کہا: ''میں پڑھا ہوا نہیں۔'' اس نے تیسری بار مجھے پکڑا اور اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ اور خوب بھینچا۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا:

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ﴿۲﴾ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ﴿۳﴾ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ﴿۴﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ؕ﴿۵﴾﴾ (العلق: ۱-۵)

''اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا۔ اس نے انسان کو ایک جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تیرا رب ہی سب سے زیادہ کرم والا ہے۔ وہ جس نے قلم کے ساتھ سکھایا۔ اس نے انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔''

تب رسول اللہ ﷺ کانپتے جسم کے ساتھ واپس آئے اور خدیجہ کے پاس چلے گئے اور فرمانے لگے: ''مجھے کپڑا اوڑھا دو۔ مجھے کپڑا اوڑھا دو۔'' آپ کو گھر والوں نے کپڑا اوڑھا دیا، حتیٰ کہ آپ سے خوف دُور ہو گیا۔ جب آپ پر سکون ہو گئے تو خدیجہ رضی اللہ عنہا کو پکارا: اے خدیجہ! میرا کیا قصور ہے؟ مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے اور آپ نے انھیں پورا واقعہ سنایا۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہرگز نہیں، آپ خوش ہو جائیں! پس اللہ کی قسم! اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ پس اللہ کی قسم! بے شک آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، محنت کشوں کا ہاتھ بٹاتے ہیں، محتاج کی مدد کرتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کے راستے میں مصائب و مشکلات کو برداشت کرنے کے لیے مدد کرتے ہیں۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو ساتھ لے کر ورقہ بن نوفل کے پاس پہنچیں جو خدیجہ رضی اللہ عنہا کا چچا زاد تھا اور وہ جاہلیت میں نصرانی مذہب پر تھا اور عربی میں کتابت کرتا اور اللہ جو چاہتا اس سے انجیل کو عربی میں لکھواتا۔ وہ بڑھاپے کو پہنچ چکا تھا اور اس کی آنکھیں ضائع ہو چکی تھیں۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس سے کہا: اے میرے چچا زاد! آپ اپنے بھتیجے کی روئیداد سنیں۔ ورقہ نے کہا: اے بھتیجے تو کیا دیکھتا ہے؟ تو نبی ﷺ نے اسے اپنی آپ بیتی سنائی۔ سن کر ورقہ نے کہا: یہ وہی ناموس ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر اترا تھا کاش میں اس وقت نوجوان [1] ہوتا کاش میں زندہ رہتا۔ ورقہ نے - کچھ کہا (کہ جب آپکو آپ کی قوم نکال دے گی)- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟'' ورقہ نے کہا: ہاں۔ جس آدمی نے بھی یہ بات کی جو آپ کر رہے ہیں تو اسے ضرور تکلیف دی گئی اور اگر میں اس دن زندہ ہوا جس دن آپ کو ان حالات کا سامنا کرنا پڑے گا تو میں آپ کی ضرور بالضرور مدد کروں گا۔ پھر زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ ورقہ فوت ہو گیا اور کچھ عرصہ کے لیے وحی رک گئی یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ غمگین ہو گئے۔ [2]

جو زمانہ جاہلیت کے واقعات تھے ان میں سے بیشتر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد محترم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سنے ہیں جو سب لوگوں سے زیادہ عربوں کی مہمات، خانہ جنگیوں اور ان کے انساب کے

---

[1] الجذع: تنومند دنبہ، مفہوم یہ ہے کہ جب آپ کو نکالیں کے کاش میں اس وقت زندہ طاقت ور ہوتا تاکہ آپ کی مدد کرتا۔ (کشف المشکل لابن الجوزی، ج ٤، ص: ٢٧٦۔)

[2] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٤٩٥٣۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ١٦٠۔

عالم تھے۔ اسی لیے عروہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فقیہ ہونے پر کوئی تعجب نہیں اور نہ ہی ان کے عربوں کی جنگی مہمات اور ان کے اشعار کی عالمہ ہونے پر تعجب ہے۔ کیونکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہونے کی وجہ سے ان سے یہ معلومات جمع کر لیتی تھیں، جو سب لوگوں سے زیادہ ان چیزوں کے عالم تھے۔ لیکن مجھے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس علم طب کے بارے معلومات ہونے پر تعجب ہوتا ہے۔'' ❶

چھٹا نکتہ

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا علوم لغت، شعر اور بلاغت میں رسوخ اور ان مجالات میں ان کا اعلیٰ مقام

ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو فصاحت و بلاغت اور شعر و ادب میں بلند مقام حاصل تھا۔ موسیٰ بن طلحہ رحمہ اللہ ❷ سے روایت ہے، انھوں نے کہا:

''میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ فصیح کوئی نہیں دیکھا۔'' ❸

سیّدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑا فصیح و بلیغ خطیب نہیں دیکھا۔'' ❹

ان کی فصاحت و بلاغت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ ان کا کلام بہت عمدہ اور جذبات سے لبریز ہوتا ہے۔ گویا وہ ان کی اصلی ثقافت اور ان کے وافر ذخیرہ علمی سے حاصل ہو رہا ہے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے

---

❶ سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۲، ص: ۱۸۳۔

❷ موسیٰ بن طلحہ بن عبداللہ ابو عیسیٰ قریشی رحمہ اللہ اپنے وقت کے امام اور قائد تھے۔ مہدی کے نام سے مشہور تھے۔ فصحائے عرب میں سے ایک تھے۔ اکثر خاموش رہتے تھے۔ اپنے باپ اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جنگ جمل میں شریک ہوئے۔ ۱۰۳ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی رحمہ اللہ، ج ٤، ص: ٣٦٤۔ تهذیب التهذیب لابن حجر رحمہ اللہ، ج ٥، ص: ٥٦٧۔)

❸ سنن ترمذی، حدیث نمبر: ٣٨٨٤۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ترمذی میں صحیح کہا ہے۔ فضائل الصحابة، ج ۲، ص ٨٧٦، حدیث نمبر: ١٩٢٤٦۔ مستدرك حاكم، ج ٤، ص: ١٢۔

❹ معجم للطبرانی، ج ٢٣، ص ١٨٣، حدیث نمبر: ١٩٢٥٢۔ ہیثمی رحمہ اللہ نے مجمع الزوائد، ج ٩، ص: ٢٤٦ میں کہتے ہیں کہ اس روایت کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

اپنے والد محترم سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات پر جو مرثیہ لکھا وہ بھی ادب و بلاغت کا ایک انوکھا شاہکار ہے۔ ❶

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''اے ابا جان! اللہ آپ پر رحمت کرے بے شک آپ نے اس وقت دین کی حفاظت کی جب اسے منتشر کرنے کے لیے چاروں طرف سے دشمنانِ دین لپک رہے تھے۔ آپ نے اپنے لیے دنیاوی فوائد سے کچھ حاصل نہ کیا اور اپنے دین کو ضائع ہونے سے بچا لیا۔ آپ اپنے آنے والے کل کو نہ بھولے چونکہ مسابقت کے لمحات میں آپ کا پیالہ لبریز ہوگیا اور جن لوگوں نے آپ کی کمر کو کمزور کرنا چاہا وہ خود ہلاک و برباد ہوگئے۔ تا آنکہ مظلوم اور کمزور سر اٹھا کر چلنے کے قابل ہوگئے اور ان کے اجسام میں خون کی گردش رواں ہوگئی۔ اے ابا جان! اللہ آپ کے چہرے کو تر و تازہ رکھے۔ بے شک آپ نے دنیا سے بے رغبتی کر کے اسے ذلیل و خوار کیا اور آخرت کی طرف رغبت کر کے اسے عزت عطا کی۔ گو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کے صدمے ❷ کے بعد آپ کی جدائی کا صدمہ ہم سب پر بہت بھاری ہے۔ پس آپ پر اللہ کی سلامتی اور رحمت ہو اور ایسی رحمت جو آپ کی حیات یا موت کے بعد آپ پر کسی نعمت و فضل کو کم نہ کرنے والی ہو۔'' ❸

محمد بن سیرین ❹ نے احنف بن قیس سے روایت کی ہے، فرماتے ہیں:

''میں نے ابوبکر صدیق، عمر بن خطاب، عثمان بن عفان اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کے خطبات سنے اور آج تک دیگر خطباء کے خطبے سنے اور ابھی اور بھی سنوں گا۔ تو میں نے مخلوق

---

❶ موسوعة ام المومنين عائشة رضي الله عنها لعبد المنعم الخفنى، ص: ٢٠-٢١۔ معمولی تغیر کے ساتھ ہم نے نقل کیا۔ (محشی)

❷ الرزء: مصیبت، صدمہ، دکھ۔ (النهاية فی غريب الحديث و الاثر لابن الاثير، ج ٢، ص: ٢١٨۔)

❸ المجالسة جواهر العلم لابى بكر دينورى، ج ٦، ص: ٩٤۔ تاريخ دمشق لابن عساكر، ج ٣٠، ص: ٤٤٣۔ الرياض النضرة فى مناقب العشرة، ج ١، ص: ٢٦٥ للمحب الدين الطبرى۔

❹ محمد بن سیرین ابوبکر البصری سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ تھے۔ اپنے وقت کے امام ربانی شمار ہوتے تھے۔ یہ علم کا خزانہ، فقیہ و امام، ثقہ اور ثبت تھے۔ علم تعبیر میں پیشوا مانے جاتے۔ زہد و ورع میں بلند مقام حاصل تھا۔ ۱۱۰ ہجری میں وفات پائی۔ (سير اعلام النبلاء للذهبى، ج ٤، ص: ٦٠٦۔ تهذيب التهذيب لابن حجر، ج ٥، ص: ١٣٩۔)

میں سے کسی کے منہ سے اتنا جمیل اور اکمل خطبہ نہیں سنا جتنا فصیح و بلیغ خطاب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہوتا تھا۔'' ❶

اس لیے کوئی تعجب نہیں اگر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ام زرع والی حدیث روایت کریں۔ جو ادب، فنون بلاغت، اور علم بدیع و بیان سے لبریز محکم و منسق الفاظ، پختہ نظم و ترتیب کا عمدہ نمونہ ہے۔ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال شفقت سے مکمل سنا، چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''گیارہ عورتوں نے بیٹھ کر آپس میں پختہ عہد و میثاق کیا کہ وہ اپنے خاوندوں کی کوئی بات نہیں چھپائیں گی: پہلی نے کہا، میرا خاوند کمزور اونٹ کے گوشت ❷ کی طرح ہے جو پہاڑ کی چوٹی پر پڑا ہو نہ تو اس پر چڑھنا آسان ہے اور نہ وہ گوشت موٹا تازہ ہے کہ اسے اپنے گھر تک کوئی لانے کے لیے وہاں جائے۔

دوسری نے کہا: میں اپنے خاوند کے بارے میں کچھ نہیں بتانا چاہتی اگر میں شروع ہوگئی تو اس کی کوئی ظاہری و باطنی بات نہیں چھوڑوں گی۔

تیسری نے کہا: میرا خاوند طویل (احمق و بدخلق) ہے۔ اگر میں اس کے بارے میں کچھ کہوں تو وہ مجھے طلاق دے دے گا اور اگر میں خاموش رہی تو میں درمیان میں لٹکی رہوں گی نہ خاوند والی اور نہ بے خاوند رہوں گی۔

چوتھی نے کہا: میرا خاوند صحرائے تہامہ کی رات کی طرح ہے نہ سرد نہ گرم نہ ڈر نہ اکتاہٹ۔ ❸

پانچویں نے کہا: میرا خاوند آتے وقت چیتے اور جاتے وقت شیر کی مانند ہے ❹ اور نہ اسے اپنا کوئی وعدہ یاد نہیں رہتا۔

چھٹی نے کہا: میرا خاوند کھانے پر بیٹھ جائے تو سب کچھ چٹ کر جاتا ہے اور اگر پینا شروع

---

❶ اسے حاکم رحمہ اللہ نے روایت کیا۔ ج ٤، ص: ١٢۔ شرح اصول اعتقاد اهل السنة للالكائى، ج ٨، ص ١٥٢٢، حدیث نمبر: ٢٧٦٧۔ اس اثر کی سند میں احمد بن سلمان فقیہ اور علی بن عاصم دو راوی ہیں دونوں صدوق ہیں البتہ دوسرے کو بعض محدثین نے ضعیف کہا ہے۔ (میزان الاعتدال للذهبى، ج ١، ص: ١٠١۔ الكاشف للذهبى، ج ٢، ص: ٤٢۔ تقريب التهذيب لابن حجر رحمہ اللہ، ص: ٤٠٣۔)

❷ وہ اپنے خاوند میں قلت خیر و نفع کی طرف اشارہ کر رہی ہے جیسے پہاڑ پر کوئی ردّی چیز پڑی ہو جس پر چڑھنا دشوار ہو۔

❸ وہ کہتی ہے وہ معتدل مزاج رکھتا ہے۔ نہ مجھے اس کا ڈر ہے نہ میں اس سے اکتاتی ہوں۔

❹ چیتا تادیر سوتا ہے اور شیر بہادری میں مشہور ہے۔

کرے تو آخری قطرہ بھی چوس لیتا ہے اور اگر سو جائے تو اسے کپڑے اوڑھنے یا ہٹانے کی پروا نہیں ہوتی اور اگر میں بیمار ہو جاؤں تو وہ اپنا ہاتھ مجھ کو نہیں لگاتا تاکہ اسے حقیقت کا علم ہو سکے اور دوسرا معنی یہ کیا گیا ہے کہ وہ زیادہ تفتیش و کرید نہیں کرتا اور مجھ سے زیادہ پوچھ گچھ نہیں کرتا۔

ساتویں نے کہا: میرا خاوند نکھٹو، لاچار ہے، وہ امراض کا گھر ہے۔ جب مارتا ہے تو سر میں چوٹ لگائے یا ہڈی پسلی توڑ دے اس کے لیے برابر ہے۔

آٹھویں نے کہا: میرا خاوند چھونے میں خرگوش کی طرح ملائم ہے اور سیندور کی طرح خوشبودار ہے۔

نوویں نے کہا: میرے خاوند کے گھر کے ستون بہت بلند ہیں، چوڑی چھاتی والا ہے۔ اس کے چولہے کی راکھ بہت زیادہ ہوتی ہے اور اس کی مجلس بہت وسیع و کثیر تعداد میں ہے۔'' ❶

دسویں نے کہا: میرا خاوند مالک ہے اور مالک کیا ہے؟ وہ ہر خیر کا مالک ہے۔ اس کے پاس بہت زیادہ اونٹ ہیں، چراگاہیں کم ہیں اور جب وہ اونٹ بانسری کی آواز سنتے ہیں تو انھیں یقین ہو جاتا ہے کہ وہ نحر کیے جانے والے ہیں۔ ❷

گیارھویں نے کہا: میرا خاوند ابوزرع ہے اور ابو زرع کیا ہے اس نے میرے کانوں کو زیورات سے جھکا دیا اور میرے بازوؤں کو چربی سے بھر دیا اس نے مجھے اتنی خوشیاں دیں کہ میرا نفس بھی خوش ہو گیا۔ اس نے مجھے تھوڑی سے بکریوں والے مشقت بھرے قبیلہ میں پایا تو مجھے اصطبل، اونٹوں، زراعت اور خدام والے گھر میں لا بسایا میں جب اس کے سامنے کوئی بات کرتی ہوں تو وہ میری بات قبول کرتا ہے۔ مجھے ملامت نہیں کرتا اور میں جب سوتی ہوں تو صبح تک سوتی رہتی ہوں۔ میں جب پیتی ہوں تو سیر ہونے کے بعد بھی پیتی رہتی ہوں۔

---

❶ وہ اپنے خاوند کو عالی حسب نسب والا کہتی ہے اور یہ کہ وہ جب تلوار لٹکاتا ہے تو بڑی تلوار لٹکاتا ہے۔ اس سے اس کی مراد طویل قامت اور بہادری سے ہے۔ وہ بکثرت مہمان نوازی کرتا ہے اس لیے اس کے چولہے میں راکھ بہت زیادہ ہوتی ہے اور اس کا گھر اس کی مجلس کے قریب ہے یعنی اس کے سارے ہم جولیوں اور ہم مجلسوں کو اس کے گھر آنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی۔

❷ مہمانوں کے استقبال کے لیے جب بانسری اور ڈھولک نیز گھنگھروؤں کے بجنے کی آواز اونٹوں کے کانوں میں پڑتی ہے تو وہ سمجھ جاتے ہیں کہ اب ان کی قربانی کا وقت آ گیا ہے۔ چراگاہیں قلیل ہونے سے یہ مراد ہے کہ وہ زیادہ تر گھر میں ہی رہتے ہیں کہ کیا خبر کس وقت مہمان آ جائیں اور انھیں ان کا گوشت کھلانے کی ضرورت پڑ جائے۔

ابوزرع کی ماں (میری ساس) کیا خوب ہے ابوزرع کی ماں! اس کا گھر سامان سے بھرا ہوا ہے اور بہت بلند اور کشادہ ہے۔ ابوزرع کا بیٹا! ابوزرع کا بیٹا کیسا ہے؟ اس کا بستر تلوار کی نیام جیسا ہے اور بکری کے میمنے کے پائے سے سیر ہو جاتا ہے۔ (وہ دبلا پتلا اور کم خور ہے) ابو زرع کی بیٹی کیا ہے اور کیسی ہے؟ اپنے ماں باپ کی اطاعت گزار ہے نہایت صحت مند اور خوبصورت ہے۔ اپنی سوکن کو حسد کی آگ میں جلاتی ہے۔ ابوزرع کی لونڈی کیا ہے اور کیسی ہے؟ وہ ہماری اندرون خانہ کی باتوں کی تشہیر نہیں کرتی اور نہ ہی ہمارے اموال کو ادھر ادھر بکھیرتی ہے اور نہ ہی ہمارے گھر کو کوڑا کرکٹ سے بھرتی ہے۔

اس نے کہا: ابوزرع گھر سے باہر گیا۔ جب دودھ سے مکھن نکالا جا رہا تھا۔ اسے ایک عورت ملی اس کے پاس چیتوں جیسے اس کے دو بیٹے تھے وہ دونوں اس کے پاس دو اناروں سے کھیل رہے تھے پس ابوزرع نے مجھے طلاق دے دی اور اس عورت سے نکاح کر لیا اس کے بعد میں نے بھی ایک سروقد سخی مرد سے نکاح کر لیا۔ وہ ایک تیز رو گھوڑے پر سوار ہوا ایک خطی (بحرین میں بنا ہوا) نیزہ تھاما اور شام کو میرے پاس بہت سے اونٹ اور مال و دولت لایا اور مجھے ہر قسم سے ایک جوڑا دیا اور کہنے لگا اے ام زرع تو خود بھی کھا اور اپنے اہل خانہ پر بھی خرچ کر۔ ام زرع کہتی ہے دوسرے خاوند نے مجھے جتنا مال واسباب دیا اگر میں وہ سب اکٹھا کروں تو ابوزرع کا سب سے چھوٹا برتن بھی نہیں بھرتا۔ ❶

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں تیرے لیے ایسا ہی ہوں جیسے ابوزرع ام زرع کے لیے تھا۔'' ❷

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فصاحت میں دو آراء نہیں۔ وہ خود اشعار کی حافظہ تھیں اور اشعار روایت کرتی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے سن کر خوش ہوتے تھے۔ بلکہ مزید شعر سننے کی خواہش کرتے، شعر و شاعری کا ملکہ ان کو وراثت میں ملا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا کے ابا جان کو بھی اشعار یاد تھے۔ وہ شعر کے اوزان صحیح کرتے تھے۔ سیّدہ عائشہ کا بھائی خود شاعر تھا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا لوگوں کو مشورہ دیتی تھیں کہ وہ اپنی اولاد کو شعر و شعاری سکھائیں تاکہ ان کی زبانیں شیریں و بلیغ ہو جائیں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے جو بھی

---

❶ جامع الاصول لابن الاثیر، ج ٦، ص: ٥٠٧۔ جامع الاصول کا متن رد و بدل کے ساتھ ختم ہو گیا۔
❷ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

معاملہ آتا آپ ہر موقع کی مناسبت سے اشعار پڑھتی تھیں۔ ❶

ابو زناد ❷ کہتے ہیں:

''میں نے عروہ سے زیادہ کسی کو شعر سناتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ان سے یہ بات پوچھی گئی کہ اے ابوعبداللہ! آپ شعر بہت سناتے ہیں؟ انھوں نے کہا: میرے شعر سنانے کو کیا نسبت ہے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے شعر سنانے سے؟! اس کے پاس جب بھی کوئی مسئلہ آتا یا کوئی مصیبت آتی تو وہ کوئی نہ کوئی شعر پڑھ دیتیں۔'' ❸

عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سب لوگوں سے زیادہ اشعار پڑھتی تھیں اور وہ لبید کا یہ شعر اکثر گنگناتیں:

ذَهَبَ الَّذِيْنَ يُعَاشُ فِيْ اَكْنَافِهِمْ
وَ بَقِيْتُ فِيْ خَلْفٍ كَجَلْدِ الْاَجْرَبِ

وہ لوگ چلے گئے جن کے پڑوس میں رہنا اچھا لگتا تھا اور میں ناخلف لوگوں میں پیچھے خارش زدہ کھال کی طرح رہ گیا۔

پھر وہ کہتیں:

''جن لوگوں کے درمیان ہم رہتے ہیں اگر لبید دیکھ لیتا تو اس کا کیا حال ہوتا؟'' ❹

شعبی سے روایت ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''میں نے لبید کے تقریباً ایک ہزار اشعار پڑھے اور سنائے۔'' ❺

---

❶ موسوعة ام المومنين عائشة لعبد المنعم الحفنى، ص: ٢٠-٢١ ردّ و بدل کے ساتھ۔

❷ عبداللہ بن ذکوان ابوعبدالرحمن قریشی مدنی تھے۔ حدیث میں امیر المومنین مشہور تھے۔ اپنے وقت کے امام، فقیہ، حافظ اور مفتی مشہور تھے۔ فقیہ اہل مدینہ اور عربی زبان کے فصیح اور علامہ تھے۔ مدینہ کے امیر خالد بن عبدالملک کے سیکرٹری تھے اور دیگر خلفاء کے عہد میں بھی وہ اس عہدے پر فائز رہے۔ ۱۳۰ ہجری میں وفات پائی۔ (تهذيب التهذيب لابن حجر، ج ١، ص: ١٣٤۔ سير اعلام النبلاء للذهبى، ج ٥، ص: ٤٤٥۔)

❸ تاريخ دمشق لابن عساكر رحمه الله، ج ٤٠، ص: ٢٥٩۔ الاستيعاب فى معرفة الاصحاب لابن عبدالبر رحمه الله، ج ٤، ص: ١٨٨٣۔ الاصابة فى تمييز الصحابة لابن حجر رحمه الله، ج ٨، ص: ٢٣٣۔

❹ اس کا حوالہ گزر چکا ہے۔

❺ سير اعلام النبلاء للذهبى، ج ٢، ص: ١٩٧۔

ابوعلی حسن بن رشیق قیروانی [1] کہتے ہیں:

”بے شک سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بکثرت اشعار روایت کرتی تھیں اور کہا جاتا ہے کہ وہ لبید کے تمام اشعار روایت کرتی ہیں۔“ [2]

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے تمثیلاً جو اشعار سنائے ان میں سے مثال کے طور پر صحیح بخاری کی یہ روایت دیکھیں: صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۹۲۱۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بنوکلب کی ایک عورت سے شادی کی جسے ام بکر کہا جاتا تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب ہجرت کا اِرادہ کیا تو اس عورت کو طلاق دے دی اس نے اپنے چچا زاد سے شادی کر لی جو وہ شاعر تھا جس نے جنگ بدر میں ہلاک ہونے والے اہل مکہ کا مرثیہ کہا۔ اس نے کفار قریش کی ہلاکت پر جو مرثیہ کہا اس کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

۱۔ بدر کے کنویں کے پاس کیا ہوا جو آبنوس کے پودوں سے بھرا پڑا ہے اور جس سے اونٹوں کے کجاوے بنائے جاتے ہیں۔

۲۔ چاہ بدر میں کیا ہوا جہاں گانے والی لونڈیاں اور معزز شرابی موجود تھے۔

۳۔ ام بکر سلامتی و آداب پیش کرتی ہے اور میری قوم کی ہلاکت کے بعد کیا کوئی سلام رہ جاتا ہے۔

۴۔ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں بتاتے ہیں کہ ہم دوبارہ زندہ کیے جائیں گے جب کھوپڑیوں میں سے الو بولیں [3] تو پھر زندگی کیسے ہوگی۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”تم قریش کی ہجو کیا کرو کیونکہ وہ ان پر تیروں کی بوچھاڑ سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن رواحہ رضی اللہ عنہ (شاعر) کی طرف قاصد بھیجا۔ انھوں نے آپ کے سامنے کفار کی ہجو کی لیکن آپ کو پسند نہ آئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی طرف

---

[1] ابوعلی حسن بن رشیق قیروانی، علامہ، بلیغ اور شاعر تھے۔ ۳۹۰ ہجری میں پیدا ہوئے ان کی تصنیفات "العمدة فی صناعة الشعر و نقده" اور "تاریخ القیروان" ہیں۔ ۴۶۳ ہجری میں وفات پائی۔

[2] العمدة لابن رشیق القیروانی۔

[3] اصداء: عربوں کا عقیدہ تھا کہ مقتول کی کھوپڑی سے الو بولتا ہے اور ایک قول کے مطابق الصدی (الو) کی آواز کو کہتے ہیں اور ہام بھی الو کو کہتے ہیں گویا یہ عطف تفسیر ہے۔ بہرحال یہ شاعر جو مرنے کے بعد جی اٹھنے کا انکاری ہے وہ کہنا یہ چاہتا ہے کہ جب کھوپڑی میں سے الو کی آواز آ جائے تو پھر مقتول کیسے زندہ ہوگا۔ (فتح الباری لابن حجر، ج ۷، ص: ۲۵۹۔)

پیغام بھیجا۔ پھر سیّدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا۔ جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو کہا: بے شک وہ وقت آ گیا ہے کہ آپ اس زبان دراز شیر کو آزاد کر دیں پھر اس نے اپنی زبان باہر نکالی اور اسے ادھر ادھر ہلانے لگے اور کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا! میں ان کی عزتوں کو اس طرح روندوں گا جس طرح چمڑے کو دباغت کے وقت روندا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم جلدی مت کرو کیونکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ قریش کے انساب کے بہت بڑے عالم ہیں اور بے شک میرا نسب بھی انہی میں ہے تم ان کے پاس جاؤ تا کہ وہ تمھیں میرا نسب علیحدہ کر دیں۔'' حسان رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے پھر واپس آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! بے شک انھوں نے میرے لیے آپ کا نسب علیحدہ کر لیا، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا! میں آپ کو اس طرح نکال لوں گا جس طرح گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے۔''[1]

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں چنانچہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

''اے حسان! بے شک روح القدس تمہاری اس وقت تک تائید کرتا رہے گا جب تک تم اللہ اور اس کے رسول کا دفاع کرتے رہو گے۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔

''حسان نے ان (کفار) کی ہجو کی تو میرا سینہ ٹھنڈا ہو گیا اور وہ بھی خوش ہو گیا۔''

حسان رضی اللہ عنہ نے یہ قصیدہ کہا:

۱۔ تو نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہجو کی تو میں نے آپ کی طرف سے جواب دیا۔ اللہ کے ہاں اس کی جزا ہے۔

۲۔ تو نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہجو کی جو نیکوکار اور عادل ہیں وہ اللہ کے رسول ہیں، ایفائے عہد ان کی فطرت ہے۔

۳۔ بے شک میرے ماں باپ اور میری عزت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو بچانے کے لیے قربان ہیں۔

۴۔ میں اپنی جان کو کھو دوں اگر چہ تم اسے نہ دیکھو، وہ کداء کے دونوں جانب گرد و غبار اڑا دے گی۔

۵۔ ایسی اونٹنیاں جو باگوں پر اپنی قوت و طاقت سے اوپر چڑھتی ہوئی زور لگاتی ہیں، ان کے کندھوں پر تیز دھار برچھے ہیں جو خون کے پیاسے ہیں۔

---

[1] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۴۹۰۔

۶۔ ہمارے گھوڑے دوڑتے ہوئے آئیں گے اور ان کی عورتیں اپنے سر کی اوڑھنیوں سے چہرے صاف کرتی ہیں۔
۷۔ اگر تم ہم سے اعراض کرو تو ہم عمرہ کر لیں گے، اور فتح حاصل ہو جائے گی اور پردے ہٹ جائیں گے۔
۸۔ یا پھر اس دن کی مار کا انتظار کرو جس دن اللہ جسے چاہے گا عزت دے گا۔
۹۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے ایک بندے کو بھیجا، جو حق بیان کرتا ہے جس میں کسی قسم کا شبہ نہیں۔
۱۰۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے ایک لشکر تیار کیا ہے وہ الضد کا لشکر ہے، میں نے انھیں لڑائی کے لیے تیار کیا ہے۔
۱۱۔ ہمارے لیے ہر روز مقابلے کا دن ہے گالی گلوچ، قتال یا کافروں کی ہجو ہو گی۔
۱۲۔ تو تم میں سے جو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرے گا تو اسی طرح ان کی مدح اور ان کی نصرت ہم کریں گے۔
۱۳۔ جبریل علیہ السلام اللہ کے قاصد ہمارے پاس ہیں اور روح القدس کا کوئی ہم پلہ نہیں۔

سیّدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے اور ان کے سامنے یہ شعر پڑھتے تھے۔ ❶

اتنے اشعار سننے اور یاد کرنے کے باوجود سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہر سنا سنایا شعر قبول نہ کرتی تھیں بلکہ وہ صرف عمدہ شعر قبول کرتی تھیں اور ردی اشعار ردّ کر دیتی تھیں اور شعر کی قبولیت کا ضابطہ طے کر رکھا تھا۔ وہ کہتی تھیں شعر عمدہ بھی ہوتا ہے اور قبیح بھی ہوتا ہے آپ عمدہ شعر لے لیں اور قبیح ترک کر دیں بے شک مجھے کعب بن مالک کے بیشتر اشعار سنائے گئے ہیں ان کا ایک قصیدہ چالیس اشعار کا ہے اور کچھ قصائد کم اشعار والے بھی ہیں۔ ❷

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا زبان کی تقویم اور قوت بیان کا خصوصی اہتمام کرتی تھیں جیسا کہ ان کے زمانے

---

❶ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٤١٤٦۔ صحیح مسلم: ٢٤٨٨۔

❷ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے ادب المفرد حدیث نمبر: ٨٦٦ میں روایت کیا اور اس کی سند کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری، ج ١٠، ص: ٥٥٥ میں حسن کہا اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح ادب المفرد، حدیث نمبر: ٦٦٥ میں اسے صحیح کہا ہے۔

کے فصحاء کا طریقہ تھا۔ چنانچہ جب وہ کسی متکلم کو لغوی اعتبار سے ناقص کلام کرتے ہوئے یا بھونڈے انداز میں گفتگو کرتے ہوئے سنتیں، تو اسے پورے رعب و دبدبے سے ٹوکتیں۔ ان کا یہ انداز بھی مشہور ہے کہ جب کسی بندے کو بے وزن گفتگو کرتے ہوئے سنتیں، تو غصے ہوتیں اور اس کی زجر و توبیخ، اس کی تادیب و تأنیب سے بھی گریز نہ کرتی تھیں۔ وہ اپنی طبیعت کو بھی آڑے نہ آنے دیتیں اور نہ غلط سننا برداشت کرتیں۔ ایسا کیوں تھا صرف اور صرف اس لیے کہ فصاحت و بلاغت میں ان کا مرتبہ بہت بلند تھا۔ بلکہ لغوی میدان میں ان جیسا شہسوار شاید ہی کوئی ہو۔

ابن ابی عتیق کہتے ہیں:

''میں اور قاسم سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گفتگو کرنے کے لیے گئے۔ قاسم غیر فصیح کلام کرنے میں مشہور تھا اور ام ولد کا بیٹا تھا۔ چنانچہ کچھ دیر کے بعد سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے مخاطب کیا: کیا بات ہے تم چپ ہو، اس طرح بات کیوں نہیں کرتے جس طرح میرا یہ بھتیجا گفتگو کر رہا ہے؟ تاہم مجھے پتا ہے تم کہاں سے آئے ہو اسے تو اس کی ماں نے ادب کی تعلیم دی اور تمھیں تیری ماں نے ادب سکھایا؟ بقول راوی قاسم یہ سن کر بھڑک اٹھا اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نفرت کرنے لگا۔ جب اس نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا دسترخوان آتے ہوئے دیکھا تو کھڑا ہو گیا۔ وہ کہنے لگیں: کدھر کا اِرادہ ہے؟ قاسم نے کہہ دیا: نماز پڑھنے جا رہا ہوں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تم بیٹھ جاؤ۔ اس نے پھر کہا: یقیناً میں نے نماز پڑھنی ہے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے دھوکے باز بیٹھ جا بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''کھانے کی موجودگی میں اور دو گندگیوں (پیشاب، پاخانہ) کی آمد کے وقت نماز نہیں ہوتی۔'' [1]

ساتواں نکتہ

علاج معالجے اور علم الطب میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی دسترس

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے صرف دینی علوم ہی نہیں سیکھے بلکہ وہ دیگر علوم معاصرہ کے حصول میں بھی پوری دلچسپی لیتی تھیں۔ ان علوم میں سے ایک علم الطب بھی ہے۔ اسی لیے عروہ بن زبیر کو تعجب ہوتا جب انھیں معلوم ہوتا کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو متعدد علوم میں مہارت حاصل تھی۔

[1] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ٥٦٠۔

ہشام بن عروہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ عروہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کرتے تھے:

''اے امی جان! مجھے آپ کی فہم وفراست پر کوئی تعجب نہیں کیونکہ مجھے معلوم ہے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی اور سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں اور نہ ہی مجھے آپ کے شعر کے متعلق علم پر تعجب ہے اور نہ آپ کے اس علم پر مجھے تعجب ہے کہ آپ عربوں کی تاریخ وثقافت سے واقف ہیں۔ میں یہی کہوں گا کہ آخر کار آپ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں اور وہ سب سے زیادہ جاننے والے لوگوں میں سے تھے۔ لیکن مجھے علم الطب پر آپ کی دسترس پر تعجب ہوتا ہے۔ یہ کس طرح آپ تک پہنچا؟''

بقول راوی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے میرا کندھا تھپتھپایا اور فرمایا:

''اے عریہ! (1) بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی آخری عمر میں مختلف امراض نے گھیر لیا، تو ہر طرف سے آپ کے پاس عربوں کے وفد آتے جو آپ کے لیے مختلف علاج وادویہ (2) تجویز کرتے اور میں آپ کو دوائیں دیتی (3) تو اس طرح مجھے علم طب کے بارے میں آگاہی ہوئی۔'' (4)

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے تعلیم طب کے لیے کسی طبیب کی تعلیم یا کسی مدرب کی تدریب پر اعتماد نہیں کیا بلکہ انھوں نے اپنی فہم وذکاء اور اپنے مشاہدے کو اپنی تعلیم کی بنیاد بنایا۔ (5)

عروہ رحمہ اللہ یہ بھی فرماتے ہیں:

''میں نے فقہ، طب اور شعر میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑا کوئی عالم نہ دیکھا۔'' (6)

---

(1) عریة: عروہ کی تصغیر۔ (مشارق الانوار للقاضی عیاض، ج ۲، ص: ۱۱۱)

(2) الانعات: جمع نعت بمعنی ادویہ مجوزہ۔ (کتاب العین للخلیل بن احمد، ج ۲، ص: ۷۲۔ النهاية في غريب الحديث و الاثر لابن الاثير، ج ۵، ص: ۷۹۔)

(3) اعالجها: یعنی وہ دوائیں میں بناتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلاتی۔ (تاج العروس للزبیدی، ج ٦، ص: ۱۰۹۔)

(4) مسند احمد، ج ٦، ص ٦٧، حدیث نمبر: ٢٤٤٢٥۔ الطبرانی، ج ١٢٣، ص: ١٨٢، حدیث نمبر: ٢٩٥۔ الحاکم، ج ٤، ص: ٢١٨۔ حلية الاولياء لابی نعيم، ج ٢، ص: ٥٠۔ حاکم نے کہا اس کی سند صحیح ہے اور شیخین نے اسے روایت نہیں کیا۔

(5) السيدة عائشة ام المومنين و عالمه نساء الاسلام، ص: ٢٠٢۔ لعبد الحميد طهمان۔)

(6) مصنف ابن ابی شیبة، ج ٨، ص: ٥١٧۔ المعجم الكبير، للطبرانی، ج ٢٣، ص ١٨٢، حدیث نمبر: ٢٩٤۔ شرح اصول اعتقاد اهل السنة للالكائی، ج ٨، ص ١٥٢، حدیث نمبر: ٢٧٥٩۔

چوتھا مبحث:

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے استدراکات

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بعض مسائل میں کبار صحابہ رضی اللہ عنہم سے اختلاف کیا۔ اس عنوان سے متعدد علماء نے مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں۔ جیسے:

۱۔ ابومنصور عبدالمحسن ❶ بن محمد بن علی بغدادی (۴۱۱ تا ۴۸۹ ہجری): ...... اس نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے صحابہ کرام پر جو استدراکات جمع کیے ان کی تعداد پچیس ہے۔

۲۔ بدرالدین الزرکشی (۷۴۵ ہجری): ...... نے اپنی تصنیف "الاجابة لما استدركته عائشة على الصحابة" اس کے جمع کردہ استدراکات چوہتر ہیں۔ اسے سیوطی رحمہ اللہ نے مختصر کیا اور کچھ اضافے بھی کیے اور اپنی مختصر کا نام رکھا "عين الاصابة فيما استدركته عائشة على الصحابة" سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اکثر و بیشتر استدراکات چار کبار صحابہ پر ہیں:

(۱) سیّدنا عمر بن خطاب (۲) سیّدنا عبداللہ بن عمر (۳) سیّدنا ابوہریرہ (۴) سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم۔

اپنے استدراکات میں سے کچھ میں تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حق پر تھیں اور کچھ استدراکات میں ان سے خطا ہوئی۔ ذیل میں ان کے استدراکات کا مختصر خاکہ پیش کیا جا رہا ہے۔

۱۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا درج ذیل مسائل میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے تعاقب کیا:

(۱) ...... اہل میت کا اس پر رونے کا مسئلہ

(۲) ...... التقائے ختانین پر غسل کا مسئلہ

(۳) ...... بیوی پر صدقے کے جواز کا مسئلہ

---

❶ عبدالمحسن بن محمد بن علی ابومنصور بغدادی فقیہ بمذہب مالک بن انس۔ المحدث، علم حدیث و فقہ کے حصول کے لیے بے شمار سفر کیے۔ ۴۱۱ ہجری میں پیدا ہوئے اور اپنے زمانے میں صالح، فاضل، دانش مند اور ثقہ مشہور تھے۔ ۴۸۹ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۱۹، ص: ۱۵۲۔ تاریخ الاسلام للذهبی، ج ۳۳، ص: ۳۰۱۔)

(۴)......حجاج کا سر منڈوانے کے بعد خوشبو استعمال کرنے کا مسئلہ
(۵)......ابتدائے احرام کے وقت خوشبو کا استعمال
(۶)......عورت کی قبر میں کون کون اتر سکتا ہے؟
(۷)......عصر کے بعد دو رکعات پڑھنے کا مسئلہ
(۸)......اجتماعی غسل خانوں میں مردوں اور عورتوں کے داخلے کا مسئلہ [1]

۲۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر استدراکات:
(۱)......اہل میت کے میت پر رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے۔
(۲)......حالت احرام میں خوشبو کے استعمال کا مسئلہ
(۳)......رجب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمرے کا مسئلہ
(۴)......جنازے کے پیچھے جانے والے کے اجر کا مسئلہ
(۵)......عورتوں کے لیے حج وعمرہ میں موزے کاٹنے کا حکم
(۶)......بوسے سے وضو لازم نہیں۔
(۷)......اچانک موت کا حکم
(۸)......سیّدنا بلال اور سیّدنا ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما کی اذانوں کی ترتیب کا بیان
(۹)......آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا: ''مہینہ انتیس دنوں کا ہوتا ہے۔''
(۱۰)......قلیب بدر میں پڑے ہوئے مردوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب [2]

۳۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر استدراکات:
(۱)......جنبی کے روزہ رکھنے کا مسئلہ
(۲)......نحوست تین چیزوں میں ہونے کا مسئلہ
(۳)......پشت کے بل لیٹ کر نماز پڑھنے کا مسئلہ
(۴)......عصر کے بعد دو رکعات پڑھنے کا مسئلہ
(۵)......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن کی تفصیل

---

[1] الاجابة لا یراد ما استدرکته عائشة علی الصحابه للزرکشی، ص: ۷۶-۸۴۔
[2] الاجابة ما استدرکته عائشة علی الصحابة للزرکشی، ص: ۱۰۲-۱۱۰۔

(۶)...... رسول اللہ ﷺ کی نماز وتر کا مسئلہ [1]

وہ اصول جن پر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے استدراکات کی بنیاد تھی

یہ عنوان قائم کرنے سے ہمارا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سب کچھ درست کہا، یا یہ کہ جن پر انھوں نے استدراکات کیے، ان پر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے کو ترجیح دی جائے۔ یہ مقام اس بحث کے لیے مناسب نہیں اور نہ ہی ہم انبیاء کے علاوہ کسی کے معصوم ہونے کے قائل ہیں۔ لیکن ہمارا مقصد صرف سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فقاہت کی معرفت ہے۔

ا۔ نبی کریم ﷺ کے الفاظ کے مطابق روایت کی تصحیح کرنا:

اس کی مثال سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی وہ روایت ہے جو انھوں نے نبی ﷺ سے کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مہینا انتیس دنوں کا ہوتا ہے۔''

یہ بات لوگوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتائی تو انھوں نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ابوعبدالرحمٰن پر رحم کرے، کیا رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو ایک ماہ تک چھوڑے رکھا۔ پس آپ انتیس دنوں کے بعد لوٹ آئے؟ یہ بات آپ سے کہی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک مہینے میں انتیس دن بھی ہوتے ہیں۔'' [2]

اس کی مثال یہ بھی ہے کہ میت کو اس کے ورثا کے اس پر رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔ چونکہ عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ سے روایت ہے:

جب مکہ میں عثمان رضی اللہ عنہ کی بیٹی فوت ہوئی تو ہم جنازہ میں شامل ہونے کے لیے آئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے اور میں ان دونوں کے درمیان یا کسی ایک کے پاس بیٹھ گیا۔ پھر دوسرا آیا اور میرے پہلو میں بیٹھ گیا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اے عمرو بن عثمان! تو رونے سے روکتا کیوں نہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک میت کو اس پر اس کے اہل خانہ کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔''

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کہا کرتے تھے۔ جب سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ پر

---

[1] حوالہ سابقہ، ص: ۸۷-۱۰۱۔ السیدة عائشة و توثیقها للسنة لجیهان رفعت فوزی، ص: ۸۵۔

[2] مسند احمد، حدیث نمبر: ۵۱۸۲۔ تحقیق المسند، ج ۷، ص: ۱۴۲ پر احمد شاکر نے اس کی سند کو صحیح کہا اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے السلسلة الصحیحة، ج ۷، ص: ۱۴۵۶ میں اسے صحیح کہا ہے۔

قاتلانہ حملہ ہوا تو سیّدنا صہیب رضی اللہ عنہ ان کو دیکھ کر رونے لگے اور کہنے لگے ہائے میرا بھائی! ہائے میرا ساتھی! تو عمر رضی اللہ عنہ نے اسے مخاطب کیا: اے صہیب! تو مجھ پر روتا ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے میت کو اس کے اہل خانہ کے اس پر رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا جب سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو میں نے یہ بات سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتائی۔ وہ کہنے لگیں: اللہ عمر پر رحم کرے، اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہرگز نہیں فرمایا کہ مومن کو اس کے اہل خانہ کے اس پر رونے کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ضرور فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ کافر کے اہل خانہ کے رونے کی وجہ سے اس کافر کے عذاب میں اضافہ کر دیتا ہے۔'' پھر آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تمھیں یہ قرآن کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی﴾ (الاسراء: ۱۵)

''اور کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسری (جان) کا بوجھ نہیں اٹھاتی۔''

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ کی قسم! وہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے۔

ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں۔ اللہ کی قسم! ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ سن کر کچھ نہیں کہا۔ [1]

۲۔ اپنے استدراکات کی پختگی کے لیے قرآن کریم کی طرف مراجعت:

جیسا کہ درج بالا حدیث میں اگرچہ انھیں یقین تھا کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان من وعن روایت کیا ہے پھر بھی ان کی تائید و تاکید کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پیش کیا:

﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی﴾ (الاسراء: ۱۵)

''اور کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسری (جان) کا بوجھ نہیں اٹھاتی۔''

۳۔ فقہ الحدیث اور اس کی فہم کے لیے مکمل کوشش کرنا:

اس کی مثال علقمہ کی روایت ہے:

''ہم سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے تو سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہاں تشریف لائے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انھیں یوں مخاطب کیا۔ کیا تم یہ حدیث بیان کرتے ہو کہ ایک عورت کو اس کی بلی کی وجہ سے عذاب دیا گیا، اس نے اسے باندھ دیا نہ اسے کچھ کھانے کو دیا اور نہ اسے پانی پلایا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے ہی سنا۔''

---

[1] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۸۸-۱۲۸۷، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۹-۹۲۷۔

عبداللہ بن احمد بن حنبل نے کہا میں نے اپنے باپ سے اسی طرح یہ حدیث سنی۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو وہ عورت کون تھی۔ عورت نے جو کیا سو کیا بہر حال وہ کافرہ تھی اور مومن اللہ عزوجل کے ہاں اس سے کہیں زیادہ معزز ہے کہ وہ اسے بلی کے لیے عذاب دے۔ لہٰذا جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث بیان کرنے لگو تو اچھی طرح غور کر لو کہ کیا بیان کر رہے ہو۔'' [1]

۴۔ شخصی قربت کی اہمیت:

یہ تو سب کو معلوم ہے کہ بیوی خاوند کے تمام اقوال و افعال سے سب سے زیادہ واقف ہوتی ہے۔ نیز اسے عورت کے متعلقہ احکام مردوں سے زیادہ معلوم ہوتے ہیں اس کی دلیل سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما [2] کا وہ فتویٰ ہے جو وہ بیان کیا کرتے تھے کہ عورتیں جب غسل کریں تو اپنے سر کے بال کھول لیا کریں۔ یہ بات سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سن لی تو انھوں نے فرمایا:

''ابن عمرو پر اس فتویٰ کی وجہ سے جتنا تعجب کیا جائے کم ہے وہ عورتوں کو غسل کے دوران سر کھولنے کا حکم دیتا ہے۔ وہ ان کو سر منڈوانے کا حکم کیوں نہیں دیتا۔ بے شک میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے اور میں اس سے زیادہ کچھ نہ کرتی کہ اپنے سر پر تین لپیں پانی ڈال دیتی۔'' [3]

۵۔ بے مثال حافظہ اور نادر ذہانت:

اس کی مثال سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت پیش آنے والا واقعہ ہے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے لوگوں کو کہا کہ وہ سعد کا جنازہ مسجد میں لائیں تاکہ وہ اس پر نمازِ جنازہ پڑھ لیں لوگوں نے ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ تو انھوں نے فرمایا:

---

[1] مسند احمد، ج ۲، ص ۵۱۹، حدیث نمبر: ۱۰۷۳۸۔ ہیثمی نے مجمع الزوائد (ج ۱، ص: ۱۲۱) میں کہا اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

[2] عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما ابو محمد قریشی سہمی جلیل القدر صحابی بلکہ دورِ صحابہ کے امام، علامہ اور عابد مشہور ہوئے۔ اپنے والد سے پہلے اسلام قبول کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حدیث لکھنے کی اجازت دی۔ جنگ صفین میں سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شامل ہوئے لیکن جنگ میں بذات خود شریک نہ ہوئے۔ ۶۵ ہجری کے لگ بھگ وفات پائی۔ (الاستیعاب لابن عبدالبر رحمہ اللہ، ج ۱، ص: ۲۹۲۔ الاصابة لابن حجر رحمہ اللہ، ج ٤، ص: ۱۹۲۔)

[3] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۳۔

((مَا اَسْرَعَ مَا نَسِيَ النَّاسُ ، مَا صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى سُهَيْلِ ابْنِ الْبَيْضَاءِ اِلَّا فِي الْمَسْجِدِ)) [1]

''لوگ کتنی جلدی بھول گئے کہ رسول اللہ ﷺ نے سہیل بن بیضاء کا جنازہ مسجد ہی میں پڑھایا تھا۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مذکورہ بالا استدراکات کے درج ذیل اسباب ہو سکتے ہیں:

(۱) بعض صحابہ کی روایت میں غلطی کا امکان

(۲) بعض صحابہ کو نسیان ہو جانا

(۳) بعض احادیث کو اچھی طرح نہ سمجھنا

(۴) حدیث کے صادر ہونے کے سبب سے عدم واقفیت

(۵) یہ معلوم نہ ہونا کہ حدیث منسوخ ہے۔

(٦) صحابی کو حدیث کا نہ ملنا۔

بہر حال ایک بار پھر ہم تاکیداً لکھتے ہیں کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعض استدراکات فقط اجتہادی ہوتے تھے جن میں غلطی کا امکان بعید از عقل نہیں۔ ممکن ہے صحیح ہوں اور ممکن ہے غلط ہوں، لیکن بہر صورت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے علمی بنیادیں وضع کر دیں جن سے بعد میں آنے والے محدثین اور علمائے کرام نے علت حدیث اور جرح وتعدیل کے قواعد بآسانی وضع کر کے دین کو محفوظ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ [2]

[1] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۹۷۳۔ مزید معلومات کے لیے دیکھیے: سیرۃ السیدۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا للندوی، ص: ۲۵۰۔
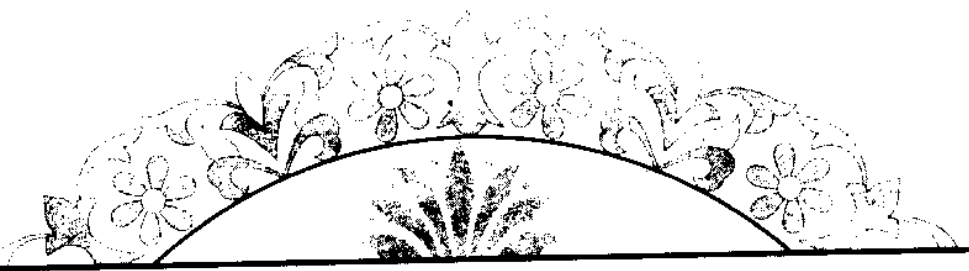
[2] السیدۃ عائشۃ و توثیقها للسنۃ لجیهان رفعت فوزی، ص: ۸٤۔

پانچواں باب

دعوت الی اللہ میں اثرات اور اس کے اسالیب
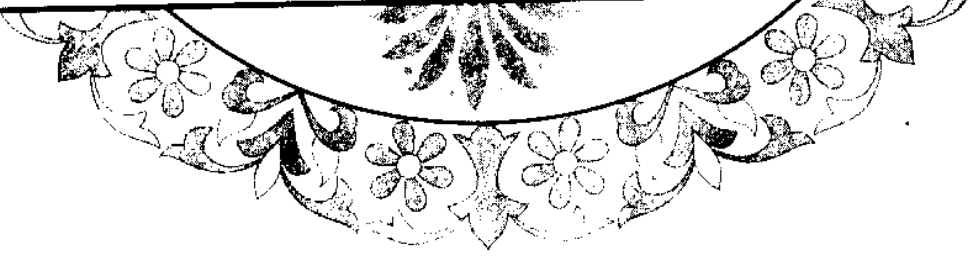
پہلا مبحث:...... دعوت الی اللہ میں ان کے اثرات

دوسرا مبحث:...... دعوت الی اللہ کے لیے ان کے اسالیب

تیسرا مبحث:...... سیّدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حکمت بھرے اقوال زرّیں
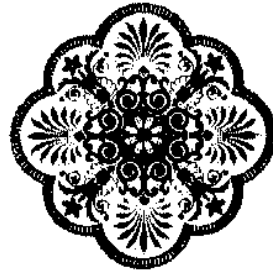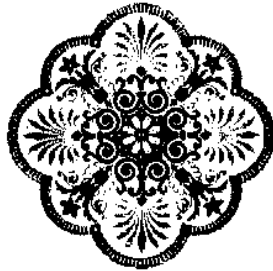
موسیٰ بن طلحہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں

''میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا۔''

پانچواں باب:

دعوت الی اللہ میں اثرات اور اس کے اسالیب

پہلا مبحث:......دعوت الی اللہ میں ان کے اثرات

ا۔ مدنی عہد میں دعوت الی اللہ پر ان کے اثرات:

مدنی عہد میں ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا کردار سنتِ مطہرہ کی تعلیم و تعلم اور اسے حفظ کرنا رہا۔ چاہے وہ قولی سنت ہو یا فعلی ہو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی زندگی سے متعلق تھیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ﴾ (الاحزاب: ۳٤)

''اور تمہارے گھروں میں اللہ کی جن آیات اور دانائی کی باتوں کی تلاوت کی جاتی ہے انھیں یاد کرو۔''

درج ذیل نکات میں یہ اہم اور نمایاں اثر واضح ہوگا۔

ا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے متعلق آپ کی قولی اور فعلی سنن مطہرہ کو سمجھنا اور یاد کرنا خصوصاً آپ کے جو اوقات اپنے اہل خانہ کے ساتھ ان کے گھروں میں بسر ہوتے تھے۔

۲۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بھی علم شرعی حاصل کرتیں اسے پوری امانت اور تندہی سے امت کے دیگر افراد تک پہنچا دیتیں اور پوری امت تک یہ عظیم میراث نبوی پہنچانے میں شاید ان کا کوئی ثانی نہیں۔

۳۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سوال پوچھنے والی مومن عورتوں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان بہترین رابطہ کار تھیں۔ خاص طور پر خواتین کے مخصوص احکام کی تفصیل کے لیے یہ اپنی مثال آپ تھیں۔

اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ:

''جب ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حیض کے بعد غسل کی کیفیت پوچھی تو آپ نے اسے غسل کی کیفیت بتائی، پھر فرمایا: ''تو کستوری کا پھاہا[1] رکھ لے اور پھر اس کے ساتھ طہارت حاصل کر۔''

---

[1] الفرصة: اونی یا سوتی کپڑے کا ٹکڑا۔ (النهاية في غريب الحديث و الاثر لابن الاثير، ج ۳، ص: ۴۳۱۔

وہ کہنے لگی میں کیسے طہارت حاصل کروں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو اس کے ساتھ طہارت حاصل کر۔''

اس عورت نے پھر پوچھا: کیسے؟ آپ نے فرمایا: ''سبحان اللہ! تو طہارت حاصل کر۔''

تو بقول سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے میں نے اسے اپنی طرف کھینچا اور کہا تو اس کے ساتھ خون کے نشانات صاف کر لے۔ [1]

۴۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھلائی کے راستے کی طرف اور دعوت الی اللہ کے لیے مسلمان عورت کے لیے بہترین نمونہ اور عمدہ مثال تھیں۔

۵۔ متعدد قرآنی آیات ان کے معاملے کی وجہ سے نازل ہوئیں جن سے امت کے لیے متعدد احکام شریعت مستنبط ہوئے جیسے آیت تیمّم کا نزول وغیرہ۔

۶۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت اس سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو سامان دنیا اور اللہ و اس کے رسول اور آخرت کے گھر میں سے ایک منتخب کرنے کا اختیار دیا تو انھوں نے بلا تردد اللہ، اس کے رسول اور دارِ آخرت کو منتخب کیا اور دنیا کے فانی و زائل سامان کی طرف توجہ نہ دی۔ اس انتخاب میں ان کی طرف سے آپ ﷺ کے ایمان اور عمل صالح کے راستے میں آپ ﷺ کی تائید اور نصرت و حمایت کا واضح اعلان تھا۔ [2]

۲۔ خلفائے راشدین کے عہد میں ان کے دعوت دین میں اثرات:

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک کے بعد خلفائے راشدین کے مبارک عہد دعوت الٰہی کی تاریخ کا اہم سنگ میل ہیں کیونکہ یہ زمانے آپ ﷺ اور آپ کے بعد آنے والے ادوار کے درمیان ایک مضبوط پل تھے۔ اس عرصے میں دعوت دین کے لحاظ سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے خصوصی اثرات ظاہر ہوئے۔

۱۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مسلمانوں تک دعوت دین پہنچانے میں شدید حرص رکھتی تھیں۔ اس دَور کے مسلمانوں، صحابہ و کبار تابعین نے ان سے خوب دینی تعلیم حاصل کی بالخصوص نبی کریم ﷺ کی وہ سنتیں جن پر صرف آپ کے اہل خانہ ہی مطلع ہوتے تھے۔

۲۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خلفائے راشدین اور کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اہم امور میں بہترین مشیر رہیں۔

---

[1] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۱٤۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۳۲۔

[2] السیدة عائشة رضی اللہ عنہا بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ لخالد العلمی، ص: ۱۳ معمولی ردّ و بدل کے ساتھ نقل کیا گیا متن۔

۳۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیشتر ایسے احکام فقہیہ میں مرجع خاص تھیں جو اکثر صحابہ سے مخفی تھے۔

۴۔ انھوں نے متعدد ان مسائل کی وضاحت وتشریح کی جن کا تعلق عقیدہ صحیحہ سے تھا۔ وہ ان مسائل کی بہترین شارح اور مفسرہ تھیں۔

۵۔ کبار صحابہ میں سے جو بھی ان سے تفسیر قرآن کریم کے بارے میں پوچھتا یہ ان کے لیے بہترین مرجع ثابت ہوتیں۔

۶۔ زہد، دنیا سے بے رغبتی اور اس کی حرص نہ رکھنے میں عمدہ مثالیں قائم کیں اور وہ اس میدان میں مسلمانوں کے لیے بہترین نمونہ ہیں۔ [1]

۳۔عہدِ اموی کی ابتداء میں ان کا دعوتِ دین پر اثر:

اللہ تعالیٰ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو طویل عمر عطا کی کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دس سال بسر کرنے کے بعد خلفائے راشدین کے تیس سالہ سنہری عرصہ کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا، پھر عہد معاویہ کے بیشتر حصہ میں بھی زندہ رہیں۔ وہ گزشتہ ادوار حیات میں اکثر علمائے امت، ائمہ اور امراء المسلمین کے لیے مرجع عام تھیں درج ذیل نکات میں ہم سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دعوت پر اثرات کو درج ذیل نکات میں سمیٹیں گے:

۱۔ جو مسلمان بھی ان کی ملاقات کے لیے جاتا وہ اسے پند ونصائح سے ضرور نوازتیں یا جس نے بھی ان سے رائے یا مشورہ طلب کیا، چاہے وہ عام مسلمان ہوتا یا علماء وامراء ہوتے وہ ضرور انھیں نصیحت کرتی تھیں۔

۲۔ دار آخرت کی تیاری کے لیے وہ مسلسل تقویٰ اور عمل صالح میں اضافہ کرتی رہتیں۔

۳۔ انھیں جتنا مال بھی میسر آتا وہ اسے بھلائی کے کاموں میں دل کھول کر خرچ کر دیتیں، احسان، صلہ رحمی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کی رعایت کرتے ہوئے امراء کی طرف سے انھیں جو عطیات ملتے وہ انھیں اللہ کے راستے میں خرچ کر دیتیں۔

۴۔ ان کے زمانے میں جو اقوال واحکام وقوع پذیر ہوتے اور ان تک پہنچتے تو وہ ان کی بغیر کسی خوشامد یا خوف کے علمی طریقے سے وضاحت کرتیں۔

۵۔ نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں سے حسن استدلال، اس کی فہم وفراست اور اس کی مضبوط حجت،

---

[1] السیدة عائشة بنت ابی بکر رضی اللہ عنهما لخالد العلمی، ص: ۱۴ معمولی ردّوبدل کے ساتھ۔

اس میں مخفی احکام فقہیہ کی وضاحت اور سوال کرنے والے کو مکمل طور پر مطمئن کرنا ان کا خاصہ تھا۔

۶۔ انھوں نے بوقت سفر آخرت امت کے لیے اعلیٰ ترین نمونہ قائم کیا۔ جب مدینہ منورہ مکمل طور پر خوف کے سایے میں تھا اور ان کی رحلت کا وقت قریب آ گیا تو انھوں نے مطلق طور پر بھی اتباع سنت کی وصیت کی اور یہ بھی کہ ان کے جنازہ کو رات کے وقت قبرستان لے جایا جائے اور جنازے کے ساتھ آگ نہ لے جائی جائے یعنی جنازے کے ساتھ بھی اتباع سنت پر عمل کیا جائے۔ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا. [1]

---

[1] السیدة عائشة بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما لخالد العلمی، ص: ۱۷۔

دوسرا مبحث:

دعوت الی اللہ کے لیے ان کے اسالیب

ا۔ اسلوب حکمت:

دعوت میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حکمت کو اولیت دیتی تھیں۔ وہ اللہ عزوجل کے اس فرمان پر عمل کرنا چاہتیں:

﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ﴾ (النحل: ۱۲۵)

''اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت کے ساتھ بلا۔''

اس طریقے کا علم انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عملی طور پر حاصل کیا۔ چنانچہ وہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے انھیں فرمایا:

((لَوْلَا اَنَّ قَوْمَكَ حَدِیْثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِیَّةٍ لَاَمَرْتُ بِالْبَیْتِ فَهُدِمَ، فَاَدْخَلْتُ فِیْهِ مَا اُخْرِجَ مِنْهُ، وَ اَلْزَقْتُهُ بِالْاَرْضِ، وَ جَعَلْتُ لَهٗ بَابَیْنِ، بَابًا شَرْقِیًّا وَ بَابًا غَرْبِیًّا))

''اے عائشہ! اگر تمہاری قوم جاہلیت سے نئی نئی مسلمان ہوئی ہوتی تو میں ضرور حکم دیتا کہ بیت اللہ گرا دیا جائے تو جو حصہ اس سے نکال دیا گیا میں اس میں شامل کر دیتا اور اس کے دروازے کو زمین کے ساتھ لگا دیتا اور اس کے دو دروازے بناتا ایک مشرقی دروازہ اور ایک مغربی دروازہ۔''

اور ایک روایت میں ہے:

((فَاَخَافُ اَنْ تُنْكِرَ قُلُوْبُهُمْ)) [1]

''مجھے ڈر ہے کہ ان کے دل نہیں مانیں گے۔''

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کو نامکمل چھوڑ دیا تاکہ کچھ لوگ اس سے بڑے نقصان میں نہ پڑ جائیں اور وہ آپ کی تکذیب اور کفر کر بیٹھیں۔

---

[1] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۱۵۸۶۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۳۳۳۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی میدانِ دعوت میں حکمت کی ایک صورت ان کا امور کی مکمل چھان بین اور تصدیق ہے۔

"ایک بار ایک یہودی عورت ان سے کھانا مانگنے آئی۔ اس نے کہا: تم مجھے کھانا دے دو اللہ تعالیٰ تمھیں دجال اور عذاب قبر کے فتنے سے پناہ دے دے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد تک اس عورت کو باتوں میں لگائے رکھا۔ جب آپ تشریف لائے تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے پوچھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور اپنے ہاتھ بلند کر کے پھیلا دیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دجال اور عذاب قبر کے فتنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ رہے تھے۔" [1]

امت اسلامیہ اکثر مواقع پر دعوت میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حکمت بھرے اسلوب اور ان کی معاملہ فہمی سے مستفید ہوئی۔ [2]

۲۔ احسن طریقے سے وعظ کا اسلوب:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دعوت الی اللہ میں مواعظ حسنہ کا اسلوب اپنایا۔ کبھی تو وہ ترغیب دلاتیں اور کبھی کبھار ترہیب کو بھی استعمال کرتیں۔ ذرا غور کریں وہ مومنات کو پردہ کی اہمیت بتلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے عذاب اور ناراضی سے انھیں خوف بھی دلاتی ہیں اور ڈانٹ ڈپٹ بھی کرتی ہیں۔ وہ ان سے فرماتی ہیں:

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((مَا مِنِ امْرَأَةٍ تَضَعُ ثِيَابَهَا فِيْ غَيْرِ بَيْتِ زَوْجِهَا اِلَّا هَتَكَتْ السَّتْرَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ رَبِّهَا)) [3]

"جو عورت بھی اپنے خاوند کے گھر کے علاوہ کہیں اپنے کپڑے اتارتی ہے وہ اس کے اور رب کے درمیان حائل شرم و حیا کے پردے کو پھاڑتی ہے۔"

وہ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف کو جب ان کا کچھ لوگوں سے کسی معاملے میں جھگڑا تھا، نصیحت کرتے ہوئے فرماتی ہیں: "اے ابوسلمہ! تم زمین چھوڑ دو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] مسند احمد، ج ٦، ص ١٣٩، حدیث: ٢٥١٣٣۔ شرح مشکل الآثار للطحاوی، ج ١٣، ص: ١٩٧۔ ابن جریر نے مسند عمرو ج ٢، ص: ٥٩٢ پر اس کی سند کو صحیح کہا اور منذری نے الترغیب و الترهیب، ج ٤، ص: ٢٧٨ میں اور وادعی نے الصحیح المسند کی حدیث نمبر: ١٥٥٨ کی تعلیق میں اسے صحیح کہا ہے۔

[2] السیدة عائشة بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما لخالد العلمی، ص: ١٣٧۔

[3] صحیح سنن ترمذی، حدیث نمبر: ٢٨٠٣۔ اسے شیخ البانی رحمہ اللہ نے (صحیح سنن ترمذی، حدیث: ٢٨٠٣) صحیح کہا ہے۔

((مَنْ ظَلَمَ قِيدَ شِبْرٍ مِّنْ اَرْضٍ طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ اَرَضِينَ)) ❶

''جس نے ایک بالشت کے برابر زمین میں کسی پر ظلم کیا اسے سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تلاوت قرآن نہایت احسن انداز میں کرتی تھیں اور اکثر اوقات تلاوت کرتی تھیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بار بار دہراتیں:

((مَثَلُ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَهُوَ حَافِظٌ لَهُ، مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ، وَمَثَلُ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَ هُوَ يَتَعَاهَدُهُ، وَهُوَ عَلَيْهِ شَدِيدٌ فَلَهُ أَجْرَانِ .))

''اس شخص کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے اور وہ اس کا حافظ ہو تو وہ معزز فرشتوں کے ساتھ ہو گا اور جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور وہ اس کی پابندی کرتا ہے اگرچہ وہ اس پر مشکل ہو تو اسے دو اجر ملیں گے۔''

مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

((اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ، وَالَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيهِ، وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهُ أَجْرَانِ .)) ❷

''قرآن کا ماہر معزز اور اعلیٰ فرشتوں کے ساتھ ہو گا اور جو قرآن پڑھتا ہو اور ہکلاتا ہو اور وہ اس پر مشکل ہو تو اسے دو اجر ملیں گے۔''

جب بھی کسی کو مسلمانوں کے کسی معاملے کی ذمہ داری ملتی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اسے ضرور مواعظہ حسنہ سناتیں اور اسے مسئولیت کی اہمیت بتلاتیں۔ عبدالرحمٰن بن شماسہ سے روایت ہے کہ میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کوئی مسئلہ پوچھنے آیا تو آپ نے فرمایا:

''تم کہاں سے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا: میں مصر سے آیا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تمہارا گورنر تمہارے ساتھ کیسا سلوک کرتا ہے؟ میں نے کہا: ہمیں اس میں کوئی عیب نظر نہیں آتا۔ اگر ہم میں سے کسی کا اونٹ مر جائے تو وہ اسے اونٹ دے دیتا ہے اور جس کا غلام مر جائے اسے غلام دے دیتا ہے اور جو نان ونفقہ کا محتاج ہو اسے نان ونفقہ دے دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا: مجھے اس کا میرے بھائی محمد بن ابی بکر سے کیا جانے والا سلوک حق بات کہنے سے نہیں

---

❶ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۴۵۳۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۶۱۲۔

❷ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۴۹۳۷۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۷۹۸۔

روکتا۔ میں تمھیں بتلاتی ہوں کہ میں نے اپنے اس گھر میں رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”اے اللہ! جس کے سپرد میری امت کا کوئی معاملہ ہوا اور اس نے ان پر سختی کی تو تو بھی اس پر سختی کر اور جس کے سپرد میری امت کا کوئی معاملہ ہوا اور اس نے ان پر نرمی کی تو تُو بھی اس پر نرمی کر۔“ [1]

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اسلوب دعوت الی اللہ میں مواعظہ حسنہ کے ساتھ نمایاں ہوا اور یہ اس لیے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث وسنن کی حافظہ بھی تھیں اور اس کے ساتھ ساتھ انھیں فصاحت لسان، بلاغت نطق اور خطابت کا خصوصی ملکہ عطا ہوا تھا جو کہ دعوت الی اللہ کے لیے مواعظہ حسنہ کے ساتھ سب سے عمدہ اسلوب سمجھا جاتا ہے۔ احنف بن قیس کا قول پہلے گزر چکا ہے کہ:

”میں نے سیّدنا ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد والے خلفاء کے خطبات سنے، میں نے اتنا عمدہ اور احسن کلام کسی انسان کے منہ سے نہیں سنا جتنا خوبصورت کلام میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے منہ سے سنا۔“

موسیٰ بن طلحہ فرماتے ہیں: ”میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑا فصیح نہیں دیکھا۔“ [2]

سیّدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے زیاد [3] سے پوچھا: لوگوں میں سے سب سے بڑا بلیغ کون ہے تو اس نے کہا اے امیر المومنین! آپ ہیں۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں تجھے قسم دیتا ہوں۔ زیاد نے کہا: جب آپ نے مجھے قسم دے دی تو اب بتانے میں کوئی حرج نہیں، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سب سے بڑی بلیغ ہیں۔

سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس نے جو دروازہ کھولا اور وہ اسے بند کرنا چاہے تو میں اسے بند رکھوں گا اور اس نے جو دروازہ بند کیا اور وہ کھولنا چاہے تو میں بھی اسے کھول دوں گا۔ [4]

انھوں نے دعوت الی اللہ کے لیے مواعظ حسنہ کا اسلوب احادیث سے سمجھا کیونکہ احادیث نبویہ میں تخویف، وعید، روزِ قیامت کی ہولناکیوں کے ذریعے نصیحت اور دنیا میں زہد اور اس کے سامان کی تقلیل

---

[1] اس کی تخریج گزر چکی ہے۔ [2] اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

[3] زیاد بن عبید ابومغیرہ ثقفی، ہجرت والے سال پیدا ہوا اور سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مسلمان ہوا، سرداری اور فصاحت میں اس کی مثالیں بیان کی جاتی ہیں جب سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بصرہ کے گورنر تھے یہ ان کا سیکرٹری تھا۔ اس نے سب سے پہلے اہل عراق کو اکٹھا کیا۔ تقریباً ۱۰۶ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۳، ص: ٤٩٤۔ وفیات الاعیان لابن خلکان، ج ٦، ص: ۳۱۳۔)

[4] تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۱۹، ص: ۱۹٦۔

وغیرہ سارے ابواب موجود ہیں۔ [1]

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اللہ کے دین کی دعوت دینے والوں کو ہمیشہ نصیحت کرتی تھیں اور ان کی راہنمائی کرتی تھیں۔ اس کی مثال عبید بن عمیر رحمہ اللہ کی ان کے پاس آمد کے وقت ہے:

''آپ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا: یہ کون ہے؟ تو میں نے کہا: عبید بن عمیر۔ انھوں نے فرمایا: عمیر بن قتادہ، میں نے کہا: جی اماں جان۔ انھوں نے فرمایا: مجھے پتا چلا ہے کہ تم لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنے بیٹھتے ہو اور لوگ بھی تمہارا وعظ سننے کے لیے تمہارے پاس آتے ہیں۔ میں نے کہا: اے ام المومنین! بالکل اسی طرح ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: خبردار! تم لوگوں کو مایوس نہ کرو اور نہ انھیں ہلاکت میں ڈالو۔'' [2]

۳۔ ذاتی زندگی کو عمدہ نمونہ بنانے کا اسلوب:

بلاشبہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ساری زندگی ایمان، عمل صالح، حسن اخلاق، ایثار، قربانی، صبر، زہد وغیرہ کے لیے ضرب المثل بن گئی ہے۔ ان خوبیوں اور امتیازات کی وجہ سے وہ مسلمانوں کے لیے پیشوائی کے درجے پر فائز ہو چکی ہیں۔ اہل اسلام ہر زمانے میں ان کی سیرت کو اپنا راہنما مانتے آئے ہیں اور ان کی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ہر مسلمان کے لیے واقعہ افک میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے صبر، توکل علی اللہ، مصیبت کو برداشت کرنے کا حوصلہ اور اللہ کے ساتھ حسنِ ظن مشعلِ راہ بنتے ہیں۔ اس حادثے میں آپ رضی اللہ عنہا نے کتنی اذیت اور دُکھ صبر کے ساتھ برداشت کیے، حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہا کہہ اٹھیں:

''اللہ کی قسم! میرے علم کے مطابق کہ ان دنوں جتنے دکھ آل ابی بکر کو سہنے پڑے شاید کسی اور کو سہنے پڑے ہوں۔'' [3]

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہر مسلمان کے لیے تنگ حالی میں صبر و یقین کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے لیے بھی ایک نمونہ ہے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''بے شک ہم آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر مہینا گزر جاتا، ہمارا چولھا نہیں جلتا تھا، ہمارا کھانا صرف کھجوریں اور پانی ہوتے تھے۔'' [4]

---

[1] السیدة عائشه بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما لخالد العلمی، ص: ۱٤٦۔

[2] مصنف عبدالرزاق، ج ۳، ص: ۲۱۹۔

[3] تاریخ ابن شبه، ج ۱، ص: ۳۲۸۔ تاریخ طبری، ج ۲، ص: ۱۱۲ اسے علامہ البانی رحمہ اللہ نے فقه السیرة، ص: ۲۸۸ پر صحیح کہا ہے۔

[4] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٦٤٥٨۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۹۷۲۔

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب وفات پائی تو میرے تھیلے میں ایسی کوئی چیز نہیں تھی جسے کوئی ذی روح کھا سکے۔ البتہ مٹھی بھر جو ضرور تھے تو میں نے اسے کھانا شروع کیا جب مجھ پر کافی عرصہ گزر گیا تو میں نے اس کا وزن کر لیا تب وہ ختم ہو گئے۔'' ❶

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خانگی بسر اوقات ہر مسلمان عورت کے لیے ایک نمونہ ہے کہ ایک مسلمان عورت کس طرح اپنے خاوند کی خدمت کرتی ہے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''میرے ذمے رمضان کے روزوں کی قضا ہوتی تو میں ان کی قضا اگلے شعبان تک موخر کر دیتی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے فرصت ہی نہیں ملتی تھی۔'' ❷

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوری امت کی توجہ اپنی زندگی کے تمام امور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کی طرف مبذول کروائی۔ مثلاً وہ اہل ایمان کی توجہ اس طرح دلاتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے شوق میں وہ ہر اچھا کام دائیں طرف سے شروع کیا کریں۔ آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کنگھی کرنے میں، جوتا پہننے میں، وضو کرنے میں بلکہ اپنے عام معاملات میں دائیں طرف سے شروع کرنے کو پسند کرتے تھے۔'' ❸

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مسلمانوں کی توجہ حسن تخاطب و شیریں کلامی کی طرف دلاتی ہیں اور مسلسل باتیں کرنے اور بغیر وقفے کے لگاتار گفتگو کرنے سے منع کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری طرح مسلسل گفتگو نہ کرتے تھے۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وقفہ وقفہ سے واضح کلام کرتے تھے۔ جو بھی آپ کی مجلس میں ہوتا وہ آپ کی ہر بات کو آسانی سے یاد کر لیتا۔'' ❹

---

❶ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔ ❷ اس کی تخریج پیچھے گزر چکی ہے۔

❸ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۱۶۸۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۶۸۔

❹ صحیح سنن الترمذی للالبانی رحمہ اللہ، حدیث نمبر: ۳۶۳۹۔ السیدۃ عائشۃ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما لخالد العلمی، ص: ۱۵۷۔ اور بغوی نے اسے "شرح السنۃ، ج ۷، ص: ٤٦" پر صحیح کہا ہے۔

تیسرا مبحث:

سیّدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حکمت بھرے اقوالِ زرّیں ❶

۱۔ جو چیز اللہ کے پاس ہے وہ غیر اللہ سے نہ مانگو کیونکہ غیر اللہ سے مانگنے سے اللہ تعالیٰ غضب ناک ہوتا ہے۔ ❷

۲۔ ہر وہ باعث عزت کام جس کا انجام ملامت ہو تو وہ قابل ملامت ہے اور ہر وہ باعث عار و ملامت کام جس کا انجام عزت ہو تو وہ باعث شرف ہے۔ ❸

۳۔ بے شک اللہ کی ایک مخلوق ہے ان کے دل پرندوں کی طرح ہیں جونہی ہوا چلے وہ ہوا کے ساتھ ہی ہلنے لگتے ہیں پس بزدلوں پر تف ہو پس بزدلوں پر تف ہو!! ❹

۴۔ جو اللہ کی رضا کے لیے لوگوں کو ناراض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے لوگوں کی طرف سے کافی ہو جاتا ہے اور جو اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کو راضی کرنا چاہے تو اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے سپرد کر دیتا ہے۔ ❺

۵۔ تم گناہ کم کیا کرو کیونکہ تم اللہ عزوجل کے پاس قلت ذنوب سے افضل کوئی چیز نہیں لے جا سکتے۔ ❻

۶۔ بے شک تم افضل ترین عبادت سے غفلت کرتے ہو (یعنی التواضع)۔ ❼

۷۔ بے شک بندہ جب اللہ کی معصیت کا مرتکب ہوتا ہے تو لوگوں میں سے اس کی تعریف کرنے والا اس کی مذمت کرنے والا بن جاتا ہے۔ ❽

۸۔ افضل ترین عورت وہ ہے جو نہ بدکلامی کرے اور نہ ہی مردوں کے دھوکے میں آئے۔ اس کا دل ہر قسم کی سوچ سے خالی ہو سوائے اپنے خاوند کے لیے زینت کرنے کے اور اپنے اہل خانہ کی حفاظت پر گامزن رہنے کے۔ ❾

---

❶ مزید مطالعہ کے لیے مشاهیر النساء المسلمات لعلی بن نایف اشحود، ص: ٥٦ سے استفادہ کریں۔

❷ المجالسة و جواهر العلم للدینوری، ج ٥، ص: ٢٢۔

❸ البیان و التبیین للجاحظ، ج ٢، ص: ٦٧ الفاضل للمبرد، ص: ٧۔

❹ نهایة الارب للنویری، ج ٣، ص: ٣١٨۔ ❺ الزهد للامام احمد رحمہ اللہ، ص: ١٦٤۔

❻ حواله سابقه، ص: ١٦٥۔ ❼ حواله سابقه، ص: ١٦٤۔

❽ حواله سابقه، ص: ١٦٥۔ ❾ محاضرات الادباء للراغب الاصبهانی، ج ٢، ص: ٢٢٢۔

۹۔ تم رزق زمین کی پہنائیوں میں تلاش کرو۔ ❶

۱۰۔ آپ رضی اللہ عنہا نے ایک بدحال آدمی دیکھا تو پوچھا: اسے کیا ہوا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہا کو بتایا گیا: یہ زاہد ہے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی زاہد تھے، لیکن جب وہ بات کرتے تو ان کی آواز گونج دار ہوتی اور جب چلتے تو سب سے تیز ہوتے اور جب اللہ کی راہ میں جہاد کرتے تو کافروں کو زخموں سے چور چور کر دیتے۔ ❷

۱۱۔ تم اپنی اولاد کو اشعار کی تعلیم دو وہ شیریں کلام ہو جائیں گے۔ ❸

۱۲۔ تقویٰ کی شان اللہ نے کتنی بلند کی ہے کہ غصیلے آدمی کی شفا صرف اللہ کے تقویٰ میں ہے۔ ❹

۱۳۔ صرف تین آدمیوں کے لیے شب بیداری جائز ہے: (۱) نمازی کے لیے (۲) دلہن کے لیے (۳) مسافر کے لیے۔ ❺

۱۴۔ بے شک تم قلت گناہ سے بہترین کوئی تحفہ اللہ کے پاس نہیں لے جا سکتے۔ لہٰذا جسے یہ بات خوش کرے کہ وہ دائمی تہجد گزار سے آگے بڑھ جائے تو وہ اپنے نفس کو کثرت گناہ سے روک لے۔ ❻

۱۵۔ انھیں بتایا گیا کہ کچھ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو گالیاں دیتے ہیں تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اگرچہ صحابہ کرام کے اعمال منقطع کر دیئے تاہم اس کی منشاء ہے کہ ان کے لیے اجر جاری رہے۔ ❻

۱۶۔ نیز سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: انھیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے لیے استغفار کریں اس حکم کی اطاعت کے برعکس وہ انھیں گالیاں دیتے ہیں۔ ❼

❶ ابو یعلی، ج ۷، ص: ۳۴۷، حدیث نمبر: ۴۳۸۴۔ المعجم الاوسط للطبرانی، ج ۱، ص ۲۷۴، حدیث نمبر: ۸۹۵۔ شعب الایمان للبیهقی، ج ۲، ص ۸۷، حدیث نمبر: ۱۲۳۳۔

❷ نثر الدر لمنصور الآبی، ج ٤، ص: ١٤۔ ❸ العقد الفرید لابن عبد ربه، ج ٦، ص: ٩۔

❹ نثر الدر لمنصور الآبی، ج ٤، ص: ١٥۔ تفسیر الخازن، ج ١، ص: ٢٩٨۔ التذکرة الحمدونية لابن حمدون، ج ١، ص: ١٤٥۔

❺ عیون الاخبار لابن قتیبة، ج ١، ص: ٢٢٦۔ ❻ الزهد لابی داود، حدیث نمبر: ٣٢٦۔

❻ نثر الدر لمنصور الآبی، ج ٤، ص: ١٤۔ ❼ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ٣٠٢٢۔

چھٹا باب

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل اور دیگر سیّدات خانہ نبوی کے باہمی فضائل

سیّدنا علی بن طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا

''بے شک وہ (سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) دنیا و آخرت میں
تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں۔''

چھٹا باب:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل اور دیگر سیّدات خانہ نبوی کے باہمی فضائل

پہلی فصل:......سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل

پہلا مبحث:...... سیّدہ عائشہ اور دیگر امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے مشترکہ فضائل

بلاشبہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے فضائل، احترامات اور تعظیم وتکریم کے بے شمار دلائل واحادیث موجود ہیں۔ اس اعتبار سے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجات ہیں اور وہ سب بلاشک وشبہ آپ کے اہل بیت میں سے ہیں۔ طاہرات، مطہرات، طیبات ومطیبات، بریات ومبرءات اور وہ ہر اس عیب اور نقص سے بری ہیں، جو عیب بھی ان کی عزت واحترام یا ان کی ذوات پر لگایا جائے۔

گویا پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے اور اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے ہیں۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُنَّ وَاَرْضَاھُنَّ اَجْمَعَاتٍ.

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے وہ فضائل جن میں دیگر امہات المومنین بھی شریک ہیں وہ کچھ یوں ہیں:

۱۔ تمام جہانوں کی عورت سے وہ سب سے افضل ہیں۔ مطلق طور پر ہر قسم کا شرف، فضل اور بلند مقام و مرتبہ انہی کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ ﴾ (الاحزاب: ۳۲)

''اے نبی کی بیویو! تم (عام) عورتوں میں سے کسی ایک جیسی نہیں ہو۔''

تو اللہ تعالیٰ نے مطلق طور پر امہات المومنین کی فضیلت کا اعلان کیا ہے۔ یہی شرف ان کے لیے کیا کم ہے۔

۲۔ بے شک وہ سب مطلق طور پر افضل بنی آدم اور سیّد ولدِ آدم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجات ہیں، تو جن خواتین کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو افضل البشر اور سرور کونین ہیں نے اپنے لیے چن لیا ہو ان سے کوئی

اور افضل کیسے ہو سکتی ہے؟ بلکہ انھیں اللہ عزوجل نے خود اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے منتخب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ وَ لَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا﴾ (الاحزاب: ٥٢)

''تیرے لیے اس کے بعد عورتیں حلال نہیں اور نہ یہ کہ تو ان کے بدلے کوئی اور بیویاں کر لے، اگرچہ ان کا حسن تجھے اچھا لگے مگر جس کا مالک تیرا دایاں ہاتھ بنے اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح نگران ہے۔''

۳۔ قرآنی نص کے مطابق زوجات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امہات المومنین ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ﴾ (الاحزاب: ٦)

''یہ نبی مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھنے والا ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔''

گویا اللہ تعالیٰ نے انھیں تحریم، توقیر، اکرام اور تعظیم میں مومنوں کے لیے ان کی حقیقی ماؤں کے برابر قرار دیا۔ مزید برآں اللہ تعالیٰ نے ان کے مومنوں کے ساتھ اس رشتے کی مضبوطی کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان میں سے کسی کے ساتھ بھی نکاح ہمیشہ کے لیے حرام کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَآ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا﴾ (الاحزاب: ٥٣)

''تمھارا کبھی بھی حق نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو تکلیف دو اور نہ یہ کہ اس کے بعد کبھی اس کی بیویوں سے نکاح کرو۔ بے شک یہ بات ہمیشہ سے اللہ کے نزدیک بہت بڑی ہے۔''

۴۔ بے شک سب امہات المومنین دنیا و آخرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہیں۔ اس پر متعدد نصوص دلالت کرتی ہیں:

الف: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ بیان فرماتی ہیں:

''میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! جنت میں آپ کی کون سی بیوی آپ کے ساتھ ہو گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم تو بے شک انھیں میں سے ہو۔'' وہ کہتی ہیں کہ میں نے سوچا کہ

آپ نے میرے علاوہ کسی کنواری سے شادی نہیں کی۔'' ❶

آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ تو بھی ان میں سے ہے اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کی سب ازواج جنت میں آپ ﷺ کے ساتھ ہوں گی۔

ب: سیّدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما ❷ سے روایت ہے:

''جب رسول اللہ ﷺ نے سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تو جبریل امین علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: آپ حفصہ سے رجوع کریں کیونکہ وہ بہت زیادہ روزے رکھنے والی اور بہت زیادہ تہجد گزار ہے اور بے شک وہ جنت میں آپ کی بیوی ہے۔'' ❸

ج: جب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ کرتے ہوئے سیّدنا طلحہ وغیرہ کے ساتھ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں تو ایک آدمی نے ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کرنے کی کوشش کی، اس وقت سیّدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تو رسول اللہ ﷺ کی محبوبہ کی شان میں کیا کہہ رہا ہے تو ام المومنین کا احترام کیوں نہیں کرتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک وہ جنت میں آپ ﷺ کی بیوی ہوں گی۔ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ بات کہی اور وہ خاموش رہے۔ ❹

۵۔ جب رسول اللہ ﷺ پر آیاتِ تخییر نازل ہوئیں:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ

---

❶ ابن حبان، ج ١٦، ص ٨، حدیث نمبر: ٧٠٩٦۔ الطبرانی، ج ٢٣، ص ٣٩، حدیث نمبر: ١٩٠٥٣۔ الحاکم، ج ٤، ص: ١٤، حاکم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے اور شیخین نے اسے روایت نہیں کیا اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے السلسلة الصحیحة میں کہا یہ حدیث مسلم کی شرط پر ہے۔ ج ٣، ص: ١٣٣۔

❷ عمار بن یاسر بن عامر ابو الیقظان عنسی رضی اللہ عنہ بنو مخزوم کے آزاد کردہ ہیں۔ جلیل القدر صحابیٔ رسول اور السابقین الاولین میں سے ہیں۔ اللہ کی راہ میں انھیں بڑے مصائب جھیلنے پڑے۔ دو بار ہجرت کی اور دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی۔ بدر سمیت تمام غزوات میں شامل رہے۔ بدر و یمامہ میں اللہ تعالیٰ نے انھیں بڑے اجر و مرتبہ سے نوازا۔ ٣٧ ہجری میں وفات پائی۔ (الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ١، ص: ٣٥١۔ الاصابة لابن حجر، ج ٤، ص: ٥٧٥۔)

❸ البزار، ج ٤، ص ٢٣٧، حدیث نمبر ١٤٠١۔ الطبرانی، ج ٢٣، ص: ١٨٨، حدیث نمبر: ٣٠٦۔ حلیة الاولیاء لابی نعیم، ج ٢، ص: ٥٠، ہیثمی نے مجمع الزوائد ج ٩، ص: ٢٤٧ میں کہا اسے بزار اور طبرانی نے روایت کیا اور اس کی دونوں اسناد میں حسن بن ابی جعفر نامی ایک راوی ہے جو ضعیف ہے اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الجامع، حدیث نمبر: ٤٣٥١ پر اسے حسن کہا ہے۔

❹ فضائل الصحابة للامام احمد، ج ٢، ص: ٨٦٨۔

أُمَتِّعْكُنَّ وَ أُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ۝ وَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ وَ الدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا ۝﴾ (الاحزاب : ۲۸-۲۹)

''اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتی ہو تو آؤ میں تمھیں کچھ سامان دے دوں اور تمھیں رخصت کردوں، اچھے طریقے سے رخصت کرنا۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخری گھر کا ارادہ رکھتی ہو تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو دو میں سے ایک چیز پسند کرنے کا اختیار دیا۔ تو تمام ازواج مطہرات نے اللہ، اس کے رسول اور دارِ آخرت کو پسند کیا اور دنیاوی عیش وعشرت کو ٹھکرا دیا۔ یہ ان کی صدقِ قلبی کی دلیل ہے اور اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ اس وقت نبی ﷺ مادی فوائد نہ رکھتے تھے جو ان کی ترغیب کا باعث بنتے اور آپ اپنے ساتھ اپنی زوجات کو تنگ حالی پر صبر، صدق ایمان اور حقیقت تقویٰ کی تلقین کرتے۔ چنانچہ ان کی طرف سے یہ اختیار تقویٰ پر مبنی تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے شرف قبولیت سے نوازا اور انھیں خصوصی تکریم عطا کی:

الف: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان کے بعد کسی اور سے شادی کرنے سے روک دیا۔

ب: اللہ تعالیٰ نے آپ کو منع کر دیا کہ ان میں سے کسی کو طلاق دیں، کیونکہ آپ ﷺ کی یہی زوجات آخرت میں بھی آپ کی زوجات ہوں گی اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بھی ان میں سے کسی کے ساتھ شادی کرنا حرام کر دیا۔ ❶

۶۔ اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات سے شرک وغیرہ جیسی نجاست کی نفی کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝﴾

(الاحزاب : ۳۳)

''اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کر دے اے گھر والو! اور تمھیں پاک کر دے، خوب پاک کرنا۔''

یہ بات ہم نے اس قول کی بنیاد پر کہی جس کے علاوہ کوئی دوسری رائے صحیح نہیں ہے۔ یعنی اہل بیت میں زوجات رسول اللہ ﷺ بھی شامل ہیں۔

---

❶ شذی الیاسمین فی فضائل امہات المومنین، ص: ۱۷۔

۷۔ عمل صالح اور اطاعات کے کاموں میں ان کا اجر دوگنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ مَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَا اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَ اَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا﴾ (الاحزاب: ۳۱)

''اور تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے گی اور نیک عمل کرے گی اسے ہم اس کا اجر دوبار دیں گے اور ہم نے اس کے لیے باعزت رزق تیار کر رکھا ہے۔''

۸۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے گھروں کا تذکرہ تلاوت قرآن اور حکمت کے ساتھ کیا ہے۔ یہ ایسا شرف ہے جس پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَ الْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا﴾ (الاحزاب: ۳۴)

اور تمہارے گھروں میں اللہ کی جن آیات اور دانائی کی باتوں کی تلاوت کی جاتی ہے انھیں یاد کرو۔ بے شک اللہ ہمیشہ سے نہایت باریک بین، پوری خبر رکھنے والا ہے۔''

بہرحال درج بالا چند فضائل کو جمع کر کے یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ امہات المومنین کے بس اتنے ہی فضائل ہیں۔ نہیں بلکہ امہات المومنین کے قرآن و حدیث میں اتنے فضائل و مناقب موجود ہیں کہ ان کو جمع کر کے کئی ضخیم جلدیں تیار ہوسکتی ہیں، تاہم ہمارے موضوع سے متعلق مذکورہ فضائل ہی کافی سمجھے جائیں۔ عقلمند کے لیے اشارہ کافی ہے اور آزاد کے لیے بشارت کافی ہے۔

دوسرا مبحث:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے خصوصی فضائل

ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل کے دلائل اتنی کثرت اور اتنے تواتر کے ساتھ وارد ہوئے یہاں تک کہ حافظ ابو الحجاج مزی رحمہ اللہ نے کہہ دیا:

''ان کے فضائل و مناقب بہت ہی زیادہ ہیں۔'' ❶

آجری رحمہ اللہ ❷ لکھتے ہیں:

''تم جان لو اللہ تعالیٰ ہم پر اور تم پر رحم کرے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام زوجات رضی اللہ عنہن امہات المومنین ہیں اللہ عزوجل نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے انھیں فضیلت دی ان میں سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی بیوی سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں اور ان کے بعد دوسری بیوی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان کا مقام و مرتبہ جلیل القدر ہے۔ اگر کوئی کہے کہ علماء و شیوخ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب جمع کرنے میں اس قدر سعی کیوں کرتے ہیں جبکہ وہ دیگر ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مناقب کا اتنا اہتمام نہیں کرتے، یعنی سیّدہ خدیجہ اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد آنے والی ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں وہ اس قدر نہیں لکھتے۔ تو اسے یہ کہا جائے گا۔ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں منافقوں کے گروہ نے ان سے حسد کیا اور ان پر جھوٹا بہتان لگایا تو اللہ نے ان کی براءت نازل کر

❶ تهذيب الكمال للمزى، ج ۳۵، ص: ۲۳۵۔ الامالی لابن عساکر، باب فضل ام المومنين عائشة رضی اللہ عنہا اور یہ مطبوع ہے اور محبّ الدین طبری نے السمط الثمین فی مناقب امهات المومنين اور عجیب یہ ہے کہ الحاج خلیفہ نے کشف الظنون، ج ۲، ص: ۱۸٤۳ میں کتاب کا نام مناقب حضرة ام المومنين عائشة لکھا پھر انھوں نے لکھا اور یہی کتاب السمط الثمین کے نام سے مشہور ہے اور ایسا انھوں نے شاید اس لیے کیا کہ محبّ الدین طبری رحمہ اللہ نے نہایت تفصیل کے ساتھ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل کو جمع کیا، حتیٰ کہ ۴۷ صفحات میں صرف ان کے فضائل ہیں جبکہ دیگر زوجات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مناقب اتنی تفصیل کے ساتھ نہیں لکھے۔

❷ محمد بن حسین بن عبداللہ ابوبکر آجری بغدادی، امام، محدث، قدوہ، فقیہ، مذہبا شافعی، حرم شریف کے شیخ تھے۔ عالم باعمل تھے۔ متبع سنت عابد و زاہد تھے ان کی مشہور تصانیف "الشريعة فی السنة اور الاربعين ہیں ۳۶۰ ہجری میں وفات پائی۔ (سير اعلام النبلاء للذهبی، ج ١٦، ص: ١٣٣۔ وفيات الاعيان لابن خلكان، ج ٤، ص: ٢٩٢۔

دی اور ان کی شان میں قرآن نازل ہوا اور جنھوں نے ان پر جھوٹا بہتان لگایا تھا ان کو کذاب کہا گیا اور ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کر دیا اور اہل ایمان کی آنکھوں کو حلاوت بخشی اور منافقین کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیر دیں۔ اس وقت سے علمائے امت اس ذات مطہرہ کے فضائل جمع کرنے کا زیادہ اہتمام کرتے ہیں کہ جو دنیا و آخرت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہے۔'' [1]

قرآن کریم اور ذکر الحکیم میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت میں متعدد آیات نازل ہوئیں نیز ان کی منقبت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث بھی تواتر کے درجے پر پہنچتی ہیں۔

کتاب اللہ العزیز میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں نازل ہونے والی آیات مبارکہ میں سے درج ذیل ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝﴾ (النور: ٢٣)

''بے شک وہ لوگ جو پاک دامن، بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں لعنت کیے گئے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔''

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما، ضحاک [2] اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رحمہ اللہ [3] فرماتے ہیں:

''یہ آیات خصوصاً سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں نازل ہوئیں۔ [4]

یہ آیت کریمہ ان سترہ آیات میں سے ایک ہے جو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان براءت میں نازل

---

[1] الشريعة، ج ٥، ص: ٢٣٩٤۔

[2] ضحاک بن مزاحم ہلالی ابو القاسم خراسانی، مفسر قرآن تھے۔ یہ بذات خود صدوق تھے۔ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے احادیث کی روایت کی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ کسی صحابی سے ان کا سماع ثابت نہیں۔ تقریباً ١٠٢ ہجری میں وفات پائی۔ (سير اعلام النبلاء للذهبي، ج ٤، ص: ٥٩٨۔ تهذيب التهذيب لابن حجر، ج ٢، ص: ٥٧٢۔)

[3] عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم قریشی بنی عدی کے آزاد کردہ تھے۔ قاری قرآن و مفسر قرآن تھے۔ ایک جلد میں قرآن کی تفسیر لکھی اور الناسخ والمنسوخ پر ایک کتاب تحریر کی۔ ١٨٢ ہجری میں وفات پائی۔ (سير اعلام النبلاء للذهبي رحمہ اللہ، ج ٨، ص: ٣٤٩۔ تهذيب التهذيب لابن حجر رحمہ اللہ، ج ٣، ص: ٣٦٣۔

[4] كتاب التفسير لابن ابي حاتم، ج ٨، ص: ٢٥٥٦۔ حاكم، ج ٤، ص: ١١۔ تفسير ابن جرير، ج ١٧، ص: ٢٢٩۔ الدر المنثور للسيوطي، ج ٦، ص: ١٦٤۔

ہوئیں جو اللہ تعالیٰ کے فرمان:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ ﴾ (النور: ۱۱) سے

﴿ أُولَٰئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴾ (النور: ۲۶)

''بے شک وہ لوگ جو بہتان لے کر آئے ہیں وہ تمھی سے ایک گروہ ہیں۔'' ...... ''یہ لوگ اس سے بری کیے ہوئے ہیں جو وہ کہتے ہیں، ان کے لیے بڑی بخشش اور باعزت روزی ہے۔''

تک ہیں۔ [1]

بلاشک وشبہ اس ذات طاہرہ ومطہرہ کی براءت کے لیے قرآن کریم کا نزول ان کے فضل وشرف اور عفت وطہارت کی سب سے بڑی اور محکم دلیل ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے نبی آخر الزمان سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس کے ذریعے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت کر دیتا، تو یہ بھی کافی ہوتا لیکن اللہ عزوجل نے چاہا کہ اس عفیفہ کی براءت کے لیے قرآن کریم نازل کیا جائے جو قیامت تک پڑھا جاتا رہے، اللہ تعالیٰ نے خود گواہی دی کہ وہ عفیفہ، طیبہ وطاہرہ ہیں اور اس نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مغفرت اور رزق کریمانہ کا وعدہ کرلیا۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے انہی مخصوص فضائل کے ضمن میں یہ آیت کریمہ بھی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَن تَسْتَطِيعُوا أَن تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ ﴾ (النساء: ۲۹)

''اور تم ہرگز نہ کرسکو گے کہ عورتوں کے درمیان برابری کرو، خواہ تم حرص بھی کرو۔''

ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں:

''یہ آیت بھی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں نازل ہوئی۔ چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دیگر ازواج کی نسبت ان سے زیادہ محبت کرتے تھے۔'' [2]

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سبب سے قرآن کریم میں آیت تیمّم نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا ﴾ (المائدۃ: ٦)

---

[1] یہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی ترجیح ہے۔ وگرنہ آیات کی تعداد میں دیگر اقوال بھی ہیں۔ (فتح الباری لابن حجر، ج ۸، ص: ٤٧٧ اور ان آیات کو آیات براءت بھی کہتے ہیں۔ (مناهل العرفان للزرقانی، ج ۲، ص: ۳۹٦۔ القوم المنير فی اصول التفسير لاسماعيل بن زين المكی، ص: ۳٦۔)

[2] مصنف ابن ابی شیبة، ج ٤، ص: ۲۲۳۔ تفسير ابن جرير، ج ۷، ص: ۵۷۰۔ تفسير ابن كثير، ج ۲، ص: ٤۳۰۔

''پھر کوئی پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو۔'' ❶

اس آیت کی تفسیر میں مقاتل کہتے ہیں:

''آیت تیمّم سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے معاملے میں نازل ہوئی۔'' ❷

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "العجاب فی بیان الاسباب، ج ۲، ص: ۸۸۱" میں مقاتل کا قول نقل کیا کہ آیت تیمّم کا سبب نزول سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ ہے اس میں ان کی فضیلت اور برکت کی دلیل ہے۔

اسی لیے سیّدنا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے آل ابی بکر یہ تمہاری پہلی برکت تو نہیں۔'' ❸

ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں:

''بے شک وہ باعث برکت تھیں۔'' ❹

ایسے ہی اقوال ابن عباس اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم سے منقول ہیں۔ ❺

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے جو خصوصی فضائل و مناقب ہیں وہ بے شمار ہیں، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱:...... جیسا کہ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تمام عورتوں سے افضل ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ ❻ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ)) ❼

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت تمام عورتوں پر اس طرح ہے جس طرح ثرید کی تمام کھانوں پر

---

❶ صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳٦۷۲۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۸٤۲۔ تفصیلی قصہ صحیح بخاری میں موجود ہے اور جو چند صفحات بعد مختصراً درج ہے۔

❷ تفسیر مقاتل بن سلیمان، ج ۱، ص: ۳۷۵۔ مجموع الفتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، ج ٦، ص: ۳۸۹۔

❸ فتح الباری لابن حجر، ج ۱، ص: ۳٤۳۔ صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۳٤۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳٦۷۔

❹ تفسیر ابن جریر، ج ۷، ص: ۷۹۔

❺ سنن ابن ماجه، حدیث نمبر: ٥٦٥۔ فضائل الصحابة للامام احمد، ج ۲، ص: ۸۷٤۔

❻ گوشت کے شوربہ میں روٹی کو ملا کر بنایا جاتا ہے۔ (جمهرة اللغة لابن درید، ج ۱، ص: ٤۱۹۔ النهاية فی غريب الحديث و الاثر لابن الاثیر، ج ۱، ص: ۲۰۹۔ لسان العرب لابن منظور، ج ۳، ص: ۱۰۲۔)

❼ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۳۷۰۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲٤٤٦۔

فضیلت ہے۔''

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كَمَلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا آسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ وَمَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَإِنَّ فَضْلَ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ .)) [1]

''مرد تو بے شمار کامل ہوئے لیکن عورتوں میں سے صرف فرعون کی بیوی آسیہ، عمران کی بیٹی مریم علیہا السلام کامل ہیں اور بے شک عائشہ کو تمام عورتوں پر اس طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح ثرید کو تمام کھانوں پر فضیلت حاصل ہے۔''

۲:...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام لوگوں سے زیادہ عائشہ رضی اللہ عنہا محبوب ہیں اور سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں اس کی واضح دلیل موجود ہے، جب انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: آپ کو سب سے زیادہ کس کے ساتھ محبت ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

((عَائِشَة ، قَالَ: مِنَ الرِّجَالِ؟ قَالَ: اَبُوْهَا)) [2]

''عائشہ کے ساتھ۔'' انھوں نے عرض کیا: مردوں میں سے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اس کے باپ کے ساتھ۔''

حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ ثابت شدہ حدیث روافض کے ناک خاک آلودہ کرنے کے لیے کافی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف طیبات ہی سے محبت کرتے تھے۔'' [3]

جو نصوص سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر دلالت کرتی ہیں وہ بے شمار ہیں ان میں سے کچھ تو ہم تحریر کر چکے ہیں اور کچھ اب احاطہ تحریر میں لائیں گے۔

بے شک صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ علم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بے حد محبت کرتے ہیں۔ چنانچہ

---

[1] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳٤۱۱۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲٤۳۱۔

[2] اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔

[3] سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۲، ص: ۱٤۲۔ آخری جملہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے۔ انھوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے کہا تھا: ''بے شک آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین بیوی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف پاک چیزوں سے محبت کرتے تھے۔'' (مسند احمد، ج ۱، ص: ۲۲۰۔)

اس بات کے کچھ دلائل کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے:

۱۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

((أَنَّ النَّاسَ كَانُوا يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ يَبْتَغُوْنَ بِهَا أَوْ يَبْتَغُوْنَ بِذَلِكَ مَرْضَاةَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ .)) ❶

''لوگ نبی ﷺ کو اپنے تحائف دینے کے لیے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا (کی باری) کے دن کا انتظار کرتے۔ وہ اس طرح رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی چاہتے تھے۔''

۲۔ ام المومنین سیّدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا جب سن یاس کو پہنچ گئیں تو انھوں نے اپنا دن سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے ہبہ کر دیا۔ اس طرح وہ رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی کی متلاشی تھیں۔ ❷

علامہ عینی رحمہ اللہ ❸ فرماتے ہیں:

''سیّدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی محبت اور آپ ﷺ کے ہاں ان کا مقام و مرتبہ دیکھا تو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اپنی باری والا دن انھوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ دیا۔'' ❹

۳: ...... یہ کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے والد گرامی قدر سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے محبوب ترین صحابی تھے۔ اس کی دلیل سیّدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث ہے۔ ❺

اسی طرح ان کے والد محترم رسول اللہ ﷺ کے بعد افضل ترین آدمی تھے۔ چنانچہ سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

((كُنَّا نَقُوْلُ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَيٌّ: اَفْضَلُ اُمَّةِ النَّبِيِّ ﷺ بَعْدَهُ اَبُوْبَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرُ، ثُمَّ عُثْمَانُ رضی اللہ عنہم .)) ❻

---

❶ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۵۸۱۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲٤٤۱۔

❷ صحیح بخاری، حدی ثنمبر: ۲۵۹۳۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱٤٦۳۔

❸ محمود بن احمد بن موسیٰ ابومحمد العینی بدر الدین الحنفی رحمہ اللہ۔ اپنے وقت کے حافظ، محدث اور رئیس قضاۃ تھے۔ ۷٦۲ ہجری میں پیدا ہوئے۔ قاہرہ میں محتسب اعلیٰ رہے اور جیل کے مفتش اور مذہب ابی حنیفہ کے قاضی رہے۔ ان کی تصنیفات میں سے ''عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری اور ''فرائد القلائد'' مشہور ہیں۔ ۸۵۵ ہجری میں وفات پائی۔ (نظم العقیان للسیوطی، ص: ۱۷٤۔ الاعلام للزرکلی، ج ۷، ص: ۱٦۳۔)

❹ عمدۃ القاری للعینی، ج ۱۲، ص: ۲۹٦۔ ❺ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

❻ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳٦۵۵۔

''ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں منتخب لوگوں کا تذکرہ کرتے تھے۔ ہم اوّل الذکر سیّدنا ابوبکر کو، ثانی الذکر سیّدنا عمر بن خطاب کو اور ثالث الذکر سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم کو قرار دیتے تھے۔''

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی زندہ تھے، تو ہم کہا کرتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل ترین انسان ابوبکر ہیں پھر عمر پھر عثمان رضی اللہ عنہم ہیں۔''[1]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد آنے والے اہل سنت کے تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام صحابہ اور تمام انسانوں میں سے افضل ترین سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔[2]

امام شافعی رحمہ اللہ[3] فرماتے ہیں:

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے تبعین رحمہم اللہ کا اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل ترین انسان ابوبکر پھر عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ متعدد علمائے امت جیسے کہ امام شافعی، ابوطالب العشاری[4]، نووی، ابن تیمیہ رحمہ اللہ[5]، امام بیہقی رحمہ اللہ[6] اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے۔[7]

---

[1] سنن ابی داود، حدیث نمبر: ٣٦٢٨۔ ابوداود نے اس روایت پر سکوت کیا اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ابی داود میں اسے صحیح کہا ہے۔

[2] لوامع الانوار البهية للسفاريني، ج ٢، ص: ٣١٢۔ اصول الدين للغزنوی، ص: ٢٨٧۔ الفرق بين الفرق، ص: ٣٥٩۔ تاريخ الخلفاء للسيوطی: ٣٨۔

[3] محمد بن ادریس بن عباس ابوعبداللہ الشافعی۔ اپنے زمانے کے عالم، حدیث کے ناصر، اُمت کے ہیں۔ ١٥٠ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اربعہ ائمہ مذاہب فقہ میں سے ایک ہیں۔ ان کی تصنیفات میں سے ''الرسالة'' اور ''الام'' مشہور ہیں۔ ٢٠٤ ہجری میں وفات پائی۔ (مناقب الشافعی للبيهقی۔ سير اعلام النبلاء للذهبی، ج ١٠، ص: ٥۔)

[4] محمد بن علی بن فتح ابو طالب عشاری۔ اپنے وقت کے فقیہ، عالم، زاہد اور سابق الخیرات تھے۔ دس محرم کی رات کی فضیلت میں ایک حدیث وضع کر کے ان کی طرف منسوب کر دی گئی۔ ٤٥١ ہجری میں وفات پائی۔ (بحوالہ ميزان الاعتدال، ج ٣، ص: ٦٥٦۔ سير اعلام النبلاء للذهبی، ج ١٨، ص: ٤٨۔)

[5] احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام ابوالعباس الحرانی الحنبلی رحمہ اللہ۔ ٦٦١ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ان کی مشہور تصنیفات ''الصارم المسلول'' اور ''منهاج السنة النبوية'' ہیں۔ ٧٢٨ ہجری میں وفات پائی۔ (شذرات الذهب لابن العماد، ج ٦، ص: ٧٩۔ الكواكب الدرية فی مناقب ابن تيمية لمرعی الكرمی۔)

[6] احمد بن حسین بن علی ابوبکر البیہقی، حافظ، فقیہ، امام وقت، شیخ خراسان ٣٨٤ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اپنے زمانے کے فنون کے ماہر تھے۔ بے نظیر کتب تصنیف کیں جن میں سے ''السنن الكبرٰی'' اور ''شعب الايمان'' مشہور ہیں۔ ٤٥٨ ہجری میں فوت ہوئے۔ (سير اعلام النبلاء للذهبی، ج ٣٥، ص: ١٤٥۔ وفيات الاعيان لابن خلكان، ج ١، ص: ٧٥۔)

[7] فتح الباری لابن حجر، ج ٧، ص: ١٧۔

٤: ...... یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علاوہ کسی کنواری لڑکی سے نکاح نہیں کیا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کی کیا رائے ہے اگر آپ کسی وادی میں پڑاؤ کریں جس میں درخت ہوں اور ان میں سے کچھ کھا لیے گئے ہوں اور ان میں ایک درخت ایسا ہو جس میں سے ابھی کچھ نہ کھایا گیا ہو تو آپ کون سے درخت پر اپنا اونٹ چرائیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس درخت پر جس میں سے کچھ نہ چرا گیا ہو۔'' اس سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علاوہ کسی کنواری عورت سے شادی نہیں کی۔''[1]

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک طویل حدیث مروی ہے۔ جس میں وہ فرماتی ہیں:

((أُعْطِيْتُ تِسْعًا مَا أُعْطِيَتْهَا امْرَأَةٌ إِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ، وَ فِيْهِ وَ لَقَدْ تَزَوَّجَنِيْ بِكْرًا وَ مَا تَزَوَّجَ بِكْرًا غَيْرِيْ))[2]

''مجھے نو (۹) ایسے انعامات ملے جو مریم بنت عمران علیہا السلام کے علاوہ کسی کو نہیں ملے۔ اس حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف مجھ سے کنوار پن کی حالت میں شادی کی میرے علاوہ کسی اور کنواری سے آپ نے شادی نہیں کی۔''

ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

''مجھ میں سات (۷) خصوصیات ایسی ہیں جو میرے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بیوی میں نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے شادی کی تو میں کنواری تھی اور میرے علاوہ کسی کنواری سے شادی نہیں کی۔''[3]

علامہ عبدالعزیز لمطی رحمہ اللہ [4] نے (قرۃ الابصار) میں یہ اشعار کہے:

---

[1] مذکورہ بالا تمام احادیث کے حوالہ جات درج ذیل ہیں: فضائل ابی بکر صدیق، ص: ٣٦۔ شرح مسلم للنووی، ج ١٥، ص: ١٤٨، منهاج السنة النبوية لابن تيمية رحمہ اللہ، ج ٨، ص: ٢٢٥، الاعتقاد للبيهقی، ص: ٣٦٩۔ فتح الباری لابن حجر، ج ٧، ص: ١٧۔ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٥٠٧٧۔

[2] اس کی تخریج گزر چکی ہے۔ [3] مسند ابی حنیفة، ص: ١١٦۔ الآثار لابی یوسف، ص: ٩٣٢۔

[4] عبدالعزیز بن عبدالعزیز اللمطی المكناسی الميمونی المالكی فقیہ اور نحو کے عالم تھے۔ ان کی مشہور تصنیف "قرة الابصار فی سيرة المشفع المختار" ہے۔ ٨٨٠ ہجری میں وفات پائی۔ (الاعلام للزركلی، ج ٤، ص: ٢١۔ معجم المؤلفين لكحالة، ج ٥، ص: ٢٥٠۔)

وَلَمْ یَكُنْ تَزَوَّجَ الْمُخْتَارُ
بِكْرًا سِوَاهَا فَلَهَا الْفَخَارُ
وَكَمْ حَوَتْ فِی مُدَّةٍ یَسِیْرَةٍ
مِنَ الْعُلُوْمِ الْجَمَّةِ الْعَزِیْزَةِ

''نبی مصطفیٰ ﷺ نے ان کے علاوہ کسی کنواری سے شادی نہیں کی ان کے لیے یہ بڑے ہی فخر کی بات ہے۔
اور مختصر مدت میں انھوں نے پختہ اور وافر علوم حاصل کر لیے۔''

۵: ......سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پوری امت مسلمہ کے لیے خیر و برکت کا باعث بن گئیں۔ ان کی وجہ سے آیت تیمّم نازل ہوئی جو اہل ایمان کے لیے تا قیامت رحمت اور رخصت بن کر نازل ہوئی۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

''آپ رضی اللہ عنہا نے سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے ایک ہار مستعار لیا وہ گم ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی تلاش کے لیے مامور کیا تو ان کی نماز کا وقت ہو گیا۔ انھوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی، جب وہ نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ سے اس کی شکایت کی۔ تب آیت تیمّم نازل ہوئی۔ سیّدنا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے تب کہا۔ اے عائشہ! اللہ تعالیٰ آپ کو اچھا بدلہ دے۔ اللہ کی قسم! جب بھی آپ کے اوپر کوئی مشکل نازل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اس مشکل سے نجات دیتا ہے اور اس میں سب مسلمانوں کے لیے برکت نازل ہو جاتی ہے۔''[1]

٦: ...... یہ کہ جبریل آپ رضی اللہ عنہا کی تصویر ریشمی کپڑے میں رکھ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا اور کہا کہ اللہ کی طرف سے ان کی شادی آپ کے ساتھ ہو گی۔ چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں نے تمھیں خواب میں دیکھا، فرشتہ تیری تصویر ایک ریشمی ٹکڑے میں لپیٹ کر لایا۔ اس نے مجھے کہا: یہ آپ کی بیوی ہے۔ جب میں نے تمہارے چہرے سے نقاب الٹا تو تم وہی

[1] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۷۷۳۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳٦۷۔

تھی۔ تو میں نے کہا: اگر یہ اللہ کی طرف سے ہے تو وہ اسے جاری رکھے گا۔“ ❶

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

”سیّدنا جبریل علیہ السلام سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی تصویر ایک سبز ریشمی کپڑے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور کہا دنیا و آخرت میں یہ آپ کی بیوی ہے۔“ ❷

۷:...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کو اپنی مرض الموت میں عیادت کے لیے آنے والوں کے لیے منتخب کیا اور آپ کی وفات انہی کے گھر میں ان کے دن میں ان کے سینے اور حلقوم کے درمیان ہوئی اور آخری لمحات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن ان کے لعاب دہن کے ساتھ اکٹھا ہوا اور انہی کا گھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدفن بنا، وغیرہ سب کچھ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے باعث فخر و مباہات ہے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

((أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَسْأَلُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ يَقُولُ أَيْنَ أَنَا غَدًا أَيْنَ أَنَا غَدًا يُرِيدُ يَوْمَ عَائِشَةَ فَأَذِنَ لَهُ أَزْوَاجُهُ يَكُونُ حَيْثُ شَاءَ فَكَانَ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ حَتَّى مَاتَ عِنْدَهَا .))

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مرض الموت میں پوچھتے رہتے تھے میں کل کہاں ہوں گا؟ میں کل کہاں ہوں گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری چاہتے تھے۔ چنانچہ آپ کی بیویوں

---

❶ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۵۱۲۵۔

علامہ زرکشی نے فتوح الفتوح میں ابن الجوزی سے روایت نقل کی ہے کہ: ”سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں سے فخر یہ کہا: تم میں سے ہر ایک کی شادی اس کے باپ نے کرائی جبکہ میری شادی میرے رب نے کرائی۔ ان کا اشارہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرف تھا: ﴿فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا﴾ (الاحزاب: ۳۷) ”پھر جب زید نے اس سے اپنی حاجت پوری کر لی تو ہم نے تجھ سے اس کا نکاح کر دیا۔“

اور میں توبہ کرتی ہوں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے زینب! تم نے سچ کہا۔ لیکن اس خصوصیت میں عائشہ بھی تیری شریک ہے۔ وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کے ہمراہ اس کی تصویر ریشمی کپڑے میں میرے طرف بھیجی تو اس نے میرے سامنے اسے کھولا اور کہا یہ آپ کی بیوی ہے یہ شادی لوح محفوظ میں محفوظ ہے۔ اگرچہ اس پر عمل اس وقت ہوا جب عقد نکاح منعقد ہوا۔ تاہم عائشہ رضی اللہ عنہا کا چناؤ اپنے رسول کے لیے اللہ تعالیٰ نے کیا اور اے زینب تیرا انتخاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے خود کیا۔“ (الاجابة للزركشي، ص: ۷۰۔)

❷ سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۳۸۸۰۔ مسند بزار، ج ۱۸، ص ۲۲۰، حدیث نمبر: ۲۲۶۔ صحیح ابن حبان، ج ۱۶، ص ۶، حدیث نمبر: ۷۰۹۴۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن، غریب ہے اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح سنن ترمذی میں صحیح کہا ہے۔ حدیث نمبر: ۳۸۸۰۔

نے آپ کو اجازت دے دی کہ جہاں آپ چاہیں رہیں تو آپ اس دن سے اپنی وفات تک سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں رہے۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((قَالَتْ عَائِشَةُ فَمَاتَ فِي الْيَوْمِ الَّذِي كَانَ يَدُوْرُ عَلَيَّ فِيهِ فِي بَيْتِي فَقَبَضَهُ اللّٰهُ وَإِنَّ رَأْسَهُ لَبَيْنَ نَحْرِيْ وَسَحْرِيْ وَخَالَطَ رِيقُهُ رِيقِي .))

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میری باری والے دن میں ہوئی، میرے گھر میں ہوئی، جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض کی تو آپ کا سر مبارک میرے سینے اور میرے حلقوم کے درمیان تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب مبارک میرے لعاب سے مل گیا۔''

آپ رضی اللہ عنہا مزید فرماتی ہیں:

((دَخَلَ عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ وَمَعَهُ سِوَاكٌ يَسْتَنُّ بِهِ فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ لَهُ أَعْطِنِي هَذَا السِّوَاكَ يَا عَبْدَالرَّحْمَنِ فَأَعْطَانِيهِ فَقَضِمْتُهُ ثُمَّ مَضَغْتُهُ فَأَعْطَيْتُهُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَنَّ بِهِ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ إِلَى صَدْرِيْ .))❶

''میرے بھائی سیّدنا عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما میرے گھر میں آئے تو ان کے پاس مسواک تھی جو وہ کر رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف دیکھنے لگے۔ میں نے عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے کہا: یہ مسواک تم مجھے دے دو تو انھوں نے مجھے دے دی۔ میں نے اسے اپنے دانتوں سے چبا کر نرم کیا۔ تب میں نے وہ مسواک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی تو آپ نے مسواک کی۔ اس حال میں کہ آپ میرے سینے کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہماری امی جان، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا سلوک نہایت شائستہ، جذبہ خدمت سے سرشار اور فدویانہ ومحبوبانہ تھا۔ حتیٰ کہ جب مرض نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر پر غالب آ گیا اور آپ کی روانگی کے اشارے ملنے لگے تو آپ کی توجہ اس سایے کی طرف مبذول ہوگئی جس سے آپ مانوس تھے اور آپ اس کے پاس راحت حاصل کرتے تھے وہ سایہ ہماری امی جان سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے رہتے: ''میں کل کہاں جاؤں گا۔ میں کل کہاں جاؤں گا؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری

❶ تخریج پیچھے گزر چکی ہے۔

کے انتظار میں ہوتے اور جب ان کی باری والا دن آتا تو آپ پرسکون ہو جاتے اور آپ کا قلبی خلجان ختم ہو جاتا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

''پس جب میرا دن آتا تو آپ پرسکون ہو جاتے۔'' ❶

ہم نے یہ بات بارہا تحریر کر دی ہے کہ تمام امہات المومنین تقویٰ، زہد، عالی مرتبت، شرافت نفس اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بطور خاوند حسن سلوک میں ایک ہی منہج پر گامزن تھیں۔ اس سب کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے اس سوال کا بارہا تکرار کہ میں کل کہاں جاؤں گا؟ ہماری امی جان سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دن کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والہانہ شوق کو ظاہر کرتا ہے۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں دیگر امہات المومنین کی نسبت کچھ منفرد خصوصیات تھیں اور جنت میں بھی مختلف و متعدد درجات و منازل ہیں اگر چہ سب پر جنت کا ہی اطلاق ہوتا ہے اور انہی ایام میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز کی امامت کے لیے حکم دیا۔ ❷ یہ اس مبارک گھر پر فضل عظیم ہے۔

اس کے بارے میں ایک فقیہ امت، عالم ربانی ابو الوفاء بن عقیل ❸ نے پوری امت مسلمہ کو خصوصی توجہ دلائی ہے، ابو الوفاء رقمطراز ہیں:

''آپ غور کریں کس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرض الموت میں اس کی بیٹی کا گھر منتخب کیا جس کے باپ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جگہ نماز کی امامت کا حکم دیا۔ تو یہ دلوں پر جمی ہوئی کیسی غفلت ہے کہ رافضہ کے دل اس فضل و شرف و مرتبے سے ہر زمانے میں غافل رہتے ہیں جو کسی چوپائے سے بھی مخفی نہیں رہ سکتے تو ان زبان درازوں سے کیوں مخفی ہو گئے ہیں۔'' ❹

۸:...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ جب کسی اور بیوی کے لحاف میں ہوتے تو

---

❶ صحیح بخاری، حدیث نمبر، ۱۳۸۹۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲٤٤۳۔

❷ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٦٦٤۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ٤١٨۔

❸ علی بن عقیل بن محمد ابو الوفاء بغدادی علامہ کبیر شیخ الحنابلہ ہیں۔ ۴۳۱ ہجری میں پیدا ہوئے۔ قاری قرآن، فقہ و اصول فقہ کے ماہر اور اپنے وقت کے بہت بڑے عالم تھے۔ ان کی تصنیفات میں سے "کتاب الفنون" جو چار سو سے زائد مجلدات پر مشتمل تھی اور "الفصول" مشہور ہیں۔ ۵۱۳ ہجری میں وفات پائی۔ (طبقات الحنابلة لابن رجب، ج ۱، ص: ۳۱٦۔ سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۱۹، ص: ٤٤۳۔)

درء تعارض العقل مع النقل، ج ۸، ص: ٦٠ پر شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ ابن عقیل ذہین وفطین علماء میں سے ایک تھے۔

❹ الاجابة لا یراد ما استدرکته عائشة رضی الله عنها علی الصحابة رضی الله عنهم للزرکشی، ص: ٥٤۔

آپ پر وحی نازل نہ ہوتی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تُؤْذِينِي فِي عَائِشَةَ فَإِنَّهُ وَاللَّهِ مَا نَزَلَ عَلَيَّ الْوَحْيُ وَأَنَا فِي لِحَافِ امْرَأَةٍ مِنْكُنَّ غَيْرِهَا .))

''تم مجھے عائشہ کے متعلق اذیت نہ دو، بے شک اللہ کی قسم! تم میں سے میں جس کسی کے لحاف میں ہوتا ہوں مجھ پر وحی نہیں آتی سوائے عائشہ رضی اللہ عنہا کے۔'' ❶

اور ایک روایت میں ہے:

((فَإِنَّ الْوَحْيَ لَمْ يَأْتِنِي وَأَنَا فِي ثَوْبِ امْرَأَةٍ إِلَّا عَائِشَةَ .)) ❷

''بے شک مجھ پر وحی نہیں آتی جب میں کسی بیوی کے کپڑے میں ہوتا ہوں سوائے عائشہ کے۔''

۹: ...... یہ کہ جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کے ذریعے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سلام بھیجا

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يَا عَائِشَ! ❸ هَذَا جِبْرِيلُ يُقْرِئُكِ السَّلَامَ فَقُلْتُ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ تَرَى مَا لَا أَرَى تُرِيْدُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ)) ❹

''اے عائش! یہ جبریل علیہ السلام ہیں جو تمھیں سلام کہتے ہیں۔'' تو میں نے کہا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی، رحمت اور برکت ہو، آپ جو کچھ دیکھتے ہیں میں نہیں دیکھتی۔ ان کی مراد رسول اللہ ﷺ سے تھی۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عظیم منقبت ثابت ہوتی ہے۔'' ❺

---

❶ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۷۷۵۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۴۴۱۔

❷ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۵۸۱۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۴۴۱۔

❸ اسے عربی قاعدے میں منادیٰ مرخم کہتے ہیں کہ حرف ندا شروع میں آنے کی وجہ سے اسم کا آخری حرف گر جاتا ہے جسے ترخیم بمعنی تنقیص کہتے ہیں۔ شین پر فتحہ اور ضمہ دونوں جائز ہیں۔ (فتح الباری لابن حجر رحمہ اللہ، ج ۷، ص: ۱۰۷۔)

❹ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۷۶۸۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۴۴۷۔

❺ فتح الباری لابن حجر رحمہ اللہ، ج ۷، ص: ۱۰۸۔ مولانا ابوالحسن سندی نے کہا: اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ خصوصی محبت کا سبب اس کے اللہ تعالیٰ کے ہاں عظیم قدر و منزلت تھی۔ (حاشیہ السندی علی النسائی: ج ۷۲، ص: ٦٨۔)

امام نووی فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی واضح فضیلت موجود ہے۔''❶

۱۰:...... یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جب آیت تخییر نازل ہوئی:

﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝﴾ (الاحزاب: ۲۸-۲۹)

''اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتی ہو تو آؤ میں تمھیں کچھ سامان دے دوں اور تمھیں رخصت کر دوں، اچھے طریقے سے رخصت کرنا۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخری گھر کا ارادہ رکھتی ہو تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔''

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ حکم سنایا اور آپ نے ان کے والدین کی موافقت کی بھی اسے مہلت دی، تو سیّدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والدین سے مشورہ کرنے سے پہلے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کر لیا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی بیویوں کو اختیار دے دیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا مجھ سے کی اور فرمایا: ''میں تمھیں ایک کام بتانا چاہتا ہوں تو تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم اپنے والدین سے مشورہ کرنے تک جواب کی جلدی نہ کرو۔ وہ کہتی ہیں: آپ کو یقیناً علم تھا کہ میرے والدین کبھی مجھے آپ کی جدائی کا مشورہ نہ دیں گے۔ آپ نے پھر فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يَـٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ .... عَظِيْمًا ۝﴾ (الاحزاب: ۲۸-۲۹) ''اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتی ہو تو آؤ میں تمھیں کچھ سامان دے دوں اور تمھیں رخصت کر دوں، اچھے طریقے سے رخصت کرنا۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخری گھر کا ارادہ رکھتی ہو تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔''

آپ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا: کیا میں اس معاملے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں؟ پس

---

❶ شرح مسلم للنووی، ج ۱۵، ص: ۲۱۱۔

بے شک میں اللہ، اس کا رسول اور دار آخرت چاہتی ہوں۔ آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری بیویوں نے وہی کچھ کیا جو میں نے کیا۔'' ❶

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے عظیم منقبت ہے اور ان کی کمال عقل اور صحت رائے کی دلیل ہے حالانکہ وہ ابھی نوعمر تھیں۔'' ❷

۱۱ :...... دیگر امہات المومنین کی نسبت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے دو دن اور دو راتیں مخصوص تھیں۔ یہ اس وقت سے تھا جب سے سیّدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنا دن اور رات سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیے تھے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''سودہ بنت زمعہ نے اپنا دن سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے اس کا اپنا دن اور سودہ کا دن بھی تقسیم میں دیتے تھے۔'' ❸

۱۲ :...... وہ اس امت کی تمام عورتوں سے بڑی عالمہ وفقیہہ تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی کثرت سے احادیث کسی اور عورت نے روایت نہیں کیں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تا حیات فتاویٰ دیتی رہیں۔ اللہ ان پر رحم کرے اور سیّدنا عمر و عثمان رضی اللہ عنہما جیسے کبار صحابہ کرام ان کی طرف قاصد بھیج کر مسائل معلوم کرتے تھے۔ ایک روایت میں ہے:

''اگر اس امت کی تمام عورتوں بشمول ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم جمع کیا جائے تو پھر بھی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم افضل ہوگا۔'' ❹

محمود بن لبید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات بیشتر احادیث یاد کرتی تھیں لیکن ان میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا جیسی کوئی نہیں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیّدنا عمر و عثمان رضی اللہ عنہما کے عہد

---

❶ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٤٧٨٦۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ١٤٧٥۔ نیز اس کی تخریج پیچھے گزر چکی ہے۔ شذی الیاسمین فی فضائل امہات المومنین، ص: ٣١۔ حبیبة الحبیب ام المومنین عائشة لصالح بن محمد العطار، ص: ١٩۔

❷ فتح الباری لابن حجر، ج ٨، ص: ٥٢٢۔

❸ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٥٢١٢۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ١٤٦٣۔

❹ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

سے لے کر تا حیات تعلیم دیتی رہیں اور عمر و عثمان رضی اللہ عنہما جیسے اکابر اصحاب رسول ان کے پاس اپنے سوالات بھیجتے تھے جو سنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہوتے تھے۔'' ❶

۱۳:...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اگلے پچھلے گناہوں کی مغفرت کی دعا کی۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''جب میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشگوار حالت میں دیکھا تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ میرے لیے اللہ سے دعا کریں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا کی: ''اے اللہ! تو عائشہ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دے۔ اور جو اس نے چھپ کر کیے اور جو اس نے اعلانیہ کیے۔'' (یہ دعائیہ کلمات سن کر) عائشہ رضی اللہ عنہا اتنا ہنسیں کہ ان کا سر آپ رضی اللہ عنہا کی گود میں آ لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''کیا میری دعا نے تجھے خوش کر دیا؟'' تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: مجھے کیا ہے کہ آپ کی دعا مجھے خوش نہ کرے۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! بے شک ہر نماز میں میں اپنی ساری امت کے لیے یہی دعا کرتا ہوں۔'' ❷

۱٤:...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں گواہی دی کہ آپ کو ان کے بارے میں صرف بھلائی کا علم ہے اور ان کے لیے یہی گواہی کافی ہے۔ واقعہ افک کے ضمن میں درج ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا:

((وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا .)) ❸

''اللہ کی قسم! مجھے اپنی بیوی میں بھلائی کے علاوہ کچھ معلوم نہیں۔''

اور ایک روایت میں ہے: یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مخاطب کیا: پس اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا:

((مَا تُشِيرُوْنَ عَلَيَّ فِيْ قَوْمٍ يَسُبُّوْنَ أَهْلِيْ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِمْ مِنْ سُوْءٍ قَطُّ .)) ❹

---

❶ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

❷ مسند البزار۔ مجمع الزوائد للهيثمی، ج ۹، ص: ۲٤٦۔ صحیح ابن حبان، ج ١٦، ص ٤٧، حدیث نمبر: ۷۱۱۱۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو حسن کہا۔ سلسلة الاحاديث الصحيحة، ج ٥، ص: ۳۲٤۔

❸ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲٦٦۱۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۷۷۰۔

❹ صحیح بخاری: ۷۳۷۰۔ صحیح مسلم: ۲۷۷۰۔

''(اے لوگو!) تم مجھے ان لوگوں کے بارے میں کیا مشورہ دو گے جو میری بیوی کو گالیاں دیتے ہیں؟ مجھے اپنے گھر والوں کے بارے میں ذرہ بھر برائی کا علم نہیں۔''

۱۵:...... امت کے ہر فرد پر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی محبت واجب ہے۔ صحیحین میں مروی ہے کہ جب فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

((اَلَسْتِ تُحِبِّيْنَ مَا اُحِبُّ؟))

''کیا تم اس سے محبت نہیں کرو گی جس سے میں محبت کرتا ہوں؟''

سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: کیوں نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فَاَحِبِّيْ هٰذِهٖ)) ❶

''پس تم اس (عائشہ رضی اللہ عنہا) کے ساتھ محبت کرو۔''

۱۶:...... سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر بیویوں کے حجروں کی نسبت مسجد کے زیادہ قریب تھا۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے اصحاب نے ٹیلے کی جگہ اپنے ہاتھوں سے مسجد بنائی جس میں اینٹیں اور کھجور کی شاخیں استعمال کیں۔ پھر آپ نے مسجد کے ایک طرف اپنا اور اپنی بیویوں کے گھر تعمیر کیے اور ان میں سے مسجد کے سب سے زیادہ قریب گھر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔'' ❷

چونکہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر مسجد کے بالکل قریب تھا اس لیے جب آپ اپنے معتکف میں ہوتے تو وہ آپ کے بالوں میں کنگھی کرتیں۔ ❸

۱۷:...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علاوہ کسی اور ایسی عورت سے شادی نہ کی جس کے ماں باپ دونوں مہاجر ہوں۔ ❹

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا سارا خاندان، ان کا باپ، والدہ اور دادا جان ابو قحافہ رضی اللہ عنہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے تھے۔ نیز آپ کی دادی ام الخیر سلمیٰ بنت صخر اور ان کے بیشتر بھائی بھی اصحاب میں سے تھے۔ ❺

❶ صحيح بخاری، حديث نمبر: ۲۵۸۱۔ صحيح مسلم، حديث نمبر: ۲٤٤۲۔
❷ زاد المعاد لابن القيم، ج ۱، ص: ۱۰۲۔
❸ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔ ❹ الاجابة للزركشی، ص: ۵۹۔
❺ ام المومنين عائشة رضی اللہ عنہا لمحمد الحاوری، ص: ۱۵۹۔

تیسرا مبحث:

صحابہ اور دیگر علمائے امت رحمہم اللہ کی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے مدح وثنا

پہلا نکتہ:......سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں صحابہ کی گواہیاں

۱۔ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ:......سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے امہات المومنین کے لیے دس ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے وظیفے میں دو ہزار درہم کا اضافہ کر دیا اور فرمایا:

''بے شک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ ہیں۔''❶

۲۔ سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اگر کوئی عورت خلیفہ ہوسکتی تو وہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی ہوتیں۔''❷

نیز انھوں نے فرمایا:

''بے شک وہ (سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) دنیا وآخرت میں تمہارے نبی کی بیوی ہیں۔''❸

۳۔ سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا:...... جب سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے وقت رونے کی آواز سنی تو انھوں نے اپنی خادمہ کو دیکھنے کے لیے بھیج دیا کہ کیا ماجرا ہے؟ وہ واپس آئی اور بتایا کہ اماں جی فوت ہوگئی ہیں۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تمام لوگوں سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ محبت کرتے تھے، سوائے اس کے باپ کے۔''❹

❶ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

❷ یہ روایت قوام السنۃ اصبہانی نے المحجۃ، ج ۲، ص: ۴۰۱ میں روایت کی ہے۔

❸ "الفتنۃ و وقعۃ الجمل" میں سیف بن عمر نے روایت کیا۔ ص: ۱۸۳ اور امام طبری رحمہ اللہ نے اپنی "التاریخ" ج ۴، ص: ۵۴۴ میں اور ابن الجوزی نے المنتظم فی تاریخ الملوک و الامم، ج ۵، ص: ۹۴۔ الکامل لابن الاثیر، ج ۲، ص: ۶۱۴۔ البدایۃ و النہایۃ لابن کثیر، ج ۱۰، ص: ۴۷۲۔ نہایۃ الارب للنویری، ج ۲۰، ص: ۵۰۔ میں دیکھیں۔

❹ مسند ابی داود طیالسی، ج ۳، ص ۱۸۵، حدیث نمبر: ۱۷۱۸ اور اس کی سند سے ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء، ج ۲، ص: ۴۴ میں روایت کیا۔ اس کی سند کو بوصیری نے اتحاف الخیرۃ المہرۃ، ج ۷، ص: ۲۴۸ میں صحیح کہا۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات پر کہا:

''اے عائشہ! اللہ تعالیٰ نے تیرے سارے دُکھ درد دُور کر دیے۔ روئے زمین پر کوئی ایسا ذی روح نہیں تھا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھ سے زیادہ محبوب رکھتے ہوں، سوائے تمہارے باپ کے۔''

پھر فرمایا:

''میں اللہ سے مغفرت چاہتی ہوں۔'' (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مقابلے میں ان کے باپ سے زیادہ محبت کرتے تھے)۔''❶

زیاد بن ابیہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی طرف مالِ کثیر بھیجا اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو زیادہ دیا۔ قاصد امیر سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے سامنے معذرت کرنے لگا، تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

''ہم پر اسے وہ فضیلت دیا کرتے جو ہمارے لیے زیاد سے بہت زیادہ افضل تھے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔''❷

۴۔ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کلمات:

جب ابن عباس رضی اللہ عنہما سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مرض الموت میں ان کی عیادت کے لیے آئے تو انھیں یوں مخاطب کیا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام بیویوں سے زیادہ آپ سے محبت کرتے تھے اور آپ صرف طیب چیز سے ہی محبت کرتے تھے۔''❸

نیز انھوں نے فرمایا:

''آپ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں، آپ رضی اللہ عنہا کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کنواری سے شادی نہیں کی اور آپ کی براءت آسمان سے نازل ہوئی۔''❹

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

---

❶ السنة لابن ابی عاصم: ۱۲۳٤۔
❷ المعجم الاوسط للطبرانی، ج ۳، ص ۱۱٤، حدیث نمبر: ۲٦٥۱ اور ہیثمی نے مجمع الزوائد، ج ۹، ص: ۲٤٥ میں اس کی سند کو حسن کہا ہے۔
❸ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔
❹ صحیح بخاری: ٤۷٥۳۔

''اے ام المومنین! آپ دو سچے منتظمین ❶، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جا رہی ہیں۔'' ❷

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خوارج کو دعوت دیتے ہوئے اور ان کے ساتھ بحث و مباحثہ کرتے ہوئے فرمایا:

''تمہارا یہ کہنا کہ علی رضی اللہ عنہ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ (واقعہ جمل) میں قتال تو کیا لیکن نہ قیدی بنائے اور نہ مال غنیمت حاصل کیا۔ (تو میں کہوں گا) کیا تم اپنی ماں کو قید کرتے اور ان سے وہ چیز حلال کرتے جو ان کے علاوہ (کافروں) سے حلال کی جاتی ہے؟ اگر تم ایسا کرو گے تو کافر ہو جاؤ گے کیونکہ وہ تمہاری ماں ہیں اور اگر تم یہ کہو کہ وہ ہماری ماں نہیں تو پھر بھی تم کافر بنو گے۔ کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ﴾ (الاحزاب : ٦)

''یہ نبی مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھنے والا ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔''

''گویا تم دو گمراہیوں کے درمیان گھوم رہے ہو۔ تم جو بھی اختیار کرو گے گمراہی کی طرف جاؤ گے۔ سب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ میں نے کہا: کیا میں اس شبہ سے نکل گیا ہوں؟ سب نے کہا: جی ہاں۔'' ❸

۵۔ سیّدنا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

''اللہ تعالیٰ آپ کو اچھا بدلہ دے، پس اللہ کی قسم! جب بھی آپ پر کوئی مصیبت آئی اللہ تعالیٰ نے

---

❶ الفرط: جو قافلے سے پہلے جا کر پڑاؤ والی جگہ پر آنے والوں کی رہائش وغیرہ کا بندوبست کرتا ہے اور یہاں ثواب اور شفاعت مراد ہے۔ (مقدمه فتح الباری، ص: ١٦٦۔)

❷ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٣٧٧١۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی ترجمۃ الباب سے یہ مطابقت ہے کہ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کے جنتی ہونے کی یقین دہانی کرائی۔ ایسی بات توقیفی ہی ہوسکتی ہے اور یہ بہت بڑی فضیلت ہے۔ (عمدة القاری، ج ١٦، ص: ٢٥١۔)

❸ السنن الکبریٰ للنسائی، ج ٥، ص ١٦٥، حدیث نمبر: ٨٥٧٥۔ المعجم للطبرانی، ج ١٠، ص ٢٥٧، حدیث نمبر: ١٠٥٩٨۔ مستدرك حاکم، ج ٢، ص: ١٦٤۔ السنن الکبری للبیهقی، ج ٨، ص ١٧٩، حدیث نمبر: ١٧١٨٦۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس کی سند کو منهاج السنة، ج ٨، ص: ٥٣٠ پر صحیح کہا اور ہیثمی رحمہ اللہ نے مجمع الزوائد، ج ٦، ص: ٢٤٢ میں کہا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں اور اسے وادعی رحمہ اللہ نے الصحیح المسند: ٧١١ میں حسن کہا۔

اس میں سے آپ کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دیا اور مسلمانوں کے لیے اسے بابرکت بنا دیا۔'' ❶

ایک روایت میں ہے سیّدنا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا:

''اے آل ابی بکر! تمھاری یہ پہلی برکت تو نہیں ہے۔'' ❷

٦۔ سیّدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے روبرو کہا اور وہ خاموش رہے:

''آپ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ سے کیا چاہتے ہیں؟ آپ ام المومنین سے کیا چاہتے ہیں؟ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہوں گی۔'' ❸

نیز انھوں نے کہا:

''بے شک وہ دنیا و آخرت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں۔'' ❹

سیّدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پاس کسی آدمی نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق بری بات کی تو عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے کہا:

''اے قبیح و مردود! کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ کو اذیت پہنچاتا ہے۔'' ❺

٧۔ سیّدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں ایک قصیدہ کہا جس کے دو اشعار یہاں نقل کیے جاتے ہیں اور مکمل قصیدہ آگے آ رہا ہے:

حَصَانٌ رَزَانٌ مَا تُزَنُّ بِرِيْبَةٍ
وَ تُصْبِحُ غَرْثَى مِنْ لُحُوْمِ الْغَوَافِلِ
مُهَذَّبَةٌ قَدْ طَيَّبَ اللّٰهُ خِيَمَهَا
وَ طَهَّرَهَا مِنْ كُلِّ سُوْءٍ وَ بَاطِلٍ

''تہذیب یافتہ میں اللہ تعالیٰ نے اس کی جبلت کو پاکیزہ بنایا ہے اور اسے ہر برائی اور باطل سے پاک کر دیا ہے۔''

---

❶ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٣٧٧٣۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ٣٦٧۔

❷ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٣٣٤۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ٣٦٧۔

❸ فضائل الصحابة للامام احمد، ج ٢، ص: ٨٦٨۔

❹ صحیح بخاری: ٣٧٧٢۔

❺ سنن ترمذی، حدیث نمبر: ٣٨٨٨۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے ضعیف سنن ترمذی، حدیث نمبر ٣٨٨٨ میں اسے ضعیف کہا ہے۔

۸۔ سیّدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جب بھی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث روایت کرتے وہ کہتے:
''اللہ کی قسم! سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کبھی جھوٹ نہیں بولتیں۔'' [1]

۹۔ سیّدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ [2]:

ام ایوب رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند ابوایوب رضی اللہ عنہ سے کہا:

''اے ابوایوب! کیا تم نے وہ باتیں نہیں سنیں جو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق لوگ کہتے ہیں؟ انھوں نے کہا: ہاں سنی ہیں اور یہ جھوٹ ہے، اے ام ایوب! کیا تم یہ کام کرسکتی ہو۔ اس نے کہا: نہیں۔ اللہ کی قسم! میں یہ کام نہیں کرسکتی۔ ابوایوب رضی اللہ عنہ نے کہا۔ پس عائشہ، اللہ کی قسم! تم سے بہت بہتر ہے۔'' [3]

دوسرا نکتہ:......سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں علماء کے اقوال

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مناقب اور ان کے فضائل کے اعتراف میں اہل سنت کا قطعاً کوئی اختلاف نہیں۔ لیکن ہم چاہتے ہیں ان کے مختلف مذاہب فقہیہ، مختلف مناہج کے اعتبار سے، متقدمین ومتاخرین اور معاصرین، متکلمین، اہل تصوف وغیرہم کے اقوال وآراء کو جمع کردیں۔ تاکہ جو لوگ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل کے انکاری ہیں ان کی حیثیت واضح ہوجائے۔

۱۔ عبید بن عمیر (ت: ۶۸ ہجری):

ایک سائل آیا اور اس نے عبید بن عمیر سے پوچھا: لوگ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا: ''لوگ جو کچھ کہتے ہیں سو کہتے ہیں البتہ ان کے خلاف کوئی بات سن کر دکھ اسی کو ہوتا ہے جس کی وہ ماں ہے۔'' [4]

---

[1] الطبقات الکبری لابن سعد، ج ۸، ص: ۶۹۔

[2] خالد بن زید بن کلیب ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ۔ ہجرت مدینہ کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بنونجار میں سے اپنی میزبانی کا شرف بخشا۔ یہ عقبہ ثانیہ اور بدر سمیت تمام غزوات میں شریک رہے۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے انھیں بصرہ کا والی بنایا اور انھیں کے ساتھ وہ خوارج کے خلاف معرکوں میں بھی شریک رہے۔ یزید بن معاویہ رحمہ اللہ کی قیادت میں یہ غزوہ قسطنطنیہ میں شریک ہوئی اور ۵۰ ہجری میں وہیں شہید ہوئے اور قلعہ کی فصیل کے باہر دفن ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۲، ص: ۴۰۲۔ الاصابة لابن حجر، ج ۲، ص: ۲۳۴۔)

[3] تفسیر ابن ابی حاتم، ج ۸، ص: ۲۵۴۶۔ تاریخ، دمشق لابن عساکر، ج ۱۶، ص: ۴۸۔

[4] الطبقات الکبرٰی لابن سعد، ج ۸، ص: ۷۸۔

۲۔ عیسیٰ بن طلحہ (ت: ۱۰۰ ہجری):❶

عیسیٰ بن طلحہ کہتے ہیں: ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جنتی ہیں۔''❷

۳۔ الشعبی رحمہ اللہ (ت: ۱۰۳ ہجری):

کسی نے شعبی رحمہ اللہ سے کہا کہ عائشہ کے علاوہ تمام امہات المومنین سے میں محبت کرتا ہوں، تو شعبی رحمہ اللہ نے اس سے کہا:

''تو اپنے اس قول میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب سے زیادہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت کرتے تھے۔''❸

۴۔ ابوبکر خلال رحمہ اللہ ❹ (ت: ۳۱۱ ہجری):

وہ فرماتے ہیں: ''ام المومنین رضی اللہ عنہا نے سچ کہا، وہ اللہ عزوجل کے نزدیک پاک دامن ہیں۔''

۵۔ الآجری رحمہ اللہ (ت: ۳۶۰ ہجری):

فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمہارے اوپر رحم کرے، تم جان لو کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سمیت تمام امہات المومنین کو اللہ عزوجل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے فضیلت عطا کی۔ ان میں سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا شرف عظیم ہے اور وصف کریم ہے۔ وہ دنیا و آخرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں۔''❺

نیز وہ فرماتے ہیں:

''وہ شخص برباد و ہلاک اور خسارے میں ہوگیا جس کے دل میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف

---

❶ عیسیٰ بن طلحہ بن عبیداللہ، ابومحمد مدنی یہ ثقہ عالم اور حلیم الطبع معزز تھے۔ سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس نمائندہ بن کر آئے۔ (سیر اعلام النبلاء للذھبی، ج ٤، ص: ٣٦٧۔ شذرات الذھب لابن العماد، ج ١، ص: ١١٣۔

❷ الطبقات الکبری لابن سعد، ج ٨، ص: ٧٩۔

❸ المعجم الکبیر للطبرانی، ج ٢٣، ص: ١٨٢۔

❹ احمد بن محمد بن ہارون ابوبکر خلال حنبلی۔ شیخ الحنابلہ، اپنے وقت کے امام، حافظ، فقیہ اور بہت بڑے عالم تھے ان کی مشہور تصنیفات "العلل" اور "الجامع لعلوم الامام احمد" ہیں۔ (طبقات الحنابلہ لابن ابی یعلی، ج ٢، ص: ١١۔ سیر اعلام النبلاء للذھبی، ج ١٤، ص: ٢٩٧۔)

❺ الشریعۃ للآجری، ج ٥، ص: ٢٣٩٤۔

ذرہ بھر بغض ہے، یا کسی صحابی رسول یا اہل بیت رسول کے کسی بھی فرد کے خلاف وہ کینہ رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو جائے اور ان کی محبت کے واسطے ہمیں نفع دے۔'' ❶

٦۔ ابن شاہین (ت: ٣٨٥ ہجری):

فرماتے ہیں:

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایسے بے شمار فضائل ہیں جو اور کسی میں نہیں، مثلاً:

(١)..... قرآن کریم میں تقریباً مسلسل سولہ آیات ان کی براءت میں نازل ہوئیں۔

(٢)..... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر مواقع پر ان کے ساتھ مزاح فرماتے تھے۔

(٣)..... وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھل کر بے تکلفانہ گفتگو کرتی تھیں جن کی کسی دوسرے میں جرأت نہ تھی۔

(٤)..... اکثر اصحاب رسول کا اس حقیقت پر اجماع ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک محبوب ترین شخصیت تھیں۔ جیسا کہ ام سلمہ، عمار رضی اللہ عنہما اور دوسروں نے روایت کیا ہے۔

(٥)..... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ ''تمام عورتوں سے عائشہ اس طرح افضل ہیں جس طرح تمام کھانوں سے ثرید افضل کھانا ہے۔''

(٦) نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دو بار دوڑنے کا مقابلہ کیا۔

(٧)..... ایک دن سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''وَا عَرُوْسَاہ'' ہائے میری دلہن! جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو گھر میں نہ پایا۔ تب اللہ عزوجل ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آیا۔ ❷

٧۔ ابونعیم رحمہ اللہ ❸ (ت: ٤٣٠ ہجری):

ابونعیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

❶ حوالہ سابقہ، ج ٥، ص: ٢٤٢٨۔

❷ شرح مذاهب اهل السنة لابن شاهين، ص: ٣٠٣۔

❸ احمد بن عبداللہ بن احمد ابونعیم الاصبہانی۔ حافظ، محدث العصر۔ ٣٣٦ ہجری میں پیدا ہوئے۔ پختہ حافظ تھے، علویت کی طرف مائل تھے۔ ان سے علم حاصل کرنے کے لیے حفاظ حدیث بکثرت آیا کرتے تھے۔ ان کی تصنیفات میں سے "حلية الاولياء" اور "معرفة الصحابة" مشہور ہیں۔ ٤٣٠ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ١٧، ص: ٤٥٣۔ وفیات الاعیان لابن خلکان، ج ٧، ص: ٣٧٣۔

''انھیں دنیا کی رغبت نہیں تھی اور دنیاوی مسرتوں سے بے پروا تھیں اور اور دنیا داروں کی موت پر افسوس کرتی تھیں۔'' ❶

مزید فرماتے ہیں: ''جو گزشتہ صفحات میں ابن شاہین سے منسوب کیا گیا ہے وہی ان سے منسوب و مکرر ہے۔'' (ظفر)

۸۔ ابن بطال رحمہ اللہ (ت: ۴۴۹ ہجری):

ابن بطال رحمہ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کہ ''بے شک وہ آخر ابوبکر کی بیٹی ہے۔'' کی تشریح میں لکھتے ہیں: ''اس جملے میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فہم وفراست کے ساتھ فضیلت کی طرف بھی اشارہ ہے۔'' ❷

۹۔ ابن حزم رحمہ اللہ (ت: ۴۵۶ ہجری):

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''تو یہ صحیح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ سب لوگوں سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور مردوں میں سے ان کا باپ ہے۔'' وحی تھا جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر کی تھی۔ تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہو جائیں تو آپ نے وحی کے ذریعے یہ بتایا اپنی خواہش سے نہیں اور جو یہ گمان کرے (کہ ایسا نہیں) تو بے شک اس نے اللہ تعالیٰ کو جھوٹا کہا ہے۔ لیکن سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا دین میں اس فضیلت کی مستحق قرار پائیں اور اس فضیلت میں سب لوگوں سے آگے بڑھ گئیں یہ اس بات کا سبب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ ان سے محبت کریں اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کے باپ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر و علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہم پر اعلانیہ فضیلت دی ہے۔ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔'' ❸

۱۰۔ البیہقی رحمہ اللہ (ت: ۴۵۸):

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بنت صدیق کی براءت میں اللہ تعالیٰ نے سولہ یا سترہ مسلسل آیات اتاریں:

---

❶ حلیة الاولیاء و طبقات الاصفیاء لابی نعیم الاصبهانی، ج ۲، ص: ٤٤۔

❷ شرح صحیح البخاری لابن بطال، ج ۷، ص: ٩٤۔

❸ الفصل فی الملل و الأهواء و النحل لابن حزم، ج ٤، ص: ٩٥ اور عنقریب اس روایت کی مزید تفصیل سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کے ضمن میں بیان کی جائے گی۔ ان شاء الله.

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَ الَّذِیْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝﴾ (النور: ۱۱)

''بے شک وہ لوگ جو بہتان لے کر آئے ہیں وہ تمھی سے ایک گروہ ہیں، اسے اپنے لیے برا مت سمجھو، بلکہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ ان میں سے ہر آدمی کے لیے گناہ میں سے وہ ہے جو اس نے گناہ کمایا اور ان میں سے جو اس کے بڑے حصے کا ذمہ دار بنا اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔''

جب ان پر بہتان تراشا گیا تو یہ آیات قیامت تک مسلمانوں کی مساجد، ان کی نمازوں، ان کے محرابوں میں پڑھی جاتی رہیں گی۔ جن میں اس مظلومہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عفت و پاک دامنی، طہارت اور محافظت کا اعلان کیا گیا اور جن ظالموں نے یہ بہتان تراشا تھا ان کے گناہ، عذاب عظیم اور متواتر لعنت کا اظہار کیا گیا۔ اس میں وہ جتنا بھی فخر کریں کم ہے اور ان پر الزام لگانے والوں کے لیے تیار کیے گئے عذاب دنیوی و اخروی کا تذکرہ ہے جو بے حد و حساب و بے کنار ہے۔

۱۱۔ ابو القاسم اسماعیل اصبہانی رحمہ اللہ [1] (ت: ۵۳۵ ہجری):

آپ فرماتے ہیں:

''سیّدہ عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا اللہ کے محبوب کی محبوبہ، ہر عیب سے پاک ہر شک وشبہ سے بالاتر ہیں۔ اللہ ان سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج سے راضی ہو جائے۔'' [2]

۱۲۔ الزمخشری رحمہ اللہ (ت: ۵۳۸ ہجری):

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر آپ قرآن کی تلاوت کریں اور اس میں اللہ تعالیٰ نے نافرمانوں کو جتنی وعیدیں دلائی

---

[1] اسماعیل بن محمد بن فضل ابو القاسم اصبہانی رحمہ اللہ۔ حافظ کبیر اور شیخ الاسلام مشہور ہوئے۔ ۴۵۷ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اپنے وقت کے ائمہ کے امام ان کا لقب ''قوام السنہ'' تھا لوگوں کو حدیث کا درس دیتے جرح و تعدیل کے بہت بڑے عالم تھے۔ ان کی مشہور تصنیف "الترغیب و الترهیب" ہے۔ ۵۳۵ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۲۰، ص: ۸۰۔ شذرات الذهب لابن العماد، ج ٤، ص: ۱۰٤۔)

[2] الحجة فی بیان المحجة لقوام السنة، ج ۱، ص: ۲٤۸۔

ہیں سب کو جمع کریں تو آپ کو بخوبی علم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے جتنا غیظ و غضب اور غصہ اور شدت وعید ان لوگوں کو دی ہے جنھوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگایا اس قدر کسی اور نافرمان کو اللہ تعالیٰ نے سخت وعید نہیں دی۔'' ❶

۱۳۔ الرازی رحمہ اللہ (ت: ۶۰۶ ہجری):

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس حقیقت حال سے واقف ہو جانا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات آپ کے ساتھ جنت میں ہوں گی۔ اس ضمن میں متعدد صحیح احادیث موجود ہیں اور یہ احتمال ہے کہ ان احادیث سے مراد یہ ہے کہ اگر وہ کبائر سے اجتناب کریں اور توبہ کریں تاہم پہلی بات زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ جب آیت کو ظاہری معنی پر محمول نہ کیا جائے تو اس کی شرط موجود ہونی چاہیے لیکن جب آیت کا ظاہری معنی کیا جا سکے تو پھر شرط لگانے کی کوئی ضرورت نہیں اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا لامحالہ جنت میں جائیں گی۔'' ❷

۱۴۔ ابن قدامہ رحمہ اللہ ❸ (ت ۶۲۰ ہجری):

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے راضی رہنا سنت ہے۔ جو امہات المومنین ہیں اور ہر عیب سے بری ہیں ان سب میں سے افضل سیّدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا اور سیّدہ عائشہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا ہیں۔ جن کی براءت اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نازل فرمائی اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیوی و اخروی بیوی ہیں، تو جس بہتان سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بری کر دیا، اس پر جو شخص وہی بہتان لگاتا ہے وہ عظمت والے اللہ سے کفر کرتا ہے۔'' ❹

---

❶ الاجابة لا یراد ما استدرکته عائشة علی الصحابة للزرکشی، ص: ۵۹-۶۰۔

❷ مفاتیح الغیب للرازی، ج ۲۳، ص: ۳۵۵۔

❸ عبداللہ بن احمد بن قدامہ ابو محمد المقدسی۔ ۵۴۱ ہجری میں پیدا ہوئے اپنے وقت کے شیخ الاسلام، فقیہ، زاہد، جامع مسجد دمشق کے امام، ثقہ، حجۃ، طریقۂ اسلاف کے پیروکار، صاحب ورع و عابد تھے۔ ان کی مشہور تصنیفات ''المغنی'' اور ''الکافی'' ہیں۔ ۶۲۰ ہجری میں دفات پائی۔ (ذیل طبقات الحنابلة لابن رجب، ج ۳، ص: ۲۸۱۔ سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۲۲، ص: ۱۶۶۔)

❹ لمعة الاعتقاد لابن قدامه المقدسی، ص: ۴۰۔

۱۵۔ ابن عساکر رحمہ اللہ ❶ (۶۲۰ ہجری):

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''تنگ دستی کے باوجود ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب کرنا ان کی بہت بڑی فضیلت اور سعادت مندی کی دلیل ہے اور ان سب پر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو مقدم کرنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے ساتھ دیگر سب کی بجائے شدید والہانہ محبت کی دلیل ہے۔'' ❷

۱۶۔ ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت: ۶۳۰):

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لیے واقعہ افک کے علاوہ کوئی اور فضیلت نہ ہوتی تو ان کے لیے اتنا فضل بزرگی اور علو مرتبت کافی تھا۔ کیونکہ اس واقعہ میں ان کی شان میں قیامت تک پڑھا جانے والا قرآن نازل ہوا۔'' ❸

۱۷۔ الآمدی رحمہ اللہ ❹ (ت: ۶۳۱ ہجری):

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اہل سنت اور اہل الحدیث کا اتفاق ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تمام جہانوں کی عورتوں سے افضل ہیں۔'' ❺

---

❶ عبدالرحمٰن بن محمد بن حسن، ابو منصور دمشقی۔ ۵۵۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اپنے وقت کے بڑے امام، شیخ مذہب شافعی، عابد اور صاحب ورع تھے۔ جارذحیہ اور صلاحیہ نامی شہروں میں درس حدیث دیتے رہے اور عذراویہ میں سب سے پہلے انھوں نے تدریس کی۔ ان کی مشہور کتاب ''الاربعین'' ہے۔ ۶۲۰ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۲۲، ص: ۱۸۷۔ طبقات الشافعیة الکبریٰ للسبکی، ج ۸، ص: ۱۷۵۔)

❷ الاربعین فی مناقب امہات المومنین رضی اللہ عنہن لابن عساکر، ص: ۹۰۔

❸ اسد الغابة لابن الاثیر، ج ۷، ص: ۱۸٦۔

❹ علی بن محمد بن سالم الآمدی الشافعی۔ اصولی، متکلم ۵۵۱ ہجری میں پیدا ہوئے۔ علوم معقولات و کلام میں مہارت حاصل کی۔ چنانچہ اپنے زمانے کے متکلمین کے وہ شیخ مشہور تھے۔ ملک معظم بن عادل نے انھیں جامع عزیزیہ کا مدرس مقرر کیا۔ ان کی مشہور تصنیف ''الاحکام فی اصول الاحکام'' ہے۔ ۶۳۱ ہجری میں وفات پائی۔ (طبقات الشافعیة للسبکی، ج ۸، ص: ۳۰٦۔ سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۲۲، ص: ۳٦٤۔)

❺ ابکار الافکار فی اصول الدین للآمدی، ج ۵، ص: ۲۹۱۔

۱۸۔ القرطبی رحمہ اللہ (ت: ۶۷۱ ہجری):

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کسی محقق نے کہا: جب یوسف علیہ السلام پر زنا کی تہمت لگائی تو اللہ تعالیٰ نے گود میں پلنے والے ایک بچے کے ذریعہ ان کی براءت کا اعلان کروایا اور جب مریم علیہا السلام پر بہتان لگایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی براءت کا اعلان ان کے نومولود بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے کروایا اور عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان تراشا گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی براءت نہ کسی نومولود کے ذریعے کی اور نہ کسی نبی کے ذریعے اعلان کروایا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی براءت کا اعلان خود قرآن کے ذریعے کیا اور انھیں تہمت اور بہتان سے پاک دامن قرار دیا۔'' ❶

۱۹۔ النووی رحمہ اللہ (ت: ۶۷۶ ہجری):

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت ان ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیان ہوئی ہے جو اس وقت موجود تھیں اور وہ نو (۹) تھیں۔ جن میں سے ایک سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ علماء کے درمیان اس میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں۔ علماء میں اختلاف سیّدہ خدیجہ اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی افضلیت کے بارے میں ہے۔'' ❷

نووی رحمہ اللہ نے مزید فرمایا:

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بکثرت صحابہ و تابعین نے احادیث حاصل کیں اور ان کے فضائل و مناقب مشہور و معروف ہیں۔'' ❸

نیز علامہ نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث رسول اللہ کہ ''مجھے سب لوگوں سے زیادہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت ہے......الحدیث'' پر تعلیق میں فرمایا ہے:

''اس حدیث میں ابوبکر، عمر اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہم کے عظیم فضائل کی تصریح ہے۔'' ❹

---

❶ تفسیر احکام القرآن للقرطبی، ج ۱۲، ص: ۲۱۲۔

❷ شرح مسلم للنووی، ج ٤، ص: ۱۳۹۔

❸ تهذیب الاسماء و اللغات للنووی، ج ۱، ص: ۹٤۳۔

❹ شرح مسلم للنووی، ج ۱۵، ص: ۱۵۳۔

۲۰۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (ت: ۷۲۸ ہجری):

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اہل السنہ کے نزدیک سب اہل بدر اور اسی طرح سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سمیت تمام امہات المومنین جنتی ہیں۔'' ❶

۲۱۔ ابن سیّد الناس رحمہ اللہ ❷ (ت: ۷۳۴ ہجری):

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل بے کنار ہیں اور ان کے مناقب بے شمار ہیں۔'' ❸

۲۲۔ ابن جزی رحمہ اللہ (ت: ۷۴۱ ہجری):

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں قرآن نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے واقعہ افک سے ان کی براءت کا اعلان کیا۔ ان آیات میں حد درجہ ان کے ساتھ قدرت کی عنایات اور اہتمام کا تذکرہ ہے۔ ان آیات میں آپ رضی اللہ عنہا کی تکریم کی علامات بھی ہیں اور جنھوں نے آپ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگایا، ان کی شدید مذمت بھی ہے۔'' ❹

۲۳۔ الذہبی رحمہ اللہ (ت: ۷۴۸ ہجری):

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی کنواری لڑکی سے شادی نہیں کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ شدید محبت کرتے تھے، جس کا اظہار بھی ہوتا رہتا تھا۔ اور آپ علیہ السلام صرف پاکیزہ چیزوں سے ہی محبت کرتے تھے...... اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ کی محبت

---

❶ منهاج السنة النبوية لابن تيمة، ج ٤، ص: ١٠ - ٣٠٩۔

❷ محمد بن محمد بن محمد ابوالفتح مصری شافعی۔ ۶۷۱ ہجری میں پیدا ہوئے۔ علوم مختلفہ مثلاً حدیث، فقہ، سیر میں مہارت تامہ حاصل کی۔ اپنے وقت کے امام، علامہ، حافظ اور ادیب تھے۔ سلفی العقیدة تھے۔ جامع صالح میں دار الحدیث کے مہتمم بنے۔ ان کی مشہور تصنیف ''عیون الاثر'' ہے۔ ۷۳۴ ہجری میں وفات پائی۔ (ذیل تذکرة الحفاظ لابی المحاسن، ص: ۹۔ شذرات الذهب لابن العماد، ج ٦، ص: ١٠٨۔)

❸ عيون الاثر لابن سيّد الناس، ج ٢، ص: ٣٦٨۔

❹ التسهيل لعلوم التنزيل لابن جزی، ج ٢، ص: ٦٢۔

معروف ومشہور تھی۔'' ❶

نیز آپ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جواب دلالت کرتا ہے کہ آپ سب امہات المومنین سے جو محبت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کرتے تھے وہ حکم الٰہی سے کرتے تھے اور شاید یہی حکم ان کے ساتھ زیادہ محبت کا سبب تھا۔'' ❷

نیز آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علاوہ کسی کنواری سے شادی نہیں کی اور نہ آپ نے ان جیسی کسی کے ساتھ محبت کی ...... اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ دنیا و آخرت میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہمارے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں اور کوئی بتائے کیا فخر کی اس سے بڑی کوئی اور دلیل ہو سکتی ہے؟'' ❸

۲۴۔ ابن القیم الجوزیۃ رحمہ اللہ (ت: ۷۵۱ ہجری):

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ خصوصیت کہ بہتان تراشوں نے ان پر جو بہتان لگایا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس سے ان کی براءت ساتویں آسمان سے وحی کی صورت میں نازل فرمائی جو قیامت تک مسلمانوں کی محرابوں اور نمازوں میں پڑھی جاتی رہے گی اور اللہ تعالیٰ نے خود گواہی دی کہ وہ پاک دامن ہیں اور ان کے ساتھ مغفرت اور عزت والے رزق کا وعدہ کیا۔'' ❹

۲۵۔ السبکی رحمہ اللہ ❺ (ت: ۷۵۶ ہجری):

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

❶ سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۲، ص: ۱۴۲۔

❷ حوالہ سابقہ، ج ۲، ص: ۱۴۳۔ ❸ حوالہ سابقہ، ج ۲، ص: ۱۴۰۔

❹ جلاء الافہام لابن القیم رحمہ اللہ، ص: ۲۳۸۔

❺ علی بن عبدالکافی بن علی ابوالحسن سبکی شافعی۔ ۶۸۳ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اپنے وقت کے بڑے محقق، مدقق، حافظ، علامہ، فقیہ، محدث اور اصولی تھے۔ شام کے قاضی تھے۔ اشرفیہ وغیرہ میں دار الحدیث کے نگران رہے۔ ان کی مشہور تصنیف ''الدر النظیم'' ہے۔ ۷۵۶ ہجری میں وفات پائی۔ (ذیل تذکرۃ الحفاظ لابی المحاسن، ص: ۲۵۔ شذرات الذہب لابن العماد، ج ۶، ص: ۱۷۹۔)

''ان پر یہ اعتراض نہیں کیا جائے گا کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو عطیات میں افضل قرار دیتے تھے۔ کیونکہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ وہی کرتے تھے جو ان پر واجب تھا، یعنی جس کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم محبت کرتے تھے اس کی تعظیم کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی وہی کرتی تھیں جو ان کی ذات کے لائق تھا اور وہ کوئی چیز ذخیرہ نہیں کرتی تھیں۔ اللہ ان پر اور ان کے باپ پر راضی ہو جائے۔'' [1]

۲۶۔ الیافعی رحمہ اللہ [2] (ت: ۷۶۸ ہجری):

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ام المومنین صدیقہ بنت صدیق، فقیہہ، محدثہ، فصیحہ، محققہ رضی اللہ عنہا کے مناقب بہت زیادہ ہیں:

۱۔ قرآن کریم ان کی براءت کے لیے نازل ہوا۔

۲۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لحاف میں ہوتے تو جبریل علیہ السلام وحی لے کر آ جاتے۔

۳۔ سب لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انھی کے ساتھ محبت تھی جیسا کہ صحیح حدیث میں آ چکا ہے۔

۴۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علاوہ کسی کنواری سے شادی نہیں کی۔

۵۔ ان کی شان میں قیامت تک پڑھی جانے والی واضح و محکم آیات نازل ہوئیں۔ عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا۔ [3]

۲۵۔ ابن کثیر رحمہ اللہ (ت: ۷۷۴ ہجری):

آپ فرماتے ہیں:

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین بیوی تھیں۔ آپ نے ان کے علاوہ کسی کنواری کے ساتھ شادی نہیں کی اور صرف اس امت کی عورتوں سے ہی نہیں بلکہ تمام امتوں کی عورتوں سے وہ بڑھ کر عالمہ و فقیہہ تھیں۔ جب اہل بہتان نے ان کے متعلق باتیں کیں اور جو ان کے منہ میں آیا وہ کہتے رہے تو اللہ تعالیٰ کو غیرت آ گئی اور ان کی براءت کے لیے ساتوں

---

[1] فتاوی سبکی، ج ۲، ص: ۲۷۶۔

[2] عبداللہ بن اسعد بن علی ابو محمد یافعی شافعی صوفی اشعری۔ ۶۹۸ ہجری میں پیدا ہوا۔ متعصب اشعری فقیہ تھا۔ شیخ حجاز کہلواتا تھا۔ اس کی مشہور تصنیفات "روض الریاحین" اور "مرأۃ الجنان" ہیں۔ ۷۶۸ ہجری میں فوت ہوا۔ (طبقات الشافعیة لابن قاضی شهبة، ٤، ص: ۷۲۔ سذرات الذهب لابن العماد، ج ٦، ص: ۲۱۰۔)

[3] مرأة الجنان و عبرة اليقظان لليافعي رحمه الله، ج ١، ص: ٥-١٠٤۔

آسمانوں سے اوپر سے وحی نازل ہوئی اور وہ رسول اللہ ﷺ کے بعد تقریباً پچاس سال تک زندہ رہیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ سے سنے ہوئے قرآن و حدیث کو لوگوں تک پوری امانت سے پہنچاتی رہیں اور تا حیات مسلمانوں کو فتویٰ دیتی رہیں اور باہمی اختلاف رکھنے والوں کے درمیان صلح کراتی رہیں۔ وہ تمام امہات المومنین سے زیادہ معزز ہیں۔ یہاں تک کہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا سے بھی جو آپ ﷺ کے بیٹوں اور بیٹیوں کی ماں ہیں۔ یہ قول علماء متقدمین و متاخرین کا ہے اور اس مسئلہ میں احسن توقف ہے۔'' ❶

۲۸۔ ابوحفص سراج الدین نعمانی رحمہ اللہ ❷:

فرماتے ہیں:

''آپ کے لیے غور کا مقام ہے کہ جب یہودیوں نے مریم علیہا السلام پر بہتان لگایا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بہتان عظیم کہا اور جب منافقوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگایا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھی بہتان عظیم کہا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ۝﴾ (النور: ١٦)

''تو پاک ہے، یہ بہت بڑا بہتان ہے۔''

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ روافض جو کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگاتے ہیں وہ ان یہودیوں جیسے ہیں جنھوں نے مریم علیہا السلام پر بہتان لگایا تھا۔'' ❸

۲۹۔ العراقی رحمہ اللہ ❹ (ت: ۸۰۶ ہجری):

فرماتے ہیں:

---

❶ البداية و النهاية لابن كثير، ج ٢، ص: ٤٣١۔

❷ عمر بن علی بن عادل ابوحفص نعمانی دمشقی حنبلی، مفسر قرآن تھے۔ ان کی مشہور کتاب "اللباب فی علوم الکتاب" ہے۔ ۸۸۰ ہجری کے بعد وفات پائی۔ (الأعلام للزركلي، ج ٥، ص: ٥٨۔ معجم المؤلفين للرضا الكحالة، ج ٧، ص: ٣٠٠۔

❸ اللباب فی علوم الكتاب لابی حفص نعمانی، ج ٧، ص: ١١١۔

❹ عبدالرحیم بن حسین بن عبدالرحمن ابوالفضل مصری، شافعی۔ ۷۲۵ ہجری میں پیدا ہوئے۔ محنت و کوشش اور اللہ کی توفیق سے اپنے وقت کے حافظ حدیث، حجت تھے۔ مدرسہ کاملیہ فاضلیہ میں پڑھاتے رہے۔ ان کی مشہور تصنیف "المغنی عن حمل الاسفار" ہے۔ ۸۰۶ ہجری میں وفات پائی۔ (انباء الغمر لابن حجر، ج ٢، ص: ٢٧٥۔ ذیل تذکرة الحفاظ لابی المحاسن، ص: ٥۔

''سیّدہ عائشہ بنت ابی بکر صدیق ام المومنین صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا ہر عیب سے پاک، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ، فقیہہ اور ربانیہ جن کی کنیت ام عبداللہ رضی اللہ عنہا ہے۔'' ❶

۳۰۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (ت: ۸۵۲ ہجری):

فرماتے ہیں:

''وہ عائشہ بنت ابی بکر صدیق، ام المومنین (الحمیراء) رضی اللہ عنہا مطلق طور پر تمام عورتوں سے زیادہ فہم و فراست سے متصف تھیں، سوائے خدیجہ رضی اللہ عنہا کے تمام ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل تھیں چنانچہ ان دونوں کی افضلیت میں اختلاف مشہور ہے۔'' ❷

نیز فرماتے ہیں:

''ان کے مناقب و فضائل بے شمار ہیں۔'' ❸

۳۱۔ بدرالدین العینی رحمہ اللہ (ت: ۸۵۵ ہجری) نے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرح کرتے ہوئے فرمایا:

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن لوگ اپنے تحائف پیش کرنے کے لیے انتظار کرتے۔''

وہ فرماتے ہیں:

''اس میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت و منقبت کی دلیل ہے۔'' ❹

۳۲۔ ابوالحسن البقاعی رحمہ اللہ ❺ (ت: ۸۸۵ ہجری):

فرماتے ہیں:

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت نازل ہونے سے جن اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دے دی انھوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی برائت کا اعلان کیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے منتخب کر لیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لیے صرف طیبہ و طاہرہ ہی

---

❶ طرح التثریب فی شرح التقریب للعراقی، ج ۱، ص: ۱۴۷۔

❷ تقریب التهذیب لابن حجر، ص: ۷۵۰۔ ❸ حوالہ سابقہ، ص: ۷۵۰۔

❹ عمدة القاری شرح صحیح البخاری للعینی، ج ۱۳، ص: ۱۳۳۔

❺ ابراہیم بن عمر بن حسن ابوالحسن البقاعی الشافعی۔ ۸۰۹ ہجری میں پیدا ہوئے۔ نہایت لگن سے علوم حاصل کیے اور اتنی مہارت حاصل کی کہ اپنے شیوخ سے ہی مناظرے کرنے لگے۔ محدث، امام، علامہ، مفسر تھے۔ ان کی مشہور تصنیفات "المناسبات القرآنیة" اور "عنوان الزمان" ہیں۔ ۸۸۵ ہجری میں وفات پائی۔ (شذرات الذهب لابن العماد، ج ۷، ص: ۳۳۸۔ البدر الطالع للشوکانی، ج ۱، ص: ۲۱۰۔)

منتخب کی۔'' ❶

۳۳۔ السیوطی رحمہ اللہ (ت: ۹۱۱ ہجری):

آپ نے اس حدیث کہ ''بے شک عائشہ سب عورتوں سے اس طرح افضل ہے جس طرح سب کھانوں سے ''ثرید'' افضل ہے...... الحدیث'' کی شرح کرتے ہوئے فرمایا:

''ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ تمام عورتوں سے افضل سیّدہ مریم علیہا السلام اور سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں اور تمام امہات المومنین سے افضل سیّدہ خدیجہ اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔'' ❷

۳۴۔ صفی الدین خزرجی رحمہ اللہ ❸:

فرماتے ہیں:

''عائشہ بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہا التیمیہ ام عبداللہ فقیہہ، ام المومنین، الربانیہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ ہیں۔'' ❹

۳۵۔ ملا علی القاری رحمہ اللہ ❺ (ت: ۱۰۱۴ ہجری):

آپ نے اس حدیث کہ ''عائشہ عورتوں سے اس طرح افضل ہے جس طرح کھانوں سے ثرید افضل ہے...... الحدیث'' کی شرح میں لکھا ہے:

''حدیث کے الفاظ سے ظاہری معنی یہی نکلتا ہے کہ وہ تمام عورتوں سے افضل ہیں۔ کیونکہ آپ رضی اللہ عنہا میں کمالات علمیہ وعملیہ کی جامعیت ہے اور انھیں ثرید سے تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ عربوں کے ہاں ثرید سب کھانوں سے افضل ہے۔ وہ گوشت، روٹی اور شوربے کو ملا کر بنایا جاتا ہے اور کوئی غذا اس کی ہم پلہ نہیں اور اس میں غذائیت، لذت، قوت، کھانے کی سہولت،

---

❶ نظم الدرر فی تناسب الآیات و السور للبقاعی، ج ۱۳، ص: ۲۷۶۔

❷ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح للملا علی القاری، ج ۹، ص: ۳۹۹۴۔

❸ احمد بن عبداللہ بن ابی الخیر صفی الدین خزرجی۔ ۹۰۰ ہجری میں پیدا ہوئے ان کی مشہور تصنیف ''خلاصة تذهيب الكمال فی اسماء الرجال'' ہے۔ ۹۶۳ ہجری کے بعد وفات پائی۔ (الاعلام للزرکلی، ج ۱، ص: ۱۶۰۔)

❹ خلاصة تذهيب، تهذيب الكمال لصفی الدين الخزرجی، ص: ۴۹۳۔

❺ یہ علی بن سلطان بن محمد نور الدین الہروی القاری الحنفی ہیں۔ اپنے زمانے کے فقیہ اور علامہ ذخار تھے۔ تحقیق و تنقیح ان کا امتیاز ہے۔ ان کی تصنیفات میں سے مشہور ''الاسرار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة'' اور ''المرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح'' ہیں۔ ۱۰۱۴ ہجری میں وفات پائی۔ (الاعلام للزرکلی، ج ۵، ص: ۱۲۔ معجم المؤلفين للرضا لكحالة، ج ۷، ص: ۱۰۰۔)

چبانے میں زیادہ سہل ہے اور گلے سے جلدی نیچے اترتا ہے اور معدے میں جلدی ہضم ہوتا ہے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مثال ثرید سے بیان کی تاکہ معلوم ہو جائے کہ انھیں حسن خلقت کے ساتھ حسن اخلاق، حسن حدیث، شیریں زبان، فصاحت و بلاغت، عمدہ فطرت، رائے کی پختگی، عقل مفکر، خاوند کو محبوب اور خاوند کی خدمت گزاری، ہم کلامی اور خاوند کی ان کے ساتھ انسیت اور اس کی بات کی طرف دھیان دینا اور ان جیسے دیگر معانی اس میں اکٹھے ہو گئے ہیں اور قارئین کے لیے یہی معنی ہی کافی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ کچھ سمجھ لیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی دوسری بیویوں نے نہیں سمجھا اور آپ سے ایسی روایات کیں کہ جو دوسری عورتوں نے تو کیا مردوں نے بھی وہ احادیث روایت نہ کیں۔'' ❶

۳۶۔ اسماعیل حقی الصوفی رحمہ اللہ ❷ (ت: ۱۱۲۷ ہجری):

فرماتے ہیں:

''بے شک اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کے لیے وہی آزمائش بھیجتا ہے جو لطف حقیقی کا سبب ہو۔ اگرچہ وہ بظاہر قہر و جبر کی صورت میں ہو...... ان کا اصل مقصد اہل ایمان کی تادیب، تہذیب، ان کے درجات کو بلند کرنا اور ان کی قربت الٰہی میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے واقعہ افک اگرچہ وہ مصیبت کی صورت میں تھا۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے ماں باپ اور سب اہل ایمان کے لیے مفید اور سبق آموز ثابت ہوا۔ ابتدا میں تمام صحابہ کے لیے خصوصی آزمائش اور امتحان کی صورت میں ظاہر ہوا۔ لیکن اپنے انجام کے اعتبار سے تربیت اور تہذیب نفوس کے لیے عبرت انگیز اور بے مثال تھا۔ کیونکہ آزمائش انبیاء اور اولیاء پر ہی آتی ہے۔ جیسے سونے کے لیے جلتا ہوا انگارہ ہوتا ہے کہ اس کی میل کچیل نکال کر اسے صاف شفاف بنا دیتا ہے۔ جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ بَلاءً اَلْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْأَوْلِيَاءُ، ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ))

---

❶ مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح لملا علی القاری، ج ۹، ص: ۳۹۹۳۔

❷ اسماعیل حقی بن مصطفیٰ ابو الفداء استنبولی، حنفی صوفی، الخلوتی۔ ۱۰۶۳ ہجری میں پیدا ہوئے۔ مفسر اور علامہ تھے۔ ان کی مشہور تصنیفات ''روح البيان فی تفسير القرآن'' اور ''الرسالة الخليلية'' ہیں۔ ۱۱۲۷ ہجری میں وفات پائی۔ (الاعلام للزرکلی، ج ۱، ص: ۳۱۳۔ معجم المؤلفين للرضا كحالة، ج ۲، ص: ۲۶۶۔)

''سب سے سخت آزمائش انبیاء پر آتی ہے، پھر اولیاء الرحمٰن پر، پھر جس قدر کوئی دین پر کاربند ہو اسی قدر اس پر سخت آزمائش آتی ہے۔''

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلٰى قَدْرِ دِيْنِهٖ)) [1]

''ہر آدمی اپنے دین کے مطابق آزمایا جاتا ہے۔'' کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے خاص محبوب بندوں کے معاملے میں بہت ہی غیور ہے۔''

۳۷۔ ابوالحسن السندی رحمہ اللہ [2] (ت: ۱۱۳۸ ہجری):

آپ اس حدیث جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی جب میں اپنی کسی بیوی کے لحاف میں ہوتا ہوں سوائے عائشہ کے ......الحدیث'' کی شرح میں لکھتے ہیں:

''ان کے فخر و شرف کے لیے یہی کافی ہے اور حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے ساتھ محبت، اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی عظمت و تکریم کے تابع ہے۔'' [3]

نیز وہ اس حدیث کہ ''جس طرح کھانوں سے ثرید افضل ہے ...... الحدیث۔'' کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت ان کے حسن خلق، فصاحت لسان، رائے کی پختگی کی وجہ سے ہے، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے فضل کے بیان کے لیے مستقل کلام کیا ہے اور انھیں ان سے پہلے مذکورہ دو عورتوں (شاید خدیجہ اور فاطمہ، مریم اور خدیجہ یا آسیہ رضی اللہ عنہن) پر معطوف نہیں کیا۔'' [4]

۳۸۔ ثناء اللہ المظہری صوفی رحمہ اللہ [5] (ت: ۱۲۲۵ ہجری):

---

[1] روح البیان لاسماعیل حقی، ج ٦، ص: ١٢٩۔

[2] محمد بن عبدالہادی ابوالحسن السندی حنفی، حافظ، مفسر، فقیہ، علوم نحو، معانی، اصول کا ماہر تھا۔ اس کی تصنیفات میں سے مشہور صحاح ستہ پر حاشیہ جات ہیں۔ ۱۱۳۸ ہجری کے قریب وفات پائی۔ (الاعلام للزرکلی، ج ٦، ص: ٢٥٣۔ معجم المؤلفین لرضا کحالۃ، ج ١٠، ص: ٢٦٢۔)

[3] حاشیۃ السندہ علی النسائی، ج ٧، ص: ٦٨۔

[4] حاشیۃ السندی علی سنن ابن ماجۃ، ج ٢، ص: ٣٠٦۔

[5] قاضی ثناء اللہ ہندی، فانی، نقشبندی، حنفی، عثمانی المظہری، عالم، محدث تھے۔ دہلی گئے اور شاہ ولی اللہ دہلوی سے علم حدیث حاصل کیا۔ ان کی تصنیفات میں سے "تفسیر المظہری" اور "مالا بد منہ" ہیں جو فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہے۔ ۱۲۲۵ ہجری میں وفات پائی۔ (الاعلام بمن فی تاریخ الہند من الاعلام لعبد الحی الحسنی، ج ٧، ص: ٩٤٢۔)

فرماتے ہیں:

''بے شک سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ثناء اور دعا کی مستحق ہیں اس لیے کہ پاک دامن، عفت مآب ہیں۔ اور اس لیے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب بیوی ہے تمام اہل ایمان کی ماں ہیں۔ اس کا اکرام و احترام سب امت پر واجب ہے۔ جو ان کے متعلق بدگوئی کرے گا، گویا اس نے حقیقت کو بالکل ہی الٹ دیا۔'' [1]

۳۹۔ محمد صدیق خان القنوجی رحمہ اللہ [2] (ت: ۱۳۰۷ ہجری):

فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طیب تھے تو وہ اس بات کے زیادہ حق دار تھے کہ وہ طیبہ عورت سے شادی کریں اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا طیبہ تھیں وہ اس بات کی حق دار تھیں کہ ان سے کوئی طیب مرد شادی کرے۔'' [3]

۴۰۔ عبدالرحمٰن سعدی رحمہ اللہ (ت: ۱۳۷۶ ہجری):

آپ نے اپنی تفسیر میں فرمایا:

''تو اس قصہ بہتان کی بنیاد پر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگانا دراصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان لگانا ہے اور اس بہتان کے ذریعے منافقوں کا مقصد بھی یہی تھا۔ ان کا صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہونا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ طیبہ و طاہرہ ہیں اور جو بہتان ان پر لگایا گیا ہے اس سے وہ مبرأ ہیں۔ جب وہ ان اوصاف کا مجموعہ ہے کہ سب عورتوں سے سچی، سب سے افضل، سب سے بڑی عالمہ، سب سے بڑی طیبہ اور رب العالمین کے رسول کی محبوبہ بھی ہیں، تو پھر یہ قبیح عیب ان پر کیوں لگایا جاتا ہے؟؟'' [4]

---

[1] تفسیر المظھری لثناء اللہ المظھری، ج ٦، ص: ٤٧٣۔

[2] محمد صدیق خان بن حسین بن علی ابوطیب بخاری ہندی ریاست بھوپال میں بہت بڑے محدث تھے۔ ۱۲۴۸ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اپنے زمانے کے مجدد تھے۔ ریاست بھوپال ان کا وطن تھا۔ وہاں کی ملکہ سے شادی کی۔ ان کی مشہور تصنیف "ابجد العلوم" ہے۔ ۱۳۰۷ ہجری میں وفات پائی۔ (الاعلام للزرکلی، ج ٦، ص: ١٦٧۔ هدية العارفين لاسماعيل باشا، ج ٦، ص: ٣٨٨۔)

[3] فتح البیان فی مقاصد القرآن للقنوجی، ج ٩، ص: ١٩٥۔

[4] تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر الکلام المنان للسعدی، ص: ٣٥٢۔

۴۱۔ سیّد قطب شہید رحمہ اللہ ❶ (ت: ۱۳۸۵ ہجری):

فرماتے ہیں:

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا طیبہ، طاہرہ ہیں۔ یہی وہ ہستی ہے جن کے دل کے روشن ہونے، ہر عیب سے پاک ہونے اور ان کے تصورات کے نظیف ہونے کی گواہی قرآن نے دی۔ یہی ہیں وہ جن پر اس چیز کا بہتان لگایا جاتا ہے جو انسان کا سب سے بڑا عزت وفخر والا مقام ہے۔ ان کے حسب نسب پر بہتان لگایا جاتا ہے، حالانکہ وہ صدیق کی بیٹی ہیں۔ معزز و پاک گھرانے میں پلی بڑھی ہیں۔ ان کی امانت پر بہتان لگایا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں جو بنو ہاشم میں چوٹی کا خاندان ہے۔ ان کی وفا پر بہتان لگایا جاتا ہے، حالانکہ وہ خاتم الانبیاء وسیّد المرسلین کی محبوب ترین بیوی ہے...... پھر ان کے ایمان پر بہتان لگایا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ اپنی زندگی کے پہلے دن سے جس دن سے انھوں نے اپنی آنکھیں کھولیں اسلام اور اہل اسلام کی گود میں پرورش پائی، نیز وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں۔'' ❷

۴۲۔ محمد طاہر بن عاشور رحمہ اللہ ❸ (ت: ۱۳۹۳ ہجری):

فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے ایسی منصوص آیات کے ذریعے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہتان سے براءت کا بندوبست کیا ہے کہ یہ آیات جو عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں نازل ہوئیں متواتر پڑھی جاتی رہیں گی۔'' ❹

---

❶ سیّد قطب بن ابراہیم مصر کے بہت بڑے اسلامی مفکر تھے۔ ۱۳۲۴ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اپنے وقت کے بہت بڑے ادیب، دانشوری اور مفسر تھے۔ مصری حکمران جمال عبدالناصر نے ایک عرصہ تک انھیں جیل میں رکھا اور جیل میں ہی ظلماً شہید کر دیئے گئے۔ ان کی مشہور تصنیف ''تفسیر فی ظلال القرآن'' اور ''معالم فی الطریق'' ہیں۔ ۱۳۸۷ ہجری میں شہید ہوئے۔ (عملاق الفکر الاسلامی لعبدالله عزام۔ الاعلام للزرکلی، ج ۳، ص: ۱٤۸۔)

❷ تفسیر فی ظلال القرآن سیّد قطب، ج ٤، ص: ۲٤۹۸۔

❸ محمد بن محمد بن عاشور ابوعبداللہ تیونسی۔ ۱۲۹٦ ہجری میں پیدا ہوئے۔ تیونس میں مالکی فقہ کے فقیہوں کے رئیس (سربراہ) تھے اور جامع مسجد زیتونہ کے امام وخطیب تھے اور دمشق وقاہرہ میں لجنۃ (کمیٹی) علمائے عرب کے خاص رکن تھے۔ ان کی مشہور تصنیف تفسیر ''التحریر و التنویر'' ہے۔ (الاعلام للزرکلی، ج ٦، ص: ۱۷٤۔ هدية العارفين لاسماعيل باشا، ج ٦، ص: ۳۷۸۔) ۱۳۹۳ ہجری میں وفات پائی۔

❹ التحریر و التنویر لابن عاشور، ج ۱۸، ص: ۱۸۳۔

۴۳۔ ابن عثیمین رحمہ اللہ ❶ (ت: ۱۴۲۱ ہجری):

فرماتے ہیں:

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اَن گنت خصوصیات کی مالک تھیں۔ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آخری لمحات میں حسن معاشرت کی مثال قائم کی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں منافقوں کے لگائے گئے بہتان سے بری قرار دیا اور قیامت تک پڑھی جانے والی آیات ان کی شان میں نازل کیں اور یہ کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدی وسنن میں بہت کچھ یاد کیا اور اسے سب امت تک من وعن پہنچایا، جو کسی اور عورت کے نصیب میں نہیں۔ نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سوا کسی کنواری سے شادی نہیں کی گویا سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خانگی تربیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں انجام پائی۔'' ❷

نیز انھوں نے حدیث ''عائشہ عورتوں سے اس طرح افضل ہیں جس طرح کھانوں میں ثرید افضل ہے ......الحدیث'' کی شرح میں لکھا:

''یہ اس کی دلیل ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مطلق طور پر تمام عورتوں سے افضل ہیں۔'' ❸

انھوں نے یہ بھی فرمایا:

''صدیقہ کہلانے کے اس لیے حق دار ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق میں کمال حاصل کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملات میں کمال صدق دکھایا اور واقعہ افک میں آنے والی مصیبت کے سامنے کمال صبر کا مظاہرہ کیا۔ جو تمام اہل اسلام کے لیے ان کے صدق کی دلیل ہے اور ان کے اللہ تعالیٰ پر سچے ایمان کا ثبوت ہے۔ چنانچہ جب ان کی براءت پر مشتمل وحی نازل ہوئی تو انھوں نے فرمایا: ''میں اللہ کے سوا کسی کی تعریف نہیں کروں گی۔'' ان کا یہ قول ان کے کمال ایمان وصدق کی دلیل ہے۔'' ❹

❶ محمد بن صالح بن عثیمین ابو عبداللہ تمیمی حنبلی، عالم، فقیہ، اصولی، شیخ التفسیر والعقیدۃ اور تمام علوم شرعیہ میں کافی رسوخ رکھتے تھے۔ ۱۳۴۷ ہجری میں پیدا ہوئے۔ زاہد، منکسر المزاج اور صاحب ورع وتقویٰ تھے۔ سعودی عرب میں کبار علماء ومشائخ میں شامل تھے۔ ان کی تصنیفات ''ایسر التفاسیر لکلام الرحمن''، ''الشرح الممتع'' اور ''القول المفید علی کتاب التوحید'' ہیں۔ ۱۴۲۱ ہجری میں وفات پائی۔ ((اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)) (الدر الثمین فی ترجمة ابن عثیمین لعصام المری۔)

❷ مجموع الفتاوٰی و رسائل عثیمین، ج ٤، ص: ٣٠٨۔ ❸ حواله سابقه، ج ٨، ص: ٦١٤۔

❹ مجموع فتاوٰی و رسائل العثیمین، ج ٨، ص: ٦١٣۔

دوسری فصل:

سیّدہ رضی اللہ عنہا اور دیگر سیّدات خانہ نبوی کے درمیان تفاضل و مفاضلہ

پہلا مبحث:......سیّدہ عائشہ اور سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہما کے درمیان مفاضلہ

اس فصل کے عناوین پر بحث کافی طویل ہے لیکن یہاں صرف اشارہ کیا جاتا ہے کہ درج ذیل نکات کی روشنی میں مذکورہ بحث کو مکمل کیا جائے گا۔

۱۔ اس امت کی افضل عورتیں: سیّدہ خدیجہ، سیّدہ عائشہ اور سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہن ہیں۔ [1]

۲۔ تفصیل کے بغیر تفضیل ممکن نہیں۔ [2]

۳۔ کسی کو اس کے مقابل سے افضل کہنا بہت مشکل موضوع ہے۔ [3]

سیّدہ خدیجہ اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہما کے درمیان مفاضلہ کے موقف میں علماء کا اختلاف مشہور ہے۔ کچھ علماء نے سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے افضل کہا ہے۔ وہ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث صحیح سے استدلال کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خواتین اہل جنت سے افضل سیّدہ خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد، آسیہ بنت مزاحم زوجہ فرعون اور مریم بنت عمران علیہم السلام ہیں۔'' [4]

---

[1] مجموع الفتاوی لابن تیمیة، ج ٤، ص: ٣٩٤۔

[2] بدائع الفوائد لابن القیم، ج ٣، ص: ١٦١۔

[3] طبقات الشافعیة الکبرٰی للسبکی، ج ١٠، ص: ٢٢٣۔

[4] مسند احمد، ج ١، ص ٣١٦، حدیث: ٢٩٠٣۔ و السنن الکبری للنسائی، ج ٥، ص ٩٤، حدیث: ٨٣٦٤۔ مسند ابی یعلی، ج ٥، ص ١١٠، حدیث: ٢٧٢٢۔ معجم للطبرانی، ج ١١، ص ٣٣٦، حدیث: ١١٩٢٨۔ صحیح ابن حبان، ج ١٥، ص ٤٧٠، حدیث: ٧٠١٠۔ مستدرك حاکم، ج ٢، ص: ٥٣٩۔ امام حاکم فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے اور علامہ نووی رحمہ اللہ نے (تہذیب الاسماء و اللغات، ج ٢، ص: ٣٤١) میں اس کی سند کو حسن کہا اور ہیثمی رحمہ اللہ نے (مجمع الزوائد، ج ٩، ص: ٢٢٦) میں کہا اس حدیث کے راوی صحیح کے راوی ہیں اور اس کی سند کو ابن حجر نے (فتح الباری، ج ٦، ص: ٥٤٣) میں اور احمد شاکر نے "المسند" کی تحقیق کرتے ہوئے (ج ٤، ص: ٢٣٢) میں اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے (صحیح الجامع، حدیث: ١١٣٥) میں صحیح کہا اور وادعی رحمہ اللہ نے (الصحیح المسند، حدیث: ٥٩٠) میں صحیح کہا ہے۔

اسی رائے کو فقہ شافعی کے متبعین سے قاضی اور متولی ❶ اور حافظ ذہبی نے بھی ایک جگہ اسے تسلیم کیا ہے۔ ❷ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی ❸ اور علامہ عینی نے ❹ بلکہ ابن عربی ❺ نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اس میں کوئی اختلاف ہی نہیں۔ ❻

لیکن یہ قول غیر صحیح ہے اور اختلاف موجود ہے اور کچھ علماء نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا پر فضیلت دی ہے۔

آمدی نے "ابکار الافکار" میں لکھا ہے کہ یہ اہل سنت کا مذہب ہے۔ ❼ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ رائے اکثر اہل سنت کی ہے۔ ❽

اس رائے کے لیے سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے:

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تمام عورتوں سے اس طرح افضل ہے جس طرح تمام کھانوں سے ثرید افضل ہے۔'' ❾

اور اس طرح کی متعدد احادیث سے بھی استدلال کیا جاتا ہے اور کچھ علماء کی رائے میں اس مسئلہ میں

---

❶ عبدالرحمٰن بن مامون بن علی ابوسعد متولی۔ علامہ، شیخ الشافعیہ، فقہ اور اصول فقہ اور مقارنہ بین المسالک میں مہارت حاصل کی عالم باعمل، حسن السیرۃ اور محقق مناظر کے طور پر مشہور ہوئے۔ مدرسہ نظامیہ میں درس و تدریس میں مصروف رہے۔ ان کی مشہور تصانیف "التتمه" اور "مختصر فی الفرائض" ہیں۔ ۴۷۸ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۱۸، ص: ۵۸۵۔ شذرات الذهب لابن العماد، ج ۳، ص: ۳۵۷۔) کا اختیار ہے۔ (غایة السول فی خصائص الرسول لابن الملقن: ۲۳۰۔)

❷ سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۲، ص: ۱۴۰۔

❸ فتح الباری لابن حجر، ج ۷، ص: ۱۳۹۔

❹ عمدة القاری للعینی، ج ۱۵، ص: ۳۰۹۔

❺ محمد بن عبداللہ بن محمد ابوبکر اشبیلی مالکی ۴۶۸ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اہل اندلس کے بہت بڑے عالم، امام، حافظ اور قاضی تھے۔ نہایت ذہین و فطین تھے۔ اشبیلیہ کے قاضی بنے تو ان کی عادلانہ کارکردگی کی وجہ سے لوگوں نے ان کے کردار کی تعریف کی۔ اپنے فرائض نہایت عمدگی سے ادا کیے۔ ان کی مشہور تصانیف ''احکام القرآن'' اور ''عارضۃ الاحوذی'' ہیں۔ ۵۴۳ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۲۰، ص: ۱۹۷۔ شذرات الذهب لابن العماد، ج ۴، ص: ۱۴۰)۔

❻ فتح الباری لابن حجر، ج ۷، ص: ۱۳۹۔

❼ الاجابة لا یراد ما استدرکته عائشة علی الصحابة للزرکشی، ص: ۶۳۔

❽ منهاج السنة النبویة لابن تیمیة، ج ۴، ص: ۳۰۲۔

❾ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

توقف بہتر ہے۔ اس رائے کی طرف الکیاطبری ❶ کا میلان ہے۔ ❷ امام ذہبی رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ ❸ اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی یہی رائے پسند کی۔ ❹

جو حقیقت بظاہر معلوم ہوتی ہے- واللہ اعلم- وہ یہ ہے کہ ان مصادر و مآخذ پر غور کرنا چاہیے جن سے علمائے امت سیّدہ عائشہ اور سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہما کے درمیان مفاضلہ قائم کرتے ہیں۔

ا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و حمایت، آپ کی اوّلین تصدیق، آپ کی ہمدردی اور آپ کی سب اولاد ان کے بطن سے ہونے کے لحاظ سے افضل ہیں اور جو حدیث مسند احمد ❺ میں موجود ہے اس حدیث سے یہی مفہوم نکلتا ہے۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یاد کرتے تو ان کی بہت ہی تعریف کرتے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں ایک دن مجھے بہت غیرت آئی تو میں نے کہہ دیا: آپ اتنی کثرت سے اس عورت کو جس کے (دانت گر کر) صرف سرخ سرخ مسوڑھے رہ گئے تھے، کیوں یاد کرتے ہیں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا نعم البدل دے دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا اَبْدَلَنِیَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ خَیْرًا مِنْهَا ، قَدْ آمَنَتْ بِیْ اِذْ كَفَرَ بِیَ النَّاسُ ، وَ صَدَّقَتْنِیْ اِذْ كَذَّبَنِیَ النَّاسُ ، وَ وَاسَتْنِیْ بِمَالِهَا اِذْ حَرَمَنِیَ النَّاسُ وَ رَزَقَنِیَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَلَدَهَا اِذْ حَرَمَنِیْ اَوْلَادَ النِّسَاءِ)) ❻

---

❶ الکیاطبری: علی بن محمد بن علی ابوالحسن طبری الہراسی، شیخ الشافعیۃ، علامہ، مفسر اور ذکی و فصیح تھے، ان کی مشہور تصنیف "احکام القرآن" ہے۔ ۵۰۴ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۱۹، ص: ۳۵۰۔ طبقات الشافعیۃ لابن قاضی شہبہ، ج ۱، ص: ۲۸۸۔)

❷ الاجابة لا یراد ...... للزرکشی، ص: ۶۳۔

❸ سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۲، ص: ۱۴۰۔

❹ البدایة والنهایة لابن کثیر، ج ٤، ص: ۳۲۲۔

❺ احمد بن محمد بن حنبل ابوعبداللہ شیبانی سچے امام ہیں اور حقیقی شیخ الاسلام ہیں۔ اس امت کے حبر ہیں۔ ''قرآن مخلوق نہیں ہے۔'' کے مسئلہ میں بہت بڑی آزمائش سے دوچار ہوئے۔ ۱۶۴ ہجری میں پیدا ہوئے۔ وہ چار مشہور ائمہ مذاہب میں سے ایک ہیں۔ وہ سنت، ورع اور زہد میں بھی امام ہیں۔ ان کی مشہور تصانیف "المسند" اور "الزھد" ہیں۔ ۲۴۱ ہجری میں وفات پائی۔ (مناقب الامام احمد لابن الجوزی۔ سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۱۱، ص: ۱۷۷)

❻ مسند احمد، ج ٦، ص ۱۱۷، حدیث: ۲٤۹۰۸۔ المعجم للطبرانی، ج ۲۳، ص ۱۳، حدیث: ۱۸۹۷۷۔ ابن کثیر رحمہ اللہ نے (البدایة و النهایة، ج ۳، ص: ۱۲٦) میں کہا کہ اس کی سند قابل قبول ہے اور شوکانی نے (در السحابة، ص: ۲٤۹) پر اس کی سند کو حسن کہا جبکہ اس کی تمام تفصیلات کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے (سلسلة الاحادیث الضعیفة: ٦۲۲٤) میں ضعیف کہا ہے۔

''اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کانعم البدل نہیں دیا۔ جب لوگوں نے میرے ساتھ کفر کیا تو وہ مجھ پر ایمان لائی جب لوگوں نے میری تکذیب کی تو اس نے میری تصدیق کی جب لوگوں نے مجھے (اپنے اموال سے) محروم کیا تو اس نے اپنے اموال کے ذریعے میرے ساتھ ہمدردی کی اور اللہ عزوجل نے مجھے اس سے اولاد عطا کی جب اس نے مجھے دیگر عورتوں کی اولاد سے محروم کر دیا۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے علم کے لحاظ سے افضل ہیں اور اس لحاظ سے امت نے بے حد نفع حاصل کیا اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے دونوں سیّدات کے درمیان تفاضل قائم کرنے کے دوران مذکورہ بالا حدیث کا مفہوم سامنے رکھا۔ چنانچہ وہ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں لکھتے ہیں:

''کیونکہ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ابتدائے اسلام میں جو نفع پہنچایا کسی دوسرے کا نفع اس کے قائم مقام نہیں ہوسکتا، چنانچہ اس موقع پر یہ نفع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بہت بڑا تھا۔ چونکہ اس نفع کے آپ اس وقت ضرورت مند تھے۔ گویا سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا دیا ہوا نفع نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تک محدود تھا۔ اس سے امت نے کوئی نفع حاصل نہ کیا اور نہ ہی سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس کی تبلیغ کی، جس طرح سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ذریعے امت نے عظیم نفع حاصل کیا اور نہ ہی دین ان کی تعلیمات کے بغیر مکمل ہوتا تو ان کے ذریعے جس نے بھی علم دین حاصل کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی تو ان سے نفع حاصل کرنے والوں کے واسطہ سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی کمال ایمان حاصل ہوگیا۔ چنانچہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اس پہلو سے افضل ہیں۔''

شیخ الاسلام نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا:

''لیکن سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبوت کے آخری زمانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی۔ جبکہ دین تکمیل کے مراحل میں تھا تو انھیں علم و ایمان میں سے اتنا وافر حصہ ملا جتنا حصہ صرف انھیں ہی ملا جو ابتدائے زمانہ نبوت ہی میں حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔ تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس پہلو سے افضل ہیں۔ کیونکہ امت کو جتنا فائدہ ان کے ذریعے سے ہوا اتنا فائدہ اور کسی کے ذریعہ سے نہیں ہوا اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جتنی علم و سنت کی تبلیغ کی اتنی اور کسی نے نہیں کی۔''[1]

---

[1] منهاج السنية النبوية لابن تيمية، ج ٤، ص: ٣٠١-٣٠٢۔ اور ایسی ہی تحریر مجموع الفتاوی لابن تیمیة، ج ٤، ص: ٣٩٣ پر ہے۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے یہی توجیہ نقل کی۔ ❶

اسی طرح حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی علماء کے دونوں فریقوں کے اقوال کی ایسی ہی توجیہ بیان کی ہے۔ ❷

شیخ ابن سعدی کی رائے میں اس مسئلے کی یہی تحقیق راجح ہے۔ ❸

---

❶ جلاء الافهام لابن القيم، ص: ٢٣٥-٢٣٤۔

❷ البداية و النهاية لابن كثير، ج ٤، ص: ٣٢١۔

❸ التنبيهات اللطيفه فيما احتوت عليه العقيدة الواسطية من المباحث المنيفه لابن سعدى، ص: ١١٩۔

دوسرا مبحث:

سیّدہ عائشہ اور سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت

علماء نے اس میں بھی اختلاف کیا ہے کہ سیّدہ عائشہ افضل ہیں یا سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور امام ابن قیم رحمہ اللہ نے اس مسئلہ کو بڑے خوبصورت انداز میں مفصل بیان کیا ہے۔ ہم یہاں اسے افادۂ عام کے لیے مختصر طور پر درج کرتے ہیں۔ اگر فضل سے مراد اللہ کے ہاں کثرت ثواب و اجر ہے تو اس کی خبر بغیر نص صریح کے کوئی نہیں دے سکتا۔

اگر فضیلت سے مراد علمی فضیلت ہے تو یہ بلاشک وشبہ کہا جائے گا کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اعلم و انفع برائے امت مسلمہ ہیں اور انھوں نے قیامت تک آنے والی امت مسلمہ کے لیے اتنا علم دیا جو ان کے علاوہ کوئی اور نہ دے سکتا ہے نہ کسی اور نے دیا ہے۔ چنانچہ امت کے خواص اور عوام سب کو اس علم کی ضرورت ہے اور اگر فضیلت سے مراد حسب نسب کی ہیبت وعزت اور شان وشوکت مراد ہے تو یہ بلاشک و شبہ کہا جائے گا کہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں۔ کیونکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کا ایک حصہ ہیں اور یہ ایسا اختصاص ہے جس میں ان جیسی کوئی عورت ان کی شریک نہیں ہے۔ اور اگر فضیلت سے مراد سیادت ہے تو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تمام امت کی عورتوں کی جنت میں سردار ہوں گی۔ [1]

[1] بدائع الفوائد لابن قیم، ج ۳، ص: ۱٦۲۔

تیسرا مبحث:

سیّدہ عائشہ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کی باہمی فضیلت

علماء کا اجماع ہے کہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی سے افضل ہیں اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے کچھ علماء سے حکایت بیان کی ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے والد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔ پھر امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی رائے کو ردّ کیا ہے۔ ❶

شاید اس سے ابن حزم رحمہ اللہ مراد ہیں۔ کیونکہ امام ذہبی نے ایک اور مقام پر لکھا ہے کہ تعجب تو اس پر ہے کہ ابومحمد بن حزم اپنے وقت کے سب سے بڑے عالم ہونے کے باوجود سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کے باپ رضی اللہ عنہ سے افضل کہتے ہیں۔ اس رائے کے ذریعے انھوں نے اجماع میں دراڑ ڈال دی۔ ❷

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضل و منقبت کے ساتھ قافلے چلتے رہے اور ان کو ثقات نے بیان کیا اور امت کے ہر ادنیٰ و اعلیٰ فرد کو اس بات کا علم ہے۔ حتیٰ کہ ان کا تذکرہ امت کی افضل عورتوں میں کیا گیا پھر ان کے افضل ہونے میں اختلاف کا بنیادی سبب ان جیسی ان کے ساتھ دو عورتوں کی شرکت کی وجہ سے ہوا اگرچہ علم و انتفاعِ امت کے پہلو سے ان کے افضل ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں اور یہ کہ اس میدان میں ان سے پہلے یا ان کے بعد کوئی عورت ان کے ہم پلہ نہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے جو جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اب خلاصہ کلام درج ذیل تین نکات میں بیان کیا جاسکتا ہے:

۱۔ یہ کہ علماء کا اتفاق ہے کہ اس امت کی افضل ترین تین خواتین ہیں۔ سیّدہ خدیجہ، سیّدہ عائشہ اور سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہن۔

۲۔ مطلق طور پر ان تینوں میں کسی ایک کو سب سے افضل کہنے میں اختلاف ہے۔ البتہ بعض پہلوؤں سے ان کو ایک دوسرے پر فضیلت ضرور حاصل ہے۔

۳۔ علماء کا اجماع اس پر ہے کہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں۔

❶ سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۲، ص: ۱٤۰۔

❷ تاریخ الاسلام للذهبی، ج ٤، ص: ۲٤٦۔ ابن حزم کی رائے کے لیے دیکھیں: (الفصل فی الملل و الاهواء والنحل لابن حزم، ج ٤، ۹٥۔

ساتواں باب

ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا
اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کے درمیان تعلقات کا جائزہ

فصل اوّل:...... اہل بیت سے تعلقات کا جائزہ اہل سنت کی کتب سے

پہلا مبحث:...... سیّدہ عائشہ اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہما کے درمیان باہمی تکریم و تعظیم کا رشتہ

دوسرا مبحث:...... سیّدہ عائشہ اور سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما کے درمیان محبت بھرے روابط

تیسرا مبحث:...... سیّدہ عائشہ، آل علی اور دیگر اہل بیت رضی اللہ عنہم کے درمیان خوشگوار تعلقات و روابط

فصل دوم:...... اہل بیت سے تعلقات کا جائزہ اہل تشیع کی کتب سے
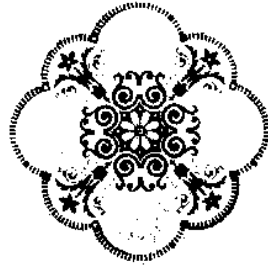
ابن ابی الحدید لکھتا ہے:

''امیر المومنین (علی رضی اللہ عنہ) علیہ السلام نے اس کی تکریم کی اس کی حفاظت کی
اور اس کی عظمت وشان بیان کی اور جو پسند کرتا ہے کہ
سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ سلوک کا مطالعہ کرے
تو اسے کتب سیر کا مطالعہ کرنا چاہیے۔''

ساتواں باب:

ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا
اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کے درمیان تعلقات کا جائزہ

فصل اوّل:......اہل بیت رضی اللہ عنہم سے تعلقات کا جائزہ اہل سنت کی کتب سے

صحابہ رضی اللہ عنہم کا دور صدق وصفا و وفا پر مشتمل زرّیں دَور تھا، اخوت اسلامی کا بے مثال نمونہ تھا۔ وہ جاہلیت کے تمام تعصّبات سے پاک تھا، بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہلیت کے بقیہ اثرات حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے پاؤں کے نیچے پامال کرنے کا اعلان کیا تھا۔ وہ سب ایک دوسرے کی تصدیق کرتے تھے کوئی کسی کی تکذیب نہیں کرتا تھا۔ اس کی مثال سیّدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ ایک بار اہل جہنم کے متعلق حدیث سنا رہے تھے تو کسی نے کہہ دیا: اے ابوحمزہ! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو نے یہ سب کچھ سنا ہے؟ تو بقول راوی: انس رضی اللہ عنہ کے چہرہ کا رنگ تبدیل ہو گیا اور اس شخص پر سخت غصے کا اظہار کیا اور کہا ہم وہ تمام احادیث جو بیان کرتے ہیں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود نہیں سنی ہوتیں (بلکہ کچھ اپنے دوسرے بھائیوں سے سن کر تمھیں سناتے ہیں) لیکن ہم ایک دوسرے کی تکذیب نہ کرتے تھے۔ [1]

اسی طرح سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ہم ہر وہ حدیث جو تمھیں سناتے ہیں ہم نے وہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنی ہوتی لیکن ہمارے ساتھی ہمیں وہ سناتے اور ہم اونٹ چرانے میں مشغول رہتے۔ [2]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی اسی حسین ڈگر پر چلتی رہی حتیٰ کہ فتنہ پرور لوگ نمودار ہو گئے۔ انھوں نے

---

[1] السنۃ لابن ابی عاصم، حدیث: ۸۱٦۔ کتاب التوحید لابن خزیمۃ، ج ۲، ص: ۷۱۷۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے تخریج "کتاب السنۃ" میں صحیح کہا۔

[2] مسند أحمد، ج ٤، ص ۲۸۳، حدیث: ۱۸۵۲۱۔ شعیب ارناؤوط نے "تحقیق مسند احمد" میں کہا اس کی سند صحیح ہے۔ اس کے سب راوی ثقہ ہیں اور شیخین کے راوی ہیں۔

جھوٹے افسانوں کے ذریعے اس حسین تصویر کو مسخ کر ڈالا اور صحابہ کے درمیان جھگڑوں اور لڑائیوں کی روایات گھڑ لیں۔ ان فتنہ پرور لوگوں کی کوکھ سے درج ذیل دو بڑے شر انگیز فتنے پھیلانے والے گروہ پیدا ہوئے۔

ا۔ الناصبیہ:

انھوں نے سیّدنا علی اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کے درمیان عداوت قائم ہونے کا اعلان کیا۔ یہ اس وقت کے مشہور سیاسی معاملات ونظریات وعوامل کی وجہ سے وجود میں آئے۔ بہرحال طویل مدت ہوئی یہ فرقہ ناپید ہوگیا اور دوبارہ اس کا ظہور نہ ہوا۔ و الحمد للّٰہ . ❶

۲۔ الرافضہ:

دوسرا گروہ الرافضہ کا ہے جو علی اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کی شان میں غلو کرتے ہیں اور صحابہ کے درمیان عداوت کو قائم اور نشر کرتے ہیں یہ پہلے فرقے کی نسبت زیادہ جھوٹے ہیں اور جھوٹ سے ایسا جال بنا کہ جس کے سننے، پڑھنے اور لکھنے سے بھی حیا آتی ہے۔

بے شک اللہ عزوجل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا یہ وصف قرآن میں یوں بیان کیا ہے:

﴿ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ﴾ (الفتح: ۲۹)

''کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں نہایت رحم دل ہیں۔''

چونکہ یہ آیت کریمہ اصحاب النبی کی زندگی میں عملی صورت پر موجود رہی۔ محبت، بھائی چارہ، رحم دلی، باہمی تعاون، ایثار، قربانی وغیرہ جیسی صفات ان میں نمایاں تھیں اور ہر وہ شخص جو ان تعلقات کریمانہ کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے وہ قرآن کریم کی صریحاً تکذیب کرتا ہے اور اللہ کی گواہی کو ردّ کرتا ہے اور تاریخ کو ہٹ دھرمی سے مسخ کرتا ہے۔

درج بالا بلند تربیت، باہمی الفت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے متعلق وصیت سے مزین تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سرشار تھے۔ عائشہ صدیقہ کے والد گرامی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما نے ایک روز عصر کی نماز پڑھی، پھر مسجد سے نکل کر گھر کی طرف جا رہے تھے۔ دیکھا کہ سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں اپنے کندھوں پر اٹھا لیا اور کہنے لگے: میرا باپ تجھ پر قربان، تو تو بالکل نبی صلی اللہ علیہ وسلم جیسا ہے علی رضی اللہ عنہ جیسا بالکل نہیں اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ قریب کھڑے مسکرا رہے تھے۔ ❷

---

❶ التنبیهوات اللطیفه ...... المنیفه لابن سعدی، ص: ۱۲۱۔

❷ صحیح بخاری، حدیث: ۳۵٤۲۔

ایک بار انھوں نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کے ساتھ میں اپنے قرابت داروں سے زیادہ محبت کرتا ہوں۔ ❶

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''لوگو! تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق ان کے اہل بیت کا احترام کرو۔'' ❷

سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ محبت اور احترام اس حد تک بڑھ گیا کہ وہ تمام امور میں علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ لینا ضروری سمجھتے تھے، بلکہ ان دونوں کے درمیان اسی محبت اور باہمی احترام نے آپس میں سسرالی رشتہ تک قائم کرادیا۔ نیز سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سیّدنا حسن اور سیّدنا حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ اپنے قرابت داروں سے بڑھ کر محبت کرتے تھے اور عطیات کی تقسیم کے وقت انھیں دوسروں پر ترجیح دیتے تھے۔ حتیٰ کہ علامہ دارقطنی ❸ نے ایک مستقل کتاب ”ثناء الصحابة علی القرابة و ثناء القرابة علی الصحابة“ ❹ کے نام سے تصنیف کی۔

اسی روشن کردار اور راستے پر ہماری امی جان سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اللہ تعالیٰ کے لیے خلوص نیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع میں اپنے رب سے جا ملیں۔ ❺

❶ صحیح بخاری، حدیث: ۳۷۱۲۔ صحیح مسلم، حدیث: ۱۷۵۹۔

❷ صحیح بخاری، حدیث: ۳۷۱۳۔

❸ علی بن عمر بن احمد ابوالحسن دارقطنی ۳۰۶ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اپنے وقت کے شیخ الاسلام، امام الحدیث، حافظ اور فقیہ تھے۔ تصنیف کے میدان میں مشہور علمی شہ پارے تخلیق کیے ان کی مشہور تصنیفات ”کتاب العلل“ اور ”سنن دار قطنی“ ہیں۔ ۳۸۵ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۱٦، ص: ٤٤٩۔ وفیات الاعیان لابن خلکان، ج ۳، ص: ۲۹۷۔)

❹ آل رسول الله ﷺ و اولیاء ہ و موقف اهل السنة و الشیعة من عقائدهم و فضائلهم و فقههم و فقهائهم لمحمد بن عبدالرحمن بن القاسم، ص: ٦٧۔

❺ امنا عائشة ملكة العفاف لنبیل الزیانی (غیر مطبوعه بحث)۔

پہلا مبحث:

سیّدہ عائشہ اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہما کے درمیان باہمی تکریم و تعظیم کا رشتہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں سیّدہ عائشہ اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہما کے درمیان احترام و تکریم کے مثالی تعلقات تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد واقعہ جمل پیش آیا جس میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا دونوں نے اپنا اپنا اجتہاد کیا اور جو کچھ ہوا سو ہوا لیکن اس واقعہ اور منافقوں کی سازشوں کے باوجود دونوں کے درمیان عداوت اور بغض و عناد کبھی بھی پیدا نہ ہوا۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب مرض الموت میں مبتلا تھیں تو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے اور کہا: اے امی جان! آپ کیسی ہیں؟ سیّدنا عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں خیریت کے ساتھ ہوں۔ تب سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے انھیں یوں دعا دی: اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے! [1]

ابن جریر رحمہ اللہ واقعہ جمل کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کی طرف اشارہ کر کے کہا: اگر تم اس اونٹ کی کونچیں کاٹ دو تو وہ سب بکھر جائیں گے۔ [2]

بعض مورخین اور سیرت نگاروں نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی اس تجویز کی تشریح کرتے ہوئے کہا کہ اس طرح سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تیر اندازوں کے نشانے سے محفوظ ہو گئیں۔ [3]

جب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کی کونچیں کاٹ دی گئیں تو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے مجاہدین کی ایک جماعت کو حکم دیا کہ میدان قتال سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پالکی کو اٹھا لاؤ اور انھوں نے محمد بن ابی بکر اور سیّدنا عمار رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ ان کے لیے خیمہ لگا دیں اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سگے بھائی سیّدنا محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو کہا: آگے جا کر دیکھو انھیں کوئی زخم تو نہیں آیا تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہہ دیا کہ میں ٹھیک ہوں۔ [4]

---

[1] تاریخ طبری، ج ۳، ص: ۵۵۔ البدایة و النهایة لابن کثیر، ج ۱۰، ص ٤٦٨۔
[2] تاریخ طبری، ج ۳، ص: ٤٧۔
[3] حوالہ سابقہ، ج ٤، ص: ٥١٩۔ البدایة و النهایة لابن کثیر، ج ۱۰، ص: ٤٦٧۔
[4] تاریخ طبری، ج ۳، ص: ٤٧۔ البدایة و النهایة، ج ۱۰، ص: ٤٦٨۔

اس سے بھی بڑھ کر ذرا درج ذیل الفاظ پر غور کریں کہ جب جنگ جمل کی آگ بجھ گئی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بصرہ سے واپسی کا ارادہ کیا تو علی رضی اللہ عنہ نے ان کی تمام ضروریات ولوازمات پورے ادب و احترام سے ان کو پیش کر دیئے۔ مثلاً سواری، زادِ راہ اور دوران سفر کی ضروریات وغیرہ بلکہ ان کے لشکر میں سے بچ جانے والوں کو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے پیش کش کی کہ اگر وہ بصرہ میں نہ ٹھہرنا چاہیں اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ واپس جانا چاہیں تو انھیں اس کی اجازت ہے۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے بصرہ کی چالیس عالمات و فاضلات خواتین کو ان کے ساتھ بھیجا۔ نیز سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو آپ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بھیجا۔ جب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قافلے کی روانگی کا دن آیا تو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ ان کے دروازے پر آئے، دیگر لوگ بھی وہاں موجود تھے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پالکی میں گھر سے نکلنے لگیں تو سب لوگوں کو الوداع کیا اور ان کے لیے دعا کی، پھر کہا: اے میرے بیٹے! ہمیں ایک دوسرے کو ملامت کرنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ کی قسم! میرے اور علی رضی اللہ عنہ کے درمیان آگے بڑھنے کا کوئی مقابلہ نہیں تھا، ہمارے درمیان کشیدگی صرف اتنی ہی تھی جتنی کسی خاتون اور اس کے سسرالیوں کے درمیان ہوتی ہے اور بلاشبہ علی رضی اللہ عنہ نے خیر خواہی کی نیت سے مجھے ملامت کی۔ چنانچہ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! انھوں نے سچ کہا: میرے اور ان کے درمیان وہی کچھ تھا جو انھوں نے کہہ دیا اور بے شک یہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا اور آخرت میں بیوی ہیں۔ پھر علی رضی اللہ عنہ کافی دور تک ان کے ساتھ چلتے رہے اور ان کو الوداع کیا۔ [1]

درج بالا مکالمے سے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان باہمی احترام وتکریم کے روابط و تعلقات کی وضاحت بخوبی ہوتی ہے، اگر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دل میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف کچھ ہوتا تو جو کچھ انھوں نے کہا وہ نہ کہتیں اور اگر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے دل میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف کچھ ہوتا تو وہ ان کے شنیدہ بیان کی کبھی تصدیق نہ کرتے اور ان دونوں کے باہمی احترام کی یہ اتنی عمدہ مثال ہے جو سنہری حروف میں لکھی جانے کے قابل ہے۔

کتنے تعجب کی بات ہے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اگر کسی کو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں کوئی ناروا بات کہتے ہوئے سنتے یا دیکھتے تو اسے کوڑوں سے مارتے تھے۔

---

[1] یہ تفصیلات سیف بن عمر نے اپنی کتاب الفتنۃ و وقعۃ الجمل، ص: ۱۸۳ پر تحریر کیں۔ تاریخ طبری، ج ٤، ص: ٥٤٤۔ المنتظم فی تاریخ الملوك و الامم لابن الجوزی، ج ٥، ص: ٩٤۔ الكامل لابن الاثیر، ج ٢، ص: ٦١٤ اور البدایة و النهایة لابن كثیر، ج ١٠، ص: ٤٧٢۔ نهایة الارب للنویری، ج ٢٠، ص: ٥٠۔

چنانچہ ابن الاثیر الجزری رحمہ اللہ ❶ لکھتے ہیں:

''بصرہ کی جس حویلی میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا قیام تھا۔ دو آدمی اس حویلی کے دروازے پر کھڑے ہو کر باتیں کرنے لگے کہ ہماری نافرمانیوں کی ہماری ماں کو کیا خوب جزا ملی ہے؟! اور دوسرے نے کہا: اے اماں جان آپ اپنی غلطیوں سے توبہ کر لیں۔

یہ باتیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ تک پہنچیں تو انھوں نے قعقاع بن عمرو کو حویلی کے دروازے کی طرف بھیج کر عینی شاہدین کے ذریعے ایسی گفتگو کرنے والوں کا پتہ معلوم کرانے کے لیے بھیجا، چنانچہ لوگوں نے بتایا کہ وہ عبداللہ کے دونوں بیٹے عجلان اور سعد تھے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو سو سو کوڑے لگانے کا حکم دیا اور ان دونوں کے کپڑے اتروا کر انھیں گھمانے کا حکم دیا۔'' ❷

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد لوگوں سے کہتیں کہ وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لیں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے درمیان باہمی احترام و تکریم کے مثالی روابط تھے۔ ❸

اس حقیقت کا اعتراف شیعہ مصنفین نے بھی کیا ہے۔ ❹

ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی کہ ''جنگ جمل کے دن عبداللہ بن بدیل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے کجاوے کی طرف گیا اور کہا: اے ام المومنین میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ کیا آپ جانتی ہیں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن میں آپ کے پاس آیا اور آپ سے کہا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو چکے ہیں اب آپ مجھے کیا حکم دیتی ہیں تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لوں، چنانچہ اللہ کی قسم نہ وہ بدلے اور نہ انھوں نے کچھ تبدیل کیا۔ ❺

---

❶ یہ علی بن محمد بن محمد ابو الحسین جزری ۵۵۵ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اپنے وقت کے مشہور محدث، ادیب، علامہ اور ماہر انساب تھے۔ اسلامی فضائل و بلند اخلاق و تواضع سے مرصع تھے۔ ان کی مشہور تصنیفات "الکامل" اور "اسد الغابۃ" ہیں۔ ۶۳۰ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۲۲، ص: ۳۵۳۔)

❷ الکامل فی التاریخ لابن الاثیر، ج ۲، ص: ٦١٤۔ نہایة الارب للنویری، ج ٢٠، ص: ٥٠۔

❸ فتح الباری لابن حجر، ج ١٣، ص: ٢٩-٤٨۔

❹ کتاب الجمل للمفید، ص: ٧٣۔ الصاعقة فی نسف اباطیل و افتراء ات الشیعة لعبد القادر محمد عطا صوفی، ص: ٢٣٦-٢٤٠۔

❺ اسے ابن ابی شیبہ نے روایت کیا، ج ١٥، ص: ٢٨٣۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری، ج ١٣، ص: ٥٧ میں اس کی سند کو جید کہا۔

نیز مصنف ابن ابی شیبہ کی ایک اور روایت میں ہے کہ احنف نے کہا ہم حج پر جاتے ہوئے مدینہ سے گزرے تو میں طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کے پاس گیا اور کہا: میرے خیال کے مطابق سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں گے تو ان کے بعد آپ دونوں مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ دونوں نے کہا، ہم تجھے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملنے کا حکم دیتے ہیں۔ میں نے کہا: جب تم دونوں مجھے یہ حکم دے رہے ہو تو کیا تم دونوں کو میرا یہ فعل پسند ہے؟ دونوں نے کہا ہاں۔ پھر میں حج کے لیے مکہ پہنچ گیا۔ ہم مکہ میں ہی تھے کہ ہمیں سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اطلاع مل گئی اور ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی وہیں تھیں۔ میں ان سے ملا اور پوچھا، آپ مجھے کس کی بیعت کا حکم دیتی ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لو۔ میں نے کہا: کیا آپ مجھے یہ حکم بخوشی دے رہی ہیں؟ انھوں نے فرمایا: ہاں۔

چنانچہ میں واپسی پر مدینہ آیا اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ [1]

عمر بن شبہ رحمہ اللہ [2] لکھتے ہیں: ''کسی مورخ یا سیرت نگار نے یہ نہیں لکھا کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے ساتھ جو لوگ تھے ان کو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار تھا اور نہ ہی ان میں سے کسی نے خلیفہ ہونے کا دعویٰ کیا بلکہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے ساتھیوں نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے صرف اس فعل کا انکار کیا کہ وہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص نہیں لیتے تھے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کا کبھی انکار نہ کیا۔ [3] بلکہ انھوں نے اس معاملے کو حالات پر سکون ہونے تک موخر ضرور کیا، تاکہ صورت حال واضح ہو جائے اور دیگر امور مملکت ایک صحیح راہ پر گامزن ہو جائیں۔

مزید برآں جو بات سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے باہمی عمدہ تعلقات کی دلیل بن سکتی ہے وہ یہ ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا عموماً مسئلہ پوچھنے والے کو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دیتی تھیں تاکہ وہ ان سے جواب طلب کریں۔ چنانچہ شریح بن ہانی سے روایت ہے کہ میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے موزوں پر مسح کرنے کے متعلق مسئلہ پوچھا تو انھوں نے فرمایا: تم سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اس کے متعلق

---

[1] اسے ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ ج ۱۱، ص: ۱۱۸۔ تاریخ طبری، ج ۳، ص: ۳٤ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری، ج ۱۳، ص: ۳۸ پر اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

[2] عمر بن شبہ بن عبیدہ، ابو زید نمیری بصری نحوی عالم ہے۔ حافظ اور حجت ہے ادیب، شاعر اور مورخ و قاری ہے۔ اس کی مشہور تصنیفات "تاریخ البصرة" اور "اخبار المدينة" ہیں۔ ۱۷۳ ہجری میں پیدا ہوا اور ۲۶۲ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۱۲، ص: ۳٦۹۔ تهذيب التهذيب لابن حجر، ج ٤، ص: ۲۸۹۔)

[3] تاريخ المدينة لابن شبة، ج ٤، ص: ۱۲۳۳۔ فتح الباری لابن حجر، ج ۱۳، ص: ٥٦۔

مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے تم ابن ابی طالب کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اکثر سفر کیا کرتے تھے۔ ❶

یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے علم، دین اور ان کی امانت پر پورا اعتماد تھا اور یہ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفری احوال کو سب سے زیادہ جانتے تھے۔

کسی اور نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مسئلہ پوچھا کہ وہ عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے تو انھوں نے کہا، تم علی رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ پوچھو، پھر مجھے آ کر بتانا کہ انھوں نے تجھے کیا بتایا ہے۔ بقول راوی وہ علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور مسئلہ پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے بتایا۔ عورت اوڑھنی اور طویل جبے میں نماز پڑھے گی۔ سائل سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس لوٹ کر آیا اور پوری بات بتائی آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: انھوں نے سچ کہا ہے۔ ❷

جب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو پتا چلا کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے خوارج کا قلع قمع کر دیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: علی بن ابی طالب نے پہاڑی غاروں کے شیطان کو قتل کر دیا ہے۔ ❸

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد خوارج کا ایک مشہور کمانڈر المخدج (ٹنڈا) تھا۔ ❹

مسروق نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج کا تذکرہ کیا تو فرمایا: ''میری امت کے بدترین افراد کو میری امت کا بہترین شخص قتل کرے گا۔'' ❺

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ ہمیشہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی دانش مندی اور صائب رائے کی تعریف کرتے تھے اور کہتے تھے اگر کوئی عورت خلیفہ بنتی تو وہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی ہوتیں۔ ❻

---

❶ اس روایت کی تخریج گزر چکی ہے۔

❷ اسے ابن ابی شیبہ نے برقم ٦١٦٩ روایت کیا اور عبدالرزاق نے ج ٣، ص: ١٢٨ میں روایت کیا اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے تمام المنة، ص: ١٦١ پر اسے صحیح کہا ہے۔

❸ الردهة: پہاڑی کھوہ، جہاں سے پانی حاصل کیا جاتا ہے اور ایک قول کے مطابق چشموں سے جس مشکیزے میں پانی لایا جاتا ہے اسے کہتے ہیں۔ (النهاية في غريب الحديث لابن الاثير، ج ٢، ص: ٢١٦۔)

❹ المخدج: جس میں پیدائشی طور پر کوئی جسمانی عیب ہو اس معنی میں نہروان میں قتل ہونے والے خارجی کے متعلق کہا گیا: وہ ٹنڈا تھا۔ (غريب الحديث لابن سلام، ج ١، ص: ٢٩١۔ التاريخ الكبير لابن خيثمة برقم: ٨٩٢۔ البداية و النهاية لابن كثير، ج ١٠، ص: ٦٢٩۔)

❺ مجمع الزوائد للهيثمي، ج ٦، ص: ٢٤٢۔ نیز اسے بزار نے بھی روایت کیا۔ المعجم الاوسط للطبراني۔ مجمع الزوائد للذهبي، ج ٦، ص: ٢٤٢۔ فتح الباري، ج ١٢، ص: ٢٩٨۔ میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔

❻ اس روایت کی تخریج گزر چکی ہے۔

دوسرا مبحث:

سیّدہ عائشہ اور سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما کے درمیان محبت بھرے روابط

سیّدہ عائشہ اور سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما کے درمیان دائمی محبت، اخلاص، شکر و تقدیر کے تعلقات قائم تھے۔ کسی صحیح روایت میں اشارہ تک نہیں ملتا کہ ان دونوں بزرگ خواتین کے درمیان کبھی بغض و عناد یا نفرت و عداوت کا شائبہ تک پیدا ہوا ہو۔ ❶ بلکہ تمام سیرت نگاروں اور مورخین اسلام کا اس حقیقت پر اجماع ہے کہ ان دونوں خواتین کے درمیان ہمیشہ باہمی الفت، پختہ محبت اور سگے رشتہ داروں کی طرح سب سے عمدہ تعلقات قائم رہے۔ اس دعویٰ کے بے شمار دلائل ہیں ان میں سے وہ روایت جو سیّدہ عائشہ بنت طلحہ نے ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بیٹھنے کی حالت کی مشابہت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔ ❷

ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی متعدد خوبیاں بیان کیں جن سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دل میں سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قدر و منزلت کا بخوبی پتا چلتا ہے۔ جبکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیئت کذائی، حسن اخلاق اور سیرت و کردار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب لوگوں سے زیادہ مشابہت رکھتی تھیں۔ نیز سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حق گوئی کی بھی گواہی دی۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ جب انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر فاطمہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کیا تو فرمایا:

((مَا رَاَیْتُ اَحَدًا کَانَ اَصْدَقُ لَھْجَةً مِّنْھَا، اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ الَّذِیْ وَلَدَھَا.)) ❸

---

❶ الدل: انسان کی وقار و سکون کی وہ حالت جو آنے والے ہر کسی کو نظر آتی ہے۔ (تھذیب اللغة الازھری، ج ١٤، ص: ٤٨۔ الصحاح للجوھری، ج ٤، ص: ١٦٩٩۔ لسان العرب لابن منظور، ج ١١، ص: ٢٤٨۔ المعجم الوسیط، ج ١، ص: ٢٩٤۔

❷ سنن ترمذی، حدیث: ٣٨٧٢۔ سنن ابی داود، حدیث: ٥٢١٧۔ سنن کبری للنسائی، ج ٥، ص ٩٦، حدیث: ٨٣٦٩۔ الادب المفرد لامام بخاری، ص: ٣٥٥۔ المستدرك للحاکم: ٤٧٣٢۔ اسے البانی نے صحیح سنن ترمذی، حدیث: ٣٨٧٢ پر صحیح کہا۔

❸ اسے حاکم نے روایت کیا، ج ٣، ص: ١٧٥ اور ابن عبدالبر نے "الاستیعاب فی معرفة الاصحاب، ج ٤، ص: ١٨٩٦" میں روایت کیا۔ حاکم نے کہا: یہ حدیث مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے لیکن بخاری و مسلم نے اسے روایت نہیں کیا۔ عمرو بن دینار نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی اس نے کہا: میں نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ حق گو اس کے باپ کے علاوہ کسی اور کو نہیں دیکھا۔

''میں نے اس سے زیادہ حق گو کسی کو نہیں دیکھا سوائے اس شخص کے جن کی وہ بیٹی تھیں۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کسی معاملے میں اختلاف پیدا ہو گیا تو میں نے کہا: اے رسول اللہ! آپ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھ لیں کیونکہ وہ جھوٹ نہیں بولتیں۔ ❶

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سب عورتوں سے زیادہ سمجھ دار تھیں۔ ❷

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ ہم سب بیویاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اکٹھی تھیں، ہم میں سے کوئی ایک بھی غیر حاضر نہ تھی۔ اس وقت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا چلتے ہوئے تشریف لے آئیں۔ اللہ کی قسم! ان کی چال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چال سے ذرہ بھر مختلف نہ تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دیکھا تو کلمات ترحیب کہے۔ آپ نے فرمایا: ''میری بیٹی کی آمد مبارک ہو۔'' پھر آپ نے انھیں اپنے دائیں یا بائیں بٹھا لیا۔ پھر اس کے ساتھ سرگوشی کی تو وہ زور زور سے رونے لگیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا غم و اندوہ دیکھا تو دوبارہ اس سے سرگوشی کی وہ اچانک خوشی سے مسکرانے لگیں۔ تو آپ کی سب بیویوں میں سے میں نے اسے کہا: ہم سب کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سرگوشی سے سرفراز فرمایا، پھر بھی آپ رو رہی ہیں؟ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر چلے گئے تو میں نے ان سے پوچھا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے ساتھ کیا سرگوشی کی؟ انھوں نے کہا: میں رسول اللہ کے راز کو بھلا کیوں افشا کروں؟ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو میں نے ان سے کہا: آپ پر میرا جو حق ہے اس کے واسطے سے میں آپ کو قسم دیتی ہوں کہ آپ مجھے وہ سرگوشی ضرور بتائیں۔ انھوں نے کہا: ہاں اب میں ضرور بتاؤں گی۔ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی بار میرے ساتھ سرگوشی کی تو آپ نے مجھے بتایا کہ جبریل علیہ السلام ہر سال ایک بار مجھے قرآن سنایا کرتے جبکہ اس سال انھوں نے مجھے دو بار قرآن سنایا، میں اس سے یہی سمجھا ہوں کہ میرا وقت مقرر آ چکا ہے۔ پس تم اللہ سے ڈرنا اور صبر کرنا۔ بلاشبہ تمھارے لیے میں بہت اچھا نمونہ ہوں۔ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: تب میں اس طرح روئی جو آپ نے دیکھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

❶ المعجم الاوسط للطبرانی، ج ۳، ص ۱۳۷، حدیث: ۲۷۲۳۔ مسند ابی یعلی، ج ۸، ص ۱۵۳، حدیث: ۴۷۰۰۔ ہیثمی رحمہ اللہ نے مجمع الزوائد، ج ۹، ص: ۲۰۴ میں کہا ان دونوں روایات کے راوی صحیح کے راوی ہیں اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے الاصابة، ج ٤، ص: ۳۷۸ میں اس کی سند کو شیخین کی شرط پر صحیح کہا۔

❷ السنن الکبری للنسائی، ج ۷، ص ۳۹۳، حدیث: ۸۳۱۱۔ بحوالہ فتح الباری لابن حجر، ج ۸، ص: ۱۳۶۔

میرا واویلا دیکھا تو آپ نے دوبارہ میرے ساتھ سرگوشی فرمائی اور فرمایا: اے فاطمہ! کیا تم خوش نہیں کہ تم تمام مومنوں کی عورتوں کی سردار ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس امت کی عورتوں کی سردار ہو۔'' ❶

اس حدیث میں یہ وضاحت ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چال ڈھال میں مشابہ بتلایا ہے اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ فاطمہ کے ساتھ ایسے خصوصی انداز میں سرگوشیاں کیں کہ اس انداز میں آپ نے اپنی کسی بیوی کے ساتھ کبھی نہ کیں۔ نیز یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ سیّدہ فاطمہ تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہیں اور اگر روافض کے کہنے کے مطابق سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغض رکھتیں تو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اتنی خصوصیات کیوں بیان کرتیں لیکن وہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا ہیں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان کردہ سیّدہ فاطمہ کے لیے یہ تمام اوصاف اس حقیقت کی کھلی دلیل ہیں کہ وہ اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کرتی تھیں اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: کیا میں تجھے خوشخبری نہ دوں؟ وہ کہنے لگیں: کیوں نہیں!! تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((سَيِّدَاتُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ أَرْبَعٌ: مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ، وَ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ، وَ خَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلَدَ، وَ اٰسِيَةُ اِمْرَاَةُ فِرْعَوْنَ.)) ❷

''اہل جنت کی عورتوں کی چار عورتیں سردار ہیں: مریم بنت عمران، فاطمہ بنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) خدیجہ بنت خویلد اور فرعون کی بیوی آسیہ علیہا السلام۔''

اگر ان دونوں مقدس و مطہر خواتین میں معمولی سا اختلاف بھی ہوتا تو سیّدہ عائشہ، سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اتنی بڑی بشارت دے کر شاد کیوں کرتیں؟

دونوں خواتین کے درمیان یہ پرخلوص محبت انہی نبوی بنیادوں پر پروان چڑھتی رہی جو ان کے اقوال و افعال سے بخوبی واضح ہوتی ہے۔ جس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیاری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سرگوشی کی اور جو بھی سرگوشی کی اس کی محرم راز بننے کی امیدوار صرف اور صرف سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی تھیں۔ جیسا

---

❶ یہ مکمل حدیث بالتفصیل امام بخاری نے اپنی صحیح، ج ۷، ص: ۳۶۲ میں اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں برقم: ۲۴۵۰ روایت کیا ہے۔

❷ اسے امام احمد رحمہ اللہ نے فضائل الصحابة، ج ۲، ص ۷۶۰، برقم: ۱۳۳۶ میں روایت کیا اور امام حاکم رحمہ اللہ نے مستدرك علی الصحیحین، ج ۳، ص: ۲۰۵ میں روایت کیا اور کہا اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح الجامع، حدیث: ۳۶۷۸ میں صحیح کہا ہے۔

کہ مذکورہ حدیث میں وضاحت ہے اور محرم راز صرف وہی ذات ہو سکتی ہے جو دل کے بالکل قریب ہو، جو کسی انسان کی محبوب ترین ہستی ہو اور یہی مقدس کیفیات اور مطہر جذبات سیّدہ فاطمہ اور ہماری ماں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے درمیان موجزن رہے۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ سرگوشی والا واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے آخری لمحات میں پیش آیا اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اس راز کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد دریافت کیا یعنی ان لمحات میں جن کے متعلق یہ راندۂ خلائق گروہ صحابہ کرام اور اہل بیت کے درمیان عداوت و بغض کی آگ کا الاؤ بھڑکانے کی کوشش کرتا ہے اور امت میں تفرقہ بازی اور گروہ سازی کا تانا بانا بنتا ہے۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث بھی روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَ اَیْمُ اللّٰهِ ، لَوْ فَاطِمَةُ اِبْنَةُ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ یَدَهَا)) [1]

''اللہ کی قسم! اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) بھی چوری کرتی تو ضرور میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔''

اس فرمان ذی شان میں سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رفعت شان اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ان کی قربت اور عظمت کی دلیل ہے، نیز یہ حدیث بھی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا خصوصی تذکرہ کیا، کیونکہ وہی آپ کے اہل خانہ میں سے سب سے زیادہ آپ کو عزیز تھی۔ نیز اس وقت اس بیٹی کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی اور بیٹی زندہ موجود نہ تھی۔ [2]

جب کسی کام کے لیے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتیں اور آپ گھر پر نہ ہوتے تو وہ اپنا کام سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کو بتاتیں۔ چنانچہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پتا چلا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ غلام آئے ہیں۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی پر مشقت گزران کی شکایت لے کر گئیں۔ لیکن فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر پر نہ پایا، چنانچہ انھوں نے اپنے آنے کی وجہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتا دی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آنے کی اطلاع دی اور ان کی شکایت کے متعلق آپ کو بتایا۔ [3]

---

[1] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٣٤٧٥۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ١٦٨٨۔

[2] فتح الباری لابن حجر، ج ١٢، ص: ٩٥۔

[3] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٥٣٦١۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ٢٧٢٧۔

درج بالا حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ سیّدہ فاطمہ، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بھرپور اعتماد کرتی تھیں اور یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جو بات یا کام سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کیا کہ وہ اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوری امانت کے ساتھ من وعن وہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دی۔

اسی طرح جب دیگر امہات المومنین رضی اللہ عنہن نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ پیغام پہنچانے کے لیے بھیجا کہ آپ کی بیویاں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتی ہیں کہ آپ ان کے ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے معاملہ میں انصاف کیا کریں تو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پیغام پہنچا دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میری لاڈلی بیٹی! کیا تم اس کے ساتھ محبت نہیں کرتی جس کے ساتھ میں محبت کرتا ہوں؟ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کیوں نہیں۔ چنانچہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا امہات المومنین کے پاس واپس گئیں اور انھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے آگاہ کیا۔ انھوں نے اس پر اصرار کیا کہ وہ دوبارہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں لیکن انھوں نے دوبارہ آپ کے پاس جانے سے انکار کر دیا۔ ❶

اس حدیث میں اس بات کی صراحت ہے کہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے انتہائی محبت وعقیدت رکھتی تھیں۔ صحیح مسلم کی روایت کے درج ذیل الفاظ ہیں:

''...... چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: ''اے میری بیٹی! کیا تو وہ نہیں پسند کرتی جو میں پسند کرتا ہوں؟'' سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کیوں نہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم ان (عائشہ رضی اللہ عنہا) سے محبت کرو۔'' ❷

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ حکم دیا اور وہ کیسے آپ کے حکم کی نافرمانی کر سکتی تھیں۔ رضی اللہ عنہا و ارضاھا۔

---

❶ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۵۸۱۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۴۴۱۔

❷ اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔

تیسرا مبحث:

سیّدہ عائشہ، آل علی اور دیگر اہل بیت رضی اللہ عنہم کے درمیان خوشگوار تعلقات و روابط

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے آل علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت ہی محبت وعقیدت بھرے تعلقات تھے۔ جن میں باہمی احسان و اکرام نمایاں تھا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایسی احادیث روایت کیں جن سے اہل بیت کے فضائل و مناقب مترشح ہوتے ہیں جیسے حدیث الکساء (کملی والی حدیث) ہے۔ وہ کہتی ہیں:

((خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ غَدَاةً وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِّنْ شَعْرٍ اَسْوَدَ فَجَآءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فَاَدْخَلَهٗ ثُمَّ جَآءَ الْحُسَيْنُ فَدَخَلَ مَعَهٗ ثُمَّ جَآءَ تْ فَاطِمَةُ فَاَدْخَلَهَا ثُمَّ جَآءَ عَلِيٌّ فَاَدْخَلَهٗ .))

''ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے تو آپ پر ایک منقش چادر تھی۔ جو کالے بالوں سے بنی ہوئی تھی۔ اسی وقت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں چادر کے اندر لپیٹ لیا پھر حسین رضی اللہ عنہ آ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بھی چادر میں اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ پھر سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بھی ان میں شامل کر لیا۔ پھر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بھی اس چادر کے اندر کر لیا۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمان الٰہی پڑھا:

﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝۳۳﴾

(الاحزاب: ۳۳)

''اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کر دے اے گھر والو! اور تمھیں پاک کر دے، خوب پاک کرنا۔'' [1]

---

[1] یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے۔ حدیث نمبر: ۲۴۲۴۔

یہ حدیث اس حقیقت پر دلالت کرتی ہے کہ سیّدنا علی و فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے رضی اللہ عنہم دیگر لوگوں کی نسبت اہل بیت میں شمولیت کے زیادہ مستحق ہیں۔ [1]

چونکہ یہ حدیث سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مرویات میں سے ہے اس لیے اس سے یہ وضاحت بھی ہوتی ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا دل اہل بیت کی محبت و قدر و منزلت سے کس قدر سرشار تھا۔ ان کے متعلق ہر حدیث مکمل خلوص اور صدق دل سے روایت کی۔

اسی طرح وہ حدیث کہ جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ چمٹانے اور اس کے ساتھ محبت کی گواہی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے والی حدیث بھی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے مروی ہے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر اپنے ساتھ لپٹا لیتے اور یوں دعا فرماتے:

((اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا ابْنِيْ فَأَحِبَّهُ وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُ)) [2]

''اے اللہ! بے شک میں اپنے اس بیٹے کے ساتھ محبت کرتا ہوں پس تو بھی اس کے ساتھ محبت کر اور جو بھی اس کے ساتھ محبت کرے تو اس کے ساتھ بھی محبت کر۔''

جب سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ان سے اجازت طلب کی کہ وہ سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر میں ان کے نانا کے ساتھ دفنانے دیں۔ تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مجھے منظور ہے اور وہ اس سے زیادہ تکریم کے لائق ہیں۔ جب یہ بات حاکم مدینہ مروان بن عبدالملک کو معلوم ہوئی تو اس نے کہا، وہ دونوں جھوٹے ہیں۔ (معاذ اللہ) اللہ کی قسم! اسے وہاں کبھی دفن نہیں کیا جائے گا۔ [3]

درج بالا حدیث سے متعدد فوائد علمیہ حاصل ہوتے ہیں:

۱۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں نواسوں کی کس قدر محبت و قدر و منزلت تھی۔

۲۔ ان سب کے آپس میں کس قدر خوش گوار تعلقات تھے۔

---

[1] مجموع الفتاوی لابن تیمیة، ج ۲۲، ص: ٤٦١۔

[2] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٥٨٨٤۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ٢٤٢١۔ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرویات سے ہے۔

[3] تاریخ المدینة لابن شبه، ج ۱، ص: ۱۱۰۔ و الاستیعاب فی معرفة الاصحاب لابن عبدالبر، ج ۱، ص: ٣٧٦۔ سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۳، ص: ۲۷۷۔

۳۔ ایک طرف تو سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کے گھر میں اپنے بڑے بھائی سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ کو دفنانے کی اجازت طلب کر رہے ہیں اور دوسری طرف سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ کے لیے یہ ایثار کر رہی ہیں (کہ جو جگہ انھوں نے اپنے لیے مختص کی ہوئی تھی) وہ سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفنانے کے لیے دے رہی ہیں۔

علی بن حسین بن علی بن ابی طالب زین العابدین رحمہ اللہ [1] نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شاگردی کا شرف حاصل کیا اور ان سے متعدد احادیث روایت کیں، ایک وہ حدیث بھی ہے جو صحیح مسلم میں ہے۔[2]

سید ابوالحسن ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ کتب احادیث سے کوئی ایک ایسا صحیح واقعہ ہمارے علم میں نہیں جس سے پتا چلتا ہو کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دل میں اہل بیت میں سے کسی ایک فرد کے متعلق بغض و کینہ کے آثار ہوں بلکہ تمام سیرت و سوانح نگار اس بات پر متفق ہیں کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور تمام اہل بیت کے درمیان فطرت انسانی کے مطابق حسین ترین تعلقات و روابط قائم تھے۔[3]

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اہل بیت رضی اللہ عنہم کے ساتھ احسان و اکرام کے تعلقات کے بے شمار شواہد و ثبوت کتب تاریخ و سیرت میں موجود ہیں۔ بلکہ رافضیوں کی اپنی کتابیں ایسے دلائل سے بھری پڑی ہیں جیسا کہ اگلی فصل میں ان شاء اللہ آ رہا ہے۔

یہ حقیقت یقینی اور صحیح و متواتر احادیث سے ثابت شدہ ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیّدنا علی اور ان کے سب بیٹوں کے درمیان بھرپور محبت بھرے تعلقات قائم رہے اور اگر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ورع، تقویٰ اور حقوق و واجبات کے متعلق ان کی معرفت اور ان کا لوگوں کو ان کے مقام و مرتبہ کے مطابق رکھنا اور اہل فضل کے فضائل کے متعلق ان کی معرفت اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جن کے ساتھ محبت کرتے ہیں ان کے ساتھ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی محبت کا علم نہ ہوتا تو اہل بیت کے فضائل و مناقب سے بھرپور ان کی ان

---

[1] علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ابوالحسین (علی اصغر) قریشی ہاشمی زین العابدین تھے، ان کی کنیت ابوبکر تھی۔ اپنے وقت کے مشہور عالم، واعظ، ثقہ، مامون، متعدد احادیث کے راوی، نہایت بلند شان و مقام والے تھے۔ واقعہ کربلا میں اپنے باپ کے ساتھ تھے لیکن عین اپنے باپ کی شہادت کے دن انھیں سخت بخار ہوگیا اور وہ اپنے خیمے میں ہی رہ گئے اور مقتل میں نہ جا سکے اور بچ جانے والی عورتوں اور بچوں کے ساتھ صرف وہی ایک مرد زندہ واپس آئے۔ ۹۳ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ٤، ص: ٣٨٦۔ تهذیب التهذیب لابن حجر، ج ٤، ص: ١٩٢۔ سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ٤، ص: ٣٨٧۔)

[2] سیر أعلام النبلاء للذهبي، ج ٤، ص: ٣٨٧۔

[3] سیرة السیدة عائشة للندوی، ص: ٢٢۔ کچھ تصرف کے ساتھ۔

مرویات میں حق و عدل کے پسند کرنے والے اور ہر منصف مزاج کے لیے کافی عبرت آموز سبق ہے۔ اگر روافض ان حقائق کا انکار نہ کرتے تو ان بدیہی حقائق کو دہرانے کا مطلق کوئی مقصد نہ تھا اور حقیقت حال اللہ سبحانہ وتعالیٰ زیادہ جانتا ہے۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخی کرنے والوں کے متعلق اہل بیت میں سے بنو عباس کا موقف

۱۔ عباسی حکمران موسیٰ بن عیسیٰ بن موسیٰ ❶ (ت ۱۸۳ ہجری) کا فیصلہ:

قاضی عیاض نے لکھا ہے: ''کوفہ میں ایک آدمی نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخی کی، جب موسیٰ بن عیسیٰ بنو عباس کے گورنر تک یہ خبر پہنچی تو اس نے کہا: اسے کون میرے سامنے پیش کرے گا؟ ابن ابی لیلیٰ نے کہا: اسے میں پیش کروں گا۔ جب وہ پیش ہوا تو اسے اسی کوڑے لگائے گئے اور اس کا سر مونڈ کر سنگی لگانے والوں کے حوالے کر دیا گیا۔'' ❷

۲۔ عباسی خلیفہ متوکل علی اللہ (ت ۲۴۷ ہجری) کا فیصلہ:

خلیفہ متوکل علی اللہ ❸ نے بغداد کے ایک مشہور آدمی کو کوڑے لگوائے، جس کا نام عیسیٰ بن جعفر بن محمد بن عاصم تھا۔ خلیفہ کے حکم سے اسے ایک ہزار درے انتہائی سختی سے لگائے گئے حتیٰ کہ وہ مر گیا اور اس سزا کا سبب یہ بنا کہ بغداد کی تحصیل شرقی کے قاضی ابو حسان زیادتی کے سامنے سترہ آدمیوں نے گواہی دی کہ یہ شخص سیّدنا ابوبکر، سیّدنا عمر، سیّدہ عائشہ اور سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہم کو گالیاں دیتا ہے۔ ❹

---

❶ موسیٰ بن عیسیٰ بن موسیٰ عباسی ہاشمی خلیفہ منصور عباسی اور خلیفہ مہدی عباسی کی طرف سے طویل مدت تک حجاز کا گورنر رہا، پھر مہدی کی طرف سے یمن کا گورنر بنا اور ہارون الرشید کی طرف سے مصر کا گورنر مقرر ہوا۔ ۱۸۳ ہجری میں وفات پائی۔ (النجوم الزاهرة لتغری بردی، ج ۲، ص: ۷۸۔ الاعلام للزرکلی، ج ۷، ص: ۳۲۶)

❷ الشفاء بتعریف الحقوق المصطفٰی للقاضی عیاض، ج ۲، ص: ۳۰۹۔ تعامل آل البیت من العصبة الاحباب مع السّباب للزوجات و الاصحاب لعبد الاله العباس۔

❸ جعفر بن محمد بن ہارون ابو الفضل بنو عباس میں سے مشہور خلیفہ تھا۔ ۲۰۵ ہجری میں پیدا ہوا اور ۲۳۲ ہجری میں اس کی خلافت کے لیے بیعت ہوئی۔ اپنی رعایا کا محبوب خلیفہ تھا۔ اپنے عہد میں سنت مطہرہ کو اعلانیہ نافذ کیا۔ اپنی مجلس میں کھل کر سنت کی نصرت کی اور خلافت اسلامیہ کے اطراف و اکناف ''خلق قرآن'' کے مسئلہ میں گرفتار علماء کو رہا کرنے اور ان سے سزائیں ختم کرنے کا حکم جاری کیا اور ''قرآن مخلوق ہے'' کہنے سے سختی سے منع کر دیا اور اہل سنت کی کھل کر نصرت وحمایت کی۔ ۲۴۷ ہجری میں شہید کر دیا گیا۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۱۲، ص: ۳۰۔ و البدایة و النهایة لابن کثیر، ج ۱۰، ص: ۳۴۹۔)

❹ البدایة و النهایة لابن کثیر، ج ۱٤، ص: ۳۷۵۔

۳۔ خلیفہ مقتدر باللہ (ت ۳۲۳ ہجری) کا فیصلہ:

اسے خبر ملی کہ کچھ رافضی لوگ مسجد براثا میں اکٹھے ہو کر صحابہ کرام کو گالیاں دیتے ہیں اور نماز جمعہ بھی ادا نہیں کرتے اور قرامطہ ❶ کے ساتھ ان کی مراسلت اور خط و کتابت جاری ہیں۔ خلیفہ نے لوگوں کو ان سے محتاط رہنے کی ہدایت کی اور مسجد کے متعلق علماء سے فتویٰ طلب کیا تو علماء نے فتویٰ دیا کہ یہ مسجد ضرار ہے۔ چنانچہ جن کو وہ گرفتار کر سکا انھیں شدید زد و کوب کیا اور ان کی خوب تشہیر کروائی اور مذکورہ مسجد کو گرا دیا۔ ❷

۴۔ خلیفہ القادر باللہ ❸ (ت: ۴۲۲ ہجری) کا فیصلہ:

القادر باللہ رحمہ اللہ نے اپنے عقیدہ کے ضمن میں لکھا جو کہ المنتظم، ج ۴، ص: ۳۸۴ میں علامہ ابن الجوزی نے تحریر کیا: ''جو ہماری ماں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی دے گا اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔''

۵۔ عباسی خلیفہ: المستضیء بامر اللہ (ت ۵۷۵ ہجری) کا فیصلہ:

انھیں بغداد میں ایک شاعر کے متعلق پتا چلا جو روافض کا شاعر اور مداح تھا۔ اسے ابن قرایا کہتے تھے۔ وہ بازاروں اور منڈیوں میں جاتا اور وہ اشعار پڑھتا جن میں صحابہ کی مذمت ہوتی، انھیں گالیاں دیتا ان سے پناہ مانگتا اور ان سے محبت کرنے والوں کی ہجو کرتا تو خلیفہ کے حکم سے اس کی پیشی کے لیے ایک کمیٹی بنائی گئی، جب تفتیش کی گئی تو پتا چلا کہ روافض کے غلیظ عقائد کا داعی ہے۔ تب فقہاء نے اس کی زبان اور دونوں ہاتھ کاٹ دینے کا فتویٰ دیا۔ اسے یہی سزا دی گئی۔ پھر عوام نے اسے حکمرانوں سے چھین لیا اور اسے پتھروں اور اینٹوں سے سنگسار کرتے رہے حتیٰ کہ اس نے خود بخود دریائے دجلہ میں چھلانگ لگا دی۔ لوگوں نے اسے وہاں سے زندہ نکال کر قتل کر دیا۔ ❹

---

❶ ایک باطنی تنظیم تھی بظاہر وہ اہل بیت کے مداح تھے لیکن درحقیقت حب اہل بیت کی آڑ میں وہ الحاد اور تمام محرمات اسلامیہ مباح ہونے کے داعی تھے۔ (الموسوعة الميسرة فی الاديان و المذاهب و الاحزاب المعاصرة، ص: ۳۹۵۔)

❷ البداية و النهاية لابن كثير، ج ۱۵، ص: ۱۸۔

❸ احمد بن اسحاق بن جعفر ابو العباس بغدادی مشہور عباسی خلیفہ تھا۔ ۳۳۶ ہجری میں پیدا ہوا اپنے وقت کا عالم و عابد، سخی، فقیہ تھا اور ابن صلاح کی رائے میں وہ شافعی المذہب تھا۔ اصول عقائد میں ایک کتاب تصنیف کی جس میں صحابہ کے فضائل تحریر کیے اور قرآن کو مخلوق کہنے والوں کی تکفیر کی۔ ۴۲۲ ہجری میں وفات پائی۔ (سير اعلام النبلاء للذهبی، ج ۱۵، ص: ۱۲۸۔ البداية و النهاية، لابن كثير، ج ۱۱، ص: ۳۵۳۔

❹ البداية و النهاية لابن كثير، ج ۱٦، ص: ۵۳۱۔

دوسری فصل:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے
اہل بیت رضی اللہ عنہم سے تعلقات کا جائزہ اہل تشیع کی کتب سے

ابن ابی الحدید لکھتا ہے: بے شک امیر المومنین علی علیہ السلام نے ان (سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) کی تکریم کی، ان کی حفاظت کی اوران کی عظمت شان کا اعتراف کیا۔

شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

نَسَبٌ أَضَاءَ عُمُوْدُهٗ فِیْ رِفْعَةٍ
كَالصُّبْحِ فِيْهِ تَرَفُّعٌ وَ ضِيَاءٌ
وَ شَمَائِلٌ شَهِدَ الْعَدُوُّ بِفَضْلِهَا
وَ الْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ

''وہ ایسے عالی شان نسب ہے جو صبح صادق کی طرح روشن اور بلند ہو رہا ہے اور ایسے فضائل اپنے اندر سمو رکھے ہیں کہ دشمن بھی ان کا معترف ہے اور حقیقی فضائل تو وہی ہوتے ہیں جن کے معترف دشمن بھی ہوتے ہیں۔''

اے قارئین محترم! گزشتہ صفحات کے مطالعہ سے آپ کے سامنے حقائق واضح ہو چکے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیّدنا علی اور دیگر اہل بیت رضی اللہ عنہم کے درمیان حسین تعلقات قائم رہے۔ اب ہم خود روافض اور شیعہ مصنّفین کی کتب سے اس حقیقت کے دلائل برائے اتمام حجت پیش کرتے ہیں۔ تاکہ ہمارا مدمقابل اپنی پناہ گاہوں میں موجود دلائل سے مطمئن ہو جائے اور ان دلائل میں موجود تفاصیل سے ہمارا متفق ہونا ضروری نہیں، کیونکہ ان کی اکثر روایات، جھوٹ، تدلیس اور تقیہ جیسی قبیحات سے خالی نہیں ہوتیں، لیکن ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ ان کی کتابوں سے ایسے دلائل پیش کیے جائیں جن میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور تمام اہل بیت رضی اللہ عنہم کے باہمی طور پر احسن تعلقات اور حسن معاشرت کی جھلک نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ [1] اس

---

[1] التراحم بین آل البیت و الصحابة تصالح الدرویش۔ یہ کتاب اس موضوع کے لیے نہایت عمدہ ہے۔

بحث میں ہم ابن ابی الحدید ❶ کی کتب پر اعتماد کریں گے۔ ابن ابی الحدید اگرچہ غالی تھا اور ''نہج البلاغۃ'' کی شرح کرتے وقت اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بکثرت بہتان تراشی اس کا وطیرہ ہے۔ (اور جب کہ وہ اسلام اور اہل اسلام کے لیے اعتزال، رفض اور مکر و فریب کا بہت بڑا داعی ہے اور ابن علقمی کے ساتھ اس کے روابط بخوبی ہمارے علم میں ہیں۔) ❷ لیکن دیگر غالی شیعوں کے احوال کا مطالعہ کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ ابن ابی الحدید تمام شیعوں میں سے صاحب علم و فضل اور اہل تشیع کے مصنوعی فلسفے سے بالکل الگ تھلگ ہے۔ ❸

اس کی عجیب و غریب خصلت یہ بھی ہے کہ وہ جب بھی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کرتا ہے، اکثر مقامات پر ان کا تذکرہ نیکی اور بھلائی کے ساتھ کرتا ہے اور ان کے جنتی ہونے کی گواہی دیتا ہے۔ ہم اس بحث میں اس کے چند جملے نقل کریں گے۔

قارئین کرام ان میں چھپے ہوئے حقائق کو بخوبی دیکھ لیں گے اگرچہ اس کے کچھ اقوال علانیہ طور پر باطل ہوتے ہیں اگر کسی مقام پر اس وضاحت کی ضرورت پڑی تو ہم اس کی طرف ضرور اشارہ کریں گے اور اسے ہم نے اس لیے منتخب کیا ہے کہ یہ اہل تشیع کے نزدیک معتمد علیہ مصدر و مرجع ہے اور جو لوگ سیّدنا ابو ہریرہ اور سیّدتنا و امنا عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات پر طعن کرتے ہیں وہ بھی اس پر اعتماد کرتے ہیں۔

ا۔ اہل تشیع کی گواہی:

اہل تشیع گواہی دیتے ہیں کہ سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حفاظت کی، ان کی تکریم اور ان کی شان و عظمت کا اعتراف کیا۔ ابن ابی الحدید لکھتا ہے:

> ''امیر المومنین (علی رضی اللہ عنہ) علیہ السلام نے اس کی تکریم کی اس کی حفاظت کی اور اس کی عظمت و شان بیان کی اور جو پسند کرتا ہے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ سلوک کا مطالعہ کرے تو اسے کتب سیر کا مطالعہ کرنا چاہیے۔'' ❹

---

❶ عبدالحمید بن ہبۃ اللہ بن ابی الحدید، ابو حامد عز الدین المدائنی غالی شیعہ ہے۔ ۵۸۶ ہجری میں پیدا ہوا۔ ابن علقمی وزیر جو غالی شیعہ کا سرغنہ تھا، اس کے پاس یہ سیکرٹری تھا اور اس کی وجہ شاید یہ تھی کہ دونوں حد درجہ کے غالی شیعہ تھے۔ اس کی تصنیفات میں سے ''الفلك الدائر علی المثل السائر'' اور ''شرح نهج البلاغة'' مشہور ہیں۔ ۶۵۵ ہجری میں وفات پائی۔ (تاریخ الاسلام للذهبی، ج ۱۱، ص: ۱۱۸۔ البداية و النهاية لابن كثير، ج ۱۳، ص: ۱۹۹۔)

❷ الانوار الكاشفه مما فی كتاب، اضواء علی السنة من الزلل و التضليل و المجازفة للمعلمی، ص: ۱۵۲۔

❸ درء التعارض العقل مع النقل لابن تيمية، ج ۱، ص: ۱۶۱۔

❹ شرح نهج البلاغة، ج ۱۷، ص: ۲۵۴۔

مزید لکھتا ہے:

''تمھیں بخوبی معلوم ہے کہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے کیا غلطی ہوئی، چنانچہ جب علی رضی اللہ عنہ کو اس پر غلبہ حاصل ہوا تو علی رضی اللہ عنہ نے اس کی تکریم کی اور بنوعبدالقیس کی بیس سرکردہ خواتین اس کے ساتھ مدینہ منورہ روانہ کیں۔ علی رضی اللہ عنہ نے ان سب کی دستار بندی کی اور انھیں تلواروں سے مسلح کیا۔'' ❶

۲۔ سیّدنا علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کے فضائل و مناقب کی روایات کا سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان:

ابن ابی الحدید گواہی دیتا ہے کہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے سیّدنا علی و سیّدہ فاطمہ اور تمام اہل بیت رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب والی احادیث روایت کی ہیں۔

ابن ابی الحدید لکھتا ہے: جہاں تک مسروق کا تعلق ہے تو وہ تاحیات جب بھی کوئی نماز پڑھتا اس کے بعد وہ علی رضی اللہ عنہ کے لیے دعا ضرور کرتا، اس حدیث کی وجہ سے جو اس نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں سنی تھی۔ ❷

مسروق بن اجدع رحمہ اللہ جلیل القدر تابعی ہیں۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل سب لوگوں سے زیادہ جانتے تھے اور وہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے جیسا کہ اس کے تعارف میں لکھا ہوا ہے۔ ❸

اہل سنت کی کتابوں میں ایسا کوئی ثبوت نہیں جس سے پتا چلے کہ مسروق ہر نماز کے بعد علی رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کرتا تھا۔ ابن ابی الحدید اکیلا نہیں جس نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اہل بیت کے فضائل کے متعلق روایت ذکر کی بلکہ متاخرین میں سے جو اس مقدس ہستی پر کثرت سے جھوٹے الزام لگاتے ہیں وہ بھی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سیّدہ فاطمہ کے فضائل والی روایت بیان کرتے ہیں۔ ان میں سے کسی نے کہا: عائشہ (رضی اللہ عنہا) فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کی ثنا بیان کرتے ہوئے کہتی ہے: میں نے اس سے زیادہ سچا اس کے باپ کے علاوہ کسی کو نہیں دیکھا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور شخص نہیں دیکھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے زیادہ محبوب ہو اور نہ ہی میں نے کوئی عورت دیکھی جو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیوی (سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا) سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہو۔ ❹

---

❶ درء التعارض العقل مع النقل لابن تیمیة، ج ۱، ص: ۲۳۔

❷ المصدر السابق، ج ٤، ص: ۹۷۔ ❸ تهذیب التهذیب لابن حجر، ج ٤، ص: ۵۹۔

❹ أمالي الطوسي، ص: ۲٤۹-٤٤۰۔ بحار الانوار للمجلسی، ج ۳۷، ص: ٤۰۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ کون محبوب تھا؟ تو انھوں نے فرمایا: فاطمہ (رضی اللہ عنہا)۔ سائل نے کہا: میں نے آپ سے مردوں کے بارے میں پوچھا ہے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ان کا خاوند۔ اللہ کی قسم! وہ بہت زیادہ روزے رکھنے والے، بہت زیادہ قیام کرنے والے اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب ان کے ہاتھ پر گرا تو انھوں نے اسے چاٹ لیا۔ ❶

روایت ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کیا تو کہا: میں نے اس سے زیادہ سچا اس کے باپ کے علاوہ کسی کو نہیں دیکھا۔ ❷

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی تو سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ آ رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ عربوں کا سردار ہے۔ ❸

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ عبادت ہے۔ ❹

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ تم اپنی مجلسوں کو علی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ سے مزین کرو۔ ❺

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اس کے پاس علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا گیا تو اس نے کہا: بے شک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ہمارے تمام مردوں سے زیادہ معزز تھے۔ ❻

عائشہ رضی اللہ عنہا سے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا گیا تو کہا: وہ بہترین آدمی ہیں اور اس میں صرف کافر ہی شک کرے گا۔ ❼

عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے کہا: تو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل جا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: حق علی کے ساتھ ہے اور علی حق کے ساتھ ہے۔ وہ دونوں کبھی جدا نہیں ہوں گے حتیٰ کہ وہ دونوں حوض کوثر پر میرے پاس آ جائیں۔ ❽

---

❶ کشف الغمة للاربلی، ج ۱، ص: ۲۴۴۔ بحار الانوار للمجلسی، ج ۳۲، ص: ۲۷۲، ج ۳۸، ص: ۳۱۳، ج ۴۰، ص: ۱۵۲، ج ۴۳، ص: ۵۳۔
❷ کشف الغمة للاربلی، ج ۲، ص: ۱۰۰۔
❸ بحار الانوار للمجلسی، ج ۳۸، ص: ۹۳- ۱۵۰۔
❹ بحار الانوار، ج ۳۸، ص: ۱۹۹-۲۰۰۔
❺ المصدر السابق، ج ۳۸، ص: ۲۰۱۔
❻ کشف الغمة للاردبلی، ج ۱، ص: ۳۷۶۔ بحار الانوار للمجلسی، ج ۴۰، ص: ۵۱۔
❼ بحار الانوار للمجلسی، ج ۲۶، ص: ۳۰۶، ج ۳۸، ص: ۵۔
❽ بحار الانوار للمجلسی، ج ۳۸، ص: ۲۸۔ نیز دیکھیں: ص: ۳۳، ۳۸، ۳۹۔

ایک روایت میں ہے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: وہ بہترین انسانوں میں سے ہے اور اس میں صرف کافر شک کرتا ہے۔ ❶

جب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اطلاع ملی کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے خوارج سے قتال کیا تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: میرے بعد میری امت کا بہترین فرد انھیں قتل کرے گا۔

ایک روایت میں ہے: ''وہ (یعنی خوارج) خلقت اور اخلاق کے لحاظ سے بدترین ہیں، خلقت اور اخلاق کے لحاظ سے بہترین شخص انھیں قتل کرے گا اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں ان سب سے عظیم وسیلہ ہوگا۔''

ایک روایت میں ہے: ''اے اللہ! بے شک وہ میری امت کے بدترین لوگ ہیں اور میری امت کا بہترین آدمی انھیں قتل کرے گا اور میرے اور اس شخص کے درمیان قریبی تعلق ہے جو عورت اور اس کے سسرال کے درمیان ہوتا ہے۔ ❷

وہ (رافضی) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی ران پر بٹھایا اسی وقت آپ کے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا: کیا یہ آپ کا بیٹا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ جبریل نے کہا: لیکن آپ کی امت مستقبل میں آپ کے بعد اسے قتل کر دے گی۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں۔ جبریل علیہ السلام نے فرمایا: اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اس سرزمین کی مٹی دکھلا دوں جس میں یہ قتل کیا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ چنانچہ جبریل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (اَلطُّفّ) ❸ (کوفہ کے صحراء) کی مٹی دکھائی۔

لیکن اس روایت کی کوئی سند نہیں ہے البتہ روافض کے نزدیک یہ روایت سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کی منقبت کی بہت بڑی دلیل ہے اور روافض کے نزدیک جس نے یہ عظیم منقبت والی روایت کی ہے، وہ ان کے نزدیک اللہ کی بدترین مخلوق ہے۔ یا للعجب!

نیز ہم سابقہ روایات کی اسانید کے لیے توقف نہیں کرتے، کیونکہ ان کی اسناد کے متعلق بحث نہایت طویل ہو جائے گی لیکن ہم ان کے نتائج پر ضرور بحث کریں گے، کیونکہ یہ شیعہ علماء کی مرویات ہیں اور ان

---

❶ المصدر السابق، ج ۳۸، ص: ۱۳۔ ❷ مذکورہ بالا تمام روایات کے لیے المصدر السابق للمجلسی کو دیکھیں: ج ۳۳، ص: ۳۳۲، ۳۳، ۴۰۔ و کشف الغمة للاربلی، ج ۱، ص: ۱۵۸۔

❸ اَلطُّفّ: کوفہ کی صحرائی مٹی جہاں حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو شہید کیا گیا۔ (معجم البلدان لیاقوت الحموی، ج ٤، ص: ۳٦۔ معالم المدرستین للسید مرتضی العسکری، ج ۳، ص: ٤۰-٤۲۔) صاحب حاشیہ کہتا ہے کہ جب حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے مقتل کا علم تھا تو اس کی طرف کیوں گئے؟ کیا یہ حسین رضی اللہ عنہ کے فقہ کی علامت ہے یا ان رافضیوں کے نزدیک خودکشی جائز ہے؟

روایات میں یہ واضح دلیل ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا، علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کے درمیان نہایت شفاف روابط تھے۔

۳۔ اپنے گھر میں سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ کی تدفین کی اجازت دینا:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر میں دفن کرنے کی اجازت دینے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عظیم منقبت ظاہر ہوتی ہے۔

ابن ابی الحدید لکھتا ہے: ''روایت میں ہے کہ جب ان سے ان کے گھر میں دفن کرنے کی اجازت طلب کی گئی تو انھوں نے اسے منظور کر لیا۔ اس واقعہ میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی منقبت نمایاں ہے۔'' ❶

۴۔ اہل تشیع کی گواہی کہ ''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جنتی ہیں'':

شیعوں کی طرف سے عائشہ رضی اللہ عنہا کی توبہ اور اس کے جنتی ہونے کی گواہی ملتی ہے۔ ابن ابی الحدید لکھتا ہے: ''البتہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی توبہ مقبول ہے اور ان کی توبہ کی روایات طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کی توبہ والی روایات سے بہت زیادہ ہیں۔'' ❷

وہ کہتا ہے کہ ''یہ تمام فصل عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے خاص ہے اور ہمارے اصحاب کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس نے جو کچھ کیا وہ اس کی خطا تھی۔ پھر اس نے توبہ کر لی اور توبہ کر کے اس نے وفات پائی اور وہ اہل جنت سے ہے۔'' ❸

۵۔ بعض ائمہ شیعہ نے اپنی بیٹیوں کا نام عائشہ رکھا:

شیعوں کے ساتویں امام موسیٰ بن جعفر صادق ❹ جن کا لقب کاظم ❺ ہے، انھوں نے اپنی ایک بیٹی کا نام عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نام پر رکھا۔ ❻

---

❶ شرح نهج البلاغة، ج ١٦، ص: ٥١۔ ❷ المصدر السابق، ج ١٧، ص: ٢٥٤۔

❸ شرح نهج البلاغة، ج ٦، ص: ٢١٤۔

❹ موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب۔ ابوالحسن ہاشمی۔ انھیں کاظم کہا جاتا ہے۔ ثقہ تھے اور اپنے وقت میں مسلمانوں کے امام شمار ہوتے تھے۔ ۱۲۸ ہجری میں پیدا ہوئے اپنے وقت کے مشہور عابد تھے اور دلیر علماء میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ مامون الرشید نے انھیں قید میں ڈالا اور وہ اپنی قید میں ہی ۱۸۳ ہجری میں فوت ہو گئے۔ یہ درحقیقت اہل سنت کے امام تھے۔ اہل بیت کے سرخیل تھے۔ حضرات صحابہ اور امہات المؤمنین کی کردار کشی کرنے والوں کا ان کے ساتھ کیا تعلق واسطہ؟ ائمہ اہل بیت اس تمام بدزبانی اور یاوہ گوئی سے بری ہیں جو روافض اور شیعہ بالخصوص اثنا عشری صحابہ کرام اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کرتے ہیں۔

(سير اعلام النبلاء للذهبي، ج ٦، ص: ٢٧٠۔ تهذيب التهذيب لابن حجر، ج ٥، ص: ٥٦٠۔

❺ الارشاد للمفيد، ج ٢، ص: ٣٠٢۔ و الفصول المهمة لعبد الحسين الموسوي، ص: ٢٤٢۔ و كشف الغمة للاربلي، ج ٣، ص: ٢٦۔ ❻ الارشاد للمفيد، ج ٢، ص: ٢٤٤۔

اسی طرح جعفر بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق ❶ نے اپنی بیٹی کا نام عائشہ رکھا۔

عمری ❷ نے ''المجدی'' نامی اپنی کتاب میں لکھا: جعفر بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق جو خواری کے لقب سے مشہور ہے اور یہ ام ولد کا بیٹا تھا، اس کی آٹھ بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ حسنہ، عباسہ، عائشہ، فاطمۃ الکبریٰ، فاطمہ الصغریٰ، اسماء، زینب اور ام جعفر...... ❸

اسی طرح اس کے بڑے پڑدادا علی بن حسین نے بھی اپنی ایک بیٹی کا نام عائشہ رکھا۔ ❹

اسی طرح شیعوں کے دسویں امام علی بن محمد الجواد ❺ (ت: ۲۵۴ ہجری) نے بھی اپنی ایک بیٹی کا نام عائشہ ❻ رکھا اور علی الہادی ❼ نے بھی اپنی ایک بیٹی کا نام عائشہ رکھا۔

اگر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اہل بیت سے بغض رکھتی تھیں تو اہل بیت اپنی بیٹیوں کے نام ان کے نام پر کیوں رکھتے تھے۔

۶۔ جنگ جمل کے دن سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق نظریہ اور موقف!!

روافض کے نزدیک ابوجعفر بن بابویہ ❽ الصدوق نے جعفر سے اور اس نے اپنے باپ محمد سے

❶ جعفر بن موسیٰ الکاظم بن جعفر الصادق خواری لقب ہے۔ اس کی آٹھ بیٹیاں ہوئیں۔ ان میں سے ایک کا نام اس نے عائشہ رکھا اور ایک کا نام زینب رکھا۔ (المجدی فی انساب الطالبیین للعمری، ص: ۳۰۱۔

❷ ابوالحسین علی بن محمد بن علی العمری انساب کا بڑا عالم تھا یہ پانچویں صدی ہجری کا عالم تھا۔ اس کی مشہور تصنیفات "المجدی فی انساب الطالبیین" اور "المشجرات" ہیں۔ "معجم المولفین" لرضا کحالۃ، ج ۷، ص: ۲۲۱۔ مقدمۃ کتاب المجدی فی انساب الطالبیین۔

❸ المجدی فی انساب الطالبین للمجدی، ص: ۳۰۱۔

❹ کشف الغمۃ للاربلی، ج ۲، ص: ۳۰۲۔

❺ علی بن الجواد محمد بن علی ابوالحسن علوی حسینی الہادی کے لقب سے مشہور ہے۔ ۲۱۴ ہجری میں پیدا ہوا۔ اپنے وقت کا فقیہ، امام، متبع، عابد، زاہد اور بارہ اماموں میں سے ایک ہے۔ شیعوں کے عقائد کے مطابق حسن عسکری المنتظر (امام غائب) کا والد ہے۔ ۲۵۴ ہجری میں وفات پائی۔ (البدایۃ و النہایۃ لابن کثیر، ج ۱۱، ص: ۱۵۔ شذرات الذھب لابن العماد، ج ۲، ص: ۱۲۷۔)

❻ کشف الغمۃ للاربلی، ج ۳، ص: ۱۷۷۔

❼ الارشاد للمفید، ج ۲، ص: ۳۱۲۔

❽ محمد بن علی بن حسین ابوجعفر القمی جس کا لقب الصدوق ہے۔ فرقہ امامیہ کا سرغنہ تھا۔ ۳۰۶ ہجری میں پیدا ہوا۔ شیعوں کے درمیان اس کی تصنیفات کا بڑا چرچا ہے اور اس کے حافظے کی مثال دی جاتی ہے۔ اس کی تصنیفات سے "دعائم الاسلام" اور "دین الامامیۃ" مشہور ہیں۔ ۳۸۱ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذھبی، ج ۱٦، ص: ۳۰۳۔ الاعلام للزرکلی، ج ٦، ص: ۲۷٤۔)

روایت کی کہ مروان بن حکم نے کہا: جب بصرہ میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے ہمیں شکست دے دی تو تمام مغلوب لوگوں کے اموال انھیں لوٹا دیئے، جن کے پاس کوئی گواہ تھا اس کی گواہی قبول کی اور جن کے پاس گواہ نہیں تھا تو ان سے حلف لے کر ان کے اموال لوٹا دیئے۔ بقول راوی کسی نے کہا: اے امیر المومنین! آپ ہمارے درمیان مال غنیمت اور قیدی تقسیم کریں۔ جب لوگوں کا اصرار بڑھا تو علی رضی اللہ عنہ نے کہا: تم میں سے کون اپنے حصے میں ام المومنین کو لے گا۔ تب وہ خاموش ہو گئے۔ ❶

۷۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے باہمی تعلقات:

حمیری نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جب کوئی کھانا تیار کرتی تو اس میں سے ہماری اماں جی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا حصہ الگ کر دیتی تھیں۔ ❷

بحار الانوار میں مجلسی ❸ نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں بازار گیا ایک درہم کا گوشت اور ایک درہم سے مکئی کا آٹا خریدا اور دونوں چیزیں لا کر فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دے دیں۔ جب وہ روٹی اور سالن پکا کر فارغ ہوئیں تو کہنے لگیں اگر آپ جا کر میرے والد کو بلا لائیں؟ تو میں ان کے پاس گیا تو وہ لیٹے ہوئے فرما رہے تھے: میں بھوک کے بستر سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہمارے پاس کھانا موجود ہے۔ چنانچہ آپ نے میرا سہارا لیا اور ہم فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف چل پڑے جب ہم گھر میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا کھانا لے آ۔ پھر فرمایا: اس میں سے عائشہ کے لیے رکھ لو۔ چنانچہ اس نے رکھ دیا۔ ❹

اسی طرح ابن رستم طبری ❺ نے "دلائل الامامة" میں روایت کی کہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جب وفات پائی تو وہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے راضی تھیں اور یہ کہ اس نے عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے لیے بارہ اوقیہ چاندی کی

---

❶ علل الشرائع، ج ۲، ص: ۶۰۳۔

❷ قرب الاسناد للحمیری، ص: ۱۳۷۔

❸ محمد باقر بن محمد تقی بن مقصود علی اصفہانی مجلسی اثنا عشری شیعہ کا عالم تھا۔ اصفہان میں علماء اسلام کا سربراہ مقرر ہوا۔ ۱۰۳۷ ہجری میں پیدا ہوا۔ اس کی مشہور تصنیفات "بحار الانوار" اور "جوامع العلوم" ہیں۔ ۱۱۱۱ ہجری میں فوت ہوا۔ (الاعلام للزرکلی، ج ٦، ص: ٤٨۔)

❹ بحار الانوار، ج ۱۷، ص: ۲۳۱۔

❺ محمد بن جریر بن رستم ابوجعفر طبری امامی شیعہ تھا۔ اکثر لوگوں کو امام اہل سنت محمد بن جریر بن یزید طبری کے ساتھ اس کی مشابہت ہو جاتی ہے۔ ابن رستم طبری کی مشہور تصنیفات "المسترشد فی الامامة" اور "الرواة عن اهل البیت" ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ١٤، ص: ٢٨٢۔ ذیل میزان الاعتدال للعراقی، ص: ١٧٨۔)

وصیت کی۔ ❶

۸۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی توبہ و مغفرت کے بارے میں ائمہ شیعہ کی گواہیاں:

کلینی ❷ نے الکافی میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ میں نے ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے کہا: بلاشبہ میں نے تیرے باپ کو کہتے ہوئے سنا بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو اختیار دیا تو انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کو منتخب کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ان کی طلاق شمار نہ کیا اور اگر وہ اپنی رائے کو ترجیح دیتیں تو سب کی سب بائنہ ہو جاتیں۔ تو اس نے کہا: یہ حدیث میرے والد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں اور لوگوں کا اختیار دینے سے کیا تعلق ہے؟ بلاشبہ اللہ عزوجل نے اپنے رسول علیہ السلام کو اس چیز کے لیے خاص کیا۔ ❸

مجلسی نے کہا یہ روایت معتمد علیہ ہے۔ یہ روایت جعفر صادق رضی اللہ عنہ ❹ نے اپنے باپ سے اس نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی اور یہ کہ وہ ہمارے نبی کی ان بیویوں میں سے ایک ہیں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کیا۔

ابوجعفر محمد بن علی الباقر ❺ سے روایت ہے کہ کسی نے ان سے پوچھا کہ جنگ جمل میں عائشہ کی شمولیت کے بعد اس کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟ اس نے کہا، میں اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں، کیا تجھے معلوم نہیں کہ وہ کہا کرتی تھی کاش کہ میں درخت ہوتی کاش کہ میں پتھر ہوتی، کاش! میں مٹی کا ڈھیلا ہوتی۔ بقول سائل میں نے کہا: اس کے ان اقوال کا کیا مطلب ہے؟

---

❶ دلائل الامامة، ص: ۲٦۰۔

❷ محمد بن یعقوب کلینی ابوجعفر رازی۔ امامیہ شیعہ کا عالم شیخ شمار ہوتا ہے۔ وہ ان کا معروف فقیہ ہے اور ان کے مذہب کے مصنفین میں سے ایک ہے۔ اس کی تصنیفات میں سے "الکافی فی علم الدین" اور "الرد علی القرامطة" ہیں۔ ۳۲۲ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۱۵، ص: ۲۸۰۔ الاعلام للزرکلی، ج ۷، ص: ۱٤۵۔)

❸ الکافی للکلینی، ج ٦، ص: ۱۳۷۔ بحار الانوار للمجلسی، ج ۲۲، ص: ۲۱۲۔

❹ جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ابوعبداللہ ہاشمی الصادق۔ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔ بنو ہاشم کے بزرگوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ مدینہ منورہ کے جلیل القدر عالم تھے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نواسے ہیں۔ یہ شیعوں پر نہایت غصے اور ناراض ہوتے تھے۔ حق کی آواز نہایت دلیرانہ طور پر بلند کرتے۔ ۱۴۸ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر الاعلام النبلاء للذهبی، ج ٦، ص: ۲۵۵۔ الموجز الفارق من معالم ترجمة الامام جعفر الصادق لعلی الشبل۔)

❺ محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ابوجعفر الهاشمی الباقر۔ ثقہ اور امام ہیں۔ ۵٦ ہجری میں پیدا ہوئے۔ عالم فاضل اور فقیہ تھے۔ اپنے وقت کے مجتہد تھے۔ ۱۱۷ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ٤، ص: ٤۰۱۔ تهذیب التهذیب لابن حجر، ج ۵، ص: ۲۲۵۔)

امام باقر رحمہ اللہ نے کہا: یہ اس کی طرف سے اعلانیہ توبہ ہے۔ [1]

ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کے درمیان تکریم و تعظیم کے حسین تعلقات کو دلائل و براہین سے نہ صرف اہل سنت کی کتابوں سے ثابت و واضح کیا گیا بلکہ شیعوں کی اپنی کتابوں اور ان کے مزعوم ائمہ کے اقوال و مرویات سے بھی یہ ثابت کیا گیا۔ جسے ردّ کرنا کسی کے بس کی بات نہیں، لیکن ہٹ دھرمی، ضد، تعصب اور عناد کا تو کوئی جواب نہیں اور حقیقی توفیق و ہدایت تو اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے۔

[1] الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۸، ص: ۷٤۔

آٹھواں باب

جھوٹے الزامات، شبہات اور ان کی مدلل تردید

پہلی فصل:......سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر جھوٹے الزامات کی تفصیل

پہلا مبحث:......ان بہتانوں کا تذکرہ جن کی زد بلا واسطہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑتی ہے

دوسرا مبحث:......سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر وہ الزامات جن کا تعلق اہل بیت رضی اللہ عنہم سے ہے

تیسرا مبحث:...... دیگر من گھڑت بہتانوں کا بیان اور ان کا ردّ

دوسری فصل:......سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق ہیجان انگیز شبہات

پہلا مبحث:...... عام شبہات اور اُن کا ردّ

دوسرا مبحث:...... واقعہ جمل اور اس کا مدلل ردّ

تیسری فصل:......عہد قدیم اور جدید میں واقعہ افک اور ان دونوں زمانوں میں بہتان تراشی کے مثبت اثرات کا بیان

پہلا مبحث:...... واقعہ افک اور اس کے متعلق اہم نکات کی تفصیل

دوسرا مبحث:......سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے کردار اور سیرت پر فکر و تدبر کی دعوت

تیسرا مبحث:......سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر اہل روافض کے گھناؤنے الزامات کا جائزہ

چوتھا مبحث:...... واقعہ افک کے زمانۂ قدیم و جدید میں مثبت اثرات

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

''میں نے روافض سے بڑھ کر جھوٹی گواہی دینے والا کوئی نہیں دیکھا۔''

آٹھواں باب:

جھوٹے الزامات، شبہات اور ان کی مدلل تردید

پہلی فصل:......سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر جھوٹے الزامات کی تفصیل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر جھوٹے اور من گھڑت الزامات کی بنیاد پر جھوٹوں کی ایک جماعت پروان چڑھی۔ جس نے تاریخی کتابوں کو جھوٹے افسانوں اور من گھڑت کہانیوں سے بھر دیا اور اس سنہرے زمانے کا چہرہ مسخ کرنے کی بھرپور کوشش کی، یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ان جھوٹوں کے اپنے چہرے مسخ کر دیئے اور آخرت میں ان کے ساتھ ان شاء اللہ جو ہوگا سو ہوگا۔

ان ظالموں کے ناپاک خون آلود ہاتھوں نے بکثرت من گھڑت روایات کتابوں میں ڈالیں۔ یہ خونخوار درندے صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد مبارک میں نمودار ہو چکے تھے۔ صحابہ کی طرف منسوب کر کے انھوں نے مقالات و رسائل میں من چاہا ردّ و بدل کیا، حتیٰ کہ اس زمانے میں بھی چند فتنے ظہور پذیر ہو گئے اور عبداللہ بن سبا یہودی خبیث کی چھوڑی ہوئی وراثت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا کر اب تک ہر زمانے میں سبائی فتنہ کے پیروکار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر مسلسل بہتان تراشیاں کرتے چلے آئے ہیں۔

امام علامہ محبّ الدین خطیب رحمہ اللہ [1] لکھتے ہیں:

"اے مسلمانو! خبردار ہو جاؤ! بے شک مجرم لوگوں کے ہاتھوں نے سیّدہ عائشہ، سیّدنا علی اور سیّدنا طلحہ و سیّدنا زبیر رضی اللہ عنہم کے متعلق جھوٹے افسانے تراشے جو اس سارے فتنے کی بنیاد بنے اور انھی جھوٹے افسانوں نے اس فتنے کو شروع سے آخر تک بھڑکانے کا کام کیا اور یہی وہ مجرم ہاتھ ہیں جنھوں نے امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کی زبانی اس کی طرف سے مصر کے گورنر

---

[1] محبّ الدین بن ابی الفتح بن عبدالقادر بن محمد خطیب۔ ۱۳۰۳ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اپنے وقت کے بہت بڑے مؤلف تھے۔ جمعیۃ نھضۃ العربیۃ کے بانیوں میں سے ہے۔ متعدد مجلّات کے مدیر رہے۔ اور مجلّہ ازہر کے مدیر التحریر رہے۔ نیز سلفیہ پریس کے بانی ہیں۔ ان کی مشہور تصانیف "تاریخ مدینۃ الزھراء" اور ابن العربی کی کتاب "العواصم من القواصم" کی تحقیق و تخریج کی۔ ۱۳۸۹ ہجری میں فوت ہوئے۔ (الاعلام للزرکلی، ج ۵، ص: ۲۸۲۔) ان کی ایک معروف کتاب ''الخطوط العریضۃ'' کا جواب شیعہ کی طرف سے لکھا گیا۔ لیکن طویل عرصے تک اہل سنت کی طرف سے ان مغالطوں کا جواب نہ دیا گیا۔ حتی کہ علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ نے ۱۹۷۰ء کے قریب ''الشیعہ والسنۃ'' کے نام سے معرکۃ الآراء کتاب تالیف فرمائی۔ لاکھوں کی تعداد میں یہ کتاب دنیا کی مختلف زبانوں میں شائع ہو چکی ہے.

کے نام ایک خط مشہور کیا۔ یہ اس زمانے کی بات ہے کہ جب مصر میں عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوئی گورنر تھا ہی نہیں۔ جن ہاتھوں نے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی زبان سے منسوب کر کے یہ رسالہ مشہور کیا: انہی ہاتھوں نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف ایک رسالہ منسوب کر کے پھیلایا اور یہ سب کچھ صرف اس لیے کیا گیا تاکہ نام نہاد انقلابی مدینہ منورہ پر ہلہ بول دیں۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ اپنے خلیفہ کے موقف سے مطمئن ہو گئے تھے اور انھیں یقین ہو گیا تھا کہ جو افسانے ان کے متعلق پھیلائے جا رہے ہیں وہ سب جھوٹے اور بے بنیاد ہیں اور وہ ہر معاملے میں وہی فیصلہ کرتا ہے جسے حق اور بہتر سمجھتا ہے۔ اس سبائی، یہودی، خبیث کے پیدا کردہ اس فتنے کا مقصد صرف خلیفہ ثالث، داماد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے جنت کی خوشخبری پانے والوں کو بدنام کرنا ہی نہ تھا بلکہ وہ سارے اسلام کو ہی بدنام کرنا چاہتا تھا اور وہ اسلامی طاہر و مقدس نسلیں جن کی تاریخ نہایت درخشاں اور ضوء فشاں ہے ان سب کے چہرے داغ دار اور مسخ کرنے کی گھناؤنی سازش بھی ان کے مقاصد سیہ میں شامل تھی۔'' [1]

ان تاریخی حقائق سے ہر مسلمان قاری کو آگاہ رہنا چاہیے۔ جو بھی تاریخ کا مطالعہ کر رہا ہوتا کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصحاب کی براءت کا یقین ہو جائے اور تاریخ میں جو جھوٹے افسانے سبائیوں اور ان کی اولاد نے شامل کیے ہیں کہ جن کا مقصد صرف اور صرف اس طاہر و مطہر زمانے کی تاریخ مسخ کرنا ہے۔ لیکن الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے میں ان کے جھوٹوں اور لغویات کا کچا چٹھا کھولنے کے لیے علماء کا ایک گروہ ضرور پیدا کر دیا جو اسلامی چھاننی سے اسلام کی سچی تاریخ اور سبائیوں کی اس میں ملائی ہوئی تحریفات وتشویہات اور تزویرات کو علیحدہ کر لیتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کا دین محفوظ رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی عزت و آبرو کی حفاظت ہو سکے کہ جنھوں نے اللہ کے دین کو سیکھا اور بعد میں آنے والوں کو سکھایا، انھوں نے اللہ کا دین سربلند کرنے کے لیے اپنی زندگیاں اور اپنی جوانیاں قربان کر دیں اور اس کے دین کی نصرت وحمایت پر قائم رہے۔ ابن مبارک رحمہ اللہ [2] سے کہا گیا:

---

[1] العواصم من القواصم، ص: ۱۰۸ پر تعلیق لکھتے ہوئے انھوں نے یہ لکھا۔

[2] عبداللہ بن مبارک بن واضح ابوعبدالرحمن مروزی۔ اپنے وقت کے شیخ الاسلام اور امام و غازی تھے۔ ۱۱۸ ہجری میں پیدا ہوئے۔ طلب علم کے لیے بے شمار سفر کیے۔ نیز میدان جہاد میں بھی کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ ۱۸۱ ہجری میں وفات پائی۔ ''الزھد'' اور ''المسند'' ان کی مشہور تصنیفات ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۸، ص: ۳۷۸۔ تهذيب التهذيب لابن حجر، ج ۳، ص: ۲٤۷۔)

''ان خود ساختہ احادیث کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ انھوں نے فرمایا: ان کے لیے ماہرین موجود ہوتے ہیں۔'' ❶

یہ حقیقت بخوبی معلوم ہے کہ اسلام کی طرف نسبت کرنے میں فرقوں میں سے شیعہ سب سے بڑے جھوٹے ہیں۔ ان کا سارا خود ساختہ دین جھوٹ پر مبنی ہے۔ تمام لوگوں سے زیادہ وہ صحابہ کرام سے نفرت کرتے ہیں اور کینہ وبغض رکھتے ہیں۔ اہل سنت کے عظیم امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''میں نے روافض سے بڑھ کر جھوٹی گواہی دینے والا کوئی نہیں دیکھا۔'' ❷

یزید بن ہارون رحمہ اللہ ❸ فرماتے ہیں:

''جو بدعتی بدعت کی طرف دعوت نہ دے اس سے حدیث لی جا سکتی ہے سوائے رافضی کے کیونکہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔'' ❹

محمد بن سعید اصبہانی رحمہ اللہ ❺ فرماتے ہیں:

''میں نے شریک رحمہ اللہ کو کہتے ہوئے سنا تو جس سے بھی ملاقات کرے اس سے علم حاصل کر لے، لیکن رافضی (شیعوں) سے نہیں، کیونکہ وہ احادیث وضع کرتے ہیں اور اسے دین بنا لیتے ہیں۔'' ❻

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

❶ الجرح و التعدیل لابن ابی حاتم، ج ١، ص: ٣۔

❷ شرح اصول اعتقاد اهل السنة و الجماعة للالکائی، ج ٨، ص: ١٥٤٤۔ السنن الکبری للبیهقی، ج ١٠، ص: ٣٥٢۔

❸ یزید بن ہارون بن زاذی یا ابن زاذان ابو خالد واسطی، شیخ الاسلام، حافظ حدیث، علم وعمل میں ایک روشن ستارہ، عبادت گزار، عظیم الشان مجاہد، امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر عمل کرنے والے۔ ۱۱۸ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۲۰۶ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ٩، ص: ٣٥٨۔ تهذیب التهذیب، لابن حجر، ج ٦، ص: ٢٢٠۔)

❹ منهاج السنة النبویة لابن تیمیة، ج ١، ص: ٦٠۔

❺ محمد بن سعید ابوجعفر حمدان اصبہانی کوفی امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد تھے۔ حافظ حدیث تھے زبانی احادیث سنایا کرتے تھے۔ یہ تلقین "مصطلح الحدیث" یعنی کسی دوسرے کی سنائی ہوئی حدیث قبول نہیں کرتے تھے اور نہ ہی لوگوں کی کتابوں سے حدیث پڑھتے تھے۔ ۲۲۰ ہجری میں وفات پائی۔ (رجال صحیح البخاری للکلاباذی، ج ٢، ص: ٦٥٢۔ الکاشف للذهبی، ج ٢، ص: ١٧٥۔)

❻ منهاج السنة النبویة، ج ١، ص: ٥٩۔

''اسناد، روایت اور احادیث لکھنے والوں کا اتفاق ہے کہ رافضی سب سے جھوٹا گروہ ہے اور قدیم زمانے سے ان میں جھوٹ مروّج ہے اور اسی لیے ائمہ مسلمین انھیں بکثرت جھوٹ بولنے کی وجہ سے پہچان لیتے ہیں۔''[1]

رافضہ کے جھوٹ اتنے مشہور ہیں کہ ان کے تذکرے کی حاجت نہیں اور انھیں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ ذیل میں ہم ان کے کچھ ہذیانات درج کر رہے ہیں جو انھوں نے ہر زمانے میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق اپنی کتابوں میں درج کیے۔ ان کے جھوٹے اور پرفریب ہاتھوں نے جو اتہامات اور بہتان تراشے ہیں ہم اپنے آپ کو ان سے بری الذمہ ثابت کرنے کے لیے درج کر رہے ہیں، نیز حق کو واضح کرنے کے لیے بھی ایسا کیے بغیر چارہ نہ تھا اور ہم جیسوں کے لیے اس مقام پر علامہ حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کا قول مضبوط سہارا ہے۔ وہ اپنی کتاب "مفتاح الجنة" کے شروع میں غالی رافضیوں (شیعوں) کے ایک گروہ کی آراء لکھتے ہوئے یہ عذر پیش کرتے ہیں:

''میں ان آراء کو حکایتاً بیان کرنا بھی حلال نہیں سمجھتا، اگر مجھے یہ آراء نقل کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ وہ یہ ہے کہ میں اس فاسد مذہب کی حقیقت اور بنیاد واضح کرسکوں تاکہ متعدد زمانوں کے لوگ ان کے پھیلائے ہوئے شروفساد سے راحت حاصل کرلیں۔''[2]

یہ ظالم گروہ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق کس قدر شدید بغض و کینہ رکھتے ہیں اس کی واضح مثالوں سے ان کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ وہ نہ صرف ام المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل کا انکار کرتے ہیں بلکہ جو ان کے طبعی اور قطعی اوصاف ہیں اور متواتر روایات سے ثابت ہیں ان سے بھی کھلم کھلا انکار کرتے ہیں۔ اس کی یہ ایک مثال مرتضٰی عسکری[3] کی غلیظ اور ناپاک بات ہے:

''وہ (سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری لونڈیوں کی طرح ایک لونڈی تھی۔''[4]

---

[1] المصدر السابق، ج ۱، ص: ۲۵۹۔

[2] مفتاح الجنة فی الاحتجاج بالسنة للسیوطی، ص: ٦۔

[3] مرتضٰی بن محمد اسماعیل بن محمد شریف عسکری۔ ۱۳۳۲ ہجری سامراء شہر میں پیدا ہوا اور وہاں کے تعلیمی اداروں میں اپنی تعلیم مکمل کی۔ پھر ایران کے مشہور علمی شہر ''قم'' کی طرف اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے ۱۳۴۹ ہجری میں گیا۔ پھر کاظمیہ چلا گیا اور وہاں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ اس کی مشہور تصنیفات میں سے "احادیث ام المومنین عائشة" اور "القرآن الکریم و روایات المدرستین" ہیں۔ یہ تہران میں ۱۴۲۸ ہجری میں فوت ہوا۔

[4] حدیث الافك لجعفر مرتضی حسینی، ص: ۱۷۔

مسلمانوں کو اس کی ان بیہودہ اور شیطانی تحریروں پر کوئی تعجب نہیں کرنا چاہیے کہ وہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر سب وشتم اور ان کی ہر فضیلت کا انکاری ہے اور نہ ہی اس کی اس فضول حرکت پر تعجب کرنے کی ضرورت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب کر کے یہ جھوٹی اور من گھڑت روایت لکھتا ہے کہ ابن عباس نے ان (سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) کو مخاطب کر کے کہا: تو ان نو لونڈیوں کی طرح ایک لونڈی ہے [1] جنھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے چھوڑا۔ تو ان سب سے سفید رنگت والی نہیں اور نہ ہی تیرا چہرہ ان سب سے حسین ہے اور نہ ہی تیرا پسینہ ان سب کے پسینوں سے زیادہ خوشبودار ہے اور نہ ہی ان سب کی پشتوں سے تیری پشت زیادہ بارونق ہے اور نہ ہی تو ان سب سے عالی نسب ہے۔ [2]

لہٰذا ایسے جھوٹ صرف وہی لکھ اور بول سکتا ہے جس کا دل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے بغض، کینہ اور نفرت سے لبریز ہو۔ ایسے شخص کے لیے جھوٹ بولنا نہایت آسان ہوتا ہے اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی جھوٹے افسانوں کی نسبت کرنا تا کہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا میں عیب جوئی کی جا سکے کوئی وزن نہیں رکھتا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ان ظالموں کے بہتانوں سے بری الذمہ قرار دیا ہے۔

امام آجری رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ''ایک آدمی نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا، آپ میری ماں نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''تو نے سچ کہا، میں ام المومنین ہوں ام المنافقین نہیں۔'' مجھے یہ خبر متقدمین فقہاء میں سے کسی کی نسبت پہنچی ہے کہ اُن سے ان دو آدمیوں کے بارے میں پوچھا گیا جنھوں نے طلاق کے ساتھ قسم کھائی۔ ایک نے قسم کھائی کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی ماں ہے اور دوسرے نے قسم کھائی کہ وہ اس کی ماں نہیں۔ اس فقیہ نے کہا: دونوں پر کفارہ نہیں۔ اس سے پوچھا گیا، یہ کس طرح ممکن ہے؟ ان دونوں میں سے ایک پر تو ضرور قسم کا کفارہ ہوگا۔ فقیہ نے کہا: ''جس نے قسم کھائی کہ وہ اس کی ماں ہیں تو وہ اپنی بات میں درست ہے کیونکہ وہ مومن ہے اس لیے اپنی قسم میں سچا ہے اور جس نے قسم کھائی کہ وہ اس کی ماں نہیں چونکہ وہ منافق ہے اس لیے وہ اپنی قسم میں سچا ہے۔''

محمد بن حسین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہم ان لوگوں سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب بیوی ام المومنین

---

[1] حشایا کا واحد حشیہ ہے یہ اس خادمہ کو کہا جاتا ہے جو اندرون خانہ کام کرتی ہو۔ (مختار الصحاح للرازی، ص: ۱۳۸۔

[2] بحار الانوار للمجلسی، ج ۳۲، ص: ۲۷۰ معرفة اخبار الرجال للکشی، ص: ۸۰۔

عائشہ رضی اللہ عنہا پر عیب جوئی کرتا ہے، جو پاک ہیں، بری ہیں، صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا ہیں۔ ام المومنین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے اور ان کے والد محترم پر خوش ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اوّل تھے۔'' ❶

رافضیوں کے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر شدت طعن و تشنیع کی اصل وجہ یہ ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کا بیشتر حصہ سیکھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی عمر میں برکت ڈالی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تقریباً پچاس سال تک لوگوں کو مسلسل دین سکھلاتی رہیں۔ لوگوں نے ان سے بکثرت دین سیکھا اور ان سے خوب فائدہ اٹھایا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار فرامین یاد کر لیے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ تقریباً پچاس برس تک زندہ رہیں۔ کثرت سے لوگوں نے ان سے علم حاصل کیا اور ان سے روایت کرتے ہوئے اسلام کے بے شمار آداب و احکام لوگوں تک پہنچائے۔ حتیٰ کہ کہا جانے لگا کہ چوتھائی احکام شریعت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہیں۔'' ❷

❶ الشریعة للآجری، ج ۵، ص: ۲۳۹۳۔

❷ فتح الباری لابن حجر، ج ۷، ص: ۱۰۷۔

پہلا مبحث:

ان بہتانوں کا تذکرہ
جن کی زَد بلا واسطہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑتی ہے

ا۔ پہلا بہتان اور اس کا ردّ:

روافض کہتے ہیں کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر پلایا نیز وہ کہتے ہیں کہ سیّدہ عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما نے اپنے والدوں کے ساتھ مل کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہلاک کرنے کی سازش کی اور ان دونوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک میں زہر ڈالا جس کے نتیجے میں آپ کی موت واقع ہو گئی۔ یعنی ان منافقوں کے نزدیک ام المؤمنین سیّدہ عائشہ اور سیّدہ حفصہ اور ان کے والد ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قاتل ہیں۔ (اللہ تعالیٰ کی ان گنت لعنتیں ہوں ان لوگوں پر جو یہ جھوٹ باندھتے ہیں)

اگر معمولی سا غور کیا جائے تو اس رائے میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور حفصہ رضی اللہ عنہا پر الزام سے بہت بڑا الزام اللہ اور اس کے رسول پر لگایا گیا ہے، جس کی توجیہ یہ ہے کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کسی نے مکر وفریب کا ہتھکنڈا استعمال کیا اللہ تعالیٰ نے فوراً اپنے نبی کی طرف وحی کر کے آپ کو خبردار کر دیا۔ مثلاً جب یہودیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنا چاہا اور بکری کے گوشت پر زہر لگا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بولنے کی طاقت عطا کر دی اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبردار کر دیا کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے۔ [1]

جب یہودیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھاری پتھر گرا کر آپ کو شہید کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی اور آپ جلدی سے وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ [2]

تو کیا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر اور اپنے مرض الموت میں تنہا چھوڑ دیا اور جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دینا چاہتے تھے ان کو یہ موقع مہیا کیا کہ وہ اپنے ناپاک فعل کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیں، حالانکہ ان لمحات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی نصرت وحمایت اور اس کی رحمت کے سب سے زیادہ محتاج تھے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے متعلق رافضیوں کی یہ بہت بڑی بدگمانی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

---

[1] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲٦۱۷۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۱۹۰۔

[2] الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ٤، ص: ۲٤۸۔ السنن الکبریٰ، ج ۹، ص: ۲۰۰۔

﴿اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ﴾ (التوبة: ٤٠)

''اگر تم اس کی مدد نہ کرو تو بلاشبہ اللہ نے اس کی مدد کی۔''

پھر یہ بھی سوچنا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ ان حالات میں اپنی بیوی کے پاس ہی رہے۔ آپ ﷺ کو کبھی یہ اندازہ نہ ہوا کہ وہ آپ کے خلاف سازش کر رہی ہیں۔ پھر آپ ﷺ چاہتے رہے کہ آپ اپنی بیماری کے دن انہی کے گھر میں گزاریں۔ آپ اسی پاک و مطہر بیوی کی آغوش میں (سر رکھ کر) وفات پاتے ہیں۔ اس کے باوجود آپ ﷺ کو احساس تک نہ ہوا کہ وہ آپ سے دھوکا کر رہی ہیں؟ [1]

کوئی عقل منداس میں ذرّہ بھر شک نہیں کرے گا کہ مذکورہ رائے میں رسول اللہ ﷺ پر ایسا گھناؤنا الزام لگایا جا رہا ہے جو آپ ﷺ کے لیے بہت ہی برا ہے۔ خصوصاً جب الزام لگانے والے اپنے ''ائمہ معصومین'' کے بارے میں یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ وہ غیب کا علم جانتے تھے، ایسے فضول اور لغو الزامات کا جواب کئی ایک طریقوں سے بھی دیا گیا ہے۔ [2]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر شیعوں کے ایسے الزامات کہ وہ نبی ﷺ سے بغض رکھتے تھے، ردّ کرتے ہوئے لکھا:

''کمزور ترین عقل والے پر بھی یہ مخفی نہیں کہ جو شخص ایسے کٹھن سفر (سفرِ ہجرت) میں کسی کو ہمراہی بنائے اور وہ جن لوگوں کے ساتھ رہتا ہو وہی اس کے دشمن ہوں اور اسے قتل کرنے کی سازش میں ملوث ہوں اور شخص مذکور کے دوست اور مددگار اس کی مدد نہ کر سکتے ہوں تو یہ شخص کسی ایسے شخص کو کیسے اپنا ہم سفر بناتا ہے جو کسی اور کی بجائے اس سے اپنی دوستی جتاتا ہے اور یہ شخص اپنی پریشانی اس کے سامنے ظاہر کرتا ہو۔ حالانکہ وہ اندر سے اس کا دشمن ہو اور جس نے اسے ہمسفر بنایا ہو وہ یہ سمجھتا ہو کہ یہ اس کا دوست ہے۔ ایسا تو کوئی احمق ترین اور جاہل اعظم ہی کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس شخص کے چہرے کو مسخ کرے جو اس کے رسول کہ جو تمام لوگوں سے عقل، علم اور ذہانت و فطانت میں کامل ترین ہیں، کی طرف ایسی جہالت اور کم عقلی کی باتیں منسوب کرتا

---

[1] دلائل النبوة للبيهقى، ج ٣، ص: ١٨٠۔

[2] الصاعقة فى نسف اباطيل و افتراءات الشيعة على ام المومنين عائشة لعبد القادر محمد عطا صوفى، ص: ٥٧۔

ہے اور مجھے منگولوں کے بادشاہ ''خدا بندہ'' ❶ جس کے لیے اس رافضی نے ''امامت'' کے مسئلہ پر ایک کتاب لکھی۔ جب شیعوں نے اسے یہ بتایا کہ ابوبکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغض رکھتا تھا اور وہ اصل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن تھا۔ پھر وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ سفر ہجرت میں ابوبکر ہی اس کا ہمسفر تھا جو کہ خوف وخطرے کے لحاظ سے سب سے مشکل سفر تھا تو اس نے ایک نہایت گھٹیا جملہ کہا، لیکن رافضیوں کے ان خبیثانہ اقوال کا لازمی نتیجہ تھا جو وہ اسے سنا رہے تھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان الزامات سے بری قرار دیا۔ لیکن ان ظالموں اور مفتریوں نے اسے ایسے ایسے جھوٹ سنائے کہ اس کے نتیجے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ گھٹیا بات اس کے منہ سے نکلی۔ اس نے کفریہ کلمہ کہا: شاید وہ کم عقل تھا۔ نعوذ باللہ من ذلك . نقل کفر کفر بناشد

اس میں شک نہیں کہ جو رافضیوں کے جھوٹے افسانوں سے متاثر ہو کر یہ کہہ رہا ہے وہ (رسول) کم عقل ہے۔ جبکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے یار غار صدیق رضی اللہ عنہ کو ان الزامات سے بری قرار دیا لہٰذا رافضیوں کی باتوں سے واضح ہو گیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عیب جوئی ہے۔'' ❷

(بقول مصنف) میں کہتا ہوں:

اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی پر جھوٹے الزام سے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام آتا ہے تو پھر اس شخص کے بارے میں کیا کہا جائے گا جو کہتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی نے آپ سے دھوکا کیا۔ جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم محبت میں اسے دوسروں پر ترجیح دیتے ہوں اور ایام مرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس گزارنا پسند کریں اور آپ کی وفات کے بعد اس کے کمرے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا گیا ہو؟

---

❶ خربندا ابن ارغون بن ابغا۔ تاتاریوں کا بادشاہ تھا۔ یا اس کا نام خدابندا تھا۔ جب یہ بادشاہ بنا تو اسلام لے آیا اور اس کا نام محمد رکھا گیا اور کتاب وسنت کا متبع تھا اور اپنی سلطنت میں استعمال ہونے والے سکوں پر خلفائے اربعہ کے نام کندہ کروائے۔ یہاں تک کہ آوی نامی شیعہ اسے ملا وہ اس کے ساتھ ایسا چمٹا کہ اس تاتاری بادشاہ کو بھی شیعہ بنا ڈالا اور اس نے اپنے تمام نائبین کی طرف سب وشتم کرنے کا حکم لکھ دیا۔ ۷۱۷ ہجری میں فوت ہوا۔ (النجوم الزاهرة ليوسف بن تغرى بردى، ج ۹، ص: ۲۳۹۔)

❷ منهاج السنة النبوية لابن تيمية، ج ۸، ص: ٤٣٠۔

اس بہتان کے متعلق اہل تشیع کے نظریات

پہلا نظریہ...... احادیث وضع کرنا:

البرھان فی تفسیر القرآن لھاشم البحرانی ❶، ج ۱۴، ص: ۶۷-۶۸ اور بحار الانوار للمجلسی، ج ۲۲، ص: ۲۱۰۱ میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۭ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ وَ اِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَ اَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَ اَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ۭ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝﴾ (التحریم: ۱-۳) ......''اے نبی! تو کیوں حرام کرتا ہے جو اللہ نے تیرے لیے حلال کیا ہے؟ تو اپنی بیویوں کی خوشی چاہتا ہے، اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ بے شک اللہ نے تمھارے لیے تمہاری قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے اور اللہ تمہارا مالک ہے اور وہی سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی سے پوشیدہ طور پر کوئی بات کہی، پھر جب اس (بیوی) نے اس بات کی خبر دے دی اور اللہ نے اس (نبی) کو اس کی اطلاع کر دی تو اس (نبی) نے (اس بیوی کو) اس میں سے کچھ بات بتلائی اور کچھ سے اعراض کیا، پھر جب اس (نبی) نے اسے یہ (راز فاش کرنے کی) بات بتائی تو اس نے کہا تجھے یہ کس نے بتایا؟ کہا: مجھے اس نے بتایا جو سب کچھ جاننے والا، ہر چیز سے باخبر ہے۔'' کے ضمن میں علی بن ابراہیم قمی ❷ نے لکھا ہے:

''ان آیات کا سبب نزول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی بیوی کے گھر میں تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے ماریہ قبطیہ ❸ آپ کے ساتھ تھیں۔ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم حفصہ کے گھر میں تھے۔ حفصہ اپنے کام کے لیے گھر سے باہر گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

❶ ہاشم بن سلیمان بن اسماعیل البحرانی امامیہ فرقہ کا مشہور مفسر ہے۔ اس کی تصنیفات میں سے ''الدر النضید فی فضائل حسن الشہید'' اور ''البرھان فی تفسیر القرآن'' ہیں۔ ۱۱۰۷ ہجری میں فوت ہوا۔ (الاعلام للزرکلی، ج ۸، ص: ٦٦۔)

❷ علی بن ابراہیم ابوالحسن محمدی قمی متعصب شیعہ ہے۔ اس کی تفسیر لغویات وفتنوں سے لبریز ہے۔ ابوجعفر طوسی نے اسے فرقہ امامیہ کے مصنفین میں شمار کیا ہے۔ اس کی تصنیفات ''التفسیر'' اور ''الناسخ والمنسوخ'' ہیں۔ (لسان المیزان لابن حجر، ج ٤، ص: ١٩١۔ معجم الادباء لیاقوت الحموی، ج ٤، ص: ١٦٤١۔)

❸ ماریہ بنت شمعون قبطیہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ام ولد تھیں۔ اسکندریہ اور مصر کے بادشاہ مقوقس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تحفہ میں دی۔ ۱۶ ہجری میں فوت ہوئیں۔ (الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ٢، ص: ١١٩۔ الاصابۃ لابن حجر، ج ٨، ص: ١١٢۔)

ماریہ کے ساتھ ہم بستری کی۔ جب حفصہ کو معلوم ہوا تو وہ سخت طیش میں آ گئیں اور رسول اللہ ﷺ کی جانب یہ کہتے ہوئی بڑھیں: اے رسول اللہ! میری باری کے دن، میرے گھر میں اور میرے بستر پر یہ کام سرانجام دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی بات سن کر شرمندگی محسوس کی اور فرمایا: تو یہ رونا دھونا بند کر دے۔ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں اور آج کے بعد اس سے کبھی جماع نہیں کروں گا اور میں تم سے ایک راز کی بات کہتا ہوں اگر تو نے یہ افشا کیا تو تجھ پر اللہ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔ اس نے کہا: مجھے منظور ہے۔ وہ راز کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد ابوبکر خلیفہ ہوگا۔ پھر اس کے بعد تیرا باپ عمر خلیفہ ہوگا۔ اس نے کہا: آپ کو یہ کس نے بتایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ بات بتائی۔ جب عائشہ کا دن آیا تو حفصہ نے اسے یہ بات بتا دی اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے ابوبکر کو یہ بات بتا دی۔ ابوبکر عمر کے پاس آیا اور کہا بے شک عائشہ نے حفصہ سے یہ بات منسوب کی ہے، لیکن مجھے اس کی بات پر یقین نہیں، تو تو حفصہ سے پوچھ لے۔ عمر حفصہ کے پاس آیا اور اس سے پوچھا عائشہ تیری طرف سے کیا بات بتا رہی ہے؟ حفصہ نے اس سے انکار کیا اور کہہ دیا: میں نے تو اس سے کوئی بات نہیں کی۔ عمر اس سے کہنے لگا: اگر یہ سچ ہے تو تو ہمیں بتا دے تا کہ ہم آگے بڑھیں۔ تو یہ چاروں رسول اللہ ﷺ کو زہر پلانے کے لیے اکٹھے ہوئے تب جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس یہ سورت لے کر آیا۔"

مصنف مذکور لکھتا ہے:

"بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لیے مباح کر دیا ہے کہ اپنی قسم کا کفارہ دیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ وَ اِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ﴾ (التحریم: ۲-۳)

"اور اللہ تمہارا مالک ہے اور وہی سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔ اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی سے پوشیدہ طور پر کوئی بات کہی، پھر جب اس (بیوی) نے اس بات کی خبر دے دی۔"

مصنف مذکور لکھتا ہے:

"یعنی اس (بیوی) نے آپ ﷺ کو بتایا: ﴿وَ اَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے

اپنے نبی کو وہ سب کچھ بتا دیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی مذکورہ نے راز افشا کیا تھا اور جو کچھ انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿عَرَّفَ بَعْضَهٗ﴾ یعنی آپ نے اپنی اس بیوی کو پوری بات بتا دی اور فرمایا: جو راز میں نے تجھے دیا تھا تو نے وہ افشا کیوں کیا؟

دونوں مذکورہ کتابوں میں دوسرے مقام پر لکھا ہوا ہے:

''عبدالصمد بن بشیر نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے روایت کی کہ کیا تم جانتے ہو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے یا قتل کیے گئے؟ بے شک اللہ تعالیٰ کہتا ہے:

﴿اَفَاۡىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ﴾ (آل عمران: ۱۴۴)

''اگر وہ فوت ہو جائے، یا قتل کر دیا جائے تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے۔''

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرنے سے پہلے زہر دیا گیا بے شک ان دونوں (عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما مراد ہیں) نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر پلایا۔ لہٰذا ہم کہتے ہیں بے شک دونوں عورتیں اور ان دونوں کے باپ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے بدترین ہیں۔''[1]

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات کی خوشی مناتے ہوئے ایک احمق معاصر اپنے اسلاف سے نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے: ''میں کیا کہوں اور کیا کچھ شمار کروں اور کس کس کا تذکرہ کروں؟ کیا میں یہ بتاؤں کہ اس (عائشہ رضی اللہ عنہا) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر پلا کر قتل کر ڈالا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۝﴾ (الذاریات: ۵۳)

''کیا انھوں نے ایک دوسرے کو اس (بات) کی وصیت کی ہے؟ (نہیں) بلکہ یہ (خود ہی) سرکش لوگ ہیں۔''

دوسرا نظریہ...... صحیح احادیث کے معنی اپنی خواہشات کے مطابق بدل دینا:

قدیم و جدید شیعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عائشہ و حفصہ (رضی اللہ عنہما) کے ہاتھوں زہر پلانے کی روایت مسلسل بیان و تحریر کرتے ہیں اور پرزور طریقے سے کہتے ہیں کہ ان دونوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر پلایا۔ ذیل میں وہ روایت من و عن تحریر کی جاتی ہے جو امام بخاری و مسلم نے صحیحین میں روایت کی ہے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

---

[1] البرهان في تفسير القرآن لهاشم البحراني، ج ۳، ص: ۳۱۔ بحار الانوار للمجلسي، ج ۲۲، ص: ۲۱۳۔

''ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی مرض میں منہ کی ایک جانب سے دوا پلائی ❶ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اشارے سے ہمیں کہہ رہے تھے: تم مجھے منہ کی ایک جانب سے دوا نہ پلاؤ۔''

راوی کہتا ہے: ہم نے کہا: مریض دوا کو ناپسند کرتا ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا: کیا میں نے تمھیں منہ کی ایک جانب سے دوائی پلانے سے منع نہیں کیا تھا؟

راوی کہتا ہے: ہم نے کہا: مریض دوا سے نفرت کرتا ہے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے سامنے عباس کے علاوہ تم سب کو اس کے منہ کی ایک جانب سے دوا پلائی جائے، کیونکہ عباس تمہارے ساتھ شامل نہیں ہوئے تھے۔'' ❷

سیّدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''ابتدا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں بیمار ہوئے اور آپ کا مرض اتنا شدید ہو گیا کہ آپ پر غشی طاری ہو گئی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں نے آپ کے منہ کی ایک جانب سے دوا پلانے کے بارے میں مشورہ کیا۔ چنانچہ سب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طریقے سے دوا پلا دی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو افاقہ ہوا تو فرمایا: یہ کیا طریقہ ہے؟ ہم نے کہا: یہ ان عورتوں کا فعل ہے جو وہاں (سرزمین حبشہ) سے آئی ہیں۔ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بھی ہجرت حبشہ میں شامل تھیں۔ اے رسول اللہ! وہ کہنے لگیں: ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اندیشہ تھا کہ آپ کو درد قولنج ❸ پڑ گیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مجھے اس میں مبتلا نہ کرے گا۔ ❹

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس گھر میں موجود سب لوگوں کو اسی طرح دوا پلائی جائے، سوائے

---

❶ اللدود: جب مریض کو منہ کی ایک جانب (دائیں یا بائیں) سے دوا پلائی جائے اور زبان اور باچھ کے درمیان دوا ڈالی جائے۔ قدیم عربوں میں یہ بات مشہور تھی کہ جسم خصوصاً پیٹ اور سینہ میں جس طرف درد ہو منہ کی اسی طرف سے دوا پلانے سے افاقہ ہوتا ہے۔ (تهذيب اللغة للازهري، ج ١٤، ص: ٤٩۔ الفائق في غريب الحديث للزمخشري، ج ٣، ص: ٨٥۔ لسان العرب لابن منظور، ج ٣، ص: ٣٩٠۔)

❷ صحيح بخاری، حديث نمبر: ٦٨٩٧۔ صحيح مسلم، حديث نمبر: ٢٢١٣۔

❸ ذَاتَ الْجَنْبِ: پہلو میں ہونے والا درد۔ (النهاية في غريب الحديث و الاثر لابن الاثير، ج ١، ص: ٣٠٣۔ لسان العرب لابن منظور، ج ١، ص: ٢٨١۔)

❹ لِيَقْرِفَنِي: یعنی اللہ تعالیٰ مجھے اس میں مبتلا کرنے کا قصد نہیں کرے گا۔ محدث سندھی کی یہ رائے ہے۔ (تحقيق مسند احمد: ٤٥/ ٤٦٢۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس کے۔''

بقول راوی: ''اس دن میمونہ رضی اللہ عنہا اگرچہ روزہ سے تھیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی وجہ سے اسے بھی منہ کی ایک جانب سے دوا پلائی گئی۔'' ❶

مذکورہ دونوں نظریوں کی بنیاد پر استوار مذکورہ بہتان کا متعدد طریقوں اور دلائل سے ردّ کیا جائے گا۔ ❷

دلیل نمبر ۱: ......زہر والا قصہ تاریخی کذب بیانی کی ایک بھونڈی مثال ہے اور یہ ایسا عجیب و غریب افسانہ ہے جو کتب شیعہ میں قدیم سے جدید دَور میں ایک تسلسل اور تواتر کے ساتھ موجود ہے۔

چنانچہ شیعہ جب اپنی لغویات اور حفوات کی تائید وتوثیق کرنا چاہتے ہیں تو اپنے دعویٰ کو کچھ قرآنی آیات سے مزین کرتے ہیں اور پھر ان آیات کی تفسیر میں اپنے من گھڑت قصے اور خود ساختہ افسانے احادیث کے طور پر لاتے ہیں، جو ان کے نزدیک ان کے بہتانات کی تائید وتوثیق کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ نوآموز شیعہ یہ اعتقاد بنا لیتے ہیں کہ اس بہتان کی تاکید وتائید میں مذکورہ آیات قرآنیہ نازل ہوئی ہیں اور یہی مقصد اس بہتان سے حاصل کرنا چاہتے ہیں جو انھوں نے انبیاء مرسلین کے بعد روئے زمین پر سب سے بہترین افراد سیّدنا ابوبکر، سیّدنا عمر اور ان دونوں کی بیٹیوں پر لگایا ہے۔ ❸

انھوں نے یہ من گھڑت کہانی جو سورۂ تحریم کی تفسیر کے ضمن میں تحریر کی ہے کتب شیعہ کے علاوہ ہمیں کسی اور کتاب میں نہیں ملی۔

جبکہ صحیح ترین احادیث کی رُو سے حقیقت یہی ہے کہ سورت تحریم کا سبب نزول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اوپر شہد حرام کر لینا تھا۔ جیسا کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم کی روایت میں ہے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے

---

❶ مسند احمد، ج ٤٥، ص ٤٦٠، حدیث نمبر: ٢٧٤٦٩۔ مصنف عبدالرزاق، ج ٥، ص ٤٢٨، حدیث نمبر: ٩٧٥٤۔ مسند ابن راهويه، ج ٥، ص ٤٢، حدیث نمبر: ٢١٤٥۔ شرح مشکل الآثار للطحاوی، ج ٥، ص ١٩٥، حدیث نمبر: ١٩٣٥۔ صحیح ابن حبان، ج ١٤، ص ٥٥٢، حدیث نمبر: ٦٥٨٧۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ج ٢٤، ص ١٤٠، حدیث نمبر: ٣٧٢۔ مستدرك حاکم، ج ٤، ص ٢٢٥، حدیث نمبر: ٧٤٤٦۔ حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شیخان کی شرط پر یہ حدیث صحیح ہے لیکن ان دونوں نے اسے روایت نہیں کیا۔ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے فتح الباری، ج ٨، ص: ١٤٨، پر صحیح کہا اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے السلسلة الصحیحة، حدیث نمبر: ٣٣٣٩ پر صحیح کہا۔

❷ اس بہتان کے ردّ کے لیے مطالعہ کریں: الصاعقة فی نسف اباطیل و افتراء ات الشیعة لعبد القادر عطا صوفی، ص: ٥١-٧٠ اور شیخ عبدالرحمن طوخی کا مقالہ بعنوان رد الشبه و الافتراء ات عن السیدة عائشة۔

❸ الصاعقة فی نسف اباطیل و افتراء ات الشیعة، ص: ٥١ معمولی ردّ وبدل کے ساتھ نقل کیا گیا۔

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیّدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس شہد پیتے تھے اور آپ ان کے پاس ٹھہر جاتے تھے، پھر میں نے اور حفصہ رضی اللہ عنہا نے اتفاق کر لیا۔ [1] آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے جس کے پاس بھی آئیں اسے یہ کہنا ہوگا: کیا آپ نے مغافیر (بدبودار گوند) کھائی ہے! مجھے آپ سے مغافیر کی بو آ رہی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں میں سے کسی ایک کے پاس گئے تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے ہی کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے! میں نے زینب بنت جحش کے ہاں شہد پیا ہے۔ آئندہ میں ہرگز نہیں پیوں گا اور میں نے قسم کھا لی تو اس کے بارے میں کسی کو نہ بتا۔'' [2]

اس حدیث کو پڑھ کر رافضیوں کا جھوٹ اور بہتان واضح ہو جاتا ہے اور ان کی ان من گھڑت اور خود ساختہ روایات کا پول کھل جاتا ہے جو انھوں نے اپنے برے مقاصد کے لیے گھڑی ہیں اور جو ان کے فاسد مذہب کی تائید کرتی ہیں۔

دلیل نمبر ۲: ...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کی ایک جانب سے دوا ڈالنے کا جو واقعہ سیّدہ عائشہ اور سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہما نے روایت کیا، اس سے رافضیوں نے وہی سمجھا جو ان کے بہتان کے موافق تھا۔ آیئے! ان کی کوتاہ عقلی کو عقل سلیم کے پیمانے پر پرکھتے ہیں۔

۱۔ اللدود: مریض کے منہ کی ایک جانب سے دوا ڈالنے کو کہتے ہیں۔ [3] تو شیعوں کو دوا کے اجزاء کے متعلق کیسے پتا چلا جو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پلائی تھی؟

۲۔ اس واقعہ کو روایت کرنے والی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود ہیں۔ تو کیا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے بعد لوگوں کو بتلا رہی ہیں کہ انھوں نے اپنے خاوند، اپنے محبوب اور اللہ کے محبوب نبی کے ساتھ کیا کیا؟

۳۔ جو زہر یہودیوں نے بکری کے گوشت میں ملا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیا تھا اس کے متعلق تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس بھنی ہوئی بکری کی زبانی بتلا دیا کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے۔ تو پھر جو زہر عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پلایا اس کے متعلق (روافض کے بقول) اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں نہ بتلایا؟

---

[1] فَوَاطَیْتُ: میں نے اتفاق کیا۔ (شرح مسلم للنووی، ج ۱۰، ص: ۷٤۔)

[2] صحیح بخاری، حدیث: ٤٩١٢-٥٢٦٧۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ١٤٧٤۔

[3] تهذیب اللغة للازهری، ج ١٤، ص: ٤٩۔ الفائق فی غریب الحدیث للزمخشری، ج ٣، ص: ٨٥۔ لسان العرب لابن منظور، ج ٣، ص: ٣٩٠۔

۴۔ نبی کریم ﷺ کو جو دوا پلائی گئی وہ بلاوجہ نہیں پلائی گئی بلکہ اس درد کو رفع کرنے کے لیے پلائی گئی جس میں آپ مبتلا تھے۔

۵۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے گھر میں موجود آپ ﷺ کی سب بیویوں سے مشورہ کرنے کے بعد آپ ﷺ کو دوا پلائی تھی۔

۶۔ ہمیں کسی کے متعلق علم نہیں جو لوگوں کے سامنے بلاخوف دخطر جرم کا ارتکاب کر لے صرف نبی ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے ہی نہیں بلکہ سب گھر والوں کے سامنے کہ وہ آپ ﷺ کو زہر پلا رہی تھیں؟

۷۔ ہمیں احادیث صحیحہ سے معلوم ہو گیا ہے کہ جو دوا نبی ﷺ کو پلائی گئی تھی وہ اس وقت گھر میں موجود سب لوگوں کو نبی ﷺ کے حکم کے بعد پلائی گئی، صرف عباس رضی اللہ عنہ کو دوائی نہ پلائی گئی۔ تو زہر کا اثر صرف نبی کریم ﷺ کے جسم پر کیوں ہوا؟ گھر کے دیگر افراد کے جسموں پر اس زہر کا کوئی اثر کیوں نہ ہوا؟

۸۔ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سالہا سال تک یہ کام کیوں نہ کر سکیں، انھیں کس نے روکا تھا؟ حتیٰ کہ آپ ﷺ کا مرض جب شدت اختیار کر گیا تب آپ ﷺ کو شیعوں کے بقول زہر کیوں پلائی؟

۹۔ ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس اعلانیہ قتل پر کس نے مجبور کیا؟ جو سراسر بہتان و کذب بیانی ہے اور انھیں یہ مشکل ترین طریقہ اور آخری لمحات کیوں منتخب کرنے پڑے۔ باوجود اس کے وہ ہر وقت گھر میں رہتی تھیں، کیا ان کے لیے ممکن نہ تھا کہ سوتے میں وہ آپ ﷺ کا (نعوذ باللہ) گلا گھونٹ دیتیں۔ یا کوئی بھاری پتھر آپ پر گرا دیتیں۔ نہ تو قاتل کو کوئی دیکھتا اور نہ مقتول کا کوئی عینی شاہد ہوتا اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کسی یہودی کو اس فعل بد کے لیے منتخب کرتیں۔ جو ایسی گھناؤنی سازشوں میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور وہ بہت باریک اور گہرے مکر و دغا کے ماہر تھے۔ خصوصاً جب ان کی تاریخ اور ان کے حالات اس بات کے شاہد تھے اور نبی کریم ﷺ سے ان کی دشمنی بھی واضح تھی۔

۱۰۔ ہمیں اس بات سے بالکل انکار نہیں کہ نبی ﷺ نے زہر سے ہی وفات پائی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ کون سا زہر تھا؟ جی ہاں! یہ وہی زہر تھا جو یہودی عورت نے نبی ﷺ کو کھلانے کے لیے بکری کے گوشت میں ملایا تھا اور جب اللہ تعالیٰ نے بکری کی زبانی آپ ﷺ کو زہر کے بارے میں بتایا تو آپ نے منہ میں ڈالا گیا لقمہ باہر پھینک دیا اور نبی ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں یہ

بتایا کہ آپ اپنے بدن پر اس زہر کا اثر محسوس کر رہے ہیں۔ اسی لیے ہمارے اسلاف میں سے کسی نے کیا خوب کہا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نبوت اور شہادت اکٹھی کر دیں۔

۱۱۔ تو کیا سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ کو اس دوا کے اجزاء کے متعلق علم تھا یا انھیں معلوم نہیں تھا۔ اگر اہل تشیع ثابت کر دیں کہ عباس رضی اللہ عنہ کو اس کا علم تھا تو بلاشبہ تم ایک بہت بڑا بہتان تراشتے ہو۔ کیونکہ عقل سلیم اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتی کہ عباس رضی اللہ عنہ اس چیز کا علم ہونے کے باوجود خاموش رہے اور وہ اٹھتے بیٹھتے چپ رہے۔ نہ انھیں غصہ آیا نہ انھوں نے قاتلوں سے قصاص لینے کا کبھی تذکرہ کیا۔ اگر یہ کام غیر شرعی تھا تو وہ اپنے بھتیجے کی حمایت میں کیوں نہ اٹھے جو نسبی خون کا طبعی تقاضا ہے۔ یا اہل تشیع عباس رضی اللہ عنہ سے ان کی اصلی عربی غیرت چھیننا چاہتے ہیں جیسا کہ خوئی ❶ نے لکھا۔

وہ کہتا ہے: ''کشی نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے تعارف میں اپنی سند کے ذریعے ابوجعفر (علیہ السلام) کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ (الاسراء: ۷۲)

''اور جو اس (دنیا) میں اندھا رہا تو وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور راستے سے بہت زیادہ بھٹکا ہوا ہوگا۔''

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی اسی کے بارے میں نازل ہوا:

﴿وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ۭ هُوَ رَبُّكُمْ ۣ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ (هود: ۳٤)

''اور میری نصیحت تمھیں نفع نہ دے گی اگر میں چاہوں کہ تمھیں نصیحت کروں، اگر اللہ یہ ارادہ رکھتا ہو کہ تمھیں گمراہ کرے، وہی تمھارا رب ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔''

اگر اہل روافض کہیں کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے زہر پلانے کے منصوبے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم لاعلم تھے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر اس بارے میں کوئی وحی نازل کی تو یہ ایسی بات ہے جسے کوئی عقل سلیم کا مالک انسان قبول نہیں کر سکتا۔

---

❶ ابوالقاسم بن علی اکبر بن ہاشم تاج الدین موسوی خوئی۔ ۱۳۱۷ ہجری میں پیدا ہوا ایرانی امامی شیعوں کا مرجع شمار ہوتا ہے۔ نجف کے مرکز علمی کا رئیس تھا۔ "المعجم فی تفصیل طبقات الرواۃ" اور "المسائل المنتخبة فی بیان احکام الفقه" اس کی تصنیفات ہیں۔ ۱۴۱۲ ہجری میں فوت ہوا۔ (سرکاری ویب سائٹ WWW.ALKhoei-net مؤسسة الخوئی الاسلامیة۔)

چنانچہ تم کہتے ہو کہ جس چیز کا علم عباس رضی اللہ عنہ کو نہ تھا حالانکہ وہ اس وقت گھر میں موجود تھے اور جس کے متعلق وحی بھی نازل نہیں ہوئی اور تمھیں اس کی پوری پوری خبر ہوگئی۔ تو یہ بہت بڑا اور گھناؤنا بہتان ہے جو انسان کو عقل و ایمان سے ایک ساتھ بیگانہ کرتا ہے۔

۱۲۔ روایت کے الفاظ سے واضح ہوتا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس طریقہ سے دوا پلانے سے روکا تو آپ کی بیویاں اسے شرعی نہی کے طور پر نہ سمجھیں بلکہ ان کے مطابق مریض کو جیسے دوا سے نفرت ہوتی ہے ایسے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوا سے نفرت کی وجہ سے یہ کہہ رہے تھے۔ ان کی اس سمجھ کا کوئی منکر نہیں، باوجودیکہ ان کے پاس اس طریقے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دوا پلانے کا کوئی عذر نہیں ہے جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں منع بھی کیا۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واجب ہے۔ تاہم ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی تشخیص میں غلطی ہوئی اس لیے انھوں نے آپ کو ایسی دوا پلا دی جو آپ کے مرض کے موافق نہ تھی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طریقہ علاج سے انکار کیا کیونکہ وہ آپ کے مرض کے موافق نہیں تھا۔ جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے یہ سمجھا کہ آپ کو درد قولنج ہے۔ اس لیے انھوں نے آپ کو وہی دوا پلائی جو اس مرض کے موافق تھی۔ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مرض میں مبتلا نہ تھے، جیسا کہ خبر کے سیاق سے یہ بات بخوبی سمجھ میں آتی ہے۔'' [1]

انسان کو جس چیز پر تعجب ہوتا ہے وہ رافضیوں کی یہ حرکت ہے کہ انھوں نے فتح خیبر کے موقع پر یہودیوں کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر کھلانے والے واقعہ کو بالکل نہیں چھیڑا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کے مرض الموت میں اس زہر کے جو اثرات اور درد انگیز اذیتیں ظاہر ہوئیں حتیٰ کہ آپ نے ہم سب کی ماں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا: اے عائشہ! میں نے جو کھانا خیبر میں کھایا تھا اس کا درد ابھی تک محسوس کر رہا ہوں۔ پس ان لمحات میں اس زہر کے اثرات سے میں اپنے حلق کی رگوں کو کٹتا ہوا محسوس کر رہا ہوں۔ [2]

پھر رافضی یہ افتراء ام المومنین پر باندھتے ہیں گویا انھوں نے دو اقسام کی شرارتوں کو اپنی جھولی میں ڈال لیا۔ اللہ کے اعلانیہ دشمنوں سے دوستی کا اظہار اور ان کے جرم سے انھیں بے گناہ قرار دینا اور اللہ تعالیٰ

---

[1] فتح الباری لابن حجر، ج ۸، ص: ۱۴۷۔

[2] اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

کے خصوصی دوستوں میں طعن کرنا اور انھیں ایسے افعال میں مطعون کرنا جن سے اللہ تعالیٰ نے انھیں بری کر دیا ہو۔

آخر میں ہم کہتے ہیں: ''رافضیوں کا بہتان لگانا معمول کا کام ہے کیونکہ ان کے شبہات وشکوک ان کے دعووں سے زیادہ ہوتے ہیں جو ان کے جھوٹ اور دھوکا بازی کی واضح دلیل ہیں۔

۲۔ دوسرا بہتان اور اس کا ردّ:

شیعہ کہتے ہیں: ''بے شک عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولتی تھیں۔''

روافض کہتے ہیں کہ ''ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی احادیث قابل قبول نہیں۔ کیونکہ اس کی روایت فاسد ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولتی تھی۔''

صدوق نے اپنی سند کے ذریعے جعفر بن محمد سے روایت کی ہے کہ تین شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولتے تھے۔ ابوہریرہ، انس بن مالک اور ایک عورت (رضی اللہ عنہم)۔ [1]

مذکورہ بالا خبر میں روافض نے جس ''عورت'' کا تذکرہ کیا ہے اور ان کا یہ دعویٰ کہ یہ عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولا کرتی تھی۔ اس سے ان کی مراد ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ اس کی تائید ان کی امہات الکتب سے ہوتی ہے۔

مثلاً ''بحار الانوار'' میں مذکورہ زہر والی جھوٹی خبر کے آخر میں لکھا ہوا ہے۔ (اس سے مراد عائشہ) ہے۔ [2]

اسی طرح مجلسی نے ایک اور مقام پر لکھا ہے: ''((و امراة)) ...... وہ عائشہ ہے۔'' [3]

مصنف ''بحار الانوار'' نے خود ہی ''عائشہ'' کا لفظ بریکٹ میں لکھا ہے۔

تستری [4] نے صحیحین میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک روایت نقل کی اور اس پر یوں تعلیق

---

[1] الخصال للصدوق، ص: ۱۹۰۔ نیز مندرجہ کتب الرافضہ کا مطالعہ بھی کریں۔ الایضاح للفضل بن شاذان ازدی، ص: ٥٤١۔ بحار الانوار للمجلسی، ج ۲، ص: ۲۱۷۔

[2] بحار الانوار للمجلسی، ج ۲، ص: ۲۱۷۔ [3] المصدر السابق، ج ۳۱، ص: ۱۰۸۔

[4] عبداللہ بن ضیاء الدین بن محمد شاہ تستری۔ ۹۵۶ ہجری میں پیدا ہوا۔ فرقہ امامیہ اثناعشریہ کے علماء میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ ہندوستان گیا تو اکبر بادشاہ نے اسے لاہور کا چیف جسٹس بنایا اور شرط یہ لگائی کہ وہ اپنے فیصلے میں مذاہب اربعہ سے باہر نہ نکلے گا۔ جب تک وہ اس شرط کی پابندی کرتا رہا اپنے عہدے پر برقرار رہا اور جب شرط توڑ دی تو کوڑوں سے اسے ۱۰۱۹ ہجری میں قتل کر دیا گیا۔ اس کی تصنیف ''احقاق الحق'' ہے۔ (الاعلام للزرکلی، ج ۸، ص: ۵۲۔)

چڑھائی: میں کہتا ہوں کہ عائشہ کی روایت اپنے باپ کی خلافت والی روایت کی طرح فاسد ہے۔ ❶

مجلسی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی کسی روایت پر کلام کرتے ہوئے کہتا ہے:

"اس عورت کے غیر معصوم ہونے پر اتفاق ہے اور اس کی توثیق ہمارے اور مخالفین کے درمیان اختلافی مسئلہ ہے، ہم ضرور اس کی مذمت اور اپنی روایات میں اس پر طعن و تشنیع کریں گے اور مزید یہ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کس قدر جھوٹ بولتی تھی۔ ہماری ذکر کردہ روایات صاحب بصارت و بصیرت کے لیے کافی ہوں گی۔" ❷

شیعہ مصنف کی کتاب "وسائل الشیعة الی تحصیل مسائل الشریعة" کے مقدمہ میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں مصنف لکھتا ہے کہ اس کا ایک کبیرہ گناہ یہ ہے کہ اس نے صراحت کے ساتھ احادیث وضع کیں۔

زہری نے بواسطہ عروہ بن زبیر روایت کی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے بتایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی۔ اس وقت سیّدنا عباس اور علی رضی اللہ عنہما آ رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! بے شک یہ دونوں میری ملت یا میرے دین کے علاوہ پر مریں گے۔

عبدالرزاق ❸ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی کہ زہری کے پاس بواسطہ عروہ علی (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے مروی دو روایات تھیں اور اس کے قول کے مطابق دوسری میں عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے اسے بتایا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی تو اسی لمحے عباس اور علی (رضی اللہ عنہما) آ رہے تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے عائشہ! اگر تم "جہنمی مرد دیکھنا چاہتی ہو تو ان دو آنے والوں کو دیکھ لو۔ میں نے جونہی دیکھا تو وہ عباس اور علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہما) تھے۔"

مصنف کہتا ہے: "یہ قرآن کے معارض ہے کیونکہ قرآن نے اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تطہیر کا اعلان کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد علی (رضی اللہ عنہ) ان سب میں سے پہلا شخص ہے۔" ❹

---

❶ احقاق الحق، ص: ۳٦٠۔ ❷ بحار الانوار للمجلسی، ج ۲۸، ص: ٦٠۔

❸ عبدالرزاق بن ہمام بن نافع، ابوبکر صنعانی اپنے وقت میں یمن کا بہت بڑا حافظ حدیث شمار ہوتا تھا اور بڑا عالم تھا۔ ۱۲٦ ہجری میں پیدا ہوا۔ ثقہ اور مشہور مصنف تھا۔ تاہم وہ اپنی آخری عمر میں نابینا ہو گیا اور اس کا حافظہ بھی کمزور ہو گیا۔ شیعیت کی طرف میلان رکھتا تھا۔ اس کی تصنیفات "المصنّف" اور "التفسیر" ہیں۔ ۲۱۱ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۹، ص: ٥٦٤۔ تهذیب التهذیب لابن حجر، ج ۳، ص: ٤٤٤۔)

❹ وسائل الشیعة الی تحصیل مسائل الشریعة للمعاملی المقدمة، ج ۱، ص: ۳٥۔

روافض کہتے ہیں: ''عبدالرزاق نے معمر [1] سے روایت کی ہے کہ زہری کے پاس بواسطہ عروہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی دو حدیثیں موجود تھیں جو علی علیہ السلام کے بارے میں تھیں۔ تو ایک دن میں نے ان دونوں کے متعلق ان سے استفسار کیا، تو وہ کہنے لگا، تجھے ان دونوں راویوں اور ان دونوں کی حدیثوں سے کیا غرض ہے؟ اللہ تعالیٰ خود ان دونوں اور ان کی روایتوں کے بارے میں خوب جانتا ہے۔ البتہ میرے نزدیک وہ دونوں بنو ہاشم کے متعلق مرویات میں ''متہم فیہ'' ہیں۔

ہمارے معاصرین میں سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذمت کرتے ہوئے ایک ملحد و زندیق کہتا ہے: ''کیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس کی ہزاروں جھوٹی روایات کا تذکرہ کروں کہ جن کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہرت کو بند لگ گیا اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس شخصیت پر طعن و تشنیع کا دروازہ کھل گیا۔'' [2]

اس بہتان کا جواب متعدد طریقوں سے دیا جائے گا:

ا۔ یہ اور اس جیسی تمام روایات من گھڑت اور باطل افسانے ہیں جن کے ذریعے سے ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان تراشی کی جاتی ہے۔ لہٰذا یہ روایت کلی طور پر مردود ہے، اسے حجت نہیں بنایا جا سکتا، اہل سنت کے نزدیک ہی نہیں بلکہ شیعہ بھی اس روایت کو نہیں مانتے۔

جہاں تک اہل سنت کا تعلق ہے تو وہ رافضیوں کی اسناد اور ان کی روایات پر اعتماد نہیں کرتے، کیونکہ رافضیوں کی اکثر اسانید خود ساختہ، من گھڑت اور جھوٹ پر مبنی ہوتی ہیں اور اگر وہ حسن اتفاق سے وضع جیسے گھناؤنے عیب سے محفوظ بھی ہوں تو ان کے راوی عموماً کذاب، متروک اور مجہول ہوتے ہیں اہل سنت کا یہ ماحصل شیعوں کی روایات کی اسناد کے متعلق اور روایات شیعہ کے متون عموماً مسلمانوں کے اجماعی تواتر کے مخالف و معارض ہوتے ہیں، سوائے جس کی مخالفت بے وزن و غیر معتبر ہو۔ جیسے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے روایت کی توثیق کی جائے، کیونکہ وہ صرف صحابیہ ہی نہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مبارکہ اور تمام اہل ایمان کی ماں بھی ہیں۔

---

[1] معمر بن راشد ابو عروہ بصری ۹۶ ہجری میں پیدا ہوا۔ طلب علوم حدیث کے لیے سب سے پہلے انھوں نے یمن کا سفر کیا۔ اپنے وقت کے امام، حافظ، شیخ الاسلام، ثقہ اور ثبت تھے۔ سچ اور خلوص کے ساتھ علم سے لبالب بھرا مشکیزہ تھے۔ جلالت، ورع اور عمدہ تصنیف میں وہ بے مثال تھے۔ ان کی مشہور تصنیف ''الجامع'' ہے۔ ۱۵۴ ہجری میں فوت ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء للذھبی، ج ۷، ص: ۵۔ تھذیب التھذیب لابن حجر، ج ۵، ص: ۵۰۰۔)

[2] یوٹیوب سے ایک سائیٹ پر عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے جہنم میں جانے کے جشن کا ایک ویڈیو کلپ۔ نیز دیکھیں: الصاعقۃ فی نسف اباطیل و افتراءات الشیعۃ لعبد القادر عطا صوفی، ص: ۹۹-۱۰۱۔ نیز دوسرے رافضیوں سے بھی یہ شبہ منقول ہے۔

اسی لیے صرف اہل سنت کے نزدیک ہی نہیں بلکہ تمام اہل اسلام کے نزدیک کسی دوسرے آدمی کی تصدیق وتوثیق کی محتاج نہیں چونکہ خود اللہ تعالیٰ نے ان کو تزکیہ دے دیا ہے نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی توثیق کر دی ہے اور اس حقیقت دینی کا علم ہونا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

جہاں تک شیعہ کے معیار کے مطابق اس حدیث کا حکم ہے تو یہ ان کے معیار کے مطابق بھی ضعیف و مردود ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں جعفر بن محمد بن عمارہ کندی نامی ایک راوی ہے جو شیعوں کے نزدیک بھی مجہول ہے۔

تو اس جعفر کے بارے میں شیعوں کے جرح وتعدیل کے علماء کہلوانے والے بھی اس پر سکوت کرتے ہیں، نہ کسی نے اس پر جرح کی اور نہ اس کی کوئی تعدیل وتوثیق کرتا ہے۔ اسی لیے ہماری صراحت کے مطابق یہ راوی مجہول ہے۔ نیز اس کے بارے میں شیعی عالم علی نمازی شاہرودی نے کہا۔ (علماء جرح و تعدیل نے اس کا تذکرہ نہیں کیا)۔ [1]

۲۔ اس روایت میں ''المرأۃ'' عورت کا نام نہیں لیا گیا، اس لیے یہ بہتان دو پہلوؤں سے مردود ہے۔

الف: روایت میں عائشہ کا نام صراحتاً نہیں، بلکہ ''امرأۃ'' کا بھی نکرہ کے طور پر ذکر ہے۔ تو جیسا کہ ہم نے پوری روایت پہلے تحریر کی ہے، اس طرح ہے: ''تین اشخاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولتے تھے۔ ابو ہریرہ، انس بن مالک اور ایک عورت۔'' ہم دیکھتے ہیں کہ راوی نے عورت کو مبہم ذکر کیا اور صراحت کے ساتھ اس کا نام نہیں لیا۔

ب: جب عورت سے مراد عائشہ تھی تو پھر اس کے نام کی صراحت کیوں نہ کی گئی، کیونکہ کوئی شیعہ ہمیں کہہ سکے کہ مبہم عورت سے مراد عائشہ ہے۔ چنانچہ مجلسی نے ''بحار الانوار'' وغیرہ میں یہی لکھا ہے۔

ہم اسے کہتے ہیں: اگر عورت سے مراد عائشہ ہی تھی تو راوی نے صراحت کے ساتھ اس کا نام کیوں نہ لیا۔ تو وہ اس کا جواب نہیں دیتے۔ تب ہم اسے کہتے ہیں، بہتان تراش کو اپنے جھوٹے بہتان پر شک ہونے کی یہی سب سے بڑی دلیل ہے کہ وہ اسے بیان کرنے سے عاجز و لاچار ہو گیا۔ چنانچہ جمہور مسلمانوں کے نزدیک وہ ضعیف ہے۔ اگر اسے یقین ہوتا کہ یہ بات حق ہے تو وہ صراحتاً سب کے نام لیتا۔ اگر رافضی کہیں:

---

[1] مستدرکات علم رجال الحدیث لعلی شاهرودی، ص: ۲۹۰۔

راوی نے تقیہ کرتے ہوئے عائشہ کا نام نہیں لیا۔ جس طرح کہ فضل بن شاذان ازدی [1] نے کہا:

''میں کہتا ہوں کہ عورت سے مراد ظاہر ہے لیکن راوی نے بطور تقیہ اس کا نام نہیں لیا۔'' [2]

ہم اسے جواب دیتے ہیں: تو نے اچھی بات کہی لیکن ہم یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ اس نے عائشہ کا نام لینے سے تقیہ کیوں کیا اور ابوہریرہ اور انس بن مالک کے ناموں میں اس نے تقیہ کیوں نہ کیا؟ ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔ اگر اس کے بعد رافضی معترض خاموش ہو جائے تو ہمیں یقین ہو گا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اللہ قادر و قہار نے بری کر دیا اور اگر وہ رافضی کہے کہ میرے پاس اس کا جواب ہے۔ اس نے ابوہریرہ اور انس بن مالک کے نام صراحتاً لیے لیکن عائشہ کا نام اس لیے مخفی رکھا کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین بیوی ہے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہے۔ تو ہم اسے کہیں گے: اللہ سب سے بڑا ہے۔ یہی ہمارا مقصد ہے۔ تمہارے جھوٹ اور اس مظلومہ صدیقہ کی براءت کی یہ سب سے بڑی دلیل ہے اور جو روایت تم عبدالرزاق کی طرف منسوب کر کے نقل کرتے ہو وہ مصنف عبدالرزاق میں تو ہے نہیں اور نہ ہی اہل سنت کے نزدیک کسی معتبر حدیث کی کتاب میں یہ روایت موجود ہے۔

چونکہ یہ قصہ بھی نرا بہتان، جھوٹا فسانہ اور اس قدر منکر ہے کہ اس کی اصلیت پر بحث کرنا بھی ہم فضول سمجھتے ہیں، کیونکہ یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ ام المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس شخص کے متعلق ایسی روایت کر سکتی ہیں جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے اور اس کے لیے اللہ کا محبوب ہونے کی گواہی دی ہو۔

ابوبکر خلال نے محمد بن علی سے روایت کی کہ اس نے کہا: ہمیں اثرم نے یہ حدیث سنائی، اس نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ سے یہ حدیث سنی اور اسے عقیل کی حدیث جو اس نے زہری سے اور اس نے بواسطہ عروہ اور اس نے بواسطہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیّدنا علی اور سیّدنا عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی اور بواسطہ عقیل زہری سے روایت سنائی کہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں خالد رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو ابوعبداللہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا، یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں اور ان روایات سے لاعلمی کا اظہار کرتے

---

[1] فضل بن شاذان بن خلیل ابومحمد ازدی نیشاپوری علم کلام کا ماہر تھا اور امامیہ شیعہ کا فقیہ شمار ہوتا تھا۔ اس نے تقریباً ۱۸۰ کتابیں تصنیف کیں۔ ان میں سے "الرد علی ابن کرام" اور "الایمان" ہیں۔ ۲۶۰ ہجری میں فوت ہوا۔ (الاعلام للزرکلی، ج ۵، ص: ۱۴۹۔ معجم المؤلفین لعمر رضا کحالۃ، ج ۸، ص: ۶۹۔)

[2] الایضاح للفضل بن شاذان ازدی، ص: ۵۴۱۔

ہوئے کہا مجھے یہ پسند نہیں کہ ایسی احادیث لکھی جائیں۔ ❶

چونکہ امام احمد نے ان احادیث کو پہچاننے سے انکار کر دیا تو بلاشبہ یہ روایت مکذوب و موضوع ہے۔ دشمنان دین نے عقیل کی طرف ان کی نسبت کی ہے اور یہ عقیل بن خالد ایلی ہے۔ جبکہ یہ روایت (مصنف عبدالرزاق) میں نہیں ہے۔ گویا جس نے یہ جھوٹ نقل کیا اس سے بھول ہوگئی اور عقیل کے بدلے عبدالرزاق لکھ دیا۔

اگر یہ ثابت ہو جائے کہ کسی دوسرے عبدالرزاق نے یہ روایت کی ہے تو اس کا جواب امام ذہبی اور ابن حجر رحمہما اللہ کی تحریروں میں مل سکتا ہے۔ جب ان دونوں اماموں نے احمد بن ازہر نیشاپوری کے حالات لکھے تو ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا: (ائمہ جرح و تعدیل نے) اس پر کوئی جرح نہ کی سوائے اس روایت کی وجہ سے جو اس نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں عبدالرزاق بواسطہ معمر نقل کی ہے اور دل گواہی دیتا ہے کہ یہ روایت باطل ہے۔

ابو حامد شرقی اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

''اس روایت کو باطل کہنے کا سبب یہ ہے کہ معمر رحمہ اللہ کا ایک بھانجا یا بھتیجا رافضی تھا تو اس نے یہ حدیث اس کی کتابوں میں شامل کر دی اور خود معمر رحمہ اللہ کی شخصیت اتنی رعب دار تھی کہ کوئی ان سے پوچھنے پر قادر نہ تھا۔ جب پہلی بار کتاب سے عبدالرزاق نے یہ روایت سنی تو بقول ذہبی؛ عبدالرزاق روایات اور رواۃ کے معاملات کو سمجھتے تھے۔ پس یہ اثر احمد بن ازہر کے علاوہ کوئی بھی بیان کرنے کی جسارت نہ کر سکا...... انتہٰی'' ❷

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے مذکورہ باطل روایت نقل کرنے کے بعد کہا:

''اس کے باطل ہونے کا سبب یہ ہے کہ معمر کا ایک بھتیجا رافضی تھا اور معمر اسے اپنی کتابیں پڑھنے کے لیے دے دیتا تھا۔ تو اس نے یہ حدیث معمر کی کتابوں میں ملا دی۔ جبکہ عبدالرزاق کہ جس کی طرف یہ روایت منسوب کی گئی ہے وہ اہل صدق سے ہے اور اسے اہل تشیع کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ شاید اسے یہاں مشابہ لگ گیا ہو...... انتہٰی'' ❸

---

❶ اسے ابوبکر خلال نے "السنة" میں روایت کیا، ج ۳، ص ۵۰۵، حدیث نمبر: ۸۰۹۔

❷ میزان الاعتدال للذهبی، ج ۱، ص: ۸۲۔

❸ تهذیب التهذیب، ج ۱، ص: ۱۱۔

درج بالا دونوں اقتباسات سے ہمیں قوی احتمال ملتا ہے کہ جس رافضی کو معمر رحمہ اللہ اپنی کتابیں دے دیتا تھا اسی نے زیر بحث حدیث وضع کی ہے تاکہ اس کے ذریعے سے ہماری امی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عیب جوئی کر سکے۔ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ زہری رحمہ اللہ جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی قدر و منزلت کو بخوبی جانتا ہے وہ اسے بنو ہاشم کے بارے میں عیب جوئی کرنے والی کے طور پر کیسے بیان کر سکتا ہے جو دوسرے مقام پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یوں رقمطراز ہے: اگر تمام عورتوں کے علم کے مقابلے میں ایک عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم اکٹھا کیا جائے تو عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم ان سب کے علوم سے افضل ہوگا۔ [1]

۳۔ شیعہ خود اعتراف کرتے ہیں کہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا عائشہ رضی اللہ عنہا کو صدق کے ساتھ متصف کرتی ہیں۔
مجلسی نے ابو نعیم سے روایت کی اس نے اپنی سند کے ساتھ ابو عبداللہ جدلی سے بیان کیا کہ میں عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس گیا اور اس سے ایک آیت کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا تو ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس چلا جا۔ پھر میں ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس گیا اور اسے عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی بات کے بارے میں بتایا تو ام سلمہ نے کہا وہ سچی ہے یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے گھر میں نازل ہوئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی، فاطمہ اور ان دونوں کے دونوں بیٹوں کو کون میرے پاس لائے گا......طویل حدیث ہے۔ [2]

جب یہ گواہی ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی ہے جو شیعہ کے نزدیک بھی شاہد عدل ہے بلکہ وہ شیعہ کے نزدیک اہل بیت سے ہے تو اس نے اپنی بہن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عدالت، ثقاہت اور صدق کا فیصلہ کیا ہے اور یہ سب کچھ اس روایت میں ہے جسے روافض نے خود روایت کیا اور اسے وہ حجت مانتے ہیں تو پھر وہ اسماء کی تعدیل و تحکیم سے کیوں رک جاتے ہیں؟

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے صدق کے اس قدر دلائل ہیں کہ ان کا لقب ہی صدیقہ رضی اللہ عنہا پڑ گیا اور وہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک لائق مدح و ثنا ہیں۔ ان کے صدق کے اس سے بڑی دلیل کیا ہوگی کہ انھوں نے ایسی روایات بھی روایت کی ہیں جن میں ان کی اپنی تنقیص کا پہلو نکلتا ہے اور وہ احادیث بھی روایت کی ہیں جن میں حق ان کے مدمقابل کو ملتا ہے۔ ایسی احادیث میں سے حدیث ''مغافیر'' (گوند پینے والی)

---

[1] سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۲، ص: ۱۸۵۔
[2] بحار الانوار للمجلسی، ج ۳۵، ص: ۲۲۸۔ مرأة العقول فی شرح اخبار آل الرسول للمجلسی، ج ۳، ص: ۲۴۰۔

روایت بھی ہے جو پہلے بھی گزر چکی ہے اور آئندہ بھی آ رہی ہے۔

انھوں نے یہ روایت بھی کی ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں اعتکاف بیٹھتے تھے اور جب صبح کی نماز پڑھا لیتے تو اپنی اعتکاف والی جگہ پر چلے جاتے۔ بقول راویٔ حدیث: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اعتکاف کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اجازت دے دی۔ چنانچہ ان لیے ایک خیمہ لگا دیا گیا۔ جب حفصہ رضی اللہ عنہا کو پتا چلا تو انھوں نے بھی خیمہ لگا دیا اور جب زینب رضی اللہ عنہا نے سنا تو انھوں نے بھی ایک اور خیمہ لگا لیا، جب مذکورہ صبح کی نماز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہو کر واپس پلٹے تو چار خیمے دیکھے...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، یہ کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی بیویوں کے خیموں کے متعلق بتایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا: انھیں اس فعل پر کس نے آمادہ کیا؟ کیا نیکی کرنا چاہتی ہیں؟ ان خیموں کو اکھاڑ دو۔ میں ان کو دیکھنا نہیں چاہتا۔ تب وہ اکھیڑ دیے گئے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں اعتکاف نہ کیا حتیٰ کہ شوال کے آخری دہائی میں اعتکاف کیا۔'' ❶

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ہے:

''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہہ دیا آپ کو صفیہ کی ایسی ایسی کمزوری (یعنی پستہ قامت) نہیں کھلتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک تو نے ایسا لفظ کہا ہے اگر اسے سمندر کے پانی میں ملایا جائے تو پانی پر اس کی کڑواہٹ غالب آ جائے۔'' ❷

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی انسان کے متعلق کچھ کہہ دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں کسی انسان کے متعلق کچھ سننے میں دلچسپی نہیں رکھتا جبکہ مجھ میں ایسی ایسی (خطائیں) ہوں۔'' ❸

انہی سے مروی ہے:

''سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہالہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت طلب کی تو

---

❶ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۰۴۱۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۱۷۳۔

❷ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔ ❸ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

آپ ﷺ کو خدیجہ رضی اللہ عنہا کا اجازت طلب کرنے کا انداز یاد آ گیا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ایک سرد آہ بھری اور فرمایا: اے اللہ! یہ تو ہالہ ہے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: مجھے غیرت آ گئی۔ چنانچہ میں نے کہا: آپ قریش کی سرخ باچھوں والی ایک بوڑھی عورت کی یاد میں کیوں گھلے جاتے ہیں زمانہ ہوا وہ فوت ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے آپ کو اس سے اچھی نعمتیں دے دیں۔'' [1]

اسی طرح کی ایک روایت میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہ الفاظ بھی منقول ہیں:

((مَا غِرْتُ عَلَى امْرَأَةٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا غِرْتُ عَلَى خَدِيجَةَ هَلَكَتْ قَبْلَ أَنْ يَتَزَوَّجَنِي لِمَا كُنْتُ أَسْمَعُهُ يَذْكُرُهَا وَأَمَرَهُ اللّٰهُ أَنْ يُبَشِّرَهَا بِبَيْتٍ مِنْ قَصَبٍ وَإِنْ كَانَ لَيَذْبَحُ الشَّاةَ فَيُهْدِي فِي خَلَائِلِهَا مِنْهَا مَا يَسَعُهُنَّ .))

''میں نے نبی ﷺ کی کسی بیوی پر اتنی غیرت نہیں کھائی جتنی غیرت میں نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں محسوس کی۔ اگرچہ آپ ﷺ کی میرے ساتھ شادی ہونے سے پہلے وہ فوت ہوگئیں۔ اس لیے کہ میں آپ کو ہر وقت انھیں یاد کرتے ہوئے دیکھتی اور سنتی، اور آپ کا یہ فرمان کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ انھیں جنت میں ان کے لیے موتی کے ایک گھر کی خوشخبری دے دیں اور اگر آپ بکری ذبح کرتے تو ان کی ان سہیلیوں تک گوشت کا تحفہ ضرور بھیجتے جن تک آپ ﷺ کی رسائی ہوتی۔

چنانچہ میں اکثر اوقات آپ ﷺ کو کہتی گویا دنیا میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کوئی اور عورت ہے ہی نہیں۔ آپ ﷺ فرماتے:

((إِنَّهَا كَانَتْ وَكَانَتْ ، وَكَانَ لِي مِنْهَا وَلَدٌ)) [2]

---

[1] اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

[2] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۸۱٦۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲٤۳٤۔ امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''سب سے زیادہ تعجب انگیز بات یہی ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایک ایسی بوڑھی عورت کی نسبت سے غیرت محسوس ہوتی تھی جو نبی ﷺ کی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی سے چند سال پہلے فوت ہو چکی تھیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو متعدد بیویاں دے کر اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مشارکت کے ذریعہ اسے غیرت سے بچایا۔ درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کے اس خاص لطف وعنایت کا ادنیٰ نمونہ ہے جو اس نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور نبی ﷺ پر کیے۔ تاکہ ان کے حسن معاشرت میں کجی نہ پیدا ہو جائے اور شاید کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ نبی ﷺ کی خصوصی محبت کے ذریعہ ان کی غیرت کے معاملہ کو کم کیا۔ پس اللہ تعالیٰ اس پر اور وہ اللہ تعالیٰ پر راضی رہے۔'' (سیر اعلام النبلاء، ج ۲، ص: ۱٦۵۔)

''اس میں یہ یہ (خوبیاں) تھیں اور اس سے میری اولاد ہے۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کیا تو میں نے کہا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک سرخ باچھوں والی قریشی عورت - اور دوسری سند کے راوی عفان کے یہ الفاظ ہیں: ایک بوڑھی قریشی عورت- جو زمانہ ہوا فوت ہو چکی کا اچھا بدلہ دے دیا ہے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا (یہ سن کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ یکلخت ہیبت ناک ہو گیا، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا یہ رنگ صرف نزول وحی یا کالی گھٹا کو دیکھتے وقت ہی دیکھتی تھی یہاں تک کہ آپ دیکھ لیتے یہ رحمت کا بادل ہے یا عذاب کا۔''[1] [2]

انہی سے روایت ہے:

''ایک رات میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گم پایا تو میں نے سوچا کہ شاید آپ اپنی کسی دوسری بیوی کے پاس چلے گئے ہوں۔ چنانچہ میں نے آپ کی سن گن لی پھر واپس آئی تو دیکھا کہ آپ حالت رکوع یا سجدے میں ہیں اور یہ دعا کر رہے ہیں: ''میں تیری حمد کے ساتھ تیری تسبیح کرتا ہوں، تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔'' تو میں نے دل میں کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! میں کیا سوچ رہی ہوں؟ یقیناً آپ کا معاملہ الگ ہے۔''[3]

اسی باب کی وہ روایت بھی ہے جو محمد بن قیس بن مخرمہ بن مطلب[4] نے روایت کی کہ اس نے ایک دن کہا: کیا میں تمھیں اپنے اور اپنی والدہ کے بارے میں ایک حدیث نہ بتاؤں۔ بقول راوی ہم نے سوچا کہ اس کی مراد اس کی وہ ماں ہے جس نے اسے جنا۔ اس نے کہا کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کیا میں تمھیں اپنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایک حدیث نہ سناؤں؟ ہم نے کہا، کیوں نہیں۔ انھوں نے فرمایا: جب میری وہ رات آئی جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پاس ہونا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر آئے

---

[1] المخیلة: وہ بادل جس میں بارش برسانے کے آثار ہوں۔ (النهاية في غريب الحديث و الاثر لابن الاثير، ج ۲، ص: ۹۳۔)

[2] مسند احمد، حدیث: ۲۵۲۱۲۔ شعیب ارناؤوط نے اسے صحیح کہا۔

[3] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۴۸۵۔

[4] محمد بن قیس بن مخرمہ قریشی مطلبی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ اس نے کم عمری میں پایا۔ (تهذيب التهذيب، ج ۵، ص: ۲۶۳۔ الاصابة لابن حجر، ج ٦، ص: ۲۵۵۔

اپنی اوپر والی چادر اتار دی، اپنے جوتے اتارے اور اپنے پاؤں کی طرف رکھ دیئے اور اپنا نصف تہہ بند اپنے بستر پر پھیلا دیا اور لیٹ گئے۔ ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندازہ کر لیا کہ میں سو گئی ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آہستہ سے اپنی چادر اٹھائی اور آہستگی سے اپنے جوتے پہنے اور دروازہ کھول کر آپ باہر چل پڑے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے آہستگی سے بند کر دیا۔ چنانچہ میں نے بھی اپنی چادر لی اور سر ڈھانپ لیا اور اپنا تہہ بند کس لیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چل پڑی یہاں تک کہ آپ بقیع (مدینہ کے قبرستان) میں آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام شروع کیا اور اسے خوب طویل کر دیا۔ پھر آپ نے تین بار اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے۔ پھر آپ واپس مڑے تو میں بھی مڑ گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار تیز ہو گئی تو میں نے بھی اپنے چلنے کی رفتار تیز کر لی۔ آپ دوڑ پڑے تو میں بھی دوڑ پڑی۔ آپ اپنے گھر تک پہنچ گئے۔ میں بھی آپ کے ساتھ پہنچ گئی۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھ کر اندر داخل ہو گئی۔ تو جونہی میں بستر پر لیٹی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اندر آ گئے اور فرمایا اے عائشہ! کیا بات ہے سانس پھولا ہوا ہے؟ وہ کہتی ہیں میں نے کہا: کچھ بھی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا تو تم مجھے بتا دو یا وہ باریک بین خبر رکھنے والی ذات مجھے بتا دے گی۔ وہ کہتی ہیں، میں نے کہا: اے رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! پھر میں نے آپ کو پوری بات بتا دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو وہ ہیولا تیرا تھا جو میرے آگے تھا۔ میں نے کہا: جی ہاں۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے میں زور سے دو ہتھڑ (دونوں ہاتھ) مارے جس سے مجھے خاصی تکلیف ہوئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تیرا یہ گمان ہے کہ اللہ اور اس کا رسول تیرے ساتھ زیادتی کریں گے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: لوگ جس قدر بھی چھپا لیں اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔ [1]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! ایسے ہی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نے دیکھا کہ جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے ہیں اور مجھے بلایا، لیکن تم سے اپنے آپ کو مخفی رکھا۔ میں نے جبریل کی پکار پر لبیک کہا، میں نے بھی اپنے اس فعل کو تم سے مخفی رکھا اور جب تم بستر میں ہوتی ہو تو وہ تمہارے پاس نہیں آتا، لہٰذا میں نے سوچا کہ تم یقیناً سو چکی ہو، تو میں نے تمھیں بیدار کرنا مناسب نہ سمجھا اور مجھے یہ بھی اندیشہ تھا کہ کہیں تم دہشت زدہ نہ ہو جاؤ۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: بے شک آپ کا رب آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ بقیع میں (مدفون) لوگوں کے پاس جائیں اور ان کے لیے استغفار کریں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! میں ان کے لیے کس طرح دعا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کہو:

[1] اس عبارت کی تفسیر گزر چکی ہے۔

((اَلسَّلَامُ عَلٰی اَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُسْلِمِيْنَ، يَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَ الْمُسْتَأْخِرِيْنَ وَ اِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ)) [1]

''اہل ایمان و اہل اسلام کے گھر والوں پر سلامتی ہو اور اللہ ہم سے پہلے جانے والوں اور بعد میں جانے والوں پر رحم کرے اور بے شک ہم بھی اگر اللہ نے چاہا تو تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔''

اس قسم کی احادیث میں سے وہ حدیث بھی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مرویات میں سے ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو ہونے کا تذکرہ ہے اور اس حدیث کی وجہ سے شیعہ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر طعن و تشنیع کی ہے۔

مفصل روایت، شیعوں کا اعتراض اور اس کا مفصل و مدلل جواب:

وہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم میں موجود ہے۔ [2]

تاہم بخاری و مسلم کی اس متفق علیہ حدیث میں قطعاً ایسی کوئی دلیل نہیں جس کی بنا پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کا پہلو نکلتا ہو۔ چونکہ وہ بھی ان دیگر مصائب و آزمائشوں کی طرح ایک مصیبت اور ایک بہت بڑی آزمائش تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدر میں اللہ تعالیٰ نے لکھ دی تھیں۔ جیسا کہ غزوۂ احد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] اس روایت کی تخریج گزر چکی ہے۔

[2] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۵۷۶۳۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۱۸۹۔ بخاری کی روایت کے یہ الفاظ ہیں: بنو زریق کے ایک آدمی جسے لبید بن اعصم کہا جاتا تھا، نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کر دیا۔ حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال آتا کہ آپ نے کوئی کام کر لیا ہے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہوتا۔ یہاں تک ایک دن یا رات کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تھے، اور لیکن آپ مسلسل دعا کر رہے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تمھیں معلوم ہے؟ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ بات بتا دی جو میں نے اللہ سے پوچھی تھی۔ میرے پاس دو آدمی آئے۔ ان میں سے ایک میرے سر کے پاس بیٹھ گیا اور دوسرا میرے پاؤں کے پاس بیٹھ گیا۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: اس آدمی کو کیا بیماری ہے؟ دوسرے نے کہا: اس پر جادو کیا گیا ہے۔ پہلے نے کہا: اس پر کس نے جادو کیا ہے؟ دوسرے نے کہا: لبید بن اعصم نے۔ پہلے نے پوچھا: کس چیز میں جادو کیا ہے؟ دوسرے نے کہا: کنگھی اور بالوں میں اور نر کھجور کے خشک گابھے میں۔ پہلے نے پوچھا: وہ کہاں ہے؟ دوسرے نے کہا: وہ چاہ ذروان میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ہمراہ ان کھجوروں کے پاس آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس آئے اور فرمایا: اے عائشہ! اس کنویں کا پانی گویا مہندی کی طرح سرخ ہے یا اس کی کھجوروں کے گابھے شیطانوں کے سروں کی مانند تھے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے اسے نکالا نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے عافیت دے دی تو میں نے ناپسند کیا کہ میں اس معاملہ پر لوگوں کو اس کے خلاف شدید ابھاروں۔ لہٰذا میں نے اسے دفن کرنے کا حکم دے دیا۔

کا رُخ انور لہولہان کر دیا گیا۔ آپ ﷺ کے سامنے والے چاروں دندان [1] مبارکہ شہید ہو گئے اور جیسا کہ آپ کو دو آدمیوں کے بخار کے برابر بخار ہوتا تھا۔ اسی لیے آپ ﷺ کو دہرا اجر ملے گا اور جیسا کہ نبی ﷺ نے بتا دیا کہ سب سے بھاری آزمائشیں انبیاء پر آتی ہیں۔

ان کے علاوہ بھی اس طرح کی متعدد احادیث میں رسول اللہ ﷺ کی تکالیف و آزمائشوں اور صدمات کی تفصیل موجود ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ پر جادو بھی ایک آزمائش تھی، لیکن جادو نے آپ کی عقل، دل اور وحی کی تبلیغ پر اثر نہیں کیا بلکہ اس جادو کے ذریعے سے زیادہ سے زیادہ جو کہا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنی بیویوں کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم نہ کرتے تھے۔ لبید یہودی کا جادو ایک آزمائش تھی جس سے آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے نجات و شفا دے دی۔ آپ ﷺ پر جادو ہو جانے میں آپ کے بشر ہونے کی دلیل بھی ہے اور ہمیں اس سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ ہم نبی ﷺ کے معاملے میں غلو نہ کریں۔ آپ ﷺ پر جادو ہونے سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی نفی نہیں ہو جاتی: ﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ (المائدۃ: ٦٧) ''اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔'' کیونکہ سورۂ مائدہ قرآن کی آخری نازل ہونے والی سورت ہے اور اگر یہ کہا بھی جائے کہ جادو والا قصہ آیت مذکورہ کے نزول کے بعد پیش آیا اور یہ بات تسلیم کر لی جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ آیت میں عصمت سے مراد رسول اللہ ﷺ کو تبلیغ رسالت میں لوگوں کے شر سے محفوظ رکھنا ہے، کیونکہ آیت کا ابتدائی حصہ اس پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾ (المائدۃ: ٦٧)

''اے رسول! پہنچا دے جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے۔''

جادو ہونے کے باوجود رسول اللہ ﷺ کو یہ عصمت و حفاظت حاصل تھی، چنانچہ آپ ﷺ کی تبلیغ وحی پر جادو کا اثر نہ ہوا۔ پھر نبی ﷺ کے مرض الموت تک اس جادو کا بالکل اثر نہ ہوا۔ جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا کہ یہ جادو ایک قسم کا مرض تھا اور جب یہ تاویل قبول کر لی جائے تو پھر رسول اللہ ﷺ پر جادو ہو جانے اور اللہ تعالیٰ کا آپ کو معصوم و محفوظ قرار دینے میں کوئی خلاف نہیں۔ و اللہ اعلم۔

---

[1] رباعیۃ: منہ میں بالکل سامنے والے دو بالائی اور دو زیریں دانتوں کو ثنیہ یا ثنایا کہتے ہیں اور بالائی ثنیہ کی دونوں طرف ایک ایک دانت اور زیریں ثنیہ کے دونوں طرف ایک ایک دانت یعنی ثنایا اور انیاب کے درمیان چار دانتوں کو رباعیہ کہتے ہیں۔ (لسان العرب لابن منظور، ج ٨، ص: ٩٩۔)

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی جن مرویات پر شیعہ اعتراض کرتے ہیں، ان میں سے ایک روایت وہ بھی ہے کہ جس میں عید کے دن دو بچیاں میرے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں دف بجاتے ہوئے اشعار پڑھ رہی تھیں، کا ذکر ہے۔ ❶

چنانچہ مرتضیٰ حسینی شیعی ❷ لکھتا ہے: (باب: عائشہ نے جو باطل افسانے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیے ہیں) مصنف نے اس باب میں جہاں دیگر احادیث نقل کی ہیں وہیں یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) کہتی ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے تو میرے پاس دو نوعمر لڑکیاں گا رہی تھیں۔''

شیعہ مصنف کہتا ہے:

''کیا یہ بات مناسب اور قابل فہم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں دو لڑکیاں دف بجا رہی اور گا رہی ہوں؟ اگرچہ وہ عید کا دن ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہیں اور کچھ نہ کہیں؟ کیا یہ معقول بات ہے کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اس قباحت کو محسوس کرے اور وہ عائشہ کو جھڑک دے۔ جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس فعل کی قباحت اور عبث محسوس نہ کریں اور ابوبکر عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو ڈانٹتے ہوئے کہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں شیطانی باجے کیوں ہیں؟

بقول مصنف ''میری عمر کی قسم! عائشہ (رضی اللہ عنہا) پر کوئی تعجب نہیں۔ کیونکہ اس نے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ جھوٹے افسانے منسوب کیے ہیں۔ لیکن ہمیں تو ائمہ حدیث پر تعجب ہی تعجب ہے اور جو احادیث کے راوی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو کیسے اندھا کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ بصیرت و بصارت سے محروم ہو گئے اور شعور کی نعمت سے بھی وہ لوگ تہی دامن ہیں اور بلا جھجک و بلا شرم و حیا ایسی جھوٹی احادیث اپنی کتابوں میں درج کرتے چلے آ رہے ہیں وہ ذرہ بھر خجالت محسوس نہیں کرتے۔''

کیا ایسا نہیں کہ جب یہود و نصاریٰ اور دیگر غیر مسلم یہ روایات پڑھیں اور سنیں گے، تو ضرور وہ یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ مسلمانوں کا نبی ایک عیاش شخص تھا۔ اسے صرف اپنی شہوات کی تکمیل کی فکر رہتی تھی اور عورتوں کے ساتھ کھیل کود اور ان سے لذت حاصل کرنا اس کا محبوب مشغلہ تھا۔ ❸ تو پھر یہی ائمہ حدیث ہی ان غیر مسلموں کی گمراہی اور سرکشی کا سبب بنیں گے۔ روئے زمین پر اس سے بڑا جرم کوئی نہیں۔ العیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

---

❶ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

❷ مرتضیٰ بن محمد بن محمد باقر بن حسین حسینی فیروز آبادی، ۱۳۲۹ ہجری میں نجف میں پیدا ہوا۔ نجف یونیورسٹی میں ہی تعلیم مکمل کی۔ اس کی تصنیفات میں سے ''السبعة من السلف'' اور ''منتخب المسائل'' ہیں یہ ۱۴۱۰ ہجری میں فوت ہوا۔ (معارف الرجال لمحمد حرز الدين، ج ۲، ص: ۳۸۹۔ معجم المولفين العراقيين لكوركيس عواد، ج ۳، ص: ۲۹۲۔)

❸ یہ اعتراض نما کلمات کفر ہم اہل سنت کی طرف سے نہیں، بلکہ نجف یونیورسٹی کے اس فاضل ''مرتضیٰ حسین حسینی'' کے ہیں۔

﴿وَ لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۙ﴾ (ابراهيم: ٤٢)

''اور تو اللہ کو ہرگز اس سے غافل گمان نہ کر جو ظالم لوگ کر رہے ہیں، وہ تو انھیں صرف اس دن کے لیے مہلت دے رہا ہے جس میں آنکھیں کھلی رہ جائیں گی۔'' ❶

مذکورہ بالا جاہلانہ اعتراض کا جواب:

گانے والی دو لڑکیوں والی حدیث میں سرے سے کوئی طعن والی بات ہے ہی نہیں۔ ❷ کیونکہ وہ مذکورہ دو لڑکیاں بالغ نہیں تھیں اور وہ عید کے دن ترانے یا اشعار وغیرہ پڑھتی تھیں۔ ان کا گانا آج کے گانے کی طرح نہیں تھا کہ جو شہوات کو بھڑکاتے ہیں اور حرام کے ساتھ اختلاط نظر اور حرام کے استعمال کی دعوت دیتے ہیں۔ اس کی دلیل حدیث میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہ الفاظ ہیں اور وہ دونوں (بچیاں) مشہور گائیکہ نہیں تھیں۔ یعنی گانا ان کی عادت نہیں تھی اور نہ ہی وہ دونوں اسی وجہ سے مشہور و معروف تھیں، بلکہ وہ جنگی کارناموں، فخر و مباہات اور شجاعت و دلیری اور فتح و کامرانی کے اشعار پڑھ رہی تھیں جب کہ اس میں کوئی گناہ نہیں۔

فتنہ پرور اور فتنہ پسند لوگ جو دعویٰ کرتے ہیں حدیث میں ایسی کوئی بات نہیں کہ نعوذ باللہ! رسول اللہ ﷺ جھوٹ اور تخیلاتی گانے سنتے تھے اور وہ بھی گانے والی لڑکیوں کے منہ سے۔ اس بہتانِ عظیم کے ردّ کی دلیل یہ ہے کہ اسی حدیث میں جو ذکر کیا انھوں نے کہ رسول اللہ ﷺ وہاں اپنے چہرے، کانوں اور سارے بدن کو کپڑے سے ڈھانپے ہوئے تھے تو یہ اس بات کی بھی واضح دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے مکمل بے رخی و بے رغبتی کی ہوئی تھی۔ کیونکہ جو مقام آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے عطا کیا تھا، وہ اس بات کا تقاضا کرتا تھا کہ آپ ان کے فعل پر توجہ اور دھیان نہ دیں۔

لیکن آپ ﷺ کا انکار نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ایسے مواقع کی نسبت سے ایسا کچھ کرنا

---

❶ السبعة من السلف، ص: ١٦٦۔

❷ اگر کوئی جاہل یا اَن پڑھ اس حدیث مبارکہ پر اعتراض کرتا تو شاید ہم اسے درخور اعتناء نہ سمجھتے۔ لیکن جامعۃ النجف کے فاضل کے اس حدیث پر اعتراضات سے یہ بخوبی واضح ہوتا ہے کہ یہ لوگ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نفرت میں ہی مبتلا نہیں بلکہ اس نفرت کی آڑ میں نبی کریم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ پر کیچڑ اُچھالنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ دو معصوم بچیوں کے ایک ملی ترانے کو گانے بجانے کی محفل قرار دینا اور نبی کریم ﷺ کے بارے میں کلماتِ کفر بکنا، آپ کی ذات بابرکات پر کافروں جیسے اعتراضات کرنا، جبکہ وہ شخص عربی کا عالم ہونے کی وجہ سے یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ اس حدیث میں ایسی کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔ لیکن محض صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا کی مخالفت میں یہود و نصاریٰ اور کافروں کے منہ میں اپنی بات ڈال رہا ہے۔ اس سے بڑھ کر نبی کریم ﷺ کی اہانت اور گستاخی کیا ہوگی جو اس رافضی فاضل نجف (ایران) نے کی ہے۔

(یعنی اسلامی اشعار، اور جنگی فتوحات و شہداء کے کارنامے بیان کرنا) جائز ہے اور رسول اللہ ﷺ کی مسلمانوں کے ساتھ نرمی، رحمت اور شفقت کی یہ بہت بڑی دلیل ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا: ''عیدوں اور خوشی کے مواقع پر خوشی کا اظہار کرنا دین کا شعار ہے۔'' [1]

بلکہ یہ فتنہ پرور فسادی تو یہاں تک کہتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا، نبی ﷺ کی ذات پر بھی (نعوذ باللہ) جھوٹ بولتی تھیں اور وہ دلیل کے طور پر ایک حدیث بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے بنوکلب کی ایک عورت سے منگنی کا ارادہ کیا اور عائشہ کو اسے دیکھنے کے لیے بھیجا، وہ گئیں پھر واپس آ گئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: تم نے کیا دیکھا؟ انھوں نے کہا: مجھے آپ کا اس کے ساتھ شادی کرنے کا کوئی مقصد دکھائی نہیں دیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں یوں مخاطب کیا: تجھے میرا اس کے ساتھ شادی کا مقصد بخوبی سمجھ آ گیا ہے۔ تم نے جونہی اس کے رخسار پر تل [2] دیکھا تو تمھارے بدن کے سارے بال کھڑے ہو گئے۔

تب عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ سے راز کی کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی۔ [3]

اس کی سند میں جابر جعفی شیعی ہے جو ضعیف ہے اور دوسرے راوی عبدالرحمٰن بن سابط نے اسے مرسل روایت کیا۔ فضیلۃ الشیخ محدث دوراں علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ [4] نے لکھا: یہ روایت ابن سعد [5] نے ''الطبقات'' میں نقل کی ...... جو کہ موضوع یعنی من گھڑت اور جھوٹی روایت ہے۔

---

[1] فتح الباری لابن حجر رحمہ اللہ، ج ۲، ص: ٤٤٣۔

[2] الخال: جسم پر تل کو کہتے ہیں۔ (النہایۃ فی غریب الحدیث و الاثر لابن الاثیر، ج ۲، ص: ٩٤۔)

[3] اسے ابن سعد نے الطبقات، ج ۸، ص: ١٦٠ پر نقل کیا اور تاریخ بغداد، ج ۱، ص: ٣٠١ پر خطیب بغدادی نے اور وہاں سے تاریخ دمشق، ج ٥١، ص: ٣٦ پر ابن عساکر نے نقل کیا۔ امام ابن القطان رحمہ اللہ نے لکھا: یہ روایت صحیح نہیں۔ احکام النظر، ص: ٣٩٦۔

[4] محمد ناصر الدین بن نوح نجاتی ابن آدم، اپنے ملک البانیہ کی نسبت سے البانی مشہور ہوئے۔ موجودہ زمانے کے بہت بڑے محدث، رجال الحدیث کے مشہور نقاد اور نمایاں عالم تھے اور اس کی تدریس و تصنیف انھوں نے بڑے صبر آزما طریقہ سے سرانجام دی۔ مالی طور پر بہت سخی اور غریبوں، مسکینوں اور طلاب علم پر خرچ کرنے والے تھے۔ ۱۳۳۲ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ۱۴۲۰ ہجری میں وفات پائی۔ انھوں نے گراں قدر متعدد تصانیف اپنے پیچھے چھوڑی ہیں جو ان کے لیے رہتی دنیا تک صدقہ جاریہ اور آخرت کے لیے بیش بہا اجر و ثواب کا خزینہ ثابت ہوں گی۔ ان شاء اللہ۔ ان میں سے ''سلسلہ الاحادیث الصحیحۃ'' اور ''سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ'' زیادہ مشہور و متداول ہیں۔ (محمد ناصر الدین الالبانی، محدث العصر و ناصر السنۃ لابراھیم محمد علی اور حیاۃ الالبانی و آثار و ثناء العلماء علیہ لمحمد بن ابراھیم الشیبانی۔)

[5] محمد بن سعد بن منیع ابوعبداللہ بصری زہری علامہ، حجت اور حدیث کے مشہور ترین حافظ تھے۔ یہ واقدی کے کاتب تھے۔ ان کی تصنیفات میں سے ''الطبقات الکبری'' زیادہ مشہور ہے۔ ۲۳۰ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذھبی، ج ١٠، ص: ٦٦٤۔ تھذیب التھذیب لابن حجر، ج ٥، ص: ١١٨۔)

یہ روایت مرسل بھی ہے کیونکہ محمد بن عمر واقدی کذاب ہے اور ایک شیعہ نے بھی اس باطل روایت سے غیر شریفانہ استدلالات کیے ہیں اور اس کے ذریعے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر طعن و تشنیع کی ہے اور اس کی طرف جھوٹ کی نسبت کی۔ [1]

روافض کا سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تیسرا بہتان:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ اور حفصہ (رضی اللہ عنہما) کو یوں بددعا دی: اے اللہ! تو ان دونوں کی سماعت ختم کر دے۔''

ابان بن ابی عیاش نے سلیم بن قیس سے یہ روایت کی کہ میں نے علی علیہ السلام کو کہتے ہوئے سنا: ''جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سینے کے ساتھ لگایا اور آپ کا سر مبارک میرے کان کے پاس تھا۔ دو عورتوں (عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما) نے گفتگو سننے کے لیے کان لگا دیئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ تو ان دونوں کے کان بند کر دے۔'' [2]

اس روایت کا جواب یہ ہے کہ اس کی سند میں ابان بن عیاش راوی مجروح ہے۔ عمرو بن علی نے کہا: یہ متروک الحدیث ہے اور دوسرے مقام پر اس نے کہا: یحییٰ اور عبدالرحمن دونوں اس کی حدیث قبول نہیں کرتے تھے۔ ابو طالب احمد بن حمید نے کہا: میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا: ابان بن عیاش کی احادیث مت لکھو۔ میں نے کہا: کیا وہ بدعتی ہے؟

امام احمد رحمہ اللہ نے کہا: ''وہ منکر الحدیث ہے۔''

معاویہ بن صالح نے یحییٰ بن معین سے روایت کی کہ یہ ضعیف ہے۔ نیز اس نے کہا: ابان متروک الحدیث ہے۔

ابو حاتم رازی رحمہ اللہ نے کہا: ''یہ متروک الحدیث ہے۔ یہ تھا تو نیک آدمی لیکن اس کا حافظہ خراب تھا۔''

عبدالرحمن بن ابی حاتم نے کہا: ابو زرعہ رحمہ اللہ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا: اس کی حدیث ترک کر دی گئی اور ہمارے سامنے اس کی حدیث نہیں پڑھی جاتی۔ ان سے پوچھا گیا، کیا یہ جان بوجھ کر جھوٹ بولتا تھا؟ ابو زرعہ نے کہا: نہیں وہ انس، شہر اور حسن سے احادیث سنتا، پھر اسے ان کے درمیان فرق معلوم نہ ہوتا۔

---

[1] السلسلة الضعيفة، حديث نمبر: ٤٩٦٥۔

[2] كتاب سليم بن قيس الهلالي، ص: ٣٦٠۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: ''شعبہ رحمہ اللہ اس کے بارے میں بری رائے رکھتا تھا۔''

امام نسائی رحمہ اللہ نے کہا: ''یہ متروک الحدیث ہے۔'' اور دوسرے مقام پر انھوں نے کہا: ''یہ ثقہ نہیں ہے اور نہ اس کی حدیث لکھی جاتی ہے۔''

- ابو احمد بن عدی نے کہا: ''عموماً اس کی احادیث کی کوئی متابعت نہیں کرتا اور یہ اس کے ضعف کی واضح علامت ہے۔''❶

بلکہ شیعہ بذات خود سلیم بن قیس کی کتاب کو ضعیف کہتے ہیں اور اس سے یہ کتاب جس نے روایت کی ہے وہ اسے بھی ضعیف کہتے ہیں اور وہ ابان بن عیاش ہے۔

تفریشی نے کہا: ''یہ مشہور کتاب اس کی طرف منسوب کی جاتی ہے، حالانکہ ہمارے ائمہ کہتے تھے کہ سلیم غیر معروف ہے اور کسی روایت میں اس کا تذکرہ نہیں ملتا۔ تاہم مجھے اس کی کتاب کے علاوہ دیگر مصادر میں اس کا تذکرہ مل گیا۔ البتہ بلاشک اس کی کتاب موضوع ہے۔''❷

ابن الغضائری نے کہا: ''یہ (ابان بن عیاش) ضعیف ہے، توجہ کے قابل نہیں اور ہمارے علماء سلیم بن قیس کی طرف منسوب کتاب کو وضع کرنے کی نسبت اس (ابان بن عیاش) کی طرف کرتے ہیں۔''❸

---

❶ تهذيب الكلمال للمزی، ج ۲، ص: ۲۰۔

❷ نقد الرجال للتفريشي، ج ۲، ص: ۳۵۵۔

❸ رجال ابن الغضائری، ج ۱، ص: ۳٦۔

لیکن کتنے ہی رافضی اور شیعہ ہیں کہ اس کتاب کو مرجع کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ اس کتاب میں اصحاب رسول کے بارے میں بدزبانی اور فحش کلامی کی حد کر دی گئی۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے: علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ کے عربی محاضرات جو کہ انٹرنیٹ پر آسانی سے دستیاب ہیں۔

دوسرا مبحث:

وہ الزامات
جن کا تعلق اہل بیت رضی اللہ عنہم سے ہے

پہلا بہتان:

روافض کہتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی وفات کے وقت اسے اس کے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن ہونے کی اجازت نہ دی۔ کیونکہ وہ حسن کے ساتھ بغض رکھتی تھی اور تمام اہل بیت کے ساتھ عداوت بھی۔

چنانچہ کلینی نے الکافی میں اپنی سند کے ساتھ محمد بن مسلم سے روایت کی ہے کہ میں نے ابوجعفر علیہ السلام کو کہتے ہوئے سنا: جب حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھوں نے حسین علیہ السلام سے کہا: اے میرے بھائی! میں تمھیں ایک وصیت کرتا ہوں تم اسے یاد کرلو۔ جب میں مر جاؤں تو تم مجھے غسل کفن دے کر تیار کرنا، پھر تم مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لے جانا تا کہ ان کے ساتھ کیا ہوا میرا ایک وعدہ پورا ہو جائے۔ پھر تم مجھے میری امی علیہا السلام کے پاس لے جانا، پھر تم مجھے لوٹا کر ''بقیع'' میں دفن کر دینا اور تمھیں علم ہونا چاہیے کہ میرے ساتھ عائشہ وہی سلوک کرے گی جس کا لوگوں کو اس کے متعلق علم ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی دشمن ہے اور ہم اہل بیت کے ساتھ بھی اس کی کھلم کھلی عداوت ہے۔

جب حسن علیہ السلام کی روح قبض ہوگئی اور چارپائی پر ان کا جسد اطہر رکھ دیا گیا تو لوگ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کردہ جنازہ گاہ کی طرف لے گئے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی نماز جنازہ پڑھایا کرتے تھے۔ وہاں جا کر حسین علیہ السلام نے اپنے بھائی کی نماز جنازہ پڑھائی، پھر ان کی چارپائی اٹھا کر مسجد نبوی میں لائی گئی۔ جب ان کی چارپائی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس رکھا گیا تو چھوٹی چھوٹی آنکھوں والا ایک شخص عائشہ کی طرف گیا اور اسے بتایا کہ لوگوں نے حسن کا جنازہ اٹھایا ہوا ہے تا کہ وہ اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن کر دیں۔ تو عائشہ یہ خبر سن کر ایک زین پہنائے خچر پر سوار ہو کر آگئیں اور وہ پہلی مسلمان عورت ہے جو زین پر سوار ہوئی۔ اس نے کہا: تم اپنے بیٹے کو میرے گھر سے دُور لے جاؤ، کیونکہ اسے میرے گھر میں نہیں دفنایا جائے گا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حجاب پھاڑ دے۔

چنانچہ حسین علیہ السلام نے اسے یوں مخاطب کیا: قدیم زمانے سے تو اور تیرا باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حجاب پھاڑ چکے ہو۔ تو نے اس کے گھر میں ایسے لوگوں کو دفنانے کی اجازت دے دی جس کی قربت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پسند نہیں کرتے تھے اور اے عائشہ! بے شک اللہ تعالیٰ تجھ سے اس کے بارے میں سوال کرنے والا ہے۔

یہ روایت تمام معتبر قدیم و جدید کتب شیعہ میں موجود ہے۔ [1]

مذکورہ بالا روایت کتب شیعہ کی مشہور ترین اور مکمل ترین روایات میں سے ایک ہے۔ جس سے اس بہتان پر شیعہ کے نزدیک مہر تصدیق ثبت ہوتی ہے اسی وجہ سے ہم نے دیگر شیعی روایات سے اعراض کر لیا۔

اس بہتان کا جواب متعدد وجوہ سے دیا جا سکتا ہے:

الف: یہ روایت مکذوب، موضوع اور باطل ہے۔ کسی صورت میں صحیح نہیں ہو سکتی اور اس کی وضاحت کے بھی متعدد پہلو ہیں۔

اس روایت کی سب اسناد باطل و غیر ثابت ہیں۔

چونکہ شیعہ مصنفین نے بذات خود اپنی مشہور کتابوں میں اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

الکافی للکلینی کی روایت کی شرح میں مازندرانی لکھتا ہے کہ اس کی روایت (علی بن ابراہیم نے اپنے باپ سے اس نے بکر بن صالح سے) کے متعلق کلینی اور ہمارے متعدد ائمہ نے کہا: بکر بن صالح مجہول اور ضعیف کے درمیان مشترک ہے۔ اگر وہ بکر بن صالح جعفر علیہ السلام سے روایت کرتا ہو تو مجہول ہے اور اگر وہ بکر بن صالح رازی ہے، جو کاظم علیہ السلام سے روایت کرتا ہے تو وہ ضعیف ہے۔ اگر اس روایت میں اوّل مذکور مراد ہو تو اس کی سند متصل ہوتی ہے اور مرسل ہونے کا بھی احتمال ہے، کیونکہ ابراہیم بن ہاشم جس سے روایت کرتا ہے اس کا باقر علیہ السلام سے بلا واسطہ روایت کرنا بہت ہی بعید ہے اور اگر اس روایت میں دوسرا مذکور بکر بن صالح رازی ہو جیسا کہ روایت سے ظاہر ہے، کیونکہ ابراہیم بن ہاشم اس سے روایت کرتا ہے تو پھر یہ سند مرسل ہے۔ یا دوسری سند کی محتاج ہے اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ دوسرا بکر بن صالح رازی اور

---

[1] الکافی للکلینی، ج ۱، ص: ۳۰۰-۳۰۲۔ الوافی للکاشانی، ج ۲، ص: ۳٤۰۔ بحار الانوار للمجلسی، ج ٤٤، ص: ۱٤۲-۱٤٤، ج ۱۷، ص: ۳۱۔ شرح اصول الکافی للمازندرانی، ج ٦، ص: ۱۵۸۔ مدینۃ المعاجز لهاشم البحرانی، ج ۳، ص: ۳٤۰۔ الانوار البهیة لعباس القمی، ص: ۹۲۔ جامع احادیث الشیعة للبروجردی، ج ۳، ص: ۳۹۷-۳۹۸۔ مواقف الشیعة للمیانجی، ج ۱، ص: ۳۷٤-۳۷۵۔ تفسیر نور الثقلین للحویزی، ج ٤، ص: ۲۹٦۔ اعلام الوری باعلام الهدی للطبرسی، ج ۱، ص: ٤۱٤۔ جواهر التاریخ لعلی الکورانی العاملی، ج ۳، ص: ۲۳۸۔

پہلا بکر بن صالح ایک ہی شخص ہو۔ جیسا کہ فن رجال کے کسی ماہر نے یہ بھی کہا ہے۔ لہٰذا غور کرنا چاہیے۔ ❶

ب: جب اس روایت کا مقابلہ دوسری روایات سے کیا جائے تو اس کے بودے پن کا بخوبی علم ہو جاتا ہے۔

اگر چہ وہ تمام روایات جو شیعہ اس مفہوم پر دلالت کرنے کے لیے روایت کرتے ہیں ان سب میں اختلاف شدید ہونے کے باوجود ان کے موضوع اور باطل ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ صرف اہل تشیع کی ہی روایات ہیں کسی اور نے ان کی طرف دھیان نہیں دیا۔ نیز وہ نقل میں تو متعدد ہیں لیکن ان میں اختلاف اتنا زیادہ ہے جو ان کے جھوٹی اور سرے سے باطل ہونے کی چغلی کھا رہا ہے۔ ❷

ج: ان روایات کے متون اور مفاہیم پر جب نقد و جرح کی جاتی ہے تو ان کا بطلان کھل کر سامنے آ جاتا ہے۔

روافض کی قدیم زمانے سے یہ عادت چلی آتی ہے کہ جب وہ کوئی روایت وضع کرتے ہیں تو (کاہنوں کی طرح) اس کے ساتھ ایک آدھ لفظ سچا اور صحیح بھی لگا دیتے ہیں تاکہ سادہ لوح لوگوں کو اس پوری من گھڑت روایت کے سچ ہونے کا وہم ہو جائے اور یہ کہ جو کچھ انھوں نے وضع کیا ہے اس کے سچا ہونے کا خیال بن جائے، نیز یہ بھی دیکھا جا سکتا ہے کہ جب وہ کسی ایسے شخص کی طرف طعن و تشنیع کی نسبت کرنے لگیں جس سے وہ بغض رکھتے ہوں، تو ابتدا میں قصداً وہ ایسی روایت لاتے ہیں جس میں اس شخص کی نیکی اور صلاح کا ثبوت ہو لیکن روافض ایسی روایات میں سے بھی اس شخص کے لیے طعن و تشنیع اور سب و شتم کے دلائل نکال لیتے ہیں اور اسے برے القاب سے ملقب کر کے ہی چھوڑتے ہیں۔ لعنة اللّٰه علیهم.

یہ معمول سرکش جنات و شیاطین کا ہے جو آسمان کی خبریں چوری کرتے ہیں اور ایک خبر کے ساتھ سو جھوٹ ملا کر اپنے انسانی اور شیطانی دوستوں پر القاء کر دیتے ہیں۔ پھر ان سے حسن ظن رکھنے والا سادہ لوح کہہ اٹھتا ہے: وہ اس ایک بات میں تو سچے ہیں۔

مثلاً سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ کی موت کا واقعہ اور ان کے چھوٹے بھائی حسین رضی اللہ عنہ کے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے انھیں ان کے کمرے میں دفنانے کی اجازت طلب کرنے کی روایت اہل سنت کی کتابوں میں ثابت و

---

❶ شرح اصول الکافی، ج ٦، ص: ١٥٨۔

❷ الصاعقة فی نسف اباطیل و افتراء ات الشیعة لعبد القادر محمد عطا صوفی، ص: ١٤٣-١٤٤۔

موجود ہے۔ ❶

لیکن صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لیے اپنے کمرے میں اس کے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفنانے کی ممانعت اور ام المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا زین رکھے ہوئے خچر پر سوار ہونے اور سب سے پہلی مسلمان عورت کا شرف اسے ملنے وغیرہ جیسے لغویات رافضیوں کی بہتان تراشی اور احادیث وضع کرنے کی عمدہ مثال ہیں، حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ کوئی بھی عقل سلیم رکھنے والا شخص ایسی روایات کو دیکھ اور سن کر فوراً ایسے شر و فساد سے اللہ کی پناہ چاہے گا۔ ❷

اس روایت کے متن پر نقد کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہا جائے گا کہ اس روایت میں ایک منکر و زائد جملہ بھی ہے اور وہ ہے رافضیوں کا یہ دعویٰ کہ سب سے پہلے زین پر مسلمانوں میں سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے سواری کی اور یہ قول شیعہ و اہل سنت دونوں کا مخالف ہے۔ یہ سرے سے جھوٹا دعویٰ ہونے کے باوجود شیعہ کی اپنی کتابوں میں اس جملے پر نقد و جرح موجود ہے۔

چنانچہ ان کی روایات میں اس قسم کے جملے بھی موجود ہیں کہ سیّدہ فاطمہ الزہرا اپنی رخصتی والے دن خچر پر سوار ہوئیں اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے انھیں گدھے پر سوار کرایا اور مہاجروں اور انصار کے گھروں پر انھیں گھمایا ❸ اور رافضیوں کے دعویٰ کے مطابق جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے لیے بیعت کی گئی تو یہ اس وقت کا واقعہ ہے۔ ❹

لہٰذا ان تمام روایات کے بعد روافض یہ دعویٰ کیسے کرتے ہیں کہ سب سے پہلے عائشہ خچر اور زین پر سوار ہوئی۔ ❺

۲۔ بعض عقلمند اور دانشور اہل تشیع نے یہ بات تاکیداً کہی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے

---

❶ الاستیعاب فی معرفة اصحاب لابن عبدالبر، ج ۱، ص: ۳۷٦۔

❷ الصاعقة فی نسف اباطیل و افتراء ات الشیعة لعبد القادر عطا صوفی، ص: ۱٤۱۔

❸ کشف الغمة للاربلی، ج ۱، ص: ۳٦۸۔

❹ السقیفة لسلیم بن قیس، ص: ۸۱۔ الاحتجاج للطبرسی، ص: ۸۱-۸۲۔ شرح نهج البلاغة لابن ابی الحدید، ج ٦، ص: ۱۳۔ منار الهدی لعلی البحرانی، ص: ۲۰۰۔ البرهان للبحرانی، ج ۳، ص: ٤۳۔ الزام الناصب للحائری، ج ۲، ص: ۲٦۹۔ سیرة الائمة اثنا عشر لهاشم المعروف حسینی، ج ۱، ص: ۱۲٤-۱۲٦۔

❺ الصاعقة فی نسف اباطیل و افتراء ات الشیعة لعبد القادر عطا صوفی، ص: ۱٤۱۔

لیے اپنے کمرے میں اس کے نانا ﷺ کے پہلو میں دفنانے کی اجازت دے دی تھی اور ان کے نزدیک اس واقعہ سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی منقبت ظاہر ہوتی ہے۔

چنانچہ ابو الفرج اصبہانی (1) اپنی سند کے ساتھ روایت کرتا ہے: کہ حسن بن علی نے عائشہ کی طرف نبی ﷺ کے پہلو میں اپنے دفن ہونے کی اجازت کے لیے قاصد بھیجا۔ اس نے کہا: ہاں مجھے منظور ہے، میرے کمرہ میں صرف ایک قبر کی جگہ باقی تھی جب بنوامیہ کو اس بات کا پتا چلا تو وہ اسلحہ سے لیس ہو کر بنو ہاشم کے ساتھ لڑنے پر تیار ہو گئے اور کہنے لگے: اللہ کی قسم! اسے نبی ﷺ کے ساتھ کبھی دفن نہیں کیا جا سکتا۔ یہ بات جب حسن کو معلوم ہوئی تو اس نے اپنے اہل خانہ کی طرف پیغام بھیجا: جب ان کی طرف سے اس سلوک کا عندیہ دیا جا رہا ہے تو مجھے وہاں دفن ہونے کی تمنا نہیں ہے۔ لہٰذا تم مجھے میری اپنی امی جان فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے پہلو میں دفن کر دینا۔ چنانچہ جب وہ فوت ہوئے تو انھیں ان کی امی جان فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔ (2)

ابو الفرج اصبہانی لکھتا ہے: ''یحییٰ بن حسن نے کہا: میں نے علی بن طاہر بن زید کو کہتے ہوئے سنا: جب لوگوں نے حسن کو دفنانے کا ارادہ کیا تو عائشہ خچر پر سوار ہو کر آ گئی اور بنوامیہ کے مروان بن حکم اور وہاں پر موجود لوگوں کو اس بات پر برانگیختہ کیا اور وہ اپنے پورے لاؤ لشکر کے ساتھ یہ کہتے ہوئے آیا کہ کبھی خچر پر اور کبھی اونٹ پر سوار ہو کر۔'' (3)

ابن ابی الحدید اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے: میں کہتا ہوں: یحییٰ بن حسن کی روایت میں ایسی کوئی بات نہیں جس کی وجہ سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا مواخذہ کیا جائے۔ کیونکہ اس کی روایت میں یہ بات نہیں کہ جب وہ خچر پر سوار ہو کر آئیں تو لوگوں کو برانگیختہ کیا، کیونکہ شور شرابا اور احتجاج کرنے والے لوگ بنوامیہ سے تھے اور یہ احتمال بھی ہے کہ عائشہ خچر پر سوار ہو کر فتنہ ختم کرانے کے لیے آئی ہوں۔ خصوصاً جب ان سے دفنانے کی اجازت طلب کی گئی تو انھوں نے اجازت دے دی۔ جب حقیقت حال اس طرح ہے تو یہ واقعہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی منقبت کا ثبوت ہے۔ (4)

---

(1) علی بن حسین بن محمد ابو الفرج اصبہانی۔ ۲۸۴ ہجری میں پیدا ہوا۔ بہت بڑا ادیب اور مصنف تھا۔ ماہر انساب، قصہ گو اور شاعر تھا۔ اعلانیہ شیعہ تھا۔ مہلبی وزیر کا ہم مجلس تھا۔ اس کی مشہور تصنیفات ''الاغانی'' اور ''جمهرة الانساب'' ہیں۔ ۳۵۸ ہجری میں وفات پائی۔ (تاریخ الاسلام للذهبی، ج ٢٦، ص: ١٤٤۔ النجوم الزاهرة لتغری بردی، ج ٤، ص: ١٥۔

(2) مقاتل الطالبیین لابی الفرج اصبهانی، ج ١، ص: ٨٢۔

(3) مقاتل الطالبیین لابی الفرج اصبهانی، ج ١، ص: ٨٢۔

(4) شرح نهج البلاغة، ج ١٦، ص: ٥١۔

۳۔ اگر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے حضرت حسن کو دفنانے کی ممانعت ثابت بھی ہو جائے تو اسے اجازت دینے کے بعد ممانعت پر محمول کیا جائے گا۔ کیونکہ جب انھوں نے بنو امیہ کی عدم رضا مندی دیکھی اور دیکھا کہ وہ بنو ہاشم کے خلاف لڑنے مرنے پر تیار ہیں تو انھوں نے فتنہ و فساد کو ختم کرنے کی نیت سے سابقہ اجازت منسوخ کر دی۔ اس ڈر سے کہ ناحق مسلمانوں کا خون بہے گا نہ کہ انھوں نے ابتدا ہی سے ممانعت کر دی تھی۔

درج بالا بحث درج ذیل روایت سے سو فیصد مطابقت رکھتی ہے۔

ہشام بن عروہ نے اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ حسن کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو انھوں نے وصیت کی تم مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کرنا، ہاں! اگر تمھیں اس سے کوئی نیا فساد پھیلنے کا خوف ہو تو پھر مجھے میری امی جان کے پہلو میں دفن کرنا اور وہ فوت ہو گئے۔ جب لوگوں نے ان کی وصیت کے مطابق انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن کرنے کا پروگرام بنایا تو اس وقت بنو امیہ کی طرف سے مقرر کردہ مدینہ کے گورنر مروان بن حکم نے انھیں وہاں دفنانے سے انکار کر دیا اور کہا: عثمان تو بقیع سے باہر ایک باغیچے [1] میں دفن کیے جائیں جبکہ حسن کو یہاں دفن کیا جائے۔ تو بنو ہاشم اپنے حلیفوں اور حامیوں کے ساتھ مل کر اپنی ضد پر اڑ گئے اور بنو امیہ بھی اپنے لاؤ لشکر سمیت ان کو اپنے ارادوں سے باز رکھنے پر تل گئے۔ تب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مروان کو سمجھانے کے انداز میں کہا: اے مروان! کیا تم حسن کو اس جگہ دفنانے سے منع کرتے ہو حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں بھائیوں کے بارے میں فرماتے ہوئے سنا: وہ دونوں جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

جب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہتھیاروں سے لیس مسلح جنگجو دیکھے اور ان کے درمیان فتنہ و فساد پھیلنے کا ڈر پیدا ہو گیا اور انھیں خون بہائے جانے کا منظر دکھائی دینے لگا تو کہنے لگیں: یہ گھر میرا ہے اور میں کسی کو یہاں دفنانے کی اجازت نہیں دیتی۔ چنانچہ محمد بن علی نے اپنے بھائی حسین سے کہا: بھائی جان! اگر وہ وصیت کرتے تو ہم انھیں یہیں دفناتے یا ان کو دفنانے سے پہلے ہم مر جاتے۔ لیکن انھوں نے استثنا خود ہی پیدا کر دی اور کہا اگر تمھیں فتنہ کا ڈر ہو تو مجھے میری امی جان کے پاس دفن کر دینا۔ اب جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں اس سے بڑا اور فتنہ کون سا ہو گا؟ تب حسن رضی اللہ عنہ کو جنت البقیع میں دفنایا گیا۔ ابو ہریرہ اور

---

[1] الحش: باغ اور حش کوکب: قبرستان مدینہ (بقیع) کی سمت میں بالائی مدینہ کی ایک جگہ کا نام ہے۔ (النهاية في غريب الحديث لابن الاثير، ج ۱، ص: ۳۹۰۔)

ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بھی یہی موقف ہے۔ ❶

دوسرا بہتان:

اس قول کا جائزہ کہ ''عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سے پردہ کرتی تھیں۔''

اہل تشیع کا دعویٰ ہے کہ ''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سے بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے پردہ کرتی تھیں۔'' ❷

حجاب کرنے والی روایت ''الطبقات الکبریٰ'' میں ابن سعد نے بواسطہ محمد بن عمر، عکرمہ سے نقل کی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما دونوں سے حجاب کرتی تھیں تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ان دونوں کا اس کے پاس آنا یقیناً حلال و جائز ہے۔

نیز دوسری روایت بھی بواسطہ محمد بن عمر ابو جعفر سے نقل کی ہے کہ حسن اور حسین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بیوی کے پاس نہیں جاتے تھے۔ چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: تاہم ان دونوں (حسن و حسین) کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے پاس آنا حلال ہے۔ ❸

اس روایت کا راوی محمد بن عمر واقدی ہے، اس کے متعلق ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے یہ متہم (بالکذب) ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے واقدی مدنی ہے، پھر بغداد میں رہائش پذیر ہو گیا اور یہ متروک الحدیث ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے بھی اسے متروک کہا ہے اور اس کے متعلق ابن المبارک، ابن نمیر اور اسماعیل بن زکریا بھی یہی کہتے ہیں۔

ابن حجر رحمہ اللہ نے دوسرے مقام پر کہا اسے احمد رحمہ اللہ نے کذاب کہا۔

معاویہ بن صالح نے کہا: مجھے احمد بن حنبل نے کہا: ''واقدی کذاب ہے اور ایک بار مجھے یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے کہا: یہ بے وزن و غیر اہم ہے۔''

بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ امام شافعی رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے: ''واقدی کی تمام کتابیں جھوٹ کا پلندہ ہیں۔''

---

❶ انساب الاشراف للبلاذری، ج ۳، ص: ٦٢۔

❷ احادیث ام المومنین عائشة لمرتضی العسکری، ج ۱، ص: ۲۷۰۔

❸ یہ دونوں روایات الطبقات الکبری میں ابن سعد نے ج ۸، ص: ۷۳ پر نقل کی ہیں۔

امام نسائی رحمہ اللہ نے کتاب "الضعفاء" میں کہا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنے میں چار راوی مشہور ومعروف ہیں: ان میں سے ایک مدینہ میں واقدی ہے......الخ"

ابن عدی رحمہ اللہ ❶ نے لکھا: "اس کی احادیث غیر محفوظ ہیں اور اصل بلاء وہ خود ہے۔"

امام ابن المدینی رحمہ اللہ نے کہا: "اس کے پاس ۲۰ ہزار احادیث ہیں یعنی جن کی کوئی اصل نہیں اور اس نے دوسرے مقام پر لکھا: وہ روایت کرنے کا اہل ہی نہیں۔ ابراہیم بن یحییٰ کذاب ہے لیکن وہ میرے نزدیک واقدی سے قدرے بہتر ہے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے لکھا: "میں اس کی روایات نہیں لکھتا اور نہ ہی اس کی طرف منسوب کوئی حدیث روایت کرتا ہوں، مجھے یقین ہے کہ وہ احادیث گھڑتا تھا۔" ❷

درج بالا بحث سے مذکورہ دونوں روایات کا بطلان ثابت ہوگیا۔ و الحمد للّٰہ علی ذلك۔

پھر ایک بات یہ بھی ہے کہ شیعہ خود اپنی کتابوں میں ایسی روایات لاتے ہیں جن سے اس روایت کا تناقض ثابت ہوتا ہے۔ جیسے فضل بن شاذان نے مقاتل بن حیان سے روایت کی ہے کہ میری پھوپھی عائشہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ تھی۔ اس نے مجھے یہ حدیث سنائی کہ حسین علیہ السلام دروازے پر آئے اور اجازت طلب کی۔ جب وہ اندر آئے تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے انھیں اَھْلًا وَ سَھْلًا وَ مَــرْحَبــا کہا اور انھیں اپنے پہلو میں بٹھایا تو حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: بے شک میرا باپ تیرے لیے کہتا تھا: تو اپنے اس گھر میں چلی جا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے ٹھہرنے کا حکم دیا تھا اور اس گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے اپنے پیچھے چھوڑا تھا۔ بصورت دیگر میں تیری طرف وہ کلمات (طلاق) بھیج دوں گا۔ ❸

اہل تشیع یہاں کلمات سے مراد یہ لیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خلاف علی رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی، لہٰذا اس کا یہ حق بنتا ہے کہ وہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے طلاق دے دیں اور اسے امہات المومنین کی جماعت سے باہر نکال دیں۔ حالانکہ یہ مفہوم بذات خود ان کی تردید

---

❶ عبداللہ بن عدی بن عبداللہ ابو احمد جرجانی۔ اپنے وقت کے حدیث میں مشہور امام و حافظ، نقاد اور حصول حدیث کے لیے بکثرت سفر کرنے والے تھے۔ یہ ۲۷۷ ہجری میں پیدا ہوئے۔ جرح وتعدیل کے ماہرین میں سے تھے۔ ان کی تصنیفات میں سے "الکامل فی معرفۃ الضعفاء و المتروکین" جو واقعی اپنے موضوع کے لحاظ سے مکمل ہے۔ "الانتصار" مشہور ہیں۔ یہ ۳۶۵ء میں فوت ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء للذھبی، ج ١٦، ص: ١٥٤۔ شذرات الذھب لابن العماد، ج ٣، ص: ٥١۔)

❷ تھذیب التھذیب لابن حجر رحمہ اللہ، ج ٩، ص: ٣٢٤۔

❸ الایضاح للفضل بن شاذان ازدی، ص: ١٢٥۔

کر رہا ہے۔ کیونکہ وہ کوئی ایسی روایت نہیں دکھا سکتے جس سے یہ ثابت ہو کہ علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کیا تھا۔ لیکن یہ روایت صحیح ہی نہیں، کیونکہ اس کی سند میں عبداللہ بن عبدالقدوس ہے۔ اس کے بارے میں ابن معین رحمہ اللہ نے کہا: ''یہ بے وزن شیعہ خبیث ہے۔'' [1]

لیکن اس سب کے باوجود شیعہ مسلسل یہ روایات سناتے اور لکھتے چلے آ رہے ہیں کیونکہ وہ ان کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ باوجودیکہ ان روایات میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے حسین رضی اللہ عنہ کی تکریم و تقدیس کا پہلو نمایاں ہوتا ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے پہلو میں بٹھا لیا۔ [2]

تیسرا بہتان:

اہل روافض کہتے ہیں کہ ''عائشہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اس قدر ناراض ہوئی کہ بالآخر وہ رونے لگی۔''

مزید روافضہ کا کہنا ہے: ''عائشہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر اس قدر غضبناک ہوئیں کہ ثانی الذکر رونے پر مجبور ہو گئیں اور اس کا بنیادی سبب عائشہ رضی اللہ عنہا کا وہ بغض و کینہ تھا جو وہ اہل بیت کے خلاف رکھتی تھیں۔''

صدوق نے کہا:

''ہمیں محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بواسطہ محمد بن حسین صغار، اس نے بواسطہ احمد بن محمد بن خالد، اس نے بواسطہ ابو علی الواسطی اس نے عبداللہ بن عصمہ، اس نے بواسطہ یحییٰ بن عبداللہ، اس نے بواسطہ عمرو بن ابی المقدام، اس نے اپنے باپ سے اس نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر آئے تو دیکھا کہ عائشہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سخت ڈانٹ رہی ہیں اور وہ کہہ رہی ہیں: اللہ کی قسم! اے خدیجہ کی بیٹی! تو کیا سمجھتی ہے کہ تیری ماں کو ہمارے اوپر کچھ فضیلت حاصل ہے اور اسے ہم پر کیا فضیلت حاصل ہو سکتی ہے، وہ کیا تھیں، ہم جیسی ہی ایک عورت تھیں۔ فاطمہ نے عائشہ کی باتیں سنیں جب فاطمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو رونے لگیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے کہا: عائشہ نے میری ماں کی تنقیص کی تو میں رو پڑی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی غصے میں آ گئے اور فرمایا: اے حمیراء! رک جا، بے شک اللہ تعالیٰ نے اولاد دینے والی اور محبت کرنے والی عورت

---

[1] تهذيب التهذيب لابن حجر رحمه الله، ج ٥، ص: ٢٦٥۔

[2] از مقالہ عائشہ ام المومنین لھانی عوضین غیر مطبوعہ۔

کو مبارک بنا دیا۔ بے شک خدیجہ نے میرے لیے طاہر، عبداللہ، مطہر اور قاسم، فاطمہ، رقیہ، ام کلثوم اور زینب کو جنم دیا اور تو ان عورتوں میں شامل ہے جن کے رحم کو اللہ تعالیٰ نے بانجھ بنا دیا۔ لہٰذا تو کوئی بچہ نہ جن سکی۔'' [1]

ایک غالی معاصر رافضی [2] لکھتا ہے: ''کیا میں اس (عائشہ) کا تذکرہ اس لیے کروں کہ اس نے تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار (سیّدہ فاطمہ) کو اس قدر اذیت پہنچائی کہ وہ رو پڑی۔'' [3]

اب ہم اس الزام اور بہتان کا علمی وعقلی اور الزامی ہر طرح سے ردّ کرتے ہیں:

۱۔ یہ روایات رافضیوں کی تلبیسات میں سے ایک ہے اور دوسرے مردود جھوٹوں کی طرح یہ روایت بھی ایک مردود اور جھوٹے افسانے پر مبنی ہے۔ جو اہل سنت اور بعض رافضیوں کے نزدیک بھی مردود ہے۔

اہل سنت کے میزان میں تو یہ واضح امر ہے کیونکہ وہ رافضیوں کی روایات کا اعتبار ہی نہیں کرتے اور شیعہ کے میزان کے مطابق بھی اس روایت کی سند ضعیف ہے، کیونکہ اس کی سند میں دو راوی مجہول ہیں۔

الف: عبداللہ بن عصمہ: ایک شیعی ناقد علی نمازی شاہرودی نے لکھا: ''ہمارے ائمہ نے عبداللہ بن عصمہ کا تذکرہ نہیں کیا۔'' [4]

ب: ابو علي الواسطي: محمد جواہری نے لکھا: ''ابوعلی واسطی مجہول ہے۔ الکافی میں اس کی دو روایات ہیں۔'' [5]

اور اس کے متعلق غلام رضا عرفانیان لکھتا ہے: ''ابوعلی الواسطی سے کوئی روایت مروی نہیں۔'' [6]

ج: عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو صرف محبت اور اچھی تعریف ہی ملی ہے۔ جیسا کہ روافض کی اپنی کتابوں میں بکثرت احادیث موجود ہیں جو فاطمہ رضی اللہ عنہا کی منقبت میں مروی ہیں اور یہ روایات

---

[1] الخصال للصدوق، ص: ٤٠٤-٤٠٥۔ بحار الانوار للمجلسی، ج ١٦، ص: ٣۔

[2] اسے یاسر یحییٰ عبداللہ حبیب کہا جاتا ہے۔ یہ ایک کینہ پرور رافضی ہے۔ ۱۹۷۹ء میں کویت میں پیدا ہوا۔ کویتی اداروں نے اسے صحابہ پر سب وشتم کرنے کے الزام میں گرفتار کر لیا۔ پھر مئی ۲۰۰۴ میں اسے دس سال قید سخت کی سزا سنائی۔ یہ تین ماہ جیل میں رہا پھر اسے رہا کر دیا گیا اور غیر قانونی طور پر یہ نقل مکانی کر کے عراق چلا گیا اور پھر وہاں سے ایران چلا گیا۔ پھر برطانیہ آ کر شہریت لے لی اور وہاں اس نے وفات عائشہ رضی اللہ عنہا کے دن کی مناسبت سے ایک محفل منعقد کی۔ اس ملعون نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے جہنمی ہونے پر باقاعدہ مباہلہ بھی کیا ہے۔ جو کہ یوٹیوب پر دیکھا جا سکتا ہے۔ ایسے لعنتیوں کی وجہ سے معاشرے میں فرقہ وارانہ تشدد روز بروز بڑھ رہا ہے۔

[3] یوٹیوب سے ویب سائٹ پر یہ واقعہ ''احتفال لدخول عائشة النار'' کہ عائشہ کے جہنم میں داخلے کا جشن نامی کلپ سے نقل کیا گیا۔

[4] مستدرکات علم رجال الحدیث لعلی نمازی شاهرودی، ج ٥، ص: ٥٥۔

[5] المفید من معجم رجال الحدیث لمحمد الجواهری، ص: ٤١٤۔

[6] مشائخ الثقات لغلام رضا عرفانیان، ص: ٩٢۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ہیں جن میں سے کچھ روایات گزشتہ صفحات کتاب پر نقل ہو چکی ہیں۔ ❶ جو سیّدہ عائشہ اور سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی باہمی محبت کی بہت مضبوط دلیل ہیں۔

ایک معاصر شیعی مصنف جعفر ہادی ❷ نے ایک کتاب لکھی جس کا نام "السیدة فاطمة الزهراء علی لسان عائشة زوجة رسول الله ﷺ" ہے، یعنی ''رسول اللہ ﷺ کی زوجہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی سیّدہ فاطمہ زہرا کے مناقب مصنف نے اس کتاب میں چالیس کے لگ بھگ احادیث جمع کی ہیں جو فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت میں ہیں اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہیں۔

جب عائشہ رضی اللہ عنہا رافضیوں کے بقول سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بغض رکھتی تھیں تو وہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل پر مشتمل احادیث کیوں روایت کرتی ہیں اور ان احادیث کو صرف سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہی کیوں روایت کیا۔

لہٰذا حق وہی ہے جس کی گواہی دشمن بھی دیتے ہیں۔ سبحان اللہ! جب شر نرا شر ہو تو مستقبل قریب میں وہ ضرور فنا ہو کر رہے گا۔

جس طرح عربی کہاوت ہے: ((من فمك ادينك)) میں تیری زبان کی تصدیق کرتا ہوں اور اعتراف ہی تمام دلیلوں کی سردار ہے۔ چنانچہ رافضیوں نے اپنے دعویٰ کے خلاف خود ہی گواہی دی ہے۔

چوتھا بہتان:

روافض کا کہنا کہ ''فاطمہ کی موت سے عائشہ کو ناقابل بیان خوشی حاصل ہوئی۔'' یہ باطل کلام ابن ابی الحدید کا ہے۔ ❸

ابو یعقوب یوسف بن اسماعیل لمعانی ❹ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اس جملہ کو رافضی بکثرت حجت بناتے ہیں۔ حالانکہ یہ کلام نہایت ہی بودا ہے۔ نہ تو روایات اس کی تائید کرتی ہیں اور نہ عقل اسے تسلیم کرتی ہے بلکہ خود روافض کا کلام بھی اس کی موافقت نہیں کرتا۔

علاوہ ازیں یہ کلام اسناد کے بغیر مروی ہے۔ مثلاً لمعانی نے لکھا: اور وہ اصل میں اس مزعومہ کینے پر

---

❶ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔

❷ جعفر ہادی موجودہ زمانے کا ایک شیعی مصنف ہے۔

❸ شرح نهج البلاغة لابن ابی الحدید، ص: ۹۷۶-۹۷۹۔

❹ یوسف بن اسماعیل بن عبدالرحمٰن ابو یعقوب لمعانی بغداد میں ایک حنفی عالم گزرا ہے۔ حدیث کی سماعت سے فارغ ہوا تو جامع مسجد سلطان میں درس و تدریس کی ذمہ داری لے لی۔ اصول میں یہ معتزلی تھا اور فروعات اور علم مناظرہ میں اس نے مہارت حاصل کر لی۔ ۶۰۲ ہجری میں وفات پائی۔ (البداية و النهاية لابن كثير، ج ۱۳، ص: ۵۳۔)

اپنے دل کو مطمئن کرنا چاہتا ہے، نیز میں اس طرح کے عیوب سے علی علیہ السلام کو بھی بری نہیں سمجھتا کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر کی مدح وثنا کرتے تو وہ (علی) محسوس کرتا کہ یہ (ابوبکر) اس کا اہل نہیں اور وہ (علی) اپنے لیے ایسے امتیازات اور محاسن کی تمنا کرتا اور صرف اسے (ابوبکر کو) ہی نہیں بلکہ وہ اپنے علاوہ سب لوگوں کو ایسے محاسن کا اہل نہیں سمجھتا تھا اور جو شخص کسی انسان سے کینہ رکھتا ہے وہ اس کے اہل خانہ اور اس کی اولاد سے بھی کینہ رکھتا ہے۔ گویا ان مذکورہ دونوں فریقوں (ابوبکر وعلی اور عائشہ و فاطمہ) کے درمیان خلش وبغض جیسی کمزوریاں موجود تھیں۔

تو کیا رافضی علی رضی اللہ عنہ کے متعلق ایسی سوقیانہ باتیں قبول کریں گے؟ اللہ کی قسم! اگر شیعوں کو یہ طرز کلام اچھا لگتا ہے تو لگے لیکن اہل سنت کو اس کے باطل ہونے کے بارے میں ذرہ بھر شک نہیں اور مزید یہ کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی شان ایسی بکواسات سے بہت بلند ہے۔ پھر وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ افک کے دوران علی، فاطمہ اور عائشہ رضی اللہ عنہم کے متعلق لکھتا ہے: عورتوں نے اس (عائشہ) کے آگے علی اور فاطمہ کے متعلق بہت چغلیاں کھائیں اور یہ کہ ان دونوں نے اعلانیہ اور پوشیدہ دونوں طریقوں سے اس واقعہ افک پر اپنی خوشی کا اظہار کیا اور معاملے کو مزید بڑھا چڑھا کر بیان کیا اور اس کے گھٹیا پن کو خوب واضح کیا۔

حالانکہ علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہما کے متعلق یہ بدگمانی کی انتہا ہے کہ وہ دونوں ایسے معاملے پر خوش ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غم زدہ کر دیا۔ پھر مصنف اپنی ہفوات جاری رکھتے ہوئے لکھتا ہے: اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سسر (ابوبکر رضی اللہ عنہ) کا دروازہ (اپنے مرض الموت میں) بند کروا دیا اور اپنے داماد (سیّدنا علی علیہ السلام) کا دروازہ کھلا رہنے دیا۔

یادرہے! تاریخ کا ہر چھوٹا بڑا عالم بخوبی جانتا ہے کہ یہ تحریر باطل ہے اور متواتر اخبار کی مخالف ہے۔

جب سارے کلام کا انداز یہی ہو تو دراصل وہ اپنے قائل کی جہالت اور کم علمی کا انکشاف کرتا ہے۔

چنانچہ اس کے یہ کہنے پر تعجب کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ جب فاطمہ فوت ہوئیں تو عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیویاں بنو ہاشم کے ساتھ تعزیت کرنے کے لیے آئیں۔ لیکن وہ نہیں آئیں اور اپنے مرض کا بہانہ کیا اور علی رضی اللہ عنہ کو عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق ایسی باتیں بتائی گئیں جو (فاطمہ رضی اللہ عنہا کی موت پر) ان کی خوشی پر دلالت کرتی تھیں۔ یہ قول بھی دیگر کلام کی طرح نقلی، عقلی اور دینی امانت کے لحاظ سے مردود ہے۔ کسی سند کے ذریعے یہ ثابت نہیں۔ [1]

---

[1] عائشة ام المومنين لهانی عوضين غير مطبوع۔

پانچواں بہتان:

روافض کہتے ہیں: ''عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت کو چھپا لیا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی طور پر عائشہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا تھا کہ وہ مرنے کے بعد میری وصیت کے مطابق علی رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کے امام کے طور پر فائز کریں۔''

اہل تشیع نے مجلسی کی روایت کردہ طویل حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان ہونے والی گفتگو منقول ہے۔ اس میں ہے...... (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) میں تجھے ایک بات بتاتا ہوں تو اسے اچھی طرح محفوظ کر لے۔ تا آنکہ میں اسے لوگوں میں مشہور کرنے کے متعلق تجھے حکم دوں۔ پس اگر تو نے اس کی حفاظت کی تو اللہ تعالیٰ اس دنیا اور آخرت میں تیری بھی حفاظت کرے گا اور اللہ اور اس کے رسول پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں کی فضیلت تجھے حاصل ہوگی اور اگر تو نے اسے ضائع کر دیا اور میں تجھے جو بتانے والا ہوں تو نے اس کا اہتمام نہ کیا تو اپنے رب کے ساتھ کفر کرے گی۔ تیرا اجر ضائع ہو جائے گا اور اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ تجھ سے بری ہو جائے گا اور تو خسارہ پانے والوں سے ہو جائے گی اور تیری اس کوتاہی کا کوئی نقصان اللہ اور اس کے رسول کو ہرگز نہیں ہوگا۔ گویا اس وصیت کی حفاظت، اس پر ایمان اور اس کے نفاذ کے اہتمام کا حکم اس میں موجود تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ میری عمر پوری ہو چکی ہے اور اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں لوگوں کے لیے علی کو ایک نشانی دوں، اسے ان کا امام اور اسی طرح اپنا جانشین بنا دوں جس طرح مجھ سے پہلے سب انبیاء اپنے جانشین اور اپنے وصی بناتے تھے......'' ❶

روافض کا دعویٰ ہے کہ

''عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ وصیت چھپا لی اور ابوبکر کی فضیلت ثابت کرنے والی احادیث وضع کر لیں۔''

اس الزام کا جواب:

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت والی احادیث بے شمار ہیں اور امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع واقع ہو چکا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کے افضل ترین فرد سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور اس جگہ ہم صرف

---

❶ بحار الانوار للمجلسی، ج ۲۸، قسم ۲، ص: ۹۷۔

صحیح بخاری کی ایک روایت پر اکتفا کرتے ہیں جو انھوں نے محمد بن حنفیہ ❶ (جو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہے) سے روایت کی ہے کہ میں نے اپنے والد گرامی سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل ترین کون ہے؟ انھوں نے کہا، ابوبکر، میں نے کہا: پھر کون؟ انھوں نے کہا، پھر عمر، (بقول راوی) میں ڈر گیا (اگر اب میں نے پوچھا تو وہ کہیں گے عثمان) سو میں نے کہا: پھر آپ ہیں؟ میرے والد نے کہا: میں تو ایک عام مسلمان ہوں۔ ❷

اسی طرح عبداللہ بن احمد ❸ کی وہ حدیث جو اس نے "زوائد المسند" میں روایت کی ہے۔ اس نے حسن بن زید بن حسن بن ابی طالب کی سند سے روایت کی کہ مجھے میرے باپ نے بواسطہ اپنے باپ اس نے علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا تو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما وہاں آ گئے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! یہ دونوں جنت میں انبیاء و مرسلین کے بعد تمام جوانوں اور پختہ عمر ❹ کے اہل جنت کے سردار ہیں۔ ❺

---

❶ محمد بن علی بن ابی طالب ابو القاسم قریشی، ہاشمی ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخر میں یا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دنوں میں پیدا ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے دیگر افراد کی طرح یہ بھی عالم و فاضل تھا۔ علم و ورع میں بے مثال تھا اور اس کی اکثر روایات سیّدنا علی رضی اللہ عنہ تک متصل السند ہیں۔ یہ بہت بہادر شخص تھا۔ جنگ صفین کے دن اپنے باپ کا جھنڈا اس نے اٹھایا۔ ۷۳ ہجری کے بعد وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ٤، ص: ١١٠۔ تہذیب التہذیب لابن حجر رحمہ اللہ، ج ٥، ص: ٢٢٣۔)

❷ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٣٦٧١۔

❸ عبداللہ بن امام احمد بن حنبل ابوعبدالرحمٰن شیبانی ۲۱۳ ہجری میں پیدا ہوا۔ اپنے وقت میں محدث بغداد کے لقب سے مشہور تھا۔ امام و حافظ حدیث، رواۃ پر نقد و تعدیل کا عالم حاذق تھا۔ اپنے والد گرامی سے لاتعداد احادیث روایت کی ہیں۔ جن میں سے ''مسند احمد بن حنبل مکمل اور امام احمد ہی کی تصنیف ''الزہد'' اسی سے مروی ہے اور ان دونوں کتابوں میں عبداللہ بن احمد نے اپنی سنی ہوئی متعدد روایات شامل کی ہیں۔ ۲۹۰ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ١٣، ص: ٥١٦۔ تہذیب التہذیب لابن حجر، ج ٣، ص: ٩٥۔)

❹ اسے عبداللہ بن احمد نے مسند، ج ١، ص ٨٠، حدیث نمبر: ٦٠٢ پر روایت کیا اور احمد شاکر نے المسند کی تحقیق کرتے ہوئے اس روایت کی اسناد کو صحیح کہا۔ ج ۲، ص: ۳۸ اور البانی رحمہ اللہ نے السلسلة الاحادیث الصحیحة، ج ٢، ص: ٣٢٣ پر اس کی سند کو حسن کہا۔

❺ لسان العرب، ج ١١، ص: ٦٠٠ پر ابن منظور نے لکھا: الصحاح میں ہے کہ الکھل ان مردوں پر بولا جاتا ہے جو تیس برس اپنی عمر کے پورے کر کے آگے بڑھنا شروع ہو جائیں اور ابن الاثیر نے النہایة فی غریب الحدیث و الاثر، ج ٤، ص: ٢١٣ پر لکھا: مردوں میں سے "الکھل" اس شخص کو کہا جاتا ہے جو اپنی عمر کے تیس برس پورے کر کے چالیسویں سال کی طرف بڑھ رہا ہو۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں "الکھل" سے مراد اصحاب حلم و وقار ہیں۔ اللہ تعالیٰ جنت میں اہل جنت کو ایسی حالت میں لے جائے گا کہ وہ پختہ عقل والے اور حلماء تجربہ کار بن کر جائیں گے۔

خلاصۂ بحث یہ ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق شیعوں کا یہ کہنا کہ اس نے اپنے باپ ابوبکر صدیق کی فضیلت والی احادیث وضع کیں۔'' تو جس کے پاس معمولی عقل اور ابتدائی دینی معلومات ہوں گی اسے اس روایت کے باطل ہونے میں ذرّہ بھر بھی شبہ نہیں ہو گا اور جہاں تک ان کی اس حدیث کا تعلق ہے تو یہ درحقیقت ساقط یعنی عدیم السند ہی نہیں عدیم المتن بھی ہے۔

اسے نقل کرنے سے پہلے مجلسی نے تحریر کیا: یہ حدیث علامہ الحلی نے اپنی کتاب ''کشف الیقین'' (۱۳۷) پر ابن الاثیر کی کتاب ''حجۃ التفاضیل'' سے درج ذیل سند کے ذریعے سے نقل کی، محمد بن حسین واسطی نے ابراہیم بن سعید سے اس نے حسن بن زیاد انماطی سے، اس نے محمد بن عبید انصاری سے، اس نے ابو ہارون عبدی سے، اس نے ربیعہ سعدی سے، اس نے کہا: حذیفہ، عثمان کی طرف سے مدائن کا گورنر تھا......اس نے طویل روایت نقل کی۔ ا ھ۔

ہم اس روایت پر کچھ گفتگو کرتے ہیں۔ اس روایت کے باطل ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اس میں ایک راوی ہارون عبدی عمارہ بن جوین ہے، جس کے متعلق امام بخاری نے کہا: یحییٰ بن قطان نے اسے متروک کہا۔ امام احمد نے کہا: یہ بے وزن ہے۔ دوری نے ابن معین کا قول نقل کیا کہ ان کے نزدیک اس کی حدیث کی تصدیق نہیں کی جاتی اور اس کے پاس ایک صحیفہ تھا جس کے بارے میں وہ کہتا: ''یہ وحی والا صحیفہ ہے۔'' امام نسائی رحمہ اللہ نے کہا: یہ متروک الحدیث ہے اور دوسری جگہ اس نے کہا: یہ ثقہ نہیں اور اس کی حدیث نہ لکھی جائے اور شعیب بن حرب نے شعبہ کا قول نقل کیا: ''اگر مجھے گرفتار کر کے میری گردن مار دی جائے تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ میں اس (ہارون عبدی) سے حدیث لوں۔''

خالد بن حراش نے حماد بن زید کا قول نقل کیا: ''یہ کذاب ہے صبح کو کچھ بیان کرتا ہے اور شام کو کچھ اور۔''

جوزجانی نے کہا: یہ کذاب و مفتری ہے اور حاکم ابو احمد نے کہا: یہ متروک ہے۔ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے کہا: ''یہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا ہے۔ عقیدہ میں خارجی اور عملی طور پر شیعہ ہے۔''

ابن حبان نے کہا: ''ابو سعید سے ایسی احادیث بیان کرتا ہے جو اس کی نہیں ہوتیں۔ بطور تعجب و عبرت کے علاوہ اس کی حدیث لکھنا جائز نہیں۔ ابراہیم بن جبیر نے ابن معین کا قول نقل کیا کہ یہ غیر ثقہ اور کذاب تھا۔ ابن علیہ نے کہا: یہ جھوٹ بولتا تھا۔ یہ قول حاکم نے اپنی ''التاریخ'' میں نقل کیا اور شعبہ نے کہا: اگر میں چاہوں تو ابو ہارون ابو سعید سے ہر وہ بات سنا دوں جو اس نے اہل واسط کو رات میں کرتے

ہوئے دیکھا تھا۔

اسے ساجی اور ابن عدی نے روایت کیا۔ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے کہا: ''ائمہ جرح کا اس پر اجماع ہے کہ اس (ہارون عبدی) کی روایت کردہ احادیث ضعیف ہوتی ہیں۔'' [1]

مجموعی طور پر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت صحیح ہونے پر اجماع ہے۔ اس میں کبھی کوئی اختلاف نہیں ہوا۔ بلکہ رافضی لوگ ایسی روایات نقل کرتے ہیں جن کا لب لباب یہ ہوتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے اپنی امامت کے صحیح ہونے کی یہی دلیل بیان کی کہ میں اسی طریقہ سے خلیفہ بنا ہوں جس طریقہ سے ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تھے جس طرح رضی ''نہج البلاغة'' میں علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے جو خط معاویہ کی طرف لکھا اس میں یہ جملے بھی تھے کہ میری بیعت انھیں لوگوں نے انہی چیزوں پر کی جنھوں نے ابوبکر، عمر اور عثمان کی بیعت کی تھی۔ لہٰذا یہاں کسی حاضر و موجود شخص کو میری بیعت نہ کرنے کا اختیار نہیں اور نہ ہی کسی غیر حاضر شخص کو بیعت ردّ کرنے کا اختیار ہے۔ کیونکہ شوریٰ مہاجروں اور انصاریوں پر مشتمل ہے۔ اگر وہ کسی آدمی پر اکٹھے ہو جائیں اور اسے امام کہنے لگیں تو اسی میں اللہ کی رضا ہے اور اگر کوئی باغی کسی عیب یا بدعت کا دعویٰ کر کے بغاوت کر دے تو تمام مہاجرین و انصار اسے اس کی بغاوت سے واپس لائیں گے اور اگر وہ انکار کر دے تو اس کا مومنوں کی راہ سے ہٹ جانے کی وجہ سے اس سے قتال کریں گے اور اللہ تعالیٰ اسے اسی طرف پھیر دے گا جس طرف وہ خود پھر گیا۔ ا۔ ھ

اسی لیے ابن ابی الحدید نے ''شرح نهج البلاغة'' میں اس عبارت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے..... اگرچہ وہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب و شتم کرنے میں سب شیعوں سے آگے ہوتا ہے..... وہ لکھتا ہے تمھیں علم ہونا چاہیے کہ امام چننے کے طریقے کی وضاحت کے لیے یہ فصل بالکل صراحت کرتی ہے جیسا کہ ہمارے علماء و ائمہ بیان کرتے ہیں، کیونکہ وہ (علی علیہ السلام) اپنی بیعت کے لیے انہی اہل الرائے اور صاحب مشورہ کے اتفاق کو معاویہ کے سامنے دلیل بنا رہا ہے، جنھوں نے ابوبکر کی بیعت کی تھی اور تمام مسلمانوں کی بیعت اجتماعی طور پر کرنے کو دلیل نہیں بنایا چونکہ ابوبکر کی بیعت میں بھی تمام مسلمانوں کی بیعت کا اہتمام نہیں کیا گیا تھا، اس لیے کہ ابتدائے امر میں سعد بن عبادہ اور ان کی اولاد و اقارب نے بیعت نہ کی اس طرح علی علیہ السلام اور بنو ہاشم نے ابوبکر کی بیعت نہ کی تھی اور انھوں نے توقف و تامل کیا۔ تو یہ صحیح چناؤ کی دلیل ہے اور امام منتخب کرنے کا یہی طریقہ ہے۔ چنانچہ علی کی امامت پر یہ اعتراض نہیں کیا جا

---

[1] تهذيب التهذيب لابن حجر، ج ٧، ص: ٣٦٢۔

سکتا کہ ان کی بیعت معاویہ اور اہل شام نے کی تھی۔

جہاں تک امامیہ شیعہ کا تعلق ہے وہ علی علیہ السلام کے اس خط کو تقیہ پر محمول کرتے ہیں اور کہتے ہیں اس کے لیے ممکن نہ تھا کہ معاویہ کو اپنے دل کی بات بتاتا اور اسے یہ کہتا کہ میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے مسلمانوں کا منصوص خلیفہ بلا فصل بن چکا ہوں۔ اس طرح تو گزشتہ خلفاء ثلاثہ پر طعن و تشنیع کا دروازہ کھل جاتا اور اس کی اپنی بیعت جو اہل مدینہ نے کی تھی وہ فاسد ہو جاتی۔

ابن ابی الحدید کہتا ہے امامیہ کے اس دعویٰ کو اگر کسی دلیل سے مضبوط کیا جاتا تو اسی دعویٰ کو قبول کرنا ضروری تھا۔ لیکن وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں کہ علی علیہ السلام کا یہ خط تقیہ کے طور پر تھا اس کی کوئی دلیل نہیں اگرچہ وہ اپنے اصول کے مطابق ہی کہہ رہے ہوں۔ ا۔ھ [1]

بقول مصنّف: کتنی تعجب انگیز بات ہے یہ کون سا تقیہ ہے جو شیعوں کے بقول امیر المومنین سے ایسی بات کہلوا رہا ہے جو ان کے نزدیک کفر ہے یعنی ابوبکر اور عمر کی خلافت کے صحیح ہونے کا اصرار و اعلان لیکن یہ اور اس طرح کے دیگر اقوال شیعوں کے اس دعویٰ کے باطل ہونے کی دلیل ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ وصی اور خلیفہ بلافصل ہیں۔ اہل روافض کے نزدیک یہ عقیدہ ان کے دین کا رکن عظیم بلکہ رکن اعظم ہے اور وہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم کی بے شمار آیات ان کے اس دعویٰ کی تائید و تاکید میں اتریں کہ علی وصی رسول اللہ اور خلیفہ بلافصل ہے لیکن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی آیات کو چھپا لیا۔ اگرچہ وہ کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ کہا جو رضی نے "نهج البلاغة" میں روایت کیا کہ اس نے کسی صحابی رسول کے متعلق کہا: فلاں شخص کی آزمائشوں پر تعجب ہوتا ہے۔ بے شک اس نے کج رووں [2] کو سیدھا کر دیا اور دائمی مریضوں [3] کا علاج کیا اور سنت کو قائم کیا اور فتنوں کا قلع قمع کیا۔ وہ جب گیا تو اس کا لباس بے داغ تھا اس کے گناہ قلیل تھے۔ اس نے ہمیشہ بھلائی کے کام کیے اور فتنہ و فساد پر ہمیشہ غلبہ پا لیا۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و تقویٰ کا حق ادا کر دیا۔ وہ چلا گیا اور لوگوں کو وادیوں اور گھاٹیوں میں بھٹکتا ہوا چھوڑ گیا۔

ابن ابی الحدید لکھتا ہے: ''رضا کا ''فلاں'' کہنا عمر بن خطاب سے شدید بغض کی وجہ سے ہے، وہ ان

---

[1] شرح نهج البلاغة لابن ابی الحدید، ص: ۱۴۵۸۔

[2] الاود: العوج۔ (النهاية فی غريب الحديث و الاثر لابن الاثير، ج ۱، ص: ۷۹۔)

[3] العمد: پیٹھ پر نکلنے والے پھوڑے کو کہتے ہیں۔ (النهاية فی غريب الحديث و الاثر، ج ۳، ص: ۲۹۷۔

کا نام نہیں لیتا اور کنایۃً ''فلاں'' لکھتا ہے۔ لیکن میرے پاس رضا ابو الحسن کے ہاتھ سے لکھا ہوا جامع "نهج البلاغة" کا ایک نسخہ موجود ہے جس میں ''فلاں'' کے نیچے ''عمر'' لکھا ہوا ہے۔

مجھے یہ بات فخار بن معد موسوی اودی شاعر نے بتائی اور میں نے اس لفظ کے متعلق نقیب ابو جعفر یحییٰ بن ابو زید علی سے پوچھا تو اس نے کہا، وہ عمر ہے۔ تب میں نے تعجب سے کہا: کیا امیر المومنین نے اس کی یہ ثنا خوانی کی ہے؟ اس نے کہا: ہاں، ایسا ہی ہے۔ [1]

البتہ رضا کے جان بوجھ کر عمر کا نام نہ لکھنے پر میں کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتا۔ مزید تعجب اس پر ہے جو خوارزمی [2] نے اس مناقب کے ضمن میں ابو شبیر شیبانی سے روایت کی کہ جب عثمان کو شہید کر دیا گیا تو لوگوں نے علی کے بارے میں اختلاف کیا۔ کچھ کہتے تھے: ہم اس کی بیعت کریں گے ان میں طلحہ، زبیر اور مہاجرین و انصار تھے۔ تب اس نے کہا: مجھے امارت میں کوئی دلچسپی نہیں۔ تم جسے چاہو چن لو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ بقول راوی لوگ چالیس دن تک اس کے پاس آتے جاتے رہے حتی کہ لوگوں نے اسے خلیفہ بننے پر مجبور کر دیا۔ [3]

یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ بذات خود امارت ناپسند کرتے تھے یہاں تک کہ "نهج البلاغة" میں رضا کی روایت کے مطابق اس کی بیعت خلافت کی تفصیل لکھتے ہوئے وہ روایت کرتا ہے:

تم نے میرا ہاتھ پھیلایا تو میں نے اسے بند کر لیا اور تم نے اسے آگے بڑھایا تو میں نے اسے پیچھے ہٹا لیا۔ پھر تم نے مجھ پر اس طرح اژدہام [4] کر لیا جس طرح پیاسے اونٹ اپنی باری کے وقت اپنے حوضوں کے گرداگرد اژدہام [5] کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ (اونٹوں کے) نعل ٹوٹ گئے۔ پالان وغیرہ گر گئے اور کمزور روند دیے گئے۔'' [6]

---

[1] شرح نهج البلاغة لابن ابی الحديد، ص: ۲۲٤۔

[2] موفق بن احمد بن محمد دراصل مکی ہے۔ ابو المؤید کنیت ہے، خوارزم میں خطیب تھا۔ ادیب، فاضل، شاعر اور فقیہ تھا۔ عربی زبان پر اسے مکمل دسترس حاصل تھی۔ تقریباً ۴۸۱ ہجری میں پیدا ہوا "کتاب المناقب" اس کی تصنیف ہے۔ خوارزم میں ۵۶۸ ہجری کو فوت ہوا۔ (انباه الرواة للقفطی، ج ۳، ص: ۳۳۲۔ بغية الوعاة للسيوطی، ج ۲، ص: ۳۰۸۔)

[3] کتاب المناقب للموفق الخوارزمی، ص: ۱۷۸۔

[4] تداككتم: یعنی تم نے اژدہام کر لیا۔ (النهاية فی غريب الحديث و الاثر لابن الاثير، ج ۲، ص: ۱۲۸۔)

[5] وردها: پانی کے لیے پیاسوں کا حوض پر آنا۔ (لسان العرب لابن منظور، ج ۳، ص: ٤٥٦۔)

[6] شرح نهج البلاغة لابن ابی الحديد، ص: ۱۳۳۱۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ (علی رضی اللہ عنہ) وصی کیسے ہیں جبکہ وہ شیعہ کی اپنی روایت کے مطابق امامت قبول کرنے سے انکاری ہیں۔ جو درحقیقت علی رضی اللہ عنہ بطور ورع وتقویٰ کے کر رہے تھے۔ اگرچہ تمام مسلمانوں کا اجماع تھا کہ وہ اس وقت سب لوگوں سے بہتر تھے۔

لہٰذا سیّدہ عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا پر رافضیوں کی یہ تہمت باطل ٹھہرتی ہے کہ انھوں نے وصیت نامہ چھپا لیا۔ بلکہ یہ روایت ان کی تصدیق وتوثیق کرتی ہے۔ جب ان سے کہا گیا کہ علی رضی اللہ عنہ کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی ہے، تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے کب وصیت کی؟ جبکہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری لحات میں آپ کو اپنے سینے کے ساتھ لگایا ہوا تھا یا انھوں نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک میری گود میں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن منگوایا، آپ کی روح میری گود میں قبض ہوئی لیکن مجھے پتا نہ چلا کہ آپ فوت ہو چکے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (علی رضی اللہ عنہ) کے لیے کب وصیت کی؟ [1]

سیّدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں نے عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے پوچھا، کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی تھی؟ اس نے کہا: نہیں۔ تو میں نے کہا: تو لوگوں پر وصیت کا نفاذ کس طرح فرض ہو گیا یا انھیں کس طرح حکم دیا گیا؟ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب اللہ پر عمل کرنے کی وصیت کی تھی۔'' [2]

اہل تشیع کے اس بہتان کی دھجیاں ان کی اپنی روایات سے ہی اڑتی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیعت علی کے لیے تائید وحمایت کی اور وہ ان کی خلافت کی کبھی مخالف نہ رہیں۔ اس دعویٰ کے دلائل کے طور پر ہم احنف بن قیس کا واقعہ تحریر کرتے ہیں:

> ''احنف بن قیس جب مدینہ آیا تو دیکھا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر لیا گیا ہے۔ چنانچہ اس نے طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما سے ملاقات کی اور ان دونوں سے اس نے پوچھا: تم دونوں مجھے کس کا ساتھ دینے کا مشورہ دیتے ہو اور تم خود بھی اس پر خوش ہو کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس خلیفہ (عثمان) کو شہید کر دیا جائے گا؟ ان دونوں نے کہا: تم علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل جاؤ۔ پھر احنف نے کہا: کیا تم دونوں مجھے یہی مشورہ دے رہے ہو اور کیا تم اس پر خوش ہو؟ ان دونوں نے کہا: ہاں! پھر احنف مدینہ سے روانہ ہو کر مکہ پہنچ گیا۔ جب وہ مکہ پہنچا تو سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر اسے مل گئی۔ وہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ملاقات کے لیے ان کی طرف چل دیا: جو ان دنوں

---

[1] اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

[2] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱٦٣٤۔

حج کے لیے مکہ آئی ہوئی تھیں۔ اس نے آپ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: آپ مجھے کس کی بیعت کا حکم دیں گی؟ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تو علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لے۔ احنف نے کہا: کیا آپ مجھے یہ مشورہ دے کر خوش ہیں؟ انھوں نے فرمایا: ہاں۔ پھر احنف نے کہا: میں سفر حج سے واپسی پر علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں ملا اور ان کی بیعت کر لی۔ پھر میں بصرہ لوٹ آیا اور میری سمجھ کے مطابق معاملہ حل ہو چکا تھا۔'' ❶

امام ابن حزم رحمہ اللہ مذکورہ لوگوں کی اپنی خوشی سے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کے متعلق لکھتے ہیں:

''اور طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ ان میں سے کسی نے بھی علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کو نہیں توڑا اور نہ ان پر کوئی عیب لگایا اور نہ ہی انھوں نے علی رضی اللہ عنہ کی کوئی ایسی خطا بیان کی جس سے وہ خلافت سے محروم ہو جاتے اور نہ ہی انھوں نے کسی اور کو امام بنایا اور نہ کسی اور کی امامت کی انھوں نے تجدید کی۔ کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ مذکورہ باتوں میں سے کوئی بات کسی کی طرف منسوب کر دے۔'' ❷

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں مہلب ❸ کا قول نقل کیا:

''یہ تاریخی حقیقت ہے کہ عائشہ اور جو لوگ اس کے ساتھ تھے ان میں سے کسی نے بھی علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خلافت میں کبھی اختلاف نہیں کیا اور نہ ان میں سے کسی نے کسی اور کو خلیفہ بنانے کی بات کی۔'' ❹

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

''البتہ جو جاہل رافضی اور غبی قصہ گو علی رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت کی وصیت کی بات کرتے ہیں تو یہ نرا افتراء، جھوٹا فسانہ اور بہتان ہے۔ اس سے تمام صحابہ پر خیانت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے نفاذ میں کوتاہی لازم آتی ہے اور جس شخص کے لیے وصیت کی گئی تھی اس تک بحفاظت اور

---

❶ تاریخ الطبری، ج ۳، ص: ٣٤ اور اس کی سند کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے صحیح کہا: (فتح الباری، ج ۱۳، ص: ۳۸۔)

❷ الفصل فی الملل و الاھواء و النحل لابن حزم، ج ٤، ص: ۱۵۳۔

❸ مہلب بن احمد بن ابی صفرہ ابو القاسم اندلسی مالکی، عالم، فقیہ، محدث اور صاحب معرفہ و ذکاء تھا۔ اندلس میں صحیح بخاری کی ترویج اسی نے کی۔ مریہ نامی علاقے کا قاضی بھی رہا۔ اس کی تصنیفات "شرح البخاری" اور "التصحیح فی اختیار الصحیح" ہیں۔ ۴۳۵ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ۱۷، ص: ۵۷۹۔ تاریخ الاسلام للذھبی، ج ۲۹، ص: ٤٢٢۔)

❹ فتح الباری لابن حجر، ج ۱۳، ص: ٥٦۔

بطور امانت نہ پہنچانا اور مطلوبہ شخص کے علاوہ کسی اور کو اس منصب پر فائز کر دینا جس کا کوئی معنی تھا اور نہ کوئی سبب۔ ہر وہ شخص جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہو اور اس کا عقیدہ راسخ ہو کہ سچا دین اسلام ہے، وہ اس افتراء کے بطلان کو بخوبی جانتا ہے کیونکہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء و رسل کے بعد تمام مخلوق سے بہترین لوگ ہیں اور ان کا زمانہ اس امت کا بہترین زمانہ تھا جو کہ نص قرآنی اور سلف و خلف کے اجماع کے مطابق تمام امتوں سے دنیا و آخرت میں افضل ہیں اور تمام تعریفات کے لائق و مستحق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔'' [1]

چھٹا بہتان:

اہل تشیع سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف قبیح الفاظ منسوب کرتے ہیں۔ (ہم دل پر بوجھ محسوس کرتے ہوئے یہ روایت نقل کر رہے ہیں اور اللہ کے حضور معافی کے طلب گار ہیں) اس کے ثبوت کے لیے ان کی یہ روایت کافی ہے:

''محمد بن جعفر رزاز، محمد بن عیسیٰ سے، وہ اسحاق بن زید سے، وہ عبدالغفار بن قاسم سے، وہ عبداللہ بن شریک العامری سے، وہ جندب بن عبداللہ البجلی سے، وہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے کہ میں حجاب کا حکم نازل ہونے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپ عائشہ کے گھر میں تھے۔ تو میں ان دونوں کے درمیان بیٹھ گیا۔ عائشہ بولیں! اے ابن ابی طالب! تجھے اپنے چوتڑ کے لیے میری ران کے علاوہ کوئی جگہ نہ ملی۔ مجھ سے دُور ہو جا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے دونوں کندھوں کے درمیان مار کر اسے کہا تو برباد ہو جائے، تو امیر المومنین، سیّد الوصیین، قائد غر محجلین (وضو کے اثر سے پانچ اعضاء چمکنے والوں کے راہنما) سے کیا چاہتی ہے؟'' [2]

اس بہتان کا جواب:

اس روایت کی اسناد میں عبداللہ بن شریک عامری ہے۔ محدثین کا اس کی تعدیل میں تو اختلاف ہے لیکن اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ غالی شیعہ تھا حتیٰ کہ جوزجانی نے اسے ''کذاب'' کہا ہے۔ [3]

---

[1] البدایة و النهایة لابن کثیر، ج ۱۰، ص: ۴۱۸۔ مقاله عائشه ام المومنین لهانی محمد عوضین غیر مطبوع۔

[2] بحار الانوار للمجلسی، ج ۲۲، ص: ۲۴۴۔

[3] تقریب التهذیب لابن حجر، ج ۱، ص: ۵۰۱۔

لہٰذا جس کا یہ حال ہو اس کی روایت مردود ہوتی ہے۔

اس روایت میں ایک راوی عبدالغفار بن قاسم بھی ہے جو شیعہ اور متروک ہے، شراب پی پی کر بے ہوش ہو جاتا تھا۔ اس کی روایت کو دلیل بنانا جائز نہیں۔ ❶

اس روایت کے راویوں کی مزید چھان پھٹک کی بجائے اتنا ہی اس روایت کے ردّ کے لیے کافی ہے۔

ساتواں بہتان:

وہ کہتے ہیں کہ

''جب نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میرے گھر والوں میں سے میرا محبوب ترین شخص آئے اور آ کر میرے ساتھ کھانا کھائے تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے علی رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ کے پاس نہ آنے دیا۔ وہ علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں مسجد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا اور آپ نے فجر کی نماز پڑھائی تھی۔ پھر آپ ﷺ اٹھے تو میں بھی اٹھ گیا اور رسول اللہ ﷺ جب کہیں جانے کا ارادہ کرتے تو اس کے بارے میں مجھے بتلا دیتے اور جب آپ مذکورہ جگہ پر دیر لگاتے، میں آپ کا حال معلوم کرنے کے لیے آپ کی طرف چلا جاتا۔ کیونکہ آپ ﷺ کی ایک لمحے کی جدائی سے میرا دل بے سکون ہو جاتا۔ آپ ﷺ نے مجھے بتایا کہ میں عائشہ کے گھر جا رہا ہوں۔ آپ چل پڑے اور میں فاطمہ الزہرا کے گھر کی طرف چلا گیا۔ میں حسن و حسین کے ساتھ تھا میں اور وہ ان دونوں بچوں کے ساتھ نہایت خوشی وسکون محسوس کر رہے تھے۔ پھر میں اٹھا اور عائشہ کے دروازے کی طرف چلا گیا۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اس نے کہا: کون ہے؟ میں نے کہا کہ میں علی ہوں۔ اس نے کہا: نبی ﷺ سو رہے ہیں۔ میں واپس چلا آیا۔ میں نے سوچا کہ نبی ﷺ سو رہے ہیں جبکہ عائشہ گھر میں موجود ہو، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں نے واپس آ کر دروازہ کھٹکھٹایا تو اس نے مجھ سے کہا: کون ہے؟ میں نے اسے بتایا کہ میں علی ہوں۔ تو اس نے کہا نبی ﷺ ضروری کام کر رہے ہیں۔ میں شرماتے ہوئے دروازہ کھٹکھٹانے کی بجائے واپس آ گیا اور مجھے سینہ میں اتنا خلجان ہونے لگا جو میری برداشت سے باہر تھا۔ میں جلد ہی واپس آیا، تو زور زور سے دروازہ بجانے لگا۔

---

❶ المجروحین لابن حبان، ج ۲، ص: ۱۴۳۔

عائشہ نے مجھے کہا: کون ہے؟ میں نے کہا: میں علی ہوں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اے عائشہ! تو اس کے لیے دروازہ کھول دے۔ چنانچہ اس نے دروازہ کھولا تو میں اندر چلا گیا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے ابو الحسن! تو بیٹھ جا میں اپنا حال تجھے سناؤں۔ یا تو مجھے بتائے گا کہ میرے پاس آنے میں دیر کیوں کی؟ میں نے کہا: اے رسول اللہ! آپ مجھے بتائیں، کیونکہ آپ کی باتیں سب سے اچھی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوالحسن! میں بھوک کی شدت کی وجہ سے سخت پریشان تھا۔ چنانچہ میں عائشہ کے پاس آ گیا اور اپنا قیام طویل کر دیا لیکن اس کے پاس کچھ نہ تھا جو میرے پاس لاتی۔ پس میں نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے اور فوراً سننے والے اور قبول کرنے والے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا۔ مجھ پر میرا محبوب جبریل نازل ہوا، اس کے پاس یہ پرندہ تھا۔ اس نے اپنے آگے پڑے ہوئے اس پرندے پر انگلی رکھی اور فرمایا: بلاشبہ اللہ عزوجل نے میری طرف یہ پرندہ پکڑنے کی وحی کی اور یہ جنت کا سب سے عمدہ کھانا ہے، اے محمد! میں آپ کے پاس یہ لایا ہوں۔ چنانچہ میں نے اللہ عزوجل کی بکثرت حمد بیان کی اور جبریل آسمان کی طرف چلا گیا۔ میں نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے اور کہنے لگا اے اللہ! تو میرے پاس ایک ایسا بندہ لے آ جو تیرے ساتھ اور میرے ساتھ محبت کرتا ہے تاکہ وہ میرے ساتھ اس پرندے کا گوشت کھائے۔ میں نے کافی دیر تک انتظار کیا لیکن میں نے کسی کو دروازہ بجاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ میں نے دوبارہ ہاتھ اٹھائے اور کہا اے اللہ! تو مجھے ایک ایسا بندہ مہیا کر دے جو تجھ سے اور مجھ سے محبت کرتا ہے اور تو اور میں اس کے ساتھ محبت کرتے ہیں تاکہ وہ میرے ساتھ اس پرندے کا گوشت کھائے۔ تب میں نے دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز سنی اور تیری بلند آواز بھی۔ تو میں نے عائشہ کو کہا: تو علی کو آنے دے، تو تو اندر آ گیا اور میں مسلسل اللہ کی حمد بیان کرنے لگا یہاں تک کہ تو میرے پاس پہنچ گیا۔ گویا تو اللہ اور میرے ساتھ محبت کرتا ہے اور اللہ اور میں تیرے ساتھ محبت کرتے ہیں۔ اے علی تو کھا۔ چنانچہ جب میں نے اور نبی ﷺ نے پرندے کا گوشت کھایا تو آپ مجھ سے مخاطب ہوئے: اے علی! تو مجھے اپنی آپ بیتی سنا۔ میں نے کہا: اے رسول اللہ! میں جب سے آپ سے جدا ہوا، میں فاطمہ، حسن اور حسین سب بہت ہی مسرور تھے۔ پھر میں آپ کے دیدار کے لیے چلا آیا اور دروازہ کھٹکھٹایا تو عائشہ نے مجھ سے

پوچھا: کون دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے؟ میں نے بتایا کہ میں علی ہوں۔ اس نے کہا: نبی ﷺ سو رہے ہیں۔ میں واپس چلا گیا۔ میں نے جب کچھ رستہ طے کر لیا تو میں نے سوچا عائشہ گھر میں ہے اور نبی ﷺ سو رہے ہیں یہ ناممکن ہے۔ میں دوبارہ آیا اور دروازہ کھٹکھٹایا، اس نے مجھ سے پوچھا: دروازے پر کون ہے؟ میں نے بتایا کہ میں علی ہوں۔ اس نے کہا: نبی ﷺ اپنا کام کر رہے ہیں۔ میں شرماتے ہوئے واپس چل پڑا۔ جب میں اس جگہ پر پہنچا جہاں سے پہلے واپس ہوا میرے دل سے صبر جاتا رہا اور میں سوچنے لگا کہ عائشہ گھر پر ہے اور نبی ﷺ اپنا کوئی کام کر رہے ہیں؟ چنانچہ میں واپس آ گیا اور اتنے زور سے دروازہ پیٹا کہ آپ نے بھی سن لیا۔ میں نے آپ کی آواز سن لی جب آپ اسے کہہ رہے تھے کہ علی کو آنے دے۔ چنانچہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا کہ یہ کام اسی طرح ہوگا۔ اس کی اور کوئی صورت نہیں۔ اے حمیراء! تجھے اس فعل پر کس نے آمادہ کیا؟ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میری تمنا تھی کہ کاش! میرے والد محترم آ کر آپ کے ساتھ اس پرندے کا گوشت کھائیں۔ آپ ﷺ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: تیرے اور علی کے درمیان کینے [1] کا یہ پہلا مظاہرہ نہیں اور بے شک میں جانتا ہوں علی کے متعلق تیرے دل میں جو کچھ ہے۔'' [2]

اس قصے کا جواب:

یہ قصہ جھوٹ کا پلندہ ہے اور روایت مشہور یہ ہے کہ علی کو اندر آنے سے روکنے والا خادم رسول اللہ ﷺ، انس رضی اللہ عنہ تھا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے نہیں روکا تھا۔ کیونکہ انس رضی اللہ عنہ چاہتے تھے کہ کوئی انصاری آئے (اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ یہ پرندہ کھائے) یہ الفاظ شیعہ کی اپنی روایات میں موجود ہیں۔ اگرچہ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی یہ حدیث صحیح ثابت نہیں۔

چنانچہ خلیلی [3] نے لکھا ہے:

---

[1] الضغن: کینہ (النهاية في غريب الحديث و الاثر لابن الاثير، ج ٣، ص: ٩١۔ لسان العرب لابن منظور، ج ١٣، ص: ٢٥٥۔

[2] الاحتجاج على اهل اللجاج للطبرسي، ج ١، ص: ١٩٧۔

[3] خلیل بن عبداللہ بن احمد ابو یعلی قزوینی۔ اپنے وقت کا امام، حافظ اور ثقہ تھا۔ رجال اور حدیث کی علل کا عالم بے مثل تھا۔ بہت بلند شان کا عالم تھا۔ "الارشاد فی معرفۃ المحدثین" اس کی تصنیف ہے۔ ۴۴۶ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبي، ج ١٧، ص: ٦٦٦۔ شذرات الذهب لابن العماد، ج ٣، ص: ٢٣٧۔

''پرندے والی حدیث کسی ثقہ نے روایت نہیں کی۔ اسے اسماعیل بن سلمان بن ازرق اور اس کی طرح ضعیف راویوں نے روایت کیا۔ تمام ائمہ حدیث یہ روایت ردّ کرتے ہیں۔'' ❶

نیز یہ حدیث شیعہ مذہب کی بھی مخالفت کرتی ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جانتے تھے کہ علی رضی اللہ عنہ تمام مخلوق سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے اور یہ کہ آپ نے اسے اپنے بعد خلیفہ بنایا ہے جبکہ اس حدیث سے پتا چلتا ہے کہ آپ ﷺ کو اللہ کے ہاں محبوب ترین شخص کا علم نہیں تھا۔ اگر تو آپ ﷺ کو معلوم تھا تو پھر آپ کے لیے ممکن تھا کہ آپ اسے بلوا بھیجتے۔ جس طرح آپ اپنے کسی بھی صحابی کو بلوا لیتے یا آپ یوں دعا کرتے: اے اللہ! تو علی کو میرے پاس لا۔ کیونکہ وہ تمام مخلوق میں تیرے نزدیک محبوب ترین ہے۔ تو آپ ﷺ کو اپنی دعا مبہم الفاظ کے ساتھ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اگر آپ علی رضی اللہ عنہ کا نام لے دیتے تو انس رضی اللہ عنہ ناحق امیدوار نہ ہوتے اور نہ ہی علی رضی اللہ عنہ کو دروازے پر روکا جاتا اور اگر نبی ﷺ کو اس کا علم نہیں تھا کہ علی رضی اللہ عنہ اللہ کے ہاں محبوب ترین ہیں تو شیعوں کا یہ قول باطل ہو جاتا ہے کہ نبی ﷺ کو اس بات کا علم تھا۔

پھر روایت کے الفاظ پر غور کرنا چاہیے: ''اے اللہ! جو تجھے سب سے زیادہ محبوب ہو اور جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے'' تو کیا آپ کو معلوم نہیں تھا کہ سب سے محبوب آپ کے نزدیک کون ہے؟ نیز کتب صحاح میں احادیث تواتر کے ساتھ ثابت ہیں جن کی صحت پر تمام محدثین کا اجماع ہے اور جن احادیث کو قبول عام حاصل ہے وہ اس روایت کی مخالف ہیں۔ تو کس طرح صحیح متواتر احادیث کے مقابلے میں ایک موضوع اور جھوٹ موٹ کا افسانہ پیش کیا جاتا ہے۔ جسے وہ خود بھی صحیح نہیں کہتے۔ ❷

آٹھواں بہتان:

''عائشہ رضی اللہ عنہا انصاری عورتوں کو علی رضی اللہ عنہ کی مدح و ثنا بیان کرنے سے روکتی تھیں۔''

بیاضی نامی شیعہ مصنف لکھتا ہے:

''جب علی علیہ السلام کے لیے فاطمہ کی رخصتی ہوئی تو انصاری عورتوں نے کہا: اس کا باپ لوگوں کا سردار ہے۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: تم کہو: اس کا خاوند بہادر اور جنگجو ہے۔ ان عورتوں نے علی کا نام نہ لیا تو آپ ﷺ نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو انھوں نے بتا دیا کہ عائشہ نے

---

❶ الارشاد للخليلي، ج ١، ص: ٤١٩۔ السلسلة الاحاديث الضعيفة للالباني، حديث نمبر: ٦٥٧٥۔

❷ منهاج السنة النبوية لابن تيمية، ج ٧، ص: ٣٧٤۔

ہمیں منع کیا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ اہل بیت کی عداوت نہیں چھوڑے گی۔'' ❶

اس طرح کے جھوٹے من گھڑت افسانوں پر مشتمل مرویات سے رافضیوں کی لائبریریاں بھری پڑی ہیں۔ ❷

اس قصے کی تردید کے لیے وہ فصل کافی ہے جو گزشتہ صفحات میں عائشہ رضی اللہ عنہا اور اہل بیت کے درمیان خوش گوار تعلقات کے عنوان سے گزر چکی ہے۔ ❸

❶ الصراط المستقيم للبياضي، ج ٣، ص: ١٦٦۔

❷ الصاعقة لعبد القادر محمد عطا صوفی، ص: ٧٧۔

❸ کتاب کے پچھلے صفحات کے مطالعہ کیا جائے۔

تیسرا مبحث:

دیگر من گھڑت بہتانوں کا بیان اور ان کا ردّ

پہلا بہتان:

اہل تشیع کہتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے نوح اور لوط علیہما السلام کی بیویوں کی مثال عائشہ کے لیے دی ہے:

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍ﴾ (التحریم: ۱۰)

''اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال دی ہے۔''

ان روافض کے بقول اس آیت میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی تکفیر بیان کی گئی ہے۔''[1]

اس بہتان کا جواب:

۱۔ کوئی بھی صاحب عقل یہ ماننے سے قاصر ہے کہ اللہ عزوجل نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے نوح اور لوط علیہما السلام کی بیویوں کی مثال دی ہے۔ حالانکہ یہ مثال تو کافروں کے لیے ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں اپنے پاس رکھتے ہیں اور طلاق بھی نہیں دیتے بلکہ ان کی صحیح حالت واضح نہیں کرتے۔

بلکہ اکثر و بیشتر مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ایسی مدح و ثنا بیان کرتے ہیں کہ ان کے جیسی مدح و ثنا کسی اور کی بیان نہیں کرتے۔ کیا یہ رائے اللہ عزوجل کے اس فرمان کے الٹ نہیں:

﴿وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ﴾ (الاحزاب: ٦) ''اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔''

اس آیت میں یہ مفہوم بھی پایا جاتا ہے کہ ان کی تشبیہ دیگر انبیاء کی بیویوں سے قائم نہیں کی جاسکتی۔ گویا وہ دیگر انبیاء کی بیویوں کی مشابہت سے بری ہیں، کیونکہ یہ لقب خصوصی طور پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو عطا ہوا۔

کیا یہ بات معقول ہے کہ جس اللہ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت کے لیے قیامت تک پڑھی جانے والی آیات قرآنیہ نازل کر دیں پھر وہی اس کے لیے نوح و لوط کی بیویوں کی مثال دے؟ ان آیات میں تو

[1] الحجج الدافعات لنقص کتاب المراجعات لابی مریم محمد الاعظمی، ج ۲، ص: ٦٨٦۔

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ڈرایا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے دوبارہ ایسی کوئی سازش نہ کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ (النور: ۱۷)

''اللہ تمھیں نصیحت کرتا ہے اس سے کہ دوبارہ کبھی ایسا کام کرو، اگر تم مومن ہو۔''

۲۔ لغوی اعتبار سے آیت کریمہ کا اطلاق سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور حفصہ رضی اللہ عنہا پر نہیں ہوسکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿تَحْتَ عَبْدَيْنِ﴾ (التحریم: ۱۰) تو کیا وہ دونوں (عائشہ وحفصہ رضی اللہ عنہما) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور شخص کے بھی ماتحت تھیں، اور وہ کون تھا؟ یا کیا وہ دونوں ایک ہی بندے کے پاس تھیں؟ پھر جو تہمت رافضی ان دونوں پر لگاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے وہ خبر اپنے نبی کو کیوں نہیں بتائی۔ یا اللہ تعالیٰ نے تو آپ کو بتا دیا لیکن آپ اس پر ''تقیہ'' کرتے ہوئے خاموش رہے اور اسے مخفی رکھا۔ [1]

دوسرا بہتان:

اہل روافض کہتے ہیں: ''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے قرآن میں تحریف کی ہے۔''

روافض کہتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''قرآن محرف ہے اور اس قول کی وجہ سے وہ اہل سنت کے نزدیک کافر ہے، کیونکہ اہل سنت کے نزدیک جو قرآن میں تحریف کا عقیدہ رکھے وہ کافر ہے۔'' [2]

روافض اس دعویٰ کے ثبوت کے لیے اہل سنت والجماعت کی کتابوں سے دلائل پیش کرتے ہیں۔ جن میں سے چند ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ﴾ (البقرة: ۲۳۸)

''سب نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی اور اللہ کے لیے فرمان بردار ہو کر کھڑے رہو۔'' [3]

---

[1] من رسالة "امنا عائشة ملكة عفاف" لشحاته محمد صقر۔ (غیر مطبوع)

[2] اعلام الخلف بمن قال بتحريف القرآن من اعلام السلف لابی عمر صادق العلائی شیعی، ص: ۶۴۲-۶۴۷ اور یہ مثال کتنی سچی ہے کہ محبوبہ نے اپنے محبوب پر اپنی بیماری کا الزام لگایا اور اپنے آپ کو بچا لیا اور حدیث میں ہے کہ ''جس میں حیا نہیں تو جو چاہے تو کرلے۔''

[3] براء ة اهل السنة من تحريف الآيات لمحمد مال الله، ص: ۲۹ ویب سائٹ سے لی گئی۔

''عائشہ کے آزاد کردہ ابو یونس سے روایت ہے کہ مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں اس کے لیے مصحف (قرآن) لکھوں اور اس نے کہا: جب تم اس آیت پر پہنچو: ﴿حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾ (البقرة: ۲۳۸) تو مجھے اطلاع دینا۔ جب میں اس آیت پر پہنچا تو میں نے اسے اطلاع دی۔ اس نے مجھے آیت یوں املاء کروائی: حافظوا على الصلوات و الصلاة الوسطى و صلاة العصر و قوموا لله قانتين . عائشہ نے کہا: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنی۔'' [1]

شیعہ کہتے ہیں: ''قرآن میں یہ دو الفاظ موجود نہیں:...... "و صلاة العصر"۔

اس شبہ کا جواب:

یہ شاذ قراءت ہے اور شاذ قراءت حجت نہیں، ورنہ ہی اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی خبر کہا جاتا ہے، کیونکہ اسے نقل کرنے والے نے تو قرآن سمجھ کر اسے نقل کیا لیکن قرآن تواتر اور اجماع کے بغیر ثابت نہیں ہوتا۔ [2]

صحیح مسلم میں اس حدیث کے بعد آنے والی حدیث میں وضاحت ہے کہ درج بالا آیت کی تلاوت منسوخ ہے۔

سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی ((حافظوا على الصلوات و الصلاة العصر)) تو ہم اسے ایسے ہی پڑھتے رہے جب تک اللہ نے چاہا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے منسوخ کر دیا، تب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۚ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ۝﴾ (البقرة: ۲۳۸)

''سب نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی اور اللہ کے لیے فرماں بردار ہو کر کھڑے رہو۔''

تو ایک آدمی وہاں جو اپنے بھائی کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اس نے کہا گویا وہ نماز عصر ہی ہے۔ براء نے کہا: میں نے تجھے آیت کے نزول اور نسخ کی کیفیت بیان کی اور حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ [3]

---

[1] اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔

[2] شرح صحيح مسلم للنووی، ج ۵، ص: ۱۳۰-۱۳۱۔

[3] صحيح مسلم، حديث نمبر: ٦٣٠۔

۱۔ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خود اس آیت کے منسوخ ہونے کی گواہی دی ہے:

چنانچہ عبدالملک بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے اس نے اپنی والدہ ام حمید بنت عبدالرحمٰن سے روایت کی کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اللہ عزوجل کے اس فرمان ((و الصلوة الوسطی)) کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اسے پہلے الفاظ کے مطابق پڑھا کرتے تھے: ((حافظوا علی الصلوات و الصلوة الوسطی و صلوة العصر و قوموا لله قانتین)) ❶

۲۔ لفظ (متتابعات) مصحف میں نہیں ملتا:

عروہ نے عائشہ سے روایت کی کہ یہ آیت نازل ہوئی ﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾ (البقرة: ۱۸٤) متتابعات، تو اب متتابعات کا لفظ ساقط ہے۔ ❷

اس شبہے کا ازالہ:

سقطت کے معنی جاننا بہت ضروری ہے، اس کا معنی ہے منسوخ کر دی گئی اور اس کی تلاوت اٹھا لی گئی۔ لہٰذا یہ لفظ منسوخ ہے۔ تو گویا ابتدائے اسلام میں "تتابع" لگاتار ضروری تھا۔ پھر لگاتار و متواتر کا حکم منسوخ کر دیا گیا اور اس کی تحریف قرآن کے ساتھ کوئی نسبت نہیں۔ ❸

۳۔ بقول شیعہ "عائشہ کہتی ہیں: بے شک اس کے پاس "آیت الرجم" اور دودھ پلانے کی بابت "آیت رضاع الکبیر" اُتری لیکن وہ بکری کھا گئی: ❹

محمد بن اسحاق نے عبداللہ بن ابی بکر سے، اس نے عمرہ سے اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور دوسری سند کے مطابق عبدالرحمٰن بن قاسم نے اپنے باپ سے اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ بے شک آیت الرجم نازل ہوئی اور "رضاعة الکبیر عشرا" دس بار دودھ پلانے سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے۔ یہ آیات ایک صحیفہ میں میرے بستر کے پلو کے نیچے تھیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو ہم آپ کی وفات کی وجہ سے مصروف تھے۔ بکری کمرے کے اندر آئی اور وہ صحیفہ کھا گئی۔ ❺

---

❶ شرح معانی الآثار للطحاوی، ج ۱، ص: ۱۷۲، حدیث نمبر: ۱۰۲۷۔

❷ سنن دار قطنی، ج ۲، ص: ۱۹۲، حدیث نمبر: ۲۳۳۹۔ دارقطنی کہتے ہیں اس کی سند صحیح ہے۔

❸ سنن بیهقی، ج ٤، ص: ۲۵۸۔ فتح الباری، لابن حجر رحمہ اللہ، ج ٤، ص: ۱۸۹۔ التحریر و التنویر لابن عاشور، ج ۲، ص: ۱٦۵۔ ❹ الداجن: پالتو بکری "مقاییس اللغة" لابن فارس، ج ۲، ص: ۳۳۰۔

❺ سنن ابن ماجه، ج ۱، ص: ٦۲۵، حدیث نمبر: ۱۹٤٤۔ المسند لابی یعلی الموصلی، ج ۸، ص ٦۳، حدیث نمبر: ٤۵۸۷-٤۵۸۸۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح ابن ماجہ میں حسن کہا۔

۱۔ یہ حدیث صحیح نہیں اور دشمنانِ دین عموماً قرآن میں شکوک وشبہات ایسی ہی روایات کے بل بوتے پر پیدا کرتے ہیں۔ جبکہ حقیقت یہی ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اس کا راوی ابن اسحق [1] صدوق ہے اور جس راوی کی یہ صفت ہو تو اس کی حدیث حسن درجہ کی ہوتی ہے۔ بشرطیکہ وہ دیگر عیوب سے محفوظ ہو۔ اسی طرح یہ راوی تدلیس کے ساتھ مشہور ہے۔ اکثر اوقات مجروح راویوں کی وجہ سے تدلیس کرتا ہے اور جس کا اپنا حال یہ ہو اس کی روایت قبول کرنے کی شرط یہ ہے کہ وہ اپنے سے اوپر والے راوی سے سماعت کی تصریح کرے اور جب وہ "عــــن" کے ساتھ روایت کرے تو اس کی روایت قبول نہیں کی جاتی۔

ابن اسحق نے یہ روایت دو اسناد کے ساتھ ذکر کی ہے اور دونوں اسناد کو ایک دوسری کے ساتھ خلط ملط کر دیا ہے اور متن دونوں کا ایک ہی ہے جس کی وجہ سے اس پر جرح کی گئی۔ بعض اوقات ایک متن اس کے پاس ایک سند کے ساتھ ہوتا ہے تو دوسری سند کو بھی اسی متن کے ساتھ ملا دیتا ہے، کیونکہ وہ اسے بطور مفہوم ومعنی ایک جیسا ہی سمجھتا ہے، حالانکہ وہ دونوں متن ایک جیسے نہیں ہوتے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: ''ابن اسحق جب کسی حدیث کی روایت میں منفرد ہو تو کیا اس کی حدیث لے لی جائے؟ انھوں نے کہا: ''نہیں۔ اللہ کی قسم! اس نے دیکھا ہے۔ وہ بہت سے لوگوں کو ایک حدیث سناتا ہے لیکن واضح نہیں کرتا کہ یہ کس کس کا کلام ہے۔'' [2]

گویا جب کبار محدثین جیسا کہ امام احمد اور امام نسائی نے نصاً بیان کر دیا کہ ابن اسحق احکام میں حجت نہیں تو پھر قرآن میں شکوک وشبہات کے لیے استعمال ہونے والی روایات میں کیسے معتبر ہو سکتا ہے۔ بہرحال کچھ علماء وفضلاء نے اس حدیث کے معانی کی وضاحت کر دی ہے۔ انھوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اسلامی قانون متعدد مراحل سے گزرا اور آپ کی وفات تک اسلامی قوانین میں (وحی کے ذریعے) ردّ وبدل ہوتا رہا اور جب آپ رفیق اعلیٰ کے پاس چلے گئے تو آیات واحکام کا منسوخ ہونا ختم ہو گیا۔

۲۔ اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تب بھی اس میں کوئی ایسا ثبوت نہیں کہ جس سے یہ ثابت ہو کہ مذکورہ آیات

---

[1] محمد بن اسحق بن یسار، ابوبکر مدنی علامہ، حافظ، قصہ گو۔ سب سے پہلے اسی نے مدینہ میں علم کی تدوین کی۔ مغازی اور سیر میں یہ امام مانا جاتا ہے اور علم کا سمندر بیکراں ہے۔ اس کی تصنیفات میں سے "السیرۃ النبویۃ" زیادہ مشہور ہے۔ ۱۵۰ ہجری کے لگ بھگ فوت ہوا۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۷، ص: ۳۳۔ تهذیب التهذیب لابن حجر، ج ۵، ص: ۲۸۔)

[2] تهذیب الکلمال للمزی، ج ۲٤، ص: ٤٢٢۔

نبی کریم ﷺ کی وضاحت کے بعد بھی پڑھی جاتی رہیں۔

علامہ سندھی رحمہ اللہ نے کہا:

''عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا کہ قرآن کی یہ آیات میرے بستر کے نیچے لکھی ہوئی موجود تھیں جبکہ ان کی تلاوت منسوخ ہو چکی تھی۔ اس سے عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ مراد نہیں کہ وہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد پڑھی جاتی تھیں۔'' [1]

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے لکھا:

''ان آیات کی تلاوت منسوخ ہونا صحیح ہے اور صحیفہ میں لکھی ہوئی آیات ان کے پاس تھیں، جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اسے بکری کھا گئی۔ جبکہ اس کی کسی کو ضرورت نہ تھی اور اس کی دلیل یہ ہے، جیسا کہ ہم تحریر کر آئے ہیں کہ صحابہ نے قرآن یاد کر لیا تھا اور اگر وہ قرآن میں ثابت ہوتیں تو بکری کے کھانے کی وجہ سے وہ اپنے حفظ سے ان آیات کو قرآن میں لکھ دیتے۔'' [2]

کتب شیعہ میں بھی موجود ہے کہ ''آیت الرجم کی تلاوت منسوخ ہے۔'' [3]

۴۔ بقول شیعہ ''عائشہ نے کہا: آیت اسی طرح اتری لیکن حروف میں ردّ و بدل کر دیا گیا'':

عبید بن عمیر سے روایت ہے کہ اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ یہ آیت کس طرح پڑھتے تھے؟

﴿وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا﴾ یا ﴿وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَآ اَتَوْا﴾ (المومنون: ٦٠)

''اور وہ کہ انھوں نے جو کچھ دیا اس حال میں دیتے ہیں۔''

انھوں نے کہا: ''تجھے ان دونوں میں سے کون سی تلاوت پسند ہے؟ میں نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ان دونوں میں سے ایک مجھے سب دنیا سے زیادہ محبوب ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: کون سی ایک؟ میں نے کہا: ﴿وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَآ اَتَوْا﴾ وہ کہنے لگیں: میں گواہی

---

[1] حاشیة السندی علی سنن ابن ماجه، ج ۱، ص: ۵۹۹۔

[2] المحلی لابن حزم، ج ۱۲، ص: ۱۷۷۔

[3] تفسیر القمی لعلی بن ابراهیم القمی، ج ۲، ص: ۹۵۔ الکافی للکلینی، ج ۷، ص: ۱۷۷۔ علل الشرائع للصدوق، ج ۲، ص: ۵٤۰۔ من لا یحضره الفقیه للصدوق، ج ٤، ص: ۲٦۔ تهذیب الاحکام للطوسی، ج ۸، ص: ۱۹۵، ج ۱۰، ص: ۳۔ تفسیر الصافی للفیض الکاشانی، ج ۳، ص: ٤۱٤۔

دیتی ہوں کہ رسول اللہ ﷺ اسے اسی طرح پڑھتے تھے اور اسی طرح نازل ہوئی۔ لیکن کتابت میں تحریف کر دی گئی۔'' [1]

اس شبہے کا ازالہ:

یہ اثر صحیح نہیں، علماء کی ایک جماعت نے اسے ضعیف کہا ہے۔ ان میں سے ابن کثیر، ہیثمی [2] شوکانی رحمہ اللہ [3] زیادہ مشہور ہیں۔

۵۔ بقول شیعہ ''عائشہ نے کہا: اے میرے بھانجے! لکھنے والوں نے مصحف کے لکھنے میں غلطیاں کیں'': [4]

ہشام بن عروہ نے اپنے باپ سے روایت کی کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے قرآن میں کتابت کی غلطیوں کے بارے میں پوچھا:

(۱) جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنْ هَٰذَٰنِ لَسَٰحِرَٰنِ﴾ (طه: ٦٣)

''بے شک یہ دونوں یقیناً جادوگر ہیں۔''

(۲) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَوٰةَ وَالْمُؤْتُونَ الزَّكَوٰةَ﴾ (النساء: ١٦٢)

''اور جو خاص کر نماز ادا کرنے والے ہیں اور جو زکوٰۃ دینے والے۔''

(۳) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ ءَامَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّٰبِـُٔونَ﴾ (المائدة: ٦٩)

''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی بنے اور صابی اور نصاریٰ۔''

---

[1] المسند لاحمد بن حنبل، ج ٤، ص: ١٨٤۔

[2] علی بن ابی بکر بن سلیمان ابو الحسن ہیثمی نور الدین حافظ، برائی کا شدت سے انکار کرنے والا، دائمی تہجد گزار، چین میں رہتا تھا۔ ۷۳۵ ہجری میں پیدا ہوا۔ اس کی حدیث اور تخریج حدیث میں متعدد کتابیں مشہور ہیں۔ جیسے "مجمع الزوائد و منبع الفوائد" اور "الزواجر"۔ ۸۰۷ ہجری میں وفات پائی۔ (طبقات الحفاظ للسیوطی: ٥٤٥۔ الاعلام للزرکلی، ج ٤، ص: ٢٦٦۔)

[3] محمد بن علی بن محمد ابو عبداللہ شوکانی۔ حافظ، علامہ، فقیہ، مجتہد اور یمن کے بڑے بڑے علماء میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ ۱۱۷۳ ہجری میں پیدا ہوئے۔ صنعاء کے قاضی بنے۔ تقلید کو حرام کہتے تھے۔ ان کی تصنیفات میں سے "نیل الاوطار من اسرار منتقی الاخبار" اور "السیل الجرار" زیادہ مشہور و متداول ہیں۔ ۱۲۵۰ ہجری میں وفات پائی۔ (البدر الطالع للشوکانی، ج ٢، ص: ٢١٥۔ الاعلام للزرکلی، ج ٦، ص: ٢٩٨۔)

[4] براءۃ اهل السنة من تحریف الآیات لمحمد مال الله، ص: ٢٩۔ یہ عبارت انٹرنیٹ سے لی گئی۔

تو انھوں نے فرمایا: ''اے میرے بھانجے یہ کاتبین کی غلطیاں ہیں انھوں نے کتابت غلط کی۔'' [1]

درج بالا شبہے کا ازالہ:

اس اثر کی سند میں ابن حمید راوی ہے۔ اس کا پورا نام و نسب محمد بن حمید بن حیان التمیمی، الحافظ ابو عبداللہ الرازی ہے۔ متعدد محدثین نے اسے ضعیف کہا ہے۔ بلکہ کذب بیانی کی تہمت بھی اس کے اوپر ہے۔ یعقوب بن شیبہ نے کہا: محمد بن حمید کثرت سے منکر روایات لاتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے لکھا: اس کی حدیث میں چھان پھٹک واجب ہے۔

امام نسائی نے لکھا: ''یہ ثقہ نہیں۔''

جوز جانی نے لکھا: ''یہ مذہب میں ردی اور غیر ثقہ ہے۔''

فضل اللہ رازی نے کہا: ''میرے پاس ابن حمید کی پچاس ہزار بیان کردہ احادیث ہیں ان میں سے میں ایک حرف بھی کسی کو نہیں بتاتا۔''

اسحاق بن منصور کوسج نے کہا: ''ہمارے لیے محمد بن حمید نے سلمہ سے لی ہوئی کتاب المغازی پڑھی تو فیصلہ ہوا کہ میں علی بن مہران کے پاس جا کر تحقیق کروں۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ وہ بھی سلمہ سے سنی ہوئی کتاب "المغازی" پڑھ رہا ہے۔ میں نے کہا: ہمیں یہ کتاب محمد بن حمید نے سلمہ کے حوالے سے سنائی تو علی بن مہران حیران ہو کر کہنے لگا: محمد بن حمید نے یہ کتاب مجھ سے سنی ہے۔''

صالح بن محمد اسدی نے کہا: ''جو روایت بھی اسے سفیان سے پہنچی ہوتی اسے وہ مہران کی نسبت سے سناتا اور جو روایت اسے منصور سے ملتی اسے وہ عمرو بن ابی قیس کی طرف منسوب کر دیتا۔''

اس نے ایک اور جگہ کہا: ''میں نے دو راویوں سے زیادہ جھوٹ میں ماہر شخص نہیں دیکھا۔ ایک سلیمان شاذ کونی ہے اور دوسرا محمد بن حمید ہے۔ اسے اپنی ساری احادیث یاد تھیں۔''

ابوزرعہ [2] کے بھتیجے ابو القاسم نے کہا: ''میں نے ابوزرعہ سے محمد بن حمید کے بارے میں پوچھا تو اس

---

[1] السنن لسعید بن منصور، ج ٤، ص: ١٥٠٧۔ تفسیر طبری، ج ٩، ص: ٣٩٥۔ فضائل القرآن للقاسم بن سلام: ٢٨٧۔ صادق العلائی شیعہ نے اپنی کتاب "اعلام الخلف بمن قال بتحریف القرآن من السلف، ص: ٦٤٣" پر طبری کی اسناد کو صحیح کہا اور یہ اس کی طرف سے تدلیس ہے۔

[2] عبیداللہ بن عبدالکریم بن یزید ابو زرعہ رازی۔ سید الحفاظ تھا۔ ۲۰۰ ہجری میں پیدا ہوا۔ دنیا میں حدیث کا امام تھا۔ اسے دین، ورع اور حصول علم پر دوام حاصل تھا اور دنیا سے بے رغبت تھا۔ اس کی مشہور تصنیف "اجوبة ابی زرعة الرازی علی سوالات البرذعی" ہے۔ ۲۶۴ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ١٣، ص: ٦٥۔ تہذیب التہذیب لابن حجر، ج ٤، ص: ٢٢۔)

نے اپنی انگلی سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کیا۔ چنانچہ میں نے اسے کہا: کیا وہ جھوٹ بولتا ہے؟ اس نے اپنے سر کی اشارے سے ''ہاں'' کہا۔ میں نے اس سے کہا: وہ بوڑھا ہوگیا تھا، شاید اس پر بہتان لگایا جاتا ہوگا۔ شاید اس کے نام کے ساتھ تدلیس کی جاتی ہوگی تو ابوزرعہ نے کہا: اے میرے بیٹے ایسا کچھ نہیں وہ عمداً ایسا کرتا تھا۔'' ❶

اسی طرح اس کی سند میں ابومعاویہ الضریر بھی ہے، اعمش کے علاوہ جب وہ کسی سے حدیث بیان کرتا ہے تو اس کی حدیث مضطرب ہوتی ہے اور یہ حدیث اعمش سے اس نے روایت نہیں کی نیز وہ تدلیس بھی کرتا تھا اور یہ روایت مُعَنْعَنْ بھی ہے۔ ایوب بن اسحٰق بن سافری نے کہا: ''میں نے امام احمد اور یحییٰ بن معین سے ابومعاویہ اور جریر کے متعلق پوچھا تو ان دونوں نے کہا: اعمش سے روایت کرنے والوں میں سے ابومعاویہ ہمیں محبوب ترین ہے۔''

عبداللہ بن احمد نے کہا: ''میں نے اپنے باپ کو کہتے ہوئے سنا: اعمش کے علاوہ کسی اور شیخ سے جب ابومعاویہ الضریر حدیث بیان کرے گا تو اس میں اضطراب ضرور ہوگا۔ وہ احادیث کو اچھی طرح حفظ نہیں کرتا تھا۔''

دوری نے ابن معین کے حوالے سے کہا: ''اعمش سے روایت کرنے میں ابومعاویہ جریر کی نسبت اثبت ہے اور ابومعاویہ نے عبیداللہ بن عمر کی طرف سے بکثرت منکر روایات سنائیں۔''

عجلی نے کہا: ''ابومعاویہ کوفی ہے اور ثقہ ہے۔ عقیدہ ارجاء رکھتا تھا یعنی مرجئ تھا اور اس کی روایت کمزور ہوتی ہے۔''

یعقوب بن شیبہ نے کہا: ''وہ ثقہ تھا لیکن کبھی کبھی تدلیس کر لیتا تھا اور مرجئ تھا۔''

امام نسائی رحمہ اللہ نے کہا: ''یہ ثقہ ہے۔''

ابن خراش نے کہا: ''صدوق ہے اور اعمش سے روایت کرنے میں ثقہ ہے۔ اعمش کے علاوہ کسی سے جب کوئی حدیث کہتا ہے تو اس میں اضطراب پیدا ہو جاتا ہے۔''

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اسے ثقات میں شمار کیا ہے اور اس نے کہا: وہ حافظ اور متقن تھا، لیکن عقیدۃً مرجئ خبیث تھا۔ ❷

---

❶ تهذيب التهذيب لابن حجر، ج ٩، ص: ١٢٧۔ پر اس کا تعارف دیکھیں۔

❷ تهذيب التهذيب لابن حجر، ج ٩، ص: ١٣٧۔

ابوحیان اندلسی مفسر نے کہا: ''یہ روایت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح نہیں۔'' ❶

تیسرا بہتان:

شیعہ کہتے ہیں: عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی کہ عمر کی وفات سے پہلے جنات نے ان پر نوحہ کیا۔

"احادیث ام المومنين عائشة" نامی کتاب کے مصنف نے تحریر کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: بے شک جنات نے عمر کی وفات سے تین دن قبل عمر رضی اللہ عنہ کا نوحہ پڑھا اور جنات نے کہا:

أَبَعْدَ قَتِيلٍ فِي الْمَدِيْنَةِ أَظْلَمَتْ
لَهُ الْأَرْضُ تَهْتَزُّ الْعِضَاهُ بِأَسْوُقِ

''کیا مدینہ کے مقتول کے بعد اس کے لیے زمین پر اندھیرا چھا گیا پنڈلیوں ❷ تک کانٹے بکھرے ❸ ہوئے تھے۔''

پھر صاحب کتاب عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایسی روایت مروی ہونے کی وجہ سے شکوک وشبہات ابھارنے میں لگ گیا جس کا مقصد جنات کو عالم الغیب بتلانا مقصود ہو بھلا وہ کیسے روایت کر سکتی ہیں۔ تعجب تو اس بات پر ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جنات کیسے دیکھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر ازواج مطہرات کے بجائے صرف عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث کیوں روایت کی؟ حالانکہ تمام بیویاں اور ہزاروں لوگ حج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے؟'' ❹

اس شبہے کا ازالہ:

اس رافضی کی کوشش ہے کہ وہ کسی طرح عائشہ رضی اللہ عنہا کا جھوٹ ثابت کرے تاکہ ان کی روایات ساقط ہو جائیں اور ان کی ثقاہت مشکوک ہو جائے۔ اس کے پیچھے یہی مقصد ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی چاہت سے اپنے موافق احادیث گھڑ لیتی تھیں۔ تاہم اس کلام کا پانچ مختلف وجوہ سے مختصر طور پر ردّ کیا جاتا ہے:

۱۔ نقاد نے شعروں کی نسبت میں اختلاف کیا ہے کہ یہ کس کے ہیں؟ کچھ نے کہا: یہ شماخ نامی شاعر کے

---

❶ البحر المحيط، ج ۳، ص: ۳۹۵-۳۹۶۔ رسالة "امنا عائشة ملكة عفاف لشحاته محمد صقر" غیر مطبوع مقالہ ہے۔

❷ اسوق: اس کا واحد ساق ہے۔ پنڈلی کو کہتے ہیں۔ (تاج العروس للزبيدي، ج ۲۵، ص: ۴۸۲۔)

❸ العضاة: ہر وہ بڑا درخت جس کے اوپر کانٹے ہوں۔ (النهاية فی غريب الحديث و الاثر لابن الاثير، ج ۳، ص: ۲۵۵۔

❹ احاديث ام المومنين لمرتضى عسكرى، ج ۱، ص: ۹۵-۹۸۔

ہیں، ان کے ذریعے وہ عمر کا مرثیہ کہہ رہا ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ یہ مزرّد ❶ کے ہیں۔ نیز ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ اشعار شماخ ❷ کے بھائی جزء بن ضرار ❸ کے ہیں۔ ❹

ابیات کی نسبت میں کتب ادب و تاریخ میں اختلاف مشہور ہے، حتیٰ کہ کوئی بھی یہ تعین نہیں کر سکتا کہ ان ابیات میں کسے مخاطب کیا گیا ہے؟ کیونکہ شعر کہنے والے کے بارے میں اختلاف ہے۔ ❺ عمر کے مرثیے میں ان کی شہادت کے بعد یہ اشعار کہے جانے کی دلیل یہ ہے کہ شاعر نے اپنے اشعار کے دوران کہا:

عَلَيْكَ سَلَامٌ مِنْ اَمِيْرٍ وَبَارَكَتْ
يَدُ اللّٰهِ فِي ذَاكَ الْاَدِيْمِ الْمُمَزَّقِ

''تجھ پر امیر کا سلام و برکتیں ہوں، اس کٹے پھٹے آسمان کے نیچے جس پر اللہ کا ہاتھ ہو۔''

چنانچہ عربوں کی عادت ہے کہ ''وہ مرثیہ میں میت کی ضمیر کو پہلے لاتے ہیں اور زندہ کے نام کی تصریح دعا وغیرہ میں پہلے کرتے ہیں۔'' ❻

اگر کہا جائے کہ ''یہ اشعار شماخ کے ہیں اور وہ عمر رضی اللہ عنہ کا مرثیہ پڑھ رہا ہے جیسا کہ متعدد نقاد نے کہا تو اشکال سرے سے ختم ہو جائے گا۔

۲۔ اس حدیث کی سند کہ ''جنات نے نوحہ کیا'' کے اثبات کا دار و مدار عبدالملک بن عمیر بواسطہ عروہ،

---

❶ مزرد بن ضرار بن حرملہ غطفانی۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا نام یزید تھا، لیکن اس کا لقب اس کے نام پر غالب آ گیا۔ جاہلی شاعر اور مشہور شہسوار تھا۔ بڑھاپے میں اسلام پایا تو اسلام قبول کر لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں اشعار کہے۔ ۱۰ ہجری میں وفات پائی۔ (الاصابة لابن حجر، ج ٦، ص: ٨٥۔ الاعلام للزركلي، ج ٧، ص: ٢١١۔)

❷ شماخ بن ضرار بن حرملہ ابو سعید مازنی، ذبیانی، غطفانی۔ مشہور شاعر تھا۔ جاہلیت اور اسلام کے زمانے پائے۔ اسلام قبول کیا اور اپنے اسلام کو احسن طریقہ کے ساتھ نبھایا۔ جنگ قادسیہ میں شامل ہوا۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں تقریباً ۲۲ ہجری میں غزوہ موقان میں وفات پائی۔ (الاصابة لابن حجر، ج ٣، ص: ٣٥٣۔ الاعلام للزركلي، ج ٣، ص: ١٧٥۔)

❸ جزء بن ضرار بن حرملہ غطفانی۔ مشہور شاعر ہے۔ جاہلیت اور اسلام دونوں زمانے دیکھنے کی وجہ سے مخضرم کہلاتا ہے۔ ان اشعار کے ذریعے اس نے عمر کا مرثیہ کہا۔ (الوافی بالوفيات للصفدي، ج ٤، ص: ١٢۔ طبقات فحول الشعراء للجمحي، ج ١، ص: ١٣٣۔)

❹ تلقيح فهوم اصل الاثر لابن الجوزي، ص: ٧٧

❺ اشعار کی نسبت معلوم کرنے کے لیے دیکھیں: ''لجام الاقلام'' لابی تراب ظاهری، ص: ٢٣٩۔

❻ اتحاف الزائر و اطراف المقيم للسائر لابي اليمن بن عساكر، ص: ٨٦۔

بواسطہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند پر مبنی ہے۔

جبکہ اسے ابن شبہ نے تاریخ مدینہ میں ❶ اور ابن الاثیر نے اسد الغابہ میں روایت کیا۔ ❷

عبدالملک بن عمیر مشہور مدلس ہے۔ امام دارقطنی اور ابن حبان نے اس کا یہی عیب بیان کیا۔ اس نے یہاں حدیث سننے کی صراحت نہیں کی۔ ❸

پھر یہ بات بھی ہے کہ اس کی روایت میں اضطراب ہے۔ کبھی تو بواسطہ عروہ، عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی اور کبھی صقر بن عبداللہ سے اس نے عروہ سے اور اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ ❹

امام احمد رحمہ اللہ نے کہا: اس کی حدیث میں بہت زیادہ اضطراب ہوتا ہے اور اس کی روایات بھی کم ہوتی ہیں۔ ❺

چنانچہ ان الفاظ کے ساتھ روایت ثابت نہیں ہوتی۔ ہاں فاکہی ❻ وغیرہ نے لکھا ہے ❼ اس روایت کو حافظ وغیرہ نے ''الاصابۃ'' میں صحیح کہا۔ اس کی یہ بات بالکل صحیح ہے۔ لیکن وہاں ان الفاظ کے ساتھ نہیں۔

۳۔ یہ کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ نہیں بتایا کہ اس نے حقیقت میں جنات کو دیکھا ہے۔ تاہم جنات کا انسانی صورت میں تبدیل ہو جانا قرآن سے ثابت ہے اور حدیث میں بھی اس کی مثالیں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ اِذْ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَ قَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْیَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَ اِنِّیْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ ﴾ (الانفال: ٤٨)

''اور جب شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال خوشنما بنا دیئے اور کہا آج تم پر لوگوں میں

---

❶ تاریخ المدینة لابن شبة، ج ٣، ص: ٨٧٤۔

❷ اسد الغابة لابن الاثیر، ج ٤، ص: ١٥٦۔

❸ تعریف اهل تقدیس لابن حجر، ص: ٤١۔

❹ الاستیعاب فی معرفة الاصحاب لابن عبدالبر، ج ٣، ص: ١١٥٨۔

❺ تهذیب الكلمال للمزی، ج ١٨، ص: ٣٧٣۔

❻ محمد بن اسحٰق ابوعبداللہ مکی فاکہی۔ اہل مکہ کا مورخ تھا اور ازرقی کا ہم عصر تھا۔ اس کے بعد فوت ہوا اس کی تصانیف میں سے ''تاریخ مکہ'' زیادہ مشہور ہے۔ ۲۷۲ ہجری میں وفات پائی۔ (الاعلام للزركلی، ج ٦، ص: ٢٨۔ هدیة العارفین لاسماعیل باشا، ج ٦، ص: ٢٠۔)

❼ اخبار مكه، ج ٤، ص: ٧٦۔

سے کوئی غالب آنے والا نہیں اور یقیناً میں تمہارا حمایتی ہوں۔''

صحیح بخاری وغیرہ میں سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث موجود ہے جس میں وضاحت ہے کہ شیطان ایک فقیر کے روپ میں آیا اور اسے آیت الکرسی سکھائی۔ ❶

اس حدیث میں یہ وضاحت ہے کہ جنات انسانی شکل میں آ سکتے ہیں اور ان کی باتیں سنی جا سکتی ہیں۔ ان ہی دو باتوں سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو جھٹلانے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاہم ان دونوں روایتوں میں جو حق ہے اسے واضح کر دیا گیا۔ و الحمد للّٰہ.

۴۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر بیویوں کو وہ دکھائی نہ دیا جبکہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انھیں دیکھ لیا۔ لیکن یہ کوئی اشکال نہیں۔ کیونکہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے پختہ حافظے کی وجہ سے دیگر عورتوں کی نسبت زیادہ علوم نافعہ بلا استثناء روایت کیے اور اس روایت کے بعض الفاظ میں اس قدر وضاحت ہے کہ اشکال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہم باہمی گفتگو میں کہتے تھے کہ یہ جنات میں سے ہے۔ ❷

اس کے الفاظ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر ازواج اور وہ لوگ ہیں جو ان کے ساتھ تھے۔ کیونکہ سیاق حدیث میں لوگوں کا تذکرہ ہے۔

۵۔ حدیث میں علم غیب کا دعویٰ نہیں کیا گیا۔ کیونکہ اس واقعہ کا کوئی مقررہ وقت بیان نہیں کیا گیا۔ لیکن اتفاقاً اس میں کچھ اشارے ہیں جو مستقبل قریب میں یہ واقعہ پیش آنے پر دلالت کرتے ہیں۔ کیونکہ اس موسم حج میں عمر رضی اللہ عنہ نے بعض اہم امور سرانجام دیئے۔ ہم طوالت کے خوف سے ان کا تذکرہ نہیں کرتے اور خود عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ انھوں نے مکہ سے واپسی کے دوران وادیٔ ابطح میں پڑاؤ کیا۔ پھر وادی میں کنکریوں کا ڈھیر لگایا، پھر اس پر اپنی چادر ڈالی اور پشت کے بل اس پر سو گئے۔ پھر اپنے ہاتھ آسمان کی طرف پھیلائے اور یہ دعا کی: ''اے اللہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری قوت کمزور ہو گئی ہے اور میری رعایا بہت پھیل چکی ہے۔ پس تو مجھے اپنے پاس بلا لے۔ اس حال میں کہ نہ تو تو نے مجھے ضائع کیا اور نہ ہی کوئی نقص دیا۔'' ❸

---

❶ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۵۰۱۰۔ ❷ الاحاد و المثانی لابن ابی عاصم، ج ۱، ص: ۱۰۴۔

❸ المؤطا للامام مالك، ج ۵، ص: ۱۲۰۳۔ اسے "التمھید، ج ۲۳، ص: ۹۲" میں ابن عبدالبر نے صحیح کہا۔ اور "اتحاف الخیرۃ المھرۃ" ج ۴، ص: ۲۵۰ میں بوصیری نے لکھا کہ اس کی سند میں راوی صحیح کے راوی ہیں۔

اس حدیث سے کچھ فوائد حاصل ہوتے ہیں:

ا۔ انسان کو اپنی موت قریب ہونے کا احساس ہو جاتا ہے لیکن یہ کہانت کے بل بوتے پر نہیں ہوتا۔ صحیح بخاری و مسلم میں حدیث مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جبریل ہر سال مجھے قرآن سناتا تھا اور اس سال اس نے مجھے دو بار قرآن سنایا اور میں اس سے یہ سمجھا ہوں کہ میری موت کا وقت آ چکا ہے۔'' ❶

اور یہ توجیہ۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔ دیگر توجیہات سے زیادہ بہتر ہے۔ ❷

حافظ یوسف بن عبدالهادی ❸ نے اس شبہ کو ایک اور طریقہ سے ردّ کیا ہے۔ اس نے کہا: اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے جنات کے بارے میں کہا کہ وہ علم غیب نہیں جانتے تو انھیں عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کا علم کیسے ہو گیا؟ تو کہا جائے گا: آسمان کی خبریں چوری کر کے انھیں یہ بات معلوم ہوئی کیونکہ وہ آسمان سے خبریں چراتے ہیں اور جو باتیں فرشتے کرتے ہیں وہ کانا پھوسی کے ذریعے سے ان کی سن گن لے لیتے ہیں تو ممکن ہے انھیں اس طریقے سے پتا چل گیا ہو۔ ❹

رافضی اس شبہ کے ذریعے سے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی تکذیب کرنا چاہتے ہیں اور اس کی روایات کو مشکوک بنانا چاہتے ہیں۔

چوتھا بہتان:

شیعہ کہتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا عثمان رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتی تھیں اور وہ کہتی تھیں تم اس لمبی داڑھی والے بوڑھے احمق ❺ کو مار ڈالو۔

---

❶ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٣٦٢٤۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ٢٤٥٠۔ و اللّٰہ اعلم.

❷ الانوار الکاشفة لمافی کتاب اضواء علی السنة من الزلل و التضلیل و المجازفة للمعلمی. ص: ١١٣۔ اس مسئلے میں اس کتاب کا مطالعہ مفید رہے گا۔

❸ یوسف بن حسن بن احمد صالحی جو ابن المبرد کی کنیت سے زیادہ شہرت رکھتا ہے۔ حنبلی فقہ کا پیروکار، علامہ اور متقن تھا۔ ۸۴۰ ہجری میں پیدا ہوا۔ علم حدیث و فقہ اس پر غالب تھا۔ متعدد تصنیفات اپنے پیچھے چھوڑیں۔ جیسے "النهاية فی اتصال الرواية" اور "الجواهر المنضد"۔ ۹۰۹ ہجری میں وفات پائی۔ (شذرات الذهب لابن العماد، ج ٨، ص: ٤٢۔ الاعلام للزرکلی، ج ٨، ص: ٢٥٥۔)

❹ محض الصواب فی فضائل امیر المومنین عمر بن خطاب لابن المبرد الحنبلی، ج ٣، ص: ٨٠٢۔

❺ نعثل: ایک لمبی داڑھی والے مصری کا نام تھا۔ لغوی طور پر بوڑھے احمق اور نر بجو کو کہتے ہیں۔ (غریب الحدیث لابی عبید، ج ٣، ص: ٤٢٦۔ الفائق فی غریب الحدیث للزمخشری، ج ٤، ص: ٥٢۔ النهاية فی غریب الحدیث و الاثر لابن الاثیر، ج ٥، ص: ٧٩۔)

شیعہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے کینے کے لیے سیف بن عمر [1] کی اس روایت سے استدلال کیا ہے جو اس نے اپنی کتاب "الفتنة و وقعة الجمل" میں روایت کی ہے۔ وہ لکھتا ہے: ''عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ''جب وہ مکہ کی طرف لوٹتے ہوئے سرف کے مقام پر پہنچیں تو عبد بن ام کلاب نے اس سے ملاقات کی جو عبد بن ابی سلمہ ہے اور اپنی ماں کی طرف منسوب ہے۔ چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عبد سے کہا: تم کس حال میں ہو؟ [2] اس نے کہا: انھوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ پھر وہ آٹھ دن تک وہاں رہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: پھر انھوں نے کیا کیا؟ اس نے بتایا کہ اہل مدینہ جمع ہوئے تو انھوں نے نہایت خوش اسلوبی سے معاملات حل کر لیے۔ انھوں نے علی بن ابی طالب پر اتفاق کر لیا۔ یہ سن کر عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کی قسم! کاش آسمان زمین پر گر جاتا۔ اگر تیرے ساتھی کے سپرد معاملہ ہو گیا ہے، تو تم مجھے واپس لے جاؤ۔ عائشہ فوراً مکہ واپس آ گئیں اور وہ کہہ رہی تھیں: اللہ کی قسم! عثمان کی شہادت مظلومانہ ہے۔ اللہ کی قسم! میں اس کا قصاص لوں گی۔ یہ سن کر ابن ام کلاب نے ان سے کہا: وہ کیوں؟ اللہ کی قسم! سب سے پہلے تم ہی نے عثمان کے عیوب نکالے، تم یہ بھی کہتی تھی کہ تم لمبی داڑھی والے بوڑھے بے وقوف کو قتل کر دو، کیونکہ وہ کافر ہو چکا ہے۔

عائشہ نے جواب دیا: ''فتنہ پروروں نے اسے توبہ کروائی، پھر اسے قتل کر دیا۔ یقیناً میں نے ایک بات کی اور وہ بھی باتیں کرتے ہیں اور میرا آخری قول میرے پہلے قول سے بہتر ہے ...... وہ مکہ چلی گئیں اور مسجد حرام کے دروازے پر اتریں اور حجر اسود کی طرف جانے لگیں تو انھیں پردہ کرایا گیا اور لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے۔ انھوں نے کہا: اے لوگو! بے شک عثمان مظلومانہ طور پر شہید کر دیئے گئے ہیں اور اللہ کی قسم! میں ضرور اس کے خون بہا کا مطالبہ کروں گی۔'' [3]

اس بہتان کا جواب کئی طریقوں سے دیا جائے گا:

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ روایت موضوع و مکذوب ہے۔ صحیح نہیں ہے۔ جس کی متعدد دلیلیں ہیں:

---

[1] سیف بن عمر الضبی سیرت نگار اور مورخ کے طور پر مشہور ہوا۔ تاہم اس کی اکثر روایات منکر ہیں اور زندیقیت کی تہمت بھی اس پر ہے۔ اس کی تصنیفات میں سے "الفتنة و وقعة الجمل" اور "الردة و الفتوح" ہیں۔ ۲۰۰ ہجری میں فوت ہوا۔ (میزان الاعتدال للذهبی، ج ۲، ص: ۲۵۵۔ تهذيب التهذيب لابن حجر، ج ۲، ص: ۴۷۰۔)

[2] مهیم: یعنی تم کس حال میں ہو۔ (مشارق الانوار للقاضی عیاض، ج ۱، ص: ۳۹۰۔ النهاية في غريب الحديث و الاثر لابن الاثير، ج ٤، ص: ۳۷۸۔)

[3] الفتنة و وقعة الجمل لسيف ابن عمر۔

(۱) اس روایت کا راوی سیف بن عمر اسدی تمیمی ہے۔ اس کے بارے میں یحییٰ بن معین نے کہا: ''ضعیف ہے۔'' ❶

دوسری بار کہا: ''ایک ٹکا (یعنی سب سے کم قیمت سکّہ) اس سے بہتر ہے۔'' ❷

امام ابو حاتم نے کہا: ''اس کی حدیث متروک ہے۔'' ❸

امام ابو داود رحمہ اللہ نے کہا: ''یہ کچھ بھی نہیں۔'' ❹

امام نسائی رحمہ اللہ ❺ نے کہا: ''ضعیف ہے۔'' ❻

امام ابن حبان ❼ نے کہا: ''سیف ثقہ مشائخ کی طرف نسبت کر کے موضوع روایات لاتا ہے اور سیف احادیث وضع کرتا تھا۔ نیز اس پر زندیق ہونے کی تہمت بھی ہے۔'' ❽

دار قطنی نے کہا: ''یہ متروک ہے۔'' ❾

(۲) اس حدیث کا ایک راوی نصر بن مزاحم العطار ہے جس کی کنیت ابوالفضل المنقری الکوفی ہے۔ بغداد میں رہا۔

امام دار قطنی نے اسے ''ضعفاء و متروکین'' میں شمار کیا۔ ❿

---

❶ تاریخ ابن معین بروایة الدوری، ج ۳، ص: ٤٥٩۔

❷ الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ج ٤، ص: ٥٠٧۔

❸ الجرح و التعدیل لابن ابی حاتم، ج ٤، ص: ٢٧٨۔

❹ سوالات الآجری لابی داؤد، ج ١، ص: ٢١٤۔

❺ الضعفاء و المتروکون، ص: ٥٠۔

❻ احمد بن شعیب بن علی ابوعبدالرحمٰن نسائی۔ امام، حافظ، مشہور نقاد حدیث ہے اور علوم حدیث میں عبور تام حاصل کیا۔ ۲۱۵ ہجری میں پیدا ہوئے۔ علو اسناد ان کا امتیاز ہے۔ ان کی تصنیفات میں سے "السنن" اور "الخصائص" مشہور و متداول ہیں۔ ۳۰۳ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ١٤، ص: ١٢٥۔ تهذیب التهذیب لابن حجر، ج ١، ص: ٢٧۔)

❼ محمد بن حبان بن احمد ابو حاتم البُستی، حافظ، مجود، خراسان کے عالم، فقیہ دین، حافظ آثار، صاحب التصانیف ہیں، سمرقند وغیرہ کے قاضی رہے۔ طب، علم نجوم اور فنون علم پر عبور حاصل تھا۔ ان کی تصنیفات میں سے "صحیح ابن حبان" اور "کتاب الثقات" مشہور ہیں۔ ۳۵۴ ہجری میں فوت ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ١٦، ص: ٩٤۔ شذرات الذهب لابن العماد القیروانی، ج ٣، ص: ١٦۔)

❽ المجروحین لابن حبان، ج ١، ص: ٣٤٦۔

❾ سوالات البرقانی، ص: ٣٤۔

❿ الضعفاء و المتروکون، ج ٣، ص: ١٣٤۔

ابو الفتح محمد بن حسین الحافظ نے کہا: ''نصر بن مزاحم اپنے (شیعہ) مذہب میں غالی ہے۔ اپنی حدیث میں قابل تعریف نہیں۔'' ❶

ابراہیم بن یعقوب جوز جانی نے کہا: ''نصر بن مزاحم العطار حق سے پھر جانے والا متعصب شخص تھا۔'' ❷

خطیب بغدادی نے درج بالا عبارت کی شرح میں لکھا: ''میں کہتا ہوں: اس کی مراد شیعیت میں غلو ہے۔'' ❸

صالح بن محمد نے کہا: ''نصر بن مزاحم ضعفاء سے منکر احادیث روایت کرتا ہے۔'' ❹

عقیلی نے کہا: ''یہ شیعہ تھا اس کی روایات میں اضطراب اور بے شمار غلطیاں ہوتی ہیں۔'' ❺

ابوخیثمہ نے کہا: ''یہ کذاب تھا۔'' ❻

ابو حاتم نے کہا: ''اس کی روایات کمزور ہوتی ہیں، وہ متروک ہے۔'' ❼

عجلی نے کہا: ''یہ غالی رافضی تھا...... نہ یہ ثقہ ہے اور نہ یہ قابل اعتماد ہے۔'' ❽

امام ابن حجر اور امام ذہبی نے اس کے بارے میں کہا: ''یہ غالی رافضی ہے۔ محدثین نے اسے متروک کر دیا۔'' ❾

یاقوت حموی ❿ نے کہا: ''نصر بن مزاحم ابو الفضل منقری، کوفی تاریخ اور روایات کا عالم تھا۔ غالی اور کٹر

---

❶ تاریخ بغداد للخطیب بغدادی، ج ۱۳، ص: ۲۸٤۔

❷ احوال الرجال، ص: ۱۳۲۔

❸ تاریخ بغداد للخطیب بغدادی، ج ۱۳، ص: ۲۸٤۔

❹ ایضا۔

❺ الضعفاء، ج ٤، ص: ۳۰۰۔

❻ الضعفاء و المتروکون لابن الجوزی، ج ۳، ص: ۱٦۰۔

❼ الجرح و التعدیل لابن ابی حاتم، ج ۸، ص: ٤٦۸۔

❽ لسان المیزان لابن حجر، ج ٦، ص: ۱۵۷۔

❾ میزان الاعتدال للذہبی، ج ٤، ص: ۲۵۳-۲۵٤۔ لسان المیزان لابن حجر، ج ٦، ص: ۱۵۷۔

❿ یاقوت بن عبداللہ ابوعبداللہ اصل میں رومی تھا۔ بچپن میں قیدی بنا تو ایک حموی تاجر عسکر نامی نے اسے خرید لیا، جب بڑا ہوا تو نحو اور لغت کے علوم پر عبور حاصل کر لیا۔ جبکہ اس کا مالک تجارت میں اسے مشغول رکھتا۔ اس کی تصنیفات میں سے "معجم الادباء" اور "معجم البلدان" ہیں۔ ٦۲٦ ہجری میں وفات پائی۔ (تاریخ الاسلام للذہبی، ج ٤۵، ص: ۲٦٦۔ شذرات الذہب لابن العماد، ج ۵، ص: ۱۲۰۔)

شیعہ تھا۔ محدثین کی ایک جماعت نے اسے کذاب کہا اور کچھ محدثین نے اسے ضعیف کہا ہے۔'' ❶

نیز اس روایت کی سند میں ایک راوی کا یہ قول ہے:

''اسد بن عبداللہ نے ان اہل علم سے روایت کی جن سے وہ ملا۔''

تو یہ کون سے اہل علم تھے جنھوں نے یہ روایت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنی اور ہمارے دین میں کب سے تاریخوں اور روایات کے لیے مجہول راویوں کا سہارا لیا جاتا ہے؟

(۳) محض اس روایت کی موجودگی کتب اہل سنت میں ان کے خلاف کسی قسم کی دلیل نہیں بنتی۔ کیونکہ:

الف: یہ روایت اہل سنت کی معتمد، مسند، امہات الکتب جیسے صحیحین اور سنن اربعہ وغیرہ جیسی مشہور کتابوں میں سے کسی کتاب میں نہیں۔

ب: یہ روایت کتب تاریخ میں ہے وہ کتب جن میں ہر قسم کی خشک وتر، رطب و یابس ایندھن جمع کر لیا جاتا ہے۔ مصنف اس کی تحقیق نہیں کرتا۔

ج: یہ روایت سند کے ساتھ کچھ کتب تاریخ میں مروی ہے جیسے (تاریخ طبری) اور محدثین کا مشہور قاعدہ ہے کہ جو سند بیان کرتا ہے وہی دعویٰ کرتا ہے اور جو دعویٰ کرتا ہے دلیل بھی وہی لاتا ہے۔ تب اس کا ذمہ ختم ہوتا ہے۔

د: اہل سنت ایسی روایات پر خاموش نہیں رہتے بلکہ وہ ان پر جرح کرتے ہیں اور ان کا ضعف اور بودا پن واضح کرتے ہیں۔

آلوسی ❷ نے کہا: ''شیعہ جو یہ کہتے ہیں کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود لوگوں کو قتل عثمان کی ترغیب دی اور کہتی تھی کہ تم اس لمبی داڑھی والے بے وقوف بوڑھے کو قتل کر دو۔ کیونکہ یہ مفسد ہے ...... یہ بالکل کذب بیانی ہے، اس کی کوئی اصل نہیں۔ یہ ابن قتیبہ، ابن اعثم کوفی، اور سمساطی جیسے مشہور جھوٹوں اور مفتریوں کی روایت ہے۔'' ❸

---

❶ معجم الادباء لیاقوت حموی، ج ٦، ص: ٢٧٥٠۔

❷ محمود بن عبداللہ الحسینی ابو الثناء الآلوسی۔ شہاب الدین اس کا لقب ہے۔ ۱۲۱۷ ہجری میں پیدا ہوئے، اپنے وقت کے عظیم مفسر، محدث، ادیب اور بغداد میں مقلدین کے مشہور مفتی تھے۔ آستانہ (ترکی کے ایک شہر کا نام) گئے تو سلطان عبدالمجید عزت سے پیش آیا۔ ان کی تصنیفات میں سے "روح المعانی" اور "الاجوبة العراقية و الاسئلة الايرانية" زیادہ مشہور ہیں۔ ان کے علاوہ بھی متعدد اہم کتابیں تصنیف کیں۔ ۱۲۷۰ ہجری میں وفات پائی۔ (الاعلام للزرکلی، ج ۷، ص: ١٧٦۔)

❸ روح المعانی للآلوسی، ج ١١، ص: ١٩٢۔

اس روایت کا ردّ کرتے ہوئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے رافضیوں کے شیخ ابن مطہر الحلی [1] کی تردید میں لکھا: ''پہلے تو اسے یہ کہا جائے گا کہ ''عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایسی صحیح ثابت حدیث کہاں اور کس سے مروی ہے۔''

پھر کہا جائے گا کہ ''جو کچھ عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے وہ اس روایت کو جھٹلاتا ہے اور مشہور و متواتر روایات سے ثابت ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پر سخت افسوس کیا اور برا جانا اور قاتلوں کی پرزور مذمت کی اور اپنے بھائی محمد اور دوسروں کو اس کے دفاع میں شریک ہونے پر آمادہ کیا۔'' [2]

پھر شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے نہایت ہی ذہانت و فطانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھا:
''اس روایت سے رافضیوں کی آراء کا تناقض ظاہر ہوتا ہے۔ جو کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عیب جوئی کرتے ہیں۔ پھر وہ اسی روایت کی وجہ سے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر عیب لگاتے ہیں اور وہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے عثمان رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع سے عائشہ رضی اللہ عنہا کی تنقیص کا پہلو نکالتے ہیں۔ تو کہا جائے گا کہ یہ جو روایت عائشہ سے عثمان رضی اللہ عنہما پر عیب لگانے کی بابت ہے اگر یہ تحقیق سے صحیح ثابت ہو جائے تو پھر بھی یا تو صواب ہوگی یا غلطی ہوگی اور اگر یہ خبر صحیح ثابت ہوگئی تو عائشہ رضی اللہ عنہا کے گناہوں میں شمار نہ ہوگی اور اگر یہ روایت غلط ثابت ہوگئی تو عثمان رضی اللہ عنہ کا گناہ شمار نہ ہوگی اور سیّدہ عائشہ اور عثمان رضی اللہ عنہما دونوں کی تنقیص قطعی طور پر باطل ہے۔ اسی طرح عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب شہادت عثمان کی خبر ملی تو انھیں بے حد صدمہ پہنچا اور انھوں نے قاتلوں کی فوراً مذمت کی اور ان سے قصاص کا مطالبہ کیا۔ یہ سارے افعال ندامت پر دلالت کرتے ہیں نہ کہ اس کے منافی ہیں جیسا کہ جنگ جمل میں شرکت کی وجہ سے انھوں نے ندامت کا اظہار کیا اور اگر قتل عثمان پر ان کی ندامت سے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت واضح ہوتی ہے اور عائشہ کی طرف سے علی کے حق پر ہونے کا اعتراف ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ

---

[1] حسن بن یوسف بن علی ابو منصور الحلی۔ یہ معتزلی تھا اور شیعوں کا پیر تھا اور اسے تاتاریوں کے بادشاہ خربندا کے ہاں بہت بڑا مقام و مرتبہ حاصل تھا۔ جو نہایت خبیث رافضی تھا۔ ابن تیمیہ نے اس کے ردّ میں لکھا اس کی تصنیفات میں سے "الاسرار الخفية فی العلوم العقلية" مشہور ہے۔ ۷۷۱ ہجری میں فوت ہوا۔ (النجوم الزاهرة لتغری بردی، ج ۹، ص: ۲٦۷۔ هدية العارفين لاسماعيل باشا، ج ٥، ص: ۲۸٤۔)

[2] منهاج السنة النبوية لابن تيمية، ج ٤، ص: ۳۳۰۔

ندامت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت کی دلیل ہے اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے اس کے حق پر ہونے کا اعتراف کہا جائے گا، بصورت دیگر کچھ بھی نہ ہوگا۔''❶

۲۔ جو کچھ اس جیسی روایات کا مضمون ہے اس طرح کے خیالات کا ام المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے تیسرے خلیفہ عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں اظہار کو عقل سلیم کے ساتھ تسلیم کرنا ناممکن ہے اور اس کے متعدد قرائن ہیں:

الف: جن ظالموں نے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا، ان کے بارے میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا موقف انتہائی سخت تھا اور وہ ان کے قاتلوں سے قصاص لینے کا مطالبہ کرتی رہیں۔ جیسا کہ ہمارے لیے تاریخ کی کتابوں میں اس طرح کے مضامین محفوظ ہیں۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''فتنہ پردازوں نے عثمان کو شہید کرنے سے پہلے توبہ کروالی حتیٰ کہ وہ دھلے❷ ہوئے کپڑے کی طرح صاف ہوگئے پھر انھوں نے اسے قتل کر دیا۔''❸

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''اگر تم نے انھیں ایک کوڑا مارا تو میں تم سے ضرور ناراض ہوں گی لیکن عثمان رضی اللہ عنہ تم پر تلوار بھی چلاتے تو مجھے ان پر غصہ نہ آتا۔ تم نے اس سے توبہ کروالی اور جب وہ پاکیزہ دل کی طرح ہوگیا تو تم نے اسے قتل کر دیا۔''❹

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''اے لوگو! بے شک شہروں میں رہنے والو! چشموں پر رہنے والو اور اہل مدینہ کے غلاموں کے اس آدمی پر اژدہام کی وجہ سے فتنہ برپا ہوا۔ ماضی میں جو مظلومیت کی حالت میں قتل ہوا اور انھوں نے اس سے انتقام لینے کے لیے نوعمر لوگوں کو استعمال کیا: بلاشبہ ان جیسے (نوعمر لڑکوں نے طائف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھراؤ کیا تھا۔ [ظفر]) نوعمر لڑکے پہلے بھی استعمال ہو چکے ہیں اور چراگاہوں پر ان کا قبضہ تھا۔ اس نے ان کا پیچھا کیا اور ان سے چراگاہیں واپس کرلیں۔ چنانچہ جب ان کے پاس کوئی دلیل اور کوئی عذر نہ رہا تو وہ کھلم کھلا عداوت اور ظلم پر اتر آئے۔ انھوں نے محترم شہر اور محترم مہینے میں محترم خون بہا دیا اور محترم مال انھوں نے لوٹ لیا۔ اللہ کی قسم! ان جیسوں سے اگر زمین بھری ہو تو بھی سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک انگلی ان سے بہتر ہے اور اللہ کی قسم! جس الزام میں ان لوگوں نے اس پر ظلم

---

❶ منهاج السنة النبوية، ج ٤، ص: ٣٣٥۔ معمولی لفظی ردّ و بدل کے ساتھ۔

❷ الرحيض: دھلا ہوا۔ (كتاب العين للخليل بن احمد، ج ٣، ص: ١٠٣۔)

❸ تاريخ خليفه بن خياط، ص: ١٧٥۔ ❹ المصدر السابق، ص: ١٧٦۔

کیا اگر وہ واقعی گناہ ہوتا تو وہ اس گناہ سے اس طرح نکل آتے جس طرح سونا میل کچیل سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ یا جس طرح کپڑا اپنی میل سے صاف ہو جاتا ہے۔ جب انھوں نے اس سے توبہ کروائی تو وہ اس طرح ہو گیا جس طرح کپڑا دھلنے سے صاف ہو جاتا ہے۔ ❶

مسروق نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ جب عثمان قتل کر دیئے گئے تو انھوں نے کہا: ''تم نے انھیں ایسے کر دیا جیسے کپڑا میل سے صاف شفاف ہو جاتا ہے۔ پھر تم ان کے نزدیک گئے اور تم نے انھیں ذبح کر دیا، جس طرح دنبہ ذبح کیا جاتا ہے۔ کاش! توبہ سے پہلے ایسے ہوتا۔ تو مسروق نے کہا: یہ آپ کا کیا دھرا ہے۔ آپ نے لوگوں کی طرف پیغام لکھ بھیجا تا کہ وہ اس سے بغاوت کر دیں۔ بقول راوی عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اس ذات کی قسم جس پر ایمان لانے والے ایمان لاتے ہیں اور جس سے کافر کفر کرتے ہیں! میں نے اپنی اس جگہ پر بیٹھنے تک سفید کاغذ پر سیاہی سے ان کی طرف کچھ نہیں لکھا۔ اعمش ❷ نے کہا: ''کہتے تھے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔'' ❸

ب: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فضائل عثمان رضی اللہ عنہ پر مشتمل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد احادیث روایت کی ہیں اور وہ معروف و مشہور اور کتب احادیث میں موجود ہیں۔ ان میں سے ایک ذیل میں درج کی جاتی ہے:

جو عثمان رضی اللہ عنہ اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا دونوں نے روایت کی ہے: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کے لیے اجازت طلب کی جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر پر لیٹے ہوئے تھے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی اوڑھنی ❹ اوڑھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو اجازت دے دی اور آپ اپنی پہلی حالت پر لیٹے رہے۔ وہ آئے اپنی ضرورت پوری کی اور چلے گئے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حالت پر رہتے ہوئے انھیں اجازت دے دی، انھوں نے بھی اپنی حاجت پوری کی اور چلے گئے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا، پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت طلب کی تو آپ سیدھے ہو کر

---

❶ سیف بن عمر نے یہ کلام "الفتنة و وقعة الجمل، ص: ۱۱۲" پر نقل کیا ہے اور طبری نے اپنی تاریخ میں ج ٤، ص: ٤٤٨ پر نقل کیا اور ابن الجوزی نے "المنتظم فی تاریخ الملوك و الامم، ج ٥، ص: ٧٨" میں روایت کیا۔

❷ سلیمان بن مہران اسدی کاہلی ابومحمد الکوفی بنو اسد کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اعمش لقب تھا۔ اپنے وقت کے شیخ الاسلام، امام اور حافظ تھے۔ ۶۱ ہجری میں پیدا ہوئے۔ قراء اور محدثین کے استاد تھے۔ ۱۴۷ ہجری کے لگ بھگ وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ١١، ص: ٢٨٣۔ تهذیب التهذیب لابن حجر، ج ٢، ص: ٤٢٣۔)

❸ الطبقات الکبری لابن سعد، ج ٣، ص: ٨٢۔

❹ المرط: ریشمی، سوتی یا اونی چادر۔ (لسان العرب لابن منظور، ج ٧، ص: ٣٩٩۔)

بیٹھ گئے اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تو اپنے اوپر اپنے کپڑے کس لے۔ میں نے اپنی ضرورت پوری کی اور واپس آ گیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے کیا ہے کہ میں نے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے لیے آپ کو اس طرح پریشان نہیں دیکھا جس طرح آپ عثمان کے لیے پریشان ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یقیناً عثمان شرمیلا آدمی ہے اور مجھے اندیشہ ہوا کہ میں نے اپنی حالت پر رہتے ہوئے اگر اسے اجازت دے دی تو ہوسکتا ہے وہ اپنی ضرورت مجھ تک نہ پہنچا سکے۔'' [1]

ہم اس مقام پر اسی حدیث پر اکتفاء کرتے ہیں وگرنہ فضائل عثمان میں جو احادیث عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی ہیں وہ بہت زیادہ ہیں۔ لیکن ہم نے صرف ایک مثال پیش کی اور (رافضی) جو یہ کہتے ہیں کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور عثمان رضی اللہ عنہ کے درمیان منافرت تھی اور ایک دن عثمان جب خطبہ دے رہے تھے تو عائشہ رضی اللہ عنہا لوگوں سے یوں مخاطب ہوئیں: اے مسلمانوں کے گروہ! اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص یا چادر لہراتے ہوئے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ چادر ابھی بوسیدہ نہیں ہوئی لیکن عثمان نے آپ کی سنت کو بوسیدہ کر دیا۔ [2]

اس شبہے کا ازالہ:

یہ روایت یعقوبی [3] کے تفردات میں سے ایک ہے۔ یہ مذہب اور فرقے کی وجہ سے مشہور ہے۔ چونکہ وہ امامی شیعہ تھا اور اس نے تاریخ کا مطالعہ شیعی نکتہ نگاہ سے کیا اور اسی نظر سے تاریخی معلومات لکھیں۔ وہ سیّدہ عائشہ، سیّدنا معاویہ، سیّدنا عمرو بن عاص اور سیّدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہم [4] کے متعلق بہت

---

[1] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۴۰۲۔

[2] تاریخ الیعقوبی، ج ۲، ص: ۱۷۵۔

[3] احمد بن اسحاق بن جعفر ابو العباس یعقوبی۔ بنو عباس سے ہونے کی وجہ سے عباسی کہلواتا تھا۔ قصہ گو تھا۔ متعصب شیعہ تھا۔ اس کی تصنیفات "تاریخ الیعقوبی" اور "اسماء البلدان" ہیں۔ تقریباً ۲۸۴ ہجری میں ہوا۔ (الاعلام للزرکلی، ج ۱، ص: ۹۵۔)

[4] خالد بن ولید بن مغیرہ ابوسلیمان رضی اللہ عنہ قریشی مخزومی ہیں۔ سیف اللہ لقب تھا۔ جب سے اسلام لائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ انھیں گھوڑوں کی باگیں تھمائے رکھیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں انھیں مرتدین کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ پھر انھیں فارس و روم کی جنگوں کا قائد بنا دیا۔ ان پر اس کا بہت گہرا اثر پڑا۔ ۲۱ یا ۲۲ ہجری میں بستر علالت پر وفات پائی۔ (الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۱، ص: ۱۲۶۔ الاصابة لابن حجر، ج ۲، ص: ۲۵۱۔ اسمی المطالب فی سیرة المیر المومنین علی بن ابی طالب للصلابی، ج ۲، ص: ۷۰۵۔ مصنف نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے موقف کے بارے میں بہت اچھا اور خوبصورت کلام کیا۔ اسے بغور پڑھنا چاہیے۔)

قبیح روایات لایا اور جو اس قدر پستی میں گر چکا ہو اس کی وہ روایات ساقط اور مردود شمار ہوں گی جو اس نے اپنے خود ساختہ مذہب کی حمایت کے لیے وضع کر لی ہوں۔ نیز بہتان تراشوں میں بھی واضح تناقض پایا جاتا ہے۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ ان کا پیدا کردہ شبہ اور بہتان عقل و فکر میں صحیح نہیں ہو سکتا تو پھر وہ اس کا مخالف وضع کر لیتے ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے علی رضی اللہ عنہ پر خروج کیا اور ان کی بیعت نہیں کی، کیونکہ وہ عثمان رضی اللہ عنہ کی حمایتی تھیں۔ یہ اہل افتراء کے تناقضات کی مثال ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ انھوں نے لوگوں کو قتل عثمان پر ابھارا۔

تو دو متناقض یا دو ضدیں کیسے جمع ہوں گی کیا پہلے عائشہ رضی اللہ عنہا نے قتل عثمان پر لوگوں کو آمادہ کیا پھر عثمان کے قصاص کا مطالبہ کر ڈالا اور جس کسی انسان کے پاس اس بہتان کی سند پر نظر ڈالنے سے پہلے رتی بھر بھی عقل ہے تو وہ اس بہتان کو بہتان تراشنے والے کے سینے پر الٹا دے گا اور اس کے ضعف عقل کی دلیل بنا لے گا۔ اس سے پہلے کہ وہ اس کے دین کے ضعیف اور بودے پن پر دلالت کرے تو کوئی عقل مند انسان آج تک کسی فاسد عقل والے انسان کے خلاف ایسی دلیل نہیں لایا جیسی دلیلیں ان بہتان تراشوں کے عقل کے فاسد ہونے پر لائی گئی ہیں۔

پانچواں بہتان:

اہل روافض کہتے ہیں کہ ''عائشہ رضی اللہ عنہا نے ماریہ قبطیہ پر زنا کی تہمت لگائی تب آیت افک نازل ہوئی۔'' اس شبہ کو ثابت کرنے کے لیے شیعوں کے متعدد انداز ہیں:

پہلا انداز:

واقعہ افک میں شکوک و شبہات پیدا کرنا اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی آسمانی و قرآنی براءت کا انکار کرنا۔ اکثر رافضیوں نے اس کا انکار کیا۔ وہ کہتے ہیں یہ اہل سنت کا قول ہے، چنانچہ ان کے نزدیک اہل سنت کی روایت مردود ہونے پر ان کا اجماع ہے۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ جب کوئی خبر متناقض دو سندوں کے ساتھ ان کے ائمہ سے مروی ہو، اور ان دو سندوں میں سے ایک اہل سنت کے مذہب کے موافق ہو تو اس خبر کو چھوڑ دیا جائے گا جو اہل سنت کے مذہب کے موافق ہو۔ کیونکہ احتمال ہے کہ وہ تقیہ کی وجہ سے روایت کی گئی ہو۔ اسی بنیاد پر اکثر شیعہ سورۃ النور کی وہ آیات جو عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت میں نازل ہوئیں ان کو نہیں مانتے۔ کیونکہ یہ اہل سنت کا قول ہے۔ البتہ اہل تشیع کہتے ہیں کہ ''جب عائشہ رضی اللہ عنہا نے ماریہ قبطیہ پر زنا کی تہمت

لگائی تو یہ آیات ماریہ قبطیہ کی براءت کے لیے نازل ہوئیں۔'' ❶

موجودہ زمانے کے کچھ رافضیوں نے واقعہ افک کو مشکوک ٹھہرانے کی کوشش کی ہے، ان میں سے ایک جعفر مرتضیٰ حسینی ❷ ہے۔

اس نے ''حدیث الافک'' نامی ایک کتاب لکھی اور اس نے یہ کتاب ''حدیث الافک'' واقعہ افک کو مشکوک قرار دینے کے لیے لکھی۔ اس نے اپنی یہ مذموم کوشش کتاب کے شروع سے لے کر آخر تک جاری رکھی۔ متعدد وسائل و خود ساختہ جھوٹے دلائل سے واقعۂ افک کو غیر صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی۔ کبھی تو اہل سنت کے راویوں پر جرح وطعن کیا، اس خیال سے کہ اس حدیث میں تناقض اور اضطراب پیدا کر سکے اور کبھی سند کو ضعیف کہا، لیکن ضعف کا سبب بیان نہیں کیا، یا اس طرح کی دیگر موشگافیاں اور کٹ حجتیاں سامنے لاتا رہا۔ ❸

جنھوں نے واقعہ افک کا انکار کیا ان میں سے ہاشم معروف الحسنی ❹ بھی ہے۔ اس نے اپنی کتاب ''سیرۃ الائمۃ الاثنی عشرہ'' میں اپنا انکار تحریر کیا۔ ❺

ان دو کے علاوہ بھی ہیں جنھوں نے واقعہ افک کا انکار کیا۔

درج بالا بہتان کا ردّ:

اہل روافض کے عائشہ رضی اللہ عنہا کی واقعہ افک سے براءت کا انکار اور اس قصہ میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوششیں کرنا ان کے اپنے ائمہ اور علماء کے اقوال و اعترافات کا انکار اور رافضیوں کے آپس میں لامحدود تناقض کو ظاہر کرتا ہے۔ دیگر علماء و ائمہ نے صراحت کے ساتھ واقعہ افک اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس بہتان سے براءت کے نزول کا اقرار و اعتراف اور کھلم کھلا اعلان کیا ہے۔ نیز شیعہ علماء نے اس بات کا بھی اعتراف کیا ہے کہ جو لوگ اس واقعہ افک پھیلانے کا سبب بنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر حد قذف جاری کی۔ جو روافض واقعہ افک کا اقرار کرتے ہیں وہ اس واقعہ سے عائشہ اور علی رضی اللہ عنہما کے درمیان عداوت کی

---

❶ الصراط المستقیم للبیاضی، ج ۳، ص: ۱۸۲۔

❷ جعفر بن مرتضیٰ حسینی العاملی۔ معاصرین میں سے ہے۔ ۱۳۶۴ ہجری میں پیدا ہوا۔ نجف میں تعلیم حاصل کی پھر ایران کے شہر قم چلا گیا، پھر اپنے جائے ولادت کوہ عامل جو لبنان میں واقع ہے ۱۴۱۳ ہجری میں وہاں چلا گیا۔ اس کی تصنیفات ''مأساۃ الزہراء'' اور ''بیان الائمۃ فی المیزان'' ہیں۔

❸ حدیث الافك لجعفر مرتضی حسینی۔

❹ ہاشم معروف الحسنی کوہ عامل لبنان کا ایک شیعہ عالم ہے۔ ۱۳۲۷ ہجری میں پیدا ہوا۔ جعفری سپریم کورٹ لبنان کا جج رہا۔ اس کی تصنیفات ''سیرۃ الائمۃ اثنیٰ عشر'' اور ''الوصایا و الاوقاف'' ہیں۔ ۱۴۰۳ ہجری میں فوت ہوا۔ (دلیل جنوب لبنان، ص: ۱۳۰۔)

❺ سیرۃ الائمۃ الاثنی عشر، ج ۱، ص: ۴۳۸۔

موجودگی کی دلیل لیتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ان دونوں کے درمیان عداوت اس وقت سے ہے۔ ❶

بلکہ ان کے کچھ ائمہ تو تاکیداً کہتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت متواتر امر ہے۔ یہ ضرورتاً معلوم ہے اور جو اس کا انکار کرے گا وہ ضروری اور ثابت شدہ بات کا انکار کرے گا۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے:

''شیعہ میں سے ایک گروہ نے کہا ہے کہ سورۃ النور کی آیات عائشہ کے بارے میں نازل نہیں ہوئیں بلکہ وہ ماریہ قبطیہ کے متعلق نازل ہوئیں جب اس پر سیاہ فام قبطی غلام کے ساتھ ملوث ہونے کی تہمت لگی اور ان کا یہ انکار کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نزول آیات نہیں ہوا ایسا انکار ہے جو یقینی طور پر متواتر اخبار سے معلوم ہو چکا ہے۔'' ❷

اسی ابن ابی الحدید نے دوسری جگہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت ثابت کی ہے۔ وہ لکھتا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا پر صفوان بن معطل السلمی کے ساتھ ملوث ہونے کا الزام لگا اور یہ مشہور قصہ ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہمیشہ پڑھی جانے والی اور لکھی جانے والی آیات کے ذریعے سے عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت نازل کی اور جنھوں نے اس پر تہمت لگائی تھی ان کو حد قذف کے کوڑے لگائے گئے۔ ❸

صافی شیعی نے ''الجوامع'' میں لکھا کہ حدیث الافک کا سبب یہ بنا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنا ہار گم کر دیا۔ قمی نے کہا: ''جمہور علماء کے مطابق یہ آیات عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئیں اور غزوہ بنی مصطلق جو بنوخزاعہ کے خلاف لڑا گیا اس میں اس پر جو بہتان لگایا گیا...... انتھٰی''

اگر تو کہے کہ رازی ❹ وغیرہ نے کہا: مسلمانوں کا اجماع اس بات پر ہے کہ اس سے مراد عائشہ رضی اللہ عنہا

---

❶ الجمل للمفید، ص: ۲۱۹۔ تلخیص الشافی للطوسی، ص: ٤٦٨۔ مناقب آل ابی طالب لابن شهر آشوب، ج ۱، ص: ۲۰۱۔ الصوارم المهرقة للتستری، ص: ۱۰۵ اور اسی کی کتاب احقاق الحق، ص: ۲۸٤۔ الدرجات الرفیعه للشیرازی، ص: ۲۵۔ الفصول المهمة للموسوی، ص: ۱٥٦۔ الصاعقة فی نسف اباطیل و افتراء ات الشیعة علی ام المومنین عائشة لعبد القادر محمد عطا صوفی، ص: ۱۱۲-۱۱٤۔ معمولی ردّ و بدل کے ساتھ۔

❷ شرح نهج البلاغة، ج ١٤، ص: ۲۳۔ ❸ شرح نهج البلاغة، ج ۹، ص: ۱۹۱۔

❹ محمد بن عمر بن حسین ابو المعالی الرازی۔ فخر الدین اس کا لقب ہے۔ علم کلام کا ماہر تھا۔ خوارزم کے بادشاہوں کے پاس اس کی بڑی قدر کی جاتی تھی۔ اس کے لیے مختلف علاقوں میں مدارس بنائے گئے۔ اپنی موت سے پہلے علم کلام سے توبہ کر لی اور سلف کے مسلک پر واپس آ گیا۔ اس کی تصنیفات میں سے "مفاتیح الغیب" اور "المحصول" ہیں۔ ٦٠٦ ہجری میں وفات پائی۔ (طبقات الشافعیة للسبکی، ج ۸، ص: ۸۰۔ البدایة و النهایة لابن کثیر، ج ۱۳، ص: ۵۵۔)

پر لگایا جانے والا بہتان ہے۔ اسی طرح تو نے یہ بھی کہا کہ یہ اجماع ہے۔ پھر تو نے کہا: یہ قصہ ماریہ قبطیہ کا ہے جب اس پر بہتان لگایا گیا۔ تو یہ تناقض اقوال کیوں ہے؟ اس فرقے کی مخالفت کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ یا تو انھیں اس واقعہ کی حقیقت معلوم نہیں یا انھوں نے اجماع توڑ ڈالا، جبکہ اجماع توڑنا جائز نہیں، یا اس فرقے کی بات غیر معتبر اور شاذ ہے۔ کیونکہ وہ جمہور شیعہ کی مخالف ہے کہ جنھوں نے تمام مسلمانوں کے مذہب کو تقویت بہم پہنچائی۔

صافی نے اپنی مذکورہ تفسیر میں اشارہ کیا کہ یہ قول نہایت واہیات ہے۔ وہ کہتا ہے: اگر یہ خبر صحیح ہو ...... الخ۔ اس کا یہ کہنا بظاہر اس قول کے ضعف کی طرف اشارہ ہے اور شیعہ کے اپنے علماء کے نزدیک بھی یہ قول معتمد علیہ نہیں۔ [1]

روافض کا بہتان باطل ہونے کی پہلی دلیل کافی ہے کہ سورۃ النور کی مذکورہ دس آیات جو ﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ﴾ (النور: ۱۱) سے شروع ہوتی ہیں کہ یہ ماریہ کی براءت میں نازل ہوئی تھیں جب عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس پر زنا کی تہمت لگائی تھی ...... اور عائشہ رضی اللہ عنہا اس بہتان سے پاک ہے۔ یہ کہ واقعہ افک اور ان آیات کا نزول غزوہ بنی مصطلق میں ہوا جو چار یا پانچ یا چھ ہجری کا واقعہ ہے۔ مختلف اقوال کی بنیاد پر اور راجح قول پانچ ہجری ہے اور مقوقس والی مصر نے ماریہ قبطیہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس سال بھیجا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں اور قبیلوں کے سرداروں کو اسلام قبول کرنے کے لیے خطوط لکھے۔ جو سات یا آٹھ ہجری اور راجح قول کے مطابق آٹھ ہجری ہے اور یہ خطوط غزوہ بنی مصطلق کے تین سال بعد کا واقعہ ہے کہ جس غزوے میں عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگایا گیا اور اس کی صحیح و راجح تاریخ ابھی بیان ہوئی ہے۔ گویا عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت میں آیات کا نزول ماریہ قبطیہ کے آنے سے تین سال پہلے کا واقعہ ہے۔ تو تین سال پہلے ماریہ کی شان میں قرآن کیونکر نازل ہوا جبکہ وہ مصر میں اپنے آباء و اجداد کے دین پر تھی اور وہ مصر میں تھی اور عائشہ رضی اللہ عنہا مدینہ میں تھی اور درمیان میں صحرا، سمندر اور پہاڑ حائل ہیں تو رافضیوں کے دعویٰ کے مطابق عائشہ نے ماریہ پر بہتان کیسے لگا دیا۔ چنانچہ قرآن و سنت ہی نہیں تاریخی و زمینی حقائق بھی رافضیوں کو رسوا کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور اجماع امت بھی رافضہ کے ذلیل و خوار ہونے پر دال ہے اور تمام رسولوں سے افضل اور اکرم علی اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بہتان تراشیوں کا ردّ کر رہے ہیں اور ان کے مکر و فریب، کا بھانڈا بیچ چوراہے پھوٹ چکا ہے۔ دنیا اور تاریخی

[1] الحصون المنیعة فی براءة عائشة الصدیقة باتفاق اهل السنة و الشیعة لمحمد عارف الحسینی، ص: ۲۱۔

گواہی کے مطابق خاتم الانبیاء کا گھرانہ تمام گھروں سے افضل واشرف اور اطہر ہے۔ ❶

آئندہ جب ہم واقعہ افک پر گفتگو کریں گے تو ان شاء اللہ وہاں امی عائشہ کے معترضین کی رسوائیوں میں مزید اضافہ کریں گے۔ ❷

دوسرا انداز:

وہ ضعیف و منکر روایات جو اہل السنہ کی کتابوں میں موجود ہیں ان سے کٹ حجتیاں نکالنا۔

روافض کا یہ معمول ہے کہ اپنے شبہات اور افتراءات کو تقویت دینے کے لیے اہل سنت کی کتابوں میں مروی ضعیف، منکر، موضوع اور منسوخ روایات کو اپنے دعویٰ کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ پھر وہ اہل سنت پر وہ احادیث چپکا دیتے ہیں اور پھر خود ہی ان سے جواب طلب کرتے ہیں۔ مذکورہ بالا بہتان میں خصوصی طور پر کسی شیعہ نے نہایت ضعیف حدیث سے استدلال کیا، بلکہ وہ روایت سرے سے باطل ہے۔ لیکن اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہے۔ اس لشکر کا سرغنہ عبدالحسین ❸ نامی ایک شیعہ ہے۔ جس نے اپنی کتاب "المراجعات" میں یہ روایت تحریر کی ہے۔

یہ روافض جس روایت پر اعتماد کرتے ہیں وہ اس طرح ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''ماریہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بطور ہدیہ بھیجا گیا اور اس کے ساتھ اس کا چچا زاد بھی تھا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ وہ لڑکا ایک بار ماریہ کے ساتھ ہم بستری کر بیٹھا اور وہ حاملہ ہوگئی۔ عائشہ کہتی ہیں: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس کے چچا زاد کے ساتھ علیحدہ رہائش دے دی۔''

بقول عائشہ رضی اللہ عنہا: ''بہتان تراشوں اور جھوٹ موٹ کی اڑانے والوں نے یہ کہہ دیا کہ آپ کو بچے کی ضرورت تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اور کے بچے پر اپنا دعویٰ کر دیا اور اس کی والدہ کا دودھ بہت کم تھا، اس کی ماں نے اسے دودھ پلانے کے لیے ایک دودھیل بکری خریدی۔ چنانچہ اس بکری کے دودھ پر وہ پلا بڑھا۔ اس پر خوب گوشت آ گیا۔ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے میرے پاس لے آئے اور فرمانے لگے: تجھے

---

❶ غیر مطبوعہ مقالہ "امنا عائشۃ ملکۃ العفاف" لفدوی الصادق بنکیران۔

❷ دیکھیں: کتاب کے گزشتہ صفحات۔

❸ عبدالحسین بن یوسف شرف الدین العاملی الموسوی تھا۔ فرقہ امامیہ کا فقیہ تھا۔ کوہ عامل کی گھاٹیوں میں یہ ۱۲۹۰ ہجری کو پیدا ہوا۔ نجف میں تعلیم حاصل کی اس کی مشہور ترین تصنیفات میں سے ''المراجعات'' نامی تصنیف ہے۔ اس کا مواخذہ اس فتوی کی بنا پر کیا جاتا ہے۔ جس میں اس نے عوام کے لیے حسین کی شہادت کے حوالے سے اپنے اجسام کو تلواروں اور زنجیروں سے پیٹنا مباح قرار دیا۔ ۱۳۷۷ ہجری میں صور میں فوت ہوا اور نجف میں دفن ہوا۔ (الاعلام للزرکلی، ج ۳، ص: ۲۷۹۔)

کیسا معلوم ہوتا ہے؟ میں نے کہا: جسے بکرے کا گوشت کھانے کو ملے اس کا گوشت اچھا ہو جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی کے ساتھ اس کی مشابہت نہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: مجھے دیگر عورتوں کی طرح غیرت نے آ لیا۔ بالآخر میں نے کہہ دیا: میں کوئی مشابہت نہیں دیکھتی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک لوگوں کی باتیں پہنچنے لگیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا: تو یہ تلوار لے جا اور ماریہ کا چچا زاد تجھے جہاں ملے اس کی گردن کاٹ دے۔ وہ چل پڑے، انھوں نے دیکھا کہ مطلوبہ شخص کھجور کے ایک باغ میں درخت سے تازہ کھجوریں توڑ رہا ہے۔ اس نے جب علی رضی اللہ عنہ کو تلوار کے ساتھ آتا ہوا دیکھا تو اس پر کپکپی طاری ہو گئی اور اسی پریشانی میں اس کا تہہ بند گر پڑا۔ علی رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا کہ اللہ عزوجل نے اس کے لیے وہ چیز تو پیدا ہی نہیں کی جو مردوں کی خصوصی علامت ہوتی ہے۔ وہاں صرف ایک دھبہ تھا۔ ❶

ہم دیکھتے ہیں کہ اس روایت سے عبدالحسین نے اپنی کتاب "مراجعات" میں قبیح ترین استدلال کیا ہے اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اخلاق اور دین پر تہمت لگانے میں اس روایت پر تکیہ کیا ہے۔ وہ کہتا ہے:

"اور تیرے لیے اس بات کی نزاکت کا احساس کرنے کے لیے صرف ایک مثال کافی ہے کہ جب کذاب اور مفتری لوگوں نے سیّدہ ماریہ کے جذبات سے فائدہ اٹھا کر اسے اور اس کے بیٹے علیہ السلام کو بہتان اور عداوت کا نشانہ بنایا اور ان کے منہ میں جو کچھ آیا وہ کہہ دیا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے امیر المومنین کے ہاتھوں دونوں کی براءت کا اعلان کروا دیا جو سب لوگوں کی آنکھوں کے سامنے اور سب کا لحاظ کرتے ہوئے کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا قول کتنا سچا ہے:

﴿وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا﴾ (الاحزاب: ۲۵)

"اور اللہ نے ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا، ان کے غصے سمیت لوٹا دیا، انھوں نے کوئی بھلائی حاصل نہ کی۔" ❷

پھر اپنی مذکورہ بات کی تشریح کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے:

"جو اس مصیبت کے بارے میں تفصیل جاننا چاہے وہ مستدرک حاکم کی ج ۴، ص: ۳۹ میں سیّدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کے احوال کے بارے میں روایات کا مطالعہ کرے یا مستدرک للحاکم کی جو

---

❶ المستدرك للحاكم، ج ٤، ص: ٤١ اور اس روایت کو ابن حجر نے ضعیف کہا: دیکھئے: الاصابة، ج ٣، ص: ٣٣٥ اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے السلسلة الاحاديث الضعيفة، ج ١٠، ص: ٧٠٠ میں کہا یہ روایت پرلے درجے کی ضعیف ہے۔

❷ المراجعات لعبد الحسين، ص: ٢٦٠-٢٦١۔

تلخیص امام ذہبی رحمہ اللہ نے کی ہے اس کا مطالعہ کر لے۔‘‘

وہ درج بالا عبارت کے ذریعے سے اس منکر روایت کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ لیکن روایت کے شدید ضعف کے باوجود اس نے روایت پر اعتماد کو کافی سمجھا بلکہ اس نے اضافی جرم یہ کیا کہ حدیث کو لفظ بلفظ نقل نہیں کیا اور لوگوں کے لیے یہ اس کی تدلیس و تضلیل ہے، کیونکہ اگر وہ روایت کو لفظ بلفظ نقل کر دیتا تو ذرّہ بھر عقل رکھنے والے انسان کے لیے یہ سمجھنا آسان ہو جاتا کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف جو جھوٹ منسوب کیا جا رہا ہے وہ اس سے بالکل بری ہیں۔ جو کہ اس منکر حدیث میں موجود ہے۔

درحقیقت قیامت تک لکھے اور پڑھے جانے والے قرآن کے ذریعے سے اللہ عزوجل نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت کا اعلان کر دیا ہے۔ رافضی مانیں یا نہ مانیں، اس سے حقیقت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ابن شاہین [1] نے بھی یہ روایت بواسطہ سلیمان بن ارقم، زہری سے نقل کی۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی کتاب ”الاصابة فی تمییز الصحابة“ میں بھی ہے۔ اس [2] نے کہا: ’’سلیمان ضعیف ہے۔‘‘ [3]

ہم اس روایت اور اس کے ذریعے سے جو افتراءات لگائے گئے ہیں ان کا متعدد وجوہ سے جواب دیں گے:

۱۔ یہ روایت باطل اور نہایت ضعیف ہے۔ اسے کبھی بھی دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔ چنانچہ یہ حدیث سلیمان بن ارقم کی روایات سے ہے جس کے ضعف پر ائمہ کا اتفاق ہے۔ [4] بلکہ وہ پرلے درجے کا ضعیف ہے۔

---

[1] عمر بن احمد بن عثمان ابوحفص البغدادی ابن شاہین۔ حافظ، عالم شیخ العراق۔ ۲۹۷ ہجری میں پیدا ہوا۔ ثقہ تھا اس کی مشہور تصنیفات ”تاریخ اسماء و صفات“ اور ”ناسخ الحدیث و منسوخہ“ ہے۔ ۳۸۵ ہجری میں فوت ہوا۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ١٦، ص: ٤٣١۔ شذرات الذهب لابن العماد، ج ٣، ص: ١١٧۔)

[2] الاصابة فی تمییز الصحابة لابن حجر، ج ٥، ص: ٥١٩۔

[3] السلسلة الضعیفة للالبانی، ج ١٠، ص: ٧٠١-٧٠٣۔

[4] تاریخ الکبیر للبخاری، ج ٤، ص: ٢۔ الضعفاء و المتروکون للنسائی، ص: ٤٨۔ الجرح و التعدیل لابن ابی حاتم، ج ٤، ص: ١٠٠۔ الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ج ٤، ص: ٢٢٨۔ و تاریخ بغداد للخطیب البغدادی، ج ١٠، ص: ١٨۔ الضعفاء و المتروکون لابن جوزی، ج ٢، ص: ١٦۔ المغنی فی الضعفاء للذهبی، ج ١، ص: ٢٧٧۔

اس حدیث کا ضعف اگرچہ ظاہر و باہر ہے تاہم مستدرک میں حاکم نے اپنے تساہل تصحیح کی وجہ سے اس پر سکوت اختیار کیا۔ اسی طرح مستدرک حاکم کی تلخیص میں ذہبی نے بھی اس پر سکوت کیا ہے اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے یہ حدیث اپنی مشہور کتاب "السلسلة الضعيفة" میں روایت کی اور کہا یہ بہت ضعیف ہے۔ ❶

۲۔ اصل حدیث صحیح و ثابت ہے لیکن اس میں یہ اضافی منکرات نہیں ہیں۔ اس حدیث میں یہ اضافہ جات ابن ارقم نے کیے ہیں اور اگر یہ کسی بات کی دلیل ہو سکتی ہے تو صرف اس کی کہ اس کا حافظہ بگڑ چکا تھا یا یہ کہ اس نے جھوٹ پر اعتماد کرتے ہوئے اضافے کیے ہیں۔ یہ سب اس نے صرف اپنے نفس کی خواہشات کی تکمیل کی وجہ سے کیا۔ پھر اس کے خواہش پسند پیروکار اسے دلیل بنا لیتے ہیں۔

البتہ اس روایت منکرہ کا اصل متن صحیح مسلم میں ہے۔ چنانچہ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ابراہیم علیہ السلام کی ماں پر کسی آدمی کے ساتھ ملوث ہونے کا الزام لگایا جاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو اس مہم پر مامور کیا کہ تو جا اور اس کی گردن کاٹ کر لے آ۔ علی رضی اللہ عنہ اس کے پاس آئے تو وہ کنویں ❷ میں غسل کر رہا تھا۔ علی رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: جلدی باہر آ۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے باہر کھینچ لیا۔ اچانک انھوں نے دیکھا کہ اس کا عضو تناسل کٹا ہوا تھا۔ یعنی اس کے پاس آلۂ تناسل نہیں تھا۔ علی رضی اللہ عنہ اس سے رک گئے۔ پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! اس کے پاس آلۂ تناسل نہیں، بلکہ کٹا ہوا ہے۔ ❸

تیسرا انداز:

صحیح نصوص میں من گھڑت اضافے شامل کر کے اپنے لگائے گئے بہتانات کی تکمیل کرنا۔

جن معاملات میں شیعوں کو مکر و فریب کی مہارت تامہ حاصل ہے۔ ایک یہ بھی ہے کہ وہ کوئی صحیح روایت لے کر اس میں ایسے اضافے شامل کر دیتے ہیں جن سے وہ پوری نص فاسد ہو جاتی ہے۔ اس سے ان کا مقصد اپنے جھوٹ، فریب اور مکر کی قبولیت ہوتا ہے۔ بعض اوقات وہ اپنی اس جھوٹی روایت کو اللہ تعالیٰ

---

❶ السلسلة الاحاديث الضعيفة للالبانی، ج ۱۰، ص ۷۰۰، حدیث: ٤٩٦٤۔

❷ رکی: کنواں۔ (النهاية فی غريب الحديث و الاثر لابن الاثير، ج ۲، ص: ۲۶۱۔ فتح الباری لابن حجر، ج ۱، ص: ۱۲۵۔)

❸ صحيح مسلم، حديث نمبر: ۲۷۷۱۔

کی کتاب میں سے کسی آیت کا شان نزول باور کراتے ہیں تا کہ ان کا پھیلایا گیا تلبیس کا جال مضبوط ہو جائے۔ چنانچہ علی بن ابراہیم قمی اپنی تصنیف شدہ تفسیر میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں لکھتا ہے: ❶

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ﴾ (النور: ۱۱)

''بے شک وہ لوگ جو بہتان لے کر آئے ہیں وہ تمہی سے ایک گروہ ہیں، اسے اپنے لیے برا مت سمجھو، بلکہ یہ تمھارے لیے بہتر ہے۔''

اس نے لکھا:

''بے شک جمہور (اہل سنت) نے لکھا کہ یہ آیت عائشہ کی شان میں نازل ہوئی۔ جب غزوہ بنی مصطلق میں اس پر تہمت لگائی گئی جو بنوخزاعہ کے خلاف تھی، لیکن خاص لوگوں (اہل تشیع) نے کہا کہ یہ ماریہ قبطیہ کی شان میں نازل ہوئی جب عائشہ نے اس پر تہمت لگائی۔''

پھر علی بن ابراہیم قمی نے اپنی سند کے ساتھ یوں روایت کی:

''جب رسول اللہ ﷺ کا بیٹا ابراہیم فوت ہوا تو آپ کو اس کا شدید صدمہ ہوا چنانچہ عائشہ نے کہہ دیا: آپ کیوں غمگین ہو گئے حالانکہ وہ تو ابن جریج کا بیٹا تھا......'' ❷

یہ روایت سبائی رافضیوں کے نزدیک صحیح ثابت ہے جو اس پر بھرپور اعتماد کرتے ہیں اور ان کے کبار علماء نے اس روایت کے صحیح ہونے کی صراحت کی ہے۔ یہ رہا مفید ❸ جو ان کے بڑے علماء میں شمار ہوتا ہے۔ وہ تاکیداً لکھتا ہے کہ یہ روایات شیعہ کے نزدیک صحیح اور تسلیم شدہ ہیں۔ وہ کہتا ہے: ''ماریہ قبطیہ پر عائشہ کے تہمت لگانے والی روایت رافضیوں کے نزدیک صحیح و مسلّم ہے۔'' ❹

---

❶ تفسیر القمی، ج ۲، ص: ۹۹۔

❷ اکثر رافضیوں نے یہ روایت علی قمی سے نقل کی ہے جیسے ہاشم بحرانی نے اپنی تفسیر البرهان فی تفسیر القرآن، ج ٤، ص: ٥٢-٥٣ میں اور مجلسی نے بحار الانوار، ج ۲۲، ص: ۱۵۵ میں نقل کیا ہے۔

❸ محمد بن محمد بن نعمان ابوعبداللہ بن المعلم، امامیہ فرقے کا بڑا عالم شمار ہوتا ہے۔ اس کا لقب الشیخ المفید ہے۔ رافضیوں کا سرخیل تھا۔ اس نے رافضیوں کے حق میں مسلمانوں کے اسلاف پر طعن و تشنیع سے لبریز کتابیں تصنیف کیں۔ اس کی تقریباً دو سو کتابیں ہیں۔ ۴۱۴ ہجری میں فوت ہوا۔ (لسان المیزان لابن حجر، ج ٥، ص: ٣٦٨۔ الاعلام للزرکلی، ج ۷، ص: ۲۱۔)

❹ "رسالة فیما اشکل من خبر ماریة" للمفید، ص: ۲۹۔

گویا یہ روایت تمام رافضیوں کے نزدیک صحیح ہے۔ ❶

روافض یہ روایت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں بھی نقل کرتے ہیں:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ۝ ﴾ (الحجرات: ٦)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کرلو، ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو لاعلمی کی وجہ سے نقصان پہنچا دو، پھر جو تم نے کیا اس پر پشیمان ہو جاؤ۔''

علی بن ابراہیم قمی نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے اپنی تصنیف شدہ تفسیر ❷ میں لکھا ہے:

''یہ آیت ام ابراہیم ماریہ قبطیہ کی شان میں نازل ہوئی اور اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا: بے شک ابراہیم آپ کے نطفے سے نہیں بلکہ وہ جریج قبطی سے ہے۔ کیونکہ وہ ماریہ کے پاس ہر روز آتا تھا۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ میں آ گئے اور امیر المؤمنین علی علیہ السلام سے فرمایا: تو یہ تلوار پکڑ لے اور مجھے جریج کا سر لا دے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا ﴾ ❸

ہم یہاں کتب اہل السنۃ سے صحیح روایت اس لیے نقل کر رہے ہیں تاکہ ہماری پہلی تحریر کردہ بات مزید موکد و موثق ہو جائے کہ شیعوں کا خاص اسلوب صحیح نصوص میں فاسد اضافے شامل کرنا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ صحیح روایت کو شیعوں نے کس قدر مسخ کیا ہے اور اس میں کتنا ردّ و بدل کیا ہے۔

طحاوی ❹ نے بواسطہ عبدالرحمن بن صالح ازدی کوفی اور بزار، ابونعیم ابن عساکر اور ضیاء

---

❶ الصاعقة فی نسف اباطيل و افتراء ات الشيعة لعبد القادر محمد عطاء صوفی، ص: ۱۰۳۔ و المحصون المنيعة فی براء ة عائشة الصديقة من افتراء ات الشيعة لمحمد عارف الحسينی، ص: ٥٤۔ الفتح الانعم فی براء ة عائشة و مريم لعلی احمد العال الطهطاوی، ص: ۳۰۔

❷ تفسير قمی، ج ۲، ص: ۳۱۸-۳۱۹۔

❸ البرهان فی تفسير القرآن للبحرانی، ج ۱۳، ص: ۱۳۸۔ تفسير نور الثقلين للحويزی، ج ٥، ص: ۸۱۔ بحار الانوار للمجلسی، ج ۲۲، ص: ۱۵۳-۱۵٤۔

❹ احمد بن محمد بن سلامہ ابوجعفر طحاوی، حنفی، امام، حافظ محدث مصر، فقیہ، ۲۳۹ ہجری میں پیدا ہوا۔ ثبت، کوفیوں کے احوال کا سب سے بڑا عالم نیز دیگر مذاہب کو بھی بخوبی سمجھتا تھا۔ اس کی تصنیفات میں سے ''شرح معانی الآثار'' اور ''بیان مشکل الآثار'' ہیں۔ ۳۲۱ ہجری میں فوت ہوا۔ (سير اعلام النبلاء للذهبی، ج ١٥، ص: ۲۷۔ تاج التراجم لابن قطلوبغا، ص: ۱۰۰۔)

مقدسی [1] نے بواسطہ ابو کریب محمد بن العلاء ہمدانی نے ان سب نے بواسطہ یونس بن بکیر، اس نے بواسطہ محمد بن اسحاق، اس نے ابراہیم بن محمد بن علی بن ابی طالب سے اس نے اپنے باپ محمد سے اس نے اپنے باپ علی بن ابی طالب سے روایت کی کہ لوگوں نے ماریہ رضی اللہ عنہا کو اس کے چچا زاد قبطی کے ساتھ بہت زیادہ مطعون کیا جو اس کے پاس آتا رہتا تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ''تو یہ تلوار لے جا اور اگر تو نے اسے اس (ماریہ) کے پاس دیکھا تو اسے قتل کر دے......'' طویل حدیث ہے۔ [2]

لیکن اس حدیث میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ نہیں۔ ہر صاحب انصاف اور حق کے پیروکار کو غور کرنا چاہیے کہ رافضیوں نے اس روایت کو کس طرح تبدیل کیا اور اس مکر و فریب کے کس طرح طومار باندھے۔ گویا جو صحیح روایت ہے وہ منافقوں کے سیاق میں ہے نہ کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں۔ چنانچہ منافقین ہی ماریہ کے متعلق جھوٹی خبریں پھیلاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ان الزامات سے بری کر دیا۔ منافقین دراصل اپنے سرغنہ عبداللہ بن ابی کے پیچھے لگ کر اس سے پہلے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچا چکے تھے اور اسے بھی اللہ تعالیٰ نے اس گھناؤنے الزام سے بری کر دیا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہو وہ تو اپنے رسول کا احترام کرتا ہے اور اس کی کسی بیوی پر تہمت نہ لگائے گا نہ اسے تہمت لگانے والوں میں شامل کرے گا۔ خصوصاً جب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت قرآن میں نازل ہو گئی جو روئے زمین کے مشرق سے لے کر مغرب تک اور قیامت آنے تک پڑھی جاتی رہے گی۔ ہر مومن اس کی براءت، اس کی فضیلت اور اسلام میں اس کی قدر و منزلت پر ایمان رکھے گا اور قرآن میں جو کچھ اس کی شان میں نازل ہوا ہے ہر مومن اس پر ایمان رکھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے اصحاب اور آپ کے خاندان سے کینہ رکھنے والا ہر زندیق و ملحد اس پر بہتان لگاتا رہے گا۔ [3]

---

[1] یہ محمد بن عبدالواحد بن احمد ابو عبداللہ المقدسی الحنبلی ہیں۔ الشیخ، الامام، الحافظ، الحجہ، امانت و دیانت کے ساتھ احادیث کی چھان بین کی۔ جرح و تعدیل میں ہمیشہ اعتدال سے کام لیا۔ احادیث کی صحت کی علامات اور ان کی علتوں کو بیان کیا۔ ۵۶۹ ہجری میں پیدا ہوا اور ۶۴۳ ہجری میں وفات پائی۔ اس کی تصنیفات میں سے "فضائل الاعمال" اور "الاحادیث المختارۃ" مشہور ہیں۔

[2] اسے طحاوی نے "شرح مشکل الآثار، حدیث نمبر: ۴۹۵۳ میں اور بزار نے مسند، ج ۲، ص: ۲۳۷، حدیث نمبر: ۶۳۴ میں اور ضیاء المقدسی نے الاحادیث المختارۃ، حدیث نمبر: ۷۳۵ میں اور ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء، ج ۳، ص: ۱۷۷-۱۷۸ میں روایت کیا۔ مقدسی نے کہا اس حدیث کا ایک شاہد صحیح مسلم میں سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور البانی رحمہ اللہ نے اسے السلسلۃ الصحیحۃ، حدیث نمبر: ۱۹۰۴ میں صحیح کہا ہے۔

[3] الانتصار لکتاب العزیز الجبار و للصحابۃ الاخیار علی اعدائہم الاشرار للدکتور ربیع المدخلی، ص: ۳۹۶-۳۹۷۔

اس قصہ پر توجہ مرکوز کر کے روافض متعدد مذموم مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں:

۱۔ اہل روافض کے نزدیک سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ابھی زنا کے الزام سے بری نہیں ہوئیں، کیونکہ سورۂ نور کی مذکورہ دس آیات ان کی براءت میں نازل نہیں ہوئیں، بلکہ یہ ماریہ کی براءت میں نازل ہوئیں جس پر رافضیوں کے مطابق عائشہ رضی اللہ عنہا نے زنا کی تہمت لگائی۔

۲۔ دراصل یہ دشنام طرازی اور بہتان تراشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر ہے۔ کیونکہ اس واقعہ کے بعد سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا چھ سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اور صحبت میں رہیں، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی (سیّدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) کے گھر میں وفات پائی۔

چنانچہ خبیث فطرت لوگوں کی طرف سے اس تہمت کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت، عصمت، شرف و کرامت، آپ کی رسالت بلکہ براہ راست آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مردانگی اور غیرت کو نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ کیونکہ جس مرد کے پاس معمولی سی غیرت اور وقار ہوگا وہ اپنی حفاظت میں ایسی عورت کو چھ سال تو کیا ایک لحہ بھی برداشت نہیں کر سکتا، اور جس عورت کی براءت بھی ثابت نہ ہو۔ رافضیوں کا اصل مقصد یہی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک باز بیویوں کا روافض کے نزدیک یہ مقام ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و آبرو پر اس سے زیادہ گھناؤنا اور اس سے زیادہ مکارانہ الزام کیا ہوسکتا ہے؟!

۳۔ خباثت کی انتہا ہوگئی کہ رافضیوں اور منافقوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو مطعون ٹھہرایا کہ اس نے ماریہ رضی اللہ عنہا کو مطعون ٹھہرایا کہ جب اس نے ماریہ رضی اللہ عنہا پر زنا کی تہمت لگائی۔ تاکہ وہ لوگوں کو یہ تصور دیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس گھرانہ روئے زمین پر شر اور شرارت سے پُر گھرانہ تھا کہ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ایک دوسرے پر زنا کی تہمتیں لگاتی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مصلحتاً خاموش رہتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جن بیویوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ﴾ (الاحزاب: ۳۲)

''اے نبی کی بیویو! تم عورتوں میں سے کسی ایک جیسی نہیں ہو۔''

امہات المؤمنین سب تقویٰ اور اخلاق حسنہ میں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تکریم کرتے ہوئے ان کو امہات المومنین قرار دیا کہ تکریم و تقدیس میں وہ تمام سب اہل ایمان کی ماؤں جیسی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ﴾ (الاحزاب: ٦)

''یہ نبی مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھنے والا ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے جب رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کے معاملے میں درج ذیل آیات نازل فرمائیں:

﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ ﴾ (الاحزاب: ۲۸-۲۹)

''اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتی ہو تو آؤ میں تمھیں کچھ سامان دے دوں اور تمھیں رخصت کر دوں، اچھے طریقے سے رخصت کرنا۔

اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کا ارادہ رکھتی ہو تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے جب اس فرمان الٰہی کی روشنی میں اپنی بیویوں کو اختیار دیا تو سب نے بیک زبان اور ایک لمحے کی تاخیر کیے بغیر یا کسی قسم کی ذرہ بھی ہچکچاہٹ اور تردّد کے بغیر اللہ، اس کے رسول اور آخرت کے گھر کے حصول کو اختیار کیا۔ ان سب سے پہلے اس امتحان میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کامیاب ہوئیں۔ جبکہ رافضی رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کے اس بلند مقام و مرتبے کو تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ وہ ہر وقت جلتے اور کڑھتے رہتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بے شمار فضائل بیان کیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی فضیلت تمام عورتوں پر اس طرح ہے جس طرح سب کھانوں پر ثرید کو فضیلت حاصل ہے۔ وہ تمام جہانوں کی عورتوں سے شریعت مطہرہ کی بڑی عالمہ تھیں۔ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم ان کی تکریم کرتے تھے اور ان کی علمی منزلت کے معترف تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب بھی کوئی مشکل مسئلہ درپیش آتا وہ اس کے حل کی تلاش میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاتے اور وہاں سے انھیں مسئلہ کا حل مل جاتا۔ تمام صحابہ رسول اللہ ﷺ سے ان کی بیان کردہ روایات پر حد درجہ اعتماد کرتے تھے۔ [1]

چھٹا بہتان:

''دوران سفر عائشہ روزہ اور نماز کے معاملہ میں رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتی تھی۔''

ایک روایت میں ہے عائشہ نے کہا: ''میں نے مدینہ سے مکہ تک نبی ﷺ کے ہمراہ عمرہ کے لیے

---

[1] دکتور ربیع بن ہادی المدخلی کے علمی مقالہ بعنوان ''المھدی بین اھل السنۃ و الروافض'' سے ایک اقتباس۔

سفر کیا۔ جب میں مکہ پہنچی تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ نماز قصر کرتے رہے اور میں اتمام کرتی رہی، میں روزے رکھتی رہی اور آپ نے روزے نہ رکھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! تو نے اچھا کیا۔''❶

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا: ''اس حدیث کے ذریعے سے عائشہ رضی اللہ عنہا پر جھوٹ باندھا گیا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ کے برعکس نماز پڑھے حالانکہ وہ ان کو قصر کرتے ہوئے دیکھ بھی رہی ہو۔ پھر بغیر کسی وجہ کے وہ اکیلی پوری نماز پڑھتی رہے۔❷

امام ابن قیم رحمہ اللہ اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں: ''یہ حدیث غلط ہے۔''❸

ساتواں بہتان:

روافض کہتے ہیں کہ ''عائشہ رضی اللہ عنہا نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز کی امامت کے لیے آگے کریں۔''❹

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مُرُوْ اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ))❺

''تم ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔''

تو لوگوں نے انھیں نماز کے لیے آگے بڑھایا۔ لیکن روافض کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تمام لوگوں کی امامت کے لیے آگے کرے۔ درحقیقت یہ ان کا روایتی سلسلہ وار جھوٹ ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

❶ سنن نسائی، ج ۳، ص: ۱۲۲۔ سنن دارقطنی، ج ۲، ص ۱۸۸، حدیث نمبر: ۳۹۔ سنن کبری بیهقی، ج ۳، ص: ۱۴۲، حدیث نمبر: ٥٦٣٤۔ ابن تیمیہ نے مجموع الفتاوی، ج ٢٤، ص: ١٤٧ میں کہا: یہ روایت متصل نہیں ہے اور ابن عبدالهادی نے تنقیح تحقیق التعلیق، ج ۲، ص: ٤٨ پر اور ذہبی نے تنقیح التحقیق، ج ۱، ص: ۲۷۰ اور البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن نسائی میں اسے منکر کہا۔

❷ زاد المعاد لابن القیم، ج ۱، ص: ٤٥٤۔

❸ زاد المعاد، ج ۲، ص: ۸۸۔ نیز فائدہ کے لیے دیکھیں: البدر المنیر لابن الملقن، ج ٤، ص: ٥٢٦۔

❹ منهاج الكرامة للحلی: ۱۸۸۔

❺ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٦٦٤۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ٤١٨۔

''ان کذابوں کا یہ کہنا کہ بلال جب اذان کہہ چکا تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے حکم دیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آگے بڑھائے! واضح جھوٹ ہے۔ عائشہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آگے بڑھانے کا اسے حکم نہیں دیا اور نہ ہی بلال نے اس کے کسی حکم کی تعمیل کی۔ بلکہ اس نے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کی اطلاع دی۔ تو وہاں موجود سب لوگوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (بلال اور دوسروں کو بھی) فرمایا: ''تم ابوبکر کو حکم دو تا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔'' اور نہ بلال رضی اللہ عنہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ فرمان سنا۔''[1]

نیز ان کو یہ بھی کہا جائے گا جو سند تم نے بیان کی ہے کیا اس پر اعتماد کیا جائے گا؟ اور کیا یہ صرف شیعہ کی کتب میں ہے جو سب جھوٹوں سے بڑے جھوٹے ہیں جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال سے نرے جاہل ہیں۔ مزید برآں یہ کلام جہالت اور جھوٹ پر مبنی لگتا ہے جو یہ گمان کرتا ہے کہ ابوبکر نے لوگوں کو صرف یہی نماز پڑھائی اس کے علاوہ کبھی ان کو امامت نہیں کروائی۔ جبکہ اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک مسلسل وہی نمازیں پڑھاتے رہے اور یہ سب کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اور نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کے ذریعے تھا۔ نمازوں میں صدیق رضی اللہ عنہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا فریضہ سرانجام دیتے رہنا صحیح احادیث وسنن اور مسانید میں متعدد طرق سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔[2]

نیز بخاری، مسلم، ابن خزیمہ[3] اور ابن حبان وغیرہ جیسے صحیح روایات کرنے والے ائمہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور فوراً ہی آپ کی بیماری شدید ہوگئی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تم ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔'' تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: اے رسول اللہ! بے شک ابوبکر نرم مزاج ہیں وہ جونہی آپ کی جگہ پر کھڑیں ہوں گے تو وہ لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مُرِیْ اَبَابَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ ، فَاِنَّکُنَّ صَوَاحِبُ یُوْسُفَ))[4]

''تم ابوبکر کو حکم دو تا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، تم تو یوسف علیہ السلام کے زمانے کی عورتوں کی

---

[1] منهاج السنة النبوية لابن تيمية، ج ٨، ص: ٥٦٩۔

[2] صحيح بخاری، حديث نمبر: ٦٦٤۔ صحيح مسلم، حديث نمبر: ٤١٨۔

[3] محمد بن اسحاق بن خزیمہ ابوبکر نیشاپوری۔ حافظ، حجۃ، فقیہ، امام الائمہ، ۲۲۳ ہجری میں پیدا ہوئے۔ متعدد علوم سیکھے حتیٰ کہ ان کی مثال بیان کی جانے لگی۔ ان کی تصنیفات میں سے "صحيح ابن خزيمة" اور "كتاب التوحيد" ہیں۔ ۳۱۱ ہجری میں وفات پائی۔ (سير اعلام النبلاء للذهبي، ج ١٤، ص: ٣٦٥۔ طبقات الشافعية للسبكي، ج ٣، ص: ١٠٩۔)

[4] صحيح بخاری، حديث نمبر: ٦٧٨۔ صحيح مسلم، حديث نمبر: ٤٢٠۔

طرح ہو۔"

صحیحین میں سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث موجود ہے کہ

((اَنَّـهٗ اَوْمَـأَ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ اَنْ یَتَقَدَّمَ فَیُصَلِّیَ بِهِمُ الصَّلَاةَ الْاٰخِرَةَ، الَّتِیْ هِیَ آخِرُ صَلَاةٍ صَلَّاهَا الْمُسْلِمُوْنَ فِیْ حَیَاةِ النَّبِیِّ ﷺ)) [1]

"آپ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز کے لیے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا کہ وہ انھیں دوسری نماز پڑھائیں جو کہ نبی ﷺ کی حیات مبارکہ میں مسلمانوں نے آخری نماز پڑھی۔"

اس موقع پر آپ ﷺ نے ابوبکر کی طرف اشارہ بھی کیا یا تو نماز میں یا نماز سے پہلے۔ معاملے کی ابتدا میں آپ ﷺ نے ان کی طرف قاصد بھیجا جنھوں نے انھیں یہ حکم دیا۔ چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کا حکم نہیں پہنچایا اور نہ ہی انھوں نے اپنے باپ سے کہا کہ آپ ﷺ نے اس کا حکم آپ کو دیا ہے جیسا کہ گمراہ کن رافضی حضرات کا یہ کہنا ہے۔

بلکہ حقیقت اس کے برعکس ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تو بار بار رسول اللہ ﷺ کا حکم ٹالنے کی کوشش کرتی رہیں اور وہ کوشش کرتی رہیں کہ نماز کی امامت ابوبکر کی بجائے کسی اور کو مل جائے۔ چنانچہ صحیحین میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث موجود ہے کہ میں نے اس معاملے میں رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ وہ اپنے اس حکم پر نظر ثانی کریں اور مجھے آپ ﷺ سے نظر ثانی کرنے کے لیے بار بار صرف اس چیز نے آمادہ کیا کہ میں یہ نہیں چاہتی تھی کہ آپ ﷺ کے بعد لوگ کسی بندے سے صرف اس لیے محبت کریں کہ وہ آپ ﷺ کے قائم مقام بنا تھا۔ وگرنہ میں یہ بھی جانتی تھی کہ جو آدمی بھی یہ فریضہ سرانجام دے گا لوگ اسے منحوس سمجھیں گے۔ اس لیے میں نے چاہا کہ رسول اللہ ﷺ اپنا یہ حکم ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ہٹا کر کسی اور کو دے دیں۔ [2]

آٹھواں بہتان:

اہل روافض کا یہ کہنا کہ "عائشہ کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے پاس احسن طریقے سے رہنا نہ آسکا اور وہ بسیار خور تھی۔"

---

[1] بخاری، حدیث نمبر: ٦٨١۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ٤١٩۔ ابن خزیمة، حدیث نمبر: ١٦١٦۔ ابن حبان، حدیث نمبر: ٢١٢٠۔

[2] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٤٤٤٥۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ٤١٨۔ بحواله غیر مطبوعه مقاله بعنوان امنا عائشة ملكة العفاف لامین نعمان الصلاحی۔

روافض نے یہ تہمت لگانے کے لیے متعدد ضعیف اور موضوع روایات کا سہارا لیا ہے۔ جو محدثین کی نقد کے سامنے بے وزن ہیں۔ ہم وہ روایات تحریر کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی اسناد پر بھی بحث کریں گے جن پر وہ اعتماد کرتے ہیں کہ وہ کس پائے کی ہیں۔

الف: ابی اشرس کی حدیث جو اس نے شریک سے، اس نے جعفر بن محمد سے، اس نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے آباء سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روٹی کے ایک ٹکڑے کے پاس سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حمیرا! تم اپنے رب کی نعمتوں کی قدر کرو اور اس کا شکر کیا کرو۔ کیونکہ روٹی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہم پر بارش برساتا ہے۔ روٹی کی وجہ سے وہ پودے اگاتا ہے۔ روٹی کے لیے ہم نماز پڑھتے، روزے رکھتے، حج کرتے اور جہاد کرتے ہیں اور اگر روٹی نہ ہوتی تو روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ ہوتی۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے کہا: ''ابو الاشرس کوفی ہے۔''

ابن حبان نے اس کے بارے میں کہا: ''اس نے شریک سے موضوع احادیث روایت کی ہیں۔ جن کو شریک نے بالکل روایت نہیں کیا۔ کتابوں میں ان پر سوائے متنبہ کرنے کی نیت کے ان کا لکھنا حلال نہیں ہے۔'' [1]

ب: خالد بن اسماعیل کی حدیث جو اس نے ہشام بن عروہ سے اس نے اپنے باپ سے اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر آئے تو روٹی کا ایک لقمہ گرا ہوا دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! تم اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کیا کرو۔ کیونکہ جب یہ کسی گھر سے چلی جاتی ہے تو پھر بہت کم ہی واپس آتی ہے۔

ابن عدی نے کہا: خالد بن اسماعیل ابو ولید مخزومی ثقہ مسلمانوں کی طرف نسبت کر کے احادیث وضع کرتا ہے۔ اس نے پھر کہا: یہ حدیث زہری سے بھی مروی ہے۔ اس نے عروہ سے اس نے عائشہ سے روایت کی، زہری سے اسے ولید بن محمد الموقری نے روایت کیا اور وہ خالد بن اسماعیل سے بھی زیادہ شر ہے۔ [2]

ج: عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ مجھے دن میں دو بار کھاتے ہوئے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تیرے پاس اپنا پیٹ بھرنے کے علاوہ کوئی دوسرا کام

---

[1] میزان الاعتدال للذهبی، ج ٤، ص: ٤٩٢۔

[2] الكامل فی الضعفاء لابن عدی، ج ٣، ص: ٤٢۔

بھی ہے؟ دن میں دو بار کھانا اسراف ہے اور اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔
اسے امام بیہقی نے ''دلائل النبوۃ'' میں روایت کیا اور کہا یہ ضعیف ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں ابو عبدالرحمن سلمی ہے اور ابن لہیعہ ہے۔ دوہرے ضعف کے ساتھ ساتھ یہ ان احادیث صحیحہ کے مخالف بھی ہے جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں قلت طعام کا تذکرہ ہے۔ ❶

نواں بہتان:

وہ کہتے ہیں کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر نوحہ کیا۔

سعید بن میبّب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس پر نوحہ کروایا۔ اسی وقت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ پر ان عورتوں کو رونے سے منع کیا۔ انھوں نے رکنے سے انکار کر دیا، تو عمر رضی اللہ عنہ نے ہشام بن ولید سے کہا، تم گھر کے اندر جاؤ اور ابوقحافہ کی بیٹی یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بہن کو میرے پاس لے آؤ۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بات سنی تو ہشام سے کہا: میں اپنے گھر میں تمہارا آنا گناہ سمجھتی ہوں۔ یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے ہشام سے کہا: تم اندر چلے جاؤ میں تمھیں اجازت دیتا ہوں۔ ہشام اندر گیا اور ابوبکر کی بہن ام فروہ کو عمر کے پاس لے آیا۔ عمر نے اسے درے سے مارا، جب بین کرنے والیوں نے اسے درے لگنے کی آواز سنی تو وہ منتشر ہو گئیں۔

جواب: ...... یہ اثر ضعیف ہے۔ ابن میبّب کی مراسیل میں سے ایک ہے۔ اسے طبری نے یونس بن عبدالاعلیٰ صدفی سے روایت کیا۔ اس نے کہا، ہمیں ابن وہب نے خبر دی اس نے کہا ہمیں یونس بن یزید نے ابن شہاب زہری کے واسطے سے خبر دی، اس نے کہا: مجھے سعید بن میبّب نے حدیث سنائی، ...... طویل حدیث ہے۔ ❷

دسواں بہتان:

اہل تشیع کہتے ہیں: عائشہ بناؤ سنگھار کر کے گھر سے باہر جاتی تھی۔ اس کے لیے انھوں نے ایک جھوٹی حدیث کا سہارا لیا۔ اس میں وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ سے فرمایا: اے حمیراء! تو نے میرے حکم کی شدید مخالفت کی اور اللہ کی قسم! تو نے یقیناً میرے اس فرمان کی مخالفت کی اور اس کی نافرمانی کی اور تو بناؤ سنگھار کر کے گھر سے باہر چلی گئی۔ ❸

---

❶ غیر مطبوعہ مقالہ سے انتخاب، بعنوان امنا عائشۃ ملکۃ العفاف لفدوی صادق بنکیران۔

❷ تاریخ الطبری، ج ۳، ص: ۴۲۳۔

❸ یہ حدیث ارشاد القلوب للدیلمی اور کشف الیقین للحلی میں موجود ہے۔

جواب: ......اس حدیث کی سند ہی نہیں اور ارشاد القلوب الی الصواب حسن بن ابی الحسن دیلمی [1] نے تصنیف کی یہ آٹھویں صدی میں رہا۔ یہ مذہب کا غالی شیعہ تھا۔ جیسا کہ اسماعیل پاشا [2] نے "ھدیۃ العارفین" اور "ایضاح المکنون" میں لکھا، شاید یہ غالی شیعہ تھا، چنانچہ اس کی یہ روایت تمام قیاسات وقواعد کے مطابق کتاب وسنت کی مخالف ہے۔ [3]

رہی کتاب "کشف الیقین" تو یہ ابن مطہر حلی کی ہے، ابوالمنصور حسن بن یوسف امامی شیعہ اس کا مصنف ہے۔ [4] ۷۲۶ ہجری میں فوت ہوا یہ بھی ایک غالی و فاسد العقیدہ شیعہ تھا۔ جس کا اس کی امامی مذہب کے متعلق تصنیفات اور منطق وکلام پر تحریرات سے بخوبی پتا چلتا ہے۔ [5]

گیارہواں بہتان:

اہل تشیع کہتے ہیں: "ابن عباس نے عائشہ کی مذمت میں مشہور اشعار کہے ہیں جو درج ذیل ہیں:

تَجَمَّلْتِ تَبَغَّلْتِ
وَلَوْ عِشْتِ تَفَيَّلْتِ
لَكِ التُّسْعُ مِنَ الثُّمُنِ
وَبِالْكُلِّ تَصَرَّفْتِ

"تو اونٹنی پر سوار ہوئی پھر خچر پر سوار ہوئی اور اگر تو زندہ رہی تو ہاتھی پر ضرور سوار ہوگی، تو نے سارے ترکے پر قبضہ کرلیا ہے حالانکہ تیرا حق الثمن (آٹھویں حصہ) میں سے التسع (نواں حصہ) ہے۔"

---

[1] حسن بن محمد ابومحمد دیلمی شیعہ واعظ تھا اس کی تصنیفات میں سے "ارشاد القلوب الی الصواب" اور "غرر الاخبار و درر الآثار" مشہور ہیں۔ (هدية العارفين لاسماعيل پاشا، ج ٥، ص: ٢٨٧۔)

[2] اسماعیل بن محمد بن میر سلیم البابانی البغدادی عالم، فاضل، ادیب، مورخ، مصنف ہے۔ اس کی تصنیفات میں سے "ھدیۃ العارفین" و "ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون" ہیں۔ ۱۳۳۹ ہجری میں وفات پائی۔ (الاعلام للزركلي، ج ١، ص: ٣٢٦۔)

[3] ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون، ج ١، ص: ٦٢۔

[4] ایضاح المکنون لاسماعیل باشا، ج ١، ص: ١٠۔

[5] اس کی تصانیف "التناسب بين الاشعرية و السوفسطائية" و "الجوهر النضيد فى شرح التجريد فى المنطق۔" و "الحادى عشر فى علم الكلام" و "مختلف الشيعة فى احكام الشريعة" و "منهاج الاستقامة فى اثبات الامامة" و "الدلائل البرهانية فى تصحيح الحضرة الغروية" ہیں۔

جواب: ......ان دونوں شعروں کی رکاکت اسلوب کو دیکھ کر ہی انداز ہو جاتا ہے کہ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نہیں، پھر اس نے اپنی وفات سے پہلے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق جو کچھ کہا وہ ان شعروں کے منافی ہے۔ جس کی تفصیل ہم سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے ضمن میں تحریر کر آئے ہیں۔ ❶

جب ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خوارج سے مباحثہ کیا جن کے خلاف علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتال کیا تو ان کے خلاف یہ دلیل پیش کی ''اور رہی تمہاری یہ بات کہ اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف (جنگ جمل) میں قتال تو کیا لیکن نہ تو کسی کو قیدی بنایا اور نہ مال غنیمت حاصل کیا۔ (سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا:) کیا تم اپنی والدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو قیدی بناؤ گے۔ تم اس کی وہی چیز حلال کر لو گے جو چیز تم اس کے علاوہ سے حلال کرتے ہو۔ جبکہ وہ تمہاری ماں ہے؟ (چنانچہ ابن عباس نے اس قول علی رضی اللہ عنہ سے استدلال کرتے ہوئے کہا:) اگر تم کہو: بے شک ہم اس سے بھی وہ سب کچھ حلال سمجھتے ہیں جو دوسری عورتوں سے حلال سمجھتے ہیں تو تم اس قول کی بدولت کافر ہو جاؤ گے اور اگر تم یہ کہو کہ وہ تمہاری ماں نہیں تو پھر بھی تم کافر ہو جاؤ گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ﴾ (الاحزاب: ٦)

''یہ نبی مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھنے والا ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔''

گویا تم دو گمراہیوں میں پھنس چکے ہو۔ تم ان دونوں سے نکل کر دکھاؤ۔ کیا میں تمہارے اس شبہ سے نکل گیا ہوں۔ انھوں نے کہا: ہاں۔ ❷

بارھواں بہتان:

وہ کہتے ہیں کہ ''سیّدہ عائشہ بدصورت کالی سیاہ تھیں۔''

عباد بن عوام نے کہا: میں نے سہیل بن ذکوان سے پوچھا، کیا تو نے عائشہ دیکھی؟ اس نے کہا: ہاں۔ میں نے اسے کہا: میرے لیے اس کے اوصاف بیان کرو۔ اس نے کہا: وہ سیاہی مائل تھی۔ ❸

الادمة کا معنی السمرة ہے اور لوگوں میں سے الآدم اسے کہتے ہیں جو گندمی رنگ (پختہ رنگ) ہو۔ ❹

---

❶ گزشتہ صفحات کا مطالعہ کریں۔ ❷ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

❸ التاریخ الکبیر للبخاری، ج ٤، ص: ١٠٤۔ میزان الاعتدال للذهبی، ج ٢، ص: ٢٤٣۔

❹ مختار الصحاح للرازی، ص: ١٠۔

اس بہتان کا جواب:

یہ روایت اہل تراجم نے مذکورہ سہیل بن ذکوان کے تعارف کے ضمن میں تحریر کی۔ [1]

اہل جرح وتعدیل کا یہ اسلوب ہے کہ وہ ضعیف یا متروک راوی کے حالات کے ضمن میں اس کے ضعف کی دلیل کے طور پر اس کی روایت کردہ کچھ ضعیف روایات بھی لکھ دیتے ہیں تو یہ مذکورہ روایت بھی سہیل بن ذکوان کے ضعف کی دلیل ہے۔ اسی طرح سہیل بن ذکوان سے جس راوی نے یہ روایت لی اس نے بھی اس کی کذب بیانی کی وضاحت کی اور وہ عباد ہے۔ اس نے کہا: ہم اس پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے۔ [2]

اس میں کوئی شک نہیں کہ راوی جس سے روایت کرتا ہے وہ اس کے احوال دوسروں سے زیادہ جانتا ہے۔

یحییٰ بن معین نے کہا: ''وہ کذاب ہے۔'' [3]

امام مسلم، [4] نسائی [5] اور ذہبی [6] نے اسے متروک کہا ہے۔ ابو داوٗد نے کہا: یہ کوئی چیز نہیں یعنی غیر معتبر ہے۔ [7]

ابن عدی نے کہا، یہ سہیل بن ذکوان اگرچہ جھوٹ کی طرف منسوب ہے، تاہم یہ احادیث کثیرہ کا راوی نہیں۔ لوگوں نے اسے اس کی زیادہ روایات کی نسبت سے جھوٹا نہیں کہا۔ کیونکہ اس کی روایات قلیل ہیں بلکہ علماء نے اس کے جھوٹ کی وضاحت کے لیے اس کی وہ روایات بیان کی ہیں۔ جیسے ہم نے بیان کیا کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیاہ رنگ کی تھیں اور ابراہیم نخعی کی آنکھیں بڑی تھیں۔ حالانکہ عائشہ گوری رنگت کی تھیں اور ابراہیم نخعی کانا تھا۔ تو وہ جس قدر روایت کرتا ہے۔ اس قدر ہی ضعیف ہے۔ [8]

ابن حبان نے کہا: ''وہ شیوخ کو دیکھنے اور ان سے روایات لینے کا دعوے دار تھا حالانکہ اس نے ان کو

---

[1] التاریخ الکبیر للبخاری، ج ٤، ص: ١٠٤۔ الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ج ٤، ص: ٥٢١۔ میزان الاعتدال للذهبی، ج ٢، ص: ٢٤٣۔

[2] التاریخ الکبیر للبخاری، ج ٤، ص: ١٠٤۔

[3] الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ج ١، ص: ٥٤۔

[4] الکنی و الاسماء لمسلم، ج ١، ص: ٥٧٢۔

[5] نسائی "الضعفاء و المتروکین" للنسائی، ج ١، ص: ٥٤۔

[6] میزان الاعتدال للذهبی، ج ٢، ص: ٢٤٢۔

[7] لسان المیزان لابن حجر، ج ٤، ص: ٢١٠۔

[8] الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ج ٤، ص: ٥٢٢۔

دیکھا تک نہ تھا، پھر بھی وہ ان سے روایت کرتا تھا۔'' ❶

ابن مدینی نے کہا: ہمیں محمد بن حسن واسطی نے سہیل بن ذکوان کے واسطے سے حدیث سنائی۔ اس نے کہا میں واسط میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملا...... انتھی۔ ''

جھوٹ ایسا ہی ہوتا ہے کیونکہ حجاج کے واسط شہر کا منصوبہ بنانے سے ایک طویل زمانہ پہلے عائشہ فوت ہو چکی تھیں۔ ❷

اس مقام پر متاخرین میں سے بیشتر کذاب لوگوں کے تذکرہ سے ہم صرف نظر کرتے ہیں، اس لیے کہ جن کے پاس علم و عقل اور ایمان کی رتی بھر بھی ہوگی وہ بخوبی سمجھ لے گا کہ یہ روایات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موضوع و مکذوب ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک دامن بیوی سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان الزامات سے بری ہیں اور اگر کوئی بیان کرنے والا ان جھوٹی روایات کو اکٹھا کر کے ان کو ردّ کرنے لگے تو اس کی تو عمر ہی اس کام میں لگ جائے۔ چنانچہ ابن العربی رحمہ اللہ نے کہا: زمانہ جاہلیت کی موشگافیوں کا پیچھا نہیں کرتا، کیونکہ یہ لامحدود ہیں۔ ❸

ہم قارئین کرام سے معذرت کرتے ہوئے ان روایات میں سے صرف ایک روایت تحریر کر کے اس باب کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔

بے حیائی پر مبنی ایک روایت:

روافض کا کہنا ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر کیا میرے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی خادم نہیں تھا اور آپ کے پاس صرف ایک لحاف تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عائشہ بھی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے اور عائشہ کے درمیان سوتے تھے۔ ہم تینوں کے اوپر اس کے علاوہ کوئی لحاف نہیں ہوتا تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد کے لیے اٹھ جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے اور عائشہ کے درمیان اپنے ہاتھ سے لحاف رکھ دیتے حتیٰ کہ لحاف ہمارے نیچے بچھے ہوئے بستر کے ساتھ لگ جاتا۔ ❹

اس طرح کے جھوٹ صرف وہی بنا سکتا ہے جس کا نہ کوئی اخلاق ہے نہ کوئی عہد۔ نہ ہی

---

❶ المجروحین لابن حبان، ج ۱، ص: ۳۵۳۔

❷ لسان المیزان لابن حجر، ج ۳، ص: ۱۲۵۔

❸ العواصم من القواصم لابن العربی، ص: ۷۹۔

❹ بحار الانوار للمجلسی: ۲/ ۴۰۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس کے پاس کوئی غیرت، شرم و حیا ہے اور نہ کوئی حرمت و احترام ہے۔ اللہ تعالیٰ جھوٹوں پر لعنت کرے۔ یہ جھوٹ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر سب سے زیادہ اذیت ناک تیر ہے۔ گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بیوی کے معاملے میں کوئی غیرت نہیں تھی۔ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَتَعْجَبُونَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ لَأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ وَاللّٰهُ أَغْيَرُ مِنِّی .))

''کیا تم لوگوں کو سعد کی غیرت پر تعجب ہوتا ہے یقیناً میں اس سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ عزوجل مجھ سے زیادہ غیرت مند ہے (جس نے یہ قانون بنایا)۔''[1]

اس روایت میں علی رضی اللہ عنہ پر بھی طعن ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بے خوف ہو کر ایک غیر محرم کے ساتھ سوتا رہا اور یہ جھوٹ گھڑنے والوں پر بھی یہ طعن ہے اور ان کی عقلوں پر بھی پردہ پڑ گیا ہے کہ ان کی حماقت کس درجہ تک پہنچ گئی کہ وہ اپنے امام کے متعلق ایسی اوٹ پٹانگ ہانک رہے ہیں۔

شیعہ متاخرین کا عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق جھوٹ گھڑنے کے اس قدر والہانہ پن کا سبب کیا؟

وہ سبب یہ ہے کہ ان میں سے بیشتر کے نزدیک عائشہ رضی اللہ عنہا پر جھوٹ بولنے اور اس کی نسبت بے حیائی کے کاموں کی طرف کرنے کا ان کے دین میں بہت بڑا اجر ہے۔

زین العابدین کورانی[2]، جو گیارہویں صدی ہجری کے عالم ہیں، نے کہا: ''......حتیٰ کہ ان کے بیشتر مصنّفین اور نمایاں واعظین نے صحابہ رضی اللہ عنہم پر سب و شتم اور ان سے اپنی براءت کے اظہار اور عائشہ رضی اللہ عنہا پر سب و شتم اور اس کی نسبت بے حیائی کے کاموں کی طرف کرنے کو دین کا جزو شمار کیا ہے۔''[3]

اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ پر سب و شتم اور ان کی نسبت ان الزامات و بہتانات کو دہرانا جن سے اللہ عزوجل نے ان کو بری کر دیا ہے۔ دین کا جز و اور حصہ ہے تو اس دین کے اصول و قواعد و ضوابط کیا ہوں گے؟ بقول شاعر:

إِذَا كَانَ جُزْءُ الدِّيْنِ كُفْرًا وَرِدَّةً
فَكَيْفَ بِأَصْلِ الدِّيْنِ إِنِّي لَأَعْجَبُ

---

[1] صحیح بخاری، ج ۵، ص: ۲۰۰۱۔

[2] زین العابدین بن یوسف بن محمد بن زین العابدین الکورانی الکردی ائمہ حنفیہ میں سے ایک ہے۔ مفسر، لغوی، اصولی، گیارہویں صدی ہجری کا بڑا عالم ہے۔ اس کی تصنیفات میں سے ''الیمانیات المسلولة علی الروافض المخذولة'' اور ''غایة الامانی فی تفسیر السبع المثانی'' ہیں۔

[3] الیمانیات المسلولة علی رقاب الرافضة المخذولة'، ص: ۳۰۷۔

خَسِـئْتُـمْ وَ تَـعْـلُـوْ خَيْـرَ اَزْوَاجِ اَحْـمَـدٍ
كَـمَـا الشَّـمْـسُ تَـعْلُوْ حِيْنَمَا اللَّيْلُ يَهْرُبُ

''اگر کفر و ارتداد دین کا جزو ہیں تو دین کا اصول کیا ہوگا مجھے اس پر بڑا تعجب ہے۔تم ذلیل و خوار ہو جاؤ اور احمد ﷺ کی بیویوں کی شان اس سورج کی طرح بلند ہے کہ جو آتا ہے تو رات راہ فرار اختیار کر لیتی ہے۔''

دوسری فصل:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق ہیجان انگیز شبہات

شبہات کے جال میں پھنسنے سے احتیاط لازم ہے۔اس سے پہلے کہ ہم اصل موضوع پر بات کریں شبہ کی تعریف کرتے ہیں: لغت میں شبہ کا معنی التباس و اختلاط ہے۔ کہا جاتا ہے فلاں پر وہ معاملہ مشتبہ یعنی مشکوک ہو گیا اور خلط ملط ہو گیا۔ اس کی جمع شُبَہ اور شُبُهَات ہے۔ ❶

اصطلاح میں حق کے ساتھ باطل کا مل جانا اور اس طرح خلط ملط ہو جانا کہ دونوں میں تمیز کرنا مشکل ہو جائے۔ ❷ بعض نے کہا، وہ جو ثابت جیسا لگے لیکن ثابت نہ ہو۔ ❸ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے شبہ کی یوں تعریف کی ہے: ''شبہ اس وسوسے کو کہتے ہیں جو دل میں پڑ جاتا ہے اور وہ دل و انکشاف حق کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔'' ❹

دلوں میں پڑنے والے شبہات فتنوں کی دو کی دو اقسام میں سے ایک ہے۔ چونکہ دل میں دو قسم کے فتنے پڑتے ہیں: (۱) فتنہ الشبہ اور (۲) فتنہ الشہوہ۔ البتہ فتنۂ شہوت زیادہ خطرناک ہے، کیونکہ یہ جب دل میں گھس جاتا ہے تو بہت کم ہی کوئی اس سے نجات حاصل کرتا ہے۔

اس کے متعلق علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''دل پر باطل کے دو قسم کے لشکر حملہ آور ہوتے ہیں:

(۱) سرکش شہوات کا لشکر　　　(۲) باطل شبہات کا لشکر

جو دل بھی ان میں سے کسی طرف متوجہ ہو جائے اور اس کی طرف مائل ہو جائے اسے اپنے اندر جگہ دے دیتا ہے، پھر اس سے لبریز ہو جاتا ہے۔ پھر اس فتنہ کے موجبات اس کی زبان اور دیگر اعضاء کی طرف سرایت کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

---

❶ تهذيب اللغة للازهری، ج ٦، ص: ٥٩۔ لسان العرب لابن منظور، ج ١٣، ص: ٥٠٣۔ تاج العروس للزبيدی، ص: ٢٥٧۔

❷ التعريفات للجرجانی، ص: ١٢٤۔ انيس الفقهاء للقونوی، ص: ١٠٥۔ معجم لغة الفقهاء لمحمد قلعجی و حامد قتيبی، ص: ٢٥٧۔

❸ بدائع الصنائع للكاشانی، ج ٧، ص: ٣٦۔ درر الاحكام لملاخسرو، ج ٢، ص: ٦٤۔ الدر المختار لابن عابدين، ج ٤، ص: ٢٣۔ الموسوعة الفقهية الكويتية، ٢٤/ ٢٥۔

❹ مفتاح دار السعادة لابن القيم، ج ١، ص: ١٤٠۔

اگر دل میں باطل شبہات جگہ بنالیں تو اس کی زبان سے شکوک وشبہات اور وسوسے پھوٹنے لگتے ہیں اور جاہل سن کر یہ گمان کرنے لگتا ہے کہ یہ اس کے وسعت علم کی دلیل ہے، حالانکہ یہ تو اس کی کم علمی اور عدم یقین کے سبب ہوتا ہے۔'' [1]

نیز ابن قیم رحمہ اللہ نے لکھا:

''شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مجھے کہا: ''جب تیرے دل پر مسلسل وسوسے پڑنا شروع ہو جائیں تو اپنے دل کو اسفنج کی طرح نہ بنا کہ وہ ہر قسم کے وساوس اور شبہات کو اپنے اندر جذب کرے اور اس سے پورے بدن میں وہی وسوسے سرایت کریں۔ لیکن تو اپنے دل کو صاف شفاف اور ٹھوس شیشے کی طرح بنالے، اس کے اوپر سے شبہات گزرتے رہیں لیکن اس میں گھس نہ سکیں۔ تمہارا دل اپنی صفائی کی وجہ سے انھیں دیکھ ضرور لے لیکن اپنی مضبوطی کی وجہ سے انھیں اپنے آپ سے دُور رکھے۔ وگرنہ جب تو نے اپنے دل پر آنے والے ہر شبہ کو دل میں ڈال لیا تو وہ شبہات کے ٹھہرنے کی جگہ بن جائے گا۔ جیسا کہ اس نے کہا: میں نے شبہات سے بچنے کے لیے جس قدر اپنے استاد کی وصیت پر عمل کر کے فائدہ حاصل کیا مجھے نہیں پتا کہ اس ضمن میں میں نے کسی اور طریقے سے اتنا فائدہ حاصل کیا ہو۔'' [2]

جب شبہات اس قدر خطرناک ہیں تو سلف صالحین بھی ان سے دُور رہنے کی تمنا کرتے تھے اور ان مجالس سے بچنے کی تلقین کرتے تھے جہاں شبہات کی گھٹائیں چھاتی تھیں۔ امام عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا: خواہشات کے دو پیروکار محمد بن سیرین کے پاس آئے۔ ان دونوں نے کہا: اے ابوبکر! ہم تجھے ایک حدیث سنائیں گے۔ اس نے کہا: مجھے مت سناؤ۔ ان دونوں نے کہا: ''ہم تیرے سامنے کتاب اللہ کی ایک آیت پڑھتے ہیں۔ اس نے کہا، تم مت پڑھو۔ تم میرے پاس سے اٹھو گے یا میں اٹھ جاؤں۔ بقول راوی وہ دونوں چلے گئے۔ کسی نے کہا: اے ابوبکر اس میں کیا حرج تھا اگر وہ تجھ پر کتاب اللہ سے کوئی آیت پڑھتے۔ تو محمد بن سیرین نے کہا: مجھے یہ اندیشہ تھا کہ وہ دونوں مجھ پر کوئی آیت پڑھ کر اس میں تحریف کریں گے تو وہ میرے دل میں راسخ ہو جائے گی۔ [3]

---

[1] مفتاح دار السعادة لابن القيم، ج ۱، ص: ۱٤٠۔

[2] مفتاح دار السعادة لابن القيم، ج ۱، ص: ۱٤٠۔

[3] السنة لعبد الله بن احمد ابن حنبل، ج ۱، ص: ۱۳۳۔ القدر للفريابي، ص: ۲۱۵۔

اس لیے ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنے دین کو شبہات سے بچائے اور ان کی سماعت سے بھی پرہیز کرے اور نہ ایسی مجالس میں جائے جہاں شبہات پیدا کیے جاتے ہیں، کیونکہ فتنوں کے مقامات سے دُور رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ خصوصاً شبہات کے فتنوں سے کیونکہ شبہ حق کو دل سے نوچ لیتا ہے اور دشمنان دین شب و روز دین اور دین داروں سے مکر و فریب کرنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں اور ان کی گہری سازش مسلمانوں کے دلوں میں شبہات پیدا کرنا ہے تاکہ سادہ لوح، کم علم اور کم بصیرت والے مسلمانوں کو بآسانی شکار بنا سکیں۔ کیونکہ شبہ کا سبب دو میں سے ایک ضرور ہوتا ہے:

(۱) قلت علم (۲) ضعف بصیرت

البتہ جو شخص علم و بصیرت میں راسخ ہو وہ شبہات سے نجات پا لے گا اور جو لوگ شبہات کی وجہ سے معروف ہیں اور جنھوں نے ان میں تخصص کیا ہوا ہے وہ رافضی ہیں چونکہ وہ گھٹیا ترین شبہات کے تانے بانے بنتے ہیں تاکہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر زبان طعن و تشنیع دراز کریں اور امہات المومنین خصوصاً عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی توجہ کا مرکز ہے۔ چنانچہ وہ ان نفوس قدسیہ کے بارے میں بہت زیادہ شبہات پیدا کرتے ہیں اور ان کی طرف اپنے زہریلے تیر ہر وقت پھینکتے رہتے ہیں۔ لیکن ہر زمانے میں علماء اہل سنت ان کی گھات اور تاک میں رہتے ہیں۔ چنانچہ وہ ان کے فریب اور سازش کو پہچان چکے ہیں اور ان کے معاملے کی چھان پھٹک کر کے ان کا کچا چٹھا کھول چکے ہیں۔ جہاں بھی کوئی چھوٹا یا بڑا شبہ سر نکالتا ہے وہیں اہل سنت کا کوئی نہ کوئی سپوت بڑھ کر اس کا سر کچل دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴾ (التوبة: ۳۲)

''وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ نہیں مانتا مگر یہ کہ اپنے نور کو پورا کرے، خواہ کافر لوگ برا جانیں۔''

آئندہ مباحث میں رافضیوں کے مشہور شبہات اور ان کا ردّ کیا جائے گا اور ان کے بطلان کی وضاحت کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ ﴾ (الانبياء: ۱۸)

''بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں تو وہ اس کا دماغ کچل دیتا ہے، پس اچانک وہ مٹنے والا ہوتا ہے اور تمھارے لیے اس کی وجہ سے بربادی ہے جو تم بیان کرتے ہو۔''

پہلا مبحث:

عام شبہات اور اُن کا ردّ

پہلا مطلب:......ان شبہات کا تذکرہ جو بالذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو نشانہ بناتے ہیں

پہلا شبہ:

اہل روافض کا یہ کہنا کہ ''عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدسلوکی کرتی تھیں۔''

تیجانی کہتا ہے:

''عائشہ اکثر طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدسلوکی کرتی تھیں۔ انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر آلود لقمے کھلائے۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم رؤوف رحیم تھے اور آپ بلند اخلاق کے مالک تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبر عظیم سے متصف تھے۔ اکثر طور پر آپ انھیں کہتے: ''اے عائشہ! تجھ پر تیرا شیطان غالب آ گیا ہے۔'' عموماً آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائشہ کو دی جانے والی وعید سے گھبرا جاتے۔''❶

اس شبہ کا ازالہ:

تیجانی کا یہ کہنا کہ ''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اکثر اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدسلوکی کرتی تھیں'' بہت بڑا جھوٹ ہے۔ اہل سنت کی کتابیں اس پر گواہ ہیں، جن میں یہ وضاحت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سب لوگوں سے زیادہ محبوب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔❷

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لیے تحائف صرف اس وقت لاتے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ہوتے۔❸

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیگر امہات المومنین کے پاس ایک ایک رات رہتے لیکن عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آپ دو راتیں بسر کرتے۔ جہاں تک کتب شیعہ کی بات ہے تو وہ غیر معتمد علیہ ہیں، کیونکہ وہ جھوٹ کا پلندہ

---

❶ فاسئلوا اهل الذکر لِمحمد التیجانی، ص: ۷۵۔

❷ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

❸ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

ہیں اور ان کے جھوٹا ہونے کی بہترین مثال زیر بحث کتاب اور اس مصنف کی دیگر کتابیں بھی جھوٹے رافضیوں کی پیشانی کا جھومر ہیں۔ اسی طرح مصنف کا یہ کہنا کہ اکثر مواقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کہتے تم پر تمہارا شیطان غالب آ گیا ہے اور اکثر طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی وعیدوں پر مایوس اور غم زدہ ہو جاتے۔ تمام کا تمام جھوٹ ہے، جھوٹ بولنے والا ذرہ بھر نہیں شرماتا۔ ❶

تیجانی نے اپنے درج بالا قول کے ذریعے سے صحیح مسلم کی اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جو عروہ بن زبیر سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے یہ حدیث سنائی کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر سے باہر چل پڑے، وہ کہتی ہیں کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں غیرت نے آ لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو آپ نے دیکھا میں کیا کر رہی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عائشہ! تجھے کیا ہوا ہے؟ کیا تجھے غیرت آ گئی۔'' میں نے کہا: مجھے کیا ہوا ہے کہ مجھ جیسی آپ جیسے پر غیرت نہ کھائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لگتا ہے تیرا شیطان تیرے پاس آ گیا ہے۔'' سیّدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا شیطان میرے ساتھ ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں۔'' میں نے کہا: کیا ہر انسان کے ساتھ ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں۔'' میں نے کہا: اے رسول اللہ! اور آپ کے ساتھ بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں! لیکن میرے رب نے اس کے خلاف میری مدد کی حتیٰ کہ میں محفوظ ہو گیا یا وہ مسلمان ہو گیا۔'' ❷

یہ حدیث مختلف الفاظ سے مروی ہے لیکن زیادہ تر صحیح نہیں ہیں۔ ❸

سیاق حدیث سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی تنقیص وتنقید کا کوئی پہلو نہیں نکلتا۔ کیونکہ حدیث کی مناسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے میں آپ کی بیوی کی غیرت ظاہر ہوتی ہے۔ جان بوجھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دینا مقصود نہیں جس طرح کہ تیجانی جھوٹ بولتا ہے۔ بلکہ یہ غیرت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شدت محبت کے نتیجے میں ظاہر ہوئی۔ کیونکہ وہ یہ بھی تصور نہیں کر سکتی تھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی اور بیوی اس کی محبت میں حصہ دار بنے۔ ❹

---

❶ کشف الجانی محمد التیجانی، لعثمان الخمیس، ص: ۱۳۱۔

❷ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

❸ علل الدارقطنی، ج ۱٤، ص: ٤١٤۔ التلخیص لابن حجر، ج ۱، ص: ۳۳۸۔

❹ حیاۃ عائشۃ ام المومنین لمحمود شلبی، ص: ٤٠٦۔

ہم سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بشریت سے علیحدہ کرنے کے دعوے دار نہیں اور انھیں عورتوں کی فطرت سے بلند بھی نہیں سمجھتے۔ وہ اس معاملے میں اپنے جیسی دیگر عورتوں کی طرح ہی ہیں اور یہ بھی نہیں کہ ان کی فطری غیرت تمام حدود سے متجاوز تھی۔ نہیں، بلکہ وہ دین و عدل کے قواعد کے تقاضوں سے اپنی غیرت کو بڑھنے نہیں دیتی تھی اور شاید ہمارے لیے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنی سوکنوں کے ساتھ حسن سلوک اور کامل اتفاق سے رہنے کی مختلف عمدہ صورتیں زیر بحث مسئلہ کو واضح کر دیں جو ہمیں تاریخ و سیر و حدیث کی کتابوں میں ملتی ہیں اور ان سب نے اپنے خاوند صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش رکھنے کے لیے اپنے آپ کو بھلا دیا تھا۔ ❶

دوسرا شبہ:

وہ کہتے ہیں کہ ''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کی۔''

جب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کی قسم! میرے خیال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب آپ کی خواہش کی بہت جلد تکمیل کرتا ہے۔ رافضی اپنے سابقہ قول کی طرح کہتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخ تھیں اور جب انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: میں تو سمجھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہش کی تکمیل کرنے میں جلدی کرتا ہے۔ اس پر تعلیق چڑھاتے ہوئے مرتضیٰ عسکری شیعی لکھتا ہے: اس قول کے ذریعے سے وحی کے منبع پر تنقید کی گئی ہے۔ گویا وحی کا منبع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش ہے۔ اللہ کی پناہ! بلکہ یہ تنقید تو وحی لانے والے پر بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بہت بلند ہے۔ ❷

اس شبہے کا ازالہ:

ہماری امی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول ثابت ہے کہ مجھے ان عورتوں کی وجہ سے بہت غیرت آتی تھی جو اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہبہ کر دیتی تھیں، تو میں کہتی تھی کیا کوئی عورت اپنے آپ کو ہبہ کر سکتی ہے؟ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَ تُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَ مَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ؕ ﴾ (الاحزاب: ۵۱)

''ان میں سے جسے تو چاہے مؤخر کر دے اور جسے چاہے اپنے پاس جگہ دے دے اور تو جسے بھی طلب کر لے، ان عورتوں میں سے جنھیں تو نے الگ کر دیا ہو تو تجھ پر کوئی گناہ نہیں۔''

---

❶ تراجم سيدات بيت النبوة لعائشة بنت الشاطیء، ص: ۲۹۲۔

❷ احاديث ام المومنين عائشة لمرتضى العسكري، ص: ۵۰۔

تو میں نے کہا: میں دیکھ رہی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہش کی تکمیل میں جلدی کرتا ہے۔[1]

جواب:......اس شبہ کا اس حدیث کی روشنی میں ہم دو طریقوں سے جواب دیں گے۔

۱۔ ہمیں جان لینا چاہیے کہ ہماری امی جان عائشہ رضی اللہ عنہا کے اخلاق پر تنقید دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تنقید ہے۔ کیونکہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام لوگوں سے زیادہ محبوب تھیں اور یہ بات بلاشک وشبہ کہی جائے گی کہ اس شدید محبت کا واحد سبب سب سے پہلے دین اور خلق ہے اور یہ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اللہ کے لیے محبت اور اللہ کے لیے بغض ونفرت کا سبق دیا تو سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس پر عمل کیا۔

اگر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بداخلاق ہوتیں جیسا کہ رافضی ان سے بغض کی وجہ سے کہتے ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے محبت نہ کرتے۔ پھر یہ دونوں باتیں کیسے اکٹھی ہوگئیں کہ وہ بداخلاق بھی ہوں اور اللہ تعالیٰ ان کی تعریف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی کہہ کر کرے۔ زوج کا لفظ تشابہ اور تقارب کا اشارہ کرتا ہے۔ ابن منظور افریقی لکھتا ہے ((اَزْدَوَجَ الْكَلَامُ وَ تَزَاوَجَ اَشْبَهَ بَعْضُهٗ بَعْضًا)) ''جب کلام سجع اور وزن میں ایک دوسرے کے مشابہ ہوں۔''[2]

زجاج نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ﴾ (الصافات: ۲۲)

''اکٹھا کرو ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا اور ان کے جوڑوں کو۔''

یعنی ان کے مانند، ان کی طرح کے لوگ۔ آپ کہیں گے میرے پاس اس طرح کی اور چیزیں بھی ہیں۔ ((عِنْدِیْ مِنْ هٰذَا اَزْوَاجٌ اَیْ اَمْثَالٌ))[3]

جبکہ اللہ تعالیٰ نے نوح اور لوط علیہما السلام کی بیویوں کا تذکرہ ﴿امْرَاَةٌ﴾ کے لفظ سے کیا ہے۔ وہاں اللہ تعالیٰ زوج کا لفظ نہیں لائے۔

رافضی کتنے جاہل ہیں یا جاہل بننے کی کوشش کرتے ہیں کہ زوجین: خاوند اور بیوی ایک دوسرے کے ساتھ محبت والفت کے اس درجے پر ہوتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے سے وہ کچھ قبول کر لیتے ہیں جو وہ اپنے علاوہ کسی اور سے قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے اور ایسے مواقع کا ضابطہ اور قاعدہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ردّ عمل ظاہر کیا؟ اگر فعل یا قول معصیت کا ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم دیگر سب لوگوں سے بڑھ کر

---

[1] صحیح البخاری: ۴۷۸۸۔ صحیح مسلم: ۱۴۶۴۔
[2] لسان العرب، مادہ زوج۔
[3] لسان العرب لابن منظور، ج ۲، ص: ۲۹۳۔

سب سے پہلے معصیت کا انکار کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہی تو ہیں جنھوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر لٹکا ہوا وہ پردہ یا کپڑا پھاڑ دیا جس میں تصاویر تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو غیبت سے روک دیا۔ وغیرہ وغیرہ۔

آپ کا ان اقوال وافعال پر خاموش ہو جانا یا کم از کم انکار نہ کرنا ان اقوال وافعال کے جواز کی دلیل ہے اور مزید یہ کہ یہ افعال واقوال حسن خلق کے منافی نہیں اور اگر یہ لوگ اھواء اور عصبیات سے خالی ہو جائیں تو معاشرے پر ان شبہات کا ذرّہ بھر بھی اثر باقی نہ رہے۔ لیکن زمینی حقائق اس کے بالکل برعکس ہیں۔ یہ ظالم جو کچھ کہتے ہیں اس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔ اللہ ہی مددگار ہے۔

۲۔ یہ کہ اس عبارت میں ہماری امی جان رضی اللہ عنہا پر تنقید کا شائبہ تک نہیں، کیونکہ انھوں نے یہ تو نہیں کہا: اور اللہ کی پناہ کہ وہ ایسی بات کہیں۔ بے شک وحی کا موجب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش ہے۔ یا یہ کہ وہ وحی پر تنقید کر رہی ہیں۔ جس طرح کہ یہ عسکری کہتا ہے، بلکہ وہ تو یہ اعتراف کر رہی ہیں کہ وحی رب العالمین کی طرف سے ہوتی ہے اور وہ وضاحت کرتے ہوئے کہہ رہی ہیں کہ اللہ عزوجل وہی پسند کرتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پسند کرتے ہیں۔ نیز وہ اپنے یقین کا اعلان کرتی ہیں کہ وحی حق ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف حق کی خواہش کرتے ہیں اور خواہش مطلق مذموم نہیں۔ اسی لیے حدیث میں آیا ہے:

((لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبِعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ)) [1]

''کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوتا جب تک اس کی خواہشات اس کے تابع نہ ہو جائیں جو میں لایا ہوں۔''

ابن منظور نے کہا: ''هوی النفس کا معنی دلی ارادہ ہے۔ نیز اس نے کہا: مَا هَوٰی اَیْ مَا اَحَبَّ۔ ''اس نے جو چاہا۔'' نیز اس نے کہا ہے: جب مطلقاً خواہش سے کلام کیا جائے گا تو وہ مذموم ہی ہوگا حتیٰ کہ اسے ایسے معنی سے متصف کرے جو اسے مذمت سے دُور کر دے۔'' [2]

---

[1] السنة لابن ابی عاصم، ج ۱، ص: ۱۲، حدیث نمبر: ۱۵۔ تاریخ بغداد للخطیب بغدادی، ج ٤، ص: ۳٦۸۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس حدیث کے راوی ہیں۔ علامہ ابن باز نے شرح کتاب التوحید، ص: ۲٤٦ پر کہا کچھ علماء نے اس حدیث کو ضعیف کہا لیکن اس کا معنی صحیح ہے۔ اور البانی رحمہ اللہ نے کتاب السنة، حدیث نمبر ۱۵۔ میں اس حدیث کی سند کو ضعیف کہا ہے اور ابن عثیمین رحمہ اللہ نے اپنے مجموع فتاوی، ج ۱۰، ص: ۷۵۷ میں کہا اس کا معنی صحیح ہے۔

[2] لسان العرب لابن منظور، ج ۱۵، ص: ۳۷۱-۳۷۲۔

یہ بھی کہا جاتا ہے وہ ھویٰ مذموم ہوتی ہے جو ہدایت سے خالی ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ﴾ (القصص : ٥٠)

''اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو اللہ کی طرف سے کسی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرے۔''

اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو غور وفکر کرنا چاہیے۔ [1]

اس معنی میں بدر کے قیدیوں کے متعلق مشورے کی بابت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کی رائے کو پسند کر لیا اور میری رائے کو پسند نہ کیا اور اس حدیث میں ھویٰ کا لفظ پسندیدہ ومقبول محبت کے معانی میں استعمال ہوا ہے۔

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (سیّدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:) میں تو یہ دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہش کو جلد از جلد مکمل کرتا ہے۔ یعنی میں تو اللہ کو صرف اسی حال میں دیکھتی ہوں کہ آپ جو چاہتے ہیں اسے جلد مکمل کرتا ہے اور جو آپ پسند کرتے اور منتخب کرتے ہیں اس کی بابت فوراً وحی نازل کر دیتا ہے۔ [2]

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (سیّدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جو عرض کیا) اس کا معنی یہ ہے کہ وہ آپ سے تخفیف کرتا ہے اور معاملات میں آپ کو وسعت عطا کرتا ہے۔ اسی لیے آپ کو اس نے اختیار دے دیا۔ [3]

تو فی الحقیقت یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح ہے۔

اگر ہم یہ بھی کہیں کہ زیادہ مناسب یہ الفاظ تھے کہ آپ کی مرضی اور آپ کی خواہش کے مطابق الفاظ نہ استعمال کیے جاتے، لیکن ان الفاظ کو غیرت اور جلاپے نے واضح کیا ہے۔ اگرچہ اس طرح کے سیاق میں غیرت معاف ہے۔ جیسا کہ ابن حجر رحمہ اللہ نے قرطبی [4] سے نقل کیا ہے۔ [5]

اس جیسا کلام معاف ہونے کی واضح دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات کا انکار نہیں کیا بلکہ

---

[1] حاشية السندي على سنن النسائي، ج ٦، ص: ٥٤۔

[2] فتح الباري لابن حجر، ج ٨، ص: ٥٢٦۔ [3] شرح مسلم للنووي، ج ١٠، ص: ٥٠۔

[4] احمد بن عمر بن ابراہیم ابو العباس القرطبی، مالکی فقیہ، محدث، اسکندریہ (مصر) میں مدرس تھے۔ ۵۷۸ ہجری میں پیدا ہوئے، کبار ائمہ

آپ ﷺ نے ناراضی کا اظہار بھی نہیں کیا اور اگر آپ غصے میں ہوتے یا انکار کرتے تو ہماری امی جان اسے ضرور پوری امانت و دیانت کے ساتھ واضح کرتیں۔ جس طرح انھوں نے آپ ﷺ کے اپنے اور اس وقت کی ناراضی اور انکار کو واضح کیا جب انھوں نے اپنے دروازے پر ایسا پردہ لٹکایا جس پر تصاویر تھیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ ان کا یہ قول عورتوں سے ان کی نفرت اور ان کے بارے میں بری رائے کو ترک کرنے سے کنایہ تھا۔ اس وجہ سے کہ جب سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کی رضا کے مطابق احکام نازل کرتا ہے تو آپ رضی اللہ عنہا کا اس بات سے یہ مقصد ہو سکتا ہے کہ میں اس وجہ سے عورتوں سے نفرت کرتی تھی۔ پس جب میں نے دیکھا کہ اللہ عزوجل اپنے نبی کی رضا کی رعایت کرتا ہے تو میں نے اپنی یہ عادت بدل دی۔ کیونکہ اس میں نبی ﷺ کی مرضی کی مخالفت کا شائبہ پایا جاتا تھا۔ [1]

تیسرا شبہ:

وہ کہتے ہیں کہ ''عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کا راز افشاء کیا۔''

یہ شبہ روافض نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ [2] اس کے ذریعے سے وہ ہماری امی عائشہ اور ہماری امی حفصہ پر تہمت لگاتے ہیں کہ ان دونوں نے نبی ﷺ کا راز افشاء کیا جس کے اعتبار سے علی رضی اللہ عنہ کی ولایت ثابت ہوتی تھی اور رافضی اس وجہ سے ان دونوں پر کفر کرنے کا حکم لگاتے ہیں۔

وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿وَ اِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِہٖ حَدِیْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِہٖ وَ اَظْہَرَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ عَرَّفَ بَعْضَہٗ وَ اَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَہَا بِہٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَکَ ہٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ ﴿۳﴾ اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا ۚ وَ اِنْ تَظٰہَرَا عَلَیْہِ فَاِنَّ اللّٰہَ ہُوَ مَوْلٰىہُ وَ جِبْرِیْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ وَ الْمَلٰٓئِکَۃُ بَعْدَ ذٰلِکَ ظَہِیْرٌ ﴿۴﴾﴾ (التحریم: ۳-۴)

''اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی سے پوشیدہ طور پر کوئی بات کہی، پھر جب اس (بیوی) نے اس بات کی خبر دے دی اور اللہ نے اس (نبی) کو اس کی اطلاع کر دی تو اس (نبی) نے (اس بیوی کو) اس میں سے کچھ بات جتلائی اور کچھ سے اعراض کیا، پھر جب اس (نبی) نے اسے یہ

---

[1] حاشیة السندی علی سنن النسائی، ج ٦، ص: ٥٤۔

[2] منهاج الکرامة للحلی، ص: 75۔ مختصر التحفة الاثنی عشریة لشاہ عبدالعزیز الدهلوی، ص: ٢٦٩۔

(راز فاش کرنے کی) بات بتائی تو اس نے کہا تجھے یہ کس نے بتایا؟ کہا مجھے اس نے بتایا جو سب کچھ جاننے والا، ہر چیز سے باخبر ہے۔ اگر تم دونوں اللہ کی طرف توبہ کرو (تو بہتر ہے) کیونکہ یقیناً تمہارے دل (حق سے) ہٹ گئے ہیں اور اگر تم اس کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو تو یقیناً اللہ خود اس کا مددگار ہے اور جبریل اور صالح مومن اور اس کے بعد تمام فرشتے مددگار ہیں۔"

رافضیوں کے نزدیک ان دونوں کے دلوں کی کجی اور اسلام سے دونوں کے برگشتہ ہونے کی دلیل ہے۔ کیا یہ فعل ان کے کفر پر دلالت کرتا ہے کہ ان دونوں نے راز افشاء کیا، جس کے متعلق کسی نے کہا کہ اس سے مراد ابی بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت ہے اور دوسرے کہتے ہیں کہ یہ فرمان علی رضی اللہ عنہ کے وصی ہونے کی بابت ہے۔ شیعہ کی نصوص کے مطابق اس شبہ کی تحقیق کرنے سے پہلے ہم اپنا تعجب ظاہر کرنا ضروری سمجھتے ہیں، کیونکہ اہل تشیع کے بہتان پر تعجب لامحدود ہو گیا ہے۔ جب وہ ہر قبیح لقب ہماری امی جان سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر چپکاتے ہیں اور وہ انھیں مختلف برے القاب جیسے ام الشرور، شیطانہ۔ بلکہ انھوں نے اپنے ایک مجلّے میں انھیں "ام المتسکعین" کے لقب سے ملقب کیا ہے۔ بلکہ ایک دریدہ دہن نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ "جہنم کے سات دروازوں میں سے ایک عائشہ کے لیے ہے۔ سورۃ حجر کی آیت لھـــا سبعة ابواب کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جہنم کے سات دروازوں میں سے چھٹا دروازہ [عسکر] عائشہ کے لیے مخصوص ہے۔" [1] اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے جس کے وہ مستحق ہیں۔

جب ہم مومنین کی ماں کی تمہارے نزدیک یہ قدر و منزلت ہے تو کیا تمہارے پاس اتنی عقل بھی نہیں جو تمھیں جھوٹ گھڑتے وقت واضح تناقض سے محفوظ رکھے۔ ایک طرف تو تم سیّدہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں اتنا کینہ رکھتے ہو کہ اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، اسلام اور علی کا بدترین دشمن باور کرنے کی کوشش کرتے ہو اور ساتھ ہی ساتھ تم یہ کہتے ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا یہ خاص راز ہماری امی جان عائشہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کیا اور یہ تمہارے عقیدے کا نچوڑ اور جوہر ہے، یعنی علی رضی اللہ عنہ کی امامت والی حدیث جس سے تو یہ پتا چلتا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سب لوگوں سے زیادہ قریب تھیں کیونکہ کوئی انسان اپنا دلی راز اسے ہی دیتا ہے جو اس کے دل اور روح کے زیادہ قریب ہو، جیسا کہ ضرب المثل ہے:

"تیرا راز تیرے خون کی طرح ہے تو خوب غور کر کہ وہ کہاں محفوظ رہے گا۔"

حالانکہ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہ، داماد علی اور چچا عباس رضی اللہ عنہم اجمعین حیات تھے۔

---

[1] تفسیر عیاشی: ۲/ ۲۶۳.

آپ ﷺ نے اس راز میں انھیں کیوں شریک نہ فرمایا؟؟

تو اس راز کی بابت تمہارا اعتقاد تو یہ ہے کہ کسی آدمی کا ایمان اس پر ایمان لائے بغیر مکمل نہیں ہوتا اور اگر ہماری امی جان عائشہ رضی اللہ عنہا کی اصلیت وہ ہوتی جو تمہاری گناہ سے آلودہ ، ناپاک اور من گھڑت روایات بتاتی ہیں جنھیں تم ان کے خلاف اپنے کینے اور نفرت کی بنا پر تراشتے ہو تو نبی ﷺ اپنا راز انھیں کیوں بتلاتے اور کیا تمھیں ان کے متعلق جو باتیں معلوم ہیں وہ نبی ﷺ کو معلوم نہ تھیں اور تم ان کے متعلق زیادہ معلومات رکھتے ہو اور کیا ان کے عیوب کا علم تمھیں زیادہ ہے، اس معصوم علیہ السلام سے جس پر اللہ رب العالمین کی وحی نازل ہوتی تھی؟ پھر اگر بات یہ ہے کہ یہ راز ابوبکر کے خلیفہ ہونے اور اس کے بعد عمر کے خلیفہ ہونے پر مشتمل ہے تو گویا تم نے اپنے دین کی دھجیاں بکھیر دیں اور شیعی مذہب کے پرخچے اڑا دیئے ، تم نے اپنے مذہب اور اپنے علماء پر ضلال مبین کا حکم لگا دیا، کیونکہ تم سب ولایت و وصیت علی کے دعویٰ کو چھپاتے ہو اور تم کہتے ہو کہ کتاب اللہ کی دلیل کے ذریعے سے علی کے بارے میں وصیت ثابت ہے حالانکہ اس کتاب کی تم تحریف کے دعوے دار ہو اور اس حدیث کے مطابق جو تم نے وضع کی ہے۔

یا تو تم اس راز کی صحت کا اعتراف کرو۔ اس طرح تم پورے مذہب شیعہ کو جڑ سے اکھیڑ دو گے اور تمہارا خود ساختہ مذہب تمہارے اپنے ہاتھوں اپنے انجام تک پہنچ جائے یا تم اس کے جھوٹ ہونے کا دعویٰ کرو۔ اس کے بعد تمھیں ہماری ماں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا اعتراف کرنا پڑے گا۔ تم خلوص کے ساتھ حق کی طرف رجوع کر لو گے۔ جس میں کوئی کجی نہ ہوگی اور حق وہی ہے جس پر اہل سنت نیکی کے ساتھ ڈٹے ہوئے ہیں۔

اہل روافض کے تناقض کی واضح مثالیں ان کے اقوال میں موجود ہیں کہ کون سا راز افشاء کیا گیا اور کس نے افشاء کیا؟ ان کے اصل مفسر قمی اور ان کے پیروکار کہتے ہیں کہ یہ راز ابوبکر کی ولایت اور ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہما کی ولایت پر مشتمل تھا۔ ہماری امی جان رضی اللہ عنہا نے یہ راز افشاء کیا۔ [1] جبکہ دوسرے مفسرین جیسے فیض کاشانی [2] ،

---

[1] تفسیر القمی، ج ۲ ، ص: ۳۷۵-۳۷٦۔ تفسیر صافی للکاشانی، ج ۲ ، ص: ۷۱٦۔ ۷۱۷۔ الانوار النعمانیة للجزائری، ج ٤ ، ص: ۳۳۷۔

[2] محسن بن مرتضی بن فیض اللہ محمود الکاشی اور کہا جاتا ہے کہ اس کا نام محسن بن محمد ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا نام محمد بن محسن ہے اسی طرح اس کی نسبت کاشانی اور قاشانی لکھی جاتا ہے۔ فرقہ امامیہ کے علماء میں ایک مفسر کے طور پر پہچانا جاتا ہے۔ ۱۰۰۸ ہجری میں پیدا ہوا۔ ابو حامد غزالی صوفی کی کتابیں پڑھ کر اس سے متاثر ہو گیا اور اپنے منہج میں زیادہ تر اسی کے منہج کو قبول کیا۔ اس کی تصنیفات میں سے تفسیر الصافی ہے۔ ۱۰۹۰ ہجری کو فوت ہوا۔ (الاعلام للزرکلی، ج ٥ ، ص: ۲۹۰۔)

نور اللہ تستری اور صدر الدین شیرازی الحسینی ❶ اور ان کے پیروکار کہتے ہیں کہ یہ راز علی کے وصی ہونے پر مشتمل تھا اور جس نے یہ افشاء کیا وہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ ❷

روافض اس بہتان کی اس طرح تکمیل کرتے ہیں کہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو اس راز کے بارے میں معلوم ہوا تو ان دونوں نے اپنی اپنی بیٹیوں کو ساتھ ملا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر پلا کر قتل کر دیا۔ ❸

نیز اہل تشیع کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَ اِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِيْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝﴾ (التحریم: ٤)

''اگر تم دونوں اللہ کی طرف توبہ کرو (تو بہتر ہے) کیونکہ یقیناً تمہارے دل (حق سے) ہٹ گئے ہیں اور اگر تم اس کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو تو یقیناً اللہ خود اس کا مددگار ہے اور جبریل اور صالح مومن اور اس کے بعد تمام فرشتے مددگار ہیں۔''

دلالت کرتا ہے کہ تم دونوں کے دل ایمان سے خالی ہو کر کفر سے بھر گئے اور بیاضی کے بقول ❹ انھوں نے یہ روایت حسین بن علوان اور دیلمی کے واسطے سے صادق علیہم السلام سے بیان کی، وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ﴿وَ اِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ﴾ (التحریم: ٣) ''اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی سے پوشیدہ طور پر کوئی بات کہی۔'' وہ حفصہ تھیں۔ صادق علیہ السلام نے کہا،

---

❶ علی بن احمد بن محمد الحسینی جو علی خان بن میرزا احمد کے نام سے مشہور ہے اور اس کا لقب ابن معصوم پڑ گیا۔ اس کا اصل وطن شیراز ہے۔ ادب، شعر اور احوال رواۃ کا عالم تھا۔ فرقہ امامیہ کا شیعہ تھا۔ حجاز میں ۱۰۵۲ ہجری میں پیدا ہوا اور طویل مدت تک ہندوستان میں قیام کیا۔ اس کی تصنیفات میں سے ''سلافة العصر فی محاسن اعیان العصر'' و ''الدرجات الرفیعة فی طبقات الامامیة من الشیعة'' مشہور ہیں۔ شیراز میں ۱۱۱۹ ہجری کو فوت ہوا۔ (الاعلام للزرکلی، ج ۳، ص: ۲۷۹۔)

❷ علم الیقین للکاشانی، ج ۲، ص: ۶۳۷-۶۳۹۔ احقاق الحق للتستری، ص: ۳۰۷۔ الدرجات الرفیعة للشیرازی، ص: ۲۹۶-۲۹۸۔

❸ تفسیر العیاشی، ج ۱، ص: ۲۰۰۔ بحار الانوار للمجلسی، ج ۸، ص: ۶۔ تفسیر الصافی للکاشانی، ج ۱، ص: ۳۰۵۔ وغیرھا۔

❹ ابو محمد علی بن محمد بن یونس البیاضی العاملی النباطی العنجوری۔ اہل نبط سے امامی شیعہ تھا جو کوہ عامل میں ۷۹۱ ہجری میں پیدا ہوا اس کی مشہور تالیفات ''الصراط المستقیم الی مستحقی التقدیم'' جس کا موضوع ان کے بارہ اماموں کی امامت کا ثبوت ہے۔ ''منتھی السول فی شرح الفصول'' ۸۷۷ ہجری میں فوت ہوا۔ (معجم اعلام جبل عامل لعلی داود جابر، ج ۳، ص: ۳۲۰۔ و الاعلام للزرکلی، ج ۵، ص: ۳۴۔

اس نے اپنے اس قول کے ذریعے کفر کیا: ﴿مَنْ اَنْبَاَكَ هٰذَا﴾ ''تجھے یہ کس نے بتایا؟'' اور اللہ تعالیٰ نے اس کے اور اس کی بہن کے بارے میں فرمایا: ﴿اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا﴾ یعنی زاغت اور زیغ سے مراد کفر ہے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حفصہ کو بتایا کہ اس کا باپ اور ابوبکر معاملے کو سنبھالیں گے۔ اس نے یہ راز عائشہ کو بتا دیا۔ اس نے اپنے باپ کو بتا دیا۔ اس نے اپنے ساتھی کو بتا دیا۔ وہ دونوں اس بات پر متفق ہو گئے کہ وہ اس میں جلدی کریں گے وہ دونوں (بیٹیاں) آپ ﷺ کو زہر پلائیں گی۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان دونوں کے کرتوت کے بارے میں بتایا تو آپ نے ان دونوں کے قتل کا ارادہ کیا تب ان دونوں نے آپ ﷺ کے سامنے حلف اٹھائے [1] کہ انھوں نے ایسے نہیں کیا تب اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

(التحریم: ۷)

''اے لوگو جنھوں نے کفر کیا! آج بہانے مت بناؤ، تم صرف اسی کا بدلہ دیے جاؤ گے جو تم کیا کرتے تھے۔''

اس طرح رافضیوں نے ہماری امی جان رضی اللہ عنہا سے ایمان چھن جانے کا دعویٰ کیا اور ان پر کفر غلیظ کی پھبتی کسی، اور اس ضمن میں اس روایت کا سہارا لیا جس کی کوئی سند نہیں اور اہل علم کی کتابوں کا مطالعہ کرنے والے سے یہ امر مخفی نہیں ہوسکتا۔ صحیح احادیث سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ صرف اتنا ہے کہ صنف نازک کی فطرت کے مطابق عورت جب اپنے خاوند سے محبت کرتی ہے تو اس کے دل میں اس کے بارے میں غیرت غالب آ جاتی ہے اور وہ غیرت اسے اس بات کی طرف لے جاتی ہے کہ جس کا مستحق اس کے علاوہ کوئی اور ہوتا ہے۔ خصوصاً جب معاملہ نبی ﷺ کا ہو کہ جن کا وقار اور اکرام واجب ہے اور آپ ﷺ کے حقوق کی رعایت کرنا اعلیٰ قسم کی رعایت ہے اور ہر اس بات سے دور رہنا ضروری ہوتا ہے جس سے ان کی عصمت پر حرف آنے کا اندیشہ ہو۔

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے ہماری امی جان سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے وہ حدیث روایت کی ہے جس میں مذکورہ راز کا قصہ بیان ہوا ہے۔ وہ کہتی ہیں: بے شک نبی ﷺ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر ٹھہرتے اور ان کے پاس سے شہد پیتے تھے۔ چنانچہ میں نے حفصہ کے ساتھ مشورہ کیا کہ ہم دونوں

[1] الصراط المستقیم للبیاضی جعفر صادق رحمہ اللہ پر افتراء باندھتے ہوئے، ج ۳، ص: ۱۶۸۔

میں سے جس کے پاس بھی نبی ﷺ آئیں گے ہمیں یہی کہنا ہوگا کہ مجھے آپ سے مغافیر (گوند) کی بدبو آرہی ہے۔ کیا آپ نے مغافیر کھائی ہے۔ ان دونوں میں سے کسی ایک کے پاس آپ ﷺ گئے تو اس نے آپ سے یہی کہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ بلکہ میں نے زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا ہے اور میں اب کبھی نہیں پیوں گا۔ تب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ۭ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝ اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝ ﴾ (التحریم: ۱-۴)

''اے نبی! تو کیوں حرام کرتا ہے جو اللہ نے تیرے لیے حلال کیا ہے؟ تو اپنی بیویوں کی خوشی چاہتا ہے، اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ بے شک اللہ نے تمھارے لیے تمھاری قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے اور اللہ تمھارا مالک ہے اور وہی سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔ اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی سے پوشیدہ طور پر کوئی بات کہی، پھر جب اس (بیوی) نے اس بات کی خبر دے دی اور اللہ نے اس (نبی) کو اس کی اطلاع کر دی تو اس (نبی) نے (اس بیوی کو) اس میں سے کچھ بات جتلائی اور کچھ سے اعراض کیا، پھر جب اس (نبی) نے اسے یہ (راز فاش کرنے کی) بات بتائی تو اس نے کہا تجھے یہ کس نے بتایا؟ کہا مجھے اس نے بتایا جو سب کچھ جاننے والا، ہر چیز سے باخبر ہے۔ اگر تم دونوں اللہ کی طرف توبہ کرو (تو بہتر ہے) کیونکہ یقیناً تمھارے دل (حق سے) ہٹ گئے ہیں اور اگر تم اس کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو تو یقیناً اللہ خود اس کا

مشہور ایک اور واقعہ ہے وہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے اوپر اپنی لونڈی ماریہ قبطیہ سے استمتاع نہ کرنے کی قسم اٹھائی اور آپ ﷺ نے یہ راز ہماری امی جان حفصہ رضی اللہ عنہا کو بتا دیا۔ وہ بہت زیادہ خوش ہوئیں اور خوشی میں رسول اللہ ﷺ کی نصیحت بھول گئیں اور ہماری دوسری امی جان سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتا دیا اور نبی ﷺ کا راز فاش کر دیا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نبی ﷺ کا اپنی بیویوں سے علیحدہ ہونے کے ضمن میں لکھتے ہیں اور آیات کے شان نزول کے بارے میں علماء مفسرین کے اقوال نقل کر کے راجح کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''ان سب اقوال میں سے راجح ترین قول ماریہ قبطیہ والا قصہ ہے کیونکہ عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما کا خصوصی طور پر اس قصے میں تذکرہ ہے۔ جبکہ شہد والے واقعہ میں سب بیویوں کا اشتراک تھا۔'' [1]

دوسرے مقام پر نبی ﷺ کا اپنے اوپر شہد پینے کو حرام کرنے کا واقعہ جو ہماری امی جان عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ اس وجہ سے کہ آپ ﷺ کے منہ سے بدبو نہ آئے اس حدیث کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا۔ ''سعید بن منصور کے ہاں مسروق تک صحیح سند کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حفصہ کو قسم دی کہ آپ ﷺ اپنی لونڈی کے قریب نہیں جائیں گے اور آپ ﷺ نے فرمایا: وہ مجھ پر حرام ہے، تو نبی کریم ﷺ کی قسم کے کفارہ کے لیے آیت نازل ہوئی اور آپ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ جو چیز آپ کے لیے اللہ تعالیٰ نے حلال کی ہے آپ اسے حرام نہ کریں۔ [2]

اور علامہ ضیاء المقدسی نے "الاحادیث المختارۃ" (حدیث نمبر: ۱۸۹) میں مسند ہیثم بن کلیب سے، پھر جریر بن حازم کی سند سے بواسطہ ایوب، نافع، ابن عمر سے روایت کی کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے حفصہ سے کہا: تو کسی کو نہ بتانا کہ ام ابراہیم مجھ پر حرام ہے۔ بقول راوی آپ ﷺ اس کے قریب نہیں گئے حتیٰ کہ حفصہ نے عائشہ کو بتا دیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمان نازل کیا:

﴿قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝﴾

(التحریم: ۲)

---

[1] فتح الباری لابن حجر، ج ۹، ص: ۲۹۰۔

[2] اسے بیہقی نے سعید بن منصور کی سند سے ج ۷، ص: ۳۵۳ پر حدیث نمبر: ۱۵۴۷۴ میں روایت کیا۔ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری، ج ۸، ص: ۵۲۵ پر کہا: اس کی سند صحیح ہے اور یہ قصہ ابن اسحاق کے ہاں عمر کی حدیث جو ابن عباس سے مروی ہے اس میں اضافی طور پر درج ہے۔

''بے شک اللہ نے تمہارے لیے تمہاری قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے اور اللہ تمھارا مالک ہے اور وہی سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

پھر مصنف نے سب طرق جمع کیے اور اپنی تحقیق اس طرح ختم کی کہ یہ سب اسناد ایک دوسری کو تقویت پہنچاتی ہیں، لہٰذا احتمال یہی ہے کہ آیت دونوں اسباب میں ایک ساتھ نازل ہوئی ہو۔ [1]

تو یہ روایات اصل معاملہ واضح کرتی ہیں، رافضیوں کی من گھڑت ضلالتوں کے شائبہ تک سے پاک ہیں۔ علاوہ ازیں ان سے وضاحت ہوتی ہے کہ ان سب عبارات اور جملوں اور افعال، کے پیچھے بیوی کی اپنے خاوند کے معاملے میں غیرت ہے۔ جیسا کہ تمام عورتوں کی باہمی فطرت ہے۔ حتیٰ کہ عورت سے ایسے اقوال و افعال سرزد ہوتے ہیں جو اس کے لائق نہیں ہوتے اور جنھیں چھوڑنا بہتر ہوتا ہے۔ بہر حال وہ دونوں بیویاں تھیں، انھیں اپنے خاوند کے معاملہ میں غیرت نے دبوچ لیا اور ان دونوں کے درمیان اتفاق ہو گیا کہ ان میں سے جس کسی کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئیں تو وہ آپ سے استفہامیہ انداز میں کہے گی کہ آپ سے مغافیر کی بو آ رہی ہے۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغافیر [2] کھائی ہے؟

تب اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو نصیحت کرنے کے انداز میں یہ آیات نازل فرمائیں، تاکہ انھیں اپنے فعل پر ندامت ہو اور اس فعل پر انھیں توبہ کی رغبت دلائی۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا فعل نہیں کرنا چاہیے۔ چونکہ ان دونوں رضی اللہ عنہما کے دل اس بات کی طرف مائل ہو گئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ام المؤمنین زینب رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھنا ترک کر دیں۔

امام بغوی رحمہ اللہ اس آیت ﴿إِنْ تَتُوبَآ إِلَى اللّٰهِ....﴾ (التحریم: ٤) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''یہ خطاب سیّدہ حفصہ اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہما کو کیا گیا ہے اور اس میں ضمیر غائب سے یک دم ضمیر مخاطب کی طرف اس لیے تبدیل کی گئی ہے تاکہ ان دونوں کے عتاب میں تاکید نظر آئے۔ ﴿فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا﴾ ''تم دونوں سے ایسا فعل سرزد ہو چکا ہے جس سے توبہ کرنا واجب ہے۔ چونکہ تم دونوں کے اوپر واجب تھا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خلوص دل

---

[1] فتح الباری، ج ۸، ص: ٦٥٧ مختصراً۔

[2] المغافیر: ایک درخت عرفط کی میٹھی گوند ہے جس کی بو نامناسب ہوتی ہے۔ (لسان العرب لابن منظور، ج ۷، ص: ۳۵۰) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ نفاست پسند اور سب سے زیادہ پاکیزگی اور صفائی پسند تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات اچھی نہ لگی کہ آپ کی بیویوں کو آپ سے ناگوار بو آئے۔

سے پیش آؤ اور جو کچھ رسول اللہ ﷺ پسند کریں تم بھی وہی پسند کرو اور جس سے وہ نفرت کریں تم بھی اس سے نفرت کرو۔'' ❶

امام شوکانی رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

''﴿اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا﴾ (التحریم: ٤) یہاں عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما کو مخاطب کیا گیا ہے یعنی تم دونوں کو اللہ کے سامنے توبہ کرنی چاہیے کیونکہ تم دونوں نے ایسے فعل کا ارتکاب کیا ہے جس سے توبہ واجب ہو جاتی ہے اور ﴿صَغَتْ﴾ کا معنی حق سے پھرنا اور تبدیلی کرنا ہے، اور وہ یہ ہے کہ ان دونوں نے اس چیز کو پسند کر لیا جس سے رسول اللہ ﷺ نفرت کرتے تھے اور وہ افشائے راز ہے اور یہ معنی بھی کیا گیا: ''تمھیں چاہیے کہ اللہ کے سامنے توبہ کر لو کیونکہ تم دونوں کے دل توبہ کی طرف مائل ہیں۔'' ❷

علامہ محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ ❸ نے لکھا: صغت کا معنی ''مالت و رضیت و احبت'' یعنی ان کے دل مائل ہو گئے، خوش ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کو جو ناپسند تھا انھوں نے وہ پسند کر لیا۔ ❹

یہ خطا ان سے محبت میں شدت کی وجہ سے سرزد ہوئی نہ کہ ان کی نیت خراب تھی۔ جب نبی ﷺ نے ام ابراہیم کے پاس نہ جانے کا عزم ظاہر کیا تو ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا اتنی خوش ہوئیں کہ نبی ﷺ کے راز رکھنے کے حکم کو فراموش کر دیا۔ تاہم وہ معصوم نہیں ہیں اور نہ ہی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا معصوم ہیں اور حسب مقولہ ''بڑوں کی غلطیاں ان کی صلاحیتوں میں کمی نہیں لاتیں اور نہ ان کے فضائل کم ہوتے ہیں۔'' البتہ توبہ کے ذریعے سے دلوں کو نئی زندگی ملتی ہے اور شارع کی مخالفت میں پڑنے سے پہلے وہ نہایت نرم مزاج اور بلند مقام ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ﴾

(الاعراف: ۲۰۱)

---

❶ انوار التنزیل و اسرار التاویل للبیضاوی، ج ٥، ص: ٢٢٤۔

❷ فتح القدیر للشوکانی، ج ٥، ص: ٢٩٨-٢٩٩۔

❸ شیخ محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ۔ محمد امین بن محمد مختار بن عبدالقادر الجکنی الشنقیطی۔ اپنے وقت کے عالم ربانی، ماہر اصول، مفسر اور علوم لغت کا سمندر تھا۔ ۱۳۲۵ ہجری میں پیدا ہوئے۔ مدینہ منورہ میں تعلیم حاصل کی، پھر ریاض چلے گئے اور بالآخر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں تدریس کی ذمہ داری سنبھال لی۔ ان کی مشہور تصانیف ''اضواء البیان'' اور ''دفع ایھام الاضطراب بمن آسي الکتاب'' ہیں۔ ۱۳۹۳ ہجری میں فوت ہوئے۔ (الاعلام للزرکلی، ج ٦، ص: ٤٥۔)

❹ اضواء البیان للشنقیطي، ج ٨، ص: ٢٢٠۔

''یقیناً جو لوگ ڈر گئے، جب انھیں شیطان کی طرف سے کوئی (برا) خیال چھوتا ہے وہ ہوشیار ہو جاتے ہیں، پھر اچانک وہ بصیرت والے ہوتے ہیں۔''

تو تقویٰ کی شرط معصوم عن الخطا ہونا نہیں اور نہ ہی کبیرہ گناہ سے پرہیز تقویٰ کی شرط ہے۔ کیونکہ کبیرہ گناہ سے بندے کو توبہ کی توفیق ہوتی ہے۔ بلکہ متقی آدمی سے بھی کبیرہ گناہ کا ارتکاب ہو سکتا ہے۔ جیسے کہ سیّدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ [1] سے کبیرہ گناہ سرزد ہو گیا۔ لیکن اس گناہ سے پہلے اور اس گناہ کے بعد ان کی نیکیاں اسے مٹانے کا موجب بن گئیں۔ اگرچہ وہ بہت بڑا تھا۔

ام المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دیانت و امانت، ورع و زہد، حسن کردار و اخلاق، اللہ کے ساتھ مضبوط رابطے، بکثرت روزے رکھنے اور جود و سخا میں دریا دلی کے لحاظ سے اپنی مثال آپ تھیں۔ اسی طرح ام المؤمنین سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا صوامہ و قوامہ تھیں اور ان کے گواہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ چنانچہ امام حاکم نے سیّدنا انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے جبریل نے کہا:

((رَاجِعْ حَفْصَةَ، فَإِنَّهَا صَوَّامَةٌ قَوَّامَةٌ، وَ إِنَّهَا زَوْجَتُكَ فِي الْجَنَّةِ)) [2]

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم حفصہ کو منا لیں کیونکہ وہ کثرت سے روزے رکھنے والی اور بکثرت قیام اللیل کرنے والی اور جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی بھی ہیں۔''

ابو العباس شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے ان دونوں زوجات مطہرات کو توبہ کی طرف توجہ دلائی۔ اس لیے ان کے متعلق یہ گمان نہیں کیا جائے گا کہ انھوں نے توبہ نہیں کی۔ باوجودیکہ ان دونوں کے بلند درجات کے ثبوت موجود ہیں اور یہ کہ وہ دونوں جنت میں ہمارے نبی کی بیویاں ہوں گی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے دنیاوی زندگی، اس کی عیش و عشرت اور اللہ، اس کے رسول اور آخرت کے گھر سے ان کو کوئی ایک چیز منتخب کرنے کا اختیار دیا تو ان سب نے اللہ، اس کے رسول اور

---

[1] حاطب بن ابی بلتعہ لخمی رضی اللہ عنہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں مقوقس کی طرف دعوت نامہ دے کر بھیجا۔ قریش کے مشہور شہسوار تھے۔ جاہلیت کے عظیم شاعر تھے۔ ۳۰ ہجری میں وفات پائی۔ (الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۱، ص: ۹۳۔ الاصابة لابن حجر، ج ۲، ص: ٤۔)

[2] شرح مشکل الآثار للطحاوی، ج ۱۲، ص: ۲۷۔ المعجم الاوسط للطبرانی، ج ۱، ص ٥٤، حدیث نمبر: ۱٥۱۔ اسے حاکم نے ج ٤، ص: ۱۷ پر روایت کیا ہے۔ ہیثمی نے مجمع الزوائد، ج ۹، ص: ۳۹۳ پر کہا ہے کہ اس کی سند میں متعدد راویوں کو میں نہیں جانتا اور البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح الجامع، حدیث نمبر: ٤۳٥۱ میں حسن کہا اور یہ حدیث عمار بن یاسر سے ص: ۲٦۲ پر گزر چکی ہے۔

دار آخرت کو منتخب کیا اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حرام کر دیا کہ ان بیویوں کے بدلے آپ کوئی اور کر لیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حرام کر دیا کہ ان بیویوں کے بعد کسی اور عورت سے شادی کریں اور اس آیت خیار اور تحریم کے بعد کی مدت میں اختلاف ہے کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شادی کرنے کی اجازت تھی یا نہیں۔ قرآنی نصوص کے مطابق جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو وہ سب امہات المومنین کے لقب سے معمور تھیں۔ پھر قرآن میں یہ وضاحت آ چکی تھی کہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور توبہ سے گناہوں کی معافی ہو جاتی ہے اور نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں اور مصائب پر صبر کرنے سے گناہوں کا کفارہ ادا ہو جاتا ہے۔ ❶

یہی اوصاف امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے شایانِ شان ہیں جو تمام مومنوں کی مائیں ہیں۔ ان کا فضل وشرف اور ان کی صلاحیتیں یقینی ہیں اور اہل السنہ کے علاوہ اولیاء اللہ کی کما حقہ توقیر کرنے والا کوئی دکھائی نہیں دیتا۔ وہ ہمیشہ عادلانہ فیصلے کرتے ہیں اور معاملات کو انصاف کے ترازو میں تولتے ہیں۔ چونکہ ان میں غلو کرنے والوں کا ظلم بھی نہیں اور نہ ہی افتراء پردازوں جیسی جرأت ہے۔

مذکورہ بالا شبہ کے جواب کا خلاصہ

مذکورہ بالا شبہ کے جواب کا خلاصہ ہم دو نکات میں بیان کر سکتے ہیں:

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز فاش کرنے والی حفصہ رضی اللہ عنہا تھیں نہ کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا۔

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ سے فرمایا: ''تم کسی کو نہ بتانا اور ام ابراہیم مجھ پر حرام ہے۔ سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے جو حلال کیا ہے کیا آپ اسے حرام کریں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں اس کے قریب بھی نہیں جاؤں گا۔ بقول راوی جب تک حفصہ نے عائشہ کو خبر نہ کر دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ام ابراہیم کے قریب نہیں گئے۔ تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ﴾ (التحريم: ٢)

''بے شک اللہ نے تمہارے لیے تمہاری قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے۔'' ❷

---

❶ منهاج السنة النبوية لابن تيمية، ج ٤، ص: ٣١٤۔

❷ الاحاديث المختارة لضياء المقدسي، حديث نمبر: ١٨٩۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی سند صحیح ہے۔ (تفسير ابن كثير، ج ٨، ص: ١٨٦۔) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کے متعدد طرق ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں۔ (فتح الباری، ج ٨، ص: ٥٢٥۔)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ سند صحیح ہے اور صحاح ستہ میں سے کسی نے اسے روایت نہیں کیا۔ البتہ حافظ ضیاء مقدسی نے اسے اپنی مستخرج میں نقل کیا ہے۔ ❶

بقول مصنف (سیرۃ عائشہ) اصل حدیث صحیحین میں ہے۔ ❷ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے راز افشاء کیا سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نہیں۔ اور اس میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں۔ طاہر بن عاشور نے کہا: اس میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ رضی اللہ عنہا کو راز دیا تھا اور جسے انھوں نے بتایا تھا وہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ ❸

شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ دہلوی ❹ نے اس بات پر مفسرین کا اجماع نقل کیا وہ کہتے ہیں: ''مفسرین کا اجماع ہے کہ راز کا افشاء سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے سرزد ہوا کسی اور سے نہیں۔'' ❺

یہ بات شیعہ کی تفاسیر میں بھی ثابت ہے، جیسے ''مجمع البیان للطبرسی'' میں مذکور ہے۔ ❻

طبرسی کا شمار شیعہ کے ان علماء میں ہوتا ہے جو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علو شان کے معترف ہیں۔ زین العابدین کورانی نے کہا: اسی طرح ان کے علماء میں سے طبرسی نے بھی اپنی تصانیف میں صحابہ کی علوشان کا اعتراف کیا ہے۔ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ اَجْمَعِیْنَ.

اس نے مذکورہ آیات کو صحابہ کی عمومی اور خصوصی ثنا شمار کیا ہے بلکہ اس نے مزید آیات بھی اس ضمن میں درج کی ہیں۔ ❼

۲۔ چلو یہی فرض کر لیتے ہیں کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز افشاء کیا تھا تو زیادہ

---

❶ تفسیر ابن کثیر، ج ۸، ص: ۱۵۹۔

❷ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۴۹۱۳۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۷۶۵۔

❸ التحریر و التنویر لابن عاشور، ج ۲۸، ص: ۳۵۱۔

❹ شاہ عبدالعزیز بن ولی اللہ بن عبدالرحیم العمری الدہلوی، اپنے وقت کے ہندوستان میں بہت بڑے عالم تھے۔ مفسر، محدث اور کتب شیعہ پر ان کو عبور حاصل تھا۔ علم کا وسیع سمندر تھے۔ ۱۱۵۹ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ان کی تصنیفات میں سے ''فتح العزیز'' و ''مختصر التحفۃ الاثنی عشریۃ فی الکلام علی مذھب الشیعۃ'' ہیں اور ثانی الذکر کی پہلے کوئی مثال نہیں۔ ۱۲۳۹ ہجری میں وفات پائی۔ (''مقدمۃ مختصر التحفۃ'' و الاعلام للزرکلی، ج ۴، ص: ۱۴۔)

❺ مختصر التحفۃ الاثنی عشریۃ، رقم: ۲۶۹۔

❻ مجمع البیان للطبرسی، ج ۱۰، ص: ۵۶-۵۸۔ مصنف نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ مختصر التحفۃ اثنی عشریہ، رقم: ۲۷۰۔

❼ الیمانیات المسلولۃ علی رقاب الرافضۃ المخذولۃ، ص: ۲۴۶۔

سے زیادہ کیا کہا جائے گا کہ اس نے نافرمانی کا ارتکاب کیا، پھر اس سے توبہ کر لی۔ چنانچہ جنت میں جانے والوں کے لیے گناہوں سے معصوم ہونا شرط نہیں بلکہ مومن بھی گناہ کرتے ہیں پھر وہ توبہ کر لیتے ہیں اور بعض اوقات توبہ کے بغیر دیگر اسباب سے ان کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ مثلاً اگر کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے تو صغیرہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔ یہ جمہور اہل سنت کی رائے ہے۔ بلکہ ایسے گناہ ان نیک اعمال کی وجہ سے مٹا دیئے جاتے ہیں جو برائیوں سے درجے میں بہت بڑے ہوتے ہیں اور اکثر اہل سنت کے نزدیک مصائب کے نزول کے وقت صبر سے بہت سے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

سوچنے کی بات ہے کہ سیّدہ حفصہ اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہما کے امت مسلمہ پر کس قدر احسانات ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی زندگی میں بھی اطاعت گزاری کی اور ان دونوں کے لیے یہی شرف کافی ہے کہ ان دونوں نے اللہ اور اس کے رسول کو دنیا اور اس کی زینت پر ترجیح دی۔ [1]

چوتھا شبہ:

روافض کہتے ہیں کہ ''ہماری امی جان عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ عدل کریں۔''

اس بات پر انھوں نے اس روایت سے استدلال کیا جو قاسم بن محمد نے عائشہ سے روایت کی ہے کہ میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کچھ ان بن تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میرے اور اپنے درمیان کس کو حکم (فیصل) بنانا چاہتی ہو؟ کیا تو ابوعبیدہ بن جراح پر خوش ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ وہ نرم مزاج آدمی ہے، وہ آپ کے حق میں اور میرے خلاف فیصلہ کرے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم عمر بن خطاب پر خوش ہو؟ میں نے کہا: نہیں، کیونکہ میں عمر سے بہت ڈرتی ہوں۔ [2]

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان بھی عمر سے ڈرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو ابوبکر کو فیصل بنانے پر خوش ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف قاصد بھیجا۔ وہ آ گیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کرو۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں (فیصلہ کروں)؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بات شروع کی۔ بقول عائشہ رضی اللہ عنہا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اے رسول اللہ! آپ انصاف کریں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی

---

[1] منهاج السنة النبوية لابن تيمية، ج ٤، ص: ٣١٠-٣١٤۔

[2] الفرق: خوف، گھبراہٹ (غريب الحديث و الاثر لابن اثير، ج ٣، ص: ٤٣٨۔)

ہیں: ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور میرے چہرے پر ایک زوردار تھپڑ رسید کیا۔ جس سے میری ناک اور دونوں نتھنوں سے خون بہنے لگا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیری ماں مر جائے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصاف نہیں کریں گے تو پھر اور کون کرے گا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم یہ نہیں چاہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور اپنے ہاتھ سے میرے چہرے اور کپڑوں سے خون صاف کیا۔ ❶

اس شبہے کا ازالہ:

متعدد اسباب کی بنا پر یہ حدیث ضعیف ہے، جو کہ درج ذیل ہیں:

۱۔ مبارک بن فضالہ بن ابی امیہ قرشی عدوی، ابوفضالہ بصری ضعیف ہے۔ محدثین کی ایک جماعت نے اسے ضعیف کہا۔ عبداللہ بن احمد نے کہا: میں نے ابن معین سے مبارک بن فضالہ کے بارے میں پوچھا، تو اس نے کہا: اس کی روایت ضعیف ہے، وہ ضعف میں ربیع بن صبیح کی طرح ہے۔

امام نسائی رحمہ اللہ نے بھی اسے ضعیف کہا۔ امام احمد نے کہا وہ جو روایت حسن سے کرے وہ حجت ہے۔ اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ حسن کے علاوہ سے جب کوئی روایت کرے تو وہ ضعیف ہے اور طیالسی فرماتے ہیں اس کی تدلیس شدید ہے۔ ❷

اس روایت میں اس نے تحدیث کی صراحت نہیں کی، اس لیے اس کی حدیث قبول نہیں کی گئی۔ نیز اس میں کچھ منکر الفاظ بھی موجود ہیں۔

پانچواں شبہ:

روافض کہتے ہیں: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کا ہاتھ کاٹے جانے کی بددعا دی۔''

اس کی صورت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے بددعا دیتے تھے اور وہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مروی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ایک قیدی لائے، میں اس سے غافل ہوگئی۔ وہ چلا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو پوچھا: قیدی کا کیا بنا؟ میں نے کہا: میں عورتوں کے ساتھ مل کر اس سے غافل ہوگئی اور وہ چلا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اللہ تیرا ایک ہاتھ یا دونوں ہاتھ کاٹ دے تو تجھے کیا فرق پڑے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلے گئے اور لوگوں کو اطلاع کی وہ سب اسے تلاش کرنے لگے اور اسے ڈھونڈ لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے تو میں اپنے ہاتھوں کو الٹ پلٹ کر رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھے کیا

---

❶ تاریخ بغداد للخطیب بغدادی، ج ۱۱، ص: ۲۳۹۔

❷ تهذیب التهذیب لابن حجر، ج ۱۰، ص: ۲۹۔

ہوا ہے؟ کیا تو پاگل ہوگئی ہے؟ میں نے کہا: آپ نے مجھے بددعا دی، اس لیے میں اپنے ہاتھوں کو الٹ پلٹ رہی ہوں کہ ان دونوں میں سے کون سا کاٹا جائے گا؟ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی، پھر اپنے ہاتھ اٹھا کر پھیلا لیے اور یوں دعا کی:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّی بَشَرٌ، اَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ، فَاَيُّمَا مُوْمِنٍ اَوْ مُوْمِنَةٍ دَعَوْتُ عَلَيْهِ، فَاجْعَلْهُ لَهٗ زَكَاةً وَ طَهُوْرًا)) ❶

''اے اللہ! بے شک میں بشر ہوں میں اسی طرح غصہ میں آ جاتا ہوں جس طرح ہر بشر غصے میں آ جاتا ہے۔ تو جس مرد و زن مومن کو میں بددعا دوں تو تو اسے اس کے لیے تزکیہ اور گناہوں سے طہارت کا باعث بنا دے۔''

درج بالا شبہے کا ازالہ:

شیعوں کی عادت ہے کہ وہ اپنی خواہشات کے مطابق صحیح روایات میں کمی بیشی کر لیتے ہیں، وہ ابتدائے حدیث نقل کر دیتے ہیں لیکن حدیث کا اختتام نقل نہیں کرتے۔ جس سے ہر منصف مزاج انسان کے لیے حدیث میں دعا کا معنی واضح ہو سکے۔ اسی معنی کی دوسری حدیث جو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے یوں ہے کہ وہ فرماتی ہیں: ''رسول اللہ ﷺ کے پاس دو آدمی آئے تو مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ انھوں نے آپ ﷺ کے ساتھ کس چیز کے بارے میں گفتگو کی۔ ان دونوں نے آپ ﷺ کو غصہ دلا دیا۔ آپ ﷺ نے ان دونوں پر لعنت کی اور انھیں سخت برا کہا...... جب وہ چلے گئے تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! جو بھلائی اور نیکی ان دونوں نے کمائی ان سے پہلے کسی کو وہ لینے کی توفیق نہ ہوئی۔ آپ ﷺ نے پوچھا: اس سے تمہاری کیا مراد ہے؟ بقول عائشہ! میں نے کہا: آپ ﷺ نے ان دونوں پر لعنت کی اور انھیں ڈانٹا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تجھے معلوم نہیں، میں نے اس پر اپنے رب کے آگے کیا شرط رکھی؟ میں نے کہا: اے اللہ! بے شک میں بھی ایک بشر ہوں، جس مسلمان پر میں لعنت کروں اور اسے برا کہوں تو تو اسے اس کے لیے باعث تزکیہ و اجر بنا دے۔ ❷

لہٰذا نبی ﷺ کی حقیقت میں بددعا مراد نہ تھی اور اگر آپ ﷺ کی مراد واقعی حقیقی بددعا ہوتی تو

---

❶ مسند احمد، ج ٦، ص: ٥٢، حدیث نمبر: ٢٤٣٠٤۔ سنن الکبری للبیهقی، ج ٩، ص: ٨٩، حدیث نمبر: (١٨٦١١ علامہ ذہبی نے ''مہذب'' میں اس کی سند کو جید کہا، ج ٧، ص: ٣٦١٨۔

❷ صحیح مسلم: ٢٦٠٠۔

ہم یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہیں کہ پھر کیوں ہماری امی جان! سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا دونوں صحیح ہاتھوں کے ساتھ فوت ہوئیں اور انھیں ذرہ برابر کسی بیماری نے نہ چھوا؟

چھٹا شبہ:

رافضہ کہتے ہیں کہ ''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شک کیا اور اس نے صفیہ رضی اللہ عنہا کو گالی دی۔''

رافضی دعویٰ کرتے ہیں کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شک کیا اور انھوں نے اس جھوٹی کہانی اور خطرناک افتراء کے لیے اس روایت سے استدلال کیا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:

''ایک دن ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سخت ناراض ہوئیں اور آپ کو یوں مخاطب کیا: آپ ہی وہ شخص ہیں جو کہتے ہیں کہ میں اللہ کا نبی ہوں۔'' ❶

اصل حدیث سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میرا سامان کم تھا اور میرا اونٹ تیز چلتا تھا، جبکہ صفیہ کا سامان زیادہ تھا اور اس کا اونٹ بوجھل ہونے کی وجہ سے آہستہ چلتا تھا۔ وہ قافلے سے پیچھے رہ جاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم عائشہ رضی اللہ عنہا کا سامان صفیہ کے اونٹ پر اور صفیہ کا سامان عائشہ کے اونٹ پر منتقل کر دو تا کہ قافلہ چلتا رہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، جب میں نے یہ دیکھا تو میں نے کہا: اے اللہ کے بندو! یہ یہودن ہماری نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر غالب آ گئی ہے۔ وہ کہتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ام عبداللہ! بے شک تیرا سامان خفیف ہے اور صفیہ کا سامان وزنی ہے، اس وجہ سے قافلہ آہستہ ہو گیا۔ اس لیے ہم نے اس کا سامان تمہارے اونٹ پر اور تمہارا سامان اس کے اونٹ پر تبدیل کر دیا ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، میں نے کہا: ''کیا آپ یہ نہیں کہتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں؟ وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیے اور فرمایا: اے ام عبداللہ! کیا تجھے کوئی شک ہے؟ بقول عائشہ رضی اللہ عنہا: میں نے کہا: کیا آپ یہ نہیں کہتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ کاش! آپ انصاف کرتے؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے میری یہ بات سن لی اور وہ غصیلے تھے، پھر وہ میری طرف آئے اور میرے چہرے پر ایک تھپڑ رسید کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! صبر کرو۔ انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے سنا نہیں اس نے کیا کہا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''غیرت کی ماری گھاٹی کے اوپر سے گھاٹی کے نیچے نہیں دیکھ سکتی۔'' ❷

---

❶ وسائل الشیعة الی تحصیل مسائل الشریعة لمحمد بن الحسن الحر عاملی، مقدمة التحقیق، ج ۱، ص: ۳۳۔

❷ مسند ابی یعلی، ج ۸، ص: ۱۲۹، حدیث نمبر: ۴۶۷۰۔ الامثال لابی الشیخ، (۵۶)۔

اس شبہ کا ازالہ:

اس شبہ کا ازالہ متعدد طریقوں سے کیا جاسکتا ہے:

اولاً:...... یہ روایت مسند ابی یعلیٰ میں ہے، لیکن صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس کی سند میں دو علتیں ہیں: ❶

''محمد بن اسحاق مدلس ہے اور اس کی یہ روایت معنعن ہے۔'' ❷

سلمہ بن فضل کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں: ''اس کے پاس منکر روایات ہیں۔''

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا: ''صدوق۔ بہت زیادہ غلطیاں کرتا ہے۔'' ❸

امام البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں کہتا ہوں، یہ سند ضعیف ہے اور اس میں دو علتیں ہیں:

(۱) ابن اسحٰق کا عنعنہ اور اس کی تدلیس (۲) سلمہ بن فضل کا ضعف مشہور ہے۔''

حافظ نے کہا: ''یہ صدوق اور کثیر الخطاء ہے۔'' ❹

اس حدیث کا متن بھی ظاہری طور پر منکر ہے، جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا کہنا: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہیں کہتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں......۔'' نیز اسے بوصیری نے ضعیف کہا۔ ❺

ثانیاً:......اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو اس میں یہ وضاحت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے ایسے جملوں سے چشم پوشی کیا کرتے تھے۔ جن کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوتا کہ اس جملے کے ظاہری الفاظ اس کا مقصد نہیں اور یہ کہ وہ صرف شدید محبت اور غیرت ازدواجی کی وجہ سے کہے گئے ہیں۔ پھر یہ بھی قابل غور ہے کہ ہر جگہ ''زعم'' شک کے معانی میں نہیں آتا۔ اس کے معانی کہنا اور یاد کرنا یا تذکرہ کرنا بھی ہیں۔ جیسے کہ ابن منظور ❻ نے ابن بری ❼ سے روایت کی کہ کلام عرب میں ''زعم'' کے چار معانی آتے ہیں۔ اور

❶ مسند ابی یعلی: ٤٦٧٠۔ ❷ الضعفاء و المتروکین لابن الجوزی، ج ٣، ص: ٤١۔ التبیین لاسماء المدلسین لابی الوفا الحلبی، ج ١، ص: ١٧١۔

❸ تهذیب الکمال للمزی، ج ١١، ص: ٣٠٦۔ تقریب التهذیب لابن حجر، ج ١، ص: ٢٤٨۔

❹ سلسلة الاحادیث الضعیفة، حدیث نمبر: ٢٩٨٥۔ ❺ الاتحاف المهرة، حدیث نمبر: ٣١٩٠۔

❻ محمد بن مکرم بن علی ابو الفضل الرویفعی لغت میں امام شمار ہوتا ہے۔ ۶۳۰ ہجری میں پیدا ہوا۔ قاہرہ میں اہم عہدے پر فائز رہا۔ پھر طرابلس کا قاضی بن گیا۔ ادب کی طویل کتابوں کو مختصر کرنے کا اسے بہت شوق تھا۔ اس کی تصنیفات میں سے "لسان العرب" و "نثار الازهار" مشہور ہیں۔ ۷۱۱ ہجری میں وفات پائی۔ (الاعلام للزرکلی، ج ٧، ص: ١٠٨۔ هدیة العارفین لاسماعیل باشا، ج ٣، ص: ١٥٩۔)

❼ عبداللہ بن بری بن عبدالجبار ابو محمد المقدسی الشافعی، اپنے وقت کا مشہور نحوی تھا۔ ۴۹۹ ہجری میں پیدا ہوا۔ اس کی تصنیف "جواب المسائل العشر" مشہور و متداول ہے۔ ۵۸۲ ہجری میں فوت ہوا۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ٢١، ص: ١٣٥۔ طبقات الشافعیة للسبکی، ج ٧، ص: ١٢٢۔)

......قول وتذکرہ کے معانی میں بھی ہوتا ہے۔ ❶

امام بخاری نے جو روایت ابن جریج سے نقل کی ہے وہ بھی اس کی تائید کرتی ہے، کہ عطاء کہتے ہیں کہ انھوں نے عبید بن عمیر کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زینب بنت جحش کے پاس ٹھہرتے تھے......طویل حدیث ہے۔ ❷

دوسری روایت میں جو ابن شہاب سے مروی کہ عطاء نے کہا، جابر بن عبداللہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لہسن یا پیاز کھائے وہ ہم سے علیحدہ ہو جائے۔ ❸

ابو یعلی نے بنو خثعم کے ایک آدمی سے روایت کی کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ اپنے چند اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، میں نے کہا: کیا آپ یہ کہتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! بقول راوی: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ کے نزدیک کون سا عمل محبوب ترین ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے ساتھ ایمان لانا......طویل حدیث ہے۔ ❹

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا انکار نہیں کیا۔ حالانکہ اصولی قاعدہ ہے کہ وضاحت کو ضرورت کے وقت سے مؤخر کرنا جائز نہیں اور اگر اس صحابی کی بات میں کوئی منکر بات ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا انکار ضرور کرتے۔ چنانچہ خلاصۂ تحقیق یہ ہوا کہ شیعہ اس شبہ کے لیے جس حدیث سے استدلال کرتے ہیں وہ دراصل ضعیف ہے اور اگر بفرض محال یہ حدیث صحیح بھی ہوتی تو پھر بھی اس میں ایسے الفاظ موجود ہی نہیں جن کی بنا پر ام المومنین، عفیفۂ کائنات سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو نشانہ بنایا جائے۔ والحمد للہ

ثالثاً:...... یہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی اپنی روایت ہے گویا وہ اعتراف کر رہی ہیں کہ یہ غلطی تھی اور انھوں نے اس سے توبہ کر لی اور اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی اور اگر جس طرح روافض کہتے ہیں اس طرح ہوتا تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود ہی اس حدیث کو کیوں روایت کرتیں؟

---

❶ لسان العرب لابن منظور، ج ١٢، ص: ٢٦٤۔

❷ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٦٦٩١۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ١٤٧٤۔

❸ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٨٥٥۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ٥٦٤۔

❹ مسند ابی یعلی، ج ١٢، ص ٢٢٩، حدیث نمبر: ٦٨٣٩۔ منذری نے ترغیب و ترہیب، ج ٣، ص: ٣٠٤۔ پر اور دمیاطی نے المتجر الرابح، ج ٢، ص: ٢٥١ میں اور ہیثمی مکی نے الزواجر، ج ٢، ص: ٨١ پر اس کی سند کو جید کہا اور ہیثمی نے مجمع الزوائد، ج ٨، ص: ١٥٤ پر لکھا نافع بن خالد کے علاوہ اس کے سب راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں اور وہ بھی ثقہ ہیں اور البانی رحمہ اللہ نے صحیح الترغیب و الترهیب، حدیث نمبر: ٢٥٢٢ پر اسے صحیح کہا ہے۔

افضل یہ ہے کہ اگر حدیث صحیح ہو جائے تو اسے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی منقبت میں شمار کیا جائے۔ کیونکہ انھوں نے ہی اسے روایت کیا اور شریعت کی حفاظت اور اسے دوسروں تک منتقل کرنا ان کے نزدیک دیگر تمام کاموں سے زیادہ افضل واولیٰ ہے۔ حتیٰ کہ اگر خود ان کی ذات ہی ہو۔

رابعًا: ...... یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کی طرف سے یہ کہہ کر معذرت کی کہ غیرت کھانے والی کو وادی کی بالائی جانب سے اس کے زیریں جانب کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

خامسًا: ...... یہ کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو ان کی بات پر سزا دے دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کا دفاع کیا۔ تو ان (رافضی) لوگوں کو مداخلت کا اختیار کس نے دیا؟ وہ کون ہوتے ہیں اس معاملے کے بیچ آنے والے؟

ساتواں شبہ:

اہل تشیع کہتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت اس (سیّدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) نے واویلا اور چیخ و پکار کی اور اپنا چہرہ پیٹا۔''

اس شبہے کا ازالہ:

علماء کے نزدیک یہ روایت منکر ہے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق ایسی کوئی بات بھی ثابت نہیں، ہاں! یہ موجود ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''میری گود اور میرے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے۔ اس گھر میں میں نے کبھی کسی پر ظلم نہیں کیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض ہوئی تو وہ میری گود میں تھے۔ پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر تکیہ پر رکھ دیا اور اپنی حماقت اور کم عمری کے سبب میں عورتوں کے ساتھ پیٹنے میں شامل ہوگئی اور اپنے چہرے پر مارنے لگی۔''[1]

اس روایت کے متعلق یہ کہا جائے گا کہ یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو کچھ ثابت ہے اس کے مخالف و معارض ہے کہ آپ پر بین و نوحہ نہیں کیا گیا۔

قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے ہوئے کہنے لگے: اے بیٹو! تم مجھ سے کچھ سیکھ لو۔ کیونکہ تم جس سے بھی کچھ سیکھو گے وہ تمہارے لیے مجھ سے زیادہ خیر خواہ نہیں ہوگا۔ تم مجھ پر بین

[1] مسند احمد، ج ٦، ص: ٢٧٤، حدیث نمبر: ٢٦٣٩١۔ مسند ابی یعلی، ج ٨، ص: ٦٣، حدیث نمبر: ٤٥٨٦۔ البانی رحمہ اللہ نے ارواء الغلیل، ج ٧، ص: ٨٦ پر اور شعیب ارناؤط نے تحقیق مسند احمد، ج ٦، ص: ٢٧٤ پر اسے حسن کہا۔

نہ کرنا کیونکہ رسول اللہ ﷺ پر بین نہیں کیا گیا اور میں نے نبی کریم ﷺ کو بین سے روکتے ہوئے سنا ہے۔ ❶

اس اثر میں محل الشاہد صحابی کا یہ کہنا ہے:

''کیونکہ رسول اللہ ﷺ پر نوحہ نہیں کیا گیا تھا'' اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ نبی ﷺ کی اس چیز میں مخالفت کرتیں جو آپ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَ دَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ))

''وہ ہم میں سے نہیں جو رخسار پیٹے اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی طرح کی آوازیں لگائے۔'' ❷

اگر یہ روایت ثابت بھی ہو جائے تو ہمارا تو یہ اعتقاد ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا معصومہ عن الخطا نہیں تھیں اور نہ ہم ان کے معصوم ہونے کے دعوے دار ہیں اور نہ ہم نبی ﷺ کے کسی صحابی کے معصوم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ نیز عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے کیے پر ندامت کا اظہار اور اعتراف کیا کہ انھوں نے جو کچھ کیا، وہ خطا ہے۔ جس کی علت انھوں نے یہ بیان کی کہ وہ نوعمر تھیں اور بلاشک حادثہ بہت بڑا تھا اور مصیبت بہت بھاری تھی، جو نبی الامت ﷺ اور سیّدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے محبوب خاوند کی وفات کی وجہ سے ان پر آئی تھی۔

نیز ان کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنی اس غلطی سے توبہ کر لی تھی۔ اس لیے یہ ثابت نہیں کہ ان سے یہ فعل دوبارہ کبھی سرزد ہوا، جب ان کے والد محترم سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا ان کا کوئی اور

---

❶ الادب المفرد للبخاری، حدیث نمبر: ۹۵۳۔ المعجم الاوسط للطبرانی، ج ۱۸، ص ۳۳۹، حدیث نمبر: ۸۷۰۔ شعب الایمان للبیهقی، ج ۳، ص ۲۰۷، حدیث نمبر: ۳۳۳٦۔ ابن حبان نے الثقات، ج ٦، ص: ۳۲۰ پر کہا: اس میں ایک راوی زیاد بن ابی زیادہ جصاص ہے وہ اکثر اوقات وہم کرتا تھا اور مزی نے اسے تهذیب الکمال، ج ۱۵، ص: ۳۲٤ میں حسن کہا۔ مجمع الزوائد میں ہیثمی نے ج ۳، ص: ۱۰۸ پر حسن کہا۔ اسے طبرانی نے المعجم الاوسط اور المعجم الکبیر میں روایت کیا، مگر اختصار کے ساتھ اور اس میں ایک راوی زیاد الخصاص ہے۔ اس میں علماء جرح وتعدیل نے کچھ کلام کیا اور کچھ علماء نے اسے ثقہ قرار دیا۔ اتحاف الخیرة المهرة، ج ۲، ص: ٤۱۸ میں بوصیری نے اسے ضعیف کہا اور البانی رحمہ اللہ نے صحیح الادب المفرد، حدیث نمبر: ۹۵۳ میں اسے صحیح لغیرہ کہا۔

❷ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۱۲۹٤۔ یہ متن بخاری کا ہے۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۰۳۔

قریبی فوت ہوا تو کس طرح اس عمل پر ان کا مواخذہ کیا جائے گا، جس سے وہ توبہ کر چکی ہوں۔

دوسرا نکتہ

ان شبہات کا جائزہ جو اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین کے متعلق ہیں

پہلا شبہ:

اہل تشیع کہتے ہیں کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف کینہ رکھتی تھیں۔ روافضہ نے علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بغض کے لیے اس روایت سے استدلال کیا ہے جو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میمونہ (رضی اللہ عنہا) کے گھر میں بیمار ہوئے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے اجازت طلب کی کہ آپ کی تیمار داری میرے گھر میں کی جائے۔ سب نے آپ کو اجازت دے دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عباس اور ایک اور آدمی رضی اللہ عنہما کے سہارے وہاں سے روانہ ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں پاؤں زمین پر گھسٹ رہے تھے۔

عبیداللہ کہتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کیا تجھے معلوم ہے دوسرا آدمی کون تھا؟ وہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ لیکن عائشہ رضی اللہ عنہا اس سے دلی طور پر خوش نہ تھیں۔ [1]

شیعہ کہتے ہیں: وہ علی رضی اللہ عنہ کو پسند نہ کرتی تھیں نہ ان کے لیے کوئی بھلائی چاہتی تھیں اور نہ ہی اپنی زبان پر اس کا نام لیتی تھی۔ [2]

وہ روایت جو عام طور پر مشہور ہے، جس میں یہ زائد کلام نہیں ہے وہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت بیمار ہو گئے اور آپ کی تکلیف بڑھ گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے اجازت طلب کی کہ آپ کی عیادت میرے گھر میں ہو۔ سب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت دے دی۔ آپ دو آدمیوں کے درمیان میں پاؤں زمین پر گھسیٹتے ہوئے عباس بن عبدالمطلب اور ایک اور آدمی رضی اللہ عنہما کے درمیان آ رہے تھے۔

---

[1] مسند احمد، ج ٦، ص: ٣٤، حدیث نمبر: ٢٤١٠٧۔ اصل حدیث صحیحین میں ہے۔ (بخاری، حدیث نمبر: ١٩٨۔ مسلم، حدیث نمبر: ٤١٨۔) اس اضافے کے بغیر بخاری ومسلم میں ہے۔

[2] درج ذیل کتب شیعہ میں یہ شبہ موجود ہے: معالم المدرستین لمرتضی العسکری، ص: ٢٣٢۔ الغدیر للامینی، ج ٩، ص: ٣٢٤۔ فسألوا اہل الذکر لمحمد التیجانی السماوی، ص: ٣٢٣۔ خلاصۃ المواجہۃ لاحمد حسین یعقوب، ص: ١١١۔ دفاع من وحی الشریعۃ حسین الرجا، ص: ٣١٧۔

عبیداللہ کہتے ہیں: ''میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ بتلائے تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے سوال کیا: تمھیں معلوم ہے کہ وہ دوسرا آدمی کون تھا جس کا نام عائشہ رضی اللہ عنہا نے نہیں لیا؟ بقول راوی میں نے کہا: پتا نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ علی رضی اللہ عنہ تھے۔''

مرتضیٰ حسینی نے کہا: (اس کا بیان کہ عائشہ رضی اللہ عنہا علی کے ساتھ بغض وحسد رکھتی تھیں اور وہ علی علیہ السلام کے قتل سے خوش ہوئیں) نیز عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی سابقہ حدیث میں ہے اور نعمان بن بشیر سے مروی حدیث میں بھی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت طلب کی تو انھوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی بلند آواز سنی وہ کہہ رہی تھیں، اللہ کی قسم! مجھے معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مجھ سے اور میرے باپ سے علی زیادہ محبوب ہے۔ دو بار یا تین بار یہ کہا۔ ابوبکر اجازت لے کر اندر آئے اور انھیں مخاطب کرتے ہوئے کہا: اے فلاں عورت کی بیٹی! کیا میں تیری بلند آواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہیں سن رہا؟ [1]

حدیث میں ہے: عائشہ نے جب علی علیہ السلام کے قتل کی خبر سنی تو خوشی سے یہ شعر پڑھا:

فَأَلْقَتْ عَصَاهَا وَ اسْتَقَرَّتْ بِهَا النَّوٰى
كَمَا قَرَّ عَيْنًا بِالْإِيَابِ الْمُسَافِرِ

''موت نے اپنی لاٹھی رکھ دی اور دور کی مسافت سے قرار پکڑا جس طرح مسافر کے لوٹنے سے آنکھ قرار پکڑتی ہے۔''

پھر یہ رافضی کہتا ہے کہ اس شعر کی مثال اس وقت دی جاتی ہے جب شدت سفر کے بعد راحت میسر آتی ہے اور غم واندوہ کے بعد کشادگی ملتی ہے۔ تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ شعر کہہ کر اپنے دل کی بھڑاس ہی نہیں نکالی بلکہ وہ علی علیہ السلام کی شہادت سے صراحتاً خوش ہوئی۔ [2]

---

[1] مسند أحمد، ج ٤، ص: ٢٧٥، حدیث نمبر: ١٨٤٤٤۔ سنن کبری للنسائی، ج ٥، ص: ١٣٩، حدیث نمبر: ٨٤٩٥۔ مسند بزار، ج ٨، ص: ٢٢٣، حدیث نمبر: ٣٢٧٥۔ شرح مشکل الآثار للطحاوی، ج ١٣، ص: ٣٣٣۔ ہیثمی نے مجمع الزوائد، ج ٩، ص: ١٢٩ پر کہا اس حدیث کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں اور اس کی سند کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری، ج ٧، ص: ٣٢ پر صحیح کہا اور الاجوبة المرضیة، ج ٢، ص: ٧٦٤ میں سخاوی نے اس کی سند کو صحیح کہا۔

[2] السبعة من السلف، ص: ١٦٩-١٧٠۔

اس شبہ کا ازالہ:

اوّل: ......پہلی حدیث میں یہ اضافہ کہ (عائشہ رضی اللہ عنہا اسے دل سے پسند نہیں کرتی تھیں) شاذ ہے، صحیح نہیں ہے۔ بخاری و مسلم کا اس اضافے سے احتراز اور زہری کے شاگردوں کا اس پر عدم اتفاق کی وجہ سے اس اضافے کے متعلق دل میں وسوسہ پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ زہری کے شاگردوں سے سفیان، عقیل اور شعیب نے اس اضافے کو نقل نہیں کیا۔ جبکہ معمر نے یہ اضافہ روایت کیا اور ابن مبارک نے معمر اور یونس دونوں کو ایک ہی حدیث میں جمع کر دیا ہے، لیکن شیخان نے یہ اضافہ نقل نہیں کیا۔ اگرچہ ان دونوں نے ابن مبارک کے واسطے سے معمر سے روایت کی۔ مزید برآں موسیٰ بن ابی عائشہ نے اس اضافہ میں زہری کی متابعت نہیں کی۔

اسی طرح زہری سے جنھوں نے اس اضافے کے بغیر حدیث روایت کی ابراہیم بن سعد بھی ہے جو الطبقات میں ہے۔ ❶ حدیث سے پہلے بلا واسطہ سوال نقل کرتا ہے تو بیہقی نے دلائل ❷ میں مغازی ابن اسحٰق سے یونس بن بکیر کی سند سے یہ حدیث نقل کی اور مغازی میں ابن حجر کی یہی سند ہے۔ اسے ابن اسحٰق نے یعقوب بن عتبہ سے، اس نے زہری سے روایت کیا اور اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں جبکہ ابن اسحٰق نے تحدیث کی صراحت کی ہے۔

اسی طرح ابن اسحٰق نے زہری سے بلاواسطہ بھی یہ حدیث روایت کی۔ اس میں بھی یہ الفاظ نہیں۔ تو جن راویوں نے یہ حدیث اضافہ مذکورہ کے بغیر روایت کی ان میں سفیان بن عیینہ، شعیب، عقیل، ابراہیم بن سعد، یعقوب بن عتبہ اور ابن اسحٰق ہیں البتہ معمر اضافے کے ساتھ متفرد ہے۔

امام بخاری و مسلم نے بھی یہ حدیث روایت کی لیکن اضافے سے احتراز پر دونوں متفق ہیں، حالانکہ دونوں نے یہ حدیث معمر سے روایت کی گویا حدیث میں ان الفاظ کا اضافہ صحیح نہیں۔ ❸

دوم: ......اگر فرض کر لیں کہ یہ روایت صحیح ہے، تو پھر بھی شارحین حدیث نے اس کا جواب متعدد طریقوں سے دیا ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دوسرے آدمی کا نام ابہام میں رکھا اس لیے کہ ساری مسافت میں کوئی ایک مخصوص نہ رہا۔ بلکہ کبھی تو فضل بن عباس رضی اللہ عنہما آپ کو کندھا دیتے اور کبھی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

---

❶ طبقات الکبری لابن سعد، ج ۲، ص: ۲۳۱۔

❷ دلائل النبوۃ، ج ۷، ص: ۱۶۹

❸ نقد حدیث کے یہ اقتباسات ہشام بن بہرام کی مشارکت سے ویب سائٹ "ملتقی اهل الحدیث" سے لیے گئے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کندھا دیتے۔ ❶

نیز بتقاضا ہائے بشریت ان دونوں نفوس قدسیہ رضی اللہ عنہما کے درمیان کچھ نفسانی عوارض واقع ہو بھی گئے ہوں تو ان پر انھیں نہ ملامت کی جا سکتی ہے اور نہ ہی ان کا کوئی قول وفعل حرام کی حد عبور کرتا ہے۔ خصوصاً جب عائشہ رضی اللہ عنہا کوئی ایسی بات کہہ دیتی ہوں جس سے نفس انسانی کو ایذاء پہنچے کیونکہ علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عائشہ رضی اللہ عنہا سے علیحدگی کا مشورہ دیا تھا۔ ❷

انسان اس شخص کو دیکھنا پسند نہیں کرتا جو اسے کسی ناپسندیدہ بات کی یاد دلائے۔ یا اسے دیکھ کر اسے کوئی ایسا واقعہ یاد آ جائے جو گزر تو چکا ہو لیکن اس کا اثر ابھی انسان پر باقی ہو اور گزشتہ جملوں کی وضاحت کرنے والی قریب ترین روایت وہ ہے جو امام بخاری لائے ہیں اور جو صحابی جلیل وحشی رضی اللہ عنہ ❸ سے مروی ہے۔ جنھوں نے اسلام سے پہلے سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ ❹ کو شہید کیا تھا۔ تو اسلام لانے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا تو نے حمزہ کو قتل کیا؟ (وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) میں نے کہا: وہ ساری خبر آپ سن چکے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے لیے ممکن ہے کہ تم اپنا چہرہ مجھ سے چھپا لو؟ ❺

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''اس حدیث میں یہ بات ہے کہ آدمی اس شخص کو دیکھنا ناپسند کرتا ہے۔ جس نے اس کے کسی قریبی یا دوست کو تکلیف پہنچائی ہو، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان دونوں کے درمیان ایسی دوری ہو جس سے منع کیا گیا ہے۔'' ❻

---

❶ فتح الباری لابن حجر، ج ۲، ص: ۱۵٦۔

❷ یہ اہل تشیع کا شبہ ہے اور اس کا جواب آگے آئے گا۔

❸ وحشی بن حرب حبشی رضی اللہ عنہ ابو دسمہ۔ اسلام لانے سے پہلے غزوۂ احد میں انھوں نے بہترین آدمی سیّدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور اسلام لانے کے بعد بدترین آدمی مسیلمہ کذاب کے قتل میں جنگ یمامہ کے دن حصہ لیا۔ ۴۴ ہجری میں وفات پائی۔ (الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۱، ص: ٤٩٦۔ الاصابة لابن حجر، ج ٦، ص: ٦٠١۔)

❹ حمزہ بن عبدالمطلب بن ہاشم ابو عمارہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور رضاعی بھائی تھے۔ سیّد الشہداء ان کا لقب ہے۔ اسد اللہ اور اسد الرسول بھی کہا جاتا ہے۔ ان کے اسلام لانے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کفار پر غلبے کی راہ ہموار ہوگئی۔ بدر میں موجود تھے۔ غزوہ احد ۳ ہجری میں شہید ہوئے اور ان کا مثلہ کیا گیا۔ (الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۱، ص: ۱۰۹، الاصابة لابن حجر، ج ۲، ص: ۱۲۱۔)

❺ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٤٠٧٢۔

❻ فتح الباری لابن حجر، ج ۷، ص: ۳۷۱۔ تعریف عام بدین الاسلام علی طنطاوی، ص: ۱۷٦۔

گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وحشی رضی اللہ عنہ کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ شاید کہ حمزہ رضی اللہ عنہ یاد آ جائیں کیونکہ ان کی افسوس ناک موت اور مثلے کا آپ کے دل پر گہرا اثر تھا اور جو کچھ واقعہ افک میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے معاملے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر اثر ہوا وہ بھی کم نہ تھا۔ جیسا کہ اس کی شدت الم کی خبر واقعہ افک میں بیان کردہ حدیث سے واضح ہے۔ ❶

یہ چیز بخوبی معلوم ہے کہ انسان کسی واقعہ کا تذکرہ ایک مدت تک پسند نہیں کرتا، پھر کچھ عرصے بعد دل اس کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور تعلقات نہایت خوشگوار ہو جاتے ہیں بلکہ احسان کی آخری حد کو چھونے لگتے ہیں اور یہی کچھ سیّدہ عائشہ اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہما کے درمیان حاصل ہوا، ان دونوں کے آخری ایام میں تعلقات باہمی نہایت خوشگوار ہو گئے تھے۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ان کے باہمی خوشگوار تعلقات کے ضمن میں گزر چکا ہے۔ (آئندہ صفحات میں جب واقعہ جمل پر بحث کی جائے گی تو وہاں بھی یہ موضوع زیر بحث آئے گا۔)

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ گواہی کافی ہے جو انھوں نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے دی کہ جس میں انھوں نے نہ کچھ تبدیلی کی اور نہ وہ خود بدلے اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا لوگوں کو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلافت کے لیے بیعت کرنے کا مشورہ دینا اس بات کی کھلی دلیل ہے۔

سوم:......اگر ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اس خبر میں اجتہاد صحیح ہو تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے صرف نام نہیں لیا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ترک جائز پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں: جب اہل و عیال، بھائیوں اور دوستوں میں ناراضگی ہو تو ایسے میں کسی کا نام نہ لینا جائز ہے۔ مثلاً کھلتے ہوئے چہرے سے نہ ملنا وغیرہ البتہ سلام و کلام ترک کرنا حرام ہے۔ ❷

اس روایت پر کلام کرتے ہوئے زرقانی لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ انسانی جبلت کے مطابق پیش آیا۔ جس میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر کوئی ملامت نہیں اور نہ علی رضی اللہ عنہ پر کچھ بوجھ ہے......'' ❸

یہ مسئلہ ہر انسان کے ساتھ لازماً جڑا ہوا ہے حتیٰ کہ ایک ہی خاندان کے افراد کے درمیان مثلاً بھائی

---

❶ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب مجھ پر بہتان لگا تو میں نے چاہا کہ اپنے آپ کو کنویں میں گرا دوں۔ (مسند بزار، ج ۱۸، ص: ۲۱۲۔ المعجم الاوسط للطبرانی، ج ۱، ص: ۱۸٤۔) یہ روایت محمد بن خالد بن خداش نے اپنے باپ سے روایت کی ہے اور وہ دونوں متکلم فیہ ہیں۔

❷ فتح الباری لابن حجر، ج ۱۰۔ ص: ٤۹۷۔

❸ شرح الزرقانی علی المواهب اللدنية، ج ۱۲، ص: ۸٤۔

آپس میں ناراض ہو جاتے ہیں یا بھائی بہن کے ساتھ ناراض ہو جاتا ہے تو وہ صرف ایک دوسرے کا نام لینا چھوڑ دیتے ہیں اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھی یہی عادت تھی وہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خوش ہوتیں (تو قسم اٹھاتے ہوئے) وَ رَبِّ مُحَمَّدٍ فرماتیں، یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی قسم! اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی معاملہ میں کوئی تلخی ہوتی تو وہ قسم اٹھاتے ہوئے فرماتیں وَ رَبِّ اِبْرَاهِيْمَ ''ابراہیم کے رب کی قسم!'' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی معرفت کے بارے میں انھیں بتایا تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: میں صرف آپ کا نام ہی تو چھوڑتی ہوں۔ گویا غصہ یا ناراضی اور چیز ہے اور دلی بغض و کینہ اور چیز ہے۔ چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے ناراض ہونا ممکن ہے، لیکن یہ کہنا جس طرح رافضی کہتے ہیں کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغض رکھتی تھیں، غلط ہے۔ یقیناً وہ اس الزام سے بری ہیں۔

اگر کبھی کبھار سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے دل میں علی رضی اللہ عنہ کے متعلق کچھ تلخی محسوس کرتی تھیں جو انسانی فطرت کا تقاضا ہے تو اسی طرح کتنے ہی مواقع پر ان کے موافق بھی ہوتی تھیں۔ لیکن یہ محال ہے کہ وہ ہمیشہ کے لیے ان کے خلاف کینہ اور دائمی عداوت رکھتی تھیں، بلکہ یہ چیز عائشہ رضی اللہ عنہا کی فطرت سے بہت بعید ہے۔ کیونکہ جو لوگ واقعہ افک میں ملوث تھے وہ ان کے خلاف دل میں کبھی کچھ محسوس نہ کرتی تھیں۔ حالانکہ وہ واقعہ ان پر سب سے بڑی مصیبت بن کر آیا تھا اور جو لوگ اس میں ملوث تھے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ان کو عفو و درگزر بدلے میں ملا۔ حتیٰ کہ جب کوئی آپ رضی اللہ عنہا کے سامنے ان لوگوں میں سے کسی کے خلاف کوئی بات کرتا تو آپ رضی اللہ عنہا ان کا دفاع کرتی تھیں۔

مثلاً حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا معاملہ ہی لے لیجیے، یہ بھی واقعہ افک میں ملوث لوگوں میں شامل تھے، بلکہ اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے بڑھ چڑھ کر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف باتیں کرتے تھے۔ اس کے باوجود سیّدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کبھی ان کے خلاف اپنے دل میں کینہ نہ رکھا۔ بلکہ انھیں برا کہنے سے یا ان کے ساتھ بدسلوکی کے ساتھ پیش آنے سے وہ منع کیا کرتی تھیں۔

چنانچہ صحیحین میں روایت ہے کہ سیّدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے جبکہ وہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو برا کہہ رہے تھے، فرمایا: تم ان کو برا مت کہو، کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا کرتے تھے۔ [1]

---

[1] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۵۳۱۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۴۸۷۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مسروق کو بھی ایسی ہی تلقین کی۔ ❶

کیا یہ بات ممکن ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حسان رضی اللہ عنہ کی نیکیوں کی تو ان کے دل میں قدر ہو اور وہ اپنے ساتھ اس کی برائی سے چشم پوشی کریں جس سے ان کو بے انتہاء اذیت کا سامنا کرنا پڑا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے احسانات کی ان کے دل میں کوئی قدر نہ ہو جو ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور اللہ عزوجل کے دین کی سربلندی کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر جہاد کرتے رہے......؟

بلاشبہ جس شخص نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اخلاق کا مطالعہ کیا اور ان کے مناقب کے بارے میں پڑھا وہ ان کے لامحدود عفو و درگزر کے بارے میں بخوبی جانتا ہے۔ ان اشخاص کے بارے میں کہ جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آزمائشیں برداشت کیں اگر ان کی طرف سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو کوئی اذیت پہنچی تو صدق دل سے سیّدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انھیں معاف کر دیا۔ جبکہ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ پر تو بہت بڑی بڑی آزمائشیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے آتی رہیں۔ جو شخص سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اخلاق، مناقب اور ان کے لامحدود عفو و درگزر کو جانتا ہے وہ یہ بات بخوبی سمجھتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان جو تلخی یا چپقلش تھی وہ ویسی ہی تھی جو سسرالی رشتہ داروں کے درمیان ہوتی ہے۔ جیسا کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود بتایا اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کی بات کی تصدیق کی۔ ❷

چہارم: ...... یہ کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہایت شفقت والا معاملہ کرتی تھیں اور ان کے لیے اپنے دل میں بے حد تکریم اور تعظیم محسوس کرتی تھیں۔ ❸

اگر یہ کہا جائے کہ ان دونوں کے درمیان کچھ ان بن تھی تو گزشتہ صفحات میں یہ بات گزر چکا ہے کہ ان دونوں میں زندگی کے آخری لمحات میں نہایت خوشگوار تعلقات قائم ہو چکے تھے اور باہمی تکریم و توقیر بحال ہو چکی تھی۔ جس کا اعتراف کچھ شیعوں نے بھی کیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مسئلہ پوچھنے والوں کو عموماً سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجتی تھیں اور یہ کوئی بعید نہیں کہ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اپنا اجتہاد ہو۔ کیونکہ سیّدنا علی اور عائشہ رضی اللہ عنہما کے آخری دنوں میں تعلقات نہایت عمدہ اور مثالی تھے، بالخصوص جنگ جمل کے بعد جیسا کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میرے اور علی رضی اللہ عنہما کے درمیان پہلے

---

❶ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٤١٤٦۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ٢٤٨٨۔

❷ الصاعقة فی نسف اباطیل و افتراء ات الشیعة لعبد القادر محمد عطاء صوفی، ص: ١٧٥-١٧٧۔

❸ تفصیل کے لیے گزشتہ صفحات کا مطالعہ کیجیے۔

کی کوئی بات نہ تھی سوائے جو عورت اور اس کے سسرالیوں کے درمیان ہوتی ہے اور بلاشبہ انھوں نے حسن نیت کے ساتھ میرا مواخذہ کیا۔ ❶

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی دوسری حدیث کہ جس کے الفاظ یہ ہیں: ''اللہ کی قسم! میں جانتی ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک علی رضی اللہ عنہ مجھ سے اور میرے باپ سے زیادہ محبوب ہیں اور آپ رضی اللہ عنہا نے یہ بات دو یا تین مرتبہ کہی۔'' ❷

تو یہ اضافہ ہے جس کے متعلق ہیثمی نے کہا: ''اسے ابو داؤد نے علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ محبت کے تذکرہ کے بغیر روایت کیا ہے۔'' ❸

اگر اس اضافے کو صحیح مان بھی لیا جائے تو اس میں علی رضی اللہ عنہ کے لیے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بغض کی کوئی دلیل نہیں اور اگر ایسے ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بات پر خاموش نہ رہتے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نسبت بعض پہلوؤں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب ہوں۔ جس طرح کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے دیگر پہلوؤں کی نسبت زیادہ محبوب ہوں۔ جہاں تک علی رضی اللہ عنہ کی شہادت سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خوشی کا معاملہ اور اس موقع پر ان کے شعر کہنے کی بات ہے تو اسے طبری نے اپنی تاریخ میں روایت کیا جو بلاسند ہے۔ جبکہ ابو الفرج اصفہانی نے اسے اپنی کتاب ''مقاتل الطالبیین'' میں سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس نے کہا: مجھے محمد بن حسین اشنانی نے حدیث سنائی، اس نے کہا، ہمیں موسیٰ بن عبدالرحمٰن مسروقی نے حدیث سنائی، اس نے کہا: ہمیں عثمان بن عبدالرحمٰن نے حدیث سنائی، اس نے کہا: ہمیں اسماعیل بن راشد نے اپنی سند کے ساتھ حدیث سنائی، اس نے کہا: ''جب عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پہنچی تو انھوں نے یہ شعر پڑھ کر اپنا حال بیان کیا......'' ❹

اصفہانی علوی شیعہ ہے۔ ❺

---

❶ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔ ❷ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔ ❸ مجمع الزوائد للهیثمی، ج ۹، ص: ۱۲۷۔ اس روایت کی علت یونس بن ابی اسحاق ہے۔ اس میں شدید قسم کی غفلت پائی جاتی تھی اور امام احمد رحمہ اللہ نے کہا: لوگوں کی حدیث سے اس کی حدیث میں اضافے ہوتے ہیں۔ عبداللہ بن احمد نے اپنے باپ سے روایت کی۔ اس کی حدیث مضطرب ہے۔ (تهذیب التهذیب لابن حجر، ج ۱۱، ص: ۳۸۱۔)

❹ مقاتل الطالبيين لابی الفرج اصفهانی، ج ۱، ص: ۵۵۔

❺ سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۱٦، ص: ۲۰۲۔

خطیب نے اس کی سند محمد بن حسن بن حسین نوبختی تک پہنچائی ہے۔ ❶

اس نے کہا: ''ابو الفرج اصبہانی سب سے بڑا جھوٹا ہے، وہ کتابوں کے بازار میں جاتا اور وہاں کتابوں سے بھری ہوئی دکانیں ہوتیں، وہ وہاں سے بکثرت صحائف خریدتا اور اپنے گھر لاتا۔ پھر اس کی سب روایات ان صحائف سے ہوتیں۔'' ❷

شاید یہ سند بھی انہی صحائف میں سے ہے۔ کیونکہ اس میں اسماعیل بن راشد اپنی سند کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتا ہے اور اسی اسماعیل کے متعلق کتب جرح و تعدیل میں کچھ نہیں ملتا اور نہ ہی یہ کسی کو معلوم ہے کہ وہ کب فوت ہوا ہے۔ نہ یہ پتا ہے کہ اس کے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان کتنے راوی ہیں، پھر اس سے روایت کرنے والا راوی عثمان بن عبدالرحمٰن طرائفی ہے۔ یہ صدوق ہے اس کی اکثر روایات ضعفاء اور مجہول راویوں سے ہوتی ہیں، اسی لیے اسے ضعیف کہا گیا، حتیٰ کہ ابن نمیر نے اس کی نسبت کذب کی طرف کر دی ہے۔ ❸

اصبہانی نے یہ تدلیس کی ہے کہ اس نے عثمان بن عبدالرحمٰن کی کنیت بیان نہیں کی تاکہ اسے پہچانا نہ جا سکے اور تاکہ یہ گمان کیا جائے کہ وہ کوئی ثقہ راوی ہے۔ کیونکہ متعدد ثقات راوی اس نام میں مشترک ہیں اور جب طرائفی اور اسماعیل بن راشد کے اساتذہ اور شاگردوں کے متعلق تحقیق کی گئی تو یہ امر موکد ہو گیا کہ یہ طرائفی ہی ہے اور سند کے ردّ کرنے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ طرائفی سند میں موجود ہے۔

دوسرا شبہ:

اہل تشیع کا یہ کہنا کہ ''عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو محروم کر دیا۔''

اہل روافض کہتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث کا مطالبہ کیا حالانکہ اس نے خود روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مورث نہیں بنائے جائیں گے اور اس نے اس روایت کو دلیل بناتے ہوئے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث سے محروم کر دیا اور شیعہ مفید کی روایت کو دلیل بناتے ہیں کہ مجھے ابوالحسن علی بن محمد الکاتب نے حدیث بیان کی، اس نے کہا: مجھے حسن بن علی زعفرانی نے حدیث سنائی،

---

❶ حسن بن حسین بن علی ابو محمد نوبختی معتزلی شیعہ ہے۔ اس کا حدیث کا سماع صحیح ہے، حدیث میں ثقہ ہے۔ ۴۵۲ ہجری میں فوت ہوا۔ (میزان الاعتدال للذھبی، ج ۱، ص: ٤٨٥۔ تاریخ بغداد للخطیب، ج ٧، ص: ٢٩٩۔)

❷ تاریخ بغداد للخطیب البغدادی، ج ١١، ص: ٣٩٨۔

❸ تقریب التھذیب لابن حجر، ج ١، ص: ٦٦٢۔

اس نے کہا ہمیں ابو اسحق ابراہیم بن محمد ثقفی نے حدیث سنائی، اس نے کہا: ہمیں حسن بن حسین انصاری نے حدیث سنائی، اس نے کہا: ہمیں سفیان نے فضیل بن زبیر کے واسطے سے حدیث سنائی، اس نے کہا: مجھے فروہ بن مجاشع نے ابو جعفر محمد بن علی علیہ السلام کے واسطے سے حدیث سنائی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور (ان سے) کہا، آپ مجھے وہ عطایا دیں جو مجھے میرے والد (ابوبکر رضی اللہ عنہ) اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دیتے تھے۔ انھوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: مجھے کتاب و سنت میں تمہارے لیے ایسی کوئی دلیل نہیں ملتی اور تمہارا باپ اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما اپنی صوابدید پر تمھیں دیتے تھے، لیکن میں ایسا نہیں کروں گا۔ سیّدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس سے کہا: آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث سے میرا حصہ دے دیں۔ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: کیا تو اور مالک بن اوس نصری نہیں آئے تھے اور تم دونوں نے گواہی نہیں دی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مورث نہیں بنائے جائیں گے حتیٰ کہ تم دونوں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس کی میراث سے روک دیا اور تم دونوں نے اس کا حق باطل کر دیا؟ تو آج تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث کیسے طلب کرتی ہو۔ چنانچہ وہ چھوڑ کر واپس چلی گئیں۔ ❶

اس شبہ کا ازالہ:

یہ کلام انتہائی درجے کا باطل ہے اور رافضی اس سے اس روایت کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں جو بخاری نے اپنی صحیح میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ نافع سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انھیں بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کے ساتھ وہاں کے پھلوں یا زرعی پیداوار میں نصف پر معاملہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کو وہاں سے حاصل شدہ اسّی (۸۰) وسق کھجور اور بیس (۲۰) وسق جو دیا کرتے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے خیبر کے تمام محصولات کو عام مسلمانوں پر تقسیم کر دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو وسق اور زمین میں اختیار دے دیا۔ کچھ نے وسق پسند کیے اور کچھ نے زمین لے لی۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی ان میں شامل تھیں جنھوں نے زمین لی۔ ❷

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کو نفقہ دیا کرتے اور آپ کی وفات کے بعد بھی یہ انھیں ملتا رہا، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا یَقْتَسِمُ وَرَثَتِی دِینَارًا مَا تَرَکْتُ --بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِیْ وَمُؤْنَةِ عَامِلِیْ-

---

❶ الامالی للمفید، حدیث نمبر: ۳۔ بحار الانوار للمجلسی۔

❷ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۳۲۸۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۵۵۱۔

فَهُوَ صَدَقَةٌ))

''میری وراثت بصورت دینار تقسیم نہیں ہوگی۔ میری بیویوں کے نفقہ کے بعد اور میرے لیے عمل کرنے والوں کے خرچ کے بعد میں نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے۔''❶

یہ اس لیے تھا کہ جب نبی ﷺ کی بیویوں نے دنیا اور اس کے سامان کے برعکس اللہ، اس کے رسول اور دارِ آخرت کو اپنے لیے چن لیا تو ان کے لیے خوراک اور نان ونفقہ کا بندوبست کرنا ضروری ہو گیا۔ لیکن یہ میراث کی شکل نہ تھی اور اسی لیے ان کی رہائش گاہوں میں کسی نے ان سے تنازع نہ کیا۔ کیونکہ یہ سب کچھ ان کے اخراجات میں شمار ہوتا تھا جسے نبی ﷺ نے اپنی زندگی میں اپنے ہاتھ سے ان کے لیے مخصوص کیا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِيْ......))❷

''میں نے اپنی بیویوں کے نفقہ کے بعد جو کچھ چھوڑا۔''

اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات کے وارثوں نے کبھی ان کے گھروں میں میراث کا مطالبہ نہیں کیا اور اگر گھر ازواج النبی کی ملکیت میں ہوتے تو وہ ان کے وارثوں کی طرف منتقل ہو جاتے اور ان کے وارثوں کا اپنے حقوق کو ترک کرنا بھی اس کی دلیل ہے۔ اس لیے جب سب ازواج النبی وفات پا گئیں تو ان کے گھروں کو مسجد کی توسیع میں شامل کر لیا گیا تاکہ تمام مسلمان فائدہ اٹھائیں، جیسے کہ ان نفقات کے ساتھ کیا گیا جو ان کو ملتے تھے۔ و اللہ اعلم. ❸

نبی کریم ﷺ کی بیویاں آپ کے ترکہ میں سے ایک درہم کی بھی وارث نہیں بنیں۔ صحیح بخاری و مسلم میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب نبی ﷺ نے وفات پائی تو آپ کی بیویوں نے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو (امیر المومنین) سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی وراثت کے سوال کے لیے بھیجنا چاہا۔ تب عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس موقع پر کہا: کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا:

((لَا نُوْرَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ))❹

---

❶ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۷۷۶۔ صحیح مسلم: ۱۷۶۰۔ ❷ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

❸ فتح الباری، باب ما جاء فی بیوت ازواج النبی ﷺ، ج ۶، ص: ۲۱۱۔ اسی طرح، باب قول النبی ﷺ لا نورث ما ترکنا فهو صدقة، ج ۱۲، ص: ۷۔

❹ صحیح بخاری، رقم الحدیث: ٤٠٣٤۔ صحیح مسلم: رقم الحدیث: ۱۷۵۸۔

''ہمارے وارث نہیں بنائے جاتے۔ہم جو چھوڑیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔''

جہاں تک سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو میراث سے محروم کرنے کا معاملہ ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا نُوْرَثُ ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ)) ❶

''ہمارے وارث نہیں بنائے جاتے ،ہم جو چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔''

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث نہ بنایا جانا **قطعی سنت اور** اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے اور یہ دونوں **قطعی** دلیلیں ہیں۔'' ❷

سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جانا اور فدک سے اپنی میراث طلب کرنا اور سابقہ حدیث کی روشنی میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جواب دینا، جس کی وجہ سے فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہو کر چلی گئیں۔ اس کا سبب یہ بنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا مفہوم سمجھنے میں ان کو غلطی لگی جیسا کہ ابن حجر رحمہ اللہ نے وضاحت کی۔ ❸

لیکن یہ اختلاف اس وقت ختم ہو گیا جب ابوبکر رضی اللہ عنہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر چلے گئے اور ان کی منت سماجت کر کے انھیں منایا۔ جیسا کہ امام بیہقی نے اپنی سند کے ذریعے شعبی سے روایت کیا ہے کہ جب فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس جانے کے لیے اجازت طلب کی۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے فاطمہ! یہ ابوبکر ہیں۔ آپ کے پاس آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں؟ انھوں نے کہا: انھیں اجازت دے دیں۔ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے پاس جا کر ان کی منت سماجت کرنے لگے۔ انھوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے اپنا گھر، مال اور اہل و عیال ترک کر دیا ہے۔ صرف اللہ اور اس کے رسول کی رضا مقصود ہے اور تم اہل بیت کی رضا چاہتا ہوں، پھر انھیں راضی کرنے لگے بالآخر وہ راضی ہو گئیں۔ ❹

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا: ''یہ سند جید و قوی ہے اور بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ عامر شعبی نے علی سے سنا ہے یا اس سے سنا ہے جس نے علی سے سنا ہے۔'' ❺

---

❶ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

❷ منهاج السنة النبوية لابن تيمية ، ج ٤ ، ص: ٢٢٠۔

❸ فتح الباري لابن حجر ، ج ٦ ، ص: ٢٠٢۔

❹ اسے بیہقی نے روایت کیا ہے۔ ج ٦ ، ص ٣٠١ ، حدیث نمبر: ١٢٥١٥۔ بیہقی نے کہا: یہ صحیح اسناد کے ساتھ مرسل حسن ہے۔

❺ البداية و النهاية لابن كثير ، ج ٨ ، ص: ١٩٦۔

جب سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ کے ساتھ وہی کچھ کیا جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا تھا تو انھوں نے بھی کسی کو اس کا مالک نہیں بنایا۔ ❶

البتہ وہ حدیث جو مفید نے روایت کی، اس کی سند میں ابراہیم بن محمد ثقفی ہے۔ "لسان المیزان" کے مصنف نے اس کے بارے میں لکھا ہے: ''ابن ابی حاتم نے کہا: یہ مجہول ہے۔ امام بخاری نے کہا: اس کی حدیث صحیح نہیں ہوتی۔ ابن عدی نے کہا: اس کی حدیث صحیح نہیں ہے اور ابونعیم نے تاریخ اصفہان میں کہا: شیعیت میں یہ غالی تھا۔ اس کی حدیث متروک ہے۔ ❷

تاہم حسن بن حسین انصاری حسن بن حسین عرنی کوفی ہے۔ اس کے بارے میں علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے لسان المیزان میں لکھا: ''ابو حاتم نے کہا: ان کے نزدیک یہ صدوق نہیں اور شیعہ کے سرغنوں میں سے ہے۔ ابن عدی نے کہا: اس کی حدیث ثقات کی حدیث جیسی نہیں ہوتی۔ ابن حبان نے کہا: وہ اثبات سے مخلوط روایات بیان کرتا ہے اور مقلوب روایات سناتا ہے۔'' ❸

علاوہ ازیں میں اس میں یہ اضافہ کرتا ہوں کہ اس حدیث کی سند میں متعدد مجہول راوی ہیں اور وہ سب جنھوں نے ابوجعفر تک سند بیان کی، جس نے عثمان سے کبھی ملاقات نہ کی یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ چھپن یا ستاون ہجری میں پیدا ہوا، یعنی عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کے کئی سال بعد۔ اس بحث سے یہ واضح ہوگیا کہ یہ روایت ساقط ہے۔ و الحمد للہ . ❹

تیسرا نکتہ: ...... دیگر شبہات

پہلا شبہ:

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سمیت تمام ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت میں سے نہیں۔'' ❺

اہل تشیع کا یہ دعویٰ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے نہیں اور وہ اہل بیت میں علی، فاطمہ، حسن، حسین اور حسین رضی اللہ عنہم اجمعین کی اولاد میں سے صرف اپنے بارہ اماموں کو شمار

---

❶ شرح مسلم للنووی، ج ۱۲۔ ص: ۷۳۱۔

❷ لسان المیزان لابن حجر، ج ۱، ص: ۴۳۔

❸ المصدر السابق، ج ۱، ص: ۱۹۹۔

❹ غیر مطبوعہ بحث بعنوان عائشة ام المومنین لهانئ محمد عوضین۔

❺ موقف الشیعة الاثنی عشریة من الصحابة رضی اللہ عنہم لعبد القادر محمد عطاء صوفی، ص: ۱۲۳۴-۱۲۴۰۔

کرتے ہیں اور ان کے علاوہ ہر کسی کو اہل بیت سے خارج کرتے ہیں، حتیٰ کہ علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہما کی دیگر اولاد کو بھی اہل بیت میں شمار نہیں کرتے۔

اس لیے ان کے نزدیک علی رضی اللہ عنہ کی دیگر اولاد اہل بیت میں شمار نہیں ہوتی جیسے محمد بن حنفیہ، ابوبکر، عمر، عثمان، عباس، جعفر، عبداللہ، عبیداللہ، یحییٰ اور نہ ہی ان کے بارہ بیٹے اور ان کی اٹھارہ یا انیس بیٹیاں (اختلاف روایات کی بنا پر)، اسی طرح انھوں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی دیگر بیٹیوں کو بھی اہل بیت سے نکال دیا ہے، جیسے زینب، ام کلثوم اور ان دونوں کی اولاد کو۔ اسی طرح وہ حسن بن علی کی ساری اولاد کو اہل بیت سے نکالتے ہیں۔ بلکہ وہ حسین کی اکثر اولاد پر جھوٹ، فسق و فجور حتیٰ کہ کفر وارتداد تک کے بہتان لگاتے ہیں۔ اسی طرح وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچوں اور پھوپھیوں کے بیٹوں اور ان کی اولاد کو گالیاں دیتے ہیں، حتیٰ کہ علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ ابو طالب کی دیگر اولاد سے بھی وہ یہی سلوک کرتے ہیں، اسی طرح وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تینوں بیٹیوں زینب، ام کلثوم اور رقیہ رضی اللہ عنہن کو سوائے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ان سب کے خاوندوں اور اولادوں کو اہل بیت میں شمار نہیں کرتے۔ [1]

راجح قول:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے بارے میں صحیح ترین قول یہ ہے کہ جن پر صدقہ لینا حرام ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں شمار ہوگا، جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب اولاد اور عبدالمطلب کی نسل سے ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت اور وہ بنو ہاشم بن عبد مناف ہیں اور صحیح مسلم کی روایت دلالت کرتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے ہیں۔ [2]

عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب سے روایت ہے کہ وہ اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس غرض سے گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں صدقہ وصول کرنے کے لیے بھیجیں۔ تاکہ وہ اتنا مال کما لیں جس سے وہ دونوں شادی کر سکیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا: ''آل محمد کو صدقہ نہیں لینا چاہیے، کیونکہ یہ لوگوں کی میل کچیل ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کی شادی کرانے کا

---

[1] اس موضوع کے مطالعہ کے لیے ان کی معتبر کتب جیسے ''فرق الشیعۃ'' لابی محمد الحسن بن موسی نوبختی کی طرف رجوع کریں۔ ص: ۳۹-۴۰۔ اور ''اعیان الشیعۃ'' للسید محسن امین، ج ۱، ص: ۱۱۔ البحث الاوّل اور ''الشیعۃ فی عقائدھم و احکامھم'' للسید امیر محمد الکاظمی القزوینی، ص: ۱۶۔

[2] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۰۷۲۔

حکم دیا اور خمس سے ان دونوں کا مہر ادا کیا۔

کچھ اہل علم جیسے امام شافعی اور امام احمد نے بنو مطلب بن عبد مناف کو بھی صدقہ کی حرمت میں بنو ہاشم کے ساتھ شامل کیا ہے۔ کیونکہ خمس کے پانچویں حصے کے عطیات میں وہ بھی ان کے شریک ہوتے ہیں۔ یہ بخاری کی اس حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے۔ ❶

سیّدنا جبیر بن مطعم سے روایت ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنو عبد شمس اور بنو نوفل کے بجائے بنو عبد المطلب اور بنو ہاشم کو ایک جیسے عطیات دیا کرتے، کیونکہ بنو مطلب اور بنو ہاشم ایک ہی چیز تھے۔

جہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کا آپ کے اہل بیت میں شمار ہونے کی دلیل ہے تو اس کے لیے قرآن وسنت میں متعدد دلائل ہیں۔

اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿وَ قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۚ﴿۳۳﴾ وَ اذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَ الْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿۳۴﴾﴾ (الاحزاب: ۳۳-۳۴)

''اور اپنے گھروں میں ٹکی رہو اور پہلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح زینت ظاہر نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کر دے اے گھر والو! اور تمھیں پاک کر دے، خوب پاک کرنا اور تمہارے گھروں میں اللہ کی جن آیات اور دانائی کی باتوں کی تلاوت کی جاتی ہے انھیں یاد کرو۔ بے شک اللہ ہمیشہ سے نہایت باریک بین، پوری خبر رکھنے والا ہے۔''

چنانچہ یہ آیت حتمی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو اہل بیت میں شمار کر رہی ہے۔ کیونکہ آیات کے سیاق وسباق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں سے ہی خطاب کیا گیا ہے۔ نیز صحیح مسلم کی حدیث اس کے منافی نہیں ہے۔ ❷

---

❶ صحیح بخاری: ۳۱۴۰۔

❷ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک صبح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے تو آپ نے سیاہ بالوں کی ایک دھاری دار چادر اوڑھ رکھی تھی۔ اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حسن بن علی رضی اللہ عنہما آئے تو آپ نے انھیں اپنی چادر کے اندر کرلیا۔ پھر حسین رضی اللہ عنہ آئے تو انھیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر کے اندر کرلیا۔ پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں تو انھیں بھی آپ نے چادر میں داخل کرلیا۔ پھر علی رضی اللہ عنہ آئے تو انھیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر کے اندر کرلیا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿٣٣﴾﴾

(الاحزاب : ۳۳)

''اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کردے اے گھر والو! اور تمھیں پاک کردے، خوب پاک کرنا۔''

اس آیت کریمہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں سے ہی خطاب کیا گیا ہے اور وہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں پہلے سے شامل ہیں اور اس حدیث سے پتا چلا کہ علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان چاروں کو اہل بیت سے مخصوص کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ صرف یہی چاروں ہی اہل بیت ہیں اور دوسرے قرابت دار اہل بیت نہیں بلکہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ یہ چاروں افراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ترین اور محبوب ترین ہیں۔

اس آیت کی مثال کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں آپ کی آل میں داخل ہیں اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گزشتہ روایت کہ علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل میں شامل ہیں اس کی مثال اللہ عزوجل کا یہ فرمان ہے:

﴿لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ﴾ (التوبۃ : ۱۰۸)

''یقیناً وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی۔''

اس فرمان الٰہی میں مراد مسجد قباء ہے اور صحیح مسلم کی حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے [1] کہ اس سے مراد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے۔ اس قسم کی مثالیں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے پیش کی ہیں۔ [2]

---

[1] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۳۹۸۔ [2] فضل اهل البیت و حقوقهم لابن تیمیة، ص، ۲۰۔

آپ ﷺ کی تمام بیویاں لفظ ''آل'' کے عموم میں آ جاتی ہیں، کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک صدقہ محمد ﷺ اور آل محمد کے لیے حلال نہیں۔'' اور اس بات کی دلیل یہ ہے کہ خمس سے ازواج النبی علیہ السلام کا نان ونفقہ نکالا جاتا تھا۔

اسی طرح ابن ابی ملیکہ نے جو روایت کی ہے: بے شک خالد بن سعید نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف صدقہ کی ایک گائے بھیجی تو انھوں نے یہ کہہ کر لوٹا دی کہ ہم آل محمد ہیں ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں۔ ❶

کتنے تعجب کی بات ہے کہ آپ ﷺ کے اس فرمان میں آپ کی ازواج کیسے شامل نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا)) ❷

''اے اللہ! تو آل محمد کو اتنی روزی دے کہ وہ صرف زندہ رہ سکیں۔''

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قربانی کرتے وقت آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَنْ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ.)) ❸

''اے اللہ یہ محمد اور آل محمد کی طرف سے ہے۔''

اسی طرح سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ''رسول اللہ ﷺ کی آل نے کبھی گندم کی روٹی سیر ہو کر نہیں کھائی۔'' ❹

اور نمازی کا اپنی نماز میں یہ کہنا: ''اے اللہ! تو محمد اور آل محمد پر رحمتیں بھیج۔'' ❺

یقیناً صدقہ محمد اور آل محمد کے لیے حلال نہیں۔ ❻ سیّدنا معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ

---

❶ مصنف ابن ابی شیبة، ج ۳، ص: ۲۱٤۔ تاریخ بغداد للخطیب بغدادی، ج ۸، ص، ۳۸۔

❷ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٦٤٦٠۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۰۵۵۔

❸ مسند أحمد، ج ٦، ص ۳۹۱، حدیث نمبر: ۲۷۲۳٤۔ مسند بزار، ج ۹، ص ۳۱۸، حدیث نمبر: ۳۸٦۷۔ طبرانی، ج ۱، ص ۳۱۱، حدیث: ۹۲۰۔ الحاکم، ج ۲، ص: ٤۲۵۔ بیهقی، ج ۹، ص ۲۵۹، حدیث نمبر: ۱۹٤۸۲۔ سیّدنا ابورافع رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔ امام حاکم نے کہا، اس کی سند صحیح ہے لیکن بخاری و مسلم نے اسے روایت نہیں کیا اور ہیثمی نے مجمع الزوائد، ج ٤، ص: ۲٤ پر اس کی سند کو حسن کہا ہے۔
علامہ البانی رحمہ اللہ نے سلسلة الاحادیث الضعیفة، حدیث نمبر: ٦٤٦١ میں کہا ان تمام جملوں کے ساتھ یہ منکر ہے۔

❹ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۵٤۲۳۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۹۷۰۔

❺ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۳۷۰۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ٤۰٦۔

❻ تاریخ بغداد للخطیب البغدادی، ج ۸، ص: ۳۸۔

لوگوں کی میل کچیل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں تو اس سے بچنے اور ان سے دُور رہنے کی زیادہ حق دار ہیں۔ [1]

ازواج مطہرات کو اہل بیت میں شمار نہ کرنے والوں کا ردّ

الف:......لغوی اعتبار سے:

الاهل للبيت:...... گھر والوں سے مراد اس میں رہنے والے ہیں۔

اهل القرى:......بستیوں میں رہنے والے۔

الاهل للمذهب:......مذہب اختیار کرنے والے اور مخصوص اعتقاد رکھنے والے۔

اور بطور مجاز کہا جاتا ہے:

الاهل للرجل:...... مرد کی بیوی اور اس کے ساتھ اولاد بھی شامل ہوتی ہے۔ اسی معنی میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿وَ سَارَ بِاَهْلِهٖ﴾ (القصص: ۲۹) ''اور اپنے گھر والوں کو لے کر چلا'' یعنی اپنے اہل و عیال کے ساتھ۔

اهله اور اهلته:......ہم معنی ہیں۔

الاهل للنبی ﷺ:...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں، بیٹیاں، آپ کے داماد علی رضی اللہ عنہ یا آپ سے متعلقہ دیگر عورتیں۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ اہل سے مراد وہ مرد جو ان کی اولاد سے ہوں، اس میں پوتے اور نواسے بھی شامل ہیں۔ اسی معنی میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَ اْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾ (طه: ۱۳۲)

''اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور اس پر خوب پابند رہ۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾

(الاحزاب: ۳۳)

---

[1] جلاء الافهام لابن قيم، ص: ۲۱۸۔ فضل اهل بيت و علو مكانتهم عند اهل السنة و الجماعة لعبد المحسن بن حمد العباد البدر، ص: ٦-١٢۔

''اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کر دے اے گھر والو! اور تمھیں پاک کر دے، خوب پاک کرنا۔''

اور فرمایا:

﴿ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝ ﴾ (هود: ٧٣)

''اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں تم پر اے گھر والو! بے شک وہ بے حد تعریف کیا گیا، بڑی شان والا ہے۔''

''ہر نبی کے اہل'' سے مراد اس کی امت اور اس کی ملت والے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ كَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ ۪ ﴾ (مريم: ٥٥)

''اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا۔''

راغب [1] نے کہا اور مناوی [2] نے اس کی متابعت کی۔

اہل الرجل:...... جو لوگ اس کے ساتھ ہوں نسب، دین، پیشہ، گھر یا شہر وغیرہ میں۔

درحقیقت اہل الرجل:...... جو اس کے ساتھ ایک رہائش گاہ میں رہتے ہوں، پھر اس معنی کو وسیع کیا گیا۔ یہ بھی ایک رائے ہے۔ جو لوگ نسب وغیرہ کے ساتھ اکٹھے ہوں اور مطلق طور پر اس لفظ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان مراد لیا جاتا ہے۔ [3]

---

[1] حسین بن محمد بن مفضل ابو القاسم اصفہانی۔ الراغب کے نام سے مشہور ہے۔ العلامہ، الماہر، المحقق، الباہر، ذہین وفطین، اہل کلام میں سے تھا، حتیٰ کہ امام غزالی کا ہم پلہ شمار ہوتا ہے۔ اس کی تصنیفات ''مفردات الفاظ القرآن الکریم'' اور ''الذریعة الی مکارم الشریعة'' ہیں۔ ۵۰۲ ہجری میں فوت ہوا۔ (سير اعلام النبلاء للذهبي، ج ١٨، ص: ١٢٠۔ الاعلام للزركلي، ج ٢، ص: ٢٥٥۔)

[2] عبدالرؤوف بن تاج العارفین بن علی المناوی، الحافظ، الفقیہ شافعی المذہب۔ ۹۵۲ ہجری میں پیدا ہوا۔ تصنیف وتحقیق میں مشغول ہو گیا۔ کھانا کم کھاتا اور رات کو دیر تک بیدار رہتا۔ اس کی تصنیفات میں سے ''فيض القدير شرح الجامع الصغير'' اور ''شرح شمائل الترمذي'' ہیں۔ ۱۰۳۱ میں فوت ہوا۔ (الاعلام للزركلي، ج ٦، ص: ٢٠٤۔ هدية العارفين لاسماعيل باشا البغدادي، ج ٥، ص: ٥١٠۔)

[3] تاج العروس للزبيدي، ج ٢٨، ص: ٤١۔ ابن منظور کہتے ہیں: کسی آدمی کے اہل سے مراد وہ لوگ ہوتے ہیں جو اس کے لیے سب سے زیادہ خاص ہوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے مراد آپ کی بیویاں، آپ کی بیٹیاں، آپ کے داماد یعنی علی و عثمان رضی اللہ عنہما ہیں اور ایک رائے یہ بھی ہے وہ مرد اور عورتیں جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی وہ آپ کی آل میں سے ہیں۔ (لسان العرب، ج ١١، ص: ٢٩۔)

درج بالا تعریفات کے خلاصے کے طور پر ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ بیویاں تو اہل بیت کے مفہوم میں داخل ہی ہیں۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں اور جب مفہوم میں وسعت پیدا کر دی جائے تو آدمی کی اولاد اور اس کے اقارب بھی اس کے اہل بیت میں شامل ہو جاتے ہیں۔

ب:...... آیاتِ قرآنی کے اعتبار سے:

قرآن کریم کی آیات سے اس بات کی تاکید اور تائید ہوتی ہے کہ بیویاں اہل (گھر والوں) میں داخل ہیں۔ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے قصہ میں یہ دلیل ہے کہ جب اللہ عزوجل کے فرشتے ابراہیم کے پاس بشارت لے کر آئے تو اللہ سبحانہ نے سیاق کلام میں فرمایا:

﴿وَ امْرَاَتُهٗ قَآىِٕمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ ۝ قَالَتْ یٰوَیْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ ۝ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ ؕ﴾

(ھود: ۷۱-۷۳)

''اور اس کی بیوی کھڑی تھی، سو ہنس پڑی تو ہم نے اسے اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوش خبری دی۔ اس نے کہا، ہائے میری بربادی! کیا میں جنوں گی، جب کہ میں بوڑھی ہوں اور یہ میرا خاوند ہے بوڑھا، یقیناً یہ تو ایک عجیب چیز ہے۔ انھوں نے کہا، کیا تو اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہے؟ اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں تم پر اے گھر والو!''

چنانچہ اللہ عزوجل نے اہل البیت کا لفظ فرشتوں کی زبانی ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کے لیے بولا، اس کا کوئی دوسرا مفہوم نہیں اور اس بات کا اعتراف و اقرار علماء شیعہ میں سے طبرسی [1] نے (مجمع البیان) میں کیا۔ کاشفی نے ''منہج الصادقین'' میں کیا۔

اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَ سَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ﴾

(القصص: ۲۹)

''پھر جب موسیٰ نے وہ مدت پوری کر دی اور اپنے گھر والوں کو لے کر چلا تو اس نے پہاڑ کی

---

[1] فضل بن حسن بن فضل ابوعلی طبرسی مفسر لغوی فرقہ امامیہ کے علماء میں سے ہے۔ اس کی تصنیفات ''مجمع البیان فی تفسیر القرآن و الفرقان'' اور ''مختصر الکشاف'' ہیں۔ ۵۴۸ ہجری میں فوت ہوا۔ (الاعلام للزرکلی، ج ۵، ص: ۱۴۸)

طرف سے ایک آگ دیکھی۔''

اس آیت میں اہل موسیٰ سے مراد ان کی بیوی ہے اور شیعہ کا بھی یہی مذہب وعقیدہ ہے جیسا کہ طبرسی نے سورہ النحل کی تفسیر میں کہا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖ﴾ (النمل : ۷) ''یعنی جب موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا۔'' یعنی ان کی بیوی اور وہ شعیب علیہ السلام کی بیٹی تھیں۔ [1]

بالکل اسی اسلوب اور اسی معنی میں اس وقت بھی اہل البیت کا لفظ استعمال کیا گیا جب سورۂ احزاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا تذکرہ کیا گیا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا﴾

(الأحزاب : ۳۳)

''اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کر دے اے گھر والو! اور تمھیں پاک کر دے، خوب پاک کرنا۔''

تو اس آیت میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں سے خطاب کیا گیا ہے اور خصوصی طور پر اس سے پہلے جو آیات ہیں اور اس کے بعد جو آیات ہیں ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کا تذکرہ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے شروع ہوتی ہیں: ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ﴾ ''اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دے۔'' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ.....﴾ ''اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخری گھر کا ارادہ رکھتی ہو'' پھر اللہ تعالیٰ نے مکرر ارشاد فرمایا: ﴿یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ﴾ ''اے نبی کی بیویو!'' پھر خصوصی طور پر انھیں مخاطب کرتا ہے: ﴿وَ مَنْ یَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ﴾ ''اور تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے گی۔'' پھر اللہ تعالیٰ انھیں مخاطب کرتا ہے: ﴿یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ﴾ ''اے نبی کی بیویو! تم عورتوں میں سے کسی ایک جیسی نہیں ہو'' اور اس کے بعد فرماتا ہے: ﴿وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِیْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا﴾ ''اور اپنے گھروں میں ٹکی رہو اور پہلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح زینت ظاہر نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے

[1] مجمع البيان للطبرسي، ج ٤، ص: ٢١١ـ تفسير القمي، ج ٢، ص: ١٣٩ـ نور الثقلين للعروس الحويزي، منهج الصادقين للكاشاني۔

کہ تم سے گندگی دور کر دے اے گھر والو! اور تمھیں پاک کر دے، خوب پاک کرنا۔'' پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں سے دوبارہ خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿وَ اذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَ الْحِكْمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ۝﴾

''اور تمھارے گھروں میں اللہ کی جن آیات اور دانائی کی باتوں کی تلاوت کی جاتی ہے انھیں یاد کرو۔ بے شک اللہ ہمیشہ سے نہایت باریک بین، پوری خبر رکھنے والا ہے۔''

اسی بنیاد پر جو بھی ان آیات کو پڑھے گا اسے علم ہو جائے گا کہ یہ آیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے بارے میں نازل ہوئیں اور بار بار انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والیاں (اہل البیت) کہہ کر مخاطب کیا گیا اور ان کے ساتھ کسی اور کا تذکرہ نہیں کیا گیا۔

ج:......سنت نبوی سے ثبوت:

متفق علیہ روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئے تو اُن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں مخاطب کیا: ''السلام علیکم اهل البیت و رحمة الله''......اے گھر والو! تم پر سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو۔ تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں کہا: ''آپ پر بھی سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو۔''[1]

چادر والی حدیث:

صفیہ بنت شیبہ بیان کرتی ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سیاہ بالوں کی دھاری دار چادر تھی۔ اس دوران حسن بن علی رضی اللہ عنہما آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چادر میں لپیٹ لیا، پھر حسین رضی اللہ عنہ آئے تو اسے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر میں لپیٹ لیا۔ پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں تو اسے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر میں لپیٹ لیا۔ پھر علی رضی اللہ عنہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بھی چادر میں لپیٹ لیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝﴾

(الاحزاب: ٣٣)

''اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کر دے اے گھر والو! اور تمھیں پاک کر دے، خوب

---

[1] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٤٧٩٣۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ١٤٢٨۔

پاک کرنا۔'' ❶

عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ تو آپ (میری والدہ) ام سلمہ کے گھر میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور ان کو چادر سے ڈھانپ دیا اور علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ پیچھے تھے۔ ان سب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر سے ڈھانپ دیا۔ پھر فرمایا: ''اے اللہ! یہ میرے گھر والے ہیں تو ان سے نجاست دُور کر دے اور ان کو پاک کر دے اچھی طرح پاک کرنا۔'' ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! کیا میں بھی ان کے ساتھ ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اپنی جگہ پر رہو اور تم بھلائی پر ہو۔'' ❷

سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علی، حسن، حسین اور فاطمہ رضی اللہ عنہم پر چادر ڈال دی اور فرمایا: اے اللہ! یہ میرے گھر والے اور میرے خاص لوگ ہیں۔ تو ان سے نجاست دُور کر دے اور ان کو اچھی طرح پاک کر دے، ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں بھی ان کے ساتھ ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو نیکی کی طرف گامزن ہے۔'' ❸

اس معنی کا احتمال بھی ہے کہ تم بھلائی پر ہو اور تم اپنی جگہ رہو۔ یعنی تم تو میرے اہل بیت میں سے ہو اور تمھیں چادر کے نیچے آنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی کی

---

❶ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

❷ سنن الترمذی، حدیث نمبر: ۳۲۰۵۔ طبرانی، ج ۹، ص ۲۵، حدیث نمبر: ۸۳۱۱۔ امام ترمذی نے کہا: یہ غریب ہے اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح سنن ترمذی میں صحیح کہا۔

❸ سنن الترمذی: ۳۸۷۱۔ مسند أحمد، ج ٦، ص: ٣٠٤، حدیث نمبر: ٢٦٦٣٩۔ طبرانی، ج ۲۳، ص ۳۳۳، ح: ٧٦٨۔ مسند أبی یعلی، ج ١٢، ص ٤٥١، حدیث نمبر: ٧٠٢١۔ ترمذی نے اسے حسن کہا اور اس باب میں سب روایات سے عمدہ یہی روایت ہے اور حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب، ج ۲، ص: ۲۹۷ میں کہا: اس کی متعدد اسناد ہیں اور البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح سنن ترمذی، ح: ۳۸۷۱ میں صحیح لغیرہ کہا۔ حاکم نے اسے ایک اور سند کے ساتھ روایت کیا، ج ۳، ص: ۱۵۸ اور بیہقی نے ج ۲، ص: ۱۵۰، حدیث نمبر: ۲۹۷۵ اور بغوی رحمہ اللہ نے شرح السنۃ، ج ۷، ص: ۲۰۴ میں کچھ الفاظ کے اختلاف کے ساتھ روایت کیا۔ اس کی سند کو حاکم نے صحیح کہا۔ جیسا کہ سنن کبری للبیہقی، ج ۲، ص: ۱۵۰۔ پر ہے۔ اور بغوی نے کہا: اس کے راوی ثقات ہیں۔ اور ذہبی رحمہ اللہ نے ''المہذب، ج ۲، ص: ۵۹۷ میں کہا اس کی سند صالح ہے اور اس میں کچھ منکر بھی ہے اور شوکانی نے فتح القدیر، ج ۴، ص: ۳۹۲ میں کہا اس کے ساتھ تمسک کیا جا سکتا ہے اور اس کی متعدد اسناد ہیں۔
علامہ مبارک پوری رحمہ اللہ نے کہا: ام سلمہ نے کہا: اے اللہ کے نبی! کیا میں بھی ان کے ساتھ ہوں؟ یہاں شروع میں صرف استفہام مقدر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اپنی جگہ پر رہو اور تم بھلائی پر ہو۔''

وجہ سے وہاں آنے سے روک دیا۔ ❶

شیخ محمد طاہر بن عاشور تونسی رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر کرتے ہوئے کہا:

﴿ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴾

(الأحزاب : ٣٣)

''اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کر دے اے گھر والو! اور تمھیں پاک کر دے، خوب پاک کرنا۔'' ❷

اہل تشیع حدیث کساء کو غلط طور پر پیش کرتے ہیں اور انھوں نے اہل بیت کا وصف غصب کر لیا اور اسے صرف فاطمہ، ان کے خاوند اور ان دونوں کے دونوں بیٹوں رضی اللہ عنہم تک محدود کر لیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں اہل البیت میں شامل نہیں۔ یہ موقف قرآن کے خلاف ہے، کیونکہ اس آیت کو نعوذ باللہ من ذلک بے معنی بنا دیا گیا ہے جو خصوصی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو خطاب کر رہی ہے اور حدیث کساء (چادر والی حدیث) میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے یہ مفہوم نکلے کہ اہل بیت کی اصطلاح صرف چادر والوں کے لیے خاص ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: ((هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي)) میں ایسا کوئی لفظ نہیں جو قصر اور تحدید کا فائدہ دے کہ صرف یہی میرے گھر والے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بالکل اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی لوط علیہ السلام کی زبان سے جو الفاظ کہلوائے انہی کی طرح ہیں:

﴿ قَالَ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ ضَيْفِي فَلَا تَفْضَحُونِ ﴾ (الحجر : ٦٨)

''اس نے کہا یہ لوگ تو میرے مہمان ہیں، سو مجھے ذلیل نہ کرو۔''

اس آیت کا قطعاً یہ معنی نہیں کہ ان کے علاوہ میرا کوئی مہمان نہیں وگرنہ روافض کے کیے جانے والے

---

❶ تحفة الأحوذی بشرح جامع الترمذی للمبارکفوری، ج ۹، ص: ٤٨۔

❷ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے مجھے حدیث سنائی کہ یہ آیت ان کے گھر میں نازل ہوئی ﴿ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴾ تو انھوں نے کہا: میں دروازے کے قریب بیٹھی ہوئی تھی تو میں نے کہا: اے رسول اللہ! کیا میں اہل بیت میں سے نہیں ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم بھلائی کی طرف ہو۔ بے شک تم نبی کی بیویوں میں سے ہو۔''

وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، علی، فاطمہ اور حسن وحسین سب گھر میں تھے رضی اللہ عنہم۔ (اسے ابونعیم اصبہانی نے معرفة الصحابة، ج ٦، ص: ٣٢٢٢، حدیث نمبر: ٧٤١٨ میں روایت کیا۔ نیز شرح مشکل الآثار للطحاوی، ج ٢، ص: ٢٣٨ دیکھیں۔)

معنی کا تقاضا ہے کہ آیت اپنے سیاق وسباق سے لاتعلق اور منقطع ہو جائے۔ جو نظم قرآنی کے خلاف ہے۔
بہر حال جو عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما کی روایت میں الفاظ ہیں کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول ! کیا میں بھی ان کے ساتھ ہوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اپنی جگہ پر رہو اور تم بھلائی پر ہو۔'' اس حدیث میں روافض کو وہم ہوا ہے اور اسی وہم کی بنیاد پر انھوں نے گمان باطل کر لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اہل بیت میں شمار کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ جہالت کی انتہا ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سوال کے مطابق ہی انھیں جواب دیا۔

یہ آیت ام سلمہ کے اور ان کی سوکنوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس لیے انھیں تو ان (چادر والوں) کے ساتھ الحاق کی کوئی ضرورت نہ تھی اور مزید یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے دعا کرتے کہ اللہ ان سے نجاست دُور کر دے اور انھیں پاک کر دے۔ ایسی چیز کو حاصل کرنے کی دعا جو حاصل ہو چکی ہو۔ یہ آداب دعا کے منافی ہے۔ جیسا کہ شہاب الدین قرافی نے تحریر کیا ہے کہ دعا کی دو اقسام ہیں: (۱) جس دعا کی اجازت دی گئی ہو۔ (۲) جو دعا ممنوع ہو۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی تعلیم کے لیے تھا۔

کچھ روایات کے الفاظ یہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو کہا: ''بے شک تم تو نبی کی بیوی ہو۔''
یہ الفاظ مراد سمجھنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان ''بے شک تو بھلائی پر ہے'' سے زیادہ واضح ہیں۔ [1]
روافض یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ تطہیر سے پہلی آیات مونث کے صیغہ کے ساتھ ہیں جبکہ آیت تطہیر مذکر کے صیغہ کے ساتھ آئی ہے۔ آیت تطہیر کے بعد والی آیت بھی مونث کے صیغے کے ساتھ آئی ہے۔ چنانچہ اس سے مراد صرف علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم ہیں، کیونکہ وہ مذکر ہیں۔

جواب:

اوّل:......اثنی عشریہ آیت تطہیر میں لفظ (عنکم) اور (یطھرکم) سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ اس میں صرف مذکروں کو خطاب ہے ﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا﴾ اس لیے امہات المومنین اہل بیت والے جملے میں شامل نہیں۔ یہ استدلال اور دعویٰ باطل ہے اور ان کی تردید اس طرح ہوتی ہے کہ جب مذکر اور مونث کے صیغے اکٹھے آتے ہیں تو مذکر

[1] التحریر و التنویر لابن عاشور، ج ۲۲، ص: ۱۷۔ بیان موقف شیخ الاسلام و امام اکبر محمد طاھر بن عاشور تیونسی من الشیعۃ من خلال تفسیرہ التحریر و التنویر لخالد احمد الشامی۔

کا غلبہ ہوتا ہے۔ جبکہ آیت عام ہے تمام اہل البیت مرد و زن کو خطاب ہے۔ اس لیے مناسب یہی تھا کہ مذکر کا صیغہ لایا جاتا۔ [1]

قرآن کریم میں اس طرح کی مثالیں سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کے قصے میں بار بار آئی ہیں جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے حکایتاً بیان کیا کہ انھوں نے ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سارہ علیہا السلام کو اسحٰق اور اس کے بعد یعقوب علیہ السلام کی بشارت دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ امْرَاَتُهٗ قَآىِٕمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ ۝ قَالَتْ یٰوَیْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ ۝ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝﴾ (ھود: ۷۱-۷۳)

''اور اس کی بیوی کھڑی تھی، سو ہنس پڑی تو ہم نے اسے اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوش خبری دی۔ اس نے کہا، ہائے میری بربادی! کیا میں جنوں گی، جب کہ میں بوڑھی ہوں اور یہ میرا خاوند ہے بوڑھا، یقیناً یہ تو ایک عجیب چیز ہے۔ انھوں نے کہا، کیا تو اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہے؟ اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں تم پر اے گھر والو! بے شک وہ بے حد تعریف کیا گیا، بڑی شان والا ہے۔''

چنانچہ ابتدائے آیات میں ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ کو مونث کے صیغوں سے خطاب کیا گیا ہے، مثلاً ﴿فَبَشَّرْنٰهَا﴾ و ﴿قَالَتْ یٰوَیْلَتٰۤى﴾ ﴿اَتَعْجَبِیْنَ﴾ پھر آیات کا اسلوب خطاب مونث سے مذکر کی طرف تبدیل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ ؕ﴾ اسی طرح صیغہ مونث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے لیے استعمال کیا گیا اور پھر مونث سے مذکر میں تبدیل کر دیا گیا۔ یہ وہی صورت ہے جو سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کے ساتھ پیش آئی۔

دوم:...... اگر ہم کہیں کہ آیت تطہیر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے لیے آنے والا مونث کا صیغہ مذکر میں تبدیل ہو گیا۔ اس لیے رافضیوں کے کہنے کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں اہل البیت میں شامل نہیں ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بھی نص قرآنی میں داخل نہیں اور یہ ایسی بات

---

[1] موقف الشیعة الاثنی عشریه من الصحابة رضی اللہ عنہم لعبد القادر محمد عطاء صوفی، ص: ۱۲۴۰ و فضل آل البیت للمقریزی، ص: ۳۲-۳۵۔

ہے جس کے روافض بھی دعوے دار نہیں، کیونکہ یہی آیت ان کے نزدیک مسئلہ کی اساس اور بنیاد ہے گویا شیعہ کے باطل دعووں پر یہ ردّ قوی وصریح ہے۔

اگر رسول اللہ ﷺ کی طرف سے سیّدنا علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو اہل البیت میں اضافی طور پر شامل نہ کیا جاتا تو آیت کریمہ تو رسول اللہ ﷺ کی بیویوں تک ہی محدود ومقصور ہوتی۔ جس طرح کہ ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سارہ علیہا السلام کے ساتھ اور موسیٰ علیہ السلام کی بیوی کے ساتھ ہوا، چنانچہ قرآن کریم وضاحت کر رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بیویاں ہی آپ کی اہل البیت ہیں، لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ اضافی طور پر علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو بھی شامل کر لیا اور یہ لغت عربی کے اسلوب اور ثقافت کے ساتھ میلان رکھتا ہے۔ نیز جو لوگوں کے ہاں مروج ہے اور رافضیوں کے باطل دعووں کے برعکس ہے۔

سوم: ......سیّدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیّدنا ونبیّنا رسول اللہ ﷺ کے گھروں کے تذکرے میں مونث سے مذکر کے صیغے میں تبدیلی کیوں ہوئی؟

جواب:

کیونکہ گھر سب سے پہلے نبی علیہ السلام کا گھر ہے۔ جب اس میں کوئی غلطی واقع ہو تو سب سے پہلے گھر کے مالک کا نام لیا جاتا ہے۔ اس سے پہلے کہ گھر کے دوسرے افراد کا نام لیا جائے، کیونکہ انجام کار طعن و تشنیع کا اصل نشانہ نبی ﷺ کی شرافت و نبوت کو بنایا جائے گا۔ نبی ﷺ کی بیویاں آپ ﷺ کے گھر والے (اہل البیت) ہیں اور گھر والوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر قسم کی نجاست سے پاک ہوں اور طہارت ونفاست ان کی پہچان ہو۔

گویا آیات کریمہ میں نبی علیہ السلام کو اس کی بیویوں سمیت مخاطب کیا گیا ہے اور دلالت حدیث کے ذریعے علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم ان میں اضافی طور پر شامل ہیں اور یہ اسلوب لغت عربی کا اسلوب ہے کہ جس میں مذکر کو مخاطب کیا جاتا ہے، لیکن اس سے مراد مذکر اور مونث دونوں ہوتے ہیں اور اسے غالب اسلوب یا تغلیبی اسلوب کہتے ہیں اور یہ قرآن میں بکثرت استعمال ہوا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ (البقرة: ١٠٤) ''اے ایمان والو!''

تو اس آیت میں مومن مرد اور مومن عورتیں سب شامل ہیں۔ [1]

---

[1] غیر مطبوعہ مقالہ بعنوان امنا عائشة ملكة العفاف لشحاته محمد صقر۔

دوسرا شبہ:

روافض کہتے ہیں: ''بے شک عائشہ کے گھر سے فتنہ نکلا۔''

اثنا عشریہ کہتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر فتنہ گری کا مرکز ومحور تھا اور وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے استدلال کرتے ہیں جس میں ان کے گمان کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فتنہ مشرق سے نکلے گا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف اشارہ کیا۔''

یہ حدیث کتب اہل السنہ میں دو قسم کے متون کے ساتھ وارد ہے:

۱۔ صحیح بخاری میں سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف اشارہ کر کے تین بار فرمایا:

((هُنَا الْفِتْنَةُ ثَلَاثًا مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ)) [1]

''یہاں فتنہ ہے جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوتا ہے۔''

۲۔ دوسری روایت صحیح مسلم کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((رَأْسُ الْكُفْرِ مِنْ هَاهُنَا مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ))

''کفر کا سر یا سربراہ یہاں سے آئے گا جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوتا ہے، یعنی مشرق کی طرف سے۔'' [2]

رافضیوں نے اپنے گمان باطل کے مطابق اس عبارت سے استدلال کیا ہے ((فَأَشَارَ نَحْوَ مَسْكَنِ عَائِشَةَ)) ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف اشارہ کیا۔'' جو پہلی روایت میں ہے اور دوسری عبارت یوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کفر کا سر یہاں ہے۔ اہل روافض چاہتے ہیں کہ ان عبارات سے یہ نتیجہ نکالیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے فتنہ نکلے گا اور وہی رافضیوں کے کہنے کے مطابق مصدر ومنبع فتنہ ہے۔ [3]

---

[1] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۱۰۴۔ [2] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۹۰۵۔

[3] الطرائف لابن طاؤس، ص: ۲۹۷۔ الصراط المستقیم للبیاضی، ج ۳، ص: ۱۴۲-۱۶۴۔ الکشکول لحیدر الآملی، ص: ۱۷۷-۱۷۸۔ احقاق الحق للتستری، ص: ۳۰۶-۳۱۰۔ المراجعات للموسوی، ص: ۲۶۸۔ کتاب السبعة من السلف لمرتضی الحسین، ص: ۱۷۶۔ فاسألوا اهل الذكر لمحمد التیجانی سماوی، ص: ۱۰۵۔

ردِّ شبہ:

اوّل:...... نبی کریم ﷺ کا مقصد یہ بتانا تھا کہ مرکز فتن مشرق کی جانب ہے۔ یہ مقصود ہرگز نہ تھا کہ مرکز فتنہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر ہے۔ کیونکہ اصلاً وہ گھر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نہیں، بلکہ خود رسول کریم ﷺ کا تھا۔ اس لیے اس گھر کو مرکز فتنہ کہنا بہت ہی ظلم اور کفر کی بات ہے۔ ویسے بھی اس حدیث کے سارے متن اس بات پر متفق ہیں کہ فتنوں کا منبع مشرق ہے۔ جب مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کی جائے قیام (منبر) کو تصور میں لائیں اور اس جگہ کا کوئی اعتبار نہیں جہاں کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا: چاہے آپ ﷺ نے منبر پر فرمایا ہو یا اپنی زوجہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے سامنے کھڑے ہو کر فرمایا ہو، یا اپنی زوجہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکلتے وقت یہ فرمایا ہو۔ یا آپ مدینہ کے کسی کھنڈر یا ٹیلے [1] پر چڑھ کر یہ فرما رہے ہوں، یا کہیں اور کھڑے ہو کر فرما رہے ہوں جیسا کہ دیگر صحیح روایات میں موجود ہے۔ بعض روایات کی تصریح کے مطابق نبی ﷺ اور مشرق کے درمیان بیت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے وجود کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کا مقصود وہی تھا کہ یہاں فتنہ ہے۔

جگہ یا وقت کا تذکرہ حدیث کے مفہوم پر اثر انداز نہیں ہوتا اور ان روایات میں کوئی تعارض یا مخالفت نہیں کیونکہ حدیث میں بیان کرنا یہ مقصود ہے کہ فتنہ کی سمت مشرق ہوگی اور اسی معنی پر علم حدیث کی معرفت رکھنے والے بیشتر علماء کا اتفاق ہے۔ [2]

نیز ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بے شمار صحیح روایات میں وضاحت آ چکی ہے جو درج بالا معنی حدیث کی تاکید کرتی ہیں کہ آپ ﷺ کی مراد عراق تھی۔ جیسا کہ درج ذیل احادیث سے واضح ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۱:...... سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دیکھا، آپ ﷺ نے فرمایا:

((هَا إِنَّ الْفِتْنَةَ هَاهُنَا ، إِنَّ الْفِتْنَةَ هَاهُنَا ، مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ .))

''بے شک فتنہ یہاں ہے۔ بے شک فتنہ یہاں ہے جہاں شیطان کا سینگ طلوع ہوتا ہے۔'' [3]

حدیث نمبر ۲:...... دوسری روایت جو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب کہ

---

[1] اطم: اس کی جمع آطام ہے۔ بلند عمارت، جیسے قلعہ وغیرہ۔ (غریب الحدیث لابی عبید، ج ۲، ص: ۷۳۔ غریب الحدیث لابن قتیبه، ج ۲، ص: ۲۸٦۔ النهایة فی غریب الحدیث و الاثر لابن الاثیر، ج ۱، ص: ۵٤۔)

[2] الصاعقة فی نسف اباطیل الشیعة لعبد القادر محمد عطاء صوفی، ص: ۱٤۷۔

[3] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۲۷۹۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۹۰۵۔

آپ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کے پاس کھڑے ہوئے تھے:

((فَأَشَارَ بِيَدِهِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ ، فَقَالَ: اَلْفِتْنَةُ هَاهُنَا ، حَيْثُ يَطْلَعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ .))

''تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً مشرق کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''یہاں فتنہ ہے جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوتا ہے۔'' ❶

حدیث نمبر۳:...... ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک اور روایت میں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھ عراق کی جانب اشارہ کرتے ہوئے دیکھا (آپ فرما رہے تھے):

((هَا ، إِنَّ الْفِتْنَةَ هَاهُنَا ، هَا ، إِنَّ الْفِتْنَةَ هَاهُنَا ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنْ حَيْثُ يَطْلَعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ .))

''خبردار! بے شک فتنہ یہاں ہے۔ خبردار! بے شک فتنہ یہاں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا۔ جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوتا ہے۔'' ❷

حدیث نمبر۴:...... سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت کی اور فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا وَفِي يَمَنِنَا قَالَ قَالُوا وَفِي نَجْدِنَا قَالَ ، قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا وَفِي يَمَنِنَا قَالَ قَالُوا وَفِي نَجْدِنَا قَالَ قَالَ هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ)) ❸

''اے اللہ! تو ہمارے شام میں برکت ڈال، اے اللہ تو ہمارے یمن میں برکت ڈال۔'' سامعین نے کہا: اور ہمارے نجد میں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے اللہ! تو ہمارے شام میں برکت ڈال، اے اللہ تو ہمارے یمن میں برکت ڈال۔'' سامعین نے کہا: اے اللہ کے رسول! اور ہمارے نجد میں؟ بقول راوی میرے گمان کے مطابق تیسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

❶ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۹۰۵۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کے پاس کھڑے ہو کر اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ فرما رہے تھے: ''فتنہ یہاں ہے جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے۔'' آپ نے یہ بات دو یا تین بار ارشاد فرمائی۔ عبیداللہ بن سعد نے اپنی روایت میں کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کے پاس کھڑے تھے۔

❷ مسند احمد، ج ۲، ص: ۱۴۳، حدیث نمبر: ۶۳۰۲۔ احمد شاکر نے "تحقیق المسند" میں ج ۹، ص: ۱۰۵ پر اس کی سند کو صحیح کہا ہے اور شعیب ارناؤوط نے تحقیق "مسند احمد" میں اسے صحیح کہا اور اس نے کہا یہ شیخان کی شرط پر ہے۔

❸ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۷۰۹۴۔

''وہاں زلزلے اور فتنے ہیں اور وہیں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوتا ہے۔''

صحیح مسلم میں یہ روایت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ❶ سے مروی ہے، وہ کہتے تھے: اے اہل عراق! میں کسی صغیرہ گناہ کے بارے میں تم سے سوال نہیں کروں گا اور نہ میں تمھیں کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنے کی ترغیب دوں گا اور نہ دیتا ہوں۔ میں نے اپنے باپ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو کہتے ہوئے سنا، وہ فرما رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((اِنَّ الْفِتْنَةَ تَجِيْءُ مِنْ هَاهُنَا وَ اَوْمَاَ بِيَدِهٖ نَحْوَ الْمَشْرِقِ مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنَا الشَّيْطَانِ ، وَ اَنْتُمْ يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ)) ❷

''بے شک فتنہ یہاں سے آئے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے مشرق کی جانب اشارہ کیا جہاں سے شیطان کے دونوں سینگ طلوع ہوتے ہیں اور تم آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں مارو گے۔''

حدیث نمبر ۵:......سیّدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ ❸ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْاِيْمَانُ هَاهُنَا وَ اَشَارَ بِيَدِهٖ اِلَى الْيَمَنِ وَ الْجِفَاءُ وَ غِلَظُ الْقُلُوْبِ فِي الْفَدَّادِيْنَ ❹ عِنْدَ اُصُوْلِ اَذْنَابِ الْاِبِلِ مِنْ حَيْثُ يَطْلَعُ قَرْنَا الشَّيْطَانِ ، رَبِيْعَةَ ، وَ مُضَرَ .)) ❺

''ایمان یہاں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف اشارہ کیا اور جفا اور دلوں کی سختی

---

❶ سالم بن عبداللہ بن عمر۔ ابو عمر القرشی العدوی۔ فقیہ، حجہ، امام، زاہد، حافظ، مفتی المدینہ، یہ ان لوگوں میں سے تھے جنھوں نے علم و عمل اور زہد و شرف کو اکٹھا کیا۔ مدینہ منورہ کے فقہاء السبعہ میں سے ایک ہیں۔ ۱۰۶ یا ۱۰۸ ہجری میں وفات پائی۔
(سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ٤، ص: ٤٥٧۔ تهذیب التهذیب لابن حجر، ج ٢، ص: ٢٥٥۔)

❷ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ٢٩٠٥۔

❸ عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ ابو مسعود البدری جلیل القدر صحابی ہیں جو لوگ بیعت عقبہ میں حاضر تھے ان میں سب سے کم عمر یہی تھے۔ تقریباً سارے غزوات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں شریک ہوئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے موید ین میں سے تھے۔ ایک بار علی رضی اللہ عنہ نے انھیں کوفہ میں اپنا نائب بنایا۔ تقریباً ۴۰ ہجری میں وفات پائی۔ (الاستیعاب لابن عبد البر، ج ١، ص: ٣٣٠۔ الاصابة لابن حجر، ج ٤، ص: ٥٢٤۔)

❹ اَلْفَدَّادُوْنَ: جو کھیتوں میں کام کرتے ہوئے اپنے مویشیوں کو بلند آواز سے ہانکتے ہیں۔ (النهاية فی غريب الحديث و الاثر لابن الاثير، ج ٣، ص: ٤١٩۔)

❺ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٤٣٨٧۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ٥١۔

کاشتکاروں کے پاس ہے جو اونٹوں کی دموں کے پاس ہوتے ہیں۔ جہاں سے شیطان کے دونوں سینگ طلوع ہوتے ہیں۔ جو ربیعہ اور مضر کی سرزمین ہے۔''

ان احادیث میں کی گئی وضاحت سے بخوبی پتا چل رہا ہے کہ بیان نبوی کے مطابق سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہرگز مراد نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں اس وقت اہل مشرق کفر پر تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ فتنہ اس جانب سے ہوگا جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی تھی ویسے ہی ہوا اور اسلام میں سب سے پہلا فتنہ مشرق کی جانب سے اٹھا۔ جو امت مسلمہ میں تفرقہ کا سبب بنا اور یہی چیز شیطان کی پسندیدہ ہے اور وہ اسی سے خوش ہوتا ہے۔ اسی طرح بدعتی فرقے بھی اسی جانب سے نمودار ہوئے۔

علامہ خطابی رحمہ اللہ [1] لکھتے ہیں: ''نجد مشرق کی جانب ہے اور جو مدینہ میں رہائش پذیر ہو تو عراق کا صحراء اور گرد و پیش اس کے لیے نجد کہلائے گا اور وہ اہل مدینہ کے مشرق کی جانب ہے۔ نجد لغت میں زمین سے بلند جگہ کو کہتے ہیں اور یہ ''الغور'' بمعنی غار کے برعکس ہے، کیونکہ یہ زمین کی پستی اور زیریں حصے کو کہتے ہیں اور سارے کا سارا تہامہ الغور ہے اور مکہ تہامہ میں ہے...... انتہٰی'' [2]

نیز ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کفر کا سر مشرق کی طرف ہے۔ [3]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مجوسیوں کے کفر کی شدت کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ فارس اور ان کے متبعین عرب مدینہ کی نسبت مشرق کی جانب تھے اور وہ انتہا درجے کے سنگ دل، متکبر اور ظالم تھے۔ حتیٰ کہ ان کے بادشاہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط مبارک پھاڑ ڈالا۔ [4]

دوم: ...... رافضیوں کا یہ کہنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ کے گھر کی طرف اشارہ کیا یہ سراسر کذب، تہمت اور بہتان ہے، حدیث کی مختلف روایات میں سے کسی میں یہ الفاظ نہیں ہیں بلکہ حدیث کے تو یہ الفاظ ہیں:

---

[1] حمد بن محمد بن ابراہیم ابو سلیمان البستی الخطابی، امام، علامہ، حافظ، نحوی، محدث، طلب علم میں کثرت سے سفر کیے۔ فن تصنیف سے انھیں خصوصی لگاؤ تھا۔ لغت، فقہ، اور ادیب عالم تھے ان کی تصنیفات میں سے ''معالم السنن'' اور ''شان الدعا'' زیادہ مشہور ہیں۔ ۳۸۸ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۱۷، ص: ۲۳۔ طبقات الشافعیة لابن قاضی شهبة، ج ۱، ص: ۱۵۶۔)

[2] فتح الباری لابن حجر، ج ۱۳، ص: ۴۷۔

[3] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۳۰۱۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۵۲۔

[4] فتح الباری، لابن حجر، ج ٦، ص: ۳۵۲۔

((اَنَّهٗ اَشَارَ نَحْوَ بَيْتِ عَائِشَةَ)) کہ آپ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی جانب یا سمت میں اشارہ کیا۔

روافض کا متکبرانہ مکر وفریب کا یہ جال دو رافضیوں نے بچھایا ہے۔ (۱) عبدالحسین نے اپنی کتاب "المراجعات" میں اور (۲) التیجانی السماوی ❶ نے اپنی کتاب "فاسألوا اهل الذكر" میں۔ ❷

علمائے اہل سنت نے گمراہی اور باطل کے ان دونوں مرجع کو منہ توڑ اور دندان شکن جواب دیا ہے۔

پہلے یعنی عبدالحسین کا ردّ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس طرح کیا: ''متعصب شیعی عبدالحسین نے اپنی کتاب "المراجعات" میں متعدد فصول قائم کی ہیں، جن میں وہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر طعن و تشنیع کرتے ہوئے جھوٹی اور من گھڑت روایات، بہتانات کا سہارا لیتے ہوئے شرم وحیا سے بالکل عاری اور اس نے پوری ڈھٹائی کے ساتھ یہ قبیح فعل سرانجام دیا ہے۔ بلکہ صحیح احادیث میں تحریف کرتے ہوئے یہود کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو مسخ کرے اور اس کے ہاتھوں کو مفلوج کرے۔

وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کو فتنہ مذکورہ گردانے کی سعی لاحاصل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۭ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا۝﴾ (الکھف: ۵)

''بولنے میں بڑی ہے، جو ان کے مونہوں سے نکلتی ہے، وہ سراسر جھوٹ کے سوا کچھ نہیں کہتے۔''

اس نے سیّدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر درج ذیل بہتان لگانے کے لیے گزشتہ دونوں روایات کو توڑ مروڑ کر ان پر اعتماد کا عندیہ دیا ہے:

الف: بخاری کی روایت جس کے الفاظ یہ ہیں: ((فَاَشَارَ نَحْوَ مَسْكَنِ عَائِشَةَ)) کہ آپ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی جانب یا سمت میں اشارہ کیا۔

ب: صحیح مسلم کی روایت کے یہ الفاظ ہیں: رسول اللہ ﷺ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکلے۔ تو فرمایا: ''کفر کا سر یہاں سے ہے۔'' ان الفاظ سے "المراجعات" کے مصنف نے یہ وہم ڈالنے کی کوشش کی ہے کہ آپ ﷺ کا اشارہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف تھا اور فتنہ سے آپ ﷺ کا مقصود عائشہ بذات خود ہیں۔ (معاذ اللّٰه)

---

❶ محمد التیجانی السماوی التیونسی۔ پہلے یہ صوفی پھر شیعہ امامیہ اثناعشریہ کا داعی بن گیا۔ ۱۳۶۲ھجری میں پیدا ہوا اس کی تصنیفات میں سے "ثم اهتديت" و "الشيعة هم اهل السنة" ہیں۔ (دیکھیں: کتاب "ثم اهتديت")

❷ المراجعات، ص: ۲۳۷۔

جواب:

یہی فعل یہود کا تھا جو کتاب اللہ کے الفاظ میں تحریف کر کے لوگوں کو اپنی مرضی کے احکام سنایا کرتے تھے۔ پہلی روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ((فَـاَشَارَ نَحْوَ مَسْكَنِ عَائِشَةَ)) تو رافضی جاہل نے "نَحْوَ" کا معنی "اِلٰی" سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی ہے نص حدیث میں "الی" کی بجائے نحو کا لفظ روافض کے باطل مقصود کی قلعی کھولتا ہے اور خصوصاً جب بیشتر روایات میں صراحت موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرق کی طرف اشارہ کیا اور بعض روایات میں عراق کا لفظ ہے اور تاریخی حقائق اسی کی گواہی دیتے ہیں۔

نیز عکرمہ کی روایت شاذ ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی لکھا جا چکا ہے اور اگر اسے صحیح بھی مان لیا جائے تو بھی یہ نہایت مختصر روایت ہے حتیٰ کہ معانی بھی غلط ہیں اور اس سے رافضی نے من پسند اور نہایت قبیح نتیجہ نکالا ہے۔ جیسا کہ احادیث کے متعدد الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں۔ خلاصہ حدیث یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی، پھر منبر کی ایک جانب کھڑے ہو کر وعظ کرنے لگے اور ایک روایت میں ہے عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج طلوع ہونے کی جانب منہ کر لیا اور اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ "آپ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی جانب اشارہ کیا" اور احمد کی روایت میں ہے "آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے عراق کی جانب اشارہ کر رہے تھے۔" جب کوئی منصف مزاج شخص غیر جانب دار ہو کر روایات کے اس مجموعے پر ایک نظر ڈالے گا تو اس غالی اور کوڑھ مغز رافضی کی رائے کے بطلان کا وہ حتمی فیصلہ کرے گا جو اس نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو مطعون ٹھہرانے کے لیے قائم کی ہے۔ اللہ عزوجل اس کے ساتھ وہی معاملہ کرے جس کا وہ مستحق ہے۔ [1]

اور بخاری کی صحیح و ثابت روایت کے یہ الفاظ ہیں جسے ہم ابن عمر کی روایت سے کچھ دیر پہلے نقل کر چکے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی جانب اشارہ کیا اور تین بار فرمایا: یہاں فتنہ ہے جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوتا ہے۔ [2]

دوسرا بدبخت جس نے رسوائی کی سیاہی اپنے مکروہ چہرے پر ملی ہے، تیجانی سماوی ہے، اس کا ردّ رحیلی نے کیا ہے اس نے کہا: "راوی کا یہ کہنا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی جانب اشارہ کیا" چونکہ

---

[1] سلسلة الاحاديث الصحيحة، ج ٥، ص: ٦٥٦-٦٥٧۔

[2] صحيح بخاری، حديث نمبر: ٣١٠٤۔

اشارہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف تھا اور عائشہ رضی اللہ عنہا ہی فتنہ کا سبب ہے حالانکہ حدیث کسی بھی طرح اس معنی پر دلالت نہیں کرتی اور کلام عرب کا جو ادنیٰ فہم رکھتا ہے اس کے نزدیک حدیث ان معانی کی متحمل نہیں ہو سکتی، کیونکہ راوی کہتا ہے اَشَارَ نَحْوَ مَسْكَنِ عَائِشَةَ یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی جانب یہ صحیح ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر مسجد نبوی کے مشرق میں واقع تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ گھر کی جانب کیا جو مشرق کی طرف تھا، نہ کہ گھر کی طرف کیا اور اگر اشارہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف ہوتا تو راوی کہتا: ((اَشَارَ اِلٰی مَسْكَنِ عَائِشَةَ)) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف اشارہ کیا اور راوی یہ کہتا: ((اِلٰی جِهَةِ مَسْكَنِ عَائِشَةَ)) عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی جانب اور دونوں عبارتوں میں فرق بالکل واضح اور صریح ہے۔ [1]

سوم: ......جس دلیل سے روافض نے استدلال کیا ہے وہی دلیل ان کے ناصبی دشمنوں نے ان پر پلٹا دی ہے۔

شیخ عبدالقادر صوفی کہتا ہے:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی جانب اشارے سے یہ استدلال کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے کہ ''فتنہ یہاں سے ہوگا'' کہ عائشہ رضی اللہ عنہا مصدر و مرکز فتنہ ہے۔ یہ استدلال بالکل باطل و مردود ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمانے کے دوران اپنے منبر پر کھڑے تھے۔ جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہ زہرا کے گھروں کی مغربی جانب تھا اور تمام گھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر سے دائیں جانب مدینہ کے مشرق میں تھے اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس میں جھگڑنے یا مباحثے کی کوئی گنجائش نہیں۔

روافض نے جس طرح اپنی خواہش کے مطابق مشرقی جانب کی تفسیر عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے کی ہے تو خارجیوں نے اپنی خواہش کی پیروی میں مشرق کی تفسیر سیّدہ فاطمہ الزہرا کے گھر سے کی ہے اور یہ دونوں گروہوں کی حماقت کی واضح دلیل ہے۔'' [2]

چہارم: ...... یہ کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کو مطعون کرنے کا اصل مقصد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور آپ کے گھر کو مطعون کرنا ہے۔ کیونکہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر ہے اور وہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم دفن ہیں۔ یہ حقیقت نصف النہار کی طرف واضح ہے۔ کیونکہ یہ شیعہ اور اہل سنت کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ اس لیے

---

[1] الانتصار للصحب و الآل من الافتراء ات السماوی الضال للرحیلی: ۳۲۱۔

[2] الصاعقة لعبد القادر محمد عطاء صوفی، ص: ۱۵۱۔

اسے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں۔ بقول شاعر:

وَلَيْسَ يَصِحُّ فِي الْاَذْهَانِ شَيْءٌ
إِذَا احْتَاجَ النَّهَارُ إِلَى دَلِيْلٍ

''جب دن کو دلیل کی ضرورت ہو تو ذہنوں میں کچھ بھی صحیح نہیں ہو سکتا۔''

اس سے روافض پر یہ لازم آتا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور رسالت پر طعن کریں کیونکہ آپ کے گھر میں طعن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر طعن لازم آتا ہے اس لیے غور کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ امام ابو الوفاء بن عقیل حنبلی پر رحم کرے۔ وہ کہتے ہیں تم ذرا انصاف سے دیکھو۔ کس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری کے ایام گزارنے کے لیے بیٹی کا گھر منتخب کیا اور اپنی جگہ پر نماز پڑھانے کے لیے اس کے باپ کا انتخاب کیا تو پھر یہ کیا غفلت کے پردے ہیں جنھوں نے روافض کے دلوں کو ڈھانپ رکھا ہے اور یہ حقیقت گونگے بہروں سے نہیں چھپ سکتی تو بولنے اور دیکھنے والوں سے کیسے چھپ گئی؟ [1]

پنجم: ...... اس آدمی کے بارے میں کیا خیال ہے جو برسر منبر لوگوں کے جم غفیر کے سامنے آپ کی بیوی کو گالیاں دے۔ اللہ کی قسم! یہ مردانگی نہیں ہے ...... اور نہ آداب اور نہ اخلاق سے اس اسلوب کا کوئی ادنی سا تعلق ہے۔ تم تو اپنی غلیظ فطرت کی بنا پر ایسے گھٹیا الزام سرور کونین خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات، ان کے گھر اور ان کی محبوب بیوی پر لگا رہے ہو۔ اللہ کی پناہ!

تیسرا شبہ:

روافض کی بے حیائی پر مبنی ہرزہ سرائی کہ ''عائشہ رضی اللہ عنہا غیر محرموں سے حجاب نہیں کرتی تھیں۔''

روافضہ کہتے ہیں کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مردوں سے حجاب نہ کرتی تھیں۔ ان میں سے ایک یوں کہتا ہے: یہ تو غیر مناسب ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے وضو کریں، اپنے ہاتھ دھوئیں، اپنے دونوں رخسار دھوئیں، اپنا چہرہ دھوئیں اور اپنے کانوں کا مسح کریں۔ جیسے کہ (سنن نسائی) میں ہے ...... اور اسی طرح یہ بھی نامناسب ہے کہ وہ مردوں کے سامنے غسل کریں۔ اس نے صحیحین وغیرہ میں مروی عائشہ رضی اللہ عنہا کے غسل والی حدیث تحریر کی اور روافض کو یہ شبہ دو درج ذیل احادیث کی وجہ سے لگا۔

حدیث اول: ...... عبدالملک بن مروان بن حارث سے روایت ہے اس نے کہا مجھے ابو عبداللہ سالم سبلان نے خبر دی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی ادائیگی امانت پر تعجب کرتیں اور انھوں نے مجھے دکھایا کہ

[1] الاجابة لا يراد ما استدركته عائشة على الصحابة للزركشي، ص: ٥٤۔

رسول اللہ ﷺ کس طرح وضو کرتے۔ انھوں نے کلی کی اور تین بار ناک جھاڑی اور تین بار اپنے چہرے کو دھویا پھر اپنا دایاں ہاتھ اور پھر بایاں ہاتھ دونوں تین تین بار دھوئے اور اپنے سر کے اگلے حصے پر اپنا ہاتھ رکھا، پھر اپنے سر کے پچھلے حصے تک ایک ہی بار مسح کیا پھر انہی ہاتھوں سے اپنے کانوں کا مسح کیا۔ پھر وہی ہاتھ اپنے رخساروں پر لگائے۔ سالم نے کہا: میں مکاتبت کی ادائیگی کے لیے ان کے پاس آتا تو وہ مجھ سے اوجھل نہ ہوتیں وہ میرے سامنے بیٹھ جاتیں اور مجھ سے باتیں کرتیں۔ حتیٰ کہ میں ایک دن ان کے پاس آیا تو کہا: اے ام المومنین! آپ میرے لیے برکت کی دعا کریں۔ تو انھوں نے فرمایا: تیری کیا مراد ہے؟ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے آزاد کر دیا ہے۔ انھوں نے کہا: اللہ تیرے لیے برکت کرے اور میرے آگے پردہ لٹکا دیا۔ پھر اس دن کے بعد میں نے انھیں نہیں دیکھا۔ [1]

دوسری حدیث: ...... جو بخاری و مسلم نے ابوبکر بن حفص سے روایت کی ہے اس نے کہا میں نے ابوسلمہ کو کہتے ہوئے سنا: میں اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو ان کے بھائی نے ان سے نبی ﷺ کے غسل کی کیفیت پوچھی۔ انھوں نے ایک صاع (تقریباً ڈھائی کلو) کے قریب ایک برتن منگوایا اور غسل کیا اور اپنے سر پر پانی بہایا اور ہمارے اور ان کے درمیان حجاب تھا۔ [2]

اس شبہے کا جواب:

اوّل: ......نسائی کی روایت کے بارے میں وضاحت: ...... اس حدیث کے صحیح ہونے میں محدثین کا اختلاف ہے۔ اس کی سند میں عبدالملک بن مروان بن حارث بن ابی ذباب مجہول ہے۔ جُعَید بن عبدالرحمٰن کے سوا اس سے کسی نے روایت نہیں کی۔

اگر اسے صحیح بھی مان لیا جائے تو بھی اس میں ایسی کوئی بات نہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا غیر محرموں سے حجاب نہیں کرتی تھیں۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ایک فقیہہ اور مجتہدہ صحابیہ تھیں اور ان کا یہ ایک اجتہادی مسئلہ تھا کہ وہ غلام سے پردے کو ضروری نہیں سمجھتی تھیں، یہاں غیر محرم کی بات نہیں بلکہ غلام کی بات ہے اس کے اجتہاد پر بھی

---

[1] سنن نسائی، ج ۱، ص: ۷۲۔ الکنی للدولابی، ج ۲، ص: ۸۲۰، حدیث نمبر: ۱۴۳۰۔ التاریخ الکبیر للبخاری، ج ٤، ص: ۱۱۰۔ المتفق و المفترق للخطیب البغدادی، ج ۳، ص: ۱۵۲٤، حدیث نمبر: ۸۵٤۔ ابن قطان نے کہا: یہ صحیح نہیں۔ (احکام النظر: ۲۱۳۔) اور علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحیح ہے۔ (صحیح سنن نسائی، حدیث نمبر: ۱۰۰۔)

[2] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۵۱۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۲۰۔

انھیں اجر ہی ملے گا اور جب انھیں آزاد کر دیا گیا تو ان کے آگے فوراً پردہ لٹکا دیا۔ جیسا کہ حدیث کے الفاظ ہیں: انھوں نے میرے آگے پردہ لٹکا دیا اس دن کے بعد میں نے انھیں نہیں دیکھا۔ ❶

کتب سنت میں اس کے شواہد بے شمار ہیں۔ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے ایک غلام لائے۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ہبہ کر دیا تھا۔ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر ایک کپڑا تھا اگر وہ اس کے ساتھ اپنا سر ڈھانپتی تو وہ ان کے پاؤں تک نہ پہنچتا تھا اور اگر اس کے ساتھ پاؤں ڈھانپتیں تو وہ ان کے سر تک نہ پہنچتا تھا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مشکل دیکھی تو فرمایا:

((اِنَّهٗ لَيْسَ عَلَيْكِ بَأْسٌ ، اِنَّمَا هُوَ اَبُوْكِ وَ غُلَامُكِ))

''تم پر کوئی حرج نہیں کیونکہ یہاں تمہارا باپ اور تمہارا غلام ہیں۔'' ❷

اکثر علمائے اہل سنت غلام کے لیے اپنی مالکن کو دیکھنا جائز قرار دیتے ہیں۔ ''شرح مختصر خلیل'' میں لکھا ہوا ہے: ''جو غلام بغیر کسی شریک کے ہو اور جو قسط وار اپنی آزادی کے لیے ادائیگی کے مرحلے میں ہو اور بدصورت ہو تو وہ اپنی مالکن کے بالوں اور اس کے ہاتھوں اور پاؤں وغیرہ کو دیکھ سکتا ہے۔ جو کچھ عورت کے محرم اس سے دیکھ سکتے ہیں اور خلوت میں بھی اس کے ساتھ جا سکتا ہے۔ ابن ناجی کا یہی قول مشہور ہے۔ بشرطیکہ وہ غلام مکمل طور پر مذکورہ مالکن کا ہو۔'' ❸

روافض خود بھی یہی کہتے ہیں کہ عورت پر غلام سے حجاب واجب نہیں صرف اس صورت میں کہ وہ اپنی آزادی کی قیمت ادا کر چکا ہو۔

چنانچہ یوسف البحرانی ❹ نے کہا معاویہ بن عمار سے دو سندوں کے ساتھ روایت ہے، ان میں سے

---

❶ سندی نے کہا اس کی بنیاد یہ ہے کہ مکاتب پر جب ایک درہم بھی باقی ہو تو وہ بہر حال غلام ہوتا ہے اور شاید وہ عائشہ کے کسی قریبی کا غلام تھا اور وہ سمجھتی تھیں کہ غلام اپنی مالکن اور اس کے رشتہ داروں کے پاس آ سکتا ہے اور بہتر علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ (حاشیہ السندی علی النسائی، ج ۱، ص: ۷۳۔)

❷ سنن ابو داود، حدیث نمبر: ٤١٠٦۔ الاحادیث المختارہ لضیاء المقدسی، حدیث نمبر: ۱۷۱۲۔ سنن کبری للبیهقی، ج ۷، ص: ۹۵، حدیث نمبر: ۱۳۹۲۹۔ اس حدیث کو ابن القطان نے احکام النظر، ١٩٦ میں صحیح کہا۔ ضیاء المقدسی نے السنن و الاحکام، ج ٥، ص: ۱۰۷ پر کہا مجھے اس کی سند میں کوئی نقص معلوم نہیں اور علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے المهذب، ج ٥، ص: ٢٦٧١ میں اور ابن الملقن نے البدر المنیر، ج ۷، ص: ٥١٠ میں اس کی سند کو جید کہا اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ابی داود میں اسے صحیح کہا۔

❸ شرح مختصر خلیل للخرشی، ج ۳، ص: ۲۲۱۔

❹ یوسف بن احمد بن ابراہیم الدرازی البحرانی امامیہ شیعہ کا فقیہ شمار ہوتا ہے۔ ۱۱۰۷ ہجری میں پیدا ہوا۔ اس کی تصنیفات میں سے "الحدائق الناضرة" اور "انیس المسافر" زیادہ مشہور ہیں۔ ۱۱۸۶ ہجری میں فوت ہوا۔ (الاعلام للزرکلی، ج ۸، ص: ۲۱۵۔)

ایک صحیح ہے اور دوسری حسن ہے جو صحیح کے برابر ہے۔ اس نے کہا میں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے پوچھا کیا غلام اپنی مالکن کے بال اور پنڈلی دیکھ سکتا ہے؟ اس نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں اور عبدالرحمن بن ابی عبداللہ نے ابان بن عثمان سے صحیح اور معتمد سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ میں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے غلام کے بارے میں پوچھا کیا وہ اپنی مالکن کے بال دیکھ سکتا ہے؟ اس نے کہا: کوئی حرج نہیں۔ [1]

شیعہ کے بیشتر علماء نے بھی یہی کہا۔ [2]

یہ بالکل واضح ہے کہ مالکن مکاتب کی تمام قسطیں وصول کرنے سے پہلے پہلے اس سے حجاب کرنے کی پابند نہیں ہے۔ چنانچہ اس اصول کی بنا پر شیعوں کے پاس اس نہ ہے کی کوئی دلیل نہیں۔ ان کی اپنی کتابیں ہی ان کا ردّ کرتی ہیں۔

دوم: ...... متفق علیہ حدیث میں بھی ایسی کوئی بات نہیں کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مردوں سے پردہ نہ کرتی تھیں۔ چنانچہ راویٔ حدیث ابوسلمہ: یہ عبداللہ بن عبدالرحمن بن عوف ہیں۔ یہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا رضاعی بھانجا ہے۔ ام کلثوم بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا نے اسے دودھ پلایا ہے۔ اس رشتہ سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی خالہ ہیں اور دوسرا سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا رضاعی بھائی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔ چنانچہ دونوں آدمی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے محرم ہیں۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے کہا: حدیث کے ظاہری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سر دھونے کی کیفیت دیکھی اور جسم کا بالائی حصہ یعنی چہرہ وغیرہ دیکھا جو محرم کے لیے حلال ہے ان دونوں میں سے ایک عائشہ رضی اللہ عنہا کا رضاعی بھائی تھا، کہا گیا ہے اس کا نام عبداللہ بن یزید ہے اور ابوسلمہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا رضاعی بھانجا تھا۔ اسے ام کلثوم بنت ابی بکر نے دودھ پلایا تھا۔ [3]

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ [4] نے کہا: بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ابوسلمہ نابالغ لڑکا تھا اور دوسرا

---

[1] الحدائق الناضرة لیوسف البحرانی، ج ۲۳، ص: ۶۹۔

[2] مستند للنراقی، ج ۱۶، ص: ۵۳۔ الکافی، للکلینی، ج ۵، ص: ۵۳۱۔ وسائل الشیعة للحر العاملی، ج ۲۰، ص: ۲۲۳۔ مستمسك العروة لمحسن الحکیم، ج ۱۴، ص: ۴۳۔

[3] اکمال المعلم للقاضی عیاض، ج ۲، ص: ۱۶۳۔

[4] عبدالرحمن بن احمد بن رجب ابو الفرج دمشقی حنبلی، امام، حافظ، حجت، فقیہ، معتمد علیہ۔ ۷۳۶ ہجری میں پیدا ہوا فنون حدیث کا ماہر، اصولی، عابد، زاہد اور صاحب ورع تھا۔ اس کی تصنیفات میں سے "جامع العلوم و الحکم" اور "فتح الباری شرح صحیح البخاری" زیادہ مشہور ہیں۔ ۷۹۵ ہجری میں فوت ہوا۔ (ذیل تذکرة الحفاظ لابی المحاسن، ص: ۳۶۷۔ انباء الغمر لابن حجر، ج ۱، ص: ۴۶۰۔)

عائشہ کا رضاعی بھائی تھا۔ [1]

جس طرح رافضیوں نے ہولنا کی ظاہر کی ہے۔ وہاں مردوں کا جمگھٹا نہیں تھا۔ ان دونوں میں سے ایک نوعمر لڑکا اور دوسرا عائشہ رضی اللہ عنہا کا رضاعی بھائی تھا۔ کوئی غیر نہ تھا۔

لہٰذا حدیث میں روافض کے لیے قطعاً کوئی دلیل نہیں۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

سوم: ...... رافضی شیعہ کہتا ہے: کون ہے جو غسل کی کیفیت سے واقف نہ ہو اور اضطراری حالت میں خصوصی طور پر عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھنے کے لیے چلا گیا؟

یہ رافضی اپنے دل کے مرض کو بھول گیا کہ سوال مطلق طور پر غسل کی کیفیت کے بارے میں نہ تھا۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کی کیفیت کے بارے میں تھا اور یہ ایسا عمل ہے جو بہترین طور پر وہی جانتا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسرار سے واقف ہو اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہیں اور ان میں سے سب سے زیادہ عالمہ اور فقیہہ مطلق طور پر باتفاق علماء ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

چہارم: ...... کیا کوئی عقل مند کہہ سکتا ہے کہ جب ہماری امی جان نے اپنے بھائی اور بھانجے کو تعلیم دینا چاہی تو اپنے کپڑے اتار دیئے اور انھوں نے کپڑوں کے بغیر غسل کیا اور کیا غسل کا طریقہ بتلانے کے لیے کپڑے اتارنا ضروری ہے؟ اور کپڑے اتارنے کے لیے حجاب لینا شرط نہیں؟ بلکہ ہماری امی جان نے پردہ پوشی میں مبالغہ کیا کہ جب پانی جسم پر بہایا جائے گا تو کپڑے بدن کے اوصاف بیان کریں گے اور کپڑوں کے جسم کے ساتھ چپکنے کی وجہ سے تمام بدن نمایاں ہوگا۔ لہٰذا انہوں نے درمیان میں حجاب کر لیا۔

پنجم: ...... کیا شیعہ کا اعتقاد یہ ہے کہ امہات المومنین کے گھر میں وحشت کے ڈیرے تھے نہ کوئی ان کو ملنے کے لیے جاتا اور نہ ہی مسلمان مرد و زن علم حاصل کرنے کے لیے وہاں جاتے اور نہ اپنے دین کے احکام سیکھنے اور ان کے متعلق فتویٰ لینے کے لیے وہاں جاتے تھے؟ بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام گھر ہر وقت فتویٰ پوچھنے والے لوگوں سے بھرے رہتے۔ وہ سوال کرنے جاتے اور عورتیں امہات المومنین کے پاس جاتیں تاکہ دین میں تفقہ حاصل کریں اور ہماری امی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تمام مسلمانوں کا ماویٰ و ملجا تھیں کیونکہ ان کے پاس حدیث کا علم وافر تھا اور وہ ذہانت و فطانت کا منبع تھیں۔

اسی طرح ہماری یہ امی جان عورتوں کو ایسے احکام کی تبلیغ بھی کرتی تھیں کہ مردوں کو ان احکام کی تبلیغ کرنے سے حیا ان کے آڑے آتی تھی۔ کیونکہ ہماری امی جان اپنی عفت و عصمت میں ہر لحاظ سے مکمل

[1] فتح الباری لابن رجب، ج ۱، ص: ۲۴۹۔

اور بلند اخلاق کا اعلیٰ نمونہ تھیں۔

یہ سیّدہ معاذہ ہیں جو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث روایت کرتی ہیں کہ تم عورتیں اپنے خاوندوں کو پانی سے استنجاء کرنے کا حکم دو کیونکہ مجھے ان کو کہتے ہوئے شرم آتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کیا کرتے تھے۔ ❶

مثلاً ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس عورتیں اکٹھی ہوتیں اور وہ انھیں نماز کی امامت کرواتیں۔ ❷ یا ہماری امی جان عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ جاتی تھیں۔ ❸

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے گھرانے علم، عبادت اور فقہ کے گھر تھے۔ وہ سائلین سے دُور نہیں تھے، یا راہنمائی کے لیے آنے والوں سے دُور نہیں تھے۔ وہ ایسے معاشرے میں تھے جس میں علم کی کرنیں چہار سو پھیلی ہوئی تھیں اور وہ دین سے محبت کرنے والا معاشرہ تھا اور خیر وہدایت اس کی منزل مقصود تھی۔

جب یہ ثابت ہو چکا اور یہی صحیح ہے کہ ہماری امی جان شریعت اور تفہیم دین کے لحاظ سے ایک بلند مقام کی مالک تھیں اور جیسا کہ ہمیں معلوم ہو چکا ہے وہ شرم وحیا اور رعفت وعصمت کا پیکر تھیں ہم نے اس روایت کے وہی معانی بیان کیے ہیں جو اس ذات کریمہ کو لائق تھے اور اس خباثت اور غلاظت سے ہمیں کوئی واسطہ نہیں جو روافض اور ان کے ہم نوا اپنے بیمار دلوں اور ذہنوں کی وجہ سے پھیلاتے رہتے ہیں کہ وہ ایک ایسی عورت تھی جو غیر محرم مردوں کے سامنے کپڑے اتار کر غسل کرتی تھیں۔ شرم وحیا اور ستر وحجاب کی اسے کوئی ضرورت نہ تھی۔ ایسی رذالت تو عام مومن عورت کو بھی زیب نہیں دیتی جو پاک دامن طاہرہ طیبہ اور

---

❶ سنن ترمذی، حدیث نمبر: ١٩۔ سنن النسائی، ج ١، ص: ٤٢۔ مسند احمد، ج ٦، ص: ٩٥، حدیث نمبر: ٢٤٦٨٣۔ مسند ابی یعلی، ج ٨، ص: ١٢۔ صحیح ابن حبان، ج ٤، ص: ٢٩٠، حدیث نمبر: ١٤٤٣ و ٤٥١٤۔ بیہقی، ج ١، ص: ١٠٥، حدیث نمبر: ٥٢٦۔ ترمذی نے کہا حسن صحیح ہے۔ عبدالحق اشبیلی نے "الاحکام الصغریٰ" حدیث نمبر: ١٠٣ میں اس کی سند کو صحیح کہا اور ابن قدامہ نے 'الکافی"، ج ١، ص: ٥٢ میں حدیث کو صحیح کہا اور نووی نے "المجموع" ج ٢، ص، ١٠١ پر حدیث کو صحیح کہا۔ ابن دقیق العید نے "الامام" ج ٢، ص: ٥٣٧ میں کہا اس حدیث کے سب راوی صحیحین کی شرط پر ثقہ ہیں اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ترمذی میں اسے صحیح کہا۔

❷ مصنف عبدالرزاق، ج ٣، ص: ١٤٠۔ حجیرہ بنت حصین سے مروی ہے۔ مصنف ابن ابی شیبۃ، ج ٢، ص: ٨٨۔ ام حسن سے مروی ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے تمام المنۃ: ١٥٤ میں کہا اس کی سند صحیح ہے اور اس کے سب راوی معروف ثقات ہیں جو شیخان کے راویوں سے ہیں۔ سوائے ام حسن کے۔

❸ یہ حدیث عبدالرزاق نے روایت کی: ٥٠٨٧۔ حاکم، ج ١، ص: ٣٢٠۔ بیہقی، ج ١، ص: ٤٠٨، حدیث نمبر: ١٩٩٨ پر روایت کی۔ علامہ ذہبی نے کہا: اس کی سند میں ایک راوی لیث کمزور ہے۔

تقویٰ کی پیکر، ہماری امی جان ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ جاہل، ظالم پھیلاتے رہتے ہیں۔

ششم: ...... وہ رافضی اپنی ہفوات جاری رکھتے ہوئے لکھتا ہے: وہ لوگ دین سیکھنے کے لیے اس کے باپ خلیفہ کے پاس کیوں نہیں جاتے تھے اور وہ ان کو تعلیم کیوں نہیں دیتے تھے؟

ہم عقل کی کمزوری اور فہم کی کجی سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

یہ حقیقت تو عقلاً وشرعاً سب کو معلوم ہے کہ سائل سوال اسی شخص سے کرتا ہے جو اسے اچھی طرح جواب دے سکے اور سوال کی جزئیات کو سب سے زیادہ جاننے والا ہو۔ اب رسول اللہ ﷺ کے غسل کی کیفیت کو آپ ﷺ کی بیویوں سے زیادہ کون جان سکتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی محبوب ترین اور سب سے زیادہ جاننے والی ہماری امی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی ہیں۔ تو مثبت رائے یہی ہو سکتی ہے کہ یہ سوال ہماری امی عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا جائے۔ پھر ہماری امی جان عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کرنے سے کیا یہ لازم آتا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا علم ناقص تھا۔ اس لیے سائل نے اس سے نہ پوچھا اور اس کی بیٹی کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کیا جس کسی عالم فاضل سے کوئی علمی جز وفوت ہو جائے تو کیا یہ اس کے علم، قدر اور جلالت میں کمی تصور کی جائے گی۔ نیز یہ اس وقت ہے جب یہ تسلیم کر لیا جائے اصل میں کوئی چیز اس سے رہ گئی؟

پھر یہ سوال بھی ضروری ہے کہ کیا امت پر واجب ہے کہ اپنے سب مسائل صرف خلیفہ سے ہی پوچھے!

ہفتم: ...... جب سیاق روایت، اس کے معنی سائلین کی طبیعت اور اس گھر کے ماحول جس میں سے یہ روایت صادر ہوئی ہے اور اس معاشرے کے ماحول جو اس کے اردگرد ہے رسول اللہ ﷺ کے غسل کی کیفیت جاننے کے لیے سوال کرنے والوں کو اپنی امی جان کے طریقے کے متعلق ہم نے پوری وضاحت کر دی ہے۔ جب ہم اس بحث سے فارغ ہوئے تو ہمیں اس رافضی مصنف کے سینے میں کھٹکنے والی خلش کا جواب دینے کی ضرورت محسوس ہوئی، کیونکہ وہ کہتا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے زبانی غسل کا طریقہ بتانے پر کیوں نہ اکتفا کیا اور عملی طور پر کیوں بتانا ضروری سمجھا؟

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں بے شک ام المومنین رضی اللہ عنہا امت کی سب سے بڑی خیر خواہ تھیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ تعلیم بالفعل تعلیم بالقول سے زیادہ دل پر اثر کرتی ہے اور ہماری امی ایک ماہر اور مکمل فقیہہ ہونے کے اعتبار سے اپنے بھائی اور بھانجے کے اشکال کو زیادہ دیر نہیں دیکھ سکتی تھیں کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کے لیے کتنا پانی استعمال کرتے اور کس طرح غسل کرتے۔ چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس اشکال کو جڑ سے اکھاڑنے کا فیصلہ کرتے ہوئے ان دونوں کو بالفعل غسل کر کے دکھا دیا اور صرف زبانی بتانے پر اکتفا نہ کیا۔ نیز سوال صرف کیفیت غسل کے بارے میں نہ تھا بلکہ سوال کیفیت اور کمیت (مقدار) دونوں کے بارے میں ایک ساتھ تھا۔ چنانچہ اس ذات شریف نے اپنے بدن پر پانی انڈیلنے سے پہلے ان دونوں کے آگے پردہ لٹکایا۔ تاکہ خیر خواہی بھی مکمل ہو اور تعلیم بھی کمال کی ہو اور ان کی عقل کی تکمیل کو داد بھی ملے، اس سے ان منصف مزاج قارئین و سامعین کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صدیقہ بیوی رضی اللہ عنہا سے احادیث سن کر محفوظ کرتے ہیں۔

شاید امام بخاری رحمہ اللہ کا اپنی صحیح الجامع میں یہ باب اس عنوان سے باندھنے میں یہی راز ہے۔ چنانچہ انھوں نے باب باندھا: "بَابُ الْغُسْلِ بِالصَّاعِ وَ نَحْوِهٖ" ایک صاع جتنے سے غسل کا بیان۔ [1]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے عمل میں تعلیم بالفعل کے مستحب ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ یہ طریقہ دل پر زیادہ گہرا اثر کرتا ہے اور جب سوال کیفیت اور کمیت دونوں پر محمول ہے تو ان دونوں کے لیے عمل ایسا کیا گیا جس میں ان کے سوال کے دونوں اجزاء کا جواب دیا گیا۔ پانی بہانے سے کیفیت کا جواب مل گیا اور صاع برابر پانی پر اکتفاء کرنے سے کمیت کا علم ہو گیا۔'' [2]

تو غور کا مقام ہے کہ جب عقلِ انسانی اس پستی میں جا گرے کہ جہاں بعض لوگ ہر فضیلت کو رزالت و فضاحت کہنے لگیں اور حسنِ تعلیم کو سوء ادب کہیں، سائل کی مکمل تسلی و تشفی کو قلت حیا سے تعبیر کریں اور شرفِ علم کو ایسی برائی کہیں جسے آدمی بیان کرنے سے قاصر ہو تو پھر دل، ذہن اور عقل تام کی کونسی چیز باقی بچتی ہے؟

چوتھا شبہ:

روافض کہتے ہیں کہ ''عائشہ رضی اللہ عنہا نوعمر لڑکیوں کو بناؤ سنگھار کروا کے ان کے ساتھ طواف کرتی تھیں۔''

روافض کا کہنا کہ ''بے شک عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک لڑکی کو بناؤ سنگھار کروایا اور اس کے ساتھ طواف کیا اور کہنے لگیں شاید ہم اس کے ذریعے قریش کے نوجوانوں کا شکار کریں۔ ان کی مراد وہ برا معنی ہے

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الغسل، باب: ۳۔

[2] فتح الباری، لابن حجر، ج ۱، ص: ۳۶۵۔

جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پر حرف ہے اور جسے لکھنے یا بیان کرنے کی سکت نہیں۔"

ان کا یہ شبہ مصنف ابن ابی شیبہ کی اس حدیث سے پیدا ہوا ہے جو اس نے اپنی سند کے ساتھ عمار بن عمران کے واسطے سے جو بنی زید اللہ کا ایک فرد ہے اپنے خاندان کی ایک عورت کے واسطے سے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ اس نے ایک لڑکی کو مزین ❶ کیا اور اس کے ساتھ گھومنے گئے اور کہا: شاید ہم اس طریقے سے قریشی نوجوان کا شکار کریں۔ ❷

درج بالا شبہے کا جواب:

یہ کہ اس روایت کا دار و مدار ایک مجہول راوی پر ہے اور وہ ایک عورت ہے جس نے یہ مصیبت کھڑی کی ہے اور محدثین کے نزدیک یہ سند سب سے کمزور ہے۔

نیز عمار بن عمران کے متعلق ذہبی نے کہا اس کی حدیث صحیح نہیں۔ بخاری نے اسے ضعفاء میں شمار کیا۔ ❸ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لسان المیزان میں اس کی تائید کی۔ ❹

گویا اس روایت میں ایک راوی مجہول اور ایک ضعیف ہے، لہٰذا اسے دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔ یہ تو رہا روایت اور درایت کے اعتبار سے۔

پانچواں شبہ:

یہ کہ "ابنۃ الجون اسماء بنت نعمان ❺ اور ملیکہ بنت کعب ❻ دونوں کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دھوکا

---

❶ شوفت: یعنی بناؤ سنگھار کیا۔ شَوَّفَ، شَیَّفَ تَشَوَّفَ ایک ہی معنی میں آتے ہیں۔ یعنی تزین اور تَشَوَّفَ لِشَیْءٍ۔ یعنی اس کی طرف نگاہیں جما دیں۔ (غریب الحدیث للحربی، ج ۲، ص: ۸۱۷۔ الدلائل فی غریب الحدیث لقاسم السرقسطی، ج ۳، ص: ۱۱۲۹۔ النهایة فی غریب الحدیث و الاثر لابن الاثیر، ج ۲، ص: ۵۰۹۔)

❷ مصنف ابن ابی شیبه، ج ٤، ص: ٤١٠۔ ابن قطان نے احکام النظر، ٤٠٢ پر کہا یہ صحیح نہیں۔

❸ میزان الاعتدال للذهبی، ج ۳، ص: ١٦٦۔

❹ لسان المیزان لابن حجر، ج ٤، ص: ٢٧٢۔

❺ اسماء بنت نعمان بن جون الکندیہ۔ علماء کا اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی زوجیت میں لے لیا۔ البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی جدائی کے قصے میں علماء کا اختلاف ہے اپنے زمانے کی حسین و جمیل دوشیزہ تھی۔ تقریباً ۳۰ ہجری میں فوت ہوئی۔ (الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۲، ص: ٧٦۔ سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۲، ص: ٢٥٧۔)

❻ ملیکہ بنت کعب کنانی رضی اللہ عنہا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی زوجیت میں لیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ خلوت نہیں فرمائی۔ کچھ علماء کہتے ہیں کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فوت ہوئی اور کچھ کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے طلاق دی۔ یہ حسن و جمال کا پیکر تھی۔ (الاصابة لابن حجر، ج ۸، ص: ۱۲۳۔ سبل الهدی و الرشاد لمحمد بن یوسف صالحی، ج ۱۱، ص: ۲۳۰۔)

کیا۔ تا آنکہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں طلاق دے دی۔''

روافض دعویٰ کرتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ابنة الجون اسماء بنت نعمان کو دھوکا سے ورغلایا اور اس پر جھوٹ بولا۔ جب وہ رخصتی کے بعد رسول اللہ ﷺ کے بعد لائی گئی تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے کہا: نبی ﷺ اس عورت کو زیادہ پسند کرتے ہیں جس کے پاس آپ ﷺ آئیں اور وہ کہے: میں آپ سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں اور عائشہ رضی اللہ عنہا اس سازش کے ذریعے اسے طلاق دلوانا چاہتی تھیں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اسے یہ بات کہنے کی وجہ سے طلاق دے دی اور روافض کے مطابق عائشہ رضی اللہ عنہا نے جس دوسری عورت سے دھوکا کیا وہ ملیکہ بنت کعب تھیں۔

ابن سعد نے روایت کی کہ نبی ﷺ نے ملیکہ بنت کعب کو اپنی زوجیت میں قبول کر لیا اور اس کے حسن و جمال کے چرچے چاروں طرف تھے اس کے پاس عائشہ رضی اللہ عنہا آئیں اور اسے کہا: کیا تمھیں اپنے باپ کے قاتل کے ساتھ شادی کرنے سے شرم نہیں آتی، تو اس نے رسول اللہ ﷺ سے اللہ کی پناہ طلب کی۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اسے طلاق دے دی، تو اس کی قوم والے نبی ﷺ کے پاس آئے اور اس کی طرف سے عذر پیش کرتے ہوئے کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! وہ نوعمر ہے، اس کی رائے کا کوئی اعتبار نہیں۔ نیز اس سے دھوکا کیا گیا۔ آپ ﷺ اس سے رجوع کر لیں، لیکن رسول اللہ ﷺ نے انکار کر دیا۔ [1]

اس شبہے کا جواب:

پہلی عورت کے معاملے کے بارے میں صحیح بخاری میں روایت ہے کہ بنت جون جب رسول اللہ ﷺ کی خلوت میں پہنچی اور آپ ﷺ اس کے قریب گئے تو اس نے کہا: میں آپ ﷺ سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں۔ آپ ﷺ نے اسے کہا:

((لَقَدْ عُذْتِ بِعَظِيْمٍ اِلْحَقِي بِأَهْلِكِ))

''بے شک تو نے عظیم ہستی کی پناہ طلب کی ہے۔ تو اپنے گھر والوں کے پاس چلی جا۔'' [2]

---

[1] الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۸، ص: ۱۴۸۔

[2] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۵۲۵۴۔

تو وہ اضافی جملے جن کے ساتھ روافض سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو مطعون کرتے ہیں وہ ابن سعد نے روایت کیے۔ ❶ لیکن یہ اضافی جملے فضول اور بے وزن ہیں۔ مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہیں۔ اکثر علماء نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ان کا دار و مدار واقدی پر ہے اور وہ کذب میں مشہور ہے۔

پھر یہ کہ ابن سعد نے یہ روایت کرنے کے بعد کہا: محمد بن عمر نے کہا: اس حدیث کو ضعیف کرنے والی علتوں میں سے ایک یہ ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے کہا: کیا تو شرماتی نہیں؟ جبکہ اس سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہا تھی ہی نہیں۔

ابن صلاح ❷ نے کہا:

''مجھے اس اضافے کی کوئی اصل ثابت نہیں ملی۔ اصل حدیث صحیح بخاری میں ہے لیکن ان بعید از عقل اضافوں کے بغیر ہے۔'' ❸

علامہ نووی رحمہ اللہ نے لکھا:

''اس اضافے کی کوئی اصل صحیح نہیں اور وہ اسناد کے لحاظ سے اور معنوی طور پر نہایت ضعیف ہے اور واقدی کے کاتب محمد بن سعد نے اپنی کتاب "الطبقات" میں اسے ضعیف اسناد کے ساتھ روایت کیا۔'' ❹

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا:

''اس کی سند میں واقدی ہے جو ضعف کی وجہ سے معروف ہے۔'' ❺

نیز اس میں ابومعشر المدنی بھی ہے۔ اسے ابن معین، نسائی، دارقطنی وغیرہم نے ضعیف کہا اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے ''منکر الحدیث'' کہا۔ ابن معین نے کہا: اس کی حدیث کوئی چیز نہیں۔ نسائی نے کہا: یہ

---

❶ الطبقات الکبری لابن سعد، ج ۸، ص: ۱٤٥۔

❷ عثمان بن عبدالرحمن بن عثمان ابوعمر شہرزوری شافعی۔ علم و دین کے اعتبار سے ائمہ مسلمین میں سے ایک امام ہیں۔ ۵۷۷ ہجری میں پیدا ہوئے۔ مذہب شافعی پر عبور حاصل کیا۔ علوم حدیث، اصول فقہ اور تفسیر میں اتقان حاصل کیا۔ ان کی تصنیفات میں سے ''معرفۃ انواع علم الحدیث'' مشہور ہے۔ ٦٤٣ ہجری میں فوت ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۲۳، ص: ۱٤۰۔ طبقات الشافعیة الکبری للسبکی، ج ۸، ص: ۳۲٦۔)

❸ البدر المنیر لابن الملقن، ج ۷، ص: ٤۱۳۔

❹ تهذیب الاسماء و اللغات للنووی، ج ٤، ص: ٥۱۔

❺ التلخیص الحبیر لابن حجر، ج ۳، ص: ۲۸۱۔ السلسلة الضعیفة للالبانی: ٢٢٤٤۔

متروک الحدیث ہے۔ مزید برآں یہ مرسل بھی ہے۔ ❶

دوسری روایت: ......اس کی سند میں ہشام کلبی ہے جو شیعی کذاب ہے۔ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق من گھڑت افسانے بنانے میں مشہور ہے۔ اس کے بارے میں امام احمد رحمہ اللہ نے لکھا۔

''یہ شب بیدار اور عالم انساب تھا۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس سے کسی ایک نے حدیث لی ہو۔''

ابن معین نے کہا: ''یہ غیر ثقہ ہے اور اس جیسے سے حدیث روایت ہی نہیں کی جاتی۔''

ابن عساکر نے کہا: ''رافضی ہے ثقہ نہیں ہے۔''

دارقطنی وغیرہ نے کہا: ''یہ متروک ہے۔'' ❷

چھٹا شبہ:

شیعہ کہتے ہیں کہ ''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نماز میں تبدیلی کی اور سفر میں پوری نماز پڑھی۔'' ❸

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں سفر کے دوران پوری نماز پڑھنے کے بارے میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اپنی رائے یوں درج ہے جو زہری کی روایت سے ہے کہ اس نے عروہ سے پوچھا:

''عائشہ پوری نماز کیوں پڑھتی تھی؟

تو اس نے کہا: جس طرح سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے تاویل کی تھی، اس نے بھی وہی تاویل کر لی۔'' ❹

اس شبہے کا چار وجوہ سے جواب دیا جائے گا:

اوّل: ......اس میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگانے کی کوئی وجہ نہیں چونکہ ان کی رائے کی مناسبت میں متعدد اقوال مروی ہیں۔ جن میں سے اکثر تحقیق کے معیار پر پورے نہیں اترتے۔ ❺

صحیح تر رائے یہ ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجتہاد کیا اور یہ رائے قائم کی کہ سفر میں قصر اور اتمام دونوں

---

❶ الضعفاء و المتروکون للنسائی، ص: ٩٢۔ الضعفاء و المتروکین لابن جوزی، ج ٣، ص: ١٧٥۔

❷ لسان المیزان لابن حجر، ج ٦، ص: ١٩٦۔

❸ ثم اهتدیت تیجانی سماوی، ص: ١٣۔ اس کے رد میں جو کتاب لکھی گئی: "الانتصار للصحب و الآل من افتراء ات السماوی الضال للرحیلی، ص: ٢٧٣۔)

❹ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ١٠٩٠۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ٦٨٥۔

❺ حافظ ابن عبدالبر لکھتے ہیں کچھ لوگوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے "اتمام الصلوة فی السفر" کی تاویل میں اپنی طرف سے کچھ اقوال نقل کیے ہیں جو خود اس سے تو مروی نہیں بلکہ وہ لوگوں کے ظن وتخمینے اور تاویلات ہیں کسی کے ساتھ کوئی دلیل نہیں۔ (التمهید لابن عبدالبر، ج ١١، ص: ١٧١۔)

جائز ہیں۔ ❶

یہ کہ انھیں دونوں کا اختیار ہے۔ چنانچہ انھوں نے اتمام کو کامل طور پر عبادت کرنے کے لیے اختیار کیا اور قصر کے متعلق انھوں نے سوچا کہ یہ سفر کی مشقت کے دوران ہے، جبکہ انھیں کوئی مشقت نہیں اٹھانا پڑتی۔ عروہ نے ان سے عرض کیا: اگر آپ دو رکعتیں پڑھ لیں؟ تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے میرے بھانجے! بے شک اس سفر میں مجھ پر کوئی مشقت نہیں۔ ❷

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھتے ہیں:

''ان کا یہ اس بات پر قول دلالت کرتا ہے کہ انھوں نے یہ تاویل کی کہ قصر رخصت ہے اور جس کا سفر پُر مشقت نہ ہو اس کے لیے اتمام افضل ہے۔'' ❸

دوم:......سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے قصر کا کبھی صراحتاً یا کنایتاً انکار نہیں کیا بلکہ انھوں نے دیکھا کہ جب سفر باعث مشقت نہ ہو تو اتمام افضل ہے۔ اس لیے انھوں نے عروہ کو اتمام کا حکم نہیں دیا جب انھوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دو دو رکعتیں نہ پڑھنے کے بارے میں سوال کیا۔ ❹

سوم:......ہم گزشتہ صفحات میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وسعت علم کے متعلق سیر حاصل بحث کر چکے ہیں۔ ❺ یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو بھی مشکل پیش آتی اس کے حل کے لیے وہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے رجوع کرتے۔ جس سے ہر محقق کے لیے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اہل اجتہاد میں سے تھیں اور اگر مجتہد اپنے اجتہاد میں صحیح ہو تو اسے دو اجر ملیں گے اور اگر وہ اجتہاد میں غلطی کرے تو اسے ایک اجر ملتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث صحیح میں یہ ثابت ہے۔ ❻ مجتہد کے لیے یہ شرط نہیں کہ وہ کبھی

---

❶ شرح مسلم للنووی، ج ٥، ص: ١٩٥۔

❷ النسن الکبری للبیہقی، ج ٣، ص: ١٤٣۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔ (فتح الباری، ج ٢، ص: ٥٧١۔)

❸ فتح الباری لابن حجر، ج ٢، ص: ٥٧١۔

❹ عمدۃ القاری للعینی، ج ٧، ص: ١٣٥۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے بھانجے! تم مجھ پر مشقت نہ ڈالو۔ یہ دلیل ہے کہ انھوں نے قصر کی تاویل کی، اس کا انکار نہیں کیا اور ان کی یہ تاویل قصر، وجوب قصر کے منافی نہیں۔ حالانکہ ان کا انکار بھی صراحتاً نقل نہیں کیا گیا۔

❺ گزشتہ صفحات کا مطالعہ کیا جائے۔

❻ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٧٣٥٢۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ٤٥٨٤۔

غلطی نہ کرے اور نہ ہی مجتہد کے لیے کوئی یہ دعویٰ کرتا ہے۔ ہاں! اللہ گواہ ہے کہ صرف روافض ائمہ کے بارے میں یہ اعتقاد رکھتے ہیں اور یہ ظاہری طور پر باطل مذہب ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''بلاشک وشبہ کہا جائے گا کہ امت مسلمہ کے لیے دقیق علمی مسائل مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ ہیں اور اگرچہ یہ علمی مسائل ہی ہوں اور اگر یہ رعایت نہ ہوتی تو اکثر فضلائے امت برباد ہو جاتے۔'' ❶

مزید فرماتے ہیں:

''پس واضح ہوا کہ مجتہد سے اگر غلطی ہو جائے تب بھی اسے ایک اجر ملتا ہے۔ چونکہ اس نے اجتہاد کیا ہے اور اس کی خطا "مغفور له" ہے۔ کیونکہ تمام اصول احکام میں صواب وحق کو پا لینا یا تو مشکل ہے یا ناممکن ہے۔'' ❷

چہارم: ...... یہ کہ اس بات کو ام المومنین رضی اللہ عنہا پر الزام کا باعث بنانا الزام لگانے والے کے دل پر مہر کی دلیل ہے۔ تاہم مومن ہمیشہ عذر قبول کرتا ہے اور اسے مسئلہ نہیں بناتا اور اس کے ان فضائل کا احترام کرتا ہے جو اس کے لیے ثابت ہیں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے کے بارے میں سلف صالحین کا یہی منہج ہے۔

حافظ ابن عبدالبر نے لکھا: کہ ایک آدمی نے قاسم بن محمد کو کہا: ہمیں عائشہ رضی اللہ عنہا پر تعجب ہے وہ سفر میں چار رکعات کیوں پڑھتی تھیں؟ اس نے کہا: اے بھتیجے! تجھ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت لازم ہے تجھے جہاں سے بھی ملے، کیونکہ کچھ لوگوں پر عیب نہیں لگائے جاتے۔ ❸

ابوعمر نے کہا: عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں قاسم کا یہ قول سعید بن مسیّب کے اس قول کے مشابہ ہے جس میں اس نے کہا: کوئی عالم، شریف، فاضل ایسا نہیں جو عیب سے خالی ہو لیکن کچھ لوگوں کے عیوب کا تذکرہ نہیں کیا جاتا اور جس کسی کا فضل اس کے نقص سے زیادہ ہو تو اس کا فضل اس کے نقص کو مٹا دیتا ہے۔ ❹

---

❶ مجموع الفتاوی لابن تیمیه، ج ۲۰، ص: ۱٦٥۔

❷ رفع الملام عن الائمة الاعلام لابن تیمیة، ص: ۳۸۔

❸ جامع بیان العلم و فضله لابن عبدالبر، ج ۲، ص: ۳۷۷۔ الاحکام فی اصول الاحکام لابن حزم، ج ٦، ص: ۱٤٥۔

❹ التمهید لابن عبدالبر، ج ۱۱، ص: ۱۷۰۔

ساتواں شبہ:

''بڑی عمر میں رضاعت کا مسئلہ اور اس مسئلہ میں روافض کے مکر و فریب کے بارے میں تنبیہات۔''

بڑی عمر میں رضاعت کا مسئلہ وہ مسئلہ ہے جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی اختلاف واقع ہوا اور ان کے بعد سلف اور خلف امت میں بھی یہی اختلاف جاری ہے۔ فریقین کے دلائل و مفاہیم میں طویل تنازع برپا ہے اس میں سے کئی فروعی مسائل اخذ ہوتے ہیں جن پر بحث و تحقیق مفید ہے لیکن ہمارا مقصد یہاں تمام مسئلہ کی تحقیق اور راجح نکالنا نہیں۔ تاہم ہم نے اسے مستقل مسئلے کے طور پر اس لیے اہمیت دی ہے تاکہ روافض کی ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق سوچی سمجھی سازش کو بے نقاب کیا جائے۔ تو ہم پہلے روافض کی آراء کا خلاصہ تحریر کریں گے اس کے بعد ان کے مکر و فریب کے تانے بانے کو ادھیڑیں گے۔

مرتضی عسکری رافضی نے اپنی کتاب ''احادیث ام المومنین عائشۃ'' میں رضاعت کبیر کے مسئلہ پر طویل کلام کیا ہے اور اس میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے کا تذکرہ بھی کیا ہے، چنانچہ ہمیں بھی اسی سے غرض ہے ہم ای جان عائشہ کی رائے کی ایسی توجیہ پیش کریں گے جسے ہر عقل سلیم اور منصف مزاج بسر و چشم قبول کرے گا۔ ❶

مرتضی عسکری لکھتا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سوال کرنے والوں سے ملاقات کی محتاج تھیں اور گھمبیر سیاسی مسائل میں گھر گئی تھی۔ شاید یہ دو اسباب تھے جن کی وجہ سے اس نے سالم مولی ابی حذیفہ ❷ کی رضاعت والی حدیث کی تاویل کر لی اور یہ کہ سیّدہ عائشہ کی رائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام زوجات کی احادیث کے خلاف ہے۔ ❸

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس مشکل کا حل اس طرح نکالا کہ ایک آیت نکالی جو اس کی رائے کی تائید کرتی ہے اور فتویٰ دے دیا کہ حرمت رضاعت پانچ بار دودھ پلانے سے ثابت ہو جاتی ہے اور جس آیت میں دس بار دودھ پلانے سے حرمت ثابت ہونے کی بات ہے اس کا جواب یہ دیا کہ آیت رجم اور دس بار رضاعت سے حرمت والی آیت اتری اور وہ صحیفہ میرے بستر کے نیچے تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو ان کی وفات کی وجہ سے ہماری توجہ ادھر ہوئی تو پالتو بکرا آیا اور وہ صحیفہ کھا گیا۔

❶ احادیث ام المومنین عائشۃ لمرتضی العسکری، ج ۱، ص: ۳۴۵-۳۵۹۔

❷ سالم بن معقل ابوعبداللہ مولی ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ سابقین اولین میں سے تھے۔ کبار قراء صحابہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ۱۲ ہجری میں وفات پائی۔ (الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۱، ص: ۱۶۹۔ الاصابۃ لابن حجر، ج ۳، ص: ۱۳۔)

❸ آئندہ صفحات میں اس بہتان کی تردید ہے کیونکہ سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے کی تائید و حمایت کی ہے۔

یہ نہایت خطرناک تدلیس اور سازش کی تخطیط ہے اس کی آڑ میں وہ جو مقاصد حاصل کرنا چاہتا ہے وہ یوں ہیں:

۱۔ یہ کہ اپنی رائے کو راجح بنانے کا مأخذ عائشہ رضی اللہ عنہا کا سیاسی مأخذ ہے۔

۲۔ یہ کہ اس وجہ سے اس نے روایات اور احادیث وضع کیں اور ان کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دی تا کہ اسے اپنی رائے کی حمایت مل جائے جس طرح کہ ابوریہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر یہی تہمت لگائی۔ ❶

۳۔ یہ کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے مخالف قول -اس کے بقول- کی تاویل کرتی ہیں۔

۴۔ یہ کہ وہ سنت کی محافظ نہیں۔

یہ تمام بہتانات ہیں ہر زمانے کے صالحین نے ان بہتانات کا جواب دیا ہے اور امہات المومنین کو حق پر ثابت کیا اور آئندہ صفحات میں مرتضی کی موشگافیوں کا ردّ کیا جائے گا۔

اوّل:...... مرتضی کے قول کا مفہوم یہ ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ رائے فتنہ (قتل عثمان رضی اللہ عنہ) کے بعد قائم کی۔ یہ سراسر غلط بات ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلاف اس سے پہلے بھی موجود تھا۔ جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ کی طرف رائے منسوب کی جاتی ہے۔ ❷ یہ عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے پہلے ظاہر ہوئی۔ اس طرح مرتضی نے جو توجیہ پیش کی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو سوال کرنے والوں سے ملاقات کی ضرورت تھی یا پیش آنے والے فتنوں کا اس کی رائے پر اثر تھا۔ درج بالا بحث سے اس کی یہ رائے اور توجیہ ختم ہوگئی۔

دوم:...... پانچ بار رضاعت سے حرمت کے ثبوت والی روایت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں صحیح مسلم میں موجود ہے۔ قرآن میں دس بار رضاعت سے حرمت کا ثبوت نازل ہوا تھا۔ پھر ان میں سے پانچ بار رضاعت منسوخ ہوگئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب وفات پائی تو قرآن میں ان کی تلاوت کی جاتی تھی۔ ❸

---

❶ عجیب بات ہے کہ ابوریہ نے اس مرتضی عسکری کی کتاب کی تقریظ لکھی ہے اور ابو ہریرہ و عائشہ رضی اللہ عنہا کثرت سے روایت کرنے والوں میں سے ہیں اور اس طرح کی تہمتوں کا ان دونوں کو نشانہ بنانے سے اسلام کی اکثر احادیث ضائع ہو جائیں گی۔ لیکن علامہ معلمی رحمہ اللہ نے اپنے زمانے کے علماء و عامۃ المسلمین کی طرف سے یہ قرض چکا دیا اور ابوریہ کا بھرپور ردّ کیا۔ اب مرتضی کے جھوٹ کا پول کھولنا باقی ہے جو اس نے ام المومنین پر بہتانات لگائے ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ علماء اور طلاب علم کو اس کی توفیق دے۔

❷ مصنف عبدالرزاق، ج ۷، ح: ٤٥٨ میں آراء الصحابہ و التابعین کا مطالعہ کریں۔

❸ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ١٤٥٢۔

یہی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے۔ جہاں تک بکری یا بکرے کے آنے اور صحیفہ کھانے کا کا قصہ ہے اس پر گفتگو آئندہ صفحات میں ہوگی۔

سوم: ......اگر یہ بھی کہا جائے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے مرجوح ہے تو کہا جائے گا کہ وہ سالم والی نص حدیث پر عمل پیرا ہے اور خاص ہونے کی دلیل چاہیے اور مجتہد سے کبھی کبھی نص مخصوص مخفی ہو جاتی ہے یہ مشکل تمام ابواب علم میں پیش آتی ہے۔ لہٰذا اس مقام پر ملامت کی کوئی گنجائش نہیں اور عائشہ رضی اللہ عنہا پر کسی نے بھی نص مخصوص واجب نہیں کی۔ اسی لیے جب ام سلمہ رضی اللہ عنہا عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اس مسئلہ پر بحث کر رہی تھی اور وہ کہتی تھی کہ سالم والا واقعہ سالم کے ساتھ خاص ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا اسے کہتی تھیں کیا تیرے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہتر نمونہ نہیں۔ تب ام سلمہ رضی اللہ عنہا لاجواب ہوگئی اس کا مطلب یہ ہے کہ یا تو اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے کو پسند کیا اور اسے اپنا لیا یا اس کے پاس اپنی رائے کی کوئی دلیل نہ رہی۔ [1]

چہارم: ...... یہ کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی اس رائے میں تنہا نہیں ہیں۔ بلکہ صحابہ و تابعین میں سے متعدد افراد نے یہی رائے اختیار کی۔ [2]

جیسا کہ یہ رائے صحابہ میں سے حفصہ، علی، ابوموسیٰ اور سلمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ [3]

اور یہ رائے عروہ بن زبیر اور عبداللہ بن زبیر سے بھی منقول ہے اور یہی رائے عطاء، قاسم بن محمد اور لیث بن سعد کی بھی ہے۔

پنجم: ...... یہ کہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر یہ قول اختیار کرنے کی وجہ سے طعن و تشنیع کرنے والوں کی رسوائی اس حقیقت سے واضح ہوتی ہے کہ متعدد علماء نے عائشہ رضی اللہ عنہا کا اس قول کو ترجیح دینے کی دو وجوہات ذکر کی ہیں، ان دو میں سے ہم طوالت کے خوف سے صرف ایک رائے کو مختصر طور پر تحریر کرتے ہیں۔ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ اس قول کے دلائل تحریر کرتے ہیں جس کے مطابق رضاعت کبیر سے حرمت ثابت ہوتی

---

1. زاد المعاد لابن قیم، ج ۵، ص: ۵۱۷-۵۱۸۔ معمولی ردّ و بدل کے ساتھ۔
2. مجموع الفتاوی لابن تیمیة، ج ۳۴، ص: ۶۰۔ زاد المعاد لابن القیم، ج ۵، ص: ۵۱۴۔
3. تفسیر القرطبی، ج ۳، ص: ۱۶۳۔ سلمان ابن ربیعہ کی صحبت میں اختلاف ہے اور کہا جاتا ہے کہ ابوموسیٰ نے اس رائے سے رجوع کر لیا تھا۔ یہ قابل غور ہے۔ واللہ اعلم۔ اور دیکھیں: المسائل الفقهیه التی حکی فیها رجوع الصحابة لخالد بابطین، ص: ۶۴۳۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری، ج ۹، ص: ۱۴۹ اور زاد المعاد، ج ۵، ص: ۵۱۴ حافظ ابن حجر علی رضی اللہ عنہ سے اس رائے کے ورود کو ضعیف لکھا ہے کیونکہ اس سے حارث بن اعور نے روایت کی ہے جو المحلی لابن حزم میں ہے۔ لیکن بقول محقق المحلی کی روایت جو حارث الاعور نے علی رضی اللہ عنہ سے کی ہم اس پر تبصرہ نہیں کرتے بلکہ ہمارے پیش نظر وہ روایت ہے جو مصنف عبدالرزاق میں ہے اور اس کی تخریج آگے آ رہی ہے۔

ہے۔ ہم اللہ کے نام پر گواہی دیتے ہیں جس پر ہمیں قطعی یقین ہے کہ ہم قیامت کے دن اس سے ملاقات کریں گے۔ یہ کہ ام المومنین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ستر کو اس شخص کے لیے مباح نہیں کرنا چاہتیں جس کے لیے آپ کا ستر کھولنا مباح نہ ہو اور نہ ہی اللہ عزوجل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ستر کو صدیقہ کائنات کے ہاتھوں حلال کروانا چاہا جس کی براءت ساتویں آسمان سے نازل کی۔ بے شک اللہ سبحانہ نے اس معزز ہستی اور محفوظ و محیط چراگاہ اور بلند شان کی حفاظت مکمل طور پر کی ہے اور اس کی حفاظت و حمایت اور دفاع اپنی وحی اور اپنے کلام کے ذریعے کیا ہے۔ ❶

میں کہتا ہوں علم اصول میں امر خارجی کے ذریعے ترجیح معروف ہے اور اس قول کی ترجیح کے دلائل سو کے قریب ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ دو میں سے ایک خبر کا تقاضا ہے کہ منصب صحابہ سے چشم پوشی کی جانی چاہیے۔ ❷

بقول مصنف من جملہ یہ مسئلہ بھی اس اصول میں شامل ہے۔

ششم: ...... یہ قول سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ان کا ایسا ہی فتویٰ حافظ عبدالرزاق نے اپنی "مصنّف" میں اور اس کی سند کے ساتھ علامہ ابن حزم نے "المحلی" میں درج کیا ہے۔ ❸

اس بنیاد پر یا تو یہ رائے درست ہے کیونکہ روافض کے عقائد کے مطابق یہ امام معصوم علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ یا یہ قول غلط ہے یہ کہنے سے شیعوں کا ائمہ کو معصوم کہنے کا عقیدہ باطل ہو جائے گا اور ان کا عظیم اصول کھوکھلا ہو جائے گا۔ تو ان کے لیے ان دو اقوال سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں۔ سوائے اس کے کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے اور وہ داخل ہونے والا نہیں۔

ھفتم: ...... بکری کے کھانے والا اضافہ ابن ماجہ نے محمد بن اسحق، بواسطہ عبداللہ بن ابی بکر، بواسطہ عمرہ، عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔ ❹

ابن اسحاق نے اپنی روایت میں اس اضافے کے ذریعے متعدد ثقات کی مخالفت کی جیسے مالک اور یحییٰ بن سعید وغیرہ۔ لہٰذا یہ اضافہ منکر ہے۔

---

❶ زاد المعاد لابن القیم، ج ٥، ص: ٥١٩۔

❷ المستصفی فی علم الاصول للغزالی، ص: ٣٠٨۔

❸ مصنف عبدالرزاق، ج ٧، ص: ٤٦١ اور ابن حزم نے اسے صحیح کہا۔ الاعراب عن الحیرۃ و الالتباس، ج ٢، ص: ٨٣١۔ المحلی، ج ١٠، ص: ١٨٧۔

❹ سنن ابن ماجه، حدیث نمبر: ١٩٤٤۔

حافظ جورقانی ❶ نے ابن ماجہ کی سند کے ساتھ اپنی کتاب "الاباطیل و المناکیر" میں روایت کی اور کہا یہ روایت باطل ہے اس سند میں محمد بن اسحٰق متفرد ہے اور وہ ضعیف الحدیث اور اس سند میں اضطراب بھی ہے۔ ❷

بقول مصنف (سیرۃ عائشہ رضی اللہ عنہا) اس اضطراب کی طرف حافظ ابوالحسن دارقطنی نے کتاب "العلل" میں اشارہ کیا ہے۔ ❸

جبکہ حافظ ابومحمد بن حزم رحمہ اللہ تو اس سے بھی آگے نکل گئے۔ وہ لکھتے ہیں:

''کچھ لوگوں نے شدید غلطی کی اور ایسی روایات لائے جو ملحدین اور کاذبین نے وضع کیں۔ ان میں سے پالتو بکرا وہ صحیفہ کھا گیا جس میں پڑھی جانے والی آیت تھی اور وہ پوری ضائع ہو گئی۔ اس شخص نے امہات المومنین کی بری تعریف کی اور انھیں اس جرم کا مجرم ٹھہرایا کہ ان کے گھروں میں جن آیات کی تلاوت کی جاتی تھی وہ اس کی حفاظت نہ کرسکیں۔ یہاں تک کہ بکری نے کھا کر تلف کر دی۔ حالانکہ یہ ظاہری جھوٹ اور محال و ناممکن ہے، واضح ہو گیا کہ بکرے کے کھانے والی حدیث بہتان، کذب اور تہمت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے جو اس روایت کو جائز قرار دے گا اور جو اس کی تصدیق کرے گا۔'' ❹

بقول مصنف: میں کہتا ہوں کہ فرض کرلیں یہ روایت اگر صحیح بھی ہو تو اس مفروضہ پر ابن قتیبہ نے "تاویل مختلف الحدیث" میں بحث کی ہے اور ہم نے طوالت کے اندیشے سے اسے ترک کیا ہے۔ ❺

آٹھواں شبہ:

مردوں کے سامنے ایسی باتیں صراحت کے ساتھ کہنا جن کا کہنا قباحت سے خالی ہو جو کچھ عائشہ اور

---

❶ حسین بن ابراہیم بن حسین ابوعبداللہ جورقانی، امام، حافظ، ناقد، علم حدیث میں متعدد کتب تصنیف کیں۔ اس کی مشہور تصنیف "الموضوعات من الاحادیث المرفوعات" ہے۔ ۵۴۳ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذھبی، ج ۲۰، ص: ۱۷۷۔ الاعلام للزرکلی، ج ۲، ص: ۲۳۰۔)

❷ الاباطیل و المناکیر للجورقانی، ج ۲، ص: ۱۸٤۔ اور محمد بن اسحاق ضعف کے درجے تک بھی نہیں پہنچتا اس کے حالات میں اس پر جرح ملاحظہ کریں۔

❸ العلل للدارقطنی، ج ۱۵، ص: ۱۵۳۔

❹ الاحکام لابن حزم، ج ٤، ص: ۷۷-۷۸۔

❺ تاویل مختلف الاحادیث لابن قتیبہ، ص: ٤۳۹۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان خاص لمحات میں پیش آتا تھا۔

مرتضی حسینی اپنی بدنیتی ظاہر کرتے ہوئے لکھتا ہے: اس کا بیان کہ عائشہ رضی اللہ عنہا مردوں کو وہ سناتی تھیں جو ان کے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان راز کی باتیں تھیں اور جن کو بیان کرنا نامناسب ہے۔ جیسے بوسہ لینا، زبان چوسنا، بغیر انزال کے مردانہ عضو کا عورت کے زیریں جسم میں داخل کر دینا وغیرہ وغیرہ۔ ❶

متعدد احادیث سے استدلال کرتے ہوئے۔ جیسے ''جب ختنے مل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔'' ❷

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا: جب خاوند بیوی سے جماع کرے اور اسے انزال نہ ہو تو اس نے کہا: میں نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے کیا پھر اس وجہ سے اکٹھے غسل کیا۔ ❸

یہ حدیث کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزے سے ہوتے تو اس کا بوسہ لے لیتے اور اس کی زبان چوس لیتے۔ ❹

یہ حدیث کہ کبھی کبھار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو غسل جنابت کر لیتے اور میں ابھی تک نہ کر پاتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم آتے تو میں آپ کو اپنے ساتھ لپٹا لیتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گرمی پہنچاتی۔ ❺

---

❶ السبعة من السلف لمرتضی الحسینی، ص: ۱۶۰۔

❷ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

❸ سنن دار قطنی، ج ۱، ص: ۱۱۱۔ شرح معانی الآثار للطحاوی، ج ۱، ص: ۵۵۔ و البیهقی، ج ۱، ص: ۱٦٤ حدیث نمبر: ۷۹۹۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا راوی حدیث ہیں۔ دار قطنی نے کہا یہ مرفوع اور موقوف دونوں طرح سے مروی ہے اور ابن قطان نے اسے الوهم و الایهام، ج ۵، ص: ۲٦۸ پر صحیح کہا اور البانی رحمہ اللہ نے سلسلہ الاحادیث الصحیحة میں اس کی سند کو صحیح کہا، ج ۵، ص: ۹٦۔

❹ سنن أبی داؤد، حدیث نمبر: ۲۳۸٦۔ مسند احمد، ج ٦، ص ۱۲۳، حدیث نمبر: ۲٤۹٦۰۔ صحیح ابن خزیمة، ج ۳، ص: ۲٤٦۔ الکامل فی الضعفاء لابن عدی، ج ٦، ص: ۱۹۸۔ بیهقی، ج ٤، ص: ۲۳٤، حدیث نمبر: ۸۳۵۹۔ ابوداود نے اس کی سند کو ضعیف کہا اور ابن قطان نے الوهم و الایهام میں کہا ج ۳، ص: ۱۱۰ اس کی سند میں ابو یحییٰ مصدع الاعرج ضعیف ہے اور نووی نے المجموع، ج ٦، ص: ۳۱۸ میں کہا اس کی سند میں سعد بن اوس اور مصدع دونوں کی جرح اور توثیق میں اختلاف ہے اور ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری، ج ٤، ص: ۱۸۱ میں اس کی سند کو ضعیف کہا اور عینی نے عمدۃ القاری، ج ۱۱، ص: ۱۳ میں اسے ضعیف کہا اور یہ کہ ((يَمُصُّ لِسَانَهَا)) کے الفاظ غیر محفوظ ہیں اور زیلعی نے نصب الرایة، ج ٤، ص: ۲۵۳ میں اسے سند کو ضعیف کہا اور البانی رحمہ اللہ نے ضعیف سنن ابی داود، حدیث نمبر: ۲۳۸٦ میں اسے ضعیف کہا۔

❺ سنن ترمذی، ۱۲۳۔ مسند ابی یعلی، ج ۸، ص ۲٦۰، حدیث نمبر: ٤۸٤٦۔ سنن دار قطنی، ج ۱، ص: ۱٤۳۔ امام ترمذی نے کہا: اس کی سند ٹھیک ہی ہے۔ ابن العربی نے عارضة الاحوذی، ج ۱، ص: ۱٦۸ پر لکھا یہ صحیح نہیں اور ابن دقیق العید نے الامام، ج ۳، ص: ۸۱ میں کہا یہ مسلم کی شرط پر ہے اور البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف سنن ترمذی، ۱۲۳ میں ضعیف کہا۔

عمارہ بن غراب کی حدیث کہ اس کی پھوپھی نے اسے حدیث سنائی کہ اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: ہم میں کسی کو حیض آ جائے اور اس کے اور اس کے خاوند کے لیے صرف ایک بچھونا ہو۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں تمھیں وہ بتاتی ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں آئے اور گھر میں بنی ہوئی اپنی مسجد (جائے نماز) کی طرف چلے گئے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تک واپس نہ آئے کہ مجھے نیند آ گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سردی لگنے لگی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میرے قریب ہو جاؤ۔'' میں نے کہا: میں حائضہ ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگرچہ تم ہو، تم اپنی رانوں سے کپڑا اہٹاؤ۔'' میں نے اپنی دونوں رانوں سے کپڑا اہٹایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا رخسار اور اپنا سینہ میری رانوں پر رکھا اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھک گئی تاآنکہ آپ کو گرمی پہنچی اور آپ سو گئے۔ [1]

پھر رافضی کہتا ہے بظاہر عائشہ رضی اللہ عنہا کو مردوں سے ایسی گفتگو کرنے پر اس علت نے آمادہ کیا جس کے بارے میں مردوں سے گفتگو نامناسب ہوتی ہے کہ وہ اسے اپنی فضیلت اور منقبت سمجھتی تھیں اور اسے یہ تک معلوم نہ تھا کہ یہ تو تمام مردوں اور عورتوں کے عادی معاملات ہیں اور انسانی تقاضے ہیں ہر نبی، آدم سے لے کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک اور اس کی بیوی کے درمیان پیش آتے ہیں اور آج تک پہلے انبیاء میں سے یا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سوائے عائشہ کے کسی بیوی نے ایسی بات کسی کو نہیں بتائی جو نامناسب ہو اور اگر ان باتوں کے بتانے سے عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقصد یہ تھا کہ وہ معصوم نبی کے افعال لوگوں کو بتائے کیونکہ معصوم کا ہر فعل امت کے لیے حجت ہوتا ہے تو اس کے لیے یہ بھی ممکن تھا کہ وہ صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال بتاتی اور درمیان میں اپنا تذکرہ نہ کرتی۔ بہرحال عائشہ کا اندازہ غلط ہو گیا اور اس کے لیے رسوائی ہوئی۔ [2]

جواب:

اے رافضی! میرا اندازہ اور تخمینہ تیرے لیے رسوائی کا پھندا بن جائے گا۔

ان باتوں میں سے جو احادیث ضعیف ہیں یہی اس کا رد ہے اور جو ان میں سے صحیح ہیں تو اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا۔ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اگر کوئی آدمی اپنی بیوی سے جماع

---

[1] ابو داود، حدیث نمبر: ٢٧٠۔ بیھقی، ج ١، ص ٣١٣، حدیث نمبر: ١٥٦١۔ ذہبی نے اس کی سند کو المھذب، ج ١، ص: ٣١٢ میں اور بوصیری نے اتحاف الخیرۃ المھرہ، ج ٤، ص: ٧٩ میں ضعیف کہا اور البانی رحمہ اللہ نے ضعیف سنن ابی داود، حدیث نمبر ٢٧٠ میں اس حدیث کو ضعیف کہا۔

[2] السبعۃ من السلف، ص: ١٦١-١٦٢۔

کرے، پھر اس کا عضو ڈھیلا ہو جائے تو کیا ان دونوں پر غسل واجب ہے؟ عائشہ رضی اللہ عنہا وہاں بیٹھی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور یہ ایسا کام کرتے ہیں، پھر ہم غسل کر لیتے ہیں۔ ❶

تو کیا یہ رافضی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قلت حیا اور سوء ادب کا طعنہ دے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس عیب سے پاک و منزہ ہیں۔ یا تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ تبلیغ پر اعتراض کرو گے یا یہ کہو گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیوی کے راز افشا کیے۔ سوء ظن لامحدود ہے۔

نووی رحمہ اللہ نے کہا: ''بیوی کی موجودگی میں اس طرح کی بات کرنے کا جواز ملتا ہے۔ جب اس میں کوئی مصلحت مرتب ہوتی ہو اور کسی کو اذیت پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اسلوب سے اس لیے جواب دیا کہ یہ سائل کے دل پر زیادہ اثر انداز ہو گی نیز اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل وجوب کے لیے ہوتا ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو سائل کو جواب نہ ملا ہوتا۔ ❷

یہی بات سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کہی جائے گی کہ ان کا ایسی احادیث کی روایت کا سبب مسلمانوں کے طہارت کے معاملات کی تعلیم تھا۔ اگرچہ وہ تفصیل طلب ہوں، نیز اس ضروری علم کی تحصیل میں حیا مانع نہیں، اسی لیے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں: انصاری عورتیں بہت اچھی ہیں، انھیں دین کو سمجھنے میں حیا مانع نہیں۔ ❸

اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقصد وحید اس خبر کی تاکید کرنا تھا جس میں لوگوں کا اختلاف تھا اور ایسے واضح طریقے سے حدیث پیش کی کہ اس میں تاویل کی گنجائش نہ رہی۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ((اَلْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ)) ''پانی پانی سے ہے۔ یا غسل احتلام سے ہے۔'' ❹

اب اگر کسی دماغ میں شیطان نے بسیرا کیا ہوا ہو تو وہ سورۂ یوسف سے بھی جنسی تلذذ کشید کرے گا۔ وہ لوگ کہ جن کے ہاں نکاحِ متعہ جائز ہی نہیں، افضلیت کے درجات کا حامل ہے، وہ کس منہ سے اسلام کی پاکیزہ جنسی تعلیمات پر حرف گیری کر سکتے ہیں؟ ایسا وہی کر سکتا ہے کہ جس کے نزدیک شرم و حیا ایک بے معنی چیز ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسوہ بنانے کی ترغیب اور حدیث پر عمل نہ کرنے کے اندیشے کا سدباب یعنی صرف ختنے ملنے سے غسل چھوڑنے کا اندیشہ اور غسل کے لیے صرف انزال کا اعتبار کرنا اور نماز پر اس کا اثر

---

❶ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۵۰۔ ❷ شرح مسلم، للنووی، ج ٤، ص: ٤٢۔

❸ اس کی تخریج پیچھے گزر چکی ہے۔

❹ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳٤۳۔ یہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جس میں ہر زمانے کے علماء میں اختلاف قائم رہتا ہے۔

واضح کرنا جو کہ ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہے۔

ہاں! سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ان مسائل میں منفرد ہونے کا دعویٰ خالص جھوٹ ہے۔ چنانچہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے روزہ دار کے بوسے لینے والی حدیث روایت کی ہے۔ [1]

سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے حیض کے بارے میں وہ حدیث بھی روایت کی جس میں ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک چادر میں لیٹی ہوئی تھیں۔ [2] اور میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا نے حائضہ کے ساتھ لیٹنے کی حدیث روایت کی۔ [3]

ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا نے حیض کے خون کا کپڑے پر لگ جانے کے بارے میں احادیث روایت کی ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کے سوال کا جواب بیان کیا ہے۔ [4]

حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا نے اپنے شدید حیض کی شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: ''تم اسے روئی کے پھاہے سے بند کر دو۔'' [5]

البتہ اس رافضی کا یہ کہنا کہ ان احادیث کی روایت عائشہ رضی اللہ عنہا کی منقبت وفضیلت نہیں تو وہ ایسا اپنے حسد اور بغض کی وجہ سے کہہ رہا ہے اور ان احادیث کی روایت میں ان کی منقبت کے دو پہلو ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو جو صفات حمیدہ ومحمودہ عطا فرمائی تھیں جیسے قوت حافظہ اور امانت کے ساتھ تبلیغ۔

---

[1] مسند احمد، ج ٦، ص ٣٢٠، حدیث نمبر: ٢٦٧٦٢۔ السنن الکبری للنسائی، ج ٢، ص ٢٠٣، حدیث نمبر: ٣٠٧٤۔ ابن عبدالبر نے التمہید، ج ٥، ص: ١٢١ پر لکھا: اس میں ایک راوی عبداللہ بن فروخ لیس بہ باس (وہ مقبول ہے) اور البانی رحمہ اللہ نے ارواء الغلیل، ج ۴، ص: ۸۳ پر لکھا اس کی سند مسلم کی شرط پر جید ہے۔

[2] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٢٩٨۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ٢٩٨۔

[3] اسے بخاری نے ۳۰۳ اور مسلم نے ۲۹۴ نمبرات سے روایت کیا۔

[4] سنن ابی داود، حدیث نمبر: ٣٦٣۔ النسائی، ج ١، ص: ١٥٤۔ سنن ابن ماجه، حدیث نمبر: ٦٢٨۔ مسند احمد، ج ٦، ص: ٣٥٥، حدیث نمبر: ٢٧٠٤٣۔ سنن الدارمی، ج ١، ص: ٢٥٦، حدیث نمبر: ١٠١٩۔ صحیح ابن حبان، ج ٤، ص ٢٤٠، حدیث: ١٣٩٥۔ البیهقی، ج ٢، ص: ٤٠٧، حدیث نمبر: ٤٢٧٩۔ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ابی داود میں اس حدیث کو صحیح کہا۔

[5] سنن ترمذی، حدیث نمبر: ١٢٨۔ سنن ابن ماجه، حدیث نمبر: ٥١٦۔ مسند احمد، ج ٦، ص: ٣٨١، حدیث نمبر: ٢٧١٨٨۔ امام احمد، بخاری اور ترمذی رحمہم اللہ نے کہا: "حسن، صحیح" اور البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ترمذی میں اسے حسن کہا۔

۲۔ ان احادیث نے امت کو اس کی طہارت اور عبادت میں کتنا فائدہ دیا اور امت کی ایسی مشکلات حل کیں جن کا حل آسان نہ تھا اور یہ ایسا فضل ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے صرف سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حصہ میں ہی آیا۔ ❶

نواں شبہ:

''عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کی۔''

حاکم نے اپنی سند کے ساتھ مسروق سے روایت کی کہ مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے خواب میں اپنے آپ کو ایک ٹیلے پر دیکھا اور میرے اردگرد گائیاں ذبح کی جا رہی تھیں۔ میں نے انھیں کہا: اگر آپ کا خواب سچ ہوا تو آپ کے اردگرد ایک بڑی جنگ ہوگی۔ انھوں نے کہا: میں تیرے شر سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں۔تم نے نامناسب بات کی۔ میں نے ان سے کہا: شاید کوئی ایسا معاملہ ہو جو آپ کو برا لگے گا۔ انھوں نے کہا: اللہ کی قسم! اگر میں آسمان سے گر پڑوں تو یہ مجھے زیادہ محبوب ہے اس سے کہ میں کوئی ایسا کام کروں۔ جب کچھ وقت گزرا تو انھیں بتایا گیا کہ علی رضی اللہ عنہ نے ابھری ہوئی چھاتی والے شخص کو قتل کر دیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے کہا: جب تم کوفہ جاؤ تو میرے لیے کچھ لوگوں کے نام لکھ بھیجنا جو اس واقعہ کے گواہ ہیں۔ جو اس علاقے میں معروف ہوں۔ جب میں کوفہ آیا تو لوگوں کو گروہوں میں منقسم دیکھا۔ میں نے ہر گروہ سے دس آدمیوں کے نام ان کی طرف لکھ بھیجے جو اس واقعہ کے گواہ تھے۔ بقول راوی میں ان کے پاس ان لوگوں کی گواہیاں لایا تو انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ عمرو بن عاص پر لعنت کرے، اس نے مجھ سے کہا کہ اس نے مصر میں اس شخص کو قتل کیا۔ ❷

اس روایت سے استدلال کا درج ذیل وجوہ سے جواب دیا جائے گا:

اوّل: ...... یہ روایت شاذ ہے۔ کیونکہ مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ روایت اس سند کے ساتھ مسروق سے اس طرح مروی ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں: میں نے خواب میں اپنے آپ کو ایک ٹیلے پر دیکھا گویا کہ میرے اردگرد گائیاں ذبح کی جا رہی ہوں۔تو مسروق نے کہا: اگر آپ کر سکیں کہ وہ آپ نہ ہوں تو ضرور ایسا کریں۔ مسروق نے کہا: پس وہ اس آزمائش میں پڑ گئیں۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔

---

❶ غیر مطبوعہ بحث: امنا عائشۃ رضی اللہ عنہا ملکۃ العفاف لنبیل زیانی۔

❷ مستدرک حاکم، ج ٤، ص: ١٤۔ حاکم نے کہا یہ حدیث شیخان کی شرط پر صحیح ہے اور ان دونوں نے اسے روایت نہیں کیا۔

اس روایت میں سیّدنا عمرو رضی اللہ عنہ پر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی لعنت کرنے کا تذکرہ نہیں ہے۔ اس لیے حاکم کی روایت میں اضافہ شاذ ہے، کیونکہ اس کی سند میں جریر نے ابو معاویہ محمد بن خازم کی مخالفت کی ہے یہ اس طرح ہے کہ ابو معاویہ اعمش سے جو روایت کرتا ہے وہ اوثق ہوتی ہے اس روایت سے جو روایت جریر بن عبدالحمید اعمش سے کرے۔ ❶

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: اعمش سے روایت کرنے میں ابو معاویہ جریر سے اثبت ہے۔ ❷

بلکہ جریر خود کہتے ہیں: ''ہم اعمش کے پاس سے واپس آتے تھے تو اس کی بیان کردہ حدیث یاد کرنے میں ہم میں ابو معاویہ سے زیادہ کوئی نہ ہوتا۔'' ❸

دوم:...... جو کچھ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سیرت و اخلاق کے بارے میں مروی ہے حاکم کی روایت میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے عمرو پر لعنت اس کے منافی ہے۔ کیونکہ جو بھی ان سے بدسلوکی کرتا وہ اس کے ساتھ کثرت سے عفو و درگزر کرنے والی خاتون تھیں۔ بلکہ وہ دوسروں کو ایسے شخص سے بدسلوکی کرنے سے روکتی تھیں۔

اس کی دلیل ہشام کی وہ روایت ہے جو انھوں نے اپنے باپ سے کی ہے کہ واقعہ افک میں حسان بن ثابت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کردار کے بارے میں بڑھ چڑھ کر انگشت نمائی کرنے والوں میں سے ایک تھے۔ میں نے ان کے متعلق بدکلامی کی تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے میرے بھانجے! تو اسے چھوڑ دے کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا کرتا تھا۔ ❹

---

❶ مصنف ابن ابی شیبة، ج ١١، ص: ٧٧۔
❷ الجرح و التعدیل لابن ابی حاتم، ج ٧، ص: ٢٤٧۔
❸ تذکرة الحفاظ للذهبی، ج ١، ص: ٢١٥۔
❹ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

دوسرا مبحث:

واقعہ جمل اور اس کا مدلل ردّ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی اختلاف کے بارے میں اہل سنت والجماعت کی رائے:

واقعہ جمل کی تفصیلات لکھنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے باہمی اختلافات کے متعلق مختصر طور پر اہل سنت والجماعت کا اعتقاد لکھ دیا جائے۔ تاکہ جب کوئی مسلمان تاریخی کتب کا مطالعہ کرے اور ان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی اختلاف کو دیکھے تو اس کے دل میں ان نفوس قدسیہ کے متعلق کوئی بدگمانی پیدا نہ ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر مورخین نے ہر قسم کا رطب و یابس جمع کر دیا ہے اور بہت کم مورخین ایسے گزرے ہیں جو روایات کی چھان بین کرتے تھے۔

امام ابوبکر المروزی [1] لکھتے ہیں: ''میں نے ابوعبداللہ احمد بن حنبل کو کہتے ہوئے سنا، کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے متعلق یہ بے بنیاد و فضول روایات لکھتے ہیں۔ میں نے کہا: آپ کے متعلق بھی یہ حکایت بیان کی جاتی ہے کہ آپ نے کہا ہے، میں انکار نہیں کرتا کہ کوئی محدث یہ احادیث اس لیے لکھے تاکہ ان کی اصلیت کے متعلق لوگوں کو معلوم ہو۔ وہ غضب ناک لہجے میں بولے: میں شدت سے ایسی روایات کا انکار کرتا ہوں اور مزید کہا: یہ باطل ہیں۔ اللہ کی پناہ! میں کیسے ان سے انکار نہ کروں گا؟ اگر ایسی روایات غیر اہم لوگوں کے بارے میں ہوں تو میں تب بھی ان کا انکار کرتا اور جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے بارے میں ایسی روایات ہوں تو پھر میرا کیا حال ہوگا؟ نیز انھوں نے فرمایا: میں کبھی ایسی احادیث نہیں لکھتا۔ میں نے ابوعبداللہ سے کہا: جس شخص کے بارے میں پتا چل جائے کہ وہ ایسی فضول روایات لکھتا اور اکٹھی کرتا ہے کیا اسے ترک کر دیا جائے گا؟ انھوں نے فرمایا: ہاں۔ ایسی ردی احادیث جمع کرنے والا رجم کا مستحق ہے۔ ابوعبداللہ نے فرمایا: میرے پاس عبدالرحمن بن صالح آیا تو میں نے اس سے پوچھا: کیا تم ایسی احادیث بیان کرتے ہو؟ وہ کہنے لگا: یہ فلاں اور فلاں بیان کرتا ہے اور میں اس کے ساتھ نرمی سے پیش آتا ہوں اور وہ ان کو دلیل بھی بناتا ہے۔ میں نے اس کے بعد اسے دیکھا تو اس سے اعراض کیا اور

---

[1] احمد بن محمد بن حجاج ابوبکر المروزی۔ شیخ الاسلام امام اہل السنۃ، سنت کی پیروی میں شدید تھے۔ امام احمد کے ہونہار شاگرد تھے۔ وہ بھی اس کے ساتھ بہت مانوس تھے۔ ان کی تصنیفات میں سے ''اخبار الشیوخ و اخلاقهم'' مشہور ہے۔ ۲۷۵ ہجری میں وفات پائی۔ (طبقات الحنابلة لابن ابی یعلی، ج ۱، ص: ۵۶۔ سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۱۳، ص: ۱۷۳۔)

اس سے بات نہ کی۔ ❶

اس موضوع پر شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے متفرق مقامات پر بہت کچھ لکھا، لیکن بطورِ تمثیل کچھ قارئین کی خدمت میں درج کیا جا رہا ہے، اور خصوصاً جو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق انھوں نے لکھا وہ بھی ہم ذکر کریں گے۔

وہ لکھتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے درمیان جو تنازعات ہوتے رہے ہم ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑتے ہیں اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے ہم اللہ تعالیٰ سے رحم اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔'' ❷

اب ہم دو عظیم اماموں کی عبارتیں نقل کرتے ہیں کیونکہ ان میں زیر بحث مسئلہ کے متعلق خصوصی راہنمائی ملتی ہے:

۱۔ ابن المستوفی اربلی ❸ نے کہا: ''میں نے ارادہ کیا کہ امام زہد ابومظفر خزاعی ❹ کو ابن ابی دنیا کی کتاب ''مقتل عثمان'' سناؤں، لیکن انھوں نے میری بات سے انکار کر دیا اور کہا: اگر ہم خود اس واقعہ کو دیکھتے تو بھی ہم اسے روایت نہ کرتے۔'' ❺

۲۔ امام ابن دقیق العید شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے ہم عصر ❻ ہیں۔ وہ کہتے ہیں: ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے

---

❶ السنة للخلال، ج ۳، ص: ۵۰۱۔

❷ الفتوى الحموية لابن تيمية، ص: ٤٤٨۔ مجموع الفتاوى لابن تيمية، ج ٥، ص: ۷۸۔ الفتاویٰ الكبرى لابن تيمية، ج ٦، ص: ٦٥٨۔ ج ٣، ص: ٤٤٥۔

❸ مبارک بن احمد بن مبارک، ابو البرکات اربلی علامہ، محدث۔ ۵۶۴ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ادب، شعر، عربوں کے وقائع کے ماہر تھے۔ عابد، متقی تھے۔ قضائے اربل پر ایک مدت تک فائز رہے۔ ان کی مشہور تصنیف ''تاریخ اربل'' ہے۔ ۶۳۷ ہجری میں وفات پائی۔ (سير اعلام النبلاء للذهبی، ج ۲۳، ص: ٤٩۔ الاعلام للزركلی، ج ٥، ص: ٢٩٥۔)

❹ مبارک بن طاہر بن مبارک ابومظفر الخزاعی، بغدادی صوفی، مقری۔ ۵۳۳ ہجری میں پیدا ہوئے۔ عابد و زاہد تھے اور قرآن کے ساتھ خصوصی لگاؤ تھا۔ شافعی المسلک تھے۔ رائے اور قیاس سے نفرت کرتے تھے۔ خوب جانچ کر احادیث کی سماعت کی۔ ۶۰۰ ہجری میں وفات پائی۔ (تاريخ اربل لابن المستوفی، ج ۱، ص: ٤١۔ تاريخ الاسلام للذهبی، ج ٤٢، ص: ٤٨٢۔

❺ تاريخ اربل لابن المستوفی، ج ۱، ص: ٤٤۔

❻ محمد بن علی بن وہب ابو الفتح قشیری ابن دقیق العید۔ امام، فقیہ، محدث، شیخ الاسلام۔ ۶۲۵ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اپنے ہم عصروں میں ذہین و فطین، وسیع علم رکھنے والے اور متقی مشہور تھے۔ قضاء مصر پر فائز رہے۔ ان کی مشہور تصانیف ''الاقتراح'' و ''شرح عمدة الاحکام'' ہیں۔ ۷۰۲ ہجری میں فوت ہوئے۔ (طبقات الشافعية لابن قاضی شهبه، ج ۲، ص: ۲۲۵۔ شذرات الذهب لابن العماد، ج ٦، ص: ٥۔)

باہمی تنازعات کے متعلق جو کچھ ہم تک روایات پہنچی ہیں ان میں سے بہت کچھ جھوٹ ہے، وہ قابل توجہ نہیں اور جو روایات صحیح ہیں ہم ان کی احسن تاویل کریں گے اور ان کے لیے عمدہ ترین مخارج تلاش کریں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے ان کی ثنا بیان کر دی ہے۔ جو کچھ ان کی نسبت ہم تک پہنچا ہے اس میں تاویل کا احتمال ہے اور قاعدہ کے مطابق مشکوک چیز معلوم کو باطل نہیں کرتی۔ ❶

یہ وہی بات ہے جو حبر امت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہی تھی کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو گالی مت دو، کیونکہ اللہ عزوجل نے ان کے لیے استغفار کا حکم دیا ہے۔ حالانکہ اسے معلوم تھا کہ یہ مستقبل میں آپس میں قتال کریں گے۔ ❷

چند اُصولوں کا ذکر جو اہل سنت والجماعت میں متفق علیہ ہیں۔ صرف اہل بدعت و اہواء ہی ان کا انکار کرتے ہیں:

۱۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحاب کے ساتھ حسن ظن رکھنا خصوصاً ان کے بارے میں جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات تک ان سے راضی رہے ان میں بلاشک و شبہ علی، عائشہ، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم اجمعین بھی ہیں۔

۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو معصوم نہ سمجھنا بلکہ ان سے نہ صرف صغیرہ گناہ سرزد ہو سکتے ہیں بلکہ کبیرہ گناہ بھی سرزد ہونے پر کوئی تعجب نہ کرنا اور اگر وہ اجتہاد کرنے میں غلطی کریں تو انھیں ایک اجر ضرور ملنے کی امید رکھنا۔

۳۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر سب وشتم کرنا حرام ہے اور ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ کبیرہ گناہ ہے اور جو ان کے عادل ہونے میں عیب جوئی کرتا ہے وہ دراصل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عدل میں عیب جوئی کرتا ہے کہ جس نے ان کو جنت کی بشارت دی اور وہ دین میں عیب جوئی کرتا ہے جو ان صحابہ کے ہاتھوں اور زبانوں سے ہم تک پہنچا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا، جب انھوں نے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ نازیبا کلمات کہہ دیئے جو پہلے پہلے

---

❶ تشنیف المسامع للزرکشی، ج ٤، ص: ٨٤٢۔

❷ الحجة فی بیان المحجة لابی القاسم الاصبهانی، ج ٢، ص: ٣٩٥۔ اس کی سند کو ابن تیمیہ نے منهاج السنة، ج ٢، ص: ٢٢ میں صحیح کہا۔

ایمان لانے والوں میں سے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَلَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَ لَا نَصِیْفَهٗ))

''تم میرے اصحاب کو گالی مت دو۔ اگر تم میں سے کوئی کوہِ احد کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو ان کے اللہ کی راہ میں خرچ کیے ہوئے ایک مد (لپ) بلکہ آدھا مد (چلو) کے برابر بھی نہیں ہوسکتا۔'' [1]

جب درج بالا گفتگو اللہ تعالیٰ کی بے نیام تلوار خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کی گئی جن کے ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی خصوصی نصرت وحمایت کی، اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جرنیل صحابہ میں سے ہیں تو جس شخص کو صحابہ سے کوئی نسبت ہی نہیں وہ صحابہ کو کیسے گالی دے سکتا ہے۔ اسی طرح بعد میں آنے والوں کو زیب نہیں دیتا کہ اسلاف امت کے متعلق زبان درازی کریں۔

۴۔ صحابہ کے باہمی تنازعات کے متعلق ہم توقف سے کام لیتے ہیں اور ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کرتے ہیں اور اس مقام پر ہم تمام صحابہ کو مجتہدین سمجھتے ہیں جن کا اجتہاد حق پر تھا ان کو دو اجر ملیں گے اور جنھوں نے اجتہاد میں خطا کی ان کو ایک اجر ملے گا۔ ان شاء اللہ .

پہلا نکتہ:...... واقعہ جمل پر سیر حاصل بحث

سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ ۱۸ ذی الحجہ/ جمعہ کے دن ۳۰ ہجری کو شہید کر دیئے گئے۔ یہ قول زیادہ مشہور ہے۔ لوگوں تک یہ خبر پہنچ گئی۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی یہ افسوس ناک خبر سنی، لوگوں نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کی بیعت لینے کے لیے آمادہ کر لیا۔ جو صدمہ لوگوں کو تھا وہی عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی تھا، تاہم وہ دوسرے لوگوں کو علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے کی تلقین کرتی رہتیں۔ بہرحال امت مسلمہ کے دل اس جانکاہ صدمہ سے چور چور تھے جو انھیں پاکباز، متقی ابوعبداللہ عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی اس مظلومانہ شہادت سے پہنچا تھا، ایسا صدمہ جو چند مجرم ہاتھوں کے ذریعے مدینہ منورہ میں پیش آیا انھوں نے لوگوں کو خوف زدہ کر دیا اور امیر المومنین خلیفۂ ثالث کو قتل کر ڈالا۔ اس وقت صحابہ کرام کی ایک جماعت اٹھی اور سب نے مل کر علی رضی اللہ عنہ کی بیعت لی اور ان سے عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص لینے کا وعدہ لیا۔ علی رضی اللہ عنہ نے ان کا مشورہ قبول کر لیا اور انھیں کچھ دیر تک صبر کرنے کا مشورہ دیا، کیونکہ فتنہ گروں کے پاس طاقت تھی لوگوں پر ان کی دہشت

[1] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۶۷۳۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۲۲۔

چھائی ہوئی تھی اور وہ ان سے مرعوب تھے وہ ان کی ہاں میں ہاں ملائے ہوئے تھے۔ ان کی پشت پناہی دیگر قبائل کر رہے تھے اور وہ ان کا دفاع کرتے تھے۔ جو عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص لینے میں مانع تھے۔ اس لیے حالات کا معمول پر آ جانا ضروری تھا اور اسی لمحے ارکان خلافت کو مضبوط کرنا ضروری تھا۔ تاآنکہ قصاص لینے کا ماحول بن جاتا اور نئے سرے سے فتنے نہ کھڑے ہو جاتے۔ بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما تو یہ خدشہ ظاہر کر رہے تھے کہ کہیں وہ مجرم لوگ علی رضی اللہ عنہ پر ہلہ نہ بول دیں۔ اس لیے انھوں نے علی رضی اللہ عنہ کو نصیحت کی کہ وہ مسجد میں کھلے عام بیعت نہ لیں۔ بلکہ اس کام کے لیے کوئی اور جگہ منتخب کرنی چاہیے۔ لیکن علی رضی اللہ عنہ نے مسجد ہی میں بیعت لینے پر اصرار کیا۔ ❶

دن پر دن گزرتے رہے حتیٰ کہ شہادت عثمان کو چار ماہ گزر گئے اور ان کے قاتلوں سے قصاص نہ لیا جا سکا۔ اس موقع پر صحابہ نے اپنا اپنا اجتہاد کیا اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ دونوں گروہوں میں سے حق کے زیادہ قریب تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اختلاف بڑھانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ معاملات الجھنے لگے۔ کینہ پرور اور سبائی فرقہ لوگوں میں افواہیں پھیلانے پر تل گیا تاکہ دونوں گروہوں میں فتنہ بھڑکا کر فساد برپا کر دیا جائے۔ بالآخر وہ اپنے مکروہ عزائم میں کامیاب ہو گئے۔ لوگوں میں اشتعال انگیزی بڑھنے لگی۔ اکثر لوگ قصاص عثمان کا مطالبہ کرنے لگے پھر وہی ہوا جو مقدر تھا۔ متعدد گروہ خون عثمان کے قصاص کا مطالبہ زور و شور سے کرنے لگے۔ اس موقعہ پر ام المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی اجتہاد کیا اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی روشنی میں عملاً میدان میں آنے کو ترجیح دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾

(النساء: ۱۱٤)

''ان کی بہت سی سرگوشیوں میں کوئی خیر نہیں، سوائے اس شخص کے جو کسی صدقے یا نیک کام یا لوگوں کے درمیان صلح کرانے کا حکم دے اور جو بھی یہ کام اللہ کی رضا کی طلب کے لیے کرے گا تو ہم جلد ہی اسے بہت بڑا اجر دیں گے۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مومنوں کے دلوں میں اُن (سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ) کے مقام و منزلت کا خیال کرتے ہوئے عملاً اس معاملہ میں کردار ادا کرنے کا عزم کر لیا اگرچہ امہات المومنین کو گھروں میں

❶ تاریخ طبری، ج ٤، ص: ٤٢٧۔

ٹھہرے رہنے کی خصوصی قرآنی نصیحت موجود تھی۔ لیکن یہ نصیحت اصلاح عامہ کی کوشش اور حاجت برآری کی مخالف نہیں۔

اگر ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا ان دونوں گروہوں کے درمیان صلح کرانے کا عزم لے کر آگے بڑھیں تو یہ امت مسلمہ پر عظیم احسان ہے۔ وہ خلافت علی رضی اللہ عنہ کو تسلیم کر چکی تھیں، نہ تو انھوں نے علی رضی اللہ عنہ کی بیعت توڑی اور نہ ان کے خلاف بغاوت کا ارادہ کیا۔

امام ابن بطال رحمہ اللہ [1] نے کہا: وہ اس حدیث ''وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پائے گی جنھوں نے اپنا معاملہ عورت کے سپرد کیا۔'' کے بارے میں سیّدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ [2] کے موقف پر تبصرہ کر رہے تھے: جہاں تک ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی پیش کردہ حدیث سے استدلال کا موقف ہے تو بظاہر ایسا لگتا ہے کہ اس کے نزدیک عائشہ رضی اللہ عنہا کے میدان جہاد میں نکلنے کی رائے ضعیف تھی۔ مہلب کہتے ہیں لیکن ایسا نہیں ہے کیونکہ ابوبکرہ کے بارے میں مشہور یہی ہے کہ وہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے پر تھے اور میدان جہاد میں جاتے وقت ان کے ساتھ تھے۔ جبکہ عائشہ رضی اللہ عنہا قتال کی نیت سے میدان عمل میں نہیں جا رہی تھیں، بلکہ انھیں یہ کہہ کر آمادہ کیا گیا تھا کہ آپ میدان جہاد میں آگے بڑھیں تاکہ لوگوں کے درمیان صلح کروا سکیں۔ کیونکہ آپ ان کی ماں ہیں اور وہ قتال کر کے آپ کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ اس لیے وہ نکل پڑیں اور ان کے ہمراہ بعض لوگوں کا یہ خیال تھا کہ جو گروہ بغاوت پر اڑ گیا تو وہ بغاوت کرنے والوں سے قتال کریں گے۔ ان میں ابوبکرہ بھی شامل تھے۔ اس رائے سے انھوں نے کبھی رجوع نہ کیا۔ پھر ابن بطال رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ کوئی مسلمان یہ نہیں کہتا کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ساتھ کسی کے امیر ہونے کا دعویٰ کیا اور نہ ہی وہ علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مخالف تھیں اور نہ امارت چھیننے کے لیے انھوں نے علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف کیا۔ انھوں نے تو علی رضی اللہ عنہ سے صرف عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص نہ لینے کی وجہ سے مخالفت کی اور ان (کے قاتلوں) پر حدود اللہ قائم کیے بغیر ان کو کھلا چھوڑنے پر ان کی مخالفت کی۔ اس کے علاوہ ان کا کوئی مطالبہ نہ تھا۔ [3]

---

[1] علی بن خلف بن عبدالملک ابوالحسن قرطبی، علامہ، مالکی مسلک کے بڑے علماء میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ علم و معرفت کے دریا تھے۔ حدیث سے خصوصی شغف تھا۔ اندلس میں قاضی رہے۔ ان کی تصنیف ''شرح البخاری'' مشہور ہے۔ ۴۴۹ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۱۸، ص: ۴۷۔ شذرات الذهب لابن العماد، ج ۳، ص: ۲۸۲۔)

[2] نفیع بن حارث بن کلدہ، ابوبکرہ ثقفی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ تھے۔ جنگ جمل میں یہ دونوں فریقوں سے علیحدہ ہو گئے اور کسی کی طرف سے قتال میں حصہ نہ لیا۔ ۵۲ ہجری میں وفات پائی۔ (الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۱، ص: ٤٨٤۔ الاصابة لابن حجر، ج ٦، ص: ٤٦٧۔)

[3] شرح صحیح البخاری لابن بطال، ج ١٠، ص: ٥١۔

اس نیک عزم اور اس مبارک نیت کے ساتھ جب ان کا قافلہ عَیْن (چشمہ) حَوْأَب [1] پہنچا تو انھوں نے امن وسلامتی کے لیے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور واپسی کا ارادہ کیا۔ تاکہ وہ سارے معاملے سے یک بارگی علیحدہ ہو جائیں اور اس اندیشے سے کہ کہیں کوئی انھونی پیش نہ آ جائے۔

مسند احمد اور مستدرک حاکم میں روایت موجود ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب بنو عامر کے چشموں کے پاس رات کو پہنچیں تو کتوں کے بھونکنے کی آواز آئی۔ انھوں نے پوچھا، یہ کون سا چشمہ ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ عین حوأب ہے۔ آپ نے فرمایا: مجھے یقین ہے کہ میں واپس چلی جاؤں گی۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے فرمایا تھا: تم میں سے کسی ایک کا کیا حال ہوگا جب اس پر حوأب کے کتے بھونکیں گے؟ تو زبیر رضی اللہ عنہ نے انھیں کہا: آپ واپس جانا چاہتی ہیں؟ ممکن ہے اللہ عزوجل آپ کے ہاتھوں سے لوگوں کے درمیان صلح کرا دے۔ [2]

امام ابن کثیر رحمہ اللہ اصل معاملے کی حقیقت واضح کرتے ہوئے اور ہمارے لیے حقیقت امر کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا:

> ''تمام لوگ صلح پر متفق ہو گئے۔ جس نے اس اتفاق کو ناپسند کیا اس نے ناپسند کیا اور جو اس پر راضی ہوا وہ راضی ہوا۔ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے علی رضی اللہ عنہ کی طرف یہ خبر بتانے کے لیے قاصد بھیجا کہ وہ صلح کے لیے آئی ہیں۔ دونوں گروہوں کے لوگ خوش ہو گئے۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ لوگوں کو خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو جاہلیت کے زمانہ، اس کی شقاوتوں اور اس کے اعمالِ بد کا تذکرہ کیا، پھر اسلام کا تذکرہ کیا اور اہل اسلام کی باہمی الفت واجتماعیت کی تعریف کی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب لوگوں کو خلافت ابی بکر رضی اللہ عنہ پر جمع کیا۔

---

[1] الحوأب: مکہ اور بصرہ کے درمیان پڑاؤ کا ایک مقام ہے۔ (النهاية في غريب الحديث و الاثر لابن الاثير، ج ۱، ص: ۴۵٦۔)

[2] مسند احمد، ج ٦، ص: ۵۲، حدیث نمبر: ۲۴۲۹۹۔ مسند ابی یعلی، ج ۸، ص: ۲۸۲، حدیث نمبر: ۴۸٦۸۔ صحیح ابن حبان، ج ۱۵، ص: ۱۲٦، حدیث نمبر: ٦۷۳۲۔ مستدرك حاكم، ج ۳، ص: ۱۲۹۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو سیر اعلام النبلاء، ج ۲، ص: ۱۷۷ پر صحیح کہا اور البداية و النهاية، ج ٦، ص: ۲۱۷ پر حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا۔ اس کی سند صحیحین کی شرط پر ہے اور مجمع الزوائد، ج ۷، ص: ۲۳۷ میں ہیثمی رحمہ اللہ نے لکھا: مسند احمد کی روایت کے سب راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے سلسلة الاحاديث الصحيحة، ج ۱، ص: ۸۴۷ پر لکھا ہے کہ اس کی سند بہت ہی صحیح ہے۔ اس کے تمام راوی کتب ستہ کے ثقہ اور ثبت ہیں۔

پھر ان کے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پھر عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے، پھر یہ حادثہ پیش آیا جسے ان لوگوں نے پروان چڑھایا جو دنیا کے طلب گار تھے۔ اس شخص سے ان کے حسد کے نتیجے میں یہ کارروائی عمل میں لائی گئی جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا تھا اور اس فضیلت کے ساتھ انھیں حسد تھا جسے اللہ تعالیٰ نے عطا کر کے احسان کیا تھا۔ انھوں نے اسلام اور دیگر معاملات کو پیچھے کی طرف لوٹانے کی کوشش کی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے فیصلوں کو نافذ کرتا ہے۔ پھر علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگو! توجہ سے سنو! میں کل واپس جا رہا ہوں تم بھی واپس چل پڑو اور جن لوگوں نے سیّدنا عثمان کے قتل میں کسی قسم کی معاونت کی وہ میرے ساتھ نہ آئیں۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے جب یہ جملہ کہا تو ان لوگوں کے سرغنوں نے سر جوڑ لیے جیسے اشتر نخعی، شریح بن اوفی، عبداللہ بن سبا المعروف بابن السوداء وغیرہم جو تقریباً پچیس سو افراد کے قریب تھے اور ان میں ایک بھی صحابی نہ تھا۔ و للہ الحمد.

وہ کہنے لگے: یہ کیسی رائے ہے؟ اللہ کی قسم! جو لوگ عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتل ڈھونڈ رہے ہیں ان سب سے علی رضی اللہ عنہ بہتر جانتا ہے اور وہی عمل کرنے کے سب سے زیادہ قریب ہے۔ اس نے جو کچھ کہا تم نے سن لیا، صبح سب لوگ تمہارا گھیراؤ کریں گے اور سب لوگ تمھیں پکڑنے کی کوشش کریں گے تو تمہارا کیا حال ہوگا جبکہ تم ان کی اکثریت کے مقابلے میں قلیل ہو؟ تو اشتر نے کہا: ہمیں شروع دن سے طلحہ اور زبیر کی رائے معلوم تھی، لیکن علی رضی اللہ عنہ کی رائے آج سے پہلے ہم نہیں جانتے تھے۔ اس نے اگر ان سے صلح کر لی ہے تو ہمارے خونوں پر صلح کی ہے۔ اگر معاملہ یہی ہے تو ہم علی کو بھی عثمان کے ساتھ ملا دیں گے تو لوگ ہماری ہاں میں ہاں ملائیں گے۔

ابن سوداء نے کہا: تیری رائے بہت بری ہے، اگر ہم اسے قتل کریں گے تو خود بھی قتل کر دیے جائیں گے۔ کیونکہ ہم اے عثمان کے قاتلو! پچیس سو ہیں اور طلحہ و زبیر اور ان کے ساتھی پانچ ہزار ہیں اور ہمارا ان کے ساتھ کوئی مقابلہ نہیں۔ حالانکہ وہ سب صرف تمھیں ہی تلاش کر رہے ہیں۔

علباء بن ہیثم نے کہا: تم انھیں چھوڑو اور ہم مختلف علاقوں میں چلے جاتے ہیں اور وہاں کے لوگوں کے ساتھ اپنا دفاع کریں گے۔ ابن سوداء نے کہا: تو نے بہت نامناسب بات کی ہے

اس طرح تو اللہ کی قسم! لوگ تمھیں اچک لیں گے۔ پھر ابن سوداء نے کہا: اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کر دے، اے لوگو! تمہارا غلبہ لوگوں میں مل جل کر رہنے میں پنہاں ہے۔ جب لوگ اکٹھے ہوں تم ہلہ بول دو اور ان کو تحقیق کی مہلت مت دو۔ تم جس کے ساتھ ہو گے وہ ضرور تمہارا دفاع کرے گا اور تم جس چیز کو ناپسند کرتے ہو اللہ تعالیٰ طلحہ، زبیر اور ان کے ساتھیوں کو اسی میں پھنسا دے گا۔ سب لوگوں نے یہ رائے پسند کی اور اسی پر مجلس برخاست ہوئی۔ [1]

ابن کثیر رحمہ اللہ نے دوسرے مقام پر لکھا:

''وہ رات صحابہ کے لیے سب سے پرسکون رات تھی اور عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کے لیے وہ رات سب سے زیادہ تلاطم خیز تھی۔ وہ متفق ہو گئے کہ جنگ کے شعلے سحری کے وقت [2] بھڑکائیں گے۔ وہ صبح صادق کے طلوع ہونے سے پہلے اٹھ کھڑے ہوئے جو تقریباً دو ہزار کے قریب تھے۔ ان میں سے ہر جماعت اپنے پڑوس والوں پر تلواروں سے حملہ آور ہو گئی۔ جذبہ انتقام لیے ہوئے سب لوگ اپنے اپنے فریق کا دفاع کرنے لگے۔ لوگ نیند کی حالت میں ہی اپنے اپنے ہتھیاروں کی طرف بڑھے اور کہنے لگے: یہ کیا ہے؟ بصرہ والے کہنے لگے: اہل کوفہ نے ہم پر رات کے وقت ہلہ بول دیا اور ہم پر شب خون مار کر ہم سے دھوکا کیا اور وہ گمان کرنے لگے کہ اصحاب علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے سازش کی گئی۔ علی رضی اللہ عنہ تک جب یہ خبر پہنچی تو انھوں نے کہا: لوگوں کو کیا ہوا ہے۔ ان کے ساتھیوں نے کہا اہل بصرہ نے ہم پر شب خون مارا ہے۔ ان میں سے ہر جماعت اپنے ہتھیاروں کی طرف لپکی اور زرہ سمیت دیگر ہتھیار لے لیے۔'' [3]

وہ گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور کسی کو حقیقت معاملہ کا صحیح ادراک نہ تھا اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ نافذ ہو چکا تھا۔ جنگ کے الاؤ روشن ہو گئے اور دونوں لشکر ایک دوسرے کے بالمقابل ڈٹ گئے۔ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیس ہزار جنگجو تھے اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تقریباً تیس ہزار تھے۔

---

[1] البدایة و النهایة لابن کثیر، ج ١٠، ص: ٤٥٠۔

[2] الغلس: رات کا آخری اندھیرا جس میں صبح کی روشنی بھی مل چکی ہو۔ (النهایة فی غریب الحدیث و الاثر لابن الاثیر، ج ٣، ص: ٣٧٧۔)

[3] اللامة: زرہ اور ایک قول کے مطابق ہتھیار مراد ہیں۔ (النهایة فی غریب الحدیث و الاثر لابن الاثیر، ج ٤، ص: ٢٢٠۔

جنگ زوروں پر تھی اور شہسوار ایک دوسرے کو کاٹ رہے تھے اور پیادہ شجاع صفوں کے اندر گھس چکے تھے۔ پس-انا للّٰہ و انا الیہ راجعون - جنگ کی آگ بھڑکانے والا اصل گروہ سبائی تھی جو ابن سوداء کے ہم نوا تھے۔ اللہ ان پر لعنت کرے جو قتل سے ذرا نہیں ہچکچاتے۔ اسی دوران علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے اعلان کرنے والا اعلان کرنے لگتا ہے کہ لوگو! رک جاؤ! لوگو! رک جاؤ! لیکن کوئی بھی نہیں سنتا۔ اسی اثنا میں قاضی بصرہ کعب آیا اور اس نے کہا: اے ام المومنین! آپ لوگوں کو نصیحت کریں، امید ہے اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے لوگوں کے درمیان صلح کروا دے۔ تو وہ اپنے اونٹ پر پالکی میں بیٹھیں ماتحتوں نے پالکی کو زرہوں سے ڈھانپ دیا۔ وہ آگے بڑھیں اور وہاں ٹھہر گئیں جہاں وہ سب لوگوں کو ان کے مقتل میں دیکھ سکیں۔'' [1]

تو یہ لوگ اصل میں جنگ کی آگ لگانے والے اور اس کے الاؤ کو بھڑکانے والے تھے جنھوں نے مومنوں کے دو گروہوں کے درمیان فساد پھیلایا اور لوگوں کو انتقام پر ابھار کر انھیں باہمی قتال پر مجبور کیا۔ وہ خوش دلی کے ساتھ مقتل میں نہیں آئے بلکہ وہ ان کے باہمی اجتہادی اختلاف کا کڑوا پھل تھا اور وہ سب مخلص تھے اور ان میں سے کوئی ایک بھی اپنے دوسرے بھائی کو معمولی سی تکلیف بھی نہیں پہنچا سکتا تھا ان سب سے زیادہ مخلص ہماری امی جان سیّدہ عائشہ اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہما تھے۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس دن بے شمار لوگ شہید ہوئے حتیٰ کہ علی رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے: اے میرے بیٹے! کاش تیرا باپ آج سے بیس سال پہلے مر جاتا۔ حسن رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اے ابا جان! میں آپ کو اس سے روکتا تھا۔''

قیس بن عباد سے روایت ہے:

''جنگ جمل والے دن علی رضی اللہ عنہ نے حسن رضی اللہ عنہ سے کہا: اے حسن! کاش تیرا باپ! بیس برس قبل مر جاتا۔ تو حسن رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اے ابا جان! میں آپ کو اس کام سے روکتا تھا۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے میرے بیٹے! میں سمجھتا تھا کہ معاملہ اس حد تک نہیں پہنچے گا۔''

مبارک بن فضالہ نے بواسطہ حسن ابوبکرہ سے روایت کی:

---

[1] البدایة و النهایة لابن کثیر، ج ۱۰، ص: ٤٥٥۔

''جنگ جمل کے دن جب جنگ میں شدت آئی اور علی رضی اللہ عنہ نے کھوپڑیاں اڑتی [1] ہوئی دیکھیں تو علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حسن کو پکڑا اور انھیں اپنے سینے سے لپٹا لیا۔ پھر کہا: اے حسن! بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں، آج کے بعد کسی بھلائی کی امید کی جائے گی؟ رضی اللہ عنہما'' [2]

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حالت بھی اس سے مختلف نہ تھی۔ وہ دونوں طرف سے شہید ہونے والے مسلمانوں کے متعلق فرداً فرداً پوچھتی جاتیں اور شہداء کے لیے رحمت و مغفرت کی دعائیں کرتی جاتیں اور ساتھ ساتھ اپنی ندامت کا اظہار بھی کرتی جاتیں۔ [3]

علامہ ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ جنگ جمل کے خاتمے کے بعد خالد بن واشمہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: ان کا کیا بنا، یعنی طلحہ رضی اللہ عنہ کا؟ اس نے کہا: اے ام المومنین! وہ شہید ہو گئے۔ وہ کہنے لگیں: انا للّٰہ و انا الیه راجعون، اللہ ان پر رحم کرے۔ فلاں نے کیا کیا؟ اس نے بتایا کہ وہ بھی شہید ہو گئے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پھر انا للہ پڑھا اور کہا، اللہ ان پر رحم کرے اور زید اور زید کے ساتھیوں پر بھی ہم انا للہ پڑھتے ہیں۔ یعنی زید بن صوحان۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا اور زید بھی شہید ہو گیا۔ بقول خالد میں نے کہا: ہاں! انھوں نے کہا: انا للّٰہ و انا الیه راجعون، اللہ اس پر رحم کرے۔ بقول خالد! میں نے کہا: اے ام المومنین! وہ اس لشکر میں تھا اور وہ دوسرے لشکر میں تھا۔ آپ سب پر رحم کی دعا کر رہی ہیں؟ اللہ کی قسم! وہ کبھی بھی اکٹھے نہیں ہوں گے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کیا تمھیں معلوم نہیں اللہ کی رحمت بہت زیادہ وسیع ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ [4]

ام المومنین، عفیفۂ کائنات اپنی روانگی پر بے حد نادم تھیں اور کہتی تھیں کہ میرے لیے بہتر تھا کہ میں وہاں نہ جاتی۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اسی طرح عائشہ رضی اللہ عنہا نے بصرہ کی طرف اپنی روانگی پر ندامت کا اظہار کیا اور وہ جب بھی اس سفر کو یاد کرتیں تو اتنا روتیں کہ ان کی اوڑھنی آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔'' [5]

---

[1] تندر: نَدَرَ یَنْدُرُ جب کوئی چیز گر پڑے۔ (لسان العرب لابن منظور، ج ۵، ص: ۱۹۹۔)

[2] العزلة للخطابی، ص: ١٤۔ البداية و النهاية لابن كثير، ج ١٠، ص: ٤٥٦۔ معمولی رد و بدل کے ساتھ۔

[3] البداية و النهاية، ج ١٠، ص: ٤٧١۔

[4] مصنف عبدالرزاق، ج ١١، ص: ٢٨٩۔

[5] منهاج السنة النبوية لابن تيمية، ج ٦، ص: ٢٠٨۔

ابو عبداللہ ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

''یہ بات کہی جاتی ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے سفر بصرہ پر مکمل طور پر نادم ہوئیں اور خصوصاً جنگ جمل میں اپنی موجودگی پر اظہار افسوس کرتیں اور وہ کہا کرتی تھیں کہ میں نے نہیں سوچا تھا کہ معاملہ اس حد تک بگڑ جائے گا۔'' ❶

ہماری امی جان اس واقعہ کو یاد کرتیں اور کف افسوس ملتیں اور کہتیں میں چاہتی ہوں کاش میں گیلی ٹہنی ہوتی اور اپنے اس سفر پر کبھی روانہ نہ ہوتی۔ ❷

سیّدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''اگر میں اپنے اس سفر پر روانگی کے بجائے بیٹھی رہتی تو یہ مجھے اس چیز سے زیادہ محبوب تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے دس بیٹے ہوتے جیسے حارث بن ہشام کی اولاد ہے۔'' ❸

سیّدہ صدیقہ فرماتی ہیں: ''مجھ سے ایک گناہ سرزد ہوا تم مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر بیویوں کے ساتھ دفن کرنا۔ اس لیے عائشہ رضی اللہ عنہا کو قبرستان بقیع میں دفن کیا گیا۔''

امام ذہبی ان کی بات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میں کہتا ہوں واقعہ یا گناہ سے مراد ان کا جنگ جمل کی طرف جانا ہے بے شک انھوں نے اس پر کھل کر اپنی ندامت کا اظہار کیا اور اس سے توبہ کر لی۔ اگرچہ انھوں نے یہ کام نیک نیتی سے کیا تھا اور اپنی روانگی کا معقول عذر تراشا تھا، جیسا کہ طلحہ بن عبیداللہ اور زبیر بن عوام اور کبار صحابہ کی ایک جماعت نے اجتہاد کیا۔ اللہ ان سب سے راضی ہو جائے۔'' ❹

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اس بات کا شکوہ کیا کہ اس نے انھیں سفر بصرہ پر روانگی سے روکا نہیں۔ چنانچہ ابن ابی عتیق بیان کرتے ہیں کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''جب ابن عمر رضی اللہ عنہما سامنے آئے تو تم مجھے بتلانا۔ جب وہ سامنے آئے تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتلایا گیا کہ یہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے ابو عبدالرحمٰن آپ کو کس چیز نے روکا کہ آپ مجھے روانگی سے منع کریں؟ انھوں نے عرض کیا: میں نے دیکھا کہ ایک آدمی

❶ سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۲، ص: ۱۷۷۔

❷ مصنف ابن أبی شیبة، حدیث نمبر: ۳۸۹۷۳۔

❸ مصنف ابن ابی شیبة، حدیث نمبر: ۳۸۹۶۶۔

❹ سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۲، ص: ۱۹۳۔

آپ پر غالب ہے اور میں یہ سمجھا کہ آپ اس کی مخالفت نہیں کریں گی۔ اس سے ان کی مراد ابن زبیر رضی اللہ عنہما تھی۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اگر تم مجھے روکتے تو میں ضرور رک جاتی۔ یعنی جنگ جمل والے دن جائے فتنہ کی طرف نہ جاتی۔'' ❶

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے آپ کو یہ کہہ کر تسلی دیتیں کہ جو کچھ ہوا اللہ تبارک وتعالیٰ کی تقدیر کا حصہ تھا اور جب ان سے اس کی روانگی کے متعلق پوچھا جاتا تو وہ فرماتیں: ''تقدیر یہی تھی۔'' ❷

یہ کردار ہو بہو آدم علیہ السلام کے کردار جیسا تھا کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے آدم علیہ السلام کو (جنت میں ممنوعہ پھل کھانے پر) ملامت کی تو آدم علیہ السلام نے تقدیر کا سہارا لیا۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ آدم علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی حجت بتلائی اور انھیں لاجواب کر دیا۔ گویا سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روانگیٔ بصرہ کی تاویل نبی علیہ السلام کی اس تنبیہ پر عمل تھا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَاِنْ اَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ اَنِّي فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَكَذَا وَلٰكِنْ قُلْ قَدَرُ اللّٰهِ وَمَا شَآءَ فَعَلَ فَاِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ .))

''اور اگر تمھیں کوئی مصیبت یا صدمہ وغیرہ پہنچے تو تم یہ نہ کہو: اگر میں ایسا کرتا تو یہ یہ نتیجہ نکلتا لیکن تم یہ کہو: اللہ نے تقدیر بنائی اور جو چاہا اس نے کیا: کیونکہ ''لَوْ'' (اگر) شیطان کے عمل کی راہیں کشادہ کرتا ہے۔'' ❸

سیّدہ رضی اللہ عنہا کی جنگ جمل میں شرکت کی حقیقی منظرکشی ہے کہ جسے منافقوں نے بدلنا چاہا۔ اس کے ذریعے وہ ہماری امی جان کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنانا چاہتے ہیں جس سے وہ بری الذمہ ہیں۔ حالانکہ وہ سفر بصرہ پر روانگی کے وقت اجتہاد کے نتیجہ میں نکلیں اور ان کے پاس ایک قدرے معقول عذر تھا۔ اگرچہ انھوں نے اجتہادی غلطی کی تاہم انھیں ایک اجر ملے گا اور ان کی خطا معاف ہو چکی ہے۔ بلکہ اجتہاد کی وجہ سے وہ ماجور ہیں۔ تاہم علی رضی اللہ عنہ کو ان کے بارے میں علم تھا اور وہ ان کے مقام و مرتبہ کی قدر کرتے تھے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت پر عمل پیرا تھے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((اِنَّهُ سَيَكُوْنُ بَيْنَكَ وَ بَيْنَ عَائِشَةَ اَمْرٌ))

---

❶ تاریخ الاسلام للذهبی، ج ٤، ص: ٢٤٦۔

❷ الزهد للامام احمد، حدیث نمبر: ١٦٥۔

❸ مسلم، حدیث نمبر، ٢٦٦٤۔ سنن ابن ماجه، حدیث نمبر: ٧٩۔ مسند احمد، حدیث نمبر: ٨٥٧٣۔

''بے شک مستقبل میں تمہارے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان ایک معاملہ کھڑا کر دیا جائے گا۔''

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے تعجب سے کہا:

((اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟))

''اے اللہ کے رسول! کیا میں وہ شخص ہوں؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((نَعَمْ)) ......''ہاں!''

پھر انھوں نے دوبارہ کہا:

((اَنَا؟)) ......''کیا میں وہ بدنصیب ہوں؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((نَعَمْ)) ......''ہاں!''

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

((فَاَنَا اَشْقَاھُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ!))

''اے اللہ کے رسول! گویا میں ان سب میں سے بدبخت ترین ہوں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا ، وَ لٰکِنْ اِذَا کَانَ ذٰلِکَ فَارْدُدْھَا اِلٰی مَاْمَنِھَا))

''نہیں۔ ایسا نہیں ہے لیکن جب یہ معاملہ پیش آئے گا تو تم عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کے اصل مستقر تک پہنچا دینا۔''[1]

ابو الفداء ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''جب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین نے بصرہ سے واپسی کا ارادہ کیا تو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس اپنا قاصد بھیجا کہ جس جس چیز کی آپ کو ضرورت ہے مجھے بتا دیں۔ چاہے سواری ہو، زاد راہ ہو یا کوئی اضافی سامان وغیرہ اور علی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی جوان کے ساتھ آئے تھے۔ ہاں، اگر وہ خوش دلی کے ساتھ یہاں رہنا چاہیں تو اس کی بھی انھیں اجازت ہے۔

[1] مسند احمد، حدیث نمبر: ۲۷۲۴۲۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو فتح الباری، ج ۱۳، ص: ۵۹ پر حسن کہا۔

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اہل بصرہ کے معروف گھرانوں کی چالیس خواتین بھی ان کے ہمراہ کر دیں اور علی رضی اللہ عنہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی محمد بن ابی بکر کو ان کے ساتھ بھیج دیا۔ جس دن عائشہ رضی اللہ عنہا کا قافلہ روانہ ہونا تھا علی رضی اللہ عنہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے دروازے پر کھڑے ہو گئے اور لوگ بھی آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ موجود تھے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر سے پالکی میں سوار ہو کر نکلیں تو انھوں نے لوگوں کو الوداعی کلمات کہے اور ان کے لیے دعا کی۔ انھوں نے فرمایا: اے میرے بیٹے! کوئی ایک دوسرے کو ملامت نہ کرے۔ اللہ کی قسم! پہلے پہلے میرے اور علی کے درمیان صرف اسی قدر معاملات تھے جیسے کسی بھی عورت اور اس کے سسرالیوں کے درمیان ہوتے ہیں اور بے شک وہ مجھے ملامت کرنے کا زیادہ حق دار و خود مختار ہے۔''

تو علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اللہ کی قسم! انھوں نے سچی بات کی میرے اور ان کے درمیان معاملہ صرف اتنا ہی تھا، جس قدر انھوں نے بتایا اور بے شک دنیا و آخرت میں یہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں۔

انھیں الوداع کرنے کی نیت سے اور ان کی حمایت پانے کے لیے علی رضی اللہ عنہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قافلے کے ساتھ میلوں تک چلتے رہے اور اس پورے دن تک علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں بیٹوں کو عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کر دیا۔ یہ الوداعی سفر ۳۶ ہجری رجب کے آغاز میں تھا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سفر میں مکہ جانے کی نیت کر لی۔ وہ مکہ میں ہی ٹھہری رہیں یہاں تک کہ اس سال حج کیا۔ پھر وہ مدینہ لوٹ آئیں۔ رضی اللہ عنہم۔''[1]

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ جمل میں شمولیت کا خلاصہ یہ ہے:

وہ مسلمانوں کے درمیان صلح کے لیے گئی تھیں اور اپنے بلند مقام و مرتبہ کا لحاظ کرتے ہوئے لوگوں کے درمیان اصلاح کے لیے گئیں۔ تاکہ ان سب کے دل مل جائیں۔ سب متحد و متفق ہو جائیں۔ ہر پاک صاف و پرخلوص مومن، صاحب تقویٰ جس کا سینہ کینے سے خالی ہو، اس حقیقت کو بخوبی سمجھتا ہے۔ ایسے لوگوں کے سربراہ علی رضی اللہ عنہ ہیں کہ جنھوں نے واقعہ افک کے حوالے سے منافقوں کے پروپیگنڈے سے متاثر لوگوں کو نئے سرے سے قوم کی شکل میں کھڑا کیا اور یہ علی رضی اللہ عنہ ہیں جو اپنی امی کی قدر و منزلت اور جس بزرگی و شرافت کی وہ حق دار تھیں کو پہچانتے تھے۔ ویسا ہی ان کے ساتھ معاملہ کیا اور ان کے ساتھ بہترین

---

[1] البدایة و النهایة لابن کثیر، ج ۱۰، ص: ٤٧٢۔

حسن اخلاق سے بھرپور کردار نبھایا۔

دوسرا نکتہ: ...... جنگ جمل کی آڑ پیدا کردہ شبہات اور ان کی تردید

پہلا شبہ:

اہل تشیع کا یہ کہنا کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف لڑائی کے لیے نکلنا ظلم و زیادتی تھا۔
وہ ایک حدیث سے استدلال کرتے ہیں جسے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کرتے ہیں: ''تم علی سے قتال کرو گی اور تم اس پر ظلم کرو گی۔''

اسی طرح وہ ایک اور روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں جسے مجلسی نے ''بحار الانوار'' میں صادق علیہ السلام سے وہ اپنے آباء علیہم السلام سے پرندہ کھانے والی حدیث میں روایت کرتا ہے کہ علی علیہ السلام دو بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر آئے لیکن عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے دروازے سے واپس کر دیا جب وہ تیسری بار آئے اور انھوں نے ساری بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حمیرا! مجھے یہ معاملہ صرف اسی طرح قبول تھا۔ تمھیں اس فعل پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ انھوں نے کہا: اے رسول اللہ! میری خواہش تھی کہ میرے ابا جان یہ پرندہ کھائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فرمایا: ''تمہارے اور علی کے درمیان یہ کوئی پہلی کینہ پروری نہیں۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے تمہارے دل میں علی کے متعلق کیا ہے۔ اگر اللہ نے چاہا تو تم علی کے ساتھ ضرور قتال کرو گی۔ اس نے کہا: اے رسول اللہ! عورتیں بھی کبھی مردوں سے قتال کرتی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: ''اے عائشہ! تم علی سے ضرور قتال کرو گی اور اس فعل کی دعوت تمھیں میرے اہل بیت اور میرے اصحاب کا ایک گروہ دے گا اور وہ تمھیں اس فعل پر مجبور کر دیں گے اور تمہارے اس قتال میں ایک ایسا معاملہ پیش آئے گا جس کی حکایت اگلے اور پچھلے بیان کریں گے۔''[1]

شبہ کا ازالہ:

اوّل: ...... یہ روایات شیعوں کی وضع کردہ باطل اور جھوٹ کا پلندہ ہیں، ایسی جتنی بھی روایات ہیں اور وہ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرتے ہیں محض جھوٹ پر مبنی ہیں، معتبر علمی کتابوں میں ایسی کوئی روایت نہیں اور نہ ہی ان کی اسناد معروف ہیں۔ وہ صحیح احادیث کی نسبت موضوعات سے زیادہ مشابہت رکھتی ہیں، بلکہ وہ جھوٹ ہیں۔[2]

---

[1] دیکھیں: بحار الانوار للمجلسی، ج ۳۲، ص: ۹۳۔ الاحتجاج للطبری، ج ۱، ص: ۲۹۳۔ مدینہ المعاجز لهاشم البحرانی، ج ۱، ص: ۳۹۰-۳۹۱۔

[2] الصاعقة فی نسف اباطیل و افتراء ات الشیعة لعبد القادر محمد عطاء صوفی، ص: ۲۱۲-۲۱۳۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا: اور وہ حدیث جو اس نے نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تم ظالمانہ طور پر علی سے قتال کرو گی۔ یہ روایت کسی معتبر علمی کتاب میں نہیں اور نہ ہی اس کی کوئی معروف سند ہے اور یہ صحیح احادیث کی نسبت موضوع اور مکذوب سے زیادہ مشابہ ہے بلکہ یہ سرے سے ہی جھوٹ ہے۔ ❶

دوم: ...... سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا معروف و مشہور موقف یہی ہے کہ وہ صحابہ کے جلو میں لوگوں کے درمیان صلح کے لیے روانہ ہوئیں، ان کی نیت قتال کی نہ تھی۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا: ''بے شک سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نہیں قتال کیا اور نہ وہ قتال کے ارادے سے روانہ ہوئیں۔ بلکہ وہ تو مسلمانوں کے درمیان صلح اور اصلاح احوال کے لیے گئیں اور وہ سوچ رہی تھیں کہ ان کی روانگی میں مسلمانوں کی مصلحت پنہاں ہے اور جنگ جمل والے دن کسی صحابی کا قتال کا ارادہ نہ تھا۔ لیکن ان پر قتال ان کے ارادے کے بغیر مسلط کر دیا گیا۔ کیونکہ جب علی، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم کے درمیان مراسلت ہوئی تو سب اصلاح کے لیے متفق ہو گئے اور یہ کہ جب انھیں حالات پر کنٹرول حاصل ہو گیا تب اہل فتنہ سے عثمان کے قاتلوں کو حوالے کرنے کا مطالبہ کریں گے اور علی رضی اللہ عنہ قتل عثمان پر خوش نہ تھے اور نہ ہی انھوں نے اس میں معاونت کی تھی۔ جیسا کہ وہ حلفاً کہتے تھے: اللہ کی قسم! میں نے عثمان کو قتل نہیں کیا اور نہ ہی میں نے قتل عثمان میں معاونت کی۔

چنانچہ وہ اپنی قسم میں سچے اور محسن ہیں، تب قاتل اس اتفاق سے لرز اٹھے اور انھوں نے طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کے خیموں پر حملہ کر دیا۔ سیّدنا طلحہ اور زبیر نے سمجھا کہ علی نے ان پر حملہ کیا ہے تو انھوں نے اپنے دفاع میں ہتھیار اٹھا لیے اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہ سوچا کہ طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما نے ان پر حملہ کر دیا تو انھوں نے بھی اپنے دفاع کے لیے ہتھیار اٹھا لیے۔ تو ان کے اختیار کے بغیر فتنہ برپا ہو گیا۔ جبکہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے اونٹ پر پالکی میں سوار تھیں نہ تو وہ قتال میں شریک ہوئیں اور نہ انھوں نے قتال کا حکم دیا۔ اکثر مورخین و سیرت نگاروں نے ایسے ہی لکھا ہے۔ ❷

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اصلاح کے لیے روانہ ہوئیں۔ یہ سمجھنے کے لیے درج ذیل نکات پر غور کرنا ضرورت ہے:

---

❶ منهاج السنة النبوية لابن تيمية، ج ٤، ص: ٣١٦۔

❷ منهاج السنة النبوية لابن تيمية، ج ٤، ص: ٣١٠۔ شبهات حول الصحابة و ام المومنين عائشة لمحمد مال الله، ص: ١٤۔

۱۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بزبان خود فرما رہی ہیں کہ وہ اصلاح کے لیے جا رہی ہیں۔ چنانچہ طبری نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

''قعقاع (علی رضی اللہ عنہ کا نمائندہ) بصرہ پہنچا اور سب سے پہلے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: اے امی جان! آپ خصوصاً اس شہر میں کیوں تشریف لائی ہیں؟ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے میرے بیٹے! لوگوں کے درمیان صلح کروانے کے لیے۔'' ❶

۲۔ یہ کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے تحریر کیا کہ وہ لوگوں کے درمیان صلح کروانے کے لیے سفر پر روانہ ہوئی ہے۔ چنانچہ ابن حبان نے اپنی کتاب "الثقات" میں روایت کی:

''زید بن صوحان سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے دو خط لے کر آیا۔ ایک ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام اور ایک اہل کوفہ کی طرف تھا دونوں مکتوبات کا ایک جیسا متن تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے عبداللہ بن قیس اشعری کے نام، تم پر سلامتی ہو۔ میں تمہاری طرف اللہ کی حمد کرتی ہوں، جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔

بعد ازیں! قتل عثمان کا واقعہ آپ کے علم میں ہے۔ میں لوگوں کے درمیان اصلاح احوال کے لیے یہاں آئی ہوں۔ آپ اپنے ماتحتوں کے گھروں تک یہ اقرار نامہ پہنچا دیں اور خوش دلی کے ساتھ ان کی رضامندی حاصل کریں، تاکہ وہ مسلمانوں کے معاملات کی اصلاح کے لیے وہی کچھ کریں جو وہ چاہتے ہیں، کیونکہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں نے جماعت کو بکھیر دیا اور اپنے لیے ہلاکت تجویز کر لی۔'' ❷

۳۔ یہ کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے صلح نامے پر دستخط کیے۔ چنانچہ سیرت کی کتابوں میں درج ہے:

''اس دن طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ کچھ دیر تک لڑائی جاری رہی۔ لوگ پیچھے ہٹنے لگے اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا صلح پر دستخط کر رہی تھیں۔'' ❸

---

❶ الفتنة و وقعة الجمل لسيف ابن عمر، ص: ١٤٥۔ تاريخ طبری، ج ٤، ص: ٤٨٨۔ الكامل فی التاريخ لابن اثير، ج ٢، ص: ٥٩١۔

❷ الثقات لابن حبان، ج ٢، ص: ٢٨٢۔

❸ الفتنة و وقعة الجمل لسيف ابن عمر، ص، ١٦٨۔ تاريخ الطبری، ج ٣، ص: ٥٢۔

۴۔ جب جنگ جمل میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو غلبہ حاصل ہوا تو وہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور کہا: اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت کرے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ کی بھی۔ میں تو صرف اصلاح کی نیت سے آئی تھی۔'' ❶

گزشتہ نکات کا خلاصہ یہ ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف قتال یا ان کے ساتھ خلافت کے تنازع کے لیے نہیں آئیں بلکہ وہ محض لوگوں کے درمیان اصلاح کے لیے آئی تھیں۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا:

''وہ نہ تو لڑیں اور نہ لڑنے کے لیے آئیں، بلکہ وہ مسلمانوں کے درمیان اصلاح کی نیت سے آئیں اور ان کو یہ گمان تھا کہ ان کے آنے میں مسلمانوں کی مصلحت پنہاں ہے، پھر بعد میں انھیں یقین ہو گیا کہ سفر نہ کرنا ان کے لیے زیادہ بہتر تھا۔ وہ جب بھی اپنی روانگیٔ سفر کو یاد کرتیں اتنا روتیں کہ ان کی اوڑھنی آنسوؤں سے بھیگ جاتی۔'' ❷

امام ابن حزم رحمہ اللہ نے لکھا:

''ام المومنین اور طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے۔ ان میں سے کسی نے کبھی سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی امامت کو باطل نہ کہا اور نہ ہی ان کی امامت پر کوئی عیب لگایا اور نہ ہی ان کی ذات پر کوئی ایسا الزام لگایا جو انھیں امامت کے منصب سے گرانے کا باعث ہو اور نہ ہی انھوں نے کسی اور کو امام بنایا اور نہ ہی کسی اور کی بیعت لی۔ ایسا کہنے کی کسی کو کسی بھی طرح مجال نہیں۔ بلکہ ہر صاحب علم کو یقین ہے کہ ایسا قطعاً نہیں ہوا۔ اگر کسی کو ان تمام باتوں میں کوئی شک نہیں تو اس سچ کا صحیح ہونا بھی یقینی ہے کہ وہ لوگ مدینہ سے بصرہ علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے کے لیے نہیں گئے تھے اور نہ ہی اس کی مخالفت ان کا مقصد تھی اور اگر ان کا ایسا کوئی ارادہ ہوتا تو وہ اس کی بیعت کے بعد نئے سرے کسی اور کی بیعت کرتے۔ لیکن انھوں نے ایسا کچھ نہ کیا۔ اس میں بھی کسی کو کوئی شک نہیں اور نہ ہی اس سے کسی کو انکار ہے تو پھر یہ سچ ہے کہ وہ بصرہ اس لیے گئے تا کہ اسلام میں عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت سے جو زخم لگ چکا تھا وہ اس

---

❶ شذرات الذهب لابن العماد، ج ۱، ص: ٤٢۔

❷ منهاج السنة النبوية لابن تيمية، ج ٤، ص: ٣١٦۔

پر مرہم رکھیں۔'' [1]

ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''ان کا مقصد قتال نہ تھا، لیکن جب جنگ نے اپنے خونخوار پنجے گاڑ دیے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھیوں کے لیے قتال کے بغیر کوئی چارہ نہ رہا اور ان کے ساتھیوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ان کی خلافت میں کوئی نزاع پیدا کیا اور نہ ہی انھوں نے کسی کو خلافت کا منصب سنبھالنے کی دعوت دی۔ بلکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے ساتھ جو لوگ تھے انھوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اس رویے کا انکار کیا جو انھوں نے قاتلین عثمان سے قصاص نہ لے کر ظاہر کیا تھا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ورثاء سے یہ امید کرتے تھے کہ وہ اس کے پاس یہ مقدمہ لے کر آئیں، تو جب کسی شخص معین کے بارے میں ثابت ہو جائے گا کہ وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک ہے تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔ چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے ساتھیوں کا اس طریقہ کار سے اختلاف تھا۔ جن لوگوں پر قتل عثمان کا الزام تھا وہ اس بات سے ڈر گئے کہ اگر عائشہ رضی اللہ عنہا اور علی کے درمیان صلح ہو گئی تو انھیں قتل کر دیا جائے گا۔ لہٰذا انھوں نے سب مسلمانوں کو جنگ میں الجھا دیا۔ بالآخر جو نتیجہ نکلا سو نکلا۔'' [2]

اہل تشیع یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ ''جاننے کے باوجود عائشہ رضی اللہ عنہا نے علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ قتال کر کے کفر کا ارتکاب کیا۔'' چنانچہ حدیث میں ہے:

''اے علی! میری جنگ تمہاری جنگ ہے اور میرا امن تمہارا امن ہے۔''

اور دوسری حدیث ہے:

((لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ کُفَّارًا، یَضْرِبُ بَعْضُکُمْ رِقَابَ بَعْضٍ))

''میرے بعد تم دوبارہ کفر کی طرف نہ لوٹ جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگ جاؤ۔'' [3]

پہلی حدیث کا جواب:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

---

[1] الفصل فی الملل و النحل لابن حزم، ج ٤، ص: ١٢٣۔

[2] فتح الباری لابن حجر، ج ١٣، ص: ٥٦۔

[3] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ١٢١۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ٦٥۔ سیدنا جریر رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں۔

''محدثین کی معروف کتابوں میں اس طرح کی کوئی حدیث نہیں اور نہ ہی اس کی اسناد معروف ہیں اور اگر بالفرض نبی ﷺ نے یہ فرمایا بھی ہو تب بھی یہ لازم نہیں آتا کہ ان سب نے اسے سنا ہو۔ کیونکہ تمام صحابہ رسول اللہ ﷺ کے تمام فرامین نہیں سن سکتے۔ تو پھر جب معاملہ اس طرح ہو کہ معلوم ہی نہیں کہ یہ فرمان نبی ﷺ کا ہے اور نہ ہی اس کی کوئی معروف سند ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہے کہ محدثین کے اتفاق سے نبی ﷺ کے نام سے یہ جھوٹ وضع کیا گیا تو کیسے اسے دلیل بنایا جا سکتا ہے۔'' ❶

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''ان ذلیلوں پر سب سے بڑی مصیبت کے نازل ہونے پر کوئی تعجب نہ کرے کہ وہ اتنا بڑا اصول ایسی حدیث سے ثابت کر رہے ہیں جو حدیث کے معتمد علیہ مجموعوں میں سے کسی میں موجود نہیں، نہ تو وہ صحاح میں ہے نہ سنن میں، نہ مسانید میں اور نہ ہی فوائد میں اور نہ ہی محدثین کی روایت کردہ کسی اور کتاب میں جو علماء حدیث کے درمیان متداول ہو۔ ان کے نزدیک نہ یہ حدیث صحیح ہے، نہ حسن ہے نہ ضعیف ہے۔ بلکہ وہ اس سے بھی گئی گزری ہے اور وہ جھوٹ کے لحاظ سے واضح ترین موضوع روایت ہے، کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کی سنت متواترہ معلومہ کے خلاف ہے یہ کہ آپ ﷺ نے ان دونوں گروہوں کو مسلمان کہا ہے۔ ❷

دوسری حدیث کی وضاحت:

اس حدیث میں وارد کفر کو صرف خوارج ہی کفر اکبر کہتے ہیں جو ملت اسلامیہ سے خارج کرنے کا باعث ہوتا ہے، کیونکہ ان کے نزدیک کبیرہ گناہ کا مرتکب مسلمان کافر ہو جاتا ہے اور یہ بخوبی معلوم ہے کہ یہ رائے واضح گمراہی ہے اور بے شمار نصوص قرآن و حدیث سے متصادم ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ (النساء: ٤٨)

''بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے اور وہ بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے، جسے چاہے گا۔''

اس آیت میں توبہ کے بغیر مرنے والے کا ذکر ہے کیونکہ نص قرآنی اور مسلمانوں کے اجماع کے

---

❶ منهاج السنة النبوية لابن تيمية، ج ٤، ص: ٤٩٦۔

❷ منهاج السنة النبوية لابن تيمية، ج ٨، ص: ٥٣٣۔

مطابق توبہ کرنے والے کے لیے مغفرت کا وعدہ کیا گیا ہے اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ اِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ﴾ (الحجرات : ۹)

''اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی باہمی لڑائی کے باوجود انھیں مومن کہا ہے، پھر اس آیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ ﴾ (الحجرات : ۱۰)

''مومن تو بھائی ہی ہیں، پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان سے اخوت کی نفی نہیں کی اور خوارج اور ان کی طرح جو یہ تاویل باطل کرتے ہیں ان کے بارے میں اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ جہنمی کتے ہیں اور قرآن ان کے گلوں سے آگے نہیں جاتا۔ [1]

سیّدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایسی متعدد صحیح احادیث موجود ہیں اور جس حدیث سے وہ استدلال کرتے ہیں وہ اپنے موضوع پر تنہا نہیں بلکہ اس طرح کے فرامین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت موجود ہیں۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَ قِتَالُهُ كُفْرٌ .))

''مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔'' [2]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ ، اَلطَّعْنُ فِي النَّسَبِ وَالنِّيَاحَةِ .)) [3]

''لوگوں میں دو عادات ایسی ہیں جن کی وجہ سے وہ کافر ہو جاتے ہیں؛ حسب ونسب میں طعن وتشنیع اور نوحہ (بین) کرنا۔''

ان احادیث کی صحیح تاویل حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے یوں کی ہے، وہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے۔'' اس حدیث میں خوارج کی کوئی دلیل نہیں، کیونکہ اس کے ظاہری الفاظ کے حقیقی معانی مراد نہیں۔ لیکن جب لڑائی گالی سے زیادہ

---

[1] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳٦۱۰۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۰٦٤۔

[2] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٤۸۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ٦٤۔

[3] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ٦۷۔

سخت تھی چونکہ اس کے ذریعے جانوں کا ضیاع ہوتا ہے تو اس کے نتیجے کو ظاہر کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فسق سے بھی بڑا لفظ بولا اور وہ کفر ہے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد حقیقی کفر نہیں جس کے بعد ایک مسلمان امت مسلمہ سے خارج ہو جاتا ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احتیاط میں مبالغے کے لیے کفر کا استعمال کیا ہے اور مقرر قواعد پر اعتماد کرتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ اس طرح کے افعال ملت سے خارج ہونے کا سبب نہیں بنتے جیسے حدیث شفاعت ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ (النساء: ٤٨)

''بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے اور وہ بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے، جسے چاہے گا۔''

یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل پر کفر کا اطلاق اس لیے فرمایا کہ یہ اس کے مشابہ ہے کیونکہ مومن کے ساتھ صرف کافر ہی لڑتا ہے۔'' ❶

اس مقام پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے حدیث کی تاویل کی کچھ اور وجوہ بھی ذکر کی ہیں اور یہ حکم اس لیے ہے جو عمداً بلکہ بغیر کسی محرک کے ظلم و زیادتی کرے لیکن جو اجتہاد کرے اور وہ اجتہاد کی اہلیت بھی رکھتا ہو، پھر اس سے اجتہاد میں غلطی ہو جائے تو وہ اصولی طور پر اس وعید میں داخل ہی نہیں بلکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے مفہوم میں داخل ہے:

((اذا اجتهد الحاكم فاصاب فله اجران ، و اذا اجتهد فاخطا فله اجر))

''جب حاکم اجتہاد کرے اور اس کا اجتہاد صحیح ہو تو اسے دو اجر ملیں گے اور جب وہ اجتہاد میں غلطی کرے تو اسے ایک اجر ملے گا۔'' ❷

پھر یہ کہ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جن خوارج نے قتال کیا علی رضی اللہ عنہ نے ان کو کافر نہیں کہا۔ بلکہ خوارج کے اجماع کے مطابق وہ کافر ہے اور یہ وہی لوگ ہیں جن کی پہچان نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر کروائی ہے کہ وہ

---

❶ فتح الباری لابن حجر، ج ۱، ص: ۱۱۲۔

❷ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۷۳۵۲۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۷۱۶۔
یہ حدیث عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس کا متن یہ ہے ''جب حاکم فیصلہ اجتہاد سے کرے اگر اس کا فیصلہ صحیح ہے تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور جب وہ اجتہاد کے ذریعے فیصلہ کرے اور غلطی کرے تو اسے ایک اجر ملے گا۔''

جہنمی کہتے ہیں۔

طارق بن شہاب [1] سے روایت ہے:

''سیّدنا علی رضی اللہ عنہ جب اہل نہروان (خوارج) کے قتال سے فارغ ہوئے تو میں ان کے پاس تھا۔ اس سے پوچھا گیا کیا وہ مشرک ہیں؟ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ شرک سے تو بھاگے ہیں۔ پھر کہا گیا تو وہ منافقین ہیں؟ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: منافقین اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔ پوچھا گیا، تو پھر وہ کون ہیں؟ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان لوگوں نے ہم سے بغاوت کی تو ہم نے ان سے قتال کیا۔'' [2]

یہ بالکل صریح روایت ہے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے انھیں کافر نہیں کہا۔ حالانکہ ان (خوارج) کی تاویل غیر مناسب تھی لیکن ان کے لیے شبہ کی موجودگی نے علی رضی اللہ عنہ کو انھیں کافر کہنے سے روک دیا۔ تو پھر جو لوگ اجتہاد کی اہلیت رکھتے ہوں اور انھوں نے اجتہاد کیا، لیکن انھوں نے علی رضی اللہ عنہ پر کفر کی تہمت بالکل نہیں لگائی، بلکہ جیسا کہ ہم تحریر کر چکے ہیں کہ انھوں نے علی رضی اللہ عنہ سے قتال کا ارادہ بھی نہیں کیا (تو وہ کافر کیسے ہو گئے؟)

دوسرا شبہ:

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی مخالفت کی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلَىٰ﴾ (الاحزاب: ۳۳)

''اور اپنے گھروں میں ٹکی رہو اور پہلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح زینت ظاہر نہ کرو۔'' [3]

جواب:

اس شبہ کا جواب پانچ وجوہ سے دیا جائے گا: [4]

وجہ نمبر ۱: ...... یہ صحیح ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا گھر سے نکلیں لیکن جاہلیت قدیمہ کا بناؤ سنگھار نہیں

---

[1] طارق بن شہاب بن عبد شمس ابو عبداللہ البجلی۔ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سن نہ سکے۔ ۸۲ ہجری کے لگ بھگ وفات پائی۔ (الاصابة، ج ۳، ص: ۵۱۰۔ تهذيب التهذيب لابن حجر، ج ۳، ص: ٦۔)

[2] منهاج السنة النبوية لابن تيمية، ج ۵، ص: ۲٤۲۔ محمد بن نصر کی روایت سے اسے نقل کیا۔

[3] منهاج الكرامة للحلی، ص: ۷۵۔

[4] ہم نے اس جواب کو منهاج السنة النبوية لابن تيمية، ج ٤، ص: ۳۱۷ اور مختصر التحفة الاثنی عشرية لشاه عبدالعزيز الدهلوی: ۲٦۸ کے مطالعے سے تیار کیا۔

کیا اور اللہ نے انھیں اس فعل بد سے اپنی پناہ میں رکھا۔ لہٰذا الزام لگانے والے کے ذمہ دلیل ہے وگرنہ ان کی شان میں یہ جھوٹ من گھڑت ہے۔ جیسا کہ متعدد بار لکھا جا چکا ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں رافضیوں نے بے شمار جھوٹے فسانے گھڑے ہیں۔

وجہ نمبر ۲ :...... گھروں میں قرار پکڑنے کا حکم ضرورت اور مصلحت عامہ کے لیے نکلنے کے خلاف نہیں۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے فرمایا تھا:

((إِنَّهُ قَدْ أُذِنَ لَكُنَّ أَنْ تَخْرُجْنَ لِحَاجَتِكُنَّ .))

''یہ کہ تمہارے لیے اپنی ضرورت کے لیے نکلنے کی اجازت مل گئی ہے۔'' [1]

چنانچہ عورت صلہ رحمی، عیادت مریض اور دیگر مصلحتوں کے لیے گھر سے باہر جا سکتی ہے اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ساری امت کی مصلحت کے لیے گھر سے نکلیں جو روٹھے ہوؤں کو منانے کے لیے گئیں اور انھوں نے اس مسئلہ میں اجتہاد سے کام لیا۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا: گھروں میں ٹھہرنے کا حکم ایسی مصلحت کے لیے باہر جانے کے خلاف نہیں جس کا حکم دیا گیا ہو۔ جیسے مثلاً عورت حج وعمرے کے لیے جائے یا اپنے خاوند کے ساتھ سفر کرے، کیونکہ یہ آیات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نازل ہوئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اکثر سفروں میں اپنی بیویوں کو ساتھ لے جاتے تھے جو کہ اس حکم کے نازل ہونے کے بعد بھی جاری رہے، جیسا کہ حجۃ الوداع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور اپنی دیگر بیویوں کے ہمراہ سفر کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کے بھائی عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اونٹ پر عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے پیچھے سوار کرایا جو انھیں تنعیم سے عمرہ کا احرام بندھوانے گئے اور حجۃ الوداع اس آیت کے نزول کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے کم از کم تین ماہ پہلے ہوا۔ اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج پر گئی تھیں اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی وہ حج پر جاتی رہیں اور سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت میں ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں کی قطار کو سیّدنا عثمان یا سیّدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما کے سپرد کرتے۔ [2]

---

[1] صحيح بخاری، حديث نمبر: ٤٧٩٥۔ صحيح مسلم، حديث نمبر: ٢١٧٠۔

[2] القطار: قطار سے مراد اونٹوں کی قطار ہے تاکہ وہ ایک لائن میں چلتے رہیں اور کوئی قطار سے باہر نکل کر بدنظمی پیدا نہ کرے۔ (النهاية فی غريب الحديث و الاثر لابن الاثير، ج ٤، ص: ٨٠۔)

تو جب ازواج مطہرات کے اپنی مصلحت کے لیے سفر جائز تھے تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوچا کہ یہ سفر تو تمام مسلمانوں کی مصلحت کے لیے ہے، چنانچہ انھوں نے اس تاویل کے مطابق اجتہاد کیا۔ [1]

وجہ نمبر ۳: ...... یہ کہ وہ اجتہاد کے سہارے گھر سے باہر گئیں۔ خصوصاً جب ان کے ساتھ بکثرت عادل صحابہ ہوں جو بہر حال مجتہد تھے کسی کو جاہل نہیں کہا جا سکتا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا:

''خطا کرنے والے مجتہد کی خطا معاف کر دی جاتی ہے تو جب ان لوگوں کی اس اجتہادی غلطی کو معاف کر دیا گیا جس کی وجہ سے مومنین باہم قتال کرتے رہے۔ یعنی علی رضی اللہ عنہ اور ان کے مدمقابل صحابہ وغیرہم تو عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے اس اجتہادی غلطی پر مغفرت کا ہونا زیادہ قریب ہے کہ وہ گھر سے باہر نکلیں۔'' [2]

وجہ نمبر ٤: ......رافضیوں کی اپنی کتابوں میں سند متواتر سے ثابت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو اونٹ پر سوار کرایا اور انھیں مدینہ کی گلیوں اور انصاریوں کے گھروں کے سامنے گھمایا تاکہ ان کے جو حقوق غصب کیے گئے ہیں (شیعوں کے کہنے کے مطابق) اس پر اس کی کچھ معاونت ہو جائے۔ [3]

روافض اسے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عیب شمار نہیں کرتے کہ وہ اپنے گھر سے نکلیں۔ یہ رافضیوں کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی تنقیص کی دلیل ہے کیونکہ وہ اپنی خواہشات کی اتباع کرتے ہیں۔

وجہ نمبر ٥: ...... یہ کہ عائشہ رضی اللہ عنہا بلاشبہ اپنے گھر سے نکلنے پر سخت نادم ہوئیں اور وہ جب جنگ جمل کا تذکرہ کرتیں تو اتنی شدت سے روتیں کہ اپنی اوڑھنی آنسوؤں سے تر کر لیتیں۔ یہ ندامت و توبہ کی دلیل ہے اور جو گناہ سے توبہ کر لے وہ گناہ نہ کرنے والے کی طرح ہو جاتا ہے اور توبہ کرنے والے کو اس کے گناہ کے ساتھ عار دلانا جائز نہیں۔ جو شخص اپنے گناہ سے توبہ کر لے اگر اسے اس کے گناہ کی وجہ سے عار دلایا گیا تو یہ اس پر بہت بڑا ظلم ہوگا۔

ذرا سوچیں! اگر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے گھر سے نکلنے کا گناہ کر لیا جس سے توبہ لازم آتی ہے تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے شدید ندامت کا اظہار تو کر دیا اور یہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دین، ورع اور کمال تقویٰ کی بہترین مثال ہے اور جو توبہ کرنے والے کا گناہ توبہ کے بغیر بیان کرے گا تو وہ اس پر یقیناً بہتان لگائے گا، اور اس

---

[1] منهاج السنة النبوية، ج ٤، ص: ٣١٧-٣١٨۔

[2] منهاج السنة النبوية، ج ٤، ص: ٣٢٠۔

[3] مختصر التحفة الاثنى عشرية لشاه عبدالعزيز الدهلوى، ص: ٢٦٩۔

پر افتراء باندھے گا اور اگر یہ عام مسلمانوں کے بارے میں حکم ہے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے بارے میں تو یہ زیادہ مؤکدہ اور واجب ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

''جو شخص ان کے گناہوں کا تذکرہ کرے اور ان کی اس توبہ کو بیان نہ کرے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے درجات بلند کیے تو وہ ان پر ظلم کرے گا۔'' ❶

تیسرا شبہ:

یہ کہ طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما نے انھیں گھر سے نکلنے پر آمادہ کیا اور دونوں نے ان کے ساتھ سفر کیا۔ ❷

اس شبہے کا جواب کئی وجوہ سے دیا جائے گا۔ ❸

وجہ نمبر ۱: ......ان دونوں نے انھیں گھر سے نکلنے پر آمادہ نہیں کیا، بلکہ وہ ان دونوں سے مکہ میں ملیں اور ان سے پہلے وہ دونوں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے عمرہ کے لیے اجازت لے چکے تھے اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو اجازت دے دی تھی۔

وجہ نمبر ۲: ......یہ کہ طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما دونوں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عظمت شان کے معترف تھے اور وہ تینوں برائی سے دُور تھے۔

وجہ نمبر ۳: ......یہ کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے محرموں کے ساتھ پابہ رکاب تھیں۔ جیسے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جو ان کے بھانجے تھے۔ وہی ان کو اٹھا کر پالکی میں سوار کراتے اور بوقت پڑاؤ نیچے اتارتے اور کتاب وسنت و اجماع کے مطابق وہ انھیں چھو بھی سکتے تھے اور وہ لشکر جس نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ قتال کیا اس میں محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ بھی تھے اور یہ وہی ہیں جنھوں نے جنگ کے بعد اپنی بہن کی پالکی میں ہاتھ بڑھایا تاکہ ان کی مدد کرے تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انھیں یوں بددعا دی یہ کس کا ہاتھ ہے، اللہ تعالیٰ اسے آگ سے جلائے۔ تو انھوں نے کہا: اے بہنا! آخرت سے پہلے دنیا میں؟ چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آخرت سے پہلے دنیا میں۔ چنانچہ محمد بن ابی بکر کو مصر میں آگ سے جلا دیا گیا۔ ❹

---

❶ منهاج السنة النبوية لابن تيمية، ج ٦، ص: ٢٠٧۔

❷ منهاج الكرامة للحلي: ٧٥۔

❸ منهاج السنة النبوية لابن تيمية، ج ٤، ص: ١٩٤۔

❹ منهاج السنة النبوية لابن تيمية، ج ٤، ص: ٣٥٥۔

ان تمام مشاہد کو مومن تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا خصوصی لطف و کرم سمجھتا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں کسی غیر محرم کا ہاتھ لگنے سے بھی محفوظ رکھا۔

پچھلی امتوں میں ایک ظالم نے ابراہیم خلیل اللہ کی بیوی ہاجرہ علیہا السلام کو چھونے کی کوشش کی تو اس کے ہاتھ کو شدید جھٹکا لگا۔ ایسا تین بار ہوا تو وہ اپنے ناپاک ارادے میں ناکام رہا۔ ❶

اگر اللہ کے نبی ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کی شان میں گستاخی کرنے والے کا یہ حشر ہوا تو پھر تمام مخلوق سے اشرف و افضل نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی سے بدسلوکی کرنے والے کا کیا حشر ہو سکتا ہے؟ اس سے ام المومنین رضی اللہ عنہا پر لگائی جانے والی ہر تہمت کے باطل ہونے کی وضاحت ہو جاتی ہے۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی آبرو کے بارے میں جو کچھ کہا گیا وہ اللہ کے فضل سے اس سے بری ہیں۔ واللہ اعلم.

چوتھا شبہ:

''انھوں نے اپنے سفر میں بنو حوأب کے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنیں پھر بھی واپس نہ ہوئیں۔''

قیس بن ابی حازم سے روایت ہے کہ جب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سفر پر چل پڑی تو بنو عامر کے چشموں کے پاس سے ان کا قافلہ گزرا۔ اس نے رات کے وقت انھیں جگایا تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو کتوں کی بھونک سنائی دی۔ انھوں نے دریافت کیا: یہ کون سا چشمہ ہے؟ لوگوں نے بتایا: یہ حوأب کا چشمہ ہے۔ انھوں نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ میں واپس چلی جاؤں گی۔ لوگوں نے کہا: اللہ آپ پر رحم کرے۔ ذرا صبر کریں، آپ آگے بڑھیں گی مسلمان آپ کو دیکھیں گے، یقیناً اللہ آپ کے ذریعے صلح کروا دے گا۔ انھوں نے فرمایا: مجھے یقین ہے کہ میں لوٹ جاؤں گی۔ بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((كَيْفَ بِإِحْدَاكُنَّ تَنْبَحُ عَلَيْهَا كِلَابُ الْحَوَابِ .)) ❷

---

❶ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٣٣٥٨۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ٦٢٩٤۔

❷ مسند احمد، ج ٦، ص ٥٢، حدیث نمبر: ٢٤٢٩٩۔ مسند ابی یعلی، ج ٨، ص ٢٨٢، حدیث نمبر: ٤٨٦٨۔ صحیح ابن حبان، ج ١٥، ص ١٢٦، حدیث نمبر: ٦٧٣٢۔ مستدرك حاكم، ج ٣، ص: ١٢٩۔ سیر اعلام النبلاء، ج ٢، ص: ١٧٧ میں ذہبی نے اس کی اسناد کو صحیح کہا اور ابن کثیر رحمہ اللہ نے البداية و النهاية، ج ٦، ص: ٢١٧ پر لکھا اس کی اسناد صحیحین کی شرط پر ہیں۔ ہیثمی نے مجمع الزوائد، ج ٧، ص: ٢٣٧ پر لکھا: مسند احمد کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے سلسلة الاحاديث الصحيحة، ج ١، ص: ٨٤٧ پر لکھا ہے کہ اس کی اسناد بہت ہی صحیح ہے اس کے تمام راوی کتب ستہ کے ثقات و اثبات ہیں۔

''(اے میری بیویو!) کیا حال ہوگا تم میں سے اس کا؟ جس پر حوأب کے کتے بھونکیں گے۔''

جواب شبہ:

اس شبہ کا جواب دو وجوہ سے دیا جائے گا:

وجہ نمبر ۱: ......اس حدیث کے صحیح ہونے میں اختلاف ہے۔ حفاظ کی ایک جماعت جیسے یحییٰ بن سعید القطان ❶ ❷، ابن طاہر المقدسی ❸ ❹ ابن الجوزی ❺ ابن العربی ❻ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ اگر تو اسے ضعیف مانا جائے تو شبہ خود بخود ختم ہو جاتا ہے اور اگر حدیث کو صحیح تسلیم کر لیا جائے جو کچھ متاخرین کی اس میں مختلف آراء ہیں۔

وجہ نمبر ۲: ......متن حدیث میں دلیل موجود ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا لوٹ جانا چاہتی تھیں اور اس کا انھوں نے دو بار تذکرہ کیا۔ لیکن زبیر رضی اللہ عنہ نے انھیں کہا: آپ واپس جا رہی ہیں اور ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے لوگوں کے درمیان صلح کروا دے؟ تو وہ سفر پر آگے بڑھنے لگیں اور واپس نہیں لوٹیں۔

پھر یہ کہ حدیث میں سفر سے صراحتاً نہیں روکا گیا جو اجتہاد کے منافی ہوتا۔ لہٰذا اگر نہی موجود بھی ہوتی تو بھی حرام کا ارتکاب نہیں ہوا، کیونکہ انھوں نے اجتہاد کیا اور سفر پر وہ تب روانہ ہوئیں جب انھیں یقین ہو گیا کہ ان کے راستے میں مقام معہود نہیں آتا۔

اگر وہ واپسی کا ارادہ کر بھی لیتیں پھر بھی ان کے لیے واپس ہونا ممکن نہ ہوتا کیونکہ کوئی ہم سفر ان کی تائید نہ کرتا اور اس حدیث میں مذکورہ نہی کے بعد کچھ کرنے کا حکم نہیں ہے۔ تو اس میں کوئی شک نہیں وہ سفر پر اس لیے چل پڑیں کہ انھوں نے روٹھے ہوؤں کو منانے کا ارادہ کیا ہوا تھا اور جس کا حکم

❶ یحییٰ بن سعید بن فروخ ابو سعید تمیمی القطان، حافظ، امیر المومنین فی الحدیث۔ ۱۲۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔ علم و عمل کے پہاڑ تھے۔ انھوں نے ہی اہل عراق میں علم حدیث کو رائج کیا۔ تمام ائمہ ان کو حجت مانتے تھے۔ ۱۹۸ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذھبی، ج ۹، ص: ۱۷۵۔ تھذیب التھذیب لابن حجر، ج ٦: ص: ۱۳۸۔)

❷ سیر اعلام النبلاء للذھبی، ج ٤، ص: ۲۰۰۔

❸ محمد بن طاہر بن علی ابو الفضل مقدسی المعروف بابن القیسرانی۔ ۴۴۸ ہجری میں پیدا ہوئے۔ امام، حافظ، کثیر السفر، سلفی العقیدۃ، ظاہری المذہب، ان کی تصنیفات میں سے ''الموتلف و المختلف'' و ''الجمع بین رجال الصحیحین'' ہیں۔ ۵۰۷ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ۱۹، ص: ۳٦۱۔ و تاریخ الاسلام للذھبی، ج ۳۵، ص: ۱٦۹۔)

❹ ذخیرۃ الحفاظ، ج ٤، ص: ۱۹۲۲۔

❺ العلل المتناھیۃ، ج ۲، ص: ۳٦۲۔

❻ العواصم من القواصم: ۱۲۸۔

اسلام نے دیا ہے۔ ❶

نیز صدوق نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قافلے والے جب ایک چشمے کے پاس سے گزرے جسے حوأب کا چشمہ کہا جاتا تھا تو وہاں کے کتے بھونکنے لگے۔ چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یہ کون سا پانی ہے؟ لوگوں میں سے کسی نے کہا: یہ حوأب کا چشمہ ہے۔ تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انا للّٰه و انا الیه راجعون پڑھا اور کہا: تم مجھے واپس لے جاؤ۔ تم مجھے واپس لے جاؤ۔ یہی چشمہ ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا تھا: ''تم وہ نہ ہو جانا جس پر حوأب کے کتے بھونکیں۔'' تو ان کے پاس چند لوگوں نے آ کر گواہی دی، انھوں نے حلفاً کہا کہ یہ حوأب کا چشمہ نہیں۔ ❷

رافضیوں کے امام اکبر ''مفید'' کی کتاب کی اس روایت میں ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس کینے سے براءت کی دلیل ہے۔ جس کی نسبت سے رافضی ام المومنین کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں تو کیا جو عورت اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء پر اس قدر جرأت کا مظاہرہ کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت توڑ ڈالے

---

❶ مختصر التحفة الاثنی عشریة لشاہ عبدالعزیز دهلوی: ۲۶۹۔

❷ من لا یحضرہ الفقیه، ج ۳، ص: ٤٤۔

مسعودی جو معتزلی شیعہ ہے اس نے اپنی کتاب مروج الذهب، ج ۲، ص: ۳۹۵ میں لکھا: عائشہ رضی اللہ عنہا کے قافلے میں تقریباً چھ سو سوار تھے جو بصرہ کی طرف جا رہے تھے تو رات کے وقت بنو کلاب کے ایک چشمے پر وہ پہنچ گئے۔ جسے حوأب کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔ اس پر بنو کلاب کے کچھ لوگوں کا بسیرا تھا۔ ان کے کتے قافلے والوں پر بھونکنے لگے۔ چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: اس جگہ کا نام کیا ہے؟ ان کا اونٹ ہانکنے والے نے کہا: اس جگہ کا نام حوأب ہے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ سن کر انا للّٰه و انا الیه راجعون پڑھا اور لوگوں کو بتایا جو کچھ اس پانی کے بارے میں انھیں کہا گیا تھا۔ چنانچہ وہ کہنے لگیں: تم مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم (مدینہ) میں لوٹا دو۔ مجھے اس سفر سے کوئی دلچسپی نہیں۔ زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! یہ جگہ حوأب نہیں اور آپ کو جس نے بتایا اس نے غلط بتایا اور طلحہ اگلے لوگوں میں تھے۔ وہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پچاس آدمیوں کے ہمراہ آئے اور سب نے حلفاً کہا: یہ جگہ حوأب نہیں۔ بقول مصنف: اسلام میں یہ پہلی جھوٹی گواہی دی گئی۔

ابن العربی رحمہ اللہ نے اس کے جواب میں لکھا: البتہ تم (شیعوں) نے حوأب کے پانی کے بارے میں جس گواہی کا تذکرہ کیا ہے درحقیقت تم نے بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا ہے جو کچھ تم نے کہا وہ سب جھوٹ ہے۔ (العواصم من القواصم، ص: ۱۶۲۔)

ابن العربی رحمہ اللہ نے حوأب والی حدیث کی پرزور طریقے سے تردید کی ہے اور کلی طور اس کی صحت سے انکار کیا ہے۔

شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے لکھا اور ہم اگرچہ اس کے مذکورہ گواہی کے انکار میں اس کے حامی اور موید ہیں کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو جن گناہوں سے محفوظ کر دیا ہے ان میں سے ایک جھوٹی گواہی بھی ہے۔ خصوصاً ان میں سے وہ دس جنھیں جنت کی بشارت بزبان نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں مل گئی۔ جیسے طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما۔ اسی طرح ہم ابن العربی رحمہ اللہ کے اس قول کا بھی انکار کرتے ہیں ''اور نہ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث بیان کی۔'' ایسا کیونکر ہو سکتا ہے؟ جبکہ محدثین کے ہاں متعدد معروف کتب ستہ میں یہ حدیث صحیح سند کے ساتھ موجود ہے۔ (السلسلة الصحیحة، للالبانی، ج ۱، ص: ۸٤۹۔)

اور مردوں کے جلوس میں بناؤ سنگھار کر کے گھر سے باہر نکلے اور اس نے عزم مصمم و موکد کر رکھا ہو کہ وہ علی کے ساتھ ضرور مڈبھیڑ کرے گی اور قتل علی کے ذریعے اپنے سینے میں بھری ہوئی بھاری دشمنی کو ٹھنڈا کرے گی اور لوگوں کو علی رضی اللہ عنہ کی دشمنی پر ابھارنا......!!

اہل روافض نے ام المومنین رضی اللہ عنہا کی جو تصویر کشی کر رکھی ہے کیا وہ تصویر ان کی اپنی کتابوں میں موجود، ان کے اپنے اماموں سے مروی اس روایت سے ذرہ بھر بھی میل کھاتی ہے۔ جو عائشہ رضی اللہ عنہا کے رب العالمین کے خوف کی دلیل ہے اور سفر پر ان کے اظہار ندامت کا اعلان اور جب انھیں مقام معہود یعنی حوأب کے چشمے کا علم ہوا تو ان کا انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا ان کے افسوس کا اظہار ہے۔ کیا وہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمان تھیں؟ اور اللہ انھیں اس الزام سے اپنی پناہ میں رکھے۔ کیا وہ قتال کا عزم صمیم رکھتی تھیں؟ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کو دیوار پر پھینکنے والی تھیں جو کہ حدود اللہ کو پامال کرنے کی جرأت کرنے والی تھیں؟ جیسا کہ روافض نے افتراءات اور جھوٹ کے طومار باندھے ہیں۔

وہ تو رافضیوں کی اپنی من گھڑت جھوٹی روایت کے مطابق افسوس کا اظہار کر رہی ہیں۔ نادم ہیں۔ انا للہ پڑھ رہی ہیں۔ نرم دل، اللہ سے خشوع کرنے والی، اس کی طرف رجوع کرنے والی ہیں۔

رافضیوں پر لازم ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر جھوٹ بولنے کے لیے موکد اور مغلظ قسمیں اٹھائیں کہ یہ حوأب کا چشمہ نہ تھا تاکہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا سفر سے لوٹنے کا ڈر اور سارے پروگرام کو چھوڑ دینے کی روایت روافض کے موافق ہو جائے۔ تو پھر وہ لوگوں کی کیسی قائد تھیں اور ان کے سامنے ان کی شان و شوکت کا کیا بنا؟ اور علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے بغض کی کیا دلیل ہے؟ عائشہ رضی اللہ عنہا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے کب نکلیں اور ان کا علی رضی اللہ عنہ کے خون بہانے والا وہ بھڑکتا ہوا عزم کہاں گیا۔ بلکہ ان کی ولایت سے عائشہ رضی اللہ عنہا کا انکار!......اس کا کیا بنے گا؟

پانچواں شبہ:

یہ کہ ''جب عائشہ رضی اللہ عنہا کا لشکر بصرہ پہنچا تو انھوں نے بیت المال کو لوٹ لیا اور وہاں علی رضی اللہ عنہ کے نمائندے عثمان بن حنیف انصاری رضی اللہ عنہ [1] کو ذلیل و رسوا کر کے شہر بدر کر دیا۔ حالانکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] عثمان بن حنیف بن واہب ابوعمرو انصاری اوسی رضی اللہ عنہ ایک قول کے مطابق وہ بدری صحابی ہیں۔ لیکن جمہور کے نزدیک پہلی بار وہ احد میں حاضر ہوئے۔ علی رضی اللہ عنہ نے بصرے پر غلبہ پانے سے پہلے انھیں بصرہ کا والی بنایا لیکن اس سے پہلے بصرہ پر طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما غالب آ گئے اور جنگ جمل کے حوالے سے ان کا قصہ مشہور و معروف ہے۔ وہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہوئے۔ (الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۱، ص: ۳۱۰۔ الاصابة لابن حجر، ج ٤، ص: ٤٤٩۔)

کا صحابی تھا۔'' ❶

شبہے کا جواب:

اس شبہے کا جواب دو وجوہ سے دیا جائے گا:

وجہ نمبر ۱: ...... عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو کچھ پیش آیا عائشہ رضی اللہ عنہا کو نہ تو اس کا علم تھا اور نہ وہ اس پر خوش ہوئیں۔ بلکہ جب لوگ اسے قصر شاہی سے ذلیل کر کے طلحہ اور زبیر کے پاس لائے تو ان دونوں نے اسے جرم عظیم کہا اور عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کی خبر دی۔ تب عائشہ رضی اللہ عنہا نے حکم دیا کہ وہ اپنی مرضی سے جہاں جانا چاہے جانے دیا جائے۔ ❷

شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ نے لکھا: یہ معاملات عائشہ رضی اللہ عنہا کی رضامندی سے پیش نہیں آئے اور نہ ہی انھیں ان کا علم ہوا۔ بلکہ جب انھیں عثمان بن حنیف کے ساتھ کی جانے والی بدسلوکی کا علم ہوا تو ان کے سامنے اپنی لاعلمی کا عذر پیش کیا اور ان کو منا لیا۔ ❸

وجہ نمبر ۲: ...... یہ کہ جب آدمی کسی عمل سے اپنی براءت کا اعلان کر دے تو اس عمل کو اس کی طرف منسوب کرنا قطعاً جائز نہیں۔ بلکہ اس عمل کی اس آدمی کی طرف نسبت کرنا اس پر ایسا بہتان لگانے کے مترادف ہے جس سے اللہ اور اس کے رسول نے منع کیا ہے۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بنو جذیمہ کی طرف بھیجا تا کہ وہ انھیں اسلام کی طرف دعوت دیں چنانچہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انھیں اسلام کی دعوت پہنچائی وہ "اَسْلَمْنَا" کہ "ہم اسلام لائے" اچھی طرح نہ کہہ سکے اور کہنے لگے "صَبَأْنَا صَبَأْنَا" ❹ سیّدنا خالد نے انھیں قتل کرنے اور قیدی بنانے کا حکم دیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ بلند کیے اور فرمایا: ''اے اللہ میں تیرے سامنے خالد کے عمل سے اپنی براءت کا اعلان کرتا ہوں۔'' ❺

---

❶ مختصر التحفة الاثنی عشریة لشاہ عبدالعزیز دھلوی: ۲۶۹۔

❷ تاریخ طبری، ج ٤، ص: ٤٦٨۔ البدایة و النهایة لابن کثیر، ج ۱۰، ص: ٤٣٨۔

❸ مختصر التحفة الاثنی عشریة: ۲۶۹۔

❹ صبأ فلان: جب کوئی شخص ایک دین سے نکل کر دوسرے دین کو اختیار کر لے۔ (النهایة فی غریب الحدیث و الاثر لابن الاثیر، ج ۳، ص: ۳۔)
اس لفظ کا ظاہری معنی یہ ہے کہ ہم بے دین ہو گئے ہم بے دین ہو گئے۔

❺ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٤٣٣٩۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

تو کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد کو اس کا حکم دیا تھا اسی طرح زیر بحث مسئلہ میں بھی کہا جائے گا کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کا حکم نہیں دیا بلکہ اس کے برعکس حکم دیا۔

چھٹا شبہ:

یہ کہ ''عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں جانتا ہوں کہ یہ (عائشہ رضی اللہ عنہا) دنیا و آخرت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے تمھیں آزمایا ہے آیا تم اس (علی رضی اللہ عنہ) کی پیروی کرتے ہو یا اس (عائشہ رضی اللہ عنہا) کی۔'' ❶

شبہے کا جواب:

اس شبہے کا جواب تین وجوہ سے دیا جائے گا۔

وجہ نمبر ۱: ...... یہ کہ ان کی دلیل ان پر ہی پلٹا دی جائے۔ ❷

لہٰذا کہا جائے گا کہ اس اثر میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مدحت کی گئی ہے ان کی مذمت نہیں اور بالکل یہی مفہوم حفاظ و ائمہ حدیث نے لیا ہے۔ جیسا کہ امام بخاری اور ان کے شاگرد امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی کتابوں میں باب باندھا ہے "باب فضل عائشة". ❸

اس مفہوم کی تائید جس واقعہ سے ہوتی ہے وہ یوں ہے کہ سیّدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کسی نے نازیبا کلمات کہے تو سیّدنا عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: تو خائب و خاسر ہو کر دفع ہو جا کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب بیوی کو اذیت دیتا ہے۔ ❹

تو کیا دنیا و آخرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہونے سے بھی بڑی کوئی فضیلت ہے؟

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا:

''عمار رضی اللہ عنہ کا یہ قول ان کے انصاف، ان کے ورع اور سچی بات کے لیے ان کی کوشش کی دلیل ہے۔'' ❺

---

❶ یہ تیجانی کا پیدا کردہ شبہ ہے اور رحیلی رحمہ اللہ نے اس کا ردّ اپنی کتاب "الانتصار للصحب و الآل" میں کر دیا ہے۔

❷ دلیل پلٹنا یہ ہے کہ مدعی جسے اپنے حق میں پیش کرے وہ اس کے خلاف ہو جائے۔ (شرح الکواکب المنیر لابن النجار، ج ٤، ص: ٣٣٨۔)

❸ صحیح بخاری، ج ٥، ص: ٣٦۔ جامع الترمذی، ج ٥، ص: ٧٠٧۔

❹ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

❺ فتح الباری لابن حجر، ج ١٣، ص: ٥٨۔

ابن ہبیرہ [1] اس حدیث کے ضمن میں کہتے ہیں: عمار رضی اللہ عنہ صدق مقال تھے۔ وہ تنازعات میں بھی اس کی پروا نہیں کرتے تھے کہ ان کے حمایتی کا نقصان ہوگا۔ اگرچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور علی رضی اللہ عنہ کے درمیان جنگ ہو رہی تھی اور وہ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ اس کے باوجود انھوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکمل فضائل کی گواہی دی۔ [2]

گویا یہ فہم علماء و حفاظ حدیث کا ہے کہ یہ روایت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مدح کرتی ہے ان کی مذمت نہیں کرتی۔

وجہ نمبر ۲: ...... یہ کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بذات خود جنگ جمل میں عمار رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔ جب جنگ ختم ہوئی تو عمار رضی اللہ عنہ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: اے ام المومنین! جو عہد آپ کو دیا گیا آپ کا یہ کردار اس سے کتنا بعید ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آواز پہچان کر فرمایا: کیا ابو الیقظان ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ کی قسم! جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ آپ ہمیشہ حق بات کہتے ہیں۔ عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: اس اللہ کی تعریف جس نے آپ کی زبان سے میرے حق میں فیصلہ دلوایا۔ [3]

یہ بہت ہی وزنی گواہی ہے جو سیّدنا عمار رضی اللہ عنہ نے محفل میں دی ہے انھوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں ان کے سچ پر ہونے کی گواہی دی اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی فوراً گواہی دی کہ وہ حق کا کھلم کھلا اعلان کرنے والے ہیں۔ رضی اللہ عنہما

وجہ نمبر ۳: ...... کچھ رافضی عمار رضی اللہ عنہ کے اس جملے کو اپنے لیے دلیل بناتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے تمھیں آزمائش میں ڈالا ہے کہ تم علی رضی اللہ عنہ کی اتباع کرتے ہو یا عائشہ رضی اللہ عنہا کی۔

جواب: ...... یہ جملہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی موجودگی میں ادا ہوا اور یہ بھی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کی دلیل ہے، ان کے نزدیک وہ شان عظیم کی مالکہ تھیں اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ ابتلاء تو امتحان ہوتا ہے گویا اللہ تعالیٰ نے ان کا امتحان لیا کہ وہ علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت کریں یا

---

[1] یحییٰ بن محمد بن ہبیرہ ابو المظفر الشیبانی، الحنبلی عالم و عادل تھے۔ ۴۹۹ ہجری میں پیدا ہوئے۔ احادیث کا سماع کیا اور قراءت سبعہ کے قاری تھے۔ لغت کے ماہر تھے۔ سلفی العقیدہ، متدین، صالح، اور عابد تھے۔ مقتفی باللہ کے وزیر رہے۔ ان کی تصنیفات میں سے "الافصاح عن معانی الصحاح" مشہور و متداول ہے۔ تقریباً ۵۶۲ ہجری میں فوت ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۲۰، ص: ٤٢٦۔ شذرات الذهب لابن العماد، ج ٤، ص: ١٩٠۔)

[2] فتح الباری لابن حجر، ج ١٣، ص: ٥٩۔

[3] تاریخ طبری، ج ٣، ص: ٦١۔ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری، ج ١٣، ص: ٦٣ پر اس کی سند کو صحیح کہا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی کی اطاعت کریں جو ان سب کے نزدیک عظمت والی ہیں۔

چنانچہ عمار رضی اللہ عنہ نے واضح کرنا چاہا کہ حق اگرچہ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے لیکن لوگ تو اسی کی طرف میلان رکھتے ہیں جو ان کے نزدیک عظیم ہوتا ہے۔ گویا عمار رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بتا دیا کہ وہ بھی عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کو مانتے ہیں اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا و جنت میں بیوی ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم ان کے فضائل کو دیکھتے ہوئے ان کی رائے کی طرف مائل ہو جاؤ اور تمہارے نزدیک عائشہ رضی اللہ عنہا کی جو قدر و منزلت ہے اس کا لحاظ کرتے ہوئے حق چھوڑ دو۔

اسی کی مثل عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا وہ قول ہے جو انھوں نے عروہ سے کہا تھا۔ جب انھوں نے قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں ابوبکر و عمر کی رائے پیش کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم عنقریب برباد ہو جاؤ گے۔ میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور وہ کہتا ہے ابوبکر اور عمر نے منع کیا ہے۔ رضی اللہ عنہم [1]

خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے لکھا:

''ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے وہی کہا جو عروہ نے بیان کیا۔ لیکن جب کوئی چیز سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو جائے تو پھر کسی شخص کی تقلید میں سنت کو ترک کرنا جائز نہیں۔'' [2]

علامہ معلمی یمانی رحمہ اللہ [3] نے اپنی کتاب ''التنکیل'' میں سابقہ مفاہیم کے اثبات میں طویل بحث کی ہے۔ اس نے لکھا:

''اکثر لوگ ان کی تقلید کی طرف مائل ہو جاتے ہیں جن کی عظمت ان کے دلوں میں راسخ ہوتی ہے اور وہ اس میں غلو کرتے ہیں ...... اگر اس کی عظمت کو نہ ماننے والے زیادہ کلام کریں تو اس کے ماننے والے اپنے متبوع کی مدح و ثنا میں مبالغہ کر لیتے ہیں۔ جو اس کے پیروکاروں کو

---

[1] مسند احمد، ج ۱، ص: ۳۳۷، حدیث نمبر: ۳۱۲۱۔ الاحادیث المختارۃ لضیاء المقدسی، ج ٤، ص: ۲۰٤۔ الآداب الشرعیة، ج ۲، ص: ۷۰ پر ابن مفلح نے اسے حسن کہا اور تحقیق مسند احمد، ج ٥، ص: ٤۸ میں احمد شاکر نے اس کی سند کو صحیح کہا۔

[2] الفقیه و المتفقه للخطیب البغدادی، ج ۱، ص: ۳۷۷۔

[3] عبدالرحمن بن یحییٰ بن علی ابوعبداللہ المعلمی الیمانی، شیخ الاسلام، علامہ، اپنے زمانے کا ذہبی، ۱۳۱۳ ہجری میں پیدا ہوئے۔ المملکة العربیة السعودیة کے صوبہ عسیر کے قاضی مقرر ہوئے، پھر مکتبہ حرم مکی کے جنرل سیکرٹری مقرر ہوئے۔ راویوں کے حالات پر انھیں عبور حاصل تھا۔ ہمیشہ سلفی عقیدہ کا دفاع کیا اکثر کتب ستہ اور ان کے راویوں کی تحقیق کی۔ ۱۳۸٦ ہجری میں وفات پائی۔ ان کی مشہور تصنیف ''التنکیل'' ہے۔ (الاعلام للزرکلی، ج ۳، ص: ۳٤۲۔)

غلو پر ابھارنے کے لیے بہت موثر ہوتا ہے۔ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل شروع ہونے سے پہلے اہل عراق سے خطاب کیا تاکہ وہ انھیں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی قیادت میں بغاوت میں شامل ہونے سے روکیں۔ تو انھوں نے کہا: اللہ کی قسم! بے شک وہ دنیا و آخرت میں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہارا امتحان لیا ہے تاکہ وہ جان لے کہ تم علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت کرتے ہو یا عائشہ رضی اللہ عنہا کی؟''

صحیح بخاری میں بواسطہ ابومریم اسدی، عمار سے روایت ہے اور اسی طرح اس نے بواسطہ ابووائل عمار سے روایت کی ہے۔ ❶

بقول معلّمی رحمہ اللہ عمار کے اس خطبے نے زیادہ لوگوں کو متاثر نہ کیا بلکہ کچھ لوگوں نے یہ کہتے ہوئے اسے جواب دیا۔ اے عمار! ہم اس کے ساتھ ہیں جن کے جنتی ہونے کی تو نے گواہی دی ہے۔ ❷

وجہ نمبر ٤: ...... یہ کہا جائے چلو مان لیتے ہیں کہ عمار رضی اللہ عنہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بدکلامی کی (اللہ انھیں اپنی پناہ میں رکھے) تو فتنہ کے وقت ایسی طعن و تشنیع کرنا اس کے سینے کے بغض کی علامت ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم سے رکھتا ہو، وہ ہمیشہ ان کے عیوب کی گھات میں رہتا ہو اور ذرا ذرا سی باتوں کو اچکنے کا حریص ہوتا ہے۔ لیکن یہ ان لوگوں کا وتیرہ نہیں ہوسکتا جن کی تعریف اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یوں فرمائی ہے:

﴿وَ الَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝۱۰﴾

(الحشر: ١٠)

''اور (ان کے لیے) جو ان کے بعد آئے، وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جنھوں نے ایمان لانے میں ہم سے پہل کی اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لیے کوئی کینہ نہ رکھ جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! یقیناً تو بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

ٹھیک ہے کہ صحابہ کے درمیان بھی ایسے مناظر پیش آ جاتے تھے جیسے کسی بھی انسان کو اس کے بھائیوں کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ تو اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو عفو درگزر کا درس دیتے اور ان پر اس

---

❶ صحیح لبخاری: ٧١٠٠۔

❷ التنکیل للمعلمی، ج ١، ص: ١٩۔

کا عیب نہ لگاتے۔

اس موضوع پر سب سے بہترین کلام امام ابونعیم الاصبہانی رحمہ اللہ نے کیا ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر موجودگی میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان ایسے واقعات و حادثات پیش آتے رہتے تھے، لیکن جب اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان واقعات کی خبر دیتا کہ کسی نے اپنے بھائی کو جھگڑے کے دوران شدید غصے کی حالت میں کچھ بے جا الفاظ کہہ دیئے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا اس پر مواخذہ نہ فرماتے اور نہ ان کی عیب جوئی کرتے۔ بلکہ ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم عفو و صلح کا حکم دیتے، الفت باہمی کی ان کو ترغیب دلاتے، غیض و غضب کے الاؤ کو ٹھنڈا کرتے اور بتقاضائے بشریت جوش و جذبات کو سکون میں بدلتے۔ اس کی بہترین مثال وہ ہے جو دو سرداروں کے درمیان پیش آئی۔ یعنی سعد بن معاذ ❶ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما جو کہ دین میں بلند شان کے مالک ہیں۔ ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ نے مزید مثالیں لکھنے کے بعد یوں لکھا: البتہ غیض و غضب اور شدید غصے کی حالت میں کیے گئے کلام کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا اور نہ ہی اس میں کوئی دلیل ہوتی ہے۔ ❷

اگر یہ گفتگو غیض و غضب کی حالت میں ہوئی تھی تو اس شخص کے بارے میں کیا کہنا چاہیے جو فتنہ کی تلاش میں رہتا ہے تاکہ ان کلمات کو حاصل کر لے جو فتنے کے دوران کہے گئے تاکہ ان کے ذریعے سے صحابہ رضی اللہ عنہم پر طعن و تشنیع کی جائے۔ تو یہ فتنہ پرور ہونے کی دلیل ہے اور دل کے کینے کی علامت ہے۔ اے اللہ! ہم ان ظالموں کے ایسے افعال سے تیرے آگے اپنی براءت کا اعلان کرتے ہیں۔

ساتواں شبہ:

یہ کہ ''عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی زندگی کے آخری لمحات میں کہا کرتی تھیں: میں نے علی رضی اللہ عنہ سے قتال کیا اور میں چاہتی ہوں کہ کاش! میں بھولی بسری بن جاؤں۔'' ❸

اس کی دو توجیہات ہو سکتی ہیں:

---

❶ سعد بن معاذ بن نعمان بن امری القیس رضی اللہ عنہ ابو عمرو الانصاری جلیل القدر صحابی تھے۔ بنو اوس کے سربراہ تھے۔ یہود بنی قریظہ کا عادلانہ فیصلہ انھوں نے ہی کیا اور جس کے فیصلے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسرت اور رضامندی کا اظہار کیا۔ جب یہ فوت ہوئے تو ان کی وفات سے عرش الٰہی تھرتھرا اٹھا یا خوشی سے جھومنے لگا۔ ۵ ہجری میں وفات پائی۔ (الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۱، ص: ۱۸۱۔ الاصابة لابن حجر، ج ۳، ص: ۸٤۔)

❷ الامامة و الرد علی الرافضة لابی نعیم الاصبهانی: ۳٤٤۔۳٤٥۔)

❸ مختصر التحفة الاثنی عشرية لشاه عبدالعزيز دهلوی: ۲٦۹۔

توجیہ نمبر ۱:...... یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ صحیح نہیں اور اگر صحیح بھی ہو پھر بھی اس میں ایسا کوئی لفظ نہیں جس کی بنیاد پر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عیب جوئی کی جائے اور جو روایت صحیح ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: ''وہ جنگ جمل کے دن کو یاد کرتیں تو اس قدر روتیں کہ اپنی اوڑھنی کو آنسوؤں سے تر کر لیتیں۔''❶

صحیح بخاری میں ہے کہ جب ان کے آخری لحات میں ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کی عیادت کے لیے ان کے پاس گئے تو وہ کہنے لگیں: ''میں چاہتی ہوں کہ میں بھولی بسری ہو جاؤں۔''❷

توجیہ نمبر ۲:...... بے شک علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول ثابت ہے: ''اللہ کی قسم! میری تمنا ہے کہ میں آج (جنگ جمل) سے بیس سال پہلے مر گیا ہوتا۔''❸

لیکن کسی نے علی رضی اللہ عنہ کو ان الفاظ کی بنا پر مطعون نہیں کیا۔

---

❶ سابقہ حوالہ: ۲۷۰۔ ❷ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔
❸ تاریخ طبری، ج ۳، ص: ۵۷۔ الکامل فی التاریخ لابن الاثیر، ج ۲، ص: ٦١١۔

تیسری فصل:

عہد قدیم اور جدید میں واقعہ افک اور ان دونوں زمانوں میں بہتان تراشی کے مثبت اثرات کا بیان

پہلا مبحث:...... واقعہ افک اور اس کے متعلق اہم نکات کی تفاصیل

پہلا مطلب:...... واقعہ افک ہے کیا؟

کتب احادیث صحیحہ سے ماخوذ واقعہ افک کا متن درج ذیل ہے:

ابن شہاب زہری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے عروہ بن زبیر، سعید بن مسیّب، علقمہ بن وقاص، عبیداللہ بن عبیداللہ بن عتبہ بن مسعود نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث روایت کی کہ جب بہتان لگانے والوں نے ان کی شان میں جو کہا سو کہا۔ تب اللہ تعالیٰ نے انھیں، لوگوں کے الزامات سے بری کر دیا۔

درج بالا تمام راویوں میں سے ہر ایک نے حدیث کا کچھ متن روایت کیا ہے۔ وہ ایک دوسرے کی بیان کردہ روایات کی تصدیق کرتے ہیں۔ اگرچہ ان میں سے کچھ راوی دوسروں کی نسبت زیادہ یاد کرنے والے تھے۔ جو حدیث عروہ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب روانگی (سفر) کا ارادہ کرتے اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی کرتے۔ ان میں سے جس کے نام کا قرعہ نکل آتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنا ہم سفر بنا لیتے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک غزوہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان قرعہ ڈالا۔ میرے نام کا قرعہ نکلا۔ چونکہ میں حکم حجاب نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئی۔ میں اپنی پالکی یعنی کجاوے میں سوار ہوتی اور اس میں پڑاؤ کرتی۔ ہم چل پڑے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ سے فارغ ہوئے تو واپس ہو لیے اور ہم واپسی کے سفر میں مدینہ منورہ کے قریب پہنچ گئے۔ ایک رات سفر شروع کرنے کا اعلان ہو گیا تو میں

اعلان سن کر اٹھی اور لشکر گاہ سے باہر آ گئی۔ جب میں اپنی ضرورت سے فارغ ہوئی تو لشکر گاہ کی جانب متوجہ ہوئی، تب مجھے پتا چلا کہ یمنی گھونگھوں ❶ سے بنا ہوا میرا ہار نہیں ہے۔ لہٰذا میں اپنا ہار تلاش کرنے لگی اور اس کی تلاش نے مجھے روک لیا اور وہ گروہ آ گیا جو مجھے سوار کراتے اور اتارتے ❷ تو انھوں نے میری پالکی اٹھائی اور میرے اونٹ پر رکھ دیا جس پر میں سوار ہوتی تھی۔ ان کے خیال کے مطابق میں پالکی میں تھی۔ اس وقت عورتیں دبلی پتلی ہوتی تھیں۔ انھیں گوشت وزنی نہ کرتا کیونکہ وہ بقدر ضرورت کھانا ❸ کھاتی تھیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے جب پالکی اٹھائی تو اس کے خفیف ہونے پر انھیں کوئی تعجب نہ ہوا۔ میں اس وقت نوعمر لڑکی تھی۔ انھوں نے اونٹ اٹھایا اور قافلہ چل پڑا۔ لشکر لشکر گاہ سے نکل گیا، اب جب میں پڑاؤ والی جگہ پر آئی تو مجھے اپنا ہار مل گیا۔ وہاں نہ کوئی پکارنے والا تھا اور نہ کوئی پکار سننے والا تھا۔ میں نے سوچا کہ جب انھیں میرے نہ ہونے کا پتا چلے گا تو وہ ضرور میرے پاس لوٹ آئیں گے۔ جونہی میں اپنے خیمے والی جگہ بیٹھی مجھ پر نیند کا غلبہ ہو گیا اور میں سو گئی۔ صفوان بن معطل سلمی ذکوانی لشکر کے پیچھے رہ کر خبر گیری کرتے تھے، وہ رات ❹ کی ابتدا میں چلے تو صبح کے قریب میرے خیمے والی جگہ پہنچے، انھیں ایک سوئے ہوئے انسان کا ہیولا نظر آیا۔ وہ میری طرف آئے اور جب مجھے دیکھا تو پہچان لیا۔ چونکہ وہ حکم حجاب کے نزول سے پہلے مجھے دیکھ چکے تھے۔ انھوں نے جب مجھے پہچانا تو اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ کہا۔ میں اس کے استرجاع کی آواز سن کر بیدار ہو گئی۔ میں نے اپنی چادر کے ساتھ اپنا چہرہ ڈھانپ لیا اور اللہ کی قسم! اس نے میرے ساتھ کوئی بات نہیں کی اور نہ میں نے اس کے استرجاع کے علاوہ اس کا کوئی لفظ سنا۔ بالآخر اس نے اپنی سواری بٹھائی اور اس کے اگلے پاؤں پر اس نے اپنا پاؤں رکھا، میں اس پر سوار ہو گئی۔ وہ سواری کی مہار پکڑ کر آگے آگے چل دیا۔ یہاں تک کہ ہم دوپہر کے وقت ❺ لشکر سے آ ملے

❶ جزع ظفار: الجزع یمنی گھونگے۔ ظفار: یمن کا ایک ساحلی شہر ہے۔ (النهاية في غريب الحديث و الاثر لابن الاثير، ج ١، ص: ٢٦٩۔ فتح الباري لابن حجر، ج ١، ص: ١٥١۔)

❷ يَرْحَلُوْنَ: یعنی جو کجاوہ اور پالان وغیرہ اونٹ پر رکھتے۔ (شرح مسلم للنووي، ج ١٧، ص: ١٠٤۔)

❸ اَلْعُلْقَةَ: مناسب سا کھانا اور ایک قول کے مطابق جس سے گزارا ہو جائے۔ (النهاية في غريب الحديث و الاثر لابن الاثير، ج ٣، ص: ٢٩٠۔ الفائق للزمخشري، ج ٢، ص: ٢٦٢۔)

❹ اَدْلَجَ: رات کے ابتدائی حصے میں سفر شروع کرنا۔ (النهاية في غريب الحديث و الاثر لابن الاثير، ج ٢، ص: ١٢٩۔

❺ نَحْرِ الظهيرة: یعنی دوپہر کے وقت۔ جب سورج آسمان کے وسط میں ہوتا ہے۔ مؤغرین اور کہا جاتا ہے اور غر الرجل: یعنی فلاں آدمی اس وقت میں داخل ہوا۔ (النهاية في غريب الحديث و الاثر لابن الاثير، ج ٥، ص: ٢٠٩۔)

جب انھوں نے دوپہر کا پڑاؤ کیا۔

سو جس نے ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہو گیا اور بہتان تراش عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔ ہم مدینہ آ گئے۔ جب میں گھر پہنچی تو مجھے ایک مہینے تک سخت بخار ہو گیا اور لوگ بہتان تراشوں کی افواہوں کے متعلق رائے زنی کرتے۔ مجھے اس کے بارے میں کچھ معلوم نہ تھا۔ البتہ مجھے جو چیز کھلتی تھی وہ یہ کہ میں اپنی بیماری میں رسول اللہ ﷺ کا وہ لطف و کرم نہ دیکھ پاتی جو میں اس سے پہلے اپنی بیماری میں آپ ﷺ سے پاتی۔ اب تو رسول اللہ ﷺ میرے پاس آتے، آپ ﷺ سلام کرتے پھر فرماتے: ''تم کیسی ہو؟'' [1] پھر آپ ﷺ واپس چلے جاتے۔ اس بات سے مجھے شبہ ہوتا۔ لیکن مجھے شرارت کے متعلق کچھ معلوم نہ تھا۔ ایک دن میں قدرے افاقے کے بعد ام مسطح کے ساتھ مناصع [2] جو ہمارے لیے قضائے حاجت کا میدان تھا، کی طرف گئی، ہم صرف راتوں رات ہی گھر سے باہر نکلتی تھیں اور یہ واقعہ ہمارے گھروں کے قریب بیت الخلاء بنانے سے پہلے کا ہے اور ہم پہلے عربوں کی طرح قضائے حاجت کے لیے باہر جاتی تھیں۔ ہمیں اپنے گھروں کے پاس بیت الخلاء بنانے سے گھن آتی تھی۔ تو میں ام مسطح کے ساتھ باہر نکلی جو ابورہم بن عبد مناف کی بیٹی تھی اور اس کی والدہ ابوبکر صدیق کی خالہ تھیں جو صخر بن عامر کی بیٹی تھیں اور ان کے بیٹے کا نام مسطح بن اثاثہ تھا۔ میں اور ام مسطح اپنی حاجت سے فارغ ہو کر میرے گھر کی جانب آ رہی تھیں تو ام مسطح کو اس کی چادر سے اڑنچھو لگ گیا۔ اس نے بے ساختہ کہا: مسطح ہلاک ہو جائے۔ میں نے اسے کہا تو نے نامناسب بات کی، کیا تم اس نوجوان کو گالی دیتی ہو جو بدر میں شامل تھا؟ اس نے کہا: اے بھولی بھالی لڑکی! [3] کیا تم نے نہیں سنا جو اس نے کہا: عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے کہا: اور اس نے کیا کہا؟ تب اس نے مجھے بہتان تراشوں کی بات بتائی۔ نتیجتاً میری بیماری کے ساتھ ایک اور بیماری کا اضافہ ہو گیا۔ جب میں واپس اپنے گھر پہنچی تو رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور سلام کیا۔ پھر حسب معمول فرمایا تو کیسی ہے؟ میں نے کہا: کیا آپ ﷺ مجھے اپنے والدین کے پاس جانے کی اجازت دیں گے۔

---

[1] کیف تیکم؟ یہ مونث کے لیے اسم اشارہ ہے۔ (شرح مسلم للنووی، ج ۱۷، ص: ۱۰۶۔ مقدمة فتح الباری لابن حجر، ص: ۹۴۔)

[2] مناصع: مدینہ کے مضافات میں کھلی جگہ جہاں لوگ قضائے حاجت کے لیے جاتے تھے۔ (النهاية في غريب الحديث و الاثر لابن الاثير، ج ۵، ص: ۶۵۔)

[3] هنتاه: یعنی اے لڑکی۔ (النهاية في غريب الحديث و الاثر لابن الاثير، ج ۵، ص: ۲۸۰۔)

بقول سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا: میں اس وقت چاہتی تھی کہ اپنے والدین کے پاس جا کر ان دونوں سے اس خبر کا یقین کروں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت دے دی، میں اپنے ماں باپ کے پاس آ گئی تو میں نے اپنی امی سے کہا: اے امی جان! لوگ کیسی باتیں کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا: اے میری بیٹی! تم اپنے اوپر بوجھ نہ ڈالو۔ کیونکہ اللہ کی قسم! جب کوئی عورت خوبصورت ہو اور اس کا خاوند اس سے محبت بھی کرتا ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں تو کم ہی ہوتا ہے کہ وہ اس کے متعلق کثرت سے باتیں نہ کریں۔ بقول سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا: میں نے کہا: سبحان اللہ! کیا واقعی لوگ ایسی باتیں کر رہے ہیں؟ بقول سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا! میں رات بھر روتی رہی جب صبح ہوئی نہ تو میرے آنسو تھمے اور نہ ہی میں نے پلکیں جھپکائیں اور صبح بھی میں نے روتے ہوئے کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالب اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم کو بلا بھیجا جب وحی منقطع ہو گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں سے اپنی بیوی کی جدائی کے متعلق مشورہ کرنا چاہتے تھے۔

بقول سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا: اسامہ بن زید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ کی براءت کا اشارہ کیا اور ان کے لیے اپنی دلی محبت کا اظہار کیا۔ اس نے کہا: اے رسول اللہ! آپ کی بیوی کے بارے میں ہم بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں جانتے۔ البتہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ پر کوئی تنگی نہیں ڈالی اور اس کے علاوہ اور عورتیں بہت ہیں۔ اگر آپ خادمہ سے پوچھ لیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچ سچ بتا دے گی۔ بقول سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کو بلایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے بریرہ! کیا تو نے کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جس نے تجھے شک میں ڈالا ہو۔'' بریرہ نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے! میں نے ان میں کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جس کی وجہ سے میں ان پر عیب لگاؤں۔ [1] میں زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتی ہوں کہ وہ نوعمر لڑکی ہے۔ اپنے گھر والوں کے گوندھے ہوئے آٹے سے بے خبر سو جاتی ہے اور بکری آ کر وہ کھا جاتی ہے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی بن سلول کے خلاف مدد طلب کی۔

بقول سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا: ''اے مسلمانو! اس آدمی سے کون مجھے راحت پہنچائے گا جس نے میرے اہل بیت کے متعلق مجھے تکلیف پہنچائی؟ اللہ کی قسم! میں اپنی

---

[1] اغمصه علیها: کہ میں اس کے ذریعے اس پر عیب لگاؤں۔ (النهایة فی غریب الحدیث و الاثر لابن اثیر، ج ۳، ص: ۳۸۶۔)

بیوی کے بارے میں بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں جانتا اور لوگوں نے ایک آدمی کا نام لیا اس کے بارے میں بھی بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں جانتا۔ وہ جب بھی میری بیوی کے پاس گیا میرے ساتھ گیا۔ یہ سن کر سیّدنا سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے جو بنو اوس کے سردار تھے۔ انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس کے خلاف میں آپ کو راحت پہنچاؤں گا۔ اگر وہ اوس قبیلہ سے ہوا تو میں اس کی گردن کاٹوں گا اور اگر وہ ہمارے بھائیوں کے قبیلہ خزرج سے ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں جو حکم دیں گے ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں گے۔ بقول عائشہ رضی اللہ عنہا: خزرج کے سردار سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اٹھے اور وہ اس سے پہلے صالحین میں شمار ہوتے تھے لیکن انھیں عصبیت نے بھڑکا دیا۔ وہ سعد بن معاذ کو مخاطب کر کے کہنے لگے: تم جھوٹے ہو، عمر دینے والے اللہ کی قسم! تم نہ اسے قتل کرو گے اور نہ اسے قتل کرنے کی طاقت رکھتے ہو۔ یہ سن کر سعد بن معاذ کے چچا زاد اسید بن حضیر اٹھے اور سعد بن عبادہ کو مخاطب کر کے بولے: تم نے جھوٹ بولا، مجھے عمر دینے والے کی قسم! ہم اسے ضرور قتل کریں گے۔ کیونکہ تو منافق ہے اور منافقوں کا دفاع کرتا ہے۔ دونوں قبیلے انتقام کی آگ میں جلنے لگے۔ یعنی اوس اور خزرج۔ بلکہ انھوں نے قتال کا ارادہ بھی کر لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے مسلسل ان کو خاموش کرا رہے تھے۔ تا آنکہ وہ خاموش ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاموش ہو گئے۔

بقول عائشہ رضی اللہ عنہا: میں دوسرے دن بھی روتی رہی نہ تو میرے آنسو کم ہوئے اور نہ میں نے نیند کے لیے پلکیں جھپکیں۔ بقول عائشہ رضی اللہ عنہا صبح ہوتے ہی میرے ماں باپ میرے پاس آئے۔ جبکہ میں دو راتیں اور ایک دن مسلسل روتی رہی، نہ میرے آنسو کم ہوئے اور نہ میں نے نیند کی وجہ سے پلک جھپکی۔ وہ دونوں یہ سمجھنے لگے کہ رونے کی وجہ سے میرا جگر چھلنی ہو جائے گا۔

بقول سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا: جب وہ میرے پاس بیٹھے تھے اور میں رو رہی تھی تو ایک انصاری عورت نے میرے پاس آنے کی اجازت طلب کی، میں نے اسے اجازت دے دی تو وہ بھی میرے ساتھ رونے لگی۔

بقول عائشہ رضی اللہ عنہا: ہم ابھی اس حال میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو سلام کیا، پھر آپ بیٹھ گئے۔ بقول عائشہ رضی اللہ عنہا جب سے یہ طوفان بدتمیزی اٹھا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پہلے میرے پاس کبھی آ کر نہیں بیٹھے تھے اور ایک مہینہ گزر گیا میرے معاملے میں آپ پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی تھی۔ بقول عائشہ رضی اللہ عنہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھتے وقت تشہد پڑھا، پھر فرمایا: ''اما بعد! اے عائشہ! مجھے تمہارے بارے میں یہ یہ خبریں پہنچی ہیں۔ اگر تم پاک دامن ہو تو اللہ تعالیٰ بھی ضرور

تمہارے پاک دامن ہونے کا اعلان کرے گا اور اگر تم سے گناہ ہو گیا ہے تو تم اللہ سے مغفرت طلب کرو اور اس کے سامنے توبہ کرو۔ کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کر لے پھر اللہ کے آگے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔''

بقول سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی گفتگو پوری کر لی تو میرے آنسو خشک [1] ہو گئے حتیٰ کہ مجھے ایک آنسو بھی نکلنے کا احساس تک نہ ہوا۔ میں نے اپنے ابا جان سے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کا ان کو جواب دیں۔ وہ کہنے لگے: اللہ کی قسم! مجھے تو پتا نہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں؟ تب میں نے اپنی امی سے کہا: آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیں۔ وہ کہنے لگیں: مجھے بھی پتا نہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں۔

بقول سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا: میں نوعمر لڑکی تھی۔ میں بکثرت قرآن نہیں پڑھتی تھی۔ اللہ کی قسم! مجھے معلوم ہے کہ آپ نے یہ گفتگو سنی تا آنکہ وہ آپ کے دلوں میں راسخ ہو گئی اور آپ نے اس کی تصدیق کر دی، اب اگر میں آپ سے یہ کہوں میں پاک دامن ہوں اور اللہ جانتا ہے کہ میں پاک دامن ہوں تو آپ میری بات کی تصدیق نہیں کرو گے اور اگر میں آپ کے لیے اس معاملے کا اعتراف کرلوں حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں اس سے بری ہوں تو آپ ضرور میری تصدیق کرو گے۔ اللہ کی قسم! مجھے تو آپ کی مثال ابو یوسف کی بات کی طرح لگتی ہے:

﴿فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ﴾ (یوسف : ۱۸)

''سو (میرا کام) اچھا صبر ہے اور اللہ ہی ہے جس سے اس پر مدد مانگی جاتی ہے جو تم بیان کرتے ہو۔''

بقول سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا: پھر میں پلٹ کر اپنے بچھونے پر لیٹ گئی۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں اس وقت جانتی تھی کہ میں پاک دامن ہوں اور یقیناً اللہ تعالیٰ میری پاک دامنی کا اعلان کرے گا۔ لیکن اللہ کی قسم! میں نے یہ کبھی نہ سوچا تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے معاملے میں ایسی وحی نازل فرمائے گا جس کی تلاوت کی جائے گی اور میرے دل میں میری اتنی اہمیت نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں ایسا کلام کرے گا جس کی تلاوت کی جائے گی۔ لیکن مجھے یہ امید ضرور تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیند میں کوئی خواب دیکھیں گے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مجھے بری کر دے گا۔ اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تک نہ اٹھے اور گھر والوں

[1] قلص: ختم ہو گئے۔ (النهاية في غريب الحديث و لااثر لابن الاثير، ج ٤، ص: ١٠٠۔)

سے بھی کوئی باہر نہ گیا❶ کہ آپ ﷺ پر وحی کا نزول ہونے لگا۔ آپ ﷺ پر بھی شدت کرب❷ کے آثار دکھائی دینے لگے۔ یہاں تک کہ آپ کی پیشانی سے چاندی کے بلبلے❸ سے نمودار ہو گئے۔ جو آپ کا پسینہ تھا حالانکہ اس دن نہایت سردی تھی۔ یہ اس وحی کا بوجھ تھا جو آپ ﷺ پر نازل ہوتی تھی۔

بقول سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا: جب رسول اللہ ﷺ سے وہ کیفیت ختم ہوئی تو آپ ﷺ ہنس رہے تھے۔ آپ ﷺ نے سب سے پہلے جو الفاظ ادا فرمائے وہ یہ تھے: ''اے عائشہ! اللہ عزوجل نے تجھے بری کر دیا ہے۔'' میری امی نے کہا: تم رسول اللہ ﷺ کی طرف جاؤ۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں ان کی طرف نہیں جاؤں گی اور اللہ عزوجل کے علاوہ کسی کی تعریف نہیں کروں گی۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے یہ آیات نازل کی تھیں:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَ الَّذِیْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ لَوْ لَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا ۙ وَّ قَالُوْا هٰذَاۤ اِفْكٌ مُّبِیْنٌ ۝ لَوْ لَا جَآءُوْ عَلَیْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ یَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓىِٕكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِیْ مَاۤ اَفَضْتُمْ فِیْهِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَ تَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَیْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّ تَحْسَبُوْنَهٗ هَیِّنًا ۖ وَّ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمٌ ۝ وَ لَوْ لَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ ۝ یَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ وَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۙ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ وَ اَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝﴾ (النور: ۱۱-۲۰)

''بے شک وہ لوگ جو بہتان لے کر آئے ہیں وہ تمھی سے ایک گروہ ہیں، اسے اپنے لیے برا

---

❶ ما رام: یعنی جدا نہ ہوئے۔ (فتح الباری لابن حجر، ج ۸، ص: ۶۸۔)
❷ البرحاء: شدت کرب۔ (النهاية فی غریب الحدیث و الاثر، ج ۱، ص: ۱۱۳۔)
❸ الجمان: چھوٹے موتی یا چاندی کے بلبلے (جو موتیوں کی طرح ہوتے ہیں)۔ (النهاية فی غریب الحدیث و الاثر لابن الاثیر، ج ۱، ص: ۳۰۱۔)

مت سمجھو، بلکہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ ان میں سے ہر آدمی کے لیے گناہ میں سے وہ ہے جو اس نے گناہ کمایا اور ان میں سے جو اس کے بڑے حصے کا ذمہ دار بنا اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔ کیوں نہ جب تم نے اسے سنا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے نفسوں میں اچھا گمان کیا اور کہا کہ یہ صریح بہتان ہے۔ وہ اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے، تو جب وہ گواہ نہیں لائے تو اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔ اور اگر دنیا اور آخرت میں تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو یقیناً اس بات کی وجہ سے جس میں تم مشغول ہوئے، تم پر بہت بڑا عذاب پہنچتا۔ جب تم اسے ایک دوسرے سے اپنی زبانوں کے ساتھ لے رہے تھے اور اپنے مونہوں سے وہ بات کہہ رہے تھے جس کا تمھیں کچھ علم نہیں اور تم اسے معمولی سمجھتے تھے، حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی تھی اور کیوں نہ جب تم نے اسے سنا تو کہا ہمارا حق نہیں ہے کہ ہم اس کے ساتھ کلام کریں، تو پاک ہے، یہ بہت بڑا بہتان ہے۔ اللہ تمھیں نصیحت کرتا ہے اس سے کہ دوبارہ کبھی ایسا کام کرو، اگر تم مومن ہو۔ اور اللہ تمہارے لیے آیات کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔ بے شک جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ ان لوگوں میں بے حیائی پھیلے جو ایمان لائے ہیں، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ کہ یقیناً اللہ بے حد مہربان، نہایت رحم والا ہے۔‘‘

جب اللہ عزوجل نے میری پاک دامنی میں یہ دس آیات نازل کیں تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے قرابت دار اور محتاج ہونے کی وجہ سے مسطح بن اثاثہ پر خرچ کرتے تھے۔ انھوں نے قسم اٹھالی کہ اللہ کی قسم! میں اب کبھی مسطح پر ذرہ بھر خرچ نہیں کروں گا جبکہ وہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں جو کہہ چکا سو کہہ چکا۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمان نازل فرمایا:

﴿وَ لَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ السَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لْيَعْفُوْا وَ لْيَصْفَحُوْا أَلَا تُحِبُّوْنَ أَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ (النور: ۲۲)

’’اور تم میں سے فضیلت اور وسعت والے اس بات سے قسم نہ کھالیں کہ قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دیں اور لازم ہے کہ معاف کر دیں اور درگزر

کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمھیں بخشے اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

یہ فرمان سن کر ابوبکر رضی اللہ عنہ پکار اٹھے: اللہ کی قسم! کیوں نہیں۔ بے شک مجھے اللہ کی مغفرت محبوب ہے۔ انھوں نے مسطح کو وہ خرچ دوبارہ دینا شروع کر دیا جو اسے پہلے دیتے تھے اور انھوں نے اعلان کیا: اللہ کی قسم! میں اس سے یہ کبھی نہیں روکوں گا۔

بقول سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے میرے متعلق پوچھا کرتے: اے زینب! تمھیں معلوم ہے یا کیا تم دیکھ چکی ہو؟ اس نے کہا: اے رسول اللہ! میں اپنی سماعت اور بصارت کو محفوظ رکھوں گی۔ ❶ مجھے سوائے بھلائی کے کچھ معلوم نہیں۔ بقول سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا: اور وہی فخر و مباہات ❷ میں میرا مقابلہ کرتی تھیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے ورع کے سبب بچا لیا اور اس کی بہن حمنہ رضی اللہ عنہا بہتان لگانے والوں کے ساتھ برباد ہوگئی۔ ❸

اللہ تبارک وتعالیٰ نے تا قیامت مسلمانوں کی مساجد ومحراب میں تلاوت کی جانے والی آیات ہماری پیاری ماں کی پاک دامنی کے سلسلے میں نازل فرما دیں۔ ان الزامات سے بری کرنے کے لیے جو بہتان تراشوں اور کج رووں نے صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا پر لگائے تھے۔ نیز ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل و محبوب پیغمبر کو اذیت پہنچانے والوں پر اپنے غیض وغضب کا اظہار بھی کیا اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو پر داغ لگانے والوں پر غیرت کھاتے ہوئے اور اہل ایمان کی تربیت و تادیب کے لیے ایسی وضاحت و صراحت کر دی جس سے دلوں پر سخت وعید کی وجہ سے ہول طاری ہو جاتا ہے اور جس ظالم نے یہ سازشی منصوبہ بنایا تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی سخت ناراضی کا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور کی گیارہ تا چھبیس آیات جن کی تعداد سولہ (۱۶) بنتی ہے، یعنی ((إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا تا رِزْقٌ كَرِيمٌ)) تک نازل فرمائی:

﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُو بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ ۚ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم ۖ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ ۚ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١١﴾ لَّوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَٰذَا

❶ احمی سمعی و بصری: کہ میں ان دونوں حواس کی طرف وہ کچھ منسوب نہ کروں گی جس کا انھیں ادراک نہیں اور اگر میں نے ان کے متعلق جھوٹ بول دیا تو ان کا عذاب سے بھی دفاع کروں گی۔ (النهاية في غريب الحديث و الاثر لابن الاثير، ج ۲، ص: ۴۰۵۔)

❷ تسامینی: یعنی مفاخرت اور علوشان۔ (النهاية في غريب الحديث و الاثر لابن الاثير، ج ۲، ص: ۴۰۵۔)

❸ صحيح بخاری، حديث نمبر: ۴۷۵۰۔ صحيح مسلم، حديث نمبر: ۲۷۷۰۔

اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٢﴾ لَوْ لَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ
عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿١٣﴾ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ
لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١٤﴾ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَ تَقُوْلُوْنَ
بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّ تَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ﴿١٥﴾ وَ لَوْ لَآ
اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴿١٦﴾
يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٧﴾ وَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ
وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١٨﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ
اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٩﴾ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ
عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ وَ اَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٠﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ
الشَّيْطٰنِ ؕ وَ مَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لَوْ لَا فَضْلُ
اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّ لٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ
سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢١﴾ وَ لَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ السَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَ
الْمَسٰكِيْنَ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَ لْيَعْفُوْا وَ لْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ
لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٢﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي
الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۪ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٢٣﴾ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَ اَيْدِيْهِمْ
وَ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٤﴾ يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ
هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴿٢٥﴾ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَ الْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَ الطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَ
الطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿٢٦﴾

(النور: ١١-٢٦)

’’بے شک وہ لوگ جو بہتان لے کر آئے ہیں وہ تمھی سے ایک گروہ ہیں، اسے اپنے لیے برا مت سمجھو، بلکہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ ان میں سے ہر آدمی کے لیے گناہ میں سے وہ ہے جو اس نے گناہ کمایا اور ان میں سے جو اس کے بڑے حصے کا ذمہ دار بنا اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔ کیوں نہ جب تم نے اسے سنا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے نفسوں میں اچھا گمان کیا اور کہا کہ یہ صریح بہتان ہے۔ وہ اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے، تو جب وہ

گواہ نہیں لائے تو اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔ اور اگر دنیا اور آخرت میں تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو یقیناً اس بات کی وجہ سے جس میں تم مشغول ہوئے، تم پر بہت بڑا عذاب پہنچتا۔ جب تم اسے ایک دوسرے سے اپنی زبانوں کے ساتھ لے رہے تھے اور اپنے مونہوں سے وہ بات کہہ رہے تھے جس کا تمھیں کچھ علم نہیں اور تم اسے معمولی سمجھتے تھے، حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی تھی اور کیوں نہ جب تم نے اسے سنا تو کہا ہمارا حق نہیں ہے کہ ہم اس کے ساتھ کلام کریں، تو پاک ہے، یہ بہت بڑا بہتان ہے۔ اللہ تمھیں نصیحت کرتا ہے اس سے کہ دوبارہ کبھی ایسا کام کرو، اگر تم مومن ہو۔ اور اللہ تمھارے لیے آیات کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔ بے شک جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ ان لوگوں میں بے حیائی پھیلے جو ایمان لائے ہیں، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ کہ یقیناً اللہ بے حد مہربان، نہایت رحم والا ہے (تو تہمت لگانے والوں پر فوراً عذاب آ جاتا) اے لوگو جو ایمان لائے ہو! شیطان کے قدموں کے پیچھے مت چلو اور جو شیطان کے قدموں کے پیچھے چلے تو وہ تو بے حیائی اور برائی کا حکم دیتا ہے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی کبھی پاک نہ ہوتا اور لیکن اللہ جسے چاہتا ہے پاک کرتا ہے اور اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ اور تم میں سے فضیلت اور وسعت والے اس بات سے قسم نہ کھالیں کہ قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دیں اور لازم ہے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمھیں بخشے اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ بے شک وہ لوگ جو پاک دامن، بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں لعنت کیے گئے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔ جس دن ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے خلاف اس کی شہادت دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔ اس دن اللہ انھیں ان کا صحیح بدلہ پورا پورا دے گا اور وہ جان لیں گے کہ بے شک اللہ ہی حق ہے، جو ظاہر کرنے والا ہے۔ گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے ہیں۔ یہ لوگ اس سے بری کیے

ہوئے ہیں جو وہ کہتے ہیں، ان کے لیے بڑی بخشش اور باعزت روزی ہے۔''

جبکہ ہماری امی نے عربوں کی عادت کے مطابق دس آیات کہیں، اسے علمائے لغت "الغاء الكسر" کا قاعدہ کہتے ہیں۔ (عرب دو دہائیوں کے درمیان والے اعداد کو گنتی میں شامل نہیں کرتے۔ ظفر) ❶

دوسرا نکتہ:......قصہ بہتان کے اہم نکات

ا:......الافك کا لغوی معنی ومفہوم:

"الافك" ایسا اسم ہے جو خالص جھوٹ پر بولا جاتا ہے۔ جس کے جھوٹ ہونے میں کسی قسم کا شبہ نہ ہو۔ یہ وہ بہتان ہوتا ہے جو اچانک لوگوں پر تھوپ دیا جاتا ہے۔ پھر غالب استعمال کی وجہ سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر لگائے گئے بہتان کا اسم علم بن گیا۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کی براءت کا اعلان اپنی آخری کتاب میں کیا۔ ❷

وجہ تسمیہ:......اس حادثہ کو واقعہ افک کیوں کہا جاتا ہے؟ جیسا کہ رازی نے لکھا: ''اللہ تعالیٰ نے اس جھوٹ کو افک اس لیے کہا کیونکہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سیرت و کردار اس کے بالکل برعکس تھا۔''

فتح البیان کے مصنف نے لکھا: ''اللہ تعالیٰ نے اس کا نام افک اس لیے رکھا، کیونکہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا کردار اس کے بالکل برعکس تھا۔''

نیز علامہ واحدی سے قول منقول ہے کہ ''اس واقعہ کو ''افک'' حقیقت بدلنے کی وجہ سے کہا گیا ہے۔ کیونکہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی شرافت، عفت وعصمت، حصانت وحفاظت، عقل و دیانت، علو نسب، غیرت و آبرو میں بے مثال تھیں۔ وہ تو مدح وثنا کی مستحق تھیں جب ان کے کردار پر کیچڑ اچھالنے کی سازش کی گئی تو گویا تمام حقائق کو بدل دیا گیا۔ یعنی یہ قبیح بہتان اور علانیہ جھوٹ تھا۔''

ابوسعود ❸ نے لکھا: ''یہ الزام حقائق کو بدل کر لگایا گیا تھا۔

---

❶ فتح الباری لابن حجر، ج ۸، ص: ٤٧٧۔

❷ تفسیر الرازی، ج ۲۳، ص: ۳۳۷۔ الحریر و التنویر لابن عاشور، ج ۱۸، ص: ۱۶۹-۱۷۰۔

❸ محمد بن محمد بن مصطفیٰ ابوسعود عمادی حنفی اپنے وقت کا امام اور علامہ مشہور تھا۔ ۸۹۸ ہجری میں پیدا ہوا قسطنطنیہ کا قاضی مقرر ہوا۔ وہاں کا مفتی بھی رہا۔ اس کی مشہور تصنیفات "ارشاد العقل السليم الى مزايا الكتاب الكريم" اور "تحفة الطلاب" ہیں۔ ۹۸۲ ہجری میں وفات پائی۔ (شذرات الذهب لابن العماد، ج ۸، ص: ۳۹۵۔ الاعلام للزرکلی، ج ۷، ص: ۵۹۔)

بالکل اسی طرح ہی مفسر زمخشری [1] اور بیضاوی [2] وغیرہ نے کہا ہے۔ [3]

ب:......واقعہ افک کب پیش آیا؟

اس واقعہ کی متعین تاریخ پر مؤرخین متفق نہیں۔ [4]

چنانچہ تین اقوال مشہور ہیں: ''۴ ہجری، ۵ ہجری اور ۶ ہجری۔ جبکہ زیادہ مناسب ۵ ہجری ہے۔'' [5]

ج:......اس فتنہ کا بانی مبانی (ماسٹر مائنڈ) کون تھا؟

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''جو اس واقعہ کا ذمہ دار ہے وہ عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔'' [6]

ابن جریر نے لکھا:

''علماء و سیرت نگاروں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ سب سے پہلے جس نے بہتان لگایا اور اپنے گھر والوں کو اکٹھا کر کے اس کے بارے میں افواہیں پھیلاتا تھا وہ عبداللہ بن ابی بن سلول ہے اور جیسا کہ میں نے لکھا اس معاملے کے گھناؤنے پن کی وجہ سے اسے اس فعل کا موجد کہا جاتا ہے۔'' [7]

اس وضاحت سے ہمارا مقصد فرقہ ناصبیہ کی اس تہمت سے پردہ اٹھانا ہے جس کے تحت وہ مشہور کرتے ہیں کہ سیّدہ عائشہ کے بارے میں جو افواہیں گردش کر رہی تھیں وہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ ایجاد کرتے تھے اور قرآن کے مطابق وہی وہ شخص ہے جسے اس کے تکبر نے اس پر آمادہ کیا۔ اس تہمت کا پردہ امام، فاضل ابن شہاب زہری نے چاک کیا۔

---

[1] محمود بن عمر بن محمد خوارزمی زمخشری ہے۔ معتزلہ کا مرکزی قائد تھا۔ نحو، لغت، علم کلام اور علوم تفسیر کا ماہر تھا۔ ۴۶۷ ہجری میں پیدا ہوا۔ فصاحت و بلاغت اور بیان و ادب کا امام مانا جاتا تھا۔ اس کی تصنیفات سے "الکشاف" اور "الفائق" ہیں۔ ۵۳۸ میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۲۰، ص: ۱۵۱۔ طبقات المفسرین للادنهوی، ص: ۱۷۲۔)

[2] عبداللہ بن عمر بن محمد ابو سعید شیرازی ناصر الدین بیضاوی شافعی المذہب تھا۔ علامہ، مفسر، رئیس القضاۃ، صالح، عابد، زاہد کے القاب سے پہچانا جاتا تھا۔ شیراز کا کچھ عرصہ تک قاضی رہا۔ اس کی تصنیفات میں سے "انوار التنزیل" و "شرح المصابیح" مشہور ہیں۔ ۶۸۵ ہجری یا ۶۹۱ ہجری میں فوت ہوا۔ (شذرات الذهب لابن العماد، ج ۵، ص: ۳۹۱۔)

[3] الحصون المنيعة لمحمد عارف الحسينی، ص: ۱۹۔

[4] الاصابة لابن حجر، ج ۸، ص: ۳۹۲۔

[5] البداية و النهاية لابن كثير، ج ٦، ص: ۱۸۱۔

[6] صحيح بخاری، حديث نمبر: ٤٧٤٩۔

[7] تفسير الطبری، ج ۱۷، ص: ۱۹٦۔

یہ اس طرح ہوا کہ اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک ❶ یہ سمجھتا تھا کہ یہ گھناؤنی سازش تیار کرنے والے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔

وہ کہتے ہیں: میں ایک رات ولید بن عبدالملک کے پاس تھا اور وہ لیٹے ہوئے سورۂ نور کی تلاوت کر رہا تھا۔ جب وہ اس آیت پر پہنچا:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ۭ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ۭ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ﴾ (النور: ۱۱)

''بے شک وہ لوگ جو بہتان لے کر آئے ہیں وہ تمھی سے ایک گروہ ہیں، اسے اپنے لیے برا مت سمجھو، بلکہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ ان میں سے ہر آدمی کے لیے گناہ میں سے وہ ہے جو اس نے گناہ کمایا اور ان میں سے جو اس کے بڑے حصے کا ذمہ دار بنا۔''

تو اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر کہنے لگا: اے ابوبکر! ان میں سے کس نے مرکزی کردار ادا کیا؟ کیا وہ علی بن ابی طالب نہیں؟

بقول زہری میں نے دل میں سوچا: اب میں کیا کہوں؟ اگر میں اس کی تردید کروں اور ناں کہہ دوں تو مجھے اس سے اذیت پہنچنے کا اندیشہ ہے اور اگر میں اس کی تائید کرتے ہوئے ہاں کہہ دوں تو یقیناً مجھ سے بڑا بہتان تراش کوئی نہیں۔ میں نے اپنے دل میں سوچا بے شک اللہ تعالیٰ نے سچ کہنے کے نتیجے میں میرے ساتھ بھلائی کا وعدہ کیا ہے۔ میں نے کہہ دیا: ایسا نہیں جیسا آپ سوچ رہے ہیں۔

بقول زہری ولید نے اپنی لاٹھی یا درّہ اپنے بستر پر زور سے مارا، پھر چیخ چیخ کر کہنے لگا۔ تو پھر کون؟ پھر کون ہے؟ اور یہ بات اس نے کئی مرتبہ دہرائی۔ میں نے کہا: ''وہ عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔'' ❷

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا: ''شاید جن نواصب میں کوئی بھلائی نہ تھی ان میں سے کسی نے اس جھوٹ کے ذریعے بنوامیہ کا تقرب حاصل کیا۔ تو انھوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کی غلط تاویل کر لی۔ کیونکہ

---

❶ ولید بن عبدالملک بن مروان ابوالعباس اموی خلیفہ تھا۔ مملکت آبیہ میں اہل روم سے متعدد غزوات میں شرکت کی اور اندلس کے دروازے پر فتح کے جھنڈے گاڑ دیے۔ نیز ترکی کے علاقے بھی شامل کر لیے۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی توسیع کروائی اور دمشق میں جامع مسجد بنوائی۔ مزید مسجد نبوی کی تزئین و آرائش و زیبائش کروائی۔ البتہ وہ عیش و عشرت کا دلدادہ تھا۔ تعلیم یافتہ نہ تھا۔ ۹۶ ہجری میں فوت ہوا۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ٤، ص: ۳٤۸۔ شذرات الذهب لابن العماد، ج ۱، ص: ۱۰۵۔)

❷ طبرانی نے اسے روایت کیا: ج ۲۳، ص: ۹۷، حدیث نمبر: ۱٤۵۔ حلیة الاولیاء لابی نعیم الاصفهانی، ج ۳، ص: ۳٦۹۔ فتح الباری لابن حجر، ج ۷، ص: ٤۳۷۔

انھیں علم تھا کہ بنو امیہ علی رضی اللہ عنہ کو پسند نہیں کرتے، اس لیے انھوں نے بھی اس قول کو صحیح سمجھا تا آنکہ امام زہری رحمہ اللہ نے ولید کے سامنے حقیقت حاصل واضح کی کہ حق تمہارے گمان کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں اس کا نیک اجر عطا فرمائے۔'' [1]

د:......اس فتنہ کے متوقع نتیجہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا موقف تھا؟

بلاشک وشبہ کہا جائے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیوی صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا کے متعلق دیگر لوگوں سے زیادہ جانتے تھے اور یہ کہ بہتان و الزام تراشوں کے بہتان سے وہ یقیناً بری ہے۔ اس لیے جو کچھ کہا گیا اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید اذیت پہنچائی۔ جب بدکلامی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و آبرو کی شان میں ہو اور اس ذات کے متعلق ہو جو سب لوگوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ غیرت مند تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سعد رضی اللہ عنہ کی غیرت والے جملے پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

((أَتَعْجَبُونَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ لَأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ وَاللّٰهُ أَغْيَرُ مِنِّي .))

''لوگو! کیا تمھیں سعد کی غیرت پر تعجب ہو رہا ہے۔ اللہ کی قسم! میں اس سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بڑھ کر غیور ہے۔'' [2]

جب ان سرکش بہتان تراشوں نے ام المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگایا تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو صدمہ اور پریشانی لاحق ہوئی اس کے آثار آپ کے چہرۂ مبارک اور آپ کے معمولات پر بھی نمایاں دیکھے جا سکتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور آپ کے اہل بیت یہ بات بخوبی پہچانتے تھے، تاہم یہ اور بات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صدق و صبر کے ہر امتحان میں کامیاب ہوئے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے رب تبارک و تعالیٰ پر پورا یقین تھا کہ وہ آپ کی مدد کرے گا اور نہ صرف آپ کی حمایت و نصرت فرمائے گا بلکہ آپ کی طرف سے ظالموں سے انتقام بھی لے گا اور رب العالمین کا ہر کام حکمت سے بھرپور ہوتا ہے۔ چنانچہ اس رب ذوالجلال نے ایک ماہ تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وحی روک لی۔ جبکہ لوگ افواہوں میں بہک رہے تھے۔ ہر کسی کے منہ میں جو آتا کہہ دیتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر حال میں

---

[1] فتح الباری لابن حجر، ج ۷، ص: ۴۳۷۔

[2] صحیح بخاری، حدیث نمبر، ۷۴۱۶۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۴۹۹۔ سیّدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے۔

صبر کا عظیم مظاہرہ کیا اور اللہ کی رضا کے لیے اسے بہت اچھی طرح نبھایا۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ کے لیے یہ صدمہ جانکاہ تھا۔ لوگوں کی افواہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچاتی تھیں اور آپ کے لیے دوسری جو سب سے بڑی اذیت تھی وہ یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی پریشانی بہت کھلتی تھی۔ کیونکہ وہ جب بھی پریشان ہوتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سہارا دیتے اور آپ اپنے عمدہ اخلاق اور بھرپور شفقت کا سایہ ان پر کیے رہتے۔ یہ بہتان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بہت مشقت آمیز ہو گیا۔ حتیٰ کہ ہماری امی جان عفیفۂ کائنات رضی اللہ عنہا کی پریشانی کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بات تک نہیں کر سکتے۔ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی براءت اور پاک دامنی کا پورا یقین تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بیماری کو بھی سمجھتے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف انہی دو الفاظ پر اکتفا کرتے: ((كَيْفَ تِيكُمْ)) ''تم کیسی ہو؟ اور آخر میں کہتے، تم پر اللہ کی رحمت و سلامتی ہو۔''

جب معاملہ کی حقیقت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہی تھی تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کچھ اصحاب اور جیسے علی اور اسامہ رضی اللہ عنہما اور اپنے اہل بیت جیسے ام المؤمنین زینب اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خاص خادمہ بریرہ رضی اللہ عنہا سے کیوں پوچھ گچھ کی؟ کیا ضلالتوں کے پجاریوں کے کہنے کے مطابق یہ سوالات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شک کی بنیاد پر کیے تھے اور علی رضی اللہ عنہ کا جواب شک کی تائید و تاکید میں تھا؟ [1]

درج بالا شکوک و شبہات کا ازالہ:

۱۔ یقیناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بیوی کی پاک دامنی پر پورا یقین تھا۔ اس کے باوجود افواہ سازوں کی افواہوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر عظیم کا مظاہر کیا۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پسند کیا کہ آپ دوسروں سے یہ پوچھ کر اور ان سے یہ جواب سن کر دلی سکون حاصل کریں اور یہ تجربے کی بات ہے کہ پریشان حال اور صدمے سے دوچار شخص کو دوسروں کی تسلی دلانے اور ان کی حوصلہ افزائی سے زیادہ حوصلہ ملتا ہے اور اس کے دل کا بوجھ ہلکا ہوتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مکمل طور پر محفوظ و معصوم ہیں کہ وہ اپنے سب سے زیادہ قریبی اور سب لوگوں سے زیادہ اپنی محبوب بیوی کے بارے میں شک کریں۔

---

[1] جیسا کہ ایک مجرمانہ کتاب بعنوان "خيانة عائشة بين الحقيقة و الاستحالة" کے مجرم مصنف محمد جمیل حمود العاملی نے (ص ۲۵) پر لکھا ہے اور اس کتاب میں نہایت گھٹیا اور فحش مواد ہے اور ہماری امی جان عائشہ رضی اللہ عنہا پر سب سے زیادہ خبیثانہ اور فاحشانہ طریقے سے دشنام طرازی کی گئی ہے۔ جس کا تصور اس امت کی طرف منسوب کوئی مسلمان نہیں کر سکتا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کے طلب گار ہیں اور جس جس نے ان کی عزت پر بٹہ لگانے کی کوشش کی اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

۲۔ اس گمراہ کن بہتان میں پھنسے لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ حدیث کے الفاظ کے مطابق نبی ﷺ نے موکد و مغلظ قسم اٹھا کر کہا کہ ''عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کے بہتان تراشوں سے بری الذمہ ہیں۔'' وحی کے نزول سے پہلے آپ ﷺ کے اسی فرمان سے بہتان تراشوں کی زبانیں گنگ ہو گئیں۔ آپ ﷺ نے لوگوں کے سامنے یہ گواہی دیتے ہوئے فرمایا:

((وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلٰى أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا .))

''اللہ کی قسم! میں اپنی بیوی کے متعلق نیکی اور بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں جانتا۔''[1]

نبی کریم ﷺ کا یہ قسمیہ انداز یہ کہنے والوں کی زبانیں بند کر دینے کے لیے کافی ہے کہ آپ ﷺ نے شک کی بنا پر مختلف لوگوں سے پوچھ تاچھ کی۔

کیا ان لوگوں کو ہماری امی جان رضی اللہ عنہا کے بارے میں اتنا کچھ معلوم ہو گیا جو رب العالمین کی طرف سے وحی کیے جانے والا معصوم نبی بھی اس کے بارے میں نہ جانتا تھا۔ یا یہ کہ یہ لوگ نبی ﷺ کی گواہی کو جھٹلانا چاہتے ہیں۔ کیونکہ وہ نبی اکرم ﷺ کی بیوی کی عزت پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا ہمارے نبی ﷺ کے معاملے میں یہ بات صریح الدّلالہ ہے جو ہماری امی رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کا یقین دلا رہی ہے اور یہ کہ آپ ﷺ کو کسی قسم کا شک و شبہ نہیں تھا اور آپ ﷺ کے سوال کا مقصد صرف یہ تھا کہ لوگوں کے منہ سے جوابات سن کر آپ ﷺ کو اطمینان ہو جائے۔

علامہ ابن قیم الجوزی رحمہ اللہ نے اس سوال و جواب کے متعلق نہایت عمدہ کلام کیا ہے: ''اس اذیت ناکی کا اصل نشانہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی تھی اور آپ ﷺ کی بیوی پر بہتان لگایا گیا۔ آپ ﷺ کی شایان شان، یہ بات نہ تھی کہ آپ اپنی بیوی کی پاک دامنی کی گواہی دیں۔ اگرچہ آپ ﷺ جانتے تھے یا یقین رکھتے تھے کہ وہ پاک دامن ہیں۔ آپ ﷺ نے اس کے متعلق کبھی برا نہ سوچا اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ ﷺ دونوں کو اللہ اس سوچ سے اپنی پناہ میں رکھے۔ اسی لیے جب آپ ﷺ نے بہتان تراشوں کے الزامات کے ضمن میں یہ فرمایا:

((مَنْ يَعْذِرُنِي مِنْ رَجُلٍ قَدْ بَلَغَنِي عَنْهُ أَذَاهُ فِي أَهْلِي وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلٰى أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا وَلَقَدْ ذَكَرُوا رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا وَمَا يَدْخُلُ عَلٰى أَهْلِي إِلَّا مَعِي))

[1] صحيح بخاري: ۲۷۷۱۔ صحيح مسلم: ۲۷۷۔

''ایسے آدمی سے مجھے کون راحت پہنچائے گا جس کی اذیت ناکی سے میری اہلیہ کونشانہ بنایا گیا؟ اللہ کی قسم! مجھے اپنی بیوی کے متعلق بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں معلوم اور انھوں نے جس آدمی کوملوث کرنا چاہا مجھے اس کے بارے میں بھلائی کے علاوہ کسی چیز کا علم نہیں اور وہ میری بیوی کے پاس اسی وقت جاتا تھا جب میں اس کے ساتھ ہوتا تھا۔'' [1]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاک دامنی کے قرائن دیگر اہل ایمان کی نسبت بہت زیادہ موجود تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کمال صبر، عزم مصمم، اپنی روایتی نرمی اور اپنے رب کے متعلق حسن ظن اور اس پر کامل بھروسہ اتنا زیادہ تھا کہ اس مقام صبر و ثبات اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کما حقہ حسن ظن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمے رہے۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وہ وحی آ گئی جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں آپ کو دلی مسرت حاصل ہوئی اور نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رب کے ہاں مزید بلند ہوگئی بلکہ اُمت کو بھی یقین ہو گیا کہ آپ کے رب کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کس قدر بلند ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر اہمیت دیتا ہے۔ [2]

اسی لیے علی رضی اللہ عنہ کے جواب نے بہتان تراشوں کا منہ بند کر دیا اور اس جواب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پریشانی ختم ہوگئی اور وہ غم دُور ہو گیا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بوجھ بنا ہوا تھا۔ علی رضی اللہ عنہ کے جواب میں دو عظیم فائدے پنہاں تھے:

پہلا فائدہ: ...... جب پریشانی کی جڑ کٹ جائے گی تو پریشانی خود بخود ختم ہو جائے گی۔ چونکہ علی رضی اللہ عنہ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے علیحدگی کا اشارہ دیا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی تنگی نہیں کی، اس کے علاوہ بھی بے شمار عورتیں ہیں تا آنکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دلی سکون حاصل ہوگیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس کو راحت مل گئی اور آپ کو قرار آ گیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ تمام اہل ایمان کے نزدیک کسی اور کی راحت کی نسبت آپ کی راحت مقدم ہے، تو صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کے علاوہ کوئی انسان چاہے کتنا ہی عظیم المرتبت ہو آپ سب سے بڑھ کر قدر و منزلت کے مستحق ہیں اور ہمارے دلوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ عظیم الشان ہیں۔ ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ کسی وجہ سے آپ کو کوئی پریشانی لاحق ہو اور کسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم غمگین ہوں، بلکہ ہم آپ پر اپنے ماں باپ

---

[1] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲٦٦١۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۷۷۰۔
[2] زاد المعاد لابن القیم، ج ۳، ص: ۲۳۵۔

قربان کرتے ہیں۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے لکھا: ''سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ جو افواہ پھیلی ہوئی ہے مشکوک ہے تو انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دیا کہ آپ شک و شبہ چھوڑیں اور یقین پر اعتماد کریں۔ تاکہ لوگوں کی افواہوں سے جو ہم و غم آپ کو لاحق ہو گیا ہے، اس سے نجات ملے۔ تو انھوں نے بیماری کو جڑ سے کاٹنے کا اشارہ دیا۔'' [1]

سفیان ثوری نے کہا: ''علی رضی اللہ عنہ نے اس مشورے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مصلحت بھانپ لی۔'' [2]

یہی شان سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تھی۔ وہ اپنے آپ پر، اپنے گھر والوں پر، بلکہ سب لوگوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ترجیح دیتے تھے اور جب کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معمولی سی پریشانی یا کوئی صدمہ پہنچتا تو وہ سب اکٹھے ہو کر رونے لگ جاتے۔ [3]

یہاں جو موقف سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنایا اس کا سبب یہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان تراشوں کے بہتان لگانے کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو حزن و ملال طاری ہو گیا تھا سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس غم کے سبب کو جڑ سے اکھیڑنے کی طرف اشارہ کیا اور اس کے اسباب سے علیحدہ ہونے کا مشورہ دیا اگرچہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی محبوب بیوی سے علیحدہ ہونا ہو، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آپ کی سب بیویوں سے زیادہ عالی قدر تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ان کا مرتبہ سب سے عظیم تھا۔ یہ بعینہٖ وہی موقف ہے جو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس وقت اپنایا تھا جب لوگوں میں مشہور ہو چکا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام بیویوں کو طلاق دے دی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ایک کمرے میں ان سب سے علیحدہ ہو گئے ہیں۔ تب عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خادم رباح کے سامنے خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔ بقول عمر رضی اللہ عنہ میں نے بلند آواز سے رباح سے کہا:

((يَا رَبَاحُ اسْتَأْذِنْ لِي عِنْدَكَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَإِنِّي أَظُنُّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ظَنَّ أَنِّي جِئْتُ مِنْ أَجْلِ حَفْصَةَ وَاللّٰهِ لَئِنْ أَمَرَنِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِضَرْبِ عُنُقِهَا لَأَضْرِبَنَّ عُنُقَهَا))

---

[1] زاد المعاد لابن القيم، ج ٣، ص: ٢٣٣۔

[2] فتح الباری لابن حجر، ج ٨، ص: ٤٦٨۔

[3] صحيح بخاری، حديث نمبر: ٥١٩١۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی تمام بیویوں سے علیحدہ ہونے والے واقعہ پر غور کریں۔

''اے رباح تو میرے لیے رسول اللہ ﷺ سے اجازت حاصل کر۔ کیونکہ میرا گمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ سوچ رہے ہیں کہ شاید میں حفصہ رضی اللہ عنہا کے معاملے پر بات کرنے آیا ہوں۔ اللہ کی قسم! اگر رسول اللہ ﷺ مجھے اس کی گردن کاٹنے کا حکم دیں تو میں ضرور اس کی گردن کاٹ دوں گا۔'' [1]

سیدہ حفصہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کی وہی بیٹی ہیں جن کی محبت عمر رضی اللہ عنہ کی فطرت تھی۔ لیکن وہی عمر رضی اللہ عنہ قسم اٹھا کر کہتے ہیں کہ اگر نبی ﷺ مجھے میری پیاری بیٹی کو قتل کرنے کا حکم دیں تو میں اسے ضرور قتل کر ڈالوں۔

جی ہاں! اصحاب رسول اللہ ﷺ اہل فضل کا مقام و مرتبہ اچھی طرح پہچانتے تھے، لیکن ان میں سے جب کوئی دیکھتا کہ نبی ﷺ کو ادنیٰ سا حزن و ملال پہنچا ہے تو ان تمام کے صبر کے پیمانے چھلک پڑتے۔ وہ سب آپ ﷺ کو خوش کرنے کے لیے دوڑ پڑتے اور چاہے آپ ﷺ کو غم پہنچانے کا سبب کوئی بندہ بھی ہو انھیں کسی قسم کی پروا یا خوف نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو جائے۔ یہی موقف علی رضی اللہ عنہ نے اپنایا جو موقف عمر رضی اللہ عنہ کا تھا، جبکہ عمر رضی اللہ عنہ کا اپنی بیٹی سے نفرت کرنے کا کوئی فرد تصور ہی نہیں کر سکتا۔

اسی طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ سوچنا بھی محال ہے کہ وہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نفرت کرتے تھے جب انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو خلوص دل سے مشورہ دیا بلکہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے نبی ﷺ کی محبت اور آپ کی عظیم قدر و منزلت سب سے مقدم اور سب سے بڑھ کر تھی اور آپ ﷺ کے علاوہ جو بھی جس قدر بھی مقام و مرتبہ کا مالک تھا وہ آپ ﷺ کے مقابلے میں کچھ بھی نہ تھا۔

دوسرا فائدہ: ......سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ آپ ﷺ خادمہ سے پوچھ لیں وہ آپ کو سچ بتائے گی، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضل کا یقین تھا۔ تو علی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو اس زہر آلود حزن سے بچانے کے لیے اس خادمہ کے بیانات لینے کا مشورہ دیا جو اکثر اوقات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ ہوتی تھی، آپ کی خادمہ خاص تھی اور وہ ان کے پوشیدہ رازوں سے واقف تھی اور امور خانہ داری میں ان کا ہاتھ بٹاتی۔

اگر علی رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بدگمان ہوتے تو وہ آپ ﷺ کو علیحدہ کرنے کا مشورہ دے کر خاموش رہتے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی وسعت کو آپ ﷺ کے لیے محدود تو نہیں کیا بلکہ علی رضی اللہ عنہ اپنے مشورے کو بار بار آپ ﷺ کے سامنے دہراتے اور نبی ﷺ کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف خوب

[1] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱٤۷۹۔

اکساتے اور اس کے معاون دیگر اسباب بھی اکٹھا کرتے اور آپ سے اپنی بات منوانے کے لیے علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی منت سماجت کرتے۔ لیکن علی رضی اللہ عنہ نے اس طرح کی پراگندگی کو ترک کر کے دوسرا مشورہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا۔ جب خادمہ آئی تو اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی نیکی کی گواہی دی اور ہماری امی جان جس مدح و ثنا کی مستحق اور اہل تھیں، خادمہ نے وہی مدح و ثنا بیان کر ڈالی۔ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا تکدر ختم ہو گیا اور علی رضی اللہ عنہ کا مشورہ نہایت خوشگوار ثابت ہوا۔ گویا سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے جو مشورہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا وہ ہماری امی جان عائشہ رضی اللہ عنہا کی عیب جوئی نہ تھا اور علی رضی اللہ عنہ اس الزام سے بری الذمہ ہیں، لہٰذا علی رضی اللہ عنہ کے قول کو رافضی اپنی افتراء بازیوں کی دلیل نہیں بنا سکتے۔

اب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا موقف نکتہ وار بیان کریں گے:

۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مہینہ تک وحی رک گئی۔ ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی وحی نہ آئی، ان لمحات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی علیحدگی کے متعلق مشورہ طلب کیا۔

۲۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ خاص سیّدہ بریرہ رضی اللہ عنہا سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں پوچھا تو اس نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر کسی شک وشبہ کے متعلق کچھ نہ کہا۔ البتہ اتنا کہا کہ وہ کم عمری کی وجہ سے اہل خانہ کے گوندھے ہوئے آٹے سے غافل ہو جاتی ہیں۔ [1]

---

[1] ابن قیم رحمہ اللہ نے کہا: اگر یہ کہا جائے کہ کیا بات ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے معاملے میں پہلے توقف کیوں کیا؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں تحقیق شروع کر دی اور صحابہ سے مشورہ طلب کیا اور اس کی خادمہ سے اس کے بارے میں پوچھا۔ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے احوال کو سب سے زیادہ جانتے تھے اور اس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں قدر و منزلت کا علم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بخوبی تھا اور وہ کس سلوک کی مستحق تھیں، یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا۔ کاش کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند جلیل القدر صحابہ کی طرح کہہ دیتے: بے شک اللہ سبحانہ ہر عیب سے پاک ہے اور یہ بہت بڑا بہتان ہے۔ (النور: ۱۶) تو اس شبہ کا یہ جواب دیا جائے گا کہ یہ تمام ظاہر و باہر حکمتیں ہی اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کے سبب بنائیں اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا امتحان لیا اور اس کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آزمائش کی۔ حتیٰ کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے معاملے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک ماہ تک وحی نازل نہ ہوئی۔ اس معاملے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کچھ بھی نازل نہیں کیا گیا۔ تاکہ اس کی وہ حکمتیں پوری ہو جائیں جو اس نے اس معاملے میں مقدر کی تھیں اور جن کا فیصلہ وہ کر چکا تھا اور وہ کمال کے انتہائی درجے پر پہنچ کر لوگوں کے سامنے آئیں اور سچے مومن اپنے ایمان، عدل وصدق پر اپنے رسوخ اور اللہ، اس کے رسول، اہل بیت اور سچے اہل ایمان کے متعلق اپنے یقین کو مزید پختہ کر لیں۔ ان کے برعکس جو لوگ منافق تھے وہ بہتان اور منافقت میں مزید بڑھ جائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کے لیے ان کی منافقت اور ان کی سازشیں خوب واضح ہو جائیں۔

(زاد المعاد لابن القیم، ج ۳، ص: ۲۳۴۔)

۳۔ آپ ﷺ نے لوگوں سے خطاب کیا اور ان سے اللہ کے دشمن عبداللہ بن ابی بن سلول کی سازش سے آپ ﷺ کو جو اذیت سہنی پڑی کے شر سے اپنے آپ کو محفوظ کرنے کے لیے لوگوں سے مدد طلب کی۔

۴۔ آپ ﷺ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے والدین کے گھر گئے اور انھیں نصیحت کی اور بتایا کہ اگر وہ پاک دامن ہوئیں تو اللہ ضرور ان کی پاک دامنی بیان کرے گا۔

۵۔ ابھی رسول اللہ ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر میں ہی تھے کہ وحی نازل ہونا شروع ہوگئی۔ پھر وحی والی کیفیت ختم ہوئی تو آپ ﷺ مسکرانے لگے۔ آپ نے سب سے پہلے جو بات کی وہ یہ تھی:

''اے عائشہ! اللہ تعالیٰ نے تمھیں پاک دامن قرار دیا ہے۔''

ھ:......صحابہ رضی اللہ عنہم کے موقف:

اللہ تعالیٰ کی مشیت سے یہ فتنہ واقع ہوا جو بظاہر بہت بڑا امتحان اور آزمائش تھا، لیکن **الحمد للہ** اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے معاملہ میں محتاط رہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کے متعلق نازل ہونے والی آیات میں ان صحابہ کا تذکرہ یوں فرمایا:

﴿ لَوْ لَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّ قَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ۝ ﴾ (النور: ۱۲)

''کیوں نہ جب تم نے اسے سنا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے نفسوں میں اچھا گمان کیا اور کہا کہ یہ صریح بہتان ہے۔''

بہتان تراشوں کی افواہوں میں صرف تین صحابہ کرام پھسل گئے:

۱۔ سیّدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ [1] ۲۔ سیّدنا مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ

۳۔ سیّدہ حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا

ان تینوں سچے مومنوں کو حد قذف کے طور پر اسّی اسّی کوڑے مارے گئے، جو ان کے لیے ان کے گناہوں سے تطہیر اور ان کے گناہوں کا کفارہ بن گئے۔ اللہ ان سے راضی ہو جائے۔ [2]

---

[1] اگرچہ ان کے ہونے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ (الاستيعاب في معرفة الاصحاب لابن عبدالبر، ج ٤، ص: ١٨٨٤۔ البحر المحيط لابی حيان، ج ٨، ص: ٢٠۔)

[2] زاد المعاد لابن القيم، ج ٣، ص: ٢٣٦۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَأُخِذَ بِهِ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَطَهُورٌ))

''جس نے کوئی گناہ کیا اور دنیا میں پکڑا گیا تو وہ (حد کا نفاذ) اس کے گناہ کا کفارہ اور اسے پاک کرنے کا ذریعہ بن جائے گا۔''[1]

و:......عبداللہ بن ابی بن سلول پر حد کیوں نہ قائم کی گئی؟

سوال:...... حد قذف تین اصحاب پر تو قائم ہوئی لیکن اس بہتان کا مرکزی کردار (ماسٹر مائنڈ) عبداللہ بن ابی بن سلول تھا اس پر حد کیوں نہ قائم کی گئی؟

جواب:......اس شبہ کا جواب کئی طرح سے دیا جاتا ہے:

۱۔ ایک قول یہ ہے کہ حدود کا قیام ان کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے تخفیف اور کفارے کا سبب ہیں جب کہ مشرک و منافق تخفیف اور کفارہ کے اہل نہیں ہوتے۔

۲۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ عبداللہ بن ابی بن سلول افواہ کو بڑھا چڑھا کر لوگوں کو سناتا لیکن اسے کسی شخص معین کی طرف منسوب نہ کرتا۔

۳۔ یہ بھی قول ہے کہ حد کے ثبوت کے لیے مجرم کے اقرار یا گواہ ضروری ہیں۔ جبکہ عبداللہ بن ابی بن سلول نے نہ تو تہمت کا اقرار کیا اور نہ اس کے خلاف کسی نے گواہی دی۔

کیونکہ وہ یہ افواہیں اپنے ساتھیوں میں پھیلاتا، لیکن انھوں نے اس کے خلاف کوئی گواہی نہ دی اور وہ یہ باتیں اہل ایمان کی مجالس میں نہیں کرتا تھا۔

۴۔ ایک قول یہ ہے کہ حد قذف کو توڑنے سے بندے کے حقوق پامال ہوتے ہیں، متاثرہ فریق کے مطالبہ کے بغیر اس کی حد کو نافذ نہیں کیا جاتا۔

جس پر تہمت لگائی جائے اس کا مطالبہ ہونا ضروری ہے تاکہ حد قائم کی جائے اور نہ ہی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ابن ابی بن سلول پر حد قائم کرنے کا مطالبہ کیا۔

۵۔ ایک قول یہ ہے کہ اس پر حد قائم کرنے کے بجائے اس کے قائم نہ کرنے میں بہت بڑی مصلحت پوشیدہ تھی۔ جیسا کہ فتنے سے بچنے کے لیے منافقت کی وضاحت ہونے کے باوجود اسے قتل نہیں کیا گیا اور متعدد مرتبہ اس نے ایسی گفتگو کا ارتکاب کیا جس سے اس کا قتل واجب ہو جاتا تھا لیکن اسے

---

[1] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۶۸۰۱۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۷۰۹۔

قتل نہیں کیا گیا تاکہ اس کے قبیلے والے مطمئن رہیں اور وہ اسلام سے متنفر نہ ہو جائیں۔ کیونکہ عبداللہ بن ابی بن سلول اپنی قوم کا سربراہ تھا۔ جس کی لوگ بات مانتے تھے۔ لہٰذا اس کے معاملے میں فتنہ بھڑکانے سے احتیاط لازم تھی۔ شاید اس پر حد کا نفاذ ترک کرنے میں درج بالا پانچوں وجوہ شامل ہوں۔ ❶

ز:...... تین صحابہ اور رئیس المنافقین میں کیا فرق ہے؟

سوال:...... سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے معاملہ میں بے پر کی اڑانے والے عبداللہ بن ابی اور ان تین صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان کیا فرق ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح عبداللہ بن ابی بن سلول کے عذر کا مطالبہ کیا مذکورہ تینوں صحابہ کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے راحت کا مطالبہ کیوں نہ کیا؟

جواب:...... شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا: ''جن لوگوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے معاملے میں بات کی ان میں سے عبداللہ بن ابی بن سلول اور دیگر لوگوں میں یہ فرق ہے کہ عبداللہ بن ابی بن سلول کا مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور ان کی صفات (رسالت و نبوت) کے متعلق طعن و تشنیع اور عیب جوئی تھا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) اس فعل کی عار دلائی جائے اور ایسی باتیں وہ کرتا رہا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں تنقیص واجب ہو جاتی۔ اسی لیے صحابہ نے کہا: ہم اسے قتل کر دیں جبکہ حسان، مسطح اور حمنہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کا مقصد یہ نہیں تھا اور نہ انھوں نے کوئی ایسی بات کی جو اس دعویٰ کی دلیل بن جائے۔ اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی بن سلول کے شر سے راحت کا استفسار فرمایا، لیکن دیگر لوگوں کی طرف سے راحت کا مطالبہ نہ کیا۔ ❷

---

❶ زاد المعاد لابن القیم، ج ۳، ص: ۲۳۶۔

❷ الصارم المسلول علی شاتم الرسول ﷺ لابن تیمیة: ۱۸۰۔

دوسرا مبحث:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے کردار اور سیرت پر فکر و تدبر کی دعوت

پہلا نکتہ:......ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ میزانِ دلیل میں

واقعہ افک میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ظاہری فضائل اور ان کے بلند اخلاق اور شرافت نفس کو مفصل بیان کیا گیا۔

چونکہ وہ اپنی صدق قلبی کی وجہ سے نہایت نرم دل تھیں۔ ان کا باطن ہر قسم کی آلائش سے پاک تھا۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل جنت کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

((یَدْخُلُ الْجَنَّةَ اَقْوَامٌ اَفْئِدَتُهُمْ مِثْلُ اَفْئِدَةِ الطَّيْرِ))

''جنت میں کچھ لوگ اس حال میں جائیں گے کہ ان کے دل پرندوں کے دل کی طرح کمزور ہوں گے۔''[1]

اور اس ہیبت ناک قصہ میں درج بالا دعویٰ کے متعدد ثبوت موجود ہیں:

۱۔ ذرا غور کریں: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ایک کم قیمت ہار گم پاتی ہیں تو وہ اس کی تلاش میں قافلے سے پیچھے رہ جاتی ہیں، اس سلسلے میں ان کا ذاتی کردار صدق دل اور سلامت صدر پر دلالت کرتا ہے اور ان کے دل میں ذرہ بھر وسوسہ نہ تھا تا آنکہ بہتان تراشوں نے ایک سازش تیار کر لی۔

۲۔ لوگوں کی افواہوں کی طرف ان کا دھیان مطلق نہ جاتا اور جس کے منہ میں جو آتا وہ کہہ دیتا لیکن سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا لوگوں کی باتوں کی سن گن بالکل نہ لیتیں نہ تو انھیں چغلی کھانے کی جلدی تھی اور نہ انھیں غیبت سے دلچسپی تھی۔

۳۔ سیّدہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ خاص کی ان کے حق میں گواہی کہ وہ اخلاقِ عالیہ کی مالک اور صدق قلبی سے آراستہ ہیں۔ ان میں اس کے علاوہ کوئی عیب نہیں کہ وہ گندھے ہوئے آٹے کی حفاظت سے غافل

---

[1] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۸۴۰۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ہو جاتی ہیں اور بکری آ کر وہ آٹا کھا جاتی ہے۔ دراصل عربی زبان میں اسے ”مدح بما یشبه الذم“ کہا جاتا ہے۔ یعنی کسی کی ایسی مدح کی جائے جو لفظی اعتبار سے مذمت معلوم ہو۔ جیسا کہ جاہلیت کے شاعر نابغہ ذبیانی کا ایک شعر ہے:

وَلَا عَيْبَ فِيْهِمْ غَيْرَ اَنَّ سُيُوْفَهُمْ

بِهِنَّ فُلُوْلٌ مِنْ قِرَاعِ الْكَتَائِبِ

”میرے ممدوح کے لشکریوں میں اس کے علاوہ کوئی عیب نہیں کہ ان کی تلواریں دشمن کو کاٹ کاٹ کر کند ہو چکی ہیں۔“ ❶

۴۔ مدینہ منورہ میں وہ اپنی پالکی میں پہنچتی ہیں، ان کے گمان میں قطعاً یہ بات نہ تھی کہ کچھ لوگ اس بے گناہ اور پاک دامن لڑکی کے بارے میں کس طرح کی افواہیں پھیلاتے ہوں گے۔ حتیٰ کہ کچھ عرصے کے بعد انھیں کچھ باتوں کا علم ہوا تو خود وہ حکایتاً کہتی ہیں ”میں اپنے والدین کے پاس آئی اور اپنی امی سے کہا: اے امی جان! لوگ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ انھوں نے کہا: اے بیٹی! تم اسے اپنے اوپر سوار نہ ہونے دو اور اسے ہلکا لو۔ اللہ کی قسم! جب بھی کوئی عورت حسن کا شاہکار ہوتی ہے اور اس کا خاوند بھی اس کے ساتھ بے انتہا محبت کرتا ہو جب کہ اس کی سوکنیں بھی ہوں، تو اس کے خلاف کثرت سے باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ ❷

بقول سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا: ”میں نے اپنی والدہ کی نصیحت آموز باتیں سن کر کہا: سبحان اللہ! کیا واقعی لوگ ایسی باتیں کر رہے ہیں؟“

اس پاک دامن، صاف دل بھولی بھالی دوشیزہ کی سماعت پر یہ الفاظ بھی نہایت بوجھل بن کر گرے کہ لوگ ایسی گندی باتیں کر رہے ہیں۔

آیات کریمہ میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس صفت کا واشگاف الفاظ میں یوں اعلان کیا جاتا ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۠ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۲۳ ﴾ (النور: ۲۳)

---

❶ دیوان النابغة الذبیانی، ص: ۳۲۔

❷ كثرن عليها: یعنی اس کے خلاف باتیں کرتی ہیں اور اس کی عیب جوئی کرتی ہیں۔ (النهاية في غريب الحديث و الاثر لابن الاثير، ج ٤، ص: ۱۵۳۔)

''بے شک وہ لوگ جو پاک دامن، بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں لعنت کیے گئے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔''

اس آیت کریمہ میں ''الغافلات'' بمعنی سلیم الصدر، صافی القلب اور جو ہر قسم کے مکر وفریب سے خالی ہوتی ہیں۔ [1]

۵۔ جب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ام مسطح کی بات سنی کہ وہ اپنے بیٹے مسطح کو بددعا دے رہی ہے تو ان کا کس طرح دفاع کیا؟ اور جب عائشہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہو گیا کہ مسطح بھی ان کے متعلق افواہ پھیلانے والوں میں شامل ہے تو اس کے باوجود سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کبھی مسطح کو منافقوں میں شریک نہیں کیا اور اگر وہ سنگ دل ہوتیں تو مسطح کے بارے میں غیض وغضب سے بھر چکی ہوتیں اور ان کا لہجہ اور رویہ ان کے ساتھ بگڑ چکا ہوتا، کیونکہ انھیں اپنے ذاتی دفاع کا حق تھا اور دفاعی طور پر آدمی جتنی بھی سخت زبان استعمال کر لے اس کے بارے میں یہی کہا جاتا ہے ...... اگرچہ اس کا لب ولہجہ سخت تھا لیکن وہ اپنا دفاع کر رہا تھا۔ تو پھر اس وقت ذاتی دفاع کی کیا صورت ہو سکتی ہے کہ جب عورت کی شرافت اور شرم وحیا پر حملہ کیا گیا ہو؟

۶۔ ہماری امی جان کی دیانت اور تقویٰ کے بارے میں ام المؤمنین سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کی گواہی جو خود ان کی اپنی قلبی طہارت وصفائے نفس کی دلیل ہے۔ جب انھوں نے اپنی پڑوسن کے بارے میں روشن مدحت کے کلمات ادا کیے حالانکہ ان دونوں کے درمیان فضائل اور تقرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصول کے لیے ہر وقت مقابلہ جاری رہتا۔ تو سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے بھی پاک اور سچی بات کی اور ام المؤمنین سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنی پڑوسن عفیفۂ کائنات سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کی گواہی دے دی۔ اس کے بارے میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یوں گویا ہیں: ''اور یہ وہی ذات شریفہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر بیویوں کی نسبت فضائل کی تلاش میں مجھ سے مقابلے کی حالت میں رہتیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کے ورع اور اپنے فضل سے افواہ پرستوں کے شر سے محفوظ رکھا۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی بھی ثنا کی اور اس کی نیکوکاری کی گواہی دی اور یہ کہ جو کچھ بھی اس نے کہا وہ اپنے قبیلہ کی حمایت اور تعصب میں اس کے منہ سے نکل گیا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی باتوں کو اس کے ایمان میں نقص کی دلیل نہیں بنایا اور نہ ہی اس کے مقام ومرتبہ میں کمی کے لیے

[1] الکشاف للزمخشری، ج ۳، ص: ۲۲۲۔

استعمال کیا۔ وہ کہنے لگیں: ''بنوخزرج کا سردار، سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اس دن سے پہلے نیک آدمی تھا، لیکن اسے اپنے قبیلہ کی حمایت نے اندھا کر دیا۔''

ایسی گفتگو اور گواہی صرف شریف النفس انسان سے ہی صادر ہو سکتی ہے جیسی گفتگو اور گواہی ام المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دی۔

۷۔ اس طویل حدیث میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں جو ان کے جارحانہ مزاج یا درشت طبیعت کی طرف اشارہ کرتا ہو۔

۸۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نرم دلی کا اندازہ کیجیے کہ جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لطف وعنایت خاص سے محروم ہوئیں جو انھیں ماضی میں ان کی بیماری کی حالت میں عنایت ہوتا تھا تو انھوں نے اس غم کو اپنے دل میں چھپا لیا اور صرف دلی سوال پر ہی اکتفا کیا جسے کوئی زبان بیان کرنے کا حوصلہ نہیں پاتی اور یہ حزن وملال دراصل محبوب حقیقی کی بے رخی سے محب کے دل پر چوٹ کرتا ہے جو اپنے محبوب کی بے رخی کو فوراً محسوس کر لیتا ہے لیکن وہ ایک غم زدہ اور حیا وشرم کے پیکر کی طرح اپنے محبوب کے سامنے ظاہر نہیں کر سکتا جو اس کے دل اور نفس دونوں کے لیے جان افزا اور لذت آشنا ہوتا ہے اور ہماری ای جان عائشہ رضی اللہ عنہا انہی صفات یعنی شرافت نفس اور شرم وحیا کا پیکر تھیں حتیٰ کہ سب لوگوں سے بڑھ کر جو ہستی ان کی محبوب اور ہر دل عزیز تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی وہ صدق دل اور صدق عاطفت کے ساتھ فدا تھیں۔

۹۔ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جوں جوں بہتان تراشوں کی افواہیں سنتی جاتی تھیں ان کا مرض شدید ہوتا جاتا تھا۔ یہ ان کی شرافت نفس کی عظیم دلیل ہے کیونکہ نفس انسانی جتنا پاک وصاف ہوتا ہے اتنا ہی بری بات کا صدمہ اس کے لیے دردانگیز ہوتا ہے۔

جب ایسے درشت جملے کسی غیر شریف نفس کے بارے میں کہے جاتے ہیں تو وہ نفس ذرہ بھر حزن و ملال محسوس نہیں کرتا۔ کیونکہ دل قساوت سے معمور ہوتا ہے اور طبیعت میں نری غلاظت بھری ہوتی ہے، اس کے برعکس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رُخ انور پر حزن وملال کی علامتیں صاف دکھائی دیتی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی گفتگو اور اپنے روزمرہ کے معمولات میں اس جانکاہ صدمے کا اظہار کرتے رہتے تھے کہ جو باتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ہستی کے بارے میں کی جاتی تھیں۔ صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا کا جسم جس مرض میں مبتلا تھا اس میں جب بہتان تراشی کے صدمے کا اضافہ ہوا تو وہ شدت صدمے سے ہر وقت روتی رہتی، حتیٰ کہ

جب انھیں علم ہوا تو وہ اپنی حالت بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں: میں اس تمام رات روتی رہی نہ تو میں نے نیند کی وجہ سے لحہ بھر کے لیے پلک جھپکی اور نہ میرے آنسو تھمے۔ بلکہ میں نے صبح بھی روتے ہوئے کی۔ پھر اس کے بعد وہ کہتی ہیں: میرے ماں باپ میرے پاس صبح آئے جبکہ میں نے روتے ہوئے دو راتیں اور ایک مکمل دن گزار دیا۔ وہ دونوں سوچنے لگے کہ اس قدر رونا میرے جگر کو پھاڑ دے گا۔ بقول عائشہ رضی اللہ عنہا ابھی وہ دونوں میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور میں روئے جا رہی تھی کہ ایک انصاری عورت نے میرے پاس آنے کی اجازت طلب کی میں ۔نے اسے اجازت دے دی اور وہ بھی میرے ساتھ بیٹھ کر رونے لگی۔ ❶

۱۰۔ نبی کریم ﷺ نے جب اپنی گفتگو کا رُخ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی طرف موڑا جبکہ آپ ﷺ نے اس ایک ماہ تک کوئی گفت و شنید نہ کی تھی۔ تو آپ ﷺ کے اس طرزِ عمل سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو حیرت و پریشانی کا سامنا کرنا پڑا کہ جب آپ نے ان کی پاک دامنی اللہ رب العالمین کے سپرد کر دی ہے اور آپ ﷺ نے ان کے بارے میں یہ بھی کہہ دیا کہ اگر ان سے گناہ ہو گیا ہے تو (اللہ انھیں اس گناہ سے اپنی امان میں رکھے) وہ توبہ و استغفار کریں۔ آپ ﷺ کے اس انداز سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اچانک تعجب ہوا اور اسی کی وجہ سے ان کے آنسو بہنا بند ہو گئے اور زبان گنگ ہو گئی۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وہ منافقوں کے لگائے گئے بہتان سے اپنے دل و دماغ کو خالی کر چکی تھیں۔ ان کے دل میں اس تہمت کا شائبہ تک نہ رہا اور دماغ ان مکدرانہ تصورات سے بالکل خالی ہو گیا۔

کیونکہ اچانک پن انسان کی سابقہ معلومات کی نفی کرتا ہے جس سے انسان کا ذہن صدمے سے محفوظ ہو جاتا ہے اور یہ کہ جس کی انھیں امید نہ تھی وہ پیش آ گیا جس کی وجہ سے اس قسم کا حیرت انگیز کلام نبی ﷺ کے دہن مبارک سے سن کر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی قوت سماعت عاجز آ گئی اور انھیں یہ جان کر دلی اطمینان حاصل ہوا کہ آپ ﷺ کو میری پاک دامنی کا بلا شک و شبہ یقین ہے۔

اس لیے انھوں نے بیچارگی سے اپنا رونا دھونا بند کر دیا۔ اگرچہ وہ محسوس کر رہی تھیں کہ ان کو پہنچنے والا صدمہ ان آنسوؤں سے نہیں دھل سکتا۔ وہ خود بیان کرتی ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی گفتگو ختم کی تو میرے آنسو تھم گئے۔ حتیٰ کہ مجھے یوں لگا گویا میں نے ایک آنسو بھی نہ بہایا ہو۔ ❷

---

❶ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٤٧٥٠۔

❷ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٢٦٦١۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ٢٧٧٠۔

پھر وہ اپنے ماں باپ کی طرف باری باری متوجہ ہوئیں کہ وہ آپ ﷺ کو میری طرف سے جواب دے کر مطمئن کریں۔ ان دونوں نے چپ سادھ لی تو اس زخمی جان کے کرب میں مزید اضافہ ہو گیا اور انھیں یقین ہو گیا کہ خود بات کیے بغیر چارہ نہیں۔ زمین پر رہنا ان کے لیے مشکل ہو گیا، ان کا جی حزن وملال سے بھر گیا، ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں، چنانچہ اس گھڑی انھیں رب العالمین سے مدد طلب کرنے کے علاوہ کسی سہارے کی امید نہ رہی۔ انھوں نے اپنے غم اور دکھ کی شکایت صرف اسی رب سے ہی کرنے کی ٹھان لی، آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے سوچا کہ میں کم عمر لڑکی ہوں بکثرت قرآن بھی نہ پڑھتی تھی۔ اللہ کی قسم! تم سب نے یہ گفتگو سنی حتیٰ کہ تمہارے دلوں میں اس گفتگو کا پختہ اثر ہو گیا اور تم نے بزبان حال آپ ﷺ کی باتوں کی تصدیق کر دی۔ اب اگر میں تمھیں کہوں کہ میں پاک دامن ہوں اور اللہ جانتا ہے کہ میں پاک دامن ہوں تم میری اس بات کا یقین کرنے سے رہے اور اگر میں تمہارے سامنے اس گناہ کا اعتراف کر لوں حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں اس سے بری ہوں تو تم ضرور مجھے سچا کہو گے۔ اللہ کی قسم! مجھے تو تمہارے سامنے ابو یوسف علیہ السلام کا قول ہی دہرانا مناسب لگتا ہے:

﴿فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ۝﴾ (یوسف: ۱۸)

''سو (میرا کام) اچھا صبر ہے اور اللہ ہی ہے جس سے اس پر مدد مانگی جاتی ہے جو تم بیان کرتے ہو۔''

ایسا کلام صرف صاف شفاف دل والا انسان ہی کر سکتا ہے۔ سیّدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لیے وہ سب کچھ کہنا مشکل تھا جس کا تصور کبھی ان کے دل میں نہ آیا تھا کجا یہ کہ انھیں اسی مکروہ جال میں پھانسنے کی کوشش کی گئی۔ سیّدہ رضی اللہ عنہا کے غمگین دل کی یہ کیفیت تھی کہ انہیں حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام بھی یاد نہیں آ رہا تھا۔ انہوں نے صرف یوسف کے والد کہا۔

۱۱۔ اگرچہ ام المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اللہ، اس کے رسول اور اہل ایمان کے ہاں بہت ہی اعلیٰ مقام واعلیٰ شان ہے۔ لیکن انھوں نے ان کٹھن حالات میں بھی اپنی اس فضیلت ومنزلت پر تکیہ نہ کیا اور اپنے رب کے سامنے تواضع و زاری کی۔ اسی کے سامنے اپنی حاجت مندی کا اظہار کیا۔ اس نوعمری (اس حادثے کے وقت وہ محض چودہ سالہ دوشیزہ تھیں) میں بھی انھوں نے اپنی ذات کو کوئی اہمیت نہ دی۔

تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس نوعمری میں بھی جب اپنی جان کی ہلاکت کا اندیشہ تھا۔ انھیں اپنے رب تعالیٰ کے سہارے پر کامل بھروسا تھا، انھیں اس کے متعلق کامل حسن ظن اور اس پر مکمل اعتماد تھا۔ چنانچہ وہ

اپنے متعلق فرماتی ہیں:

''میں اس وقت جانتی تھی کہ بے شک میں پاک دامن ہوں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ میری پاک دامنی کا اعلان کرے گا لیکن اللہ کی قسم! یہ بات میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھی کہ اللہ میرے معاملے میں تلاوت کی جانے والی وحی نازل کرے گا اور میری سوچ کے مطابق میری شان اتنی بلند نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں ایسا کلام کرے گا جس کی تلاوت کی جاتی رہے، لیکن میں یہ امید ضرور رکھتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیند میں ایسا خواب دیکھ لیں کہ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ میری براءت کردے گا۔'' ❶

اسی لیے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سوچ کے اختتام سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے انھیں مشکل سے نجات دے دی، وہ جس قدر توقع کرتی تھیں وہ اس سے شان میں کہیں زیادہ بڑھ کر اکبر، اکرم اور اعظم تھیں۔ چنانچہ رب العالمین نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ان کی براءت کے لیے آیات نازل کر دیں۔ جنھیں قیامت تک سینوں میں محفوظ کیا جاتا رہے گا اور ان کی تلاوت ہوتی رہے گی۔ اہل ایمان وہ آیات پڑھتے اور پڑھاتے رہیں گے۔ سیّدہ عائشہ صدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے روشن کردار کی کرنیں زمان و مکان اور اقوام وقبائل کی حدود سے آگے تک روشن کرتی رہیں گی۔ وہ آیات جو عفیفۂ کائنات کی مبارک طہارت کی سدا بہار گواہ ہیں۔ جو رب العالمین واحکم الحاکمین کا پاک کلام ہے۔

۱۲۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے کمال صدق اور سلامتی قلب کے ساتھ رب العالمین کی توحید کے ساتھ کس قدر مخلص تھیں کہ جب ان کی براءت کے لیے آیات کا نزول ہوا تو انھوں نے اپنی طرف سے حمد وثنا کا مستحق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ بنایا۔ بلکہ تمام مخلوق سے یک طرف ہو کر خلوصِ قلب کے ساتھ اللہ رب العالمین کی حمد وثنا بیان کی۔ جو ان کے دل کی صفائی کی دلیل بھی ہے اور جب اہل خانہ نے ان سے کہا تم جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شکریہ ادا کرو تو انھوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف حمد کرنے کبھی نہیں جاؤں گی۔ صرف اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی حمد بیان کروں گی۔ ❷

یہ ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی توحید کے لیے خالص ہونے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا شکوہ کرنے کی دلیل ہے۔

---

❶ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٤١٤١۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر، ٢٧٧٠۔

❷ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٢٦٦١۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ٢٧٧٠۔

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے لکھا:

''یہ بات سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ناز ونخرے کے انداز میں کہی، جس انداز میں ہر محبوب اپنے محبّ سے کرتا ہے۔''❶

جب ایک ماہ تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس معاملے کے متعلق وحی منقطع رہی تو اس صورت حال میں ام المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے امام ابن القیم الجوزیہ وحی نہ آنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''تا کہ صدیقہ اور ان کے ماں باپ رضی اللہ عنہم سے مطلوبہ عبودیت کی تکمیل ہو جائے اور ان پر ہونے والا اللہ تعالیٰ کا انعام مکمل ہو جائے۔ نیز ان سے اور ان کے ماں باپ کے فاقہ کی شدت سے ان سب کی اللہ تعالیٰ کی طرف حاجت مندی اور رغبت میں اضافہ بھی مقصود شارع تھا اور اس لیے بھی تا کہ ان سب کا اللہ تعالیٰ کے متعلق حسن ظن اور اس کے لیے درماندگی اور اسی سے امید پختہ ہو جائے۔ اس کی بجائے تمام مخلوق سے وہ اپنی امیدیں منقطع کر لیں اور مخلوق کے کسی فرد سے بھی نصرت اور کشادگی کے حصول کی ان کی تمنا ختم ہو جائے اسی لیے ان کے ماں باپ نے اس مقام پر ان کا پورا پورا حق ادا کرتے ہوئے کہا: بلکہ تم خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جاؤ اور اپنا مدعا بیان کرو۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی براءت نازل کر دی تھی اس کے باوجود انھوں نے پورے وثوق اور خود اعتمادی سے کہا: اللہ کی قسم! میں صرف اس اللہ رب العالمین کی حمد کروں گی جس نے میری براءت نازل کی۔''❷

دوسری طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس ذات عالیہ کی اشک شوئی کے لیے آگے سے خاموش رہے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے دلی صدمے اور شدت المیہ کا بھی احساس ولحاظ تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور فرحت وشادمانی سے چمک رہا تھا اور ایسا کیوں نہ ہوتا اللہ رب العالمین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کا اعلان کیا تھا۔

---

❶ فتح الباری لابن حجر، ج ۸، ص: ٤٧٧۔
❷ زاد المعاد لابن القیم، ج ۳، ص: ٢٣٤۔

دوسرا نکتہ:.......ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ میزانِ عقل میں

یہاں ہم بہتان تراشوں کے بہتان کو ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کردار کے مقابلے میں محض عقل کے ترازو کے مطابق پرکھتے ہیں اور ان کے ان فضائل سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے وقتاً فوقتاً صادر ہوتے رہتے تھے۔ ان کے اس مقام سے صرف نظر کریں گے جو رب العالمین کے کلام میں ان کے لیے متعین تھا۔

ہم ذیل میں ایسے مختصر نکات کے ذریعے اپنی امی جان کے ان کے ذاتی کردار کے حوالے سے اہل بہتان کے بہتان کا جائزہ لیں گے جو اس حقیقت کا ثبوت ہوں گے کہ ہماری امی جان کا کردار مشکوک و مشتبہ لوگوں کا سا نہ تھا بلکہ ان کا کردار سلیم العقل اور سلیم الصدر لوگوں کے مثل تھا۔

۱۔ ام المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت قرعہ کے موافق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھیں نہ کہ ان کی اپنی خواہش یا لالچ کی وجہ سے یہ ہم سفری انھیں عطا ہوئی۔ جبکہ مشکوک لوگ پہلے سے تیاری بناتے ہیں اور آپس میں مشورہ کر کے ایک سازش کا تانا بانا بنتے ہیں۔ لیکن اس واقعہ میں ایسا کچھ بھی نہ تھا۔

۲۔ ہماری امی جان کے لشکر سے پیچھے رہنے میں ان کے ارادے یا نیت کا کوئی دخل نہ تھا، بلکہ ہر انسان کو یہ حاجت لاحق ہوتی ہے اور وہ اسے پورا کرنے پر مجبور ہوتا ہے اور اگر واقعی وہ مشکوک ہوتیں تو اپنی اصلی جگہ ہرگز لوٹ کر نہ آتیں، بلکہ کہیں دُور ٹھہرتیں۔ کیونکہ اپنی جگہ پر لوٹنے میں یہ گمان ہوسکتا ہے کہ وہاں کوئی خبرگیری کرنے والا آ سکتا ہے۔ خصوصاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا ہونا ناممکن نہ تھا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو عموماً اپنی نظر میں رکھتے اور جب کوئی نظروں سے خلاف معمول اوجھل ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً اس کی تلاش میں سرگرداں ہو جاتے اور سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی فکر لاحق ہوتی۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم راستے میں کئی بار اپنی بیوی کے ساتھ الفت و انس کا اظہار کرتے اور راستے کے دوران ہی اپنی بیوی سے سرگوشیاں کرتے۔

لیکن بہتان تراشوں کی تہمت کے برعکس عفیفہ کائنات کے معمولات میں کوئی ایسی مشکوک حرکت ظاہر نہیں ہوئی۔ کیونکہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسی جگہ کا قصد کیا جہاں ہر کوئی آسانی کے ساتھ پہنچ سکتا تھا اور یہی چیز اہل بہتان کی تدبیروں اور مکر و فریب کے پردے چاک کرتی ہے۔ چنانچہ وہ فرماتی ہیں: میں نے

اپنی اسی جگہ کا قصد کیا جہاں میں پڑاؤ کیا تھا اور مجھے یقین تھا کہ وہ جب مجھے گم پائیں گے تو تلاش کرتے کرتے یہاں ضرور آئیں گے۔ ❶

۳۔ ہماری امی جان عائشہ رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ دوپہر کو پہنچیں۔ سب لوگوں کے سامنے اور چمکتے دن کے وسط میں۔ نہ تو انھوں نے رات کے اندھیرے کا انتظار کیا اور نہ ہی شک وشبہ کو اپنے پاس پھٹکنے دیا۔ وہ جب لوگوں کے پاس پہنچیں تو ان کی اونٹنی کی مہار سیّدنا صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی اور سورج آسمان کے افق میں خوب روشن تھا۔ جبکہ کسی قسم کی سازش میں ملوث لوگ رات کے سکوت کا انتظار کرتے ہیں اور اندھیروں کے پردوں میں اپنے آپ کو چھپاتے ہیں اور عام لوگوں کی نگاہوں سے کوسوں دُور رہتے ہیں، تاکہ جب وہ لوٹیں تو انھیں کوئی دیکھ نہ لے۔

جب عقل درج بالا تمام حقائق کی توثیق کرتی ہے اور یہ سب کچھ صحیح ہے تو بلاشبہ ام المومنین کی مدینہ میں آمد دوپہر کو ہونا ہر خبیث اور شرارتی شخص کے ہفوات کو ردّ کرتی ہے، جبکہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کوئی مشکوک شخص ہوتا تو وہ رات کو تاخیر سے آنے کی کوئی علت یا توجیہ اور سبب ضرور بیان کرتا تو دوپہر کو لوٹنا سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت اور سلامتی نیت کی واضح دلیل ہے۔

۴۔ سیّدنا صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کا لشکر کے پیچھے آنا صرف اسی غزوہ کی کوئی استثنائی صورت یا خصوصیت نہ تھی بلکہ ان کی ہمیشہ ہر سفر میں یہ ذمہ داری ہوتی تھی کہ وہ ہمیشہ لشکر سے ایک منزل کے فاصلے پر چلتے۔ جو بھی قافلے میں کسی وجہ سے سست پڑ جاتا، یا تھک جاتا اسے وہ سہارا دیتے اور راستے میں یا پڑاؤ کی جگہ کوئی بھی گری پڑی چیز انھیں ملتی تو لشکر میں اس کے مالک تک پہنچاتے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

''ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں صفوان کے پیچھے پیچھے آنے کا سبب لکھا ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لشکر کے پیچھے آنے کی ذمہ داری طلب کی۔ جب لوگ روانہ ہونے لگتے تو وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگتے۔ پھر لوگ جب لشکر گاہ سے نکل جاتے تو وہ ان کے پیچھے پیچھے چل پڑتے، تو جس کی کوئی چیز گر جاتی وہ اسے لا دیتے۔''

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے:

---

❶ صحیح بخاری، حدیث نمبر، ۲۶۶۱۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۷۷۰۔

''صفوان رضی اللہ عنہ لوگوں سے پیچھے رہ جاتے تو وہ پیالہ ❶ اونی تھیلا ❷ یا کشکول ❸ وغیرہ اٹھا لیتے اور اس کے مالک تک پہنچا دیتے۔'' ❹

گویا یہ معمول کی بات تھی جسے سب لوگ جانتے تھے اور ہر صحابی صفوان تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا تھا تاکہ اگر وہ لشکر سے پیچھے رہ گیا ہو تو صفوان کی راہنمائی میں لشکر کے ساتھ مل جائے۔ یہ کوئی خفیہ راز نہ تھا اور نہ ہی کوئی استثنائی عمل تھا۔

جبکہ مشکوک اور مشتبہ آدمی اپنے جاننے والے کے قریب نہیں جاتا اور اپنی جان پہچان والوں سے دُور دُور رہتا ہے۔ اپنے معمولات کو خفیہ اور راز بنا کر رکھتا ہے تاکہ وہ اپنے منصوبے میں کامیاب ہو سکے، لیکن صفوان رضی اللہ عنہ اس مشکوک رویہ سے کوسوں دُور تھے۔ اسی لیے بہتان تراشوں کا بہتان باطل ہو جاتا ہے۔

۵۔ مشکوک اور مشتبہ لوگوں پر ہمیشہ خوف اور قلق مسلط رہتا ہے اور ہمیشہ اپنے متعلق خبروں کی جستجو میں لگے رہتے ہیں، وہ ہمیشہ خوف اور قلق سے لتھڑے ہوئے سوالات لوگوں سے کرتے رہتے ہیں کیا کسی کو معلوم ہوا؟ کیا واقعہ اس طرح ہوا؟ کیا کہا گیا؟ وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح کی کوئی بات ہماری امی جان عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق سنائی نہیں دی، بلکہ وہ واپس اپنے گھر میں پاک دامن نفس اور طہارت قلبی کے ساتھ داخل ہوئیں۔ البتہ انھیں سفر کی تکان کی وجہ سے تیز بخار ضرور تھا۔ جس وجہ سے ان کا گھر سے نکلنا محال ہو گیا۔ ہم نے ان کے بارے میں کوئی ایسی بات نہیں سنی کہ انھیں کسی قسم کا خوف، قلق یا پریشانی لاحق تھی۔ ہاں اتنا ضرور تھا کہ انھیں اپنی بیماری کے دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے وہ لطف وعنایت نہ ملی جو اس سے پہلے ان کی کسی تکلیف میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لطف و اہتمام ملتا تھا۔ یہی ایک بات سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے باعث تکلیف تھی۔ وہ فرماتی ہیں:

''مجھے اس بات کا کچھ بھی علم نہ تھا اور مجھے اپنی بیماری کے دوران یہی چیز پریشان کرتی تھی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس لطف سے محروم تھی جو لطف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

---

❶ القدح: پینے کا برتن۔ (مختار الصحاح للرازی، ص: ۵۲۳)

❷ الجراب: بکری کے رنگے ہوئے چمڑے سے بنا تھیلا۔ جس میں صرف خشک اشیاء محفوظ کی جاتی تھیں جیسے کھجور وغیرہ۔ (لسان العرب لابن منظور، ج ۱، ص: ۲۵۹۔)

❸ الاداوة: پانی پینے کے لیے چمڑے سے بنا چھوٹا سا برتن۔ (النهاية فی غريب الحديث و الاثر۔)

❹ فتح الباری لابن حجر، ج ۸، ص: ٤٦١-٤٦٢۔

سے مجھے اس سے پہلے کسی بھی بیماری کے دوران ملتا تھا۔ اب تو رسول اللہ ﷺ میرے پاس آتے، سلام کرتے، پھر فرماتے: ''تم کیسی ہو؟'' پھر آپ ﷺ واپس چلے جاتے۔ تو آپ ﷺ کا یہ معمول مجھے شک میں ڈالتا اور جب تک قدرے افاقے کے بعد میں گھر سے نہ نکلی، مجھے فتنے کے بارے میں کچھ معلوم نہ تھا۔''[1]

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو فتنے کے بارے میں علم تھا اور نہ ہی انھیں احساس تھا، کیونکہ وہ اس سے بالکل محفوظ تھیں اور نہ ہی سیّدنا صفوان رضی اللہ عنہ کو فتنے کے بارے میں کچھ معلوم تھا۔ کیا فتنے کے ارتکاب کرنے والے سے پہلے کسی اور کو اس فتنے کا علم ہوسکتا ہے؟ لیکن ہماری امی جان کو اس فتنے کا قطعاً کوئی علم نہ تھا اور نہ انھیں اس کی پہچان تھی اور انھیں جو احساس تھا وہ کہیں اور سے تھا۔ ہمیں ان کی طویل روایت میں ایک حرف بھی ایسا نہیں ملتا جو ان کے مخفی خوف کی طرف اشارہ کرتا ہو۔

٦۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کا اعلان نازل ہونے کے بعد ان کا نبی ﷺ کی طرف نہ جانا اور اپنے محبوب خاوند سے شکوے کے انداز میں بات کرنا اہل بصیرت کے لیے اس بات کی قوی دلیل ہے کہ یہ انداز صرف اسی کا ہوسکتا ہے جو اس بہتان میں ملوث نہ ہوا ہو۔ کیونکہ جو شخص اپنے اوپر لگائے جانے والے بہتان کا ارتکاب کر چکا ہو، وہ ہمیشہ اپنے بچاؤ کے لیے موقع کی تلاش میں رہتا ہے تاکہ وہ حیلے بہانے سے جائے وقوعہ سے بھاگ سکے، بظاہر تہمت سے بچنے کی خوشی میں جبکہ آزاد اور شریف آدمی پر جب بہتان لگتا ہے اور اسے اس کی خاص چیز میں اذیت دی جاتی ہے اور وہ اس کی عزت ہے۔ پھر اس الزام سے اس کی پاک دامنی ثابت ہو جائے وہ اتنا خوش نہیں ہوتا کہ یہ کہا جائے کہ وہ خوشی سے اچھلتا کودتا پھرتا ہے۔ وہ قائم تو رہتا ہے لیکن اس حال میں کہ اسے گہرا زخم لگ چکا ہوتا ہے۔ اسے اپنی پاک دامنی کے ثبوت ملنے کے بعد لامحدود خوشی نہیں ہوتی اور وہ سابقہ اذیت ناکی کو یکسر نہیں بھولتا، بلکہ ایک وقت تک درد والم اسے کچوکے لگاتا رہتا ہے۔ پھر کچھ عرصے کے بعد اسے سکون قلبی اور اطمینان نفسی حاصل ہوتا ہے۔ تو ہماری معزز ممدوحہ سلام اللہ علیہا کا انکار، لاڈ پیار اور شکایت کے طور پر تھا۔

اس نفس سے اس قسم کا اظہار نہیں ہوسکتا جسے معصیت کے ارتکاب نے کمزور کر دیا ہو، بلکہ ایسے جذبات کا اظہار کسی غیور نفس سے ہی ہوسکتا ہے کہ جس شخص کی عزت پر بہتان تراشوں نے بہتان لگا کر

[1] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٤١٤١۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ٢٧٧٠۔

اسے مجروح کر دیا ہو۔ تو وہ شخص اپنے نفس کو اظہار غضب سے نہیں روک سکتا۔ اگرچہ اس کے سامنے رسول اللہ ﷺ ہی ہوں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ صفت آپ ﷺ کے علم میں تھی۔ اسی لیے آپ ﷺ نے ان کے جذبات کو کشادہ دلی سے سنا۔ کیونکہ آپ ﷺ کو علم تھا کہ ان جذبات کا منبع ہی اتنا نفیس ہے جس کی طرف یہ ذات طاہرہ و صدیقہ رضی اللہ عنہا منسوب ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلنَّاسُ مَادِنٌ)) ''لوگ کانوں (معدنیات) کی طرح ہوتے ہیں۔''❶

جن نکات کا تذکرہ ہم نے گزشتہ صفحات میں کیا، یہ ہماری امی جان کے ذاتی کردار سے ماخوذ ہیں۔ جو ان کی طہارت و براءت کے بہترین ثبوت ہیں۔ اگرچہ انھیں پاک دامن ثابت کرنے کے لیے ان کا ذاتی کردار ہی کافی ہے کہ بہتان تراشوں کے منہ بند ہو جائیں۔ کجا یہ کہ ان کی براءت اور ان کی پاک دامنی کے ثبوت کے طور پر قرآن کریم کی مبارک آیات نازل ہوئیں جو تا قیامت لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہوتی رہیں گی اور زبانوں سے جن کی تلاوت ہوتی رہے گی۔

اگر بہتان تراش اور ان کی افواہوں سے متاثر ہو جانے والے لوگ اپنی عقلوں سے ام المؤمنین کی شان کے بارے میں سوچتے اور تدبر و تفکر سے کام لے کر کڑی سے کڑی ملاتے تو ان کی زبان سے پہلے محض ان کی عقل ہی اس بہتان کو باطل کہہ دینے پر مجبور کر دیتی کہ جس بہتان کو ہر سلیم الفطرت مومن نے سنتے ہی باطل کہہ دیا۔ اگرچہ اس بہتان کی مخالفت معصوم نبی ﷺ کی طرف آنے والی وحی نے بھی کر دی اور پختہ ایمان والے اہل ایمان نے تو سنتے ہی یہ کہہ دیا تھا:

﴿سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ۝﴾ (النور: ۱٦) ''تو پاک ہے، یہ بہت بڑا بہتان ہے۔''

ادیب مصر عباس محمود العقاد رحمہ اللہ ❷ نے لکھا:

''کوئی بھی قاری کشادہ ظرفی سے کام لیتے ہوئے ایک ہی نظر میں اس افواہ کے جھوٹا ہونے کا اقرار کر لیتا ہے اور تحقیق کے بعد تو یہ ثابت ہو گیا کہ وہ ایک جھوٹی افواہ تھی۔ کسی بھی منصف مزاج شخص کے نزدیک اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس بہتان کے پس منظر میں سازش کا جال صاف نظر آتا ہے۔ جو دینی و

---

❶ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۳۸۳۔ صححی مسلم، حدیث نمبر: ۲۳۷۸۔

❷ عباس بن محمود بن ابراہیم العقاد ۱۳۰٦ ہجری میں مصر میں پیدا ہوئے۔ ادیب، دانش ور، صحافی اور شاعر تھے۔ تصنیف و تالیف کا وسیع تجربہ رکھتے تھے۔ مختلف علوم و فنون میں ان کی تصانیف مطبوع و متداول ہیں۔ ان کی مشہور تصانیف ''عبقریة محمد ﷺ'' اور ''المرأة فی القرآن'' ہیں۔ ۱۳۸۳ ہجری میں وفات پائی۔ (الاعلام للزرکلی، ج ۳، ص: ۲٦۲۔)

سیاسی تعصبات سے بنا گیا ہے، کیونکہ یہ بہتان تراشی اس زرخیز زمین کی مانند ہے جو وباؤں کی آماج گاہ ہو، جس پر خباثت، جھوٹ اور منافقت کے جھڑکاؤ ہوتے ہیں، جو الزام اور چغلی اس کھیت سے اُگی ہو اس کی بنیادوں میں شکوک و شبہات کی ملاوٹ ضرور ہوتی ہے۔ بہتان تراش اس کی اسناد اور اس کے متعلق شبہات تو کثرت سے ہوتے ہیں۔لیکن اس بہتان کی نہ کوئی سند ہوتی ہے اور نہ ہی اس میں بظاہر کوئی شبہ ہوتا ہے۔ ہاں، یہ ضرور ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا قافلے سے کچھ لمحات کے لیے بچھڑ گئیں جب قافلے والے پڑاؤ اٹھا کر واپس چل دیئے۔ اس وقت کے قافلے پڑاؤ کرتے وقت اور پڑاؤ اٹھاتے وقت بہت ساری چیزیں بھول جایا کرتے تھے۔ ایسا شبہ کسی عام مسلمان عورت پر بھی نہیں کیا جا سکتا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں گھر سے سفر جہاد کی نیت سے روانہ ہو چکی ہو۔ اگر اس وقت کے لحاظ سے جو عورت قافلے سے بچھڑ جاتی اس پر برائی کی تہمت چسپاں کر دی جاتی جو اس کی عزت و آبرو اور اس کے دین کو داغ دار کرنے کا باعث بن جاتی تو لوگوں کی عزتوں پر ان حالات میں ایسی تہمتیں لگانا بہت ہی آسان ہوتا۔

بلکہ سوائے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کسی بھی عورت پر جو قافلے سے بچھڑ جاتی اس پر اس تاخیر کی وجہ سے تہمت لگانا کچھ مشکل نہ ہوتا۔ لیکن مذکورہ قافلے میں سوائے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کوئی عورت تھی ہی نہیں۔ ان کی پالکی اٹھانے اور اتارنے والے ہر بار اٹھاتے وقت ان کے رعب اور وقار کی وجہ سے یہ پوچھنے کی جرأت نہ کر سکتے کہ پالکی کے اندر کوئی ہے یا نہیں؟

سوائے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس قدر مسلمانوں پر کسی اور عورت کا رعب و وقار نہیں تھا، کیونکہ وہ صدیق کی بیٹی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی تھیں اور مذکورہ غزوہ میں مہاجرین کا جھنڈا ان کے باپ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تھاما ہوا تھا۔

جو شخص ایسا بودا اور کمزور الزام قبول کر سکتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی عقل کی تربیت ایسے ہی متعدد امور کی تصدیق پر کرے جن کی تصدیق و تاکید کرنے کا کوئی ظاہری سبب نہ ہو۔ کیونکہ اس کی ردی عقل کے مطابق ہر معاملے کی دلیل ہونا ضروری ہے اور دلائل ردّ کرنے کی بے شمار وجوہ موجود ہوتی ہیں۔

ایسے کم عقل شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس بات کی دلیل تلاش کرے کہ صفوان بن معطل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں رکھتے تھے اور نہ ہی وہ احکام اسلام مانتے تھے۔

اس کم عقل شخص کے لیے اس بات کی دلیل تلاش کرنا بھی ضروری ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی عائشہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائی تھیں اور نہ ہی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی پابند تھیں۔

نہ تو دلیل اس تہمت کی ہے اور نہ ان دعوؤں کی۔ بلکہ صفوان بن معطل اور سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ایمان کی دلیلوں سے سیرت کی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ چنانچہ سیّدنا صفوان رضی اللہ عنہ ایک غیور مسلمان تھے۔ متعدد غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب رہے اور وہ شہید ہوئے۔ ان کی طرف کسی برائی کو منسوب نہیں کیا جاتا۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے ہر لفظ پر ایمان رکھتی تھیں اور اس قدر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی اس قدر محافظ تھیں کہ ان کے اس عمل سے برکت تو مل سکتی ہے کوئی غفلت نہیں ہو سکتی اور اب ایک پہلو رہ جاتا ہے کہ یہ تہمت قبول کرنے والا شخص اپنے آپ سے یہ پوچھے کہ صفوان رضی اللہ عنہ کا مذکورہ تعلق کب سے پیدا ہوا۔ کیا صرف اسی رات میں سب کچھ ہو گیا؟ اس آدمی نے سب سے پہلے ام المومنین پر ہلہ بولنے کی جرأت کیسے کر لی؟ حالانکہ وہ تو ان کی پالکی اٹھاتے وقت آواز دے کر ان کی موجودگی یا عدم موجودگی کی تاکید بھی نہ کر سکتے تھے اور اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ اس ہوس کے مارے نے یہ جرأت کر لی تو پھر یہ بات عقل کیسے مانے گی کہ صدیق کی بیٹی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب بیوی اتنی گری پڑی تھیں کہ جو بھی انھیں چھونا چاہتا تو وہ پہلے سے اس کام لیے تیار تھیں؟!!

بلاشبہ جو ایسی عورت ہو وہ ایسے بہتان سے اس وقت تک بے خبر نہیں رہ سکتی جب تک کوئی فرد معین بہتان تراشوں کی تہمتوں کے بارے میں اسے نہ بتلائے اور وہ سارے فسانے کا مرکزی کردار صفوان کے سر تھوپے اور اگر صفوان اور ہماری امی جان کے درمیان یہ تعلقات پہلے سے قائم تھے تو پھر کس طرح ان کی سوکنوں، حاسدوں اور چغلی خوروں سے پوشیدہ رہے؟ اور ان دونوں کو دوران سفر یہ ظلم کرنے پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ اور ایسے جانکاہ صدمے کے ارتکاب سے انھوں نے لشکر کی نگاہوں کے سامنے عین دوپہر کے لمحات میں کس طرح انکشاف کر دیا۔ یہ انتہائی گھٹیا اور ردی باتیں ہیں جن کو عقل سلیم قبول کرنے پر تیار نہیں۔"[1]

[1] الصدیقة بنت الصدیق لعباس محمود العقاد، ص: ۷۸-۸۱۔

تیسرا مبحث:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر اہل روافض کے گھناؤنے الزامات کا جائزہ

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کی گواہی اور ثبوت کے طور پر قرآن کریم نازل ہوا اور جن لوگوں نے افواہیں پھیلائیں ان پر حد قذف (۸۰ کوڑے) نافذ ہوئی۔ لیکن اہل تشیع مسلسل سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتے آئے ہیں اور اس ذات شریفہ پر بہتانات کے طومار باندھنے سے باز نہیں آتے اور وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اگر دوبارہ زندہ ہو کر آئیں تو انھیں حد کے کوڑے ضرور لگائیں گے اور ان سے وہ انتقام لیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی شکلیں مسخ کر دے۔ چنانچہ عبداللہ بن شبر ❶ ایرانی شیعہ نے اپنی کتاب میں یوں لکھا ہے:

''صدوق نے اپنی کتاب "العلل" میں باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا: اے کاش! ہمارے امام قائم (مہدی) کو حمیرا (یعنی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) مل جائے تاکہ وہ فاطمہ بنت محمد کے انتقام میں اس پر حد کے کوڑے لگائے۔'' ❷ (نقل کفر کفر نباشد)

اگرچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والا اجماعاً کافر ہے مگر آپ ان ظالموں کو دیکھتے رہیں کہ جس تہمت سے اللہ تعالیٰ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی اپنی کتاب میں ثابت کی ہے وہ وہی تہمت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر مسلسل لگاتے آرہے ہیں۔ یعنی ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت بھی قبول نہیں۔

اسی لیے آپ کو یقین ہونا چاہیے کہ روافض اپنے معتقدات کے مطابق اپنے حسد اور بغض کے الاؤ میں جل کر ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر تواتر و تکرار کے ساتھ تہمت لگا رہے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں جو اپنے اس عقیدے کو تقیہ کے طور پر اپنے سینے میں چھپا کر رکھتے ہیں، لیکن جیسے عربوں کے نامور شاعر نے کہا تھا:

---

❶ عبداللہ بن محمد رضا بن محمد شبر۔ ۱۱۸۸ ہجری میں نجف میں پیدا ہوا۔ امامیہ اثنی عشریہ شیعوں کا سرخیل مانا جاتا ہے۔ اس کی تصنیفات میں سے "تفسیر القرآن الکریم" اور "الحق الیقین فی معرفة اصول الدین" مشہور ہیں۔ ۱۲۴۲ ہجری میں کاظمیہ میں فوت ہوا۔ (معارف الرجال لمحمد حرز الدین، ج ۲، ص: ۹۔ الذریعة للطهرانی، ج ۱۱، ص: ۲۱۶۔)

❷ حق الیقین فی معرفة اصول الدین، ج ۲، ص: ۲۵۔

وَ مَهْمَا تَكُنْ عِنْدَ امْرِئٍ مِّنْ خَلِيْقَةٍ
وَ إِنْ خَالَهَا تَخْفٰى عَلَى النَّاسِ تُعْلَمِ ❶

''جس کسی شخص کے پاس کوئی خدا داد صلاحیت ہو تو وہ اپنی طرف سے اسے چھپا رہا ہوتا ہے لیکن لوگ اس سے باخبر ہوتے ہیں۔''

روافض کا ایک گروہ یہ بھی کہتا ہے کہ ''واقعہ افک کے حوالے سے جو آیات نازل ہوئیں وہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کے ثبوت کے طور پر نازل نہیں ہوئیں بلکہ وہ ان کے جرم کے ثبوت کے طور پر نازل ہوئیں اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے ماریہ ام ابراہیم علیہا السلام پر جو تہمت لگائی تھی اس سے ماریہ کی پاک دامنی کے ثبوت کے طور پر وہ آیات نازل ہوئیں۔''

مجلسی نے یہ من گھڑت روایت من گھڑت سند کے ساتھ "بحار الانوار" میں نقل کی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث سنائی، محمد بن عیسیٰ نے بواسطہ حسن بن علی بن فضال ہمیں یہ حدیث سنائی کہ مجھے عبداللہ بن بکیر نے زرارہ کے واسطے سے یہ حدیث سنائی۔ اس نے کہا: میں نے ابوجعفر علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ابراہیم علیہ السلام فوت ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی موت پر شدید غمگین ہو گئے۔ عائشہ نے کہا: آپ کو اس کی موت کی وجہ سے کیوں پریشانی لاحق ہے؟ حالانکہ وہ جریج کا بیٹا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی علیہ السلام کو بھیجا تاکہ وہ اسے قتل کر دیں۔ علی علیہ السلام اس کی طرف ننگی تلوار لے کر گئے۔ جریج ایک قبطی تھا اور باغ میں رہتا تھا۔ علی رضی اللہ عنہ نے باغ کا دروازہ کھٹکھٹایا تو جریج دروازہ کھولنے کے لیے آیا۔ جب اس نے علی رضی اللہ عنہ کو غصیلے چہرے کے ساتھ دیکھا تو الٹے پاؤں واپس چلا گیا اور دروازہ نہ کھولا۔ علی علیہ السلام چار دیواری پھلانگ کر باغ کے اندر چلے گئے اور اس کا پیچھا شروع کر دیا۔ جب جریج کو پکڑے جانے کا خوف لاحق ہوا تو وہ کھجور کے ایک درخت پر چڑھ گیا۔ علی علیہ السلام بھی اس کے پیچھے پیچھے درخت پر چڑھنے لگے۔ جب علی جریج کے قریب گئے تو جریج نے درخت کے اوپر سے چھلانگ لگا دی اس کا ستر کھل گیا۔ تب علی کو پتا چلا کہ وہ نہ تو مرد ہے اور نہ عورت۔ تب علی علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آ گئے اور کہا: اے رسول اللہ! آپ نے مجھے جس معاملے میں بھیجا ہے اس میں میرا کردار آگ میں پگھلائی گئی میخ والا ہے یا پختہ میخ والا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، بلکہ پختہ میخ والا۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا! اس کے پاس نہ مردوں والی

❶ دیوان زهير بن ابی سلمی، ص: ۱۱۱۔

کوئی چیز ہے نہ عورتوں والی کوئی چیز ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کے لیے تمام تعریفات ہوں جس نے ہم اہل بیت کو برائی سے محفوظ کر دیا۔ [1]

اس خبر پر تبصرہ کرتے ہوئے مفید نے لکھا: ماریہ قبطیہ پر عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے بری افواہ پھیلانے والی خبر شیعہ کے نزدیک صحیح و مسلّم ہے۔ [2]

تو یہ ہے رافضیوں کا من گھڑت، گھناؤنا اور بے حد غلیظ بہتان جو ان کی کتابوں میں موجود ہے اور ان کے امام اعظم کی توثیق سے مزین ہے۔ وہ آیات جو منافقوں کو چیلنج دینے کے لیے اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگانے کی پاداش میں منافقوں پر پھٹکار کے لیے نازل ہوئی تھیں، شیعہ مفتری وہی آیات سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے وعید و تہدید کے طور پر پیش کرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ رب العالمین نے ان آیات میں ماریہ کی اس تہمت سے پاک دامنی بیان کی ہے۔ رافضیوں کے بقول جو تہمت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ماریہ پر لگائی تھی۔ یہ روایت نقل در نقل سب رافضیوں کے نزدیک مسلم ہے ان کی کتابوں میں موجود ہے وہ اپنے دلوں اور اپنی زبانوں کے ساتھ اس اعتقاد کی تصدیق کرتے ہیں اور اس کا کھلم کھلا اعلان کرتے ہیں، ان ظالموں نے ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر زہریلے تیر پھینکنے کی تمام تر حدود پار کر لی ہیں اور ہر قسم کی رذالت، قباحت و فحاشی بھرا الزام اس ذات شریف پر تھوپنے سے ذرہ بھر نہیں ہچکچاتے۔ بلکہ ان کی اس خنجر زنی کی حدود رسول اللہ ﷺ کی شخصیت تک پھیل چکی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کو عائشہ رضی اللہ عنہا کی خیانت کا علم تھا، لیکن آپ ﷺ خاموش رہتے تا آنکہ ان کے مزعوم امام غائب و منتظر مہدی صاحب الزمان عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کی قبر سے نکال کر ان پر زنا کی حد نافذ کر کے یہ معاملہ ختم کریں گے!! (نعوذ باللہ من ذالک)

رافضیوں کا شیخ المفسرین قمی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں لکھتا ہے:

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّ قِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۝﴾ (التحریم: ۱۰)

''اللہ نے ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان

---

[1] بحار الانوار للمجلسی، ج ۷٦، ص: ۱۰۳۔

[2] رسالة فيما اشكل من خبر معاوية للمفيد، ص: ۲۹۔

کی، وہ ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں، پھر انھوں نے ان دونوں کی خیانت کی تو وہ اللہ سے (بچانے میں) ان کے کچھ کام نہ آئے اور کہہ دیا گیا کہ داخل ہونے والوں کے ساتھ تم دونوں آگ میں داخل ہو جاؤ۔"

اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے اپنے اس کلام ﴿فَخَانَتٰهُمَا﴾ سے ان دونوں کا زنا مراد لیا ہے اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو گل بصرہ کے سفر کے دوران کھلائے وہ (مہدی منتظر) اس پر ضرور حد قائم کرے گا۔ طلحہ اس کے ساتھ محبت کرتا تھا اور جب وہ بصرہ کے لیے عازمِ سفر ہوئی تو کسی نے اسے کہا: تیرے لیے محرم کے بغیر سفر کرنا حلال نہیں اس لیے عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود ہی اپنی شادی طلحہ سے کر لی۔ [1]

اہل تشیع محمد الباقر کی طرف نسبت کر کے روایت کرتے ہیں: جب ہمارے امام قائم الزمان آئیں گے تو حمیراء (یعنی ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) لوٹائی جائے گی اور وہ اسے حد قذف کے کوڑے لگائے گا تاکہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہ علیہا السلام کا اس سے انتقام لے۔ پوچھا گیا: وہ اسے کوڑے کیوں مارے گا؟ باقر علیہ السلام نے کہا: کیونکہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ام ابراہیم پر تہمت لگائی تھی۔ پوچھا گیا: اللہ تعالیٰ نے اس حد کو قائم علیہ السلام تک کس طرح موخر کر دیا؟ اس نے جواب دیا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے رحمت بنا کر بھیجا جبکہ قائم علیہ السلام کو انتقام کے لیے بھیجے گا۔ [2]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس یعنی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق یہ ہفوات بکنے والے اجماع مسلمین سے نکل چکے ہیں۔ وہ صریح قرآن کو جھٹلاتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو داغ دار بنانا چاہتے ہیں، حتیٰ کہ انھوں نے اسلام اور اہل اسلام کے چہرے مسخ کرنے کی کوشش کی اور کافروں کے لیے فتنہ کا باعث بن گئے۔ اسلام پر کسی نے اتنی جرأت کے ساتھ خنجر زنی نہیں کی جتنی جرأت کے ساتھ یہ افتراء پرداز اللہ رب العالمین پر کرتے ہیں۔

رافضیوں کی بیان کردہ یہ روایت باطل اور نری باطل ہے۔ اس کی سند کے ساتوں راوی مجہول ہیں، کسی ایک کے بارے میں جرح یا تعدیل کا ایک لفظ بھی نہیں ملتا اور کچھ ایسے راوی بھی ہیں جن تک ہم کسی صورت پہنچ نہیں سکتے تو اندھیروں پر اندھیرے ہونا ہمارے خلاف دلیل نہیں بنتی۔ اللہ تعالیٰ نے اہل سنت کو اس شر سے بچا لیا اور انھیں حق کی طرف ہدایت دے دی۔ وہ سب لوگوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ

---

[1] تفسیر القمی، ج ۲، ص: ۳۷۷۔ البرهان للبحرانی، ج ٤، ص: ۳۵۸۔ تفسیر عبدالله شبر، ص: ۳۳۸۔

[2] التفسیر الصافی للفیض الکاشانی، ج ۳، ص: ۳۵۹۔ کاشانی نے بہت بڑا احسان کیا کہ حد زنا کو حد قذف سے بدل دیا۔ العیاذ باللہ

قریب ہیں۔ اس لیے کہ وہ نبی ﷺ کی ازواجِ مطہرات کو اپنی مائیں سمجھتے ہیں۔

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں لکھا اور اس بات پر مسلمان مفسرین کا اجماع ہے کہ......

''آیت میں ﴿فَخَانَتٰهُمَا﴾ سے مراد دین میں خیانت ہے، وہ کہتے ہیں البتہ یہ زنا تو بالکل نہ تھا، لیکن ان دونوں میں سے ایک لوگوں کو اپنے خاوند کے بارے میں بتلاتی تھی کہ یہ پاگل ہے۔ اس کی باتوں کا یقین مت کریں اور دوسری لوگوں کو اپنے خاوند کے پاس آنے والے مہمانوں کی خبر دے دیا کرتی تھی۔ پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت پڑھی: ﴿إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ﴾ (ھود: ٤٦) ''بے شک یہ ایسا کام ہے جو اچھا نہیں۔'' ❶

نیز ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''کسی نبی کی بیوی نے کبھی زنا نہیں کیا۔'' ❷

انبیائے کرام کے حرم کی پاکیزگی کے بارے میں سب اہل سنت کا اعتقاد ہے، جسے سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حکایتاً ان سے بیان کیا۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اپنی سوچ اور امید نہیں تھی اور جہاں تک ہماری امی جان عائشہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ ہے تو ان پر بدزبانوں نے ماریہ رضی اللہ عنہا کی نسبت سے جھوٹ موٹ کی تہمت لگائی ہے لیکن سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کا دفاع کیا اور اسے ان کے بہتان سے پاک دامن ثابت کیا۔ جیسا کہ حاکم رحمہ اللہ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کو ماریہ تحفہ میں ملی تو اس کے ساتھ ان کا چچا زاد (جریج) بھی تھا۔

بقول سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ ایک بار ہی اس کے ساتھ خلوت میں گئے تو وہ حاملہ ہوگئی۔ بقول سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تب رسول اللہ ﷺ نے اسے اس کے چچا زاد کے ساتھ علیحدہ رہائش لے دی۔ بہتان تراش لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ اس (نبی) کو بیٹے کی خواش تھی تو اس نے کسی اور کے بچے کو اپنی طرف منسوب کر لیا اور اس (ابراہیم کی ماں) کا دودھ کم تھا، ماریہ رضی اللہ عنہا نے اس کے لیے ایک دودھیل بھیڑ ❸ خریدی۔ ابراہیم رضی اللہ عنہ کو اس کا دودھ بطور غذا پلایا جاتا تھا جس سے اس کا جسم خوب موٹا ہوگیا۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک دن اسے نبی ﷺ کے پاس لایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

---

❶ تفسیر طبری، ج ١٢، ص: ٤٣٠۔ احکام القرآن للقرطبی، ج ١٨، ص: ٢٠٢۔ انوار التنزیل و اسرار التاویل للبیضاوی، ج ٥، ص: ٢٢٦۔ تفسیر ابن کثیر، ج ٤، ص: ٣٢٧۔

❷ احکام القرآن للقرطبی، ج ٩، ص: ٤٦۔ تفسیر ابن کثیر، ج ٨، ص: ١٧٠۔

❸ ضائنة لبون: دودھ دینے والی بھیڑ۔ (لسان العرب لابن منظور، ج ١٣۔ ص: ٣٧٢۔)

''تمھیں یہ بچہ کیسا لگتا ہے؟'' میں نے کہا: جسے بھیڑ کا دودھ بطور غذا ملے گا وہ ایسے ہی تنومند ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے ساتھ اس کی کوئی مشابہت نہیں؟''

بقول عائشہ رضی اللہ عنہا: اس سوال پر مجھے عورتوں کی فطرت کے مطابق غیرت نے گھیر لیا اور میں نے کہہ دیا: مجھے اس میں آپ کے ساتھ کوئی مشابہت دکھائی نہیں دیتی۔

بقول عائشہ رضی اللہ عنہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک لوگوں کی باتیں پہنچ رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: یہ تلوار لو اور جاؤ ماریہ کا چچا زاد تجھے جہاں ملے اس کی گردن کاٹ دو۔

بقول عائشہ رضی اللہ عنہا: علی رضی اللہ عنہ اس کی طرف گئے تو وہ ایک باغ میں کھجور کے درخت سے تازہ کھجوریں توڑ رہا تھا۔

بقول راوی: جب اس نے علی رضی اللہ عنہ دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں تلوار ہے تو خوف سے اس پر کپکپی طاری ہوگئی۔ بقول علی رضی اللہ عنہ: اس کا تہہ بند نیچے گر پڑا۔ علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے کوئی ایسی چیز نہیں بنائی جو مردوں کے ساتھ خاص ہے۔ اس کا جسم بالکل ہموار تھا۔ [1]

اللہ کے دشمن ابن سلول نے خباثت کا جو بیج بویا کوئی مومن یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ مستقبل میں روافض کی شکل میں ایک تناور درخت بن کر پھلے پھولے گا۔ حتیٰ کہ بہتان تراشوں کو اپنے بہتان گھڑنے کے لیے ایک وسیع و لامحدود میدان ہاتھ آ جائے گا۔ جس میں وہ اپنے جھوٹ، افتراء پردازیوں اور سلوٹی کذب بیانی کی فصل کاشت کرتے رہیں گے۔ بلکہ وہ اس قدر دیدہ دلیری کے ساتھ لوگوں کے جم غفیر کے سامنے بانگ دہل ان نفوس قدسیہ کے خلاف زبان درازی ہی نہیں کرتے وہ مسلسل از اکابر تا اصاغر اپنی کتابوں میں بھی ان جھوٹے افسانوں کو چھاپ رہے ہیں۔ ایسے ظالم افتراء پردازوں میں سے ایک نے دشمنی اور ظلم کی انتہا ہی کر دی اور ام المؤمنین کے نام پر شرم و حیا سے عاری ایسی عریاں بوقلمونیاں تراشی ہیں کہ جن کے تصور سے ہی کپکپی طاری ہو جاتی ہے اور بدن پسینہ سے شرابور ہو جاتا ہے۔ اس کی زبان غیر فصیح اور انداز بیان نہایت گھٹیا اور پست ہے، وہ ظالم لکھتا ہے: کسی کی طرف کفر منسوب کرنا اس کی طرف زنا منسوب کرنے سے زیادہ قبیح ہے تو پھر تم پہلی بات کو کس طرح قبول کرتے ہو اور دوسری بات کو کیوں ردّ کرتے ہو؟ [2]

جواب: ......اسے کہا جائے گا: جب دل اندھیرے میں غرق ہوتا ہے تو عقل کی مخالفت کرنا آسان

---

[1] مستدرك حاكم، ج ٤، ص: ٤١۔ سیرت عائشه، ص ٤٣٤ کا مطالعہ بھی مفید رہے گا۔)

[2] خيانة عائشة بين استحالة و الواقع لمحمد جميل العاملى، ص: ١٣۔

نہیں ہوتا۔ کیا یہ پستی ان ظالموں کے بہتان کی دلیل بن جائے گی جس سے نعوذ باللہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف فحاشی منسوب کرنا جائز ہو جائے گا؟! بلاشبہ عقلی طور پر یہ ثابت ہے کہ جن کاموں سے فطرت سلیمہ نفرت کرتی ہو، نفس انسانی بھی ان کاموں سے بھڑک اٹھتے ہیں اور وہ گھٹن محسوس کرتے ہیں، کیونکہ یہ ایک ایسی چیز ہے جس پر تمام ادیان کے عقل مند لوگ متفق ہیں اور یہ ہے وہ اخلاق کی اساس کہ جس سے کسی صورت پیچھے نہیں ہٹا جا سکتا۔

جبکہ کچھ پہلو ایسے ہیں مثلاً جب عقائد و افکار میں اختلاف ہو تو نفس انسانی اسے برداشت کر لیتے ہیں اور انھیں لامحدود تشویش نہیں ہوتی اور اس کا بنیادی سبب اذہان و افہام اور عقلوں کا اختلاف ہے۔ لیکن یہ عقول بنفس نفیس اپنے مسالک اور مذاہب کے اختلاف کے باوجود اخلاق کی بنیادوں پر متفق ہیں، وہ اس اخلاقی دائرے سے باہر نہیں نکلتیں چاہے ان کا کوئی سا بھی دین ہو۔

علی سبیل المثال: میرا پڑوسی عیسائی، بدھ مذہب کا پیروکار ہو سکتا ہے اور یہ ایک معمول کی بات ہے لیکن اگر میں سڑک پر کسی ننگے آدمی کو چلتے ہوئے دیکھوں تو ہرگز برداشت نہیں کر سکتا، حالانکہ پہلا شخص فاسد عقیدے کا مالک ہے جبکہ دوسرا شخص فاسد اخلاق کا مالک ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نفوس انسانی بنیادی طور پر حسن اخلاق پر پیدا ہوئے اگرچہ مذاہب و ادیان میں اختلاف بھی ہو اور بد خلق کی بہر صورت مذمت کی جاتی ہے۔ چاہے وہ ہم مذہب و ہم مسلک کیوں نہ ہو۔

ہم نے آج تک نہیں سنا کہ کسی صالح کے اہل خانہ سے کوئی کافر ہو جائے تو اس کی وجہ سے اسے عار دلایا جاتا ہو وگرنہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو ضرور عار دلایا جاتا کہ ان کا باپ آزر ایک بت پرست تھا۔ نوح علیہ السلام کے کافر بیٹے کی وجہ سے ضرور عار دلایا جاتا اور ابو طالب کی وفات بے دینی پر ہوئی تو اس وجہ سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عار دلایا جاتا۔

تو کیا کسی نیک آدمی کو اس لیے عار دلائی گئی کہ اس کے اقربا میں سے کوئی کافر تھا؟ اس کے برعکس کسی انسان کی عزت اور بزرگی میں کوئی عیب ہو تو ہر کوئی اسے برا جانے گا اور اسے عار دلائے گا اور اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ فلاں اپنے گھر والوں کی خیانت پر پردہ ڈالتا ہے اور فحاشی میں وہ بھی ملوث ہے، کیونکہ یہ عار قابل مغفرت نہیں اور ایسا زخم ہے جو کبھی مندمل نہیں ہوتا۔ کیونکہ جب کسی پر بداخلاقی کا دھبہ لگ جائے گا تو اس کا وقار ختم ہو جائے گا اور اس کی انسانیت کی بنیاد ڈھے جائے گی۔ خبردار! انسانیت کی بنیاد شریفانہ اخلاق ہیں، اور جو شخص آدم علیہ السلام کی معصیت کی تفصیل سے واقف ہے وہ فطرت سلیمہ کے

سلوک کو بخوبی سمجھتا ہے کہ یہ غیر اخلاقی سرگرمی سے کتنی نفرت کرتی ہے۔ بے شک آدم اور حوا علیہما السلام نے ممنوعہ درخت کا پھل کھا کر معصیت الٰہی کا ارتکاب تو کرلیا لیکن شدید گھٹن، حد سے زیادہ شرمسار اور شدید افسوس وصدمہ ان کو اس وقت لاحق ہوا جب ان کی شرم گاہیں کھل گئیں، وہ دونوں ان درختوں کے پتوں سے اپنے ستر ڈھانپنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی وہ حالت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَ نَادٰىهُمَا رَبُّهُمَاۤ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَ اَقُلْ لَّكُمَاۤ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝﴾ (الاعراف: ۲۲)

''پس اس نے دونوں کو دھوکے سے نیچے اتار لیا، پھر جب دونوں نے اس درخت کو چکھا تو ان کے لیے ان کی شرمگاہیں ظاہر ہوگئیں اور دونوں جنت کے پتوں سے (لے لے کر) اپنے آپ پر چپکانے لگے اور ان دونوں کو ان کے رب نے آواز دی، کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت سے منع نہیں کیا اور تم دونوں سے نہیں کہا کہ بے شک شیطان تم دونوں کا کھلا دشمن ہے۔''

ان کا یہ حال کیوں ہوا؟ اس لیے کہ فطرت سلیمہ جس پر اللہ رب العالمین نے سب انسانوں کو پیدا کیا ہے، اس کا تقاضا یہی ہے لیکن جب اسی فطرت کو ہی الٹ دیا جائے اور انسان راہ ہدایت سے منحرف ہو جائے تو پھر وہی نتیجہ نکلتا ہے جو روافض کی تصانیف و تقاریر و معتقدات کی قبیح صورت میں ہم دیکھ رہے ہیں۔ یہ اللہ رب العالمین کی پیدا کردہ مشاہدہ شدہ نشانی ہے اور اللہ تعالیٰ کی معمول کی سنت ہے۔ جو لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب بیوی کی ستر کشی کی کوشش کرتے ہیں وہ ان کی ستر کشی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر ایسے عیوب مسلط کر دیتا ہے کہ جن کے ذریعے وہ اللہ کے دوستوں پر اور اس کی مخلوق میں سے اشرف و اعلیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دیتے ہیں۔ اس نے ان کو حرام نکاحوں میں پھنسا دیا اور فسق و فجور سے لبریز ان میں اخلاقی برائیوں پھیلا دی ہیں، یہ بالکل انھیں ویسی ہی جزا ملی ہے جیسے ان کے اپنے سیاہ کرتوت تھے جن کے ذریعے وہ ام المومنین رضی اللہ عنہا پر طعن و تشنیع کرتے ہیں۔

وہ ظالم رافضی لکھتا ہے: ''لوگوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بہت کچھ کہا اور وہ جو کچھ کہتے ہیں سو کہتے ہیں بہر حال کچھ نہ کچھ تو اس کی حقیقت ہوگی کیونکہ آگ کے بغیر دھواں نہیں ہوتا۔''[1]

جواب: ......اس ظالم کو کہا جائے گا یہ اس فاسد و خبیث فطرت کا لازمی نتیجہ ہے جو تمہارے ساتھ

---

[1] خيانة عائشة بين الاستحالة و الواقع لمحمد جميل حمود العاملي، ص: ۲۵۔

چکی ہوئی ہے۔ اگر تمہارے کہنے کے مطابق ہر وہ باطل ثابت ہو جاتا جو لوگوں کی زبانوں سے نکلے تو اس کا لازمی نتیجہ یہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کافروں اور منافقوں نے جو کچھ کہا وہ سب نہیں تو کیا کچھ نہ کچھ صحیح ضرور ہے، کیونکہ وہ بے شمار ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذلك)

اسی طرح یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ناصبی لوگ جو کچھ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہتے ہیں وہ بھی سب نہیں تو تیری منطق کے مطابق کچھ نہ کچھ صحیح ضرور ہے، کیونکہ ناصبیوں کی تعداد بھی کافی ہے۔ اگر ہمارے بیان کردہ الزامی جواب کا یہ کہہ کر توڑ کیا جائے کہ وہ گمراہ لوگ ہیں، ان کی گواہی مقبول نہیں اور نہ ہی وہ سچ ہے جو وہ افتراء پردازی کرتے ہیں تو ہم کہیں گے یہاں تمہارے اوپر وہی لازم آتا ہے جو وہاں تمہارے اوپر لازم آتا ہے۔ اگر اس کے جواب میں کہا جائے کہ اے اہل سنت تمہاری اپنی گواہی کے مطابق جن صحابہ نے یہ باتیں کی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حد کے اسی اسی کوڑے لگائے تھے۔

ہم اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ جو سب سے پہلے قول ایجاد کرتا ہے اور جو اس کی پیروی میں یہ بات دہراتا ہے اور اسے وہ یقینی طور پر صحیح نہیں سمجھتا، دونوں میں فرق ہے۔ نیز ہم کسی صحابی کے معصوم ہونے کا عقیدہ بھی نہیں رکھتے کہ اس سے غلطی ہو ہی نہیں سکتی یا کبھی معصیت کا ارتکاب کرے تو وہ اس سے توبہ کر لے اور وہ اس پر مصر نہ رہے، نیز تمہارا ان باتوں کو حجت ماننا ایسے ہی ہے کہ تم ایسے منافقوں کے طرز عمل کو دلیل بنا رہے ہو جو تمہارے نزدیک پکے منافق ہیں، جو سلولی شیعوں کا عقیدہ ہے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جن اصحاب کا تمہارے نزدیک عقیدہ صحیح نہیں ہے تم ان کے اقوال کو حجت بنا رہے ہو۔ کیونکہ وہ تمہارے عقیدے کے مطابق کافر اور مرتد ہیں تو پھر کب سے ان کے اقوال و اعمال تمہارے لیے دلیل بن گئے کہ تم برائی کے ارتکاب کے لیے ان کے اقوال کو بطور ثبوت پیش کر رہے ہو۔ ہم اللہ سے ہر گمراہی سے عافیت اور ہدایت کے لیے راہنمائی کا سوال کرتے ہیں اور فتنوں کی پستیوں اور ہلاکت کی چراگاہوں سے دوری مانگتے ہیں۔ اے اللہ! تو ہماری دعا قبول کر لے۔

اس کے بعد ہم اتنا ضرور عرض کریں گے کہ رافضیوں کی کتابوں میں موجود یہ قصہ بہتان اور اس کے متعلقات و مقدمات اور توابع بالکل اختصار کے ساتھ ہم نے یہاں پیش کیے ہیں وگرنہ ان کے نزدیک تو بہتانات بے شمار ہیں لیکن شاید جتنا کچھ تحریر کر دیا گیا ہے وہ کافی و شافی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی جود و فضل والا ہے۔ ہم پر صرف اسی کے احسانات اور فضل و کرم سایہ فگن ہے۔

چوتھا مبحث:

واقعہ افک کے زمانۂ قدیم وجدید میں مثبت اثرات

اس مبحث میں دو نکات ہیں:

۱۔ واقعہ افک کے زمانۂ قدیم میں مثبت اثرات

۲۔ واقعہ افک کے زمانۂ جدید میں مثبت اثرات

پہلا نکتہ:......واقعہ افک کے زمانہ قدیم میں مثبت اثرات

یہ حقیقت کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ قصہ بہتانِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بے شمار مثبت اثرات وفوائد امت مسلمہ کو حاصل ہوئے ہیں۔ ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے خود خبر دی ہے کہ اس واقعہ سے مسلمانوں کو بہت سی بھلائیاں ملی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ﴾ (النور: ۱۱)

''اسے اپنے لیے برا مت سمجھو، بلکہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔''

تو کس کی بات اللہ تعالیٰ کی بات سے زیادہ سچی ہے اور کس کا وعدہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ سے زیادہ سچا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا تھا کہ وہ شر کی پر پیچ تنگیوں میں سے خیر کی کشادہ راہیں نکالے اور کتنے ہی معاملات بظاہر برے ہی لگتے ہیں لیکن ان کی تہوں میں سے بے شمار بھلائیاں مل جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ عَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ عَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۠﴾ (البقرۃ: ۲۱۶)

''اور ہوسکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو اور ہوسکتا ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لیے بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا﴾ (النساء: ۱۹)

''تو ہوسکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے۔''

وہ فوائد جن کا تعلق سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے درجات اس قدر بلند کر دیئے حتیٰ کہ ان کا اجر کبھی منقطع نہیں ہوگا اور جو جو حسد کی آگ میں جلنے والے اور کینہ کی غلاظتوں میں لتھڑنے والے اپنے سیاہ کرتوتوں اور کالی زبانوں کے ساتھ امی جان رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخیاں کرتے رہیں گے، اللہ عزوجل ان کے اعمال تباہ و برباد کرتا رہے گا۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت بھی کتنی عجیب ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ فہم عطا ہو چکا تھا۔ جب ان کو بتایا گیا کہ کچھ لوگ صحابہ رضی اللہ عنہم کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں حتیٰ کہ انھوں نے سیّدنا ابوبکر اور سیّدنا عمر رضی اللہ عنہما کو بھی نہ چھوڑا تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فی البدیہ جواب دیا: اس چیز پر تم کیوں تعجب کرتے ہو جب ان کے اعمال منقطع ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہ تھا کہ ان کے اجر بھی منقطع ہو جائیں۔ [1]

ابن مہدی سے مروی ہے کہ اگر مجھے اللہ تعالیٰ کی معصیت سے نفرت نہ ہوتی تو میں ضرور تمنا کرتا کہ مصر کے سبھی لوگ میری غیبتیں کریں۔ بھلا کون سی چیز اس نیکی سے زیادہ بابرکت ہوگی جس کا اجر آدمی کو اس کے نامہ عمل میں ملے گا اگرچہ آدمی نے اس پر عمل نہ کیا ہوگا۔ [2]

۲۔ آزمائش سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت میں مزید نکھار آ گیا۔ کیونکہ اللہ کے محبوب بندوں پر آنے والی ہر آزمائش ان کے لیے بھلائی کا باعث بنتی ہے۔ [3]

۳۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی پاک دامنی کے ثبوت کے طور پر قرآن کریم نازل فرمایا جو قیامت تک پڑھا جاتا رہے گا تو سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی قدر و منزلت میں لامحدود اضافہ ہو گیا۔ اسی لیے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس چیز پر فخر کیا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان کے اوپر سے ان کی براءت نازل کی ہے اور اگر یہ آزمائش نہ ہوتی تو امت کو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اہمیت کا کیسے پتا چلتا؟

۴۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی قدر و منزلت کا بھی پتا چلتا ہے کہ

---

[1] تاریخ بغداد للخطیب البغدادی، ج ۱۱، ص: ۲۷۵۔

[2] سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۹، ص: ۱۹۵-۱۹۶۔

[3] احکام القرآن للقرطبی، ج ۱۲۔ ص: ۱۹۸۔

آپ ﷺ ان پر بہتان کی وجہ سے مغموم ہو گئے، پھر لوگوں سے خطاب کیا اور فرمایا: ابن سلول کی طرف سے مجھے کون راحت پہنچائے گا؟

۵۔ یہ کہ کھلم کھلا بہتان لگانا اور اس کی اشاعت ہونا اس کے چھپانے اور مخفی رکھنے سے بہت بہتر ثابت ہوا، کیونکہ اگر اعلانیہ بہتان نہ لگایا جاتا تو ممکن تھا کہ کچھ لوگوں کے سینوں میں یہ پوشیدہ رہتا جبکہ اس کے اعلانیہ ہونے کی بنا پر بہتان تراشوں کا جھوٹ آشکارا ہو گیا جو زمانے گزرنے کے باوجود امت کے اذہان میں نقش ہو چکا ہے۔[1]

۶۔ جنھوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگایا تھا انھیں نشانہ عبرت بنا دیا گیا۔

۷۔ یہ وضاحت ہو گئی کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت اور پاک دامنی رسول اللہ ﷺ کے اپنے مقام و مرتبے سے متعلق ہے۔

زمخشری رحمہ اللہ نے لکھا: ''اگر آپ سارے قرآن کو پڑھیں اور تحقیق کریں کہ قرآن میں کہاں کہاں نافرمانوں کو وعید سنائی گئی ہے۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے جن الفاظ اور جس اسلوب اور جس شدت کے ساتھ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں کے بارے میں شدید وعید سنائی ہے اور کسی مجرم کے بارے اتنے سخت الفاظ اور اسالیب استعمال نہیں ہوئے اور نہ ہی وعید شدید کے ساتھ انسان پر اس قدر کپکپی طاری کر دینے والی آیات شامل کیں۔ جتنی پر اثر ملامت اور سخت ڈانٹ ڈپٹ اور اس کے نتائج کا بوجھل پن اور اس کے نتیجے میں پیش آنے والے امور کی قباحت کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے واقعہ افک کے ضمن میں کیا ہے۔ ان میں سے ہر انداز اپنے اپنے باب میں کافی ہے اور اگر مذکورہ تین سزاؤں کے علاوہ کچھ بھی نہ نازل ہوتا تو پھر بھی کافی تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا کہ بہتان تراش دونوں جہانوں میں ملعونین ہیں اور آخرت میں ان کو عذاب عظیم کا چیلنج دیا اور یہ کہ ان کی زبانیں، ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کی افتراء پردازیوں اور بہتان تراشیوں کی گواہی دیں گے۔ مزید برآں اللہ تعالیٰ نے انھیں ہر وہ سزا دینے کا اعلان کیا ہے جس کے وہ اہل و مستحق ہوں گے۔

تاکہ انھیں اس وقت یقین ہو جائے کہ وہی اللہ تعالیٰ حق مبین ہے۔ تو اس فتنے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے مختصر الفاظ اور معانی سے بھرپور آیات نازل فرمائیں۔ اس نے اجمالی تذکرہ بھی کیا اور مفصل بھی، تاکید و تکرار دونوں انداز استعمال کیے اور ایسی ایسی وعیدیں دی گئیں جو اس نے کافروں منافقوں اور

[1] تفسیر الرازی، ج ۲۳، ص: ۳۳۸۔

بت پرستوں کے لیے بھی استعمال نہیں کیں اور یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ کوئی تو خاص بات ہے نا؟ اور اللہ تعالیٰ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت میں اپنی معجزہ نما کتاب عزیز میں تا قیامت پڑھی جانے والی اتنی عظیم آیات نازل فرمائیں۔ یہ غور کا مقام ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت اور ان بہتان تراشوں کی افتراء کے درمیان کتنا فرق ہے اور یہ سب کچھ کس لیے ہے؟ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان بیان کرنے کے لیے ہے اور اولاد آدم کے سردار اور اولین و آخرین کے محبوب اور تمام جہانوں پر اللہ کی طرف سے حجت بنا کر بھیجے جانے والے رسول کی عزت و آبرو کے لیے ہی ہے اور جو کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت، شان، ان کی شان بے نیازی اور مقابلے میں آنے والے ہر شریک کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سبقت لے جانے کی تحقیق کرنا چاہے تو اسے واقعہ افک میں نازل ہونے والی آیات کا خوب گہرائی سے مطالعہ کرنا چاہیے اور اس پر غور کرنا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت شان کے لیے اللہ تعالیٰ نے کس قدر اپنا غیظ و غضب ظاہر کیا اور کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے پردۂ عصمت سے تہمت کو دُور کیا۔ [1]

۸۔ **سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر طعن و تشنیع اور ان کی مدحت کا تعلق کفر و ایمان کے ساتھ ہونا:** ..... کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب میں منصوص طریقے سے اس الزام کو بہتان کہہ دیا تو اس کے بعد جو بھی اس میں شک کرے گا وہ قطعی طور پر کافر ہے اور یہ بہت بلند درجہ ہے۔ [2]

۹۔ **سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کتنا گہرا تعلق تھا:** ..... اس پر انھیں کتنا یقین اور اعتماد تھا اور انھیں اللہ کی پناہ پر کتنا بھروسہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی براءت نازل فرمائی تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے صرف اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور اس کے علاوہ کسی کی بھی حمد و ثنا نہیں کی۔

۱۰۔ **سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا دفاع کرنے والوں کی فضیلت کا بیان:**

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کے فوائد میں لکھا:

''اس حدیث میں ام مسطح کی بہت بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے، کیونکہ انھوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں افواہ پھیلانے کی وجہ سے اپنے بیٹے کو ترجیح نہیں دی بلکہ اس جرم کی وجہ سے اسے بددعا دی۔'' [3]

---

[1] الکشاف للزمخشری، ج ۳، ص: ۲۲۳۔

[2] تفسیر الرازی، ج ۲۳، ص: ۳۳۸۔

[3] فتح الباری لابن حجر، ج ۸، ص: ٤٨٠۔

ہم کہتے ہیں: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دین کو امت کی طرف منتقل کرنے والے اصحاب رضی اللہ عنہم پر طعن و تشنیع کرنے والوں کے ساتھ محبت جتلانا دین و امانت کی کمزوری کی دلیل ہے۔ اے اللہ! تو ہم پر اپنے دین اسلام کی وجہ سے رحم فرما۔

۱۱۔ یہ کہ قیامت تک پاک دامنی عائشہ رضی اللہ عنہا کی صفت لازمہ بن گئی اور یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم حکمت ہے۔ اسی لیے مسروق بن اجدع جب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کوئی حدیث روایت کرتے تو یوں کہتے:

''صدیقہ بنت صدیق، اللہ تعالیٰ کے محبوب کی محبوبہ، پاک دامن و پاک باز سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی۔'' [1]

مسروق رحمہ اللہ کی کنیت (ابو عائشہ) تھی۔ [2]

۱۲۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان تواضع و انکساری کی وضاحت:...... یہ کہ وہ اپنی براءت کے لیے اپنے آپ کو اس لائق نہیں سمجھتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے معاملے میں قرآن نازل کرے۔

❀:......اہل علم نے مزید کتنے ہی فوائد جمع کیے ہیں جو اس حادثہ میں سامنے آئے۔ ان میں سے اہم درج ذیل ہیں:

الف: دَورِ ابتلاء:...... اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو آزمایا اس طرح سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، سیّدنا صفوان بن معطل، سیّدنا حسان بن ثابت اور سیّدہ حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہم کی بھی آزمائش کی۔ اللہ کے فضل سے سب ہی اس آزمائش سے خالص سونا بن کر کامیاب ہوئے اور آزمائش نیک انجام پر منتج ہوتی ہے۔ کیونکہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دونوں کے خاندانوں نے جو صبر عظیم کیا اور قوت برداشت کا مظاہرہ کیا اور اپنے ایمان کی تصدیق کی، اس کی وجہ سے دونوں خاندانوں کو رفعت درجات اور جزاء حسن اور اجر عظیم ملے۔ چنانچہ کشادگی میں تاخیر کا سبب امتحان، آزمائش اور تحقیق وتمیز تھا تا کہ اہل ایمان اور اہل نفاق میں امتیاز ہو جائے۔ نیز اس لیے بھی تاخیر ہوئی تا کہ اہل ایمان اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلق قائم کر لیں اور اس ابتلاء سے احسن انداز میں گلو خلاصی ہونے کا سب انتظار کریں۔

علامہ ابن القیم الجوزیہ رحمہ اللہ نے واقعہ افک کی کچھ حکمتیں جیسے اللہ کے ساتھ حسن ظن اور اسی سے

---

[1] مسند احمد، ج ٦، ص: ٢٤١۔ [2] تهذيب الكمال للمزی، ج ٢٧، ص: ٤٥١-٤٥٢۔

اپنی حاجت مندی کا بیان وغیرہ جمع کرنے کے بعد لکھا:

''اگر اللہ تعالیٰ حقیقت حال سے اپنے رسول کو پہلے ہی مرحلے میں آ گاہ کر دیتا اور فوراً اس کے متعلق وحی نازل ہو جاتی تو مذکورہ حکمتیں بلکہ اس سے بڑھ کر دوگنا چوگنا حکمتیں حاصل نہ ہوتیں۔'' ❶

ب: یہ کہ اس حادثہ سے اہل ایمان کو بے شمار اعلیٰ قسم کے آداب اسلامی کی تعلیم ملی۔ جیسے اہل ایمان کی نیک نامی کی تمنا کرنا اور آپس میں حسن ظن قائم رکھنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کو تادیباً یہ سمجھایا گیا کہ وہ کسی بھی مومن کے ذاتی معاملے کو اپنے اوپر قیاس کر کے سمجھیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَوْ لَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا ۙ وَّ قَالُوْا هٰذَاۤ اِفْكٌ مُّبِیْنٌ ۝﴾ (النور: ۱۲)

''کیوں نہ جب تم نے اسے سنا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے نفسوں میں اچھا گمان کیا اور کہا کہ یہ صریح بہتان ہے۔''

اکثر مفسرین نے یہ حکمت بھی تحریر کی کہ اسی طرح ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ دوسرے مسلمان کا دفاع کرے۔ خصوصاً جب معاملہ ان میں سے اہل علم وفضل کا ہو۔

نیز یہ فائدہ بھی حاصل ہوا کہ بات کو پھیلانے سے پہلے اس کی تحقیق کر لینی چاہیے اور اس کی صحت کی چھان بین کرنا ضروری ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ لَوْ لَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ ۝﴾ (النور: ۱۶)

''اور کیوں نہ جب تم نے اسے سنا تو کہا ہمارا حق نہیں ہے کہ ہم اس کے ساتھ کلام کریں، تو پاک ہے، یہ بہت بڑا بہتان ہے۔'' ❷

اسی طرح اہل ایمان کے درمیان فحش باتوں کی نشر واشاعت سے بھی روک دیا گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۙ فِی الدُّنْیَا وَ

---

❶ زاد المعاد لابن القیم، ج ۳، ص: ۲۳۵۔

❷ احکام القرآن للقرطبی، ج ۱۲، ص: ۲۰۲۔ البحر المحیط لابی حیان، ج ۸، ص: ۲۱۔

الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ (النور: ۱۹)

''بے شک جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ ان لوگوں میں بے حیائی پھیلے جو ایمان لائے ہیں، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

اسی طرح قرابت داروں پر خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اگرچہ وہ بدسلوکی کریں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ لَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ السَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْۤا اُولِي الْقُرْبٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَ لْيَعْفُوْا وَ لْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ (النور: ۲۲)

''اور تم میں سے فضیلت اور وسعت والے اس بات سے قسم نہ کھالیں کہ قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دیں اور لازم ہے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمھیں بخشے اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

ج: اہل ایمان پر اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان اس کی ان پر شفقت اور رحم دلی کا بیان۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَاۤ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ (النور: ۱۴)

''اور اگر دنیا اور آخرت میں تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو یقیناً اس بات کی وجہ سے جس میں تم مشغول ہوئے، تم پر بہت بڑا عذاب پہنچتا۔''

اسی طرح سچے اہل ایمان پر اللہ تعالیٰ کی غیرت، اس کی طرف سے ان کا دفاع اور جو ان پر زنا وغیرہ کی تہمت لگائے اللہ تعالیٰ کا ان کو دنیا و آخرت میں لعنت کا چیلنج دینا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں بیان ہوا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۪ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ (النور: ۲۳)

''بے شک وہ لوگ جو پاک دامن، بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں لعنت کیے گئے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔''

د: یہ کہ واقعہ افک سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت پر واضح دلیل مل گئی اور یہ کہ آپ غیب نہیں جانتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا مہینہ اس آزمائش میں گزارا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاملہ کی حقیقت کا ذرہ بھر علم نہ تھا۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرتے رہے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رہنے والی صحابیات اور گھر میں آنے جانے والے اصحاب سے معاملے کے بارے میں پوچھتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے کتنی سچی بات کی ہے:

﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَا سْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ ۛۚ وَ مَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ۛؕ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۠﴾

(الاعراف: ۱۸۸)

''کہہ دے میں اپنی جان کے لیے نہ کسی نفع کا مالک ہوں اور نہ کسی نقصان کا، مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو ضرور بھلائیوں میں سے بہت زیادہ حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی، میں نہیں ہوں مگر ایک ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں ان بدعتی گروہوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بشر نہیں تھے۔ نیز وہ یہ یہ ان کا دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم علم غیب جانتے تھے۔

ھ: یہ کہ اس حادثے نے اہل ایمان کی صفوں میں گھسے ہوئے منافقوں کو علیحدہ کر دیا۔ چنانچہ آزمائشوں اور فتنوں کا ایک اساسی فائدہ یہ بھی ہے کہ سینوں میں چھپا ہوا نفاق ظاہر ہو جاتا ہے اور اسلام اور اہل اسلام سے بغض رکھنے والوں کا پتا چل جاتا ہے۔ منافقت اور منافقوں کا سب کو پتا چل جاتا ہے۔

و: یہ کہ اسلام کے داعی جو صدق و اخلاص کے ساتھ اسلام کی دعوت و تبلیغ میں مصروف رہتے ہیں ہمیشہ تہمتوں، ملامتوں، سازشوں اور خصوصاً اہل علم و فضل و شرف ان اوچھے ہتھکنڈوں کا عموماً نشانہ بنتے ہیں۔ منتقم المزاج حاسدین کا یہی وتیرہ چلا آ رہا ہے۔

غور کا مقام ہے کہ مریم بنت عمران علیہا السلام کی عزت و عفت و پاک دامنی پر جھوٹا بہتان لگایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اس الزام سے بری کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ مَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِیْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَ صَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهٖ وَ كَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِیْنَ۠﴾ (التحریم: ۱۲)

''اور عمران کی بیٹی مریم کی (مثال دی ہے) جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی تو ہم نے اس میں اپنی ایک روح پھونک دی اور اس نے اپنے رب کی باتوں کی اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت کرنے والوں میں سے تھی۔''

اسی طرح یوسف علیہ السلام کی عزت پر بھی بہتان لگایا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بھی اس بہتان سے بری کر دیا۔ ہم نے کثرت سے پڑھا اور سنا ہے کہ ہر زمانے میں سچے داعیوں اور جلیل القدر علماء کی عزتوں پر تہمتیں لگائی جاتی رہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہی غالب رہتا ہے کہ وہ اہل ایمان کو نکھارتا ہے اور کافروں کو مٹا دیتا ہے۔ کیونکہ کوئی زمانہ ایسا نہ گزرا جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں کو پاک دامن اور گناہوں کی دلدل سے محفوظ قرار نہ دیا ہو اور ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنی غالب قدرت سے مضبوطی سے گرفتار کر لیتا ہے جو گناہ اور جرم سے بھرپور سازشیں کرتے ہیں۔

دوسرا نکتہ:......واقعہ افک کے زمانۂ جدید میں مثبت اثرات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جس گروہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طاہر و کریم گھرانے پر تہمت لگائی اور اس میں شکوک و شبہات پیدا کیے وہ آج بھی موجود ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک گروہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو زنا وغیرہ جیسے گھناؤنے افتراءات کا نشانہ بناتا رہتا ہے۔ [1] جبکہ اللہ تعالیٰ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان جھوٹی اور من گھڑت تہمتوں سے بہت پہلے سے ہی بری کر دیا تھا۔ لیکن ظالموں کا یہ گروہ پھر وہی تہمتیں لے کر لوٹ آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ (النور: ۱۷)

''اللہ تمھیں نصیحت کرتا ہے اس سے کہ دوبارہ کبھی ایسا کام کرو، اگر تم مومن ہو۔''

حالانکہ گزشتہ اور موجودہ زمانے کا ہدف ایک ہی ہے جس کا مقصد اسلام اور اہل اسلام کی تنقیص ہے۔ لیکن موجودہ زمانے کا بہتان زمانہ قدیم کے بہتان سے زیادہ خطرناک ہے، کیونکہ یہ نزول قرآن کے بعد ظاہر ہوا ہے جبکہ بہتان قدیم سے براءت تو قرآن کریم میں بیان ہو چکی ہے اور اسے دہرانے کی

---

[1] اس زمانہ کے ایک زندیق اور نجس انسان نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے یوم وفات کی مناسبت سے سترہ رمضان ۱۴۳۱ ہجری ایک ناپاک محفل منعقد کی جس میں اس ظالم نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف ہر نقص منسوب کیا جس کے سننے کی کوئی اہل ایمان تاب نہیں لا سکتا کجا کہ اسے اپنے منہ یا نوک قلم سے بیان کرے۔ پھر اس ظالم و ملعون شخص نے اس کے بعد آنے والے اسی دن کے موقع پر یہ محفل بپا کی۔ اللہ اسے اور اس کا انتظام کرنے والوں کو ان کی بدعملی جیسا وہی اجر عطا کرے جس کے وہ مستحق ہیں۔ اس سے اور اس کے ہم نواؤں سے جنھوں نے اس محفل میں سیدہ رضی اللہ عنہا کے متعلق اخلاق سوز گفتگو کی، ان سے ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا وہی اللہ انتقام لے۔

ممانعت بھی ہو چکی ہے۔ لیکن موجودہ زمانے کے افتراء پردازوں نے قرآن کریم کو جھٹلانے کے علاوہ بہت کچھ ماننے سے انکار کر دیا اور جس عمل سے اللہ تعالیٰ نے روکا تھا وہ اسی کا دوبارہ ارتکاب کر رہے ہیں۔

آسمان سے براءت نازل ہونے اور اللہ کی جانب سے سیدہ رضی اللہ عنہا کی طہارت و پاکیزگی کا اعلان آنے کے باوجود ہمارا مشاہدہ ہے کہ کچھ لوگوں کے دل کفر، نفاق اور خباثت سے لبریز ہیں۔ وہ الفاظ میں تحریف کرتے ہیں اور رب العالمین کی مخلوق کی معزز ترین اور سب سے زیادہ پاکباز عورت کی تنقیص و تقبیح میں محو و مشغول ہیں۔ مسلمانوں کے درمیان تفرقہ بازی کے مرتکب ہو رہے ہیں اور ان کے درمیان فتنہ و فساد پھیلانے میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں اور ان کے زعم باطل کے مطابق حبّ اہل بیت علیہم السلام کی آڑ میں وہ اللہ اور اس کے رسول کی معصیت کا ارتکاب نہایت جرأت مندی اور دیدہ دلیری سے کرتے ہیں۔

حالانکہ اہل بیت ان سے بیزار ہیں وہ لوگوں کے لیے ان کا دین، عقیدہ اور اسلام بگاڑ رہے ہیں۔

قدیم زمانے کے واقعہ افک کی تہوں میں بے شمار خیر مخفی تھی۔ اسی طرح موجودہ زمانے کے جدید بہتان بھی فوائد اور مثبت آثار سے خالی نہیں بلکہ بھلائیوں، بشارتوں، فضائل اور برکتوں سے مالا مال ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قدیم بہتان کے بارے میں جو فرمایا وہی موجودہ زمانے کے بہتان پر صادق آتا ہے:

﴿لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ۭ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ﴾ (النور: ۱۱)

''اسے اپنے لیے برا مت سمجھو، بلکہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔''

جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان تراشوں نے حملہ کر دیا اور نئے انداز سے اس کی نسبت سے بہتان تراشے تو یہ فتنہ بھی اپنے ساتھ بے شمار فوائد اور ثمرات طیبہ لایا۔ ان میں سے اہم فوائد ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

ا۔ اس ظالمانہ عمل کے نتیجے میں سب سے بڑی بھلائی امت مسلمہ کو یہ حاصل ہوئی ہے کہ اکثر اہل اسلام کے سامنے رافضیت کی طرف منسوب لوگوں کا دین اور اخلاق کھل کر سامنے آ گیا ہے اور وہ اپنے علاوہ دیگر تمام امت اسلامیہ کے لیے جو بدعملیاں کرتے ہیں اور جو بغض و خباثت ان کے سینوں کے اندر پھڑ پھڑا رہی ہے خصوصاً اکثر صحابہ اور امہات المومنین رضی اللہ عنہم کے بارے میں وہ جو کچھ اپنے دلوں میں ''تقیہ'' کے پردوں میں چھپائے ہوئے ہیں اور جو کچھ ان کی زبانوں سے الم غلم نکلتا رہتا ہے، اس سے امت اسلامیہ کا ہر منصف مزاج پیروکار اس کی حقیقت سے واقف ہو گیا ہے کہ اس کا سبب وحید امت کا رافضیت کی اصلیت سے جہالت اور عدم معرفت ہے۔

۲۔ اس موجودہ حادثہ بہتان میں ان لوگوں کے لیے صریح پیغام ہے جو مذہب تشیع سے ناطہ جوڑنا چاہتے ہیں کہ وہ جن مصلحتوں کا شکار ہیں، ان مصلحتوں کو ان کی بنیاد سے اکھیڑ دیا گیا ہے اور اب ان کے لیے واضح ہو گیا ہے کہ وہ حق اور باطل کو اکٹھا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور ان کی مثال بالکل اس شخص کی ہے جو پانی میں جلتا ہوا انگارہ تلاش کرے یا جو سراب سے اپنی پیاس بجھانا چاہے۔

۳۔ اس مصیبت کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ بیشتر علماء و دعاۃ اہل سنت، رافضیت کے خطرات سے امت کو آگاہ کرنے میں لگ گئے اور اس کے بد اثرات کا پول کھولنے میں اہم کردار ادا کرنے میں مصروف ہو گئے اور جدید وسائل سے استفادہ کرتے ہوئے الیکٹرانک میڈیا کے متعدد چینلز اور انٹرنیٹ پر متعدد مخصوص ویب سائٹس کے ذریعے سے اہل روافض کی پھیلائی ہوئی ضلالتوں اور ان کی طرف سے اسلام کے چہرے کو مسخ کرنے کی کاوشوں کا خوب قلع قمع کیا گیا ہے، جو واقعی قابل تعریف ہے۔

اللہ تعالیٰ کی مشیت تھی کہ روافض کے خطرات سے آگاہی کے لیے عوام کا شعور بیدار کیا جائے تاکہ وہ گھروں، چوک چوراہوں، بازاروں، فیکٹریوں، اجتماعات اور محافل میں رافضیوں کے پھیلائے ہوئے گمراہ عقائد و اعمال کی اصلاح کریں اور یہ عمل الحمد للہ خیر کثیر کا پیش خیمہ ہے۔ جس کے فوائد بہت زیادہ ہیں۔ دعاۃ و خطباء اور واعظین کا کام بہت آسان ہو گیا ہے اور بد اعمالوں کی تدبیروں سے صرف بد اعمال ہی ہلاک ہوتے ہیں۔ والحمد للہ رب العالمین!!

۴۔ اس موجودہ بہتان تراشی کا ایک مثبت اثر یہ بھی ہے کہ عام لوگ جو رافضیوں کے مکر و فریب کا شکار ہو گئے تھے ان کی آنکھوں سے پردہ ہٹ گیا۔ ہم نے سنا ہے کہ رافضی بکثرت اہل سنت کا مذہب اختیار کر رہے ہیں اور اپنے سابقہ طرز عمل پر ندامت کا اظہار کر رہے ہیں۔ روافض خلفائے راشدین اور امہات المومنین سمیت اکثر صحابہ کے بارے میں جس بداعتقادی کا شکار ہیں اور وہ ان نفوس قدسیہ کے ساتھ جس قدر کینہ اور بغض رکھتے ہیں ان سے توبہ تائب ہو رہے ہیں اس خیر کے لیے ہم اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کریں کم ہے۔ [1]

۵۔ اہل سنت نے میڈیا کے جدید ذرائع کو صحابہ اور امہات المومنین کے فضائل و مناقب بیان کرنے کے لیے خوب استعمال کیا ہے، جبکہ روافض کا خصوصی نشانہ ہماری پیاری امی جان سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ اہل سنت کے علماء و خطباء اور مصنّفین نے ان کا دفاع سنہری حروف کے ساتھ کیا اور یہی

[1] مقالہ: بعنوان "ماھی اول بر کتکم یا آل ابی بکر" جدید واقعہ افک کی برکتیں تہ بہ تہ ہیں لعبد الرحمن بن محمد السید

برکت ہی کافی ہے۔

۶۔ ماضی قریب میں کچھ علماء اور محققین طلباء نے ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق شر انگیز شبہات کو جمع کیا اور ان کی پرزور اور مدلل تردید کی اور صحابہ اور امہات المومنین رضی اللہ عنہم کے متعلق من گھڑت افسانوں اور جھوٹی افواہوں کا اچھی طرح بطلان کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کارنامے کا بیڑہ اٹھانے والوں کو ہماری طرف سے اور اسلام کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے۔

۷۔ سیرت امہات المومنین اور سیرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق کچھ مؤسسات خیریہ اور رفاہی منظمات اور اسلامی ویب سائٹس کے ذریعے کوئز پروگرام چلائے جا رہے ہیں جو ان ذوات قدسیہ کے اردگرد پھیلائے ہوئے من گھڑت افسانوں کی تردید میں بہت کارگر ثابت ہو رہے ہیں۔

۸۔ انحاء عالم سے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے دفاع کے لیے ادباء اور شعراء نے بھی میدان سجا لیے اور جو انھیں طعن و تشنیع کا نشانہ بنائے ہوئے تھے، ان کی ہجو میں شعراء اہل سنت نے بحسن وخوبی عمدہ کردار ادا کیا۔

۹۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیٹوں کی اپنی امی جان کے ساتھ محبت وعقیدہ میں قابل قدر اضافہ ہو گیا اور جو اس کی شان اور آبرو پر طعن و تشنیع کرتے ہیں ان کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیٹوں کے بغض و نفرت میں شدت پیدا ہو گئی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے اپنی امی جان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنے کے لیے ہر وقت دعائیں کرتے ہیں اور ان کی سیرت عاطرہ کو زندہ رکھنے کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہتے ہیں۔ ہم میں سے کتنے نوجوان ایسے ہیں جن کو صرف اتنا ہی معلوم ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب بیوی ہیں، اس کے علاوہ انھیں اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔ لہٰذا ہم پر واجب ہے کہ ہم اپنی اولاد اور اہل وعیال کے سامنے سیرت عائشہ کو دہراتے رہیں تاکہ ہماری اولاد بھی اپنی امی جان کی سیرت سے آگاہ ہو جائے اور وہ اس کی اقتدا میں اپنی زندگیاں گزاریں۔

❀ ...... درج بالا خیر کی ہماری عملی زندگی میں موجود کچھ مثالیں:

۱۔ مساجد اور مدارس کو عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ موسوم کرنا۔

۲۔ اہل اسلام کے اکثر خاندان اپنی بیٹیوں کے نام عائشہ رضی اللہ عنہا رکھتے ہیں۔

۳۔ انٹرنیٹ پر بکثرت ایسی سائٹس موجود ہیں جو سیرت وفضائل اور براءت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نشر کرتی رہتی ہیں۔

۴۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بغض و عداوت رکھنے والوں کے ساتھ دشمنی میں روز افزوں اضافہ ہوتا

جاتا ہے۔

۵۔ نبی ﷺ کے دل میں راسخ آپ ﷺ کی محبوب بیوی کے فضائل و مناقب خطبوں اور تحریری مقالات میں بیان کیے جاتے ہیں۔

٦۔ فقہ، حدیث اور دعوت کی مجلّات میں کتب اور تحقیقی مقالے اور اس باب میں منہج اہل سنت کے مطابق تحقیقات کا نشر ہونا۔

اختصار کے ساتھ تحریر کردہ مذکورہ امور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی یاد دلاتے ہیں:

﴿لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ۭ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ﴾ (النور: ۱۱)

''اسے اپنے لیے برا مت سمجھو، بلکہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔''

اگرچہ آیت کریمہ تو اس واقعہ افک کے ضمن میں نازل ہوئی جو منافقوں نے تیار کی تھی لیکن آج آیت کا نکھار واضح ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان بلند کرنا چاہی اور ایسا کیوں نہ ہوتا بالآخر وہ رسول اللہ ﷺ کی محبوبہ ہے۔

جس حقیقت میں ذرہ بھر شک نہیں کہ نبی کریم ﷺ کی بیوی عائشہ رضی اللہ عنہا فضل وسبقت سے بھرنے کے لیے اپنا کشکول ہمیشہ بلند رکھتیں اور بے عقل روافض عفیفۂ کائنات عائشہ رضی اللہ عنہا کے ان اعمال ونظریات پر مواخذہ کرتے ہیں جن کے متعلق نبی ﷺ اپنی توجیہات اور ارشادات عائشہ رضی اللہ عنہا کی جانب مبذول کرتے رہتے تھے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے یہ نظریات دو طرح سے ان کے حق میں جاتے ہیں:

ا۔ یہ کہ آپ ﷺ کی وہ توجیہات وتادیبات مسلمان گھرانے کے لیے باعث تربیت و برکت بن گئی ہیں۔

۲۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نبی ﷺ کی ہر نصیحت کو توجہ سے سننا اور اس پر عمل کرنا ہر مسلمان عورت کے لیے مشعل راہ ہے۔

آخر میں ہم یہ ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ موجودہ زمانے کے واقعہ افک کے یہ چند مثبت فوائد تحریر کیے گئے جو دراصل دریا میں سے چلو بھر پانی لینے کے مترادف ہے۔

مراجع و مصادر

اہل سنت کی کتب

١- الآثار: ليعقوب بن إبراهيم بن حبيب الأنصاري، تحقيق: أبو الوفا، الناشر: دارالكتب العلمية، بيروت.

٢- الآحاد و المثاني: لابن أبي عاصم، أحمد بن عمرو بن الضحاك، الناشر: دار الراية، الرياض.

٣- آداب الزفاف في السنة المطهرة: لمحمد ناصر الدين الألباني، الناشر: دار السلام.

٤- الآداب الشرعية: لمحمد بن مفلح، تحقيق: شعيب الأرناؤوط، مؤسسة الرسالة، بيروت.

٥- آل رسول الله و أولياؤه موقف أهل السنة و الشيعة من عقائلهم، و فضائلهم و فقههم، و فقهائهم: لمحمد عبدالرحمن.

٦- الأباطيل و المناكير و الصحاح و المشاهير: للحسين بن إبراهيم الجورقاني، دار الصميعي، الرياض.

٧- أبكار الأفكار في أصول الدين: لعلي بن أبي علي بن محمد الآمدي، القاهرة.

٨- إتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة: لأحمد بن أبي بكر البوصيري، ناشر: دار الوطن، الرياض.

٩- إتحاف الزائر و إطراف المقيم للسائر في زيارة النبيﷺ: لعبد الصمد بن عبدالوهاب بن عساكر.

١٠- إتحاف المهرة بالفوائد المبتكرة من أطراف العشرة: لأحمد بن حجر العسقلاني، بالمدينة.

١١- الإجابة لإيراد ما استدركته عائشة على الصحابة: لبدر الدين محمد بن عبدالله الزركشي، بيروت.

١٢- الأجوبة المرضية فيما سئل السخاوي عنه من الأحاديث النبوية: لمحمد بن عبدالرحمن السخاوي، الرياض.

١٣- الأحاديث المختارة: لمحمد بن عبدالواحد المقدسي، الناشر: دار خضر، بيروت.

١٤- الأحاديث النبوية في فضائل معاوية: لمحمد بن الأمين الشنقيطي، الناشر، دارالضياء.

١٥- أحاديث أم المؤمنين عائشة: لمرتضى العسكري، الناشر: التوحيد.

١٦- أحاديث معلة ظاهرها الصحة: لمقبل بن هادي الوادعي، الناشر: دار الآثار.

١٧- أحكام القرآن: لمحمد بن عبدالله أبوبكر بن العربي، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت.

١٨- الإحكام في أصول الأحكام: لعلي بن أحمد بن حزم، الناشر: دار الآفاق الجديدة، بيروت.

١٩- الإحكام في أصول الأحكام: لعلي بن أحمد بن حزم، الناشر: دار الآفاق الجديدة، بيروت.

٢٠- أحوال الرجال: لإبراهيم بن يعقوب الجوزجاني، دار النشر: حديث أكادمي، فيصل آباد، باكستان.

٢١- أخبار مكة: لمحمد بن إسحاق الفاكهي، تحقيق: عبدالملك عبدالله دهيش، الناشر: دار خضر، بيروت.

٢٢- الأدب المفرد: لمحمد بن إسماعيل البخاري، الناشر: دار البشائر الإسلامية، بيروت.

٢٣- الأذكار: ليحيى بن شرف النووي، الناشر: مكتبة المؤيد.

٢٤- الأربعين في مناقب أمهات المؤمنين رحمة الله عليهن أجمعين: لعبد الرحمن بن محمد بن الحسن ابن عساكر.

٢٥- إرشاد الفقيه: لإسماعيل بن عمر بن كثير، تحقيق: بهجة يوسف أبو الطيب، الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت.

٢٦- الإرشاد: لخليل بن عبدالله القزويني، تحقيق محمد سعيد إدريس، الناشر: مكتبة الرشد، الرياض.

٢٧- إرواء الغليل في تخريج أحاديث منار السبيل: لمحمد ناصر الدين الألباني، الناشر المكتب الإسلامى، بيروت.

٢٨- أزهار الرياض في أخبار القاضي عياض: لأحمد بن محمد التلمساني، الناشر: مطبعة لجنة التأليف...... ، القاهرة.

٢٩ـ **الاستيعاب في معرفة الأصحاب**: ليوسف بن عبدالبر القرطبي، الناشر: دار الجيل، بيروت.
٣٠ـ **أسد الغابة في معرفة الصحابة**: لعلي بن محمد ابن الأثير، الناشر: دار الكتب العلمية.
٣١ـ **إسعاف المبطأ برجال الموطا**: لعبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي، الناشر: المكتبة التجارية الكبرى، مصر.
٣٢ـ **اسمى المطالب في سيرة أمير المؤمنين علي بن أبي طالب**: لعلي محمد الصلابي، مكتبة الصحابة، الشارقة.
٣٣ـ **الإصابة في تمييز الصحابة**: لأحمد بن حجر العسقلاني، الناشر: دار الجيل، بيروت.
٣٤ـ **الإصابة في تمييز الصحابة**: لأحمد بن حجر العسقلاني، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت.
٣٥ـ **أصل صفة الصلاة**: لمحمد ناصر الدين الألباني، الناشر: مكتبة المعارف، الرياض.
٣٦ـ **أصول الدين**: لأحمد بن محمد الغزنوي، الناشر: دار البشائر الإسلامية، بيروت.
٣٧ـ **أضواء البيان في إيضاح القرآن بالقرآن**: لمحمد الأمين الشنقيطي، الناشر: دار الفكر، بيروت.
٣٨ـ **الاعتقاد القادري**: لأحمد بن الحسن الباقلاني، الناشر: مجلة جامعة أم القرى لعلوم الشريعة و اللغة العربية.
٣٩ـ **الاعتقاد و الهداية إلى سبيل الرشاد على مذهب السلف و أصحاب الحديث**: لأحمد بن الحسين البيهقي.
٤٠ـ **اعتلال القلوب**: لمحمد بن جعفر الخرائطي، الناشر: نزار مصطفى الباز، مكة المكرمة.
٤١ـ **إعلام الموقعين عن رب العالمين**: لمحمد بن أبي بكر ابن قيم الجوزية، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت.
٤٢ـ **الإعلام بمن في تاريخ الهند من الأعلام**: لعبد الحي بن فخر الدين الطالبي، الناشر: دار ابن حزم، بيروت.
٤٣ـ **الأعلام**: لخير الدين بن محمود الزركلي، الناشر: دار العلم للملايين.
٤٤ـ **الاقتراح في بيان الاصطلاح**: لمحمد بن علي ابن دقيق العيد، الناشر: دار الباز، مكة.
٤٥ـ **الإقناع في فقه الإمام أحمد بن حنبل**: لموسى بن احمد الحجاوي، الناشر: دار المعرفة بيروت.
٤٦ـ **الإكليل في استنباط التنزيل**: لعبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت.
٤٧ـ **إكمال المعلم بفوائد مسلم**: للقاضى عياض بن موسى اليحصبى، الناشر: دار الوفاء، مصر.
٤٨ـ **ألفية السيوطي في علم الحديث**: لعبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي، الناشر، المكتبة العلمية.
٤٩ـ **أم المؤمنين عائشة رضي الله عنها فضها، و خصائصها، و ثبوت طهارتها من الله عزوجل**: لمحمد عبدالله الحاوري، صنعاء.
٥٠ـ **امالي المحاملي (رواية ابن يحيى البيع)**: للحسين بن إسماعيل المحاملي، الناشر: دار ابن القيم.
٥١ـ **الإمام القرطبي المفسر.....سيرته من تاليفه**: لمحمد بنشريفة، مركز الدراسات و الأبحاث و إحياء التراث.
٥٢ـ **الإمام في معرفة أحاديث الأحكام**: لمحمد بن علي ابن دقيق العيد، الناشر: دار المحقق.
٥٣ـ **الإمامة و الرد على الرافضة**: لأبي نعيم الأصبهاني، الناشر: مكتبة العلوم و الحكم، المدينة المنورة.
٥٤ـ **الأمثال في الحديث النبوي**: لعبد الله بن محمد أبو الشيخ، الناشر: الدار السلفية، الهند.
٥٥ـ **الأموال**: لابن زنجوية، حميد بن مخلد بن قتيبة، الناشر: مركز الملك فيصل للبحوث، السعودية.
٥٦ـ **إنباء الغمر بأبناء العمر**: لأحمد بن حجر العسقلاني، الناشر: المجلس الأعلى للشئون الإسلامية، مصر.
٥٧ـ **إنباه الرواة على أنباه النحاة**: لعلي بن يوسف القفطي، الناشر: المكتبة العصرية، بيروت.
٥٨ـ **الانتصار لكتاب العزيز الجبار و لأصحاب محمد الأخيار على أعدائهم الأشرار**: الناشر: مجالس الهدى، الجزائر.
٥٩ـ **الانتصار للصحب و الآل من افتراءات السماوي الضال**: لإبراهيم بن عامر الرحيلى، الناشر: المدينة المنورة.
٦٠ـ **الأنساب**: لعبد الكريم بن محمد السمعاني، الناشر: مجلس دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد.
٦١ـ **أنوار التنزيل و أسرار التأويل**: لعبد الله بن عمر البيضاوي، الناشر: دار إحياء التراث العربي، بيروت.
٦٢ـ **الأنوار الكاشفة لما في كتاب أضواء على السنة من الزلل و التضليل و المجازفة**: لعبد الرحمن بن يحيى المعلمي.

٦٣- **الأنوار النعمانية**: لنعمة الله الجزائري الموسوي، الناشر: شركة جاب، تبريز، إيران.

٦٤- **أنيس الفقهاء في تعريفات الألفاظ المتداولة بين الفقهاء**: لقاسم بن عبدالله القونوي، الناشر: دار الكتب العلمية.

٦٥- **إيضاح المكنون في الذيل على كشف الظنون عن أسامي الكتب و الفنون**: لإسماعيل باشا بن محمد البابانى.

٦٦- **الإيضاح**: للفضل بن شاذان الأزدي، الناشر: مؤسسة انتشارات.

٦٧- **البحر المحيط في التفسير**: لمحمد بن يوسف بن حيان، الناشر: دار الفكر، بيروت.

٦٨- **البدء و التاريخ**: لمطهر بن طاهر المقدسي، الناشر: مكتبة الثقافة الدينية، بور سعيد، الطبعة: بدون.

٦٩- **البداية و النهاية**: لإسماعيل بن عمر بن كثير، تحقيق: عبدالله بن عبدالمحسن التركي، الناشر: دار هجر.

٧٠- **بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع**: لأبي بكر بن مسعود الكاسني، الناشر: دار الكتاب العربي، بيروت.

٧١- **بدائع الفوائد**: لمحمد بن أبي بكر ابن قيم الجوزية، الناشر: دار الكتاب العربي، بيروت.

٧٢- **البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع**: لمحمد بن علي الشوكاني، الناشر: دار المعرفة، بيروت.

٧٣- **البدر المنير في تخريج الأحاديث و الأثار الواقعة في الشرح الكبير**: لعمر بن علي ابن الملقن، الرياض.

٧٤- **بغية الباحث عن زوائد مسند الحارث**: لابن أبي أسامة الحارث بن محمد بن داهر، المدينة المنورة.

٧٥- **بغية الرائد لما تضمنه حديث أم زرع من الفوائد**: للقاضي عياض بن موسى اليحصبي، الناشر: دار الفرقان.

٧٦- **بغية الوعاة في طبقات اللغويين و النحاة**: لعبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي، الناشر: المكتبة العصرية، بيروت.

٧٧- **بلوغ المرام من أدلة الأحكام**: لأحمد بن حجر العسقلاني، الناشر: دار الفيحاء.

٧٨- **البيان و التبيين**: لعمرو بن بحر الجاحظ، الناشر: دار و مكتبة الهلال، بيروت.

٧٩- **تاج التراجم**: لقاسم بن قطلوبغا السودوني، تحقيق: محمد خير رمضان، الناشر: دار القلم، دمشق.

٨٠- **تاج العروس من جواهر القاموس**: لمحمد الحسيني، الملقب بمرتضى الزبيدي، الناشر: دار الهداية.

٨١- **تاريخ ابن معين (رواية الدوري)**: ليحيى بن معين بن عون، الناشر: إحياء التراث الإسلامى، مكة المكرمة.

٨٢- **تاريخ إربل**: لابن المستوفي المبارك بن أحمد الإربلي، الناشر: وزارة الثقافة و الإعلام، العراق.

٨٣- **تاريخ الإسلام و وفيات المشاهير و الأعلام**: لمحمد بن أحمد الذهبي، الناشر: دار الكتاب العربي، بيروت.

٨٤- **تاريخ الإسلام و وفيات المشاهير و الأعلام**: لمحمد بن أحمد الذهبي، دار النشر: دار الكتاب العربي، بيروت.

٨٥- **التاريخ الأوسط**: لمحمد بن إسماعيل البخاري، الناشر: دار الوعي، مكتبة دار التراث.

٨٦- **تاريخ الخلفاء الراشدين الفتوحات و الإنجازات السياسية**: لمحمد سهيل طقوش، الناشر: دار النفائس.

٨٧- **تاريخ الخلفاء**: لعبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي، الناشر: مكتبة نزار مصطفى الباز، مكة المكرمة.

٨٨- **تاريخ الطبري (تاريخ الرسل و الملوك)**: لمحمد بن جرير الطبري، الناشر: دار التراث، بيروت.

٨٩- **التاريخ الكبير المعروف بتاريخ ابن أبي خيثمة**: لأحمد بن أبي خيثمة، الناشر: الفاروق الحديثية، القاهرة.

٩٠- **التاريخ الكبير**: لمحمد بن إسماعيل البخاري، الناشر: دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد، الدكن.

٩١- **تاريخ المدينة**: لعمر بن شبة النميري البصري، تحقيق: فهيم محمد شلتوت.

٩٢- **تاريخ بغداد**: لأحمد بن علي الخطيب البغدادي، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت.

٩٣- **تاريخ خليفة بن خياط**: لخليفة بن خياط الشيباني، الناشر: دار القلم، مؤسسة الرسالة.

٩٤- **تاريخ دمشق**: لعلي بن الحسن بن هبة الله ابن عساكر، تحقيق: عمرو بن غرامة العمروي، الناشر: دار الفكر.

٩٥- *تاريخ دمشق: لعلي بن الحسن بن هبة الله المعروف بابن عساكر، الناشر: دار الفكر، بيروت.*

٩٦- *التبصرة: لعبد الرحمن بن محمد ابن الجوزي، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت.*

٩٧۔ **التبيين لأسماء المدلسين**: لإبراهيم بن محمد بن خليل، الناشر: مؤسسة الريان، بيروت.
٩٨۔ **التحرير و التنوير (تحرير المعنى السديد و تنوير العقل الجديد من تفسير الكتاب المجيد)**: لمحمد الطاهر بن عاشور.
٩٩۔ **تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي**: لمحمد عبدالرحمن المباركفوري، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت.
١٠٠۔ **التحفة اللطيفة في تاريخ المدينة الشريفة**: لمحمد بن عبدالرحمن السخاوي، الناشر: الكتب العلمية، بيروت.
١٠١۔ **تحفة المحتاج في شرح المنهاج**: لأحمد بن حجر الهيتمي، الناشر: المكبة التجارية الكبرى، مصر.
١٠٢۔ **تذكرة الحفاظ**: لمحمد بن أحمد الذهبي، الناشر: دار الكتب العلمية بيروت.
١٠٣۔ **التذكرة الحمدونية**: لمحمد بن الحسن بن حمدون، الناشر: دار صادر، بيروت.
١٠٤۔ **تراجم سيدات بيت النبوة ﷺ**: لعائشة عبدالرحمن بنت الشاطىء، الناشر: دار الريان للتراث، القاهرة.
١٠٥۔ **الترغيب و الترهيب**: لعبد العظيم المنذري، تحقيق: محمد السيد، الناشر: دار الفجر للتراث، القاهرة.
١٠٦۔ **تزيين الممالك بمناقب الإمام مالك**: لعبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي، دار الرشاد الحديثة الدار البيضاء.
١٠٧۔ **التسهيل لعلوم التنزيل**: لمحمد بن أحمد ابن جزي، الناشر: شركة دار الأرقم بن أبي الأرقم، بيروت.
١٠٨۔ **تشنيف المسامع شرح جمع الجوامع**: لمحمد بن بهادر الزركشي، الناشر: المكتبة المكية.
١٠٩۔ **تعريف أهل التقديس بمراتب الموصوفين بالتدليس**: لأحمد بن حجر العسقلاني، الناشر: مكتبة المنار، عمان.
١١٠۔ **تعريف عام بدين الإسلام**: لعلي بن مصطفى المطنطاوي، الناشر: دار المنارة، جدة.
١١١۔ **التعريفات**: لعلي بن محمد الجرجاني، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت.
١١٢۔ **تغليق التعليق على صحيح البخاري**: لأحمد بن حجر العسقلاني، الناشر: المكتب الإسلامي، دار عمار، بيروت.
١١٣۔ **تفسير ابن أبي حاتم**: تحقيق: أسعد محمد الطيب، الناشر: المكتبة العصرية، صيدا.
١١٤۔ **تفسير الراغب الأصفهاني**: للحسين بن محمد الراغب الأصفهاني، المقدمة و تفسير الفاتحة و البقرة.
١١٥۔ **تفسير الراغب الأصفهاني**: للحسين بن محمد الراغب الأصفهاني، من الآية ١١٤ من سورة النساء.
١١٦۔ **تفسير الراغب الأصفهاني**: للحسين بن محمد الراغب الأصفهاني، أول سورة آل عمران، حتى الآية ١١٣ النساء.
١١٧۔ **تفسير الطبري (جامع البيان عن تأويل آي القرآن)**: لمحمد بن جرير الطبري، الناشر: دار هجر.
١١٨۔ **تفسير القرآن العظيم**: لإسماعيل بن عمر بن كثير، تحقيق: سامي بن محمد سلامة، الناشر: دار طيبة.
١١٩۔ **تفسير أم المؤمنين عائشة ﵂**: لعبد الله أبو السعود بدر، الناشر: دار عالم الكتب.
١٢٠۔ **تفسير مقاتل بن سليمان**: لمقاتل بن سليمان البلخي، الناشر: دار إحياء التراث، بيروت.
١٢١۔ **تقريب التهذيب**: لأحمد بن حجر العسقلاني، تحقيق: محمد عوامة، الناشر: دار الرشيد، سوريا.
١٢٢۔ **تكملة المعاجم العربية**: لرينهارت بيتر آن دُوزي، ترجمة: محمد سليم النعيمي، الناشر: وزارة الثقافة و الإعلام.
١٢٣۔ **التلخيص الحبير في تخريج أحاديث الرافعي الكبير**: لأحمد بن حجر العسقلاني، الناشر: دار الكتب العلمية.
١٢٤۔ **تلقيح فهوم أهل الأثر في عيون التاريخ و السير**: لعبد الرحمن بن علي ابن الجوزي، الناشر: شركة دار...... بيروت.
١٢٥۔ **تمام المنة في التعليق على فقة السنة**: لمحمد ناصر الدين الألباني، الناشر: دار الراية، الرياض.
١٢٦۔ **التمهيد لما في الموطأ من المعاني و الأسانيد**: ليوسف بن عبدالبر القرطبي، الناشر: مؤسسة القرطبة.
١٢٧۔ **التمهيد و البيان في مقتل الشهيد عثمان**: لمحمد بن يحيى المالقي، الناشر: دار الثقافة، الدوحة.
١٢٨۔ **التنبيهات اللطيفة فيما احتوت عليه الواسطية من الباحث المنيفة**: لعبد الرحمن بن ناصر السعدي، دار طيبة الرياض.
١٢٩۔ **تنقيح التحقيق في أحاديث التعليق**: لمحمد بن أحمد الذهبي، الناشر: دار الوطن.
١٣٠۔ **تنقيح تحقيق أحاديث التعليق**: لمحمد بن أحمد ابن عبدالهادي، الناشر: دار الكتب العلمية.

١٣١ـ التنكيل بما في تأنيب الكوثري من الأباطيل: لعبد الرحمن بن يحيى المعلِّمي، الناشر: المكتب الإسلامى.

١٣٢ـ تنوير الحوالك شرح موطأ مالك: لعبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي، الناشر: المكتبة التجارية......، مصر.

١٣٣ـ تهذيب الآثار و تفصيل الثابت عن رسول الله ﷺ من الأخبار: لمحمد بن جرير الطبري، الناشر: بدون الطبعة.

١٣٤ـ تهذيب الأسماء و اللغات: ليحيى بن شرف النووي، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت.

١٣٥ـ تهذيب التهذيب: لأحمد بن حجر العسقلاني، الناشر: مطبعة دائرة المعارف النظامية، الهند.

١٣٦ـ تهذيب التهذيب: لأحمد بن حجر العسقلاني، الناشر: مؤسسة التاريخ العربى.

١٣٧ـ تهذيب الكمال في أسماء الرجال: ليوسف بن عبدالرحمن المزي، الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت.

١٣٨ـ تهذيب اللغة: لمحمد بن أحمد بن الأزهري، الناشر: دار إحياء التراث العربي، بيروت.

١٣٩ـ التوحيد و إثبات صفات الرب عزوجل: لمحمد بن إسحاق ابن خزيمة، الناشر: مكتبة الرشد، الرياض.

١٤٠ـ تيسير الكريم الرحمن في تفسير الكلام المنان: لعبد الرحمن بن ناصر السعدي، الناشر: مؤسسة الرسالة.

١٤١ـ التيسير بشرح الجامع الصغير: لبعد الرؤوف المناوي، الناشر: مكتبة الإمام الشافعي، الرياض.

١٤٢ـ الثقات: لمحمد بن حبان البستي، الناشر: دار الفكر.

١٤٣ـ ثم اهتديت: لمحمد التيجاني، الناشر: مؤسسة الفجر، لندن.

١٤٤ـ جامع الأصول في أحاديث الرسول: للمبارك بن محمد بن الأثير، الناشر: مكتبة الحلواني، و مطبعة الملاح.

١٤٥ـ الجامع الصحيح المسند من حديث رسول الله و سننه و أيامه: لمحمد بن إسماعيل البخاري، القاهرة.

١٤٦ـ الجامع الصغير في أحاديث البشير النذير: لعبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت.

١٤٧ـ جامع بيان العلم و فضله: ليوسف بن عبدالبر القرطبي، الناشر: مؤسسة الريان، دار ابن حزم.

١٤٨ـ الجامع لأحكام القرآن: لمحمد بن أحمد بن أبي بكر القرطبي، الناشر: دار الكتب المصرية، القاهرة.

١٤٩ـ الجامع: لمعمر بن راشد الأزدي، تحقيق: حبيب الرحمن الأعظمي، الناشر: المجلس العلمي بباكستان.

١٥٠ـ الجرح و التعديل: لعبد الرحمن بن محمد بن أبي حاتم، الناشر: طبعة مجلس دائرة المعارف ......، الدكن.

١٥١ـ جلاء الأفهام في فضل الصلاة على محمد خير الأنام: لمحمد بن أبي بكر ابن قيم الجوزية، الكويت.

١٥٢ـ جلباب المرأة المسلمة في الكتاب و السنة: لمحمد ناصر الدين الألباني، الناشر: المكتبة الإسلامية، عمان.

١٥٣ـ جمل من أنساب الأشراف: لأحمد بن يحيى البلاذري، الناشر: دار الفكر، بيروت.

١٥٤ـ جمهرة اللغة: لمحمد بن الحسن بن دريد، الناشر: دار العلم للملايين، بيروت.

١٥٥ـ جوامع السيرة و خمس رسائل أخرى: لعلي بن أحمد بن حزم، الناشر: دار المعارف، مصر.

١٥٦ـ الجواهر و الدرر في ترجمة شيخ الإسلام ابن حجر: لمحمد بن عبدالرحمن السخاوي، الناشر: دار ابن حزم، بيروت.

١٥٧ـ حاشية إعانة الطالبين: للبكري بن محمد شطا الدمياطي، الناشر: المطبعة الميمنية، مصر.

١٥٨ـ حاشية البجيرمي على الخطيب (تحفة الحبيب على شرح الخطيب): لسيمان بن محمد البُجيرَمِيّ، دار الفكر.

١٥٩ـ حاشية السندي على النسائي: لمحمد بن عبدالهادي السندي، الناشر: مكتب المطبوعات الإسلامية، حلب.

١٦٠ـ حاشية السندي على سنن ابن ماجه (كفاية الحاجة في شرح سنن ابن ماجه): لمحمد بن عبدالهادي السندي، بيروت.

١٦١ـ حاشية رد المحتار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار: لمحمد أمين بن عابدين، الناشر: دار الفكر.

١٦٢ـ حاشية رد المحتار على الدر المختار: لمحمد أمين بن عابدين، الناشر: دار الفكر، بيروت.

١٦٣ـ حبيبة الحبيب أم المؤمنين عائشة رضي الله عنها: لصالح محمد العطا، الناشر: بدون.

١٦٤ـ حجة القراءات: لأبي زرعة عبدالرحمن بن محمد، الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت.

١٦٥ ـ الحجة في بيان المحجة و شرح عقيدة أهل السنة: لقوام السنة، إسماعيل ابن محمد بن الفضل، الرياض.
١٦٦ ـ الحجج الدامغات لنقض كتاب المراجعات: لأبي مريم بن محمد الأعظمي، الناشر: دار الصديق، صنعاء.
١٦٧ ـ الحديث: لمحمد بن عبدالوهاب، تحقيق: مجموعة محققين، الناشر: جامعة الإمام محمد بن سعود، الرياض.
١٦٨ ـ الحصون المنيعة في براءة عائشة الصديقة باتفاق أهل السنة و الشيعة: لمحمد عارف الحسيني، دار الكتب العلمية.
١٦٩ ـ حق اليقين في معرفة أصول الدين: لعبد الله شبر، الناشر: دار الأضواء، بيروت.
١٧٠ ـ حقائق عن آل البيت و الصحابة: ليونس الشيخ إبراهيم السامرائي، الناشر: الشؤون الدينية لدولة قطر.
١٧١ ـ حلية الأولياء و طبقات الأصفياء: لأبي نعيم، أحمد بن عبدالله الأصبهاني، الناشر: دار الكتاب العربي، بيروت.
١٧٢ ـ حلية الأولياء و طبقات الأصفياء: لأبي نعيم، أحمد بن عبدالله الأصبهاني، الناشر: السعادة، بجوار محافظة مصر.
١٧٣ ـ حلية البشر في تاريخ القرن الثالث عشر: لعبد الرزاق بن حسن البيطار، مطبوعات مجمع اللغة العربية بدمشق.
١٧٤ ـ حياة الألباني و آثاره و ثناء العلماء عليه: لمحمد بن إبراهيم الشيباني، الناشر: الدار السلفية، الكويت.
١٧٥ ـ حياة عائشة أم المؤمنين رضي الله عنها: لمحمود شلبي، الناشر: دار الجيل.
١٧٦ ـ خلاصة الأثر في أعيان القرن الحادي عشر: لمحمد أمين بن فضل الله، الناشر: دار صادر، بيروت.
١٧٧ ـ خلاصة الأحكام في مهمات السنن و قواعد الإسلام: ليحيى بن شرف النووي، الناشر: مؤسسة الرسالة، لبنان.
١٧٨ ـ خلاصة المواجهة: لأحمد حسين يعقوب، الناشر: بدون، الطبعة: بدون.
١٧٩ ـ خلاصة تذهيب تهذيب الكمال في أسماء الرجال: لأحمد بن عبدالله الخزرجي، بيروت.
١٨٠ ـ الدر الثمين في ترجمة فقيه الأمة العلامة ابن عثيمين: لعصام بن عبدالمنعم المري، الناشر: دار البصيرة، الإسكندرية.
١٨١ ـ در السحابة في مناقب القرابة و الصحابة: لمحمد بن علي الشوكاني، الناشر: مكتبة صنعاء الأثرية، صنعاء.
١٨٢ ـ الدر المنثور في التفسير بالمأثور: لعبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي، الناشر: دار الفكر، بيروت.
١٨٣ ـ درء تعارض العقل و النقل: لأحمد بن عبدالحليم ابن تيمية، الناشر: جامعة الإمام محمد بن ...، الرياض.
١٨٤ ـ الدراية في تخريج أحاديث الهداية: لأحمد بن حجر العسقلاني، الناشر: مكتبة الفيصلية.
١٨٥ ـ درر الحكام شرح غرر الأحكام: لمحمد بن فرامرز الشهير بملاخسرو، الناشر: دار إحياء الكتب العربية.
١٨٦ ـ الدرر السنية في الأجوبة النجدية: لعلماء نجد الأعلام، تحقيق: عبدالرحمن بن محمد بن قاسم.
١٨٧ ـ دلائل النبوة: لأحمد بن الحسين البيهقي، تحقيق: عبدالمعطي قلعجي، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت.
١٨٨ ـ الدلائل في غريب الحديث: لقاسم بن ثابت السرقسطي، الناشر: مكتبة العبيكان، الرياض.
١٨٩ ـ الديباج على صحيح مسلم بن الحجاج: لعبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي، الناشر: دار ابن عفان، السعودية.
١٩٠ ـ ديوان النابغة الذبياني: للنابغة الذبياني، شرح و تقديم: عباس عبدالساتر، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت.
١٩١ ـ ديوان زهير بن أبي سلمى: لزهير بن أبي سلمى، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت.
١٩٢ ـ ديوان لبيد بن ربيعة العامري: شرح: الطوسي، الناشر: دار الكتاب العربي، بيروت.
١٩٣ ـ ذيل تذكرة الحفاظ: لمحمد بن علي الحسيني، الناشر: دار الكتب العلمية.
١٩٤ ـ ذيل طبقات الحنابلة: لعبد الرحمن بن رجب الحنبلي، الناشر: مكتبة العبيكان، الرياض.
١٩٥ ـ ذيل ميزان الاعتدال: لعبد الرحيم بن الحسين العراقي، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت.
١٩٦ ـ رجال ابن الغضائري: لأحمد بن الحسين الغضائري، الناشر: دار الحديث.
١٩٧ ـ رحماء بينهم (التراحم بين آل البيت و بين بقية الصحابة): لصالح بن عبدالله الدرويش، الناشر: دار ابن الجوزي، الدمام.
١٩٨ ـ رسالة في الرد على الرافضة: لمحمد بن عبدالوهاب بن سليمان التميمي، جامعة الإمام محمد بن سعود، الرياض.

١٩٩ـ رفع الملام عن الائمة الأعلام: لأحمد بن عبدالحليم ابن تيمية، الناشر: الرئاسة العامة لإدارات......، الرياض.
٢٠٠ـ روائع التفسير الجامع لتفسير الإمام ابن رجب الحنبلي: لعبد الرحمن بن أمد بن رجب، الناشر: دار العاصمة، الرياض.
٢٠١ـ روح البيان: لإسماعيل حقي، الناشر: دار الفكر، بيروت.
٢٠٢ـ روح المعاني في تفسير القرآن العظيم و السبع المثاني: لمحمود بن عبدالله الألوسي، دار الكتب العلمية، بيروت.
٢٠٣ـ الروح في الكلام على أرواح الأموات و الأحياء بالدلائل من الكتاب و السنة: لمحمد بن أبي بكر ابن قيم الجوزية.
٢٠٤ـ الرياض النضرة في مناقب العشرة: لأحمد بن عبدالله محب الدين الطبري، الناشر: دار الكتب العلمية، الطبعة.
٢٠٥ـ زاد المعاد في هدي خير العباد: لمحمد بن أبي بكر ابن قيم الجوزية، الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت.
٢٠٦ـ الزهد و الرقائق: لعبد الله بن المبارك، تحقيق: حبيب الرحمن الأعظمي، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت.
٢٠٧ـ الزهد: لأبي داود سليمان بن الأشعث السجستاني، الناشر: دار المشكاة، حلوان.
٢٠٨ـ الزهد: لأحمد بن محمد بن حنبل، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت.
٢٠٩ـ زواج السيدة عائشة و مشروعية الزواج المبكر و الرد على منكري ذللك: لخليل إبراهيم ملا خاطر.
٢١٠ـ الزواجر عن اقتراف الكبائر: لأحمد بن حجر الهيتمي، الناشر: دار المعرفة بيروت.
٢١١ـ سبل السلام: لمحمد بن إسماعيل الصنعاني، الناشر: مكتبة مصطفى البابي الحلبي.
٢١٢ـ سبل الهدى و الرشاد، في سيرة خير العباد، و ذكر فضائله و أعلام نبوته و أفعاله و أحواله في المبدأ و المعاد: لمحمد بن يوسف الصالحي، الناشر: المجلس الأعلى للشؤون الإسلامية.
٢١٣ـ السراج المنير في الإعانة على معرفة بعض معاني كلام ربنا الحكيم الخبير: لمحمد بن أحمد الشربيني، القاهرة.
٢١٤ـ السقيفة: لسليم بن قيس الكوفي الهلالي، الناشر: دار الفنون، بيروت.
٢١٥ـ سلسلة الأحاديث الصحيحة و شيء من فقهها: لمحمد ناصر الدين الألباني، الناشر: مكتبة المعارف.
٢١٦ـ سلسلة الأحاديث الضعيفة و الموضوعة و أثرها السيء في الأمة: لمحمد ناصر الدين الألباني، الرياض.
٢١٧ـ السنا الوهاج في سن عائشة عند الزواج: لفهد بن محمد الغفيلي، الناشر: دار الصميعي.
٢١٨ـ السنة: لابن أبي عاصم، أحمد بن عمرو الضحاك، الناشر: المكتب الإسلامي.
٢١٩ـ السنة: لأحمد بن محمد أبوبكر الخلال، تحقيق: عطية الزهراني، الناشر: دار الراية، الرياض.
٢٢٠ـ السنة: لعبد الله بن أحمد بن حنبل، الناشر: دار ابن القيم، الدمام.
٢٢١ـ سنن ابن ماجه: لمحمد بن يزيد القزويني، الناشر: المكتب الإسلامي، بيروت.
٢٢٢ـ سنن أبي داود: لسليمان بن الأشعث السجستاني، الناشر: دارالكتب العلمية، بيروت.
٢٢٣ـ سنن الترمذي: لمحمد بن عيسى الترمذي، دار إحياء التراث العربي، بيروت.
٢٢٤ـ سنن الدارقطني: لعلي بن عمر الدارقطني، تحقيق: السيد عبدالله هاشم المدني، الناشر: دار المعرفة، بيروت.
٢٢٥ـ سنن الدارمي: لعثمان بن سعيد الدارمي، تحقيق: فواز أحمد زمرلي، الناشر: دار الكتاب العربي، بيروت.
٢٢٦ـ السنن الكبرى: لأحمد بن الحسين البيهقي، الناشر: مجلس دائرة المعارف النظامية الكائنة ......، حيدر آباد.
٢٢٧ـ السنن الكبرى: لأحمد بن شعيب النسائي، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت.
٢٢٨ـ سنن النسائي: لأحمد بن شعيب النسائي، مكتب المطبوعات الإسلامية، حلب.
٢٢٩ـ سنن سعيد بن منصور: لسعيد بن منصور الخراساني، الناشر: الدار السلفية، الهند.
٢٣٠ـ سؤالات أبي بكر البرقاني للدارقطني في الجرح و التعديل: لأحمد بن محمد البرقاني، بدون، الطبعة: بدون.
٢٣١ـ سؤالات أبي عبيد الآجري أبا داود السجستاني في الجرح: لمحمد بن علي الآجري، المدينة المنورة.

٢٣٢ ـ السيدة عائشة أم المؤمنين و عالمة نساء الإسلام: لعبد الحميد محمود طهماز، الناشر: دار القلم، دمشق.
٢٣٣ ـ السيدة عائشة بنت أبي بكر الصديق رضي الله عنها: لخالد محمد العلمي، الناشر: مكتبة دار الزمان.
٢٣٤ ـ السيدة عائشة و توثيقها للسنة: لجيهان رفعت فوزي، الناشر: مكتبة الخانجي، القاهرة.
٢٣٥ ـ سيرة أعلام النبلاء: لمحمد بن أحمد الذهبي، تحقيق: مجموعة من المحققين ......، الناشر: مؤسسة الرسالة.
٢٣٦ ـ سيرة الائمة الاثني عشر: لهاشم معروف الحسيني، الناشر: دار القلم، بيروت.
٢٣٧ ـ سيرة السيدة عائشة أم المؤمنين: لسليمان الندوي، تحقيق: محمد ﷺ حافظ الندوي، الناشر: دار القلم.
٢٣٨ ـ السيرة النبوة: لابن هشام، الناشر: شركة مكتبة و مطبعة مصطفى البابي الحلبي و أولاده بمصر.
٢٣٩ ـ سيرة أم المؤمنين عائشة رضي الله عنها و جهودها في الدعوة و الاحتساب: لجوهرة بنت صالح الطريفي، الرياض.
٢٤٠ ـ شبهات حول الصحابة و الرد عليها (أمّ المؤمنين عائشة): جمع و تقديم و تحقيق: محمد مال الله.
٢٤١ ـ شذرات الذهب: لعبد الحي بن أحمد بن العماد، الناشر: دار الكتب العلمية.
٢٤٢ ـ شذى الياسمين في فضائل أمهات المؤمنين: إعداد مركز البحوث و الدراسات، الناشر: مبرة الآل......، الكويت.
٢٤٣ ـ شرح أصول اعتقاد أهل السنة و الجماعة: لهبة الله بن الحسن اللالكائي، الناشر: دار طيبة، السعودية.
٢٤٤ ـ شرح أصول الكافي: لمحمد صالح المازندراني، الناشر: دار إحياء التراث العربي، بيروت.
٢٤٥ ـ شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية: لمحمد بن عبدالباقي الزرقاني، الناشر: دار الكتب العلمية.
٢٤٦ ـ شرح الزرقاني على موطأ الإمام مالك: لمحمد بن عبدالباقي الزرقاني، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت.
٢٤٧ ـ شرح السنة: للحسين بن مسعود البغوي، تحقيق: شعيب الأرناؤوط، الناشر: المكتب الإسلامي، دمشق، بيروت.
٢٤٨ ـ الشرح الكبير على متن المقنع: لعبد الرحمن بن محمد بن قدامة المقدسي، الناشر: دار الكتاب العربي.
٢٤٩ ـ شرح الكوكب المنير: لمحمد بن أحمد الفتوحي، المعروف بابن النجار، الناشر: مكتبة العبيكان.
٢٥٠ ـ شرح ثلاثيات مسند الإمام أحمد: لمحمد بن أحمد السفاريني، الناشر: المكتب الإسلامي، بيروت.
٢٥١ ـ شرح ديوان حسان بن ثابت: لعبدا علي مهنا، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت.
٢٥٢ ـ شرح ديوان حسان بن ثابت: لعبد الرحمن البرقوقي، الناشر: المكتبة التجارية الكبرى، مصر.
٢٥٣ ـ شرح صحيح البخاري: لابن بطال علي بن خلف بن عبدالملك، الناشر: مكتبة الرشد، الرياض.
٢٥٤ ـ شرح كتاب التوحيد: لعبد العزيز بن عبدالله بن باز، الناشر: مكتبة ابن عباس، مصر.
٢٥٥ ـ شرح مختصر خليل: لمحمد بن عبدالله الخرشي المالكي، الناشر: دار الفكر، بيروت.
٢٥٦ ـ شرح مذاهب أهل السنة و معرفة شرائع الدين و التمسك بالسنن: لعمر بن أحمد ابن شاهين، الناشر: مؤسسة قرطبة.
٢٥٧ ـ شرح مشكل الآثار: لأحمد بن محمد بن سلامة الطحاوي، الناشر: مؤسسة الرسالة.
٢٥٨ ـ شرح معاني الآثار: لأحمد بن محمد بن سلامة الطحاوي، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت.
٢٥٩ ـ شرح نهج البلاغة: لعبد الحميد بن هبة الله بن أبي الحديد، الناشر: عيسى البابي الحلبي و شركاه.
٢٦٠ ـ الشريعة: لمحمد بن الحسين بن عبدالله الآجُرّي، الناشر: دار الوطن، الرياض.
٢٦١ ـ شعب الإيمان: لأحمد بن الحسين البيهقي، دار الكتب العلمية، بيروت.
٢٦٢ ـ الشفا بتعريف حقوق المصطفى: للقاضي عياض بن موسى اليحصبي، الناشر: دار الفكر الطباعة و النشر.
٢٦٣ ـ شَمُّ العوارض في ذمّ الروافض: لعلي بن سلطان القاري، الناشر: مركز الفرقان للدراسات الإسلامية.
٢٦٤ ـ الشيخ محمد بن عبدالوهاب حياته و دعوته في الرؤية الاستشراقية: لناصر بن إبراهيم التويم، وزارة الشؤون...... .
٢٦٥ ـ الصارم المسلول على شاتم الرسول: لأحمد بن عبدالحليم ابن تيمية، الناشر: الحرس الوطني السعودي.

٢٦٦ـ الصاعقة في نسف أباطيل و افتراءات الشيعة على أم المؤمنين عائشة رضي الله عنها: لعبد القادر محمد عطا صوفي .
٢٦٧ـ صبح الأعشى في صناعة الإنشاء: لأحمد بن علي القلقشندي، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت .
٢٦٨ـ الصحاح تاج اللغة و صحاح العربية: لإسماعيل بن حماد الجوهري الفاربي، الناشر: دار العلم للملايين، بيروت .
٢٦٩ـ صحيح موارد الظمآن على زوائد ابن حبان، للهيثمي مضموما إليه الزوائد على الموارد: لمحمد ناصر الدين الألباني .
٢٧٠ـ صحيح ابن حبان: محمد بن حبان البُستي، تحقيق: شعيب الأرناؤوط، الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت .
٢٧١ـ صحيح ابن خزيمة: لمحمد بن إسحاق بن خزيمة، تحقيق: محمد مصطفى الأعظمي، المكتب الإسلامي، بيروت .
٢٧٢ـ صحيح الأدب المفرد للإمام البخاري: لمحمد ناصر الدين الألباني، ناشر: دار الصديق .
٢٧٣ـ صحيح الترغيب و الترهيب للمنذري: لمحمد ناصر الدين الألباني، الناشر: مكتبة المعارف .
٢٧٤ـ صحيح الجامع الصغير و زيادته: لمحمد ناصر الدين الألباني، الناشر: المكتب الإسلامي، بيروت .
٢٧٥ـ الصحيح المسند مما ليس في الصحيحين: لمقبل بن هادي الوادعي، الناشر: مكتبة دار القدس، صنعاء .
٢٧٦ـ صحيح سنن ابن ماجه: لمحمد ناصر الدين الألباني، الناشر: مكتب التربية العربي لدول الخليج .
٢٧٧ـ صحيح سنن أبي داود: لمحمد ناصر الدين الألباني، الناشر: مكتب التربية العربي لدول الخليج .
٢٧٨ـ صحيح سنن الترمذي: لمحمد ناصر الدين الألباني، الناشر: مكتب التربية العربي لدول الخليج .
٢٧٩ـ صحيح سنن النسائي: لمحمد ناصر الدين الألباني، الناشر: مكتب التربية العربي لدول الخليج .
٢٨٠ـ صحيح مسلم (المسند الصحيح المختصر من السنن بنقل العدل عن العدل عن رسول الله ﷺ): لمسلم بن الحجاج القشيري .
٢٨١ـ الصِّدِّيقة بنت الصِّدِّيق: لعباس محمود العقاد، الناشر: دار المعارف، الطبعة: الثانية عشرة .
٢٨٢ـ صفة الصفوة: لعبد الرحمن بن علي بن الجوزي، الناشر: دار الحديث، القاهرة .
٢٨٣ـ الصواعق المحرقة على أهل الرفض و الضلال و الزندقة: لأحمد بن حجر الهيثمي، الناشر: مؤسسة الرسالة، لبنان .
٢٨٤ـ الصيام: لجعفر بن محمد الفِرْيابِي، تحقيق: عبدالوكيل الندوي، الناشر: الدار السلفية، بومباي .
٢٨٥ـ الضعفاء الكبير: لمحمد بن عمرو العقيلي، الناشر: دار المكتبة العلمية، بيروت .
٢٨٦ـ الضعفاء و المتروكون: لأحمد بن شعيب النسائي، الناشر: دار الوعي، حلب .
٢٨٧ـ الضعفاء و المتروكون: لعبد الرحمن بن علي بن الجوزي، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت .
٢٨٨ـ ضعيف الجامع الصغير وزيادته: لمحمد ناصر الدين الألباني، الناشر: المكتب الإسلامي، بيروت .
٢٨٩ـ ضعيف سنن الترمذي: لمحمد ناصر الدين الألباني، تحقيق: زهير الشاويش، الناشر: المكتب الإسلامي، بيروت .
٢٩٠ـ طبقات الحفاظ: لعبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت .
٢٩١ـ طبقات الحنابلة: لمحمد بن محمد ابن أبي يعلى، الناشر: دار المعرفة، بيروت .
٢٩٢ـ طبقات الشافعية الكبرى: لتاج الدين بن علي السبكي، تحقيق: محمود محمد الطناحي، الناشر: دار هجر .
٢٩٣ـ طبقات الشافعية: لأبي بكر بن أحمد بن محمد قاضي شهبة، الناشر: عالم الكتب، بيروت .
٢٩٤ـ طبقات الفقهاء: لإبراهيم بن علي الشيرازي، تهذيب: محمد بن مكرم ابن منظور، الناشر: دار الرائد العربي، بيروت .
٢٩٥ـ الطبقات الكبرى: لابن سعد، تحقيق: إحسان عباس، الناشر: دار صادر، بيروت .
٢٩٦ـ طبقات المفسرين: لأحمد بن محمد الأدنه وي، الناشر: مكتبة العلوم و الحكم، المدينة المنورة .
٢٩٧ـ طبقات فحول الشعراء: لمحمدبن سلام الجمحي، تحقيق: محمود محمد شاكر، الناشر: دار المدني، جدة .
٢٩٨ـ الطبقات: لخليفة بن خياط، دراسة و تحقيق: سهيل زكار، الناشر: دار الفكر .
٢٩٩ـ الطرائف في معرفة مذاهب الطوائف: لابن طاوس، الناشر: بدون، الطبعة: الأولى، ١٣٩٩هـ .

٣٠٠- طرح التثريب في شرح التقريب: لعبد الرحيم بن الحسين العراقي، الناشر: مصورة من الطبعة المصرية القديمة.
٣٠١- ظلال الجنة في تخريج السنة لابن أبي عاصم: لمحمد ناصر الدين الألباني، الناشر: المكتب الإسلامي.
٣٠٢- عارضة الأحوذي بشرح صحيح الترمذي: لمحمد بن عبدالله ابن العربي، الناشر: دار الفكر.
٣٠٣- عائشة ام المؤمنين أفقه نساء الأمة على الإطلاق: لفيصل عفيف الخُفَش، الناشر: دار عمار، عمان.
٣٠٤- عائشة معلمة الرجال و الأجيال: لمحمد علي قطب، الناشر: مكتبة القرآن.
٣٠٥- العبر في خبر من غبر: لمحمد بن أحمد الذهبي، تحقيق: صلاح الدين المنجد، الناشر: مطبعة حكومة الكويت.
٣٠٦- عثمان بن عفان: لصادق ابراهيم عرجون، الناشر: الدار السعودة، الطبعة الثانية، ١٤٠٢هـ.
٣٠٧- العجاب في بيان الأسباب: لأحمد بن حجر العسقلاني، تحقيق: عبدالحكيم محمد الأنيس، الناشر: دار ابن الجوزي.
٣٠٨- العزلة: لحمد بن محمد بن الخطاب، المعروف لاخطابي، الناشر: المطبعة السلفية، القاهرة.
٣٠٩- العقد الفريد: لأحمد بن محمد بن عبد ربه، الناشر: دار الكتاب العربي، بيروت.
٣١٠- العلل المتناهية في الأحاديث الواهية: لعبد الرحمن بن علي بن الجوزي، الناشر: إدارة العلوم الأثرية، فيصل آباد.
٣١١- العلل الوادرة في الأحاديث النبوية: لعلي بن عمر الدارقطني، الناشر: دار طيبة، الرياض.
٣١٢- العلل الواردة في الأحاديث النبوية: لعلي بن عمر الدارقطني، الناشر: دار ابن الجوزي، الدمام.
٣١٣- علم اليقين في أصول الدين: لمحمد بن الحسن الملقب بالفيض الكاشاني، الناشر: بدون، الطبعة: بدون.
٣١٤- عمدة القاري شرح صحيح البخاري: لمحمود بن أحمد بدر الدين العيني، الناشر: دار إحياء التراث العربي، بيروت.
٣١٥- العمدة في محاسن الشعر و آدابه: للحسن بن رشيق القيرواني، تحقيق: محمد محيي الدين......، الناشر: دار الجيل.
٣١٦- عملاق الفكر الإسلامي (الشهيد سيد قطب): لعبد الله عزام، الناشر: مركز شهيد عزام الإعلامي، بشاور.
٣١٧- العواصم من القواصم في تحقيق مواقف الصحابة بعد وفاة النبي ﷺ: لمحمد بن عبدالله ابن العربي، كويت.
٣١٨- العواصم من القواصم في تحقيق مواقف الصحابة بعد وفاة النبي ﷺ: لمحمد بن عبدالله أبو بكر بن العربي، الرياض.
٣١٩- عون المعبود شرح سنن أبي داود، و معه حاشية ابن القيم: لمحمد أشرف بن أمير العظيم آبادي، بيروت.
٣٢٠- عين الإصابة في استدراك عائشة على الصحابة: لعبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي، نشر: مكتبة العلم، القاهرة.
٣٢١- العين: للخليل بن أحمد الفراهيدي، تحقيق: مهدي المخزومي، إبراهيم السامرائي، الناشر: دار و مكتبة الهلال.
٣٢٢- عيون الأثر في فنون المغازي و الشمائل و السير: لابن سيد الناس، الناشر: دار القلم، بيروت.
٣٢٣- عيون الأخبار: لعبد الله بن مسلم بن قتيبة الدينوري، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت.
٣٢٤- غاية السول في خصائص الرسول ﷺ: لابن الملقن، عمر بن علي بن أحمد، الناشر: دار البشائر الإسلامية، بيروت.
٣٢٥- الغرر البهية في شرح البهجة الوردية: لزكريا بن محمد بن أحمد الأنصاري، الناشر: المطبعة الميمنية.
٣٢٦- غريب الحديث: لإبراهيم بن إسحاق الحربي، تحقيق: سليمان إبراهيم......، الناشر: جامعة أم القرى، مكة المكرمة.
٣٢٧- غريب الحديث: لحمد بن محمد بن الخطاب، المعروف بالخطابي، الناشر: دار الفكر.
٣٢٨- غريب الحديث: لعبد الرحمن بن علي ابن الجوزي، أمين القلعجي، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت.
٣٢٩- غريب الحديث: لعبد الله بن مسلم بن قتيبة الدينوري، الناشر: مطبعة العاني، بغداد.
٣٣٠- غريب الحديث: للقاسم بن سلّام بن عبدالله الهروي، الناشر: مطبعة دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد الدكن.
٣٣١- فاسألوا أهل الذكر: لمحمد التيجاني السماوي، الناشر: مؤسسة الفجر، لندن.
٣٣٢- الفاضل: للمبرد، محمد بن يزيد الأزدي، الناشر: دار الكتب المصرية، القاهرة.
٣٣٣- الفائق في غريب الحديث و الأثر: لمحمود بن عمرو الزمخشري، الناشر: دار المعرفة، لبنان.

٣٣٤- فتاوى السبكي: لعلي بن عبدالكافي السبكي، الناشر: دار المعارف.
٣٣٥- الفتاوى الكبرى: لأحمد بن عبدالحليم ابن تيمية، الناشر: دار الكتب العلمية.
٣٣٦- الفتاوى الهندية: للجنة علماء برئاسة نظام الدين البلخي، الناشر: دار الفكر.
٣٣٧- الفتح الأنعم في براء ة عائشة و مريم: لعلي أحمد العال الطهطاوي، الناشر: دار الكتب العلمية: بيروت.
٣٣٨- فتح الباري شرح صحيح البخاري: لأحمد بن حجر العسقلاني، الناشر: دار المعرفة، بيروت.
٣٣٩- فتح الباري شرح صحيح البخاري: لعبد الرحمن بن أحمد بن رجب الحنبلي، الناشر: مكتبة الغرباء الأثرية، المدينة النبوية.
٣٤٠- فتح البيان في مقاصد القرآن: لمحمد صديق خان القنوجي، الناشر: المكتبة العصرية، صَيدًا.
٣٤١- الفتح الرباني من فتاوى الإمام الشوكاني: لمحمد بن علي الشوكاني، الناشر: مكتبة الجيل الجديد، صنعاء.
٣٤٢- فتح القدير: لمحمد بن علي الشوكاني، الناشر: دار ابن كثير، در الكلم الطيب، دمشق، بيروت.
٣٤٣- فتح المعين بشرح قرة العين بمهمات الدين: لأحمد بن عبدالعزيز المليباري، الناشر: دار بن حزم.
٣٤٤- فتح المغيث شرح ألفية الحديث: لمحمد بن عبدالرحمن السخاوي، الناشر: دار الكتب العلمية، لبنان.
٣٤٥- الفتنة و وقعة الجمل: لسيف بن عمر الأسدي التميمي، تحقيق: أحمد راتب عرموش، الناشر: دار النفائس.
٣٤٦- الفتوح: لأحمد بن أعثم الكوفي، تحقيق: علي شيري، الناشر: دار الأضواء.
٣٤٧- الفتوحات الربانية على الأذكار النواوية: لمحمد بن علان الصديقي، الناشر: دار إحياء التراث العربي، بيروت.
٣٤٨- الفتوى الحموية الكبرى: لأحمد بن عبدالحليم ابن تيمية، الناشر: دار الصميعي، الرياض.
٣٤٩- فرق الشيعة: للحسن بن موسى النوبختي، الناشر: دار الأضواء، بيروت.
٣٥٠- الفرق بين الفرق و بيان الفرقة الناجية: لعبد القاهر بن طاهر الأسفراييني، الناشر: دار الآفاق الجديدة، بيروت.
٣٥١- الفصل في الملل و الأهواء و النحل: لعلي بن أحمد بن حزم، الناشر: مكتبة الخانجي، القاهرة.
٣٥٢- الفصول المهمة في تأليف الأمة: لعبد الحسين الموسوي، الناشر: قسم الإعلام الخارجي لمؤسسة البعثة.
٣٥٣- فضائل أبي بكر الصديق عبدالله بن عثمان التيمي رضي الله عنه: لمحمد بن......الحربى، الناشر: دار الصحابة للتراث، بطنطا.
٣٥٤- فضائل الخلفاء الأربعة و غيرهم: لأبي نعيم الأصبهاني، الناشر: دار البخاري للنشر و التوزيع، المدينة المنورة.
٣٥٥- فضائل الصحابة: لأحمد بن محمد بن حنبل، الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت.
٣٥٦- فضائل القرآن: للقاسم بن سلام الهروي، تحقيق: مروان العطية، الناشر: دار ابن كثير، دمشق، بيروت.
٣٥٧- فضائل فاطمة الزهراء: للحاكم محمد بن عبدالله النيسابوري، الناشر: دار الفرقان، القاهرة.
٣٥٨- فضل آل البيت: لتقي الدين أحمد بن علي المقريزي، تحقيق: محمد أحمد عاشور، الناشر: دار الاعتصام.
٣٥٩- فضل أهل البيت و حقوقهم: لأحمد بن علدالحليم ابن تيمية، الناشر: دار القبلة، جدة.
٣٦٠- فضل أهل البيت و علو مكانتهم عند أهل السنة و الجماعة: لعبد المحسن العباد البدر، الناشر: دار ابن الأثير، الرياض.
٣٦١- الفقيه و المتفقه: لأحمد بن علي الخطيب البغدادي، الناشر: دار ابن الجوزي، الدمام.
٣٦٢- فوات الوفيات: لمحمد بن شاكر الكتبي، الناشر: دار صادر، بيروت.
٣٦٣- في ظلال القرآن: لسيد قطب، الناشر: دار الشروق، بيروت.
٣٦٤- قال ابن عباس حدثتنا عائشة: لفده العرابي الحارثي، الناشر: بدون، الطبعة: الأولى.
٣٦٥- القاموس المحيط: لمحمد بن يعقوب الفيروز آبادي، الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت.
٣٦٦- القدر: لجعفر بن محمد بن الحسن الفِرْيابي، تحقيق: عبدالله بن حمد المنصور، الناشر: أضواء السلف.
٣٦٧- قرة الأبصار في سيرة المشفع المختار: لعبد العزيز اللمطي، مخطوط.

٣٦٨- **قصر الأمل**: لعبد الله بن محمد بن أبي الدنيا، تحقيق: محمد خير رمضان، الناشر: دار ابن حزم، بيروت.
٣٦٩- **قصيدة الواعظ الأندلسي في مناقب أم المؤمنين الصِّدِّيقة عائشة رضي الله عنها**: لموسى بن محمد ......الأندلسي، مكتبة التوبة.
٣٧٠- **القول المنير في أصول التفسير**: لإسماعيل بن الزين المكي، الناشر: جائزة الأمير سلطان ......، للعسكريين.
٣٧١- **الكاشف في معرفة من له رواية في الكتب الستة**: لمحمد بن أحمد الذهبي، الناشر: دار القبلة ......الإسلامية، جدة.
٣٧٢- **الكامل في التاريخ**: لعلي بن محمد ابن الأثير، الناشر: دار الكتاب العربي، بيروت.
٣٧٣- **الكامل في ضعفاء الرجال**: لعبد الله بن عدي الجرجاني، الناشر: الكتب العلمية، بيروت.
٣٧٤- **كشاف القناع عن متن الإقناع**: لمنصور بن يونس البهوتى، الناشر: دار الكتب العلمية.
٣٧٥- **الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل**: لمحمود بن عمرو الزمخشري، الناشر: دار الكتاب العربي، بيروت.
٣٧٦- **كشف الجاني محمد التيجاني في كتبه الأربعة**: لعثمان بن محمد الخميس، الناشر: دار الأمل القاهرة.
٣٧٧- **كشف المشكل من حديث الصحيحين**: لعبد الرحمن بن علي ابن الجوزي، الناشر: دار الوطن، الرياض.
٣٧٨- **الكفاية في علم الرواية**: لأحمد بن علي الخطيب البغدادي، الناشر: المكتبة العلمية، المدينة المنورة.
٣٧٩- **كلمة الحق**: لأحمد بن محمد شاكر، تحقيق: محمود محمد شاكر، الناشر: دار الكتب السلفية، القاهرة.
٣٨٠- **الكنى و الأسماء**: لمسلم بن الحجاج، الناشر: عمادة البحث العلمي بالجامعة الإسلامية، المدينة المنورة.
٣٨١- **الكواكب الدرية في مناقب المجتهد ابن تيمية**: لمرعي بن يوسف الكرمي، الناشر: دار الغرب الإسلامي، بيروت.
٣٨٢- **لباب التأويل في معاني التنزيل**: لعلي بن محمد بن إبراهيم، المعروف بالخازن، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت.
٣٨٣- **اللباب في علوم الكتاب**: لعمر بن علي النعماني، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت.
٣٨٤- **لجام الأقلام**: لأبي تراب الظاهري، الناشر: مكتبة تهامة.
٣٨٥- **لسان العرب**: لمحمد بن مكرم بن منظور، الناشر: دار صادر، بيروت.
٣٨٦- **لسان الميزان**: لأحمد بن حجر العسقلاني، الناشر: مؤسسة الأعلمي للمطبوعات بيروت.
٣٨٧- **لمعة الاعتقاد**: لعبد الله بن أحمد المقدسي، الناشر: وزارة الشؤون ......، المملكة العربية السعودية.
٣٨٨- **لوامع الأنوار البهية و سواطع الأسرار الأثرية لشرح الدرة المضية في عقد الفرقة المرضية**: لمحمد بن أحمد السفاريني، الناشر: مؤسسة الخافقين و مكتبتها، دمشق.
٣٨٩- **المتجر الرابح في ثواب العمل الصالح**: لعبد المؤمن بن خلف الدمياطي، الناشر: دار الكتب العلمية.
٣٩٠- **المتفق و المفترق**: لأحمد بن علي الخطيب البغدادي، الناشر: دار القادري، دمشق.
٣٩١- **المجالسة و جواهر العلم**: لأحمد بن مروان الدينوري المالكي، الناشر: جمعية التربية الإسلامية البحرين.
٣٩٢- **المجروحين من المحدثين والضعفاء و المتروكين**: لمحمد بن حبان البستي، الناشر: دار الوعي، حلب.
٣٩٣- **مجمع الزوائد و منبع الفوائد**: لعلي بن أبي بكر الهيثمي، الناشر: مكتبة القدسي، القاهرة.
٣٩٤- **مجموع الفتاوى**: لأحمد بن عبدالحليم بن تيمية، الناشر: مجمع الملك فهد ......، المدينة النبوية، السعودية.
٣٩٥- **المجموع شرح المهذب (مع تكملة السبكي و المطيعي)**: ليحيى بن شرف النووي، الناشر: دار الفكر.
٣٩٦- **مجموع فتاوى شيخ الإسلام ابن تيمية**: لأحمد بن عبدالحليم ابن تيمية، الناشر: بدون، الطبعة: الأولى.
٣٩٧- **مجموع فتاوى و رسائل فضيلة الشيخ محمد بن صالح العثيمين**: جمع و ترتيب فهد بن ناصر بن إبراهيم السليمان.
٣٩٨- **مجمو فتاوى و مقالات متنوعة**: لعبد العزيز بن عبدالله بن باز، الناشر: دار القاسم، الرياض.
٣٩٩- **محاضرات الأدباء و محاورات الشعراء و البلغاء**: للحسين ...... الراغب الأصفهاني، الناشر: شركة دار......، بيروت.
٤٠٠- **المحرر في الحديث**: لمحمد بن أحمد ابن عبدالهادي، تحقيق: عادل الهدبا، و محمد علوش الناشر: دار العطاء.

٤٠١ ـ محض الصواب في فضائل أمير المؤمنين عمر بن الخطاب: ليوسف ......المبرد، الناشر: عمادة......بالجامعة الإسلامية.

٤٠٢ ـ المحلى بالآثار: لعلي بن أحمد بن حزم، الناشر: دار الفكر، بيروت.

٤٠٣ ـ محمد ناصر الدين الألباني محدث العصر و ناصر السنة: لإبراهيم محمد العلي، الناشر: دار القلم، دمشق.

٤٠٤ ـ مختار الصحاح: لمحمد بن أبي بكر بن عبدالقادر الرازي، الناشر: دار القلم، بيروت.

٤٠٥ ـ مختصر التحفة الاثني عشرية: لشاه عبدالعزيز الدهلوي، الناشر: المطبعة السلفية، القاهرة.

٤٠٦ ـ مختصر المقاصد الحسنة في بيان الأحاديث المشتهرة على الألسنة: لمحمد بن عبدالباقي الزرقاني (الابن).

٤٠٧ ـ مرآة الجنان و عبرة اليقظان في معرفة ما يعتبر من حوادث الزمان: لعبد الله بن أسعد اليافعي، بيروت.

٤٠٨ ـ مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: لعبيدالله بن محمد المباركفوري، الناشر: إدارة البحوث العلمية، الهند.

٤٠٩ ـ مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: لعلي بن سلطان القاري، الناشر: دارالفكر، بيروت.

٤١٠ ـ مرويات أم المؤمنين عائشة في التفسير: لسعود بن عبدالله الفنيسان، الناشر: مكتبة التوبة، الرياض.

٤١١ ـ المسائل التي حكي فيها رجوع الصحابة ﷺ: لخالد بن أحمد بن حسن البابطين، الناشر: بدون.

٤١٢ ـ المستدرك على الصحيحين: للحاكم محمد بن عبدالله النيسابوري، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت.

٤١٣ ـ المستدرك على الصحيحين: لأبي عبدالله الحاكم، الناشر: دار الحرمين، القاهرة.

٤١٤ ـ المستصفى: لمحمد بن محمد الغزالي، تحقيق: محمد عبدالسلام عبدالشافي، الناشر: دار الكتب العلمية.

٤١٥ ـ مسند أبي داود الطيالسي: لسليمان بن داود الطيالسي، تحقيق: محمد بن عبدالمحسن......، الناشر: دار هجر، مصر.

٤١٦ ـ مسند أبي يعلى: لأبي يعلى محمد بن الحسين الفراء، الناشر: دار المأمون للتراث.

٤١٧ ـ مسند إسحاق بن راهويه: لإسحاق بن إبراهيم بن راهويه، الناشر: مكتبة دار الإيمان، المدينة المنورة.

٤١٨ ـ مسند الإمام أبي حنيفة: لأحمد بن عبدالله الأصبهاني، الناشر: مكتبة الكوثر، الرياض.

٤١٩ ـ مسند البزار: لأحمد بن عمرو البزار، الناشر: مؤسسة علوم القرآن، مكتبة العلوم و الحكم.

٤٢٠ ـ مسند الشافعي: لمحمد بن إدريس الشافعي، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت.

٤٢١ ـ مسند الشاميين: لسليمان بن أحمد الطبراني، الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت.

٤٢٢ ـ مسند الموطأ للجوهري: لعبد الرحمن بن عبدالله، الجوهري المالكي، الناشر: دار الغرب الإسلامي، بيروت.

٤٢٣ ـ المسند: للإمام أحمد بن حنبل الشيباني، الناشر: مؤسسة قرطبة، القاهرة.

٤٢٤ ـ المسند: للإمام أحمد بن حنبل الشيباني، تحقيق: أحمد محمد شاكر، الناشر: دار الجيل.

٤٢٥ ـ المسند: للإمام أمد بن حنبل الشيباني، تحقيق: شعيب الأرنؤوط، عادل مرشد، الناشر: مؤسسة الرسالة.

٤٢٦ ـ مشارق الأنوار على صحاح الآثار: للقاضي عياض بن موسى اليحصبي، الناشر: المكتبة العتيقة و دار التراث.

٤٢٧ ـ مشاهير النساء المسلمات: لعلي نايف الشحوذ، الناشر: بدون، الطبعة: بدون.

٤٢٨ ـ مشاهير علماء نجد وغيرهم: لعبد الرحمن بن عبداللطيف بن محمد بن عبدالوهاب، الناشر: دار اليمامة، الرياض.

٤٢٩ ـ مصنف ابن أبي شيبة: لعبد الله بن محمد بن أبي شيبة، الناشر: دار القبلة، مؤسسة علوم القرآن.

٤٣٠ ـ مصنف عبدالرزاق: لعبد الرزاق بن همام الصنعاني، المكتب الإسلامي، بيروت.

٤٣١ ـ مطالب أولي النهى في شرح غاية المنتهى: لمصطفى بن سعد بن عبده، الناشر: المكتب الإسلامي.

٤٣٢ ـ المعارف: لعبد الله بن مسلم بن قتيبة الدينوري، الناشر: الهيئة المصرية العامة للكتاب، القاهرة.

٤٣٣ ـ معاني القرآن و إعرابه: لإبراهيم بن السري بن سهل، الناشر: عالم الكتب، بيروت.

٤٣٤ ـ معجم الأدباء (إرشاد الأريب إلى معرفة الأديب): لياقوت بن عبدالله الحموي، الناشر: دار الغرب الإسلامي، بيروت.

٤٣٥ـ **المعجم الأوسط**: لسليمان بن أحمد الطبراني، الناشر: دار الحرمين، القاهرة.
٤٣٦ـ **معجم البلدان**: لياقوت بن عبدالله الحموي، الناشر: دار صادر، بيروت.
٤٣٧ـ **معجم الشيوخ**: لمحمد بن أحمد بن جميع الصيداوي، الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت.
٤٣٨ـ **المعجم الصغير**: لسليمان بن أحمد الطبراني، الناشر: المكتب الإسلامي، دار عمار، بيروت.
٤٣٩ـ **معجم القواعد العربية في النحو و التصريف**: لعبد الغني الدقر، الناشر: دار القلم، دمشق.
٤٤٠ـ **المعجم الكبير**: لسليمان بن أحمد الطبراني، الناشر: مكتبة العلوم و الحكم، الموصل.
٤٤١ـ **المعجم الكبير**: لسليمان بن أحمد الطبراني، تحقيق: حمدي بن عبدالمجيد...... ، الناشر: مكتبة ابن تيمية، القاهرة.
٤٤٢ـ **المعجم المشتمل على ذكر أسماء شيوخ الأئمة النبل**: لعلي بن الحسن بن عساكر، الناشر: دار البشائر، دمشق.
٤٤٣ـ **معجم المؤلفين العراقيين**: لكوركيس عواد، الناشر: مطبعة الإرشاد.
٤٤٤ـ **معجم المؤلفين**: لعمر بن رضا كحالة، الناشر: مكتبة المثنى، بيروت، دار إحياء التراث العربي، بيروت.
٤٤٥ـ **المعجم الوجيز**: لمجمع اللغة العربية بمصر، الناشر: وزارة التربية و التعليم، مصر.
٤٤٦ـ **المعجم الوسيط**: لمجمع اللغة العربية بمصر، الناشر: دار الدعوة.
٤٤٧ـ **معجم لغة الفقهاء**: لمحمد رواس قلعجي، و حامد صادق قنيبي، الناشر: دار النفائس.
٤٤٨ـ **المعجم**: لأحمد بن علي بن المُثنى الموصلي، الناشر: إدارة العلوم الأثرية، فيصل آباد.
٤٤٩ـ **معرفة السنن و الآثار**: لأحمد بن الحسين البيهقي، دار النشر: جامعة الدراسات الإسلامية.
٤٥٠ـ **معرفة الصحابة**: لأبي نعيم، أحمد بن عبدالله الأصبهاني، الناشر: دار الوطن، الرياض.
٤٥١ـ **معرفة الصحابة**: لمحمد بن إسحاق بن منده، الناشر: مطبوعات جامعة الإمارات العربية المتحدة.
٤٥٢ـ **المغازي**: لموسى بن عقبة، تحقيق: محمد باقشيش أبو مالك، المملكة المغربية، جامعة بن زهر.
٤٥٣ـ **المغرب في ترتيب المعرب**: لناصر بن عبدالسيد أبي المكارم المطرِّزى، الناشر: دار الكتاب العربي.
٤٥٤ـ **مغني المحتاج إلى معرفة معاني ألفاظ المنهاج**: لمحمد بن أحمد الشربيني، الناشر: دار الكتب العلمية.
٤٥٥ـ **المغني عن حمل الأسفار في تخريج ما في الإحياء من الأخبار**: لعبد الرحيم بن الحسين العراقي، الناشر: دار صادر.
٤٥٦ـ **المغني في الضعفاء**: شمس الدين آبو عبدالله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز الذهبي، الناشر: بدون.
٤٥٧ـ **مفاتيح الغيب**: لمحمد بن عمر فخر الدين الرازي، الناشر: دار إحياء التراث العربي، بيروت.
٤٥٨ـ **مفتاح الجنة في الاحتجاج بالسنة**: لعبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي، الناشر: الجامعة الإسلامية، المدينة المنورة.
٤٥٩ـ **مفتاح دار السعادة و منشور ولاية العلم و الإرادة**: لمحمد ...... ابن قيم الجوزية، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت.
٤٦٠ـ **مقاييس اللغة**: لأحمد بن فارس الرازي، تحقيق: عبدالسلام محمد هارون، الناشر: دار الفكر.
٤٦١ـ **منار السبيل في شرح الدليل**: لإبراهيم بن محمد ابن ضويان، الناشر: المكتب الإسلامي.
٤٦٢ـ **المنار المنيف في الصحيح و الضعيف**: لمحمد ......ابن قيم الجوزية، الناشر: مكتبة المطبوعات الإسلامية، حلب.
٤٦٣ـ **منار الهدى في النص على إمامة الأئمة الاثني عشر**: لعلي البحراني، الناشر: دار المنتظر.
٤٦٤ـ **مناقب الإمام أحمد بن حنبل**: لعبد الرحمن بن علي ابن الجوزي، الناشر: دار الآفاق الحديثة.
٤٦٥ـ **مناقب الشافعي**: لأحمد بن الحسين البيهقي، الناشر: مكتبة دار التراث، القاهرة.
٤٦٦ـ **مناهل العرفان في علوم القرآن**: لمحمد عبدالعظيم الزُّرْقاني، الناشر: مطبعة عيسى البابي الحلبي و شركاه.
٤٦٧ـ **المنتظم في تاريخ الأمم و الملوك**: لعبد الرحمن بن علي بن الجوزي، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت.
٤٦٨ـ **المنثورات و عيون المسائل المهمات**: ليحيى بن شرف النووي، الناشر: دار الكتب الإسلامية، مصر.

٤٦٩ ـ منح الجليل شرح مختصر خليل: لمحمد بن أحمد عليش، الناشر: دار الفكر، بيروت.
٤٧٠ ـ منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة القدرية: لأحمد بن عبدالحليم ابن تيمية، الناشر: جامعة الإمام ......
٤٧١ ـ المنهاج السوي في ترجمة الإمام النووي: لعبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي، الناشر: دار ابن حزم، بيروت.
٤٧٢ ـ المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج: ليحيى بن شرف النووي، الناشر: دار إحياء التراث العربي، بيروت.
٤٧٣ ـ المهذب في اختصار السنن الكبير للبيهقي: لمحمد بن أحمد الذهبي، الناشر: دار الوطن.
٤٧٤ ـ مواقف المعارضة في عهد يزيد بن معاوية: لمحمد بن عبدالهادي الشيباني، الناشر: دار طيبة.
٤٧٥ ـ الموسوعة الفقهية: صادر عن وزارة الأوقاف و الشؤون الإسلامية، بالكويت.
٤٧٦ ـ الموسوعة الميسرة في الأديان و المذاهب المعاصرة: للندوة العالمية للشباب الإسلامي، الناشر: دار الندوة......، الرياض.
٤٧٧ ـ موسوعة أم المؤمنين عائشة بنت أبي بكر: لعبد المنعم الحفني، الناشر: مكتبة المدبولي، القاهرة.
٤٧٨ ـ موسوعة فقه عائشة أم المؤمنين و حياتها و فقهها: لسعيد فايز الدخيل، الناشر: دار النفائس، بيروت.
٤٧٩ ـ موطأ مالك: للإمام مالك بن أنس، الناشر: مؤسسة زايد بن سلطان آل نهيان.
٤٨٠ ـ موقف الشيعة الاثني عشرية من الصحابة رضي الله عنهم: لعبد القادر محمد عطا صوفي، رسالة ماجستير ...... بالمدينة المنورة.
٤٨١ ـ ميزان الاعتدال في نقد الرجال: لمحمد بن أحمد الذهبي، الناشر: دار المعرفة، بيروت.
٤٨٢ ـ نتائج الأفكار في تخريج أحاديث الأذكار: لأحمد بن حجر العسقلاني، الناشر: دار ابن كثير.
٤٨٣ ـ نثر الدر في المحاضرات: لمنصور بن الحسين الرازي، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت.
٤٨٤ ـ النجوم الزاهرة في ملوك مصر و القاهرة: ليوسف بن تغري بردي، الناشر: وزارة الثقافة و الإرشاد القومي، مصر.
٤٨٥ ـ النظر في أحكام النظر بحاسة البصر: لابن القطان الفاسي، الناشر: دار إحياء العلوم، بيروت.
٤٨٦ ـ نظم الدرر في تناسب الآيات و السور: لإبراهيم بن عمر البقاعي، الناشر: دار الكتاب الإسلامي، القاهرة.
٤٨٧ ـ نظم العقيان في أعيان الأعيان: لعبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي، الناشر: المكتبة العلمية، بيروت.
٤٨٨ ـ نهاية الأرب في فنون الأدب: لأحمد بن عبدالوهاب النويري، الناشر: دار الكتب و الوثائق القومية، القاهرة.
٤٨٩ ـ النهاية في غريب الحديث و الأثر: للمبارك بن محمد بن الأثير، الناشر: المكتبة العلمية، بيروت.
٤٩٠ ـ نيل الأوطار شرح منتقى الأخبار: لمحمد بن علي الشوكاني، الناشر: دار الفكر.
٤٩١ ـ هداية الرواة إلى تخريج أحاديث المصابيح و المشكاة: لأحمد بن حجر العسقلاني، الناشر: دار ابن القيم، الدمام.
٤٩٢ ـ الهداية و الإرشاد في معرفة أهل الثقة و السداد: لأحمد بن محمد الكلاباذي، الناشر: دار المعرفة، بيروت.
٤٩٣ ـ الوافي بالوفيات: لصلاح الدين خليل بن أيبك الصفدي، الناشر: دار إحياء التراث، بيروت.
٤٩٤ ـ الوسيط في المذهب: لمحمد بن محمد الغزالي، الناشر: دار السلام، القاهرة.
٤٩٥ ـ وفيات الأعيان و أنباء أبناء الزمان: لأحمد بن محمد بن خلكان، الناشر: دار صادر، بيروت.
٤٩٦ ـ الوهم و الإيهام الواقعين في كتاب الأحكام: لعلي بن محمد بن القطان، الناشر: دار طيبة، الرياض.
٤٩٧ ـ اليمانيات المسلولة على رقاب الرافضة المخذولة: لزين العابدين بن يوسف الكوراني، الناشر: مكتبة الإمام البخاري.

روافض کی کتب

١ ـ الاحتجاج على أهل اللجاج: لأحمد بن علي الطبرسي، الناشر: المرتضى، مشهد.
٢ ـ إحقاق الحق: لنور الله التستري، الناشر: المطبعة المرتضوية، النجف.
٣ ـ الإرشاد: للمفيد، تحقيق: مؤسسة آل البيت لتحقيق التراث، الناشر: دار المفيد، بيروت.

٤ـ إعلام الخلف بمن قال بتحريف القرآن من أعلام السلف: لصادق العلائي، الناشر: بدون، الطبعة: بدون.
٥ـ أعيان الشيعة: للسيد محسن الأمين، الناشر: دار التعارف للمطبوعات، بيروت.
٦ـ إلزام الناصب في إثبات الحجة الغائب: لعلي اليزدي الحائري، الناشر: مطابع النعمان، النجف.
٧ـ الأمالي: للطوسي، تحقيق: قسم الدراسات الإسلامية، مؤسسة البعثة، الناشر: دار الثقافة، قم.
٨ـ الأمالي: للمفيد، محمد بن النعمان العكبري، الناشر: دار التيار الجديد.
٩ـ الأنوار البهية في تواريخ الحجج الإلهية: لعباس القمي، الناشر: مؤسسة النشر الإسلامي التابعة لجماعة المدرسين، قم.
١٠ـ بحار الأنوار الجامع لدرر أخبار الأئمة الأطهار: لمحمد باقر المجلسي، الناشر: دار إحياء التراث، بيروت.
١١ـ بحار الأنوار الجامع لدرر أخبار الأئمة الأطهار: لمحمد باقر المجلسي، الناشر: مؤسسة الوفاء، بيروت.
١٢ـ البرهان في تفسير القرآن: لهاشم الحسيني البحراني، قسم الدراسات الإسلامية مؤسسة البعثة، قم.
١٣ـ تاريخ اليعقوبي: لأحمد بن أبي يعقوب اليعقوبي، الناشر: دار بيروت، بيروت.
١٤ـ تفسير الصافي: لمحمد الحسن الملقب بالفيض الكاشاني، الناشر: مكتبة الصدر، طهران.
١٥ـ تفسير العياشي: لمحمد بن مسعود بن عياشي، الناشر: المكتبة العلمية الإسلامية، طهران.
١٦ـ تفسير القمي: لعلي بن إبراهيم القمي، الناشر: مطبعة النجف، العراق، منشورات مكتبة الهدى.
١٧ـ التفسير المظهري: لمحمد ثناء الله المظهري، الناشر: مكتبة الرشدية: باكستان.
١٨ـ تفسير منهج الصادقين: لفتح الله الكاشاني، الناشر: مؤسسة تحقيقات و نشر معارف أهل البيت.
١٩ـ تفسير نور الثقلين: للحويزي، تحقيق: هاشم الرسولي المحلاتي، الناشر: مؤسسة إسماعيليان، قم.
٢٠ـ تلامذة المجلسي: للسيد أحمد الحسيني، الناشر: مكتبة آية الله المرعشي العامة، قم.
٢١ـ تلخيص الشافي: لمحمد بن الحسن الطوسي، الناشر: بدون الطبعة: طبعة حجرية مكتوبة بخط اليد.
٢٢ـ تهذيب الأحكام: للطوسي، تحقيق: السيد حسن الموسوي الخرسان، الناشر: دار اكتب الإسلامية، طهران.
٢٣ـ جامع أحاديث الشيعة: للبروجردي، الناشر: المطبعة العلمية، قم.
٢٤ـ الجمل أو النصرة في حرب البصرة: للمفيد، الناشر: مكتبة الداوري، قم.
٢٥ـ جواهر التاريخ: لعلي الكوراني العاملي، الناشر: بدون.
٢٦ـ الحدائق الناضرة في أحكام العترة الطاهرة: ليوسف البحراني، الناشر: مؤسسة النشر الإسلامي..... المدرسين، قم.
٢٧ـ حديث الإفك: لجعفر مرتضى الحسيني العاملي، الناشر: دار التعارف للمطبوعات، بيروت.
٢٨ـ الخصال: للصودق، تحقيق: علي أكبر الغفاري، الناشر: جماعة المدرسين في الحوزة العلمية في قم.
٢٩ـ خيانة عائشة بين الاستحالة و الواقع: لمحمد جميل حمود العاملي، الناشر: بدون، الطبعة: بدون.
٣٠ـ الدرجات الرفيعة في طبقات الشيعة: لصدر الدين علي خان الشيرازي، الناشر: مكتبة بصيرتي، قم.
٣١ـ دفاع من وحي الشريعة ضمن دائرة السنة و الشيعة: لحسين الرجا، الناشر: مؤسسة الإمامة، بيروت.
٣٢ـ دلائل الامامة: لمحمد بن جرير بن رستم الطبري (الشيعي)، الناشر: مركز الطباعة و النشر في مؤسسة البعثة.
٣٣ـ دليل جنوب لبنان: إشراف و تحقيق: حبيب صادق، الناشر: المجلس الثقافي للبنان الجنوبي.
٣٤ـ الذريعة: لآقا بزرك الطهراني، الناشر: دار الأضواء، بيروت.
٣٥ـ رسالة فيما أشكل من خبر مارية القبطية: للمفيد، الناشر: دار الكتب التجارية، النجف.
٣٦ـ السبعة من السلف: لمرتضى الحسيني الفيروز آبادي، الناشر: مكتبة الفيروز آبادي، قم.
٣٧ـ الشيعة في عقائدهم و أحكامهم: لأمير محمد الكاظمي القزويني، الناشر: دار الزهراء للإعلام العربي.

٣٨- الصراط المستقيم إلى مستحقي التقديم: لعلي بن يونس البياضي، الناشر: المكتبة المرتضوية لإحياء الآثار الجعفرية.
٣٩- الصوارم المهرقة في نقض الصواعق المحرقة: للتستري، الناشر: شركة سهامي، إيران.
٤٠- علل الشرائع: لمحمد بن علي ابن بابويه القمي الصدوق، الناشر: مكتبة الحيدرية و مطبعتها، النجف.
٤١- الغدير: لعبد الحسين الأميني، الناشر: دار الكتاب العربي، بيروت.
٤٢- قرب الإسناد: لعبد الله بن جعفر الحميري، تحقيق: مؤسسة آل البيت لاحياء التراث، الناشر: بدون.
٤٣- الكافي: للكليني، تحقيق: علي أكبر الغفاري، الناشر: دار الكتب الإسلامية، طهران.
٤٤- كتاب سليم بن قيس الهلالي: لسليم بن قيس الهلالي، الناشر: مطبعة الهادي، إيران.
٤٥- كشف الغمة في معرفة الأئمة: لعلي بن عيسى الأربلي، الناشر: مكتبة بني هاشم، تبريز، إيران.
٤٦- الكشكول فيما جرى على آل الرسول: لحيدر بن علي العبيدي الآملي، الناشر: الرضي، قم، إيران.
٤٧- المجدي في أنساب الطالبين: لعلي بن محمد العلوي، الناشر: مكتبة آية الله العظمى، قم، إيران.
٤٨- مجمع البيان في تفسير القرآن: للفضل بن الحسين الطبرسي الطوسي، الناشر: مؤسسة الأعلمي ......، بيروت.
٤٩- مدينة المعاجز: لهاشم البحراني، الناشر: مؤسسة المعارف الإسلامية، قم.
٥٠- مرآة العقول في شرح أخبار آل الرسول: لمحمد باقر المجلسي، الناشر: دار الكتب الإسلامية، طهران.
٥١- المراجعات: لعبد الحسين الموسوي، الناشر: دار الأندرلس، الطبعة: بدون.
٥٢- مستدركات علم رجال الحديث: لعلي النمازي الشاهرودي، الناشر: حيدري، طهران.
٥٣- مستمسك العروة: لمحسن الحكيم، الناشر: مكتبة آية الله العظمى المرعشي النجفي، قم.
٥٤- مستند الشيعة: للنراقي، تحقيق: مؤسسة آل البيت لإحياء التراث، قم، الناشر: مؤسسة آل البيت لإحياء التراث، قم.
٥٥- مشايخ الثقات: لغلام رضا عرفانيان، الناشر: مؤسسة النشر الإسلامي.
٥٦- معارف الرجال في تراجم العلماء و الأدباء: لمحمد حرز الدين، الناشر: مكتبة آية الله العظمى ......، قم، إيران.
٥٧- معالم المدرستين: للسيد مرتضى العسكري، الناشر: مؤسسة النعمان، بيروت.
٥٨- معجم رجال الحديث: للخوئي، الناشر: بدون، الطبعة: الخامسة.
٥٩- معجم أعلام جبل عامل من الفتح الإسلامي حتى نهاية القرن التاسع الهجري: لعلي داود جابر، الناشر: بيروت.
٦٠- معرفة أخبار الرجال: لمحمد بن عمر الكشي، المطبعة المصطفوية.
٦١- المفيد من معجم رجال الحديث: لمحمد الجواهري، الناشر: مكتبة المحلاتي، قم.
٦٢- مقاتل الطالبين: لعلي بن الحسين، أبو الفرج الأصبهاني، تحقيق: السيد صقر، الناشر: دار المعرفة، بيروت.
٦٣- من لا يحضره الفقيه: لمحمد بن علي ابن بابويه القمي الصدوق، الناشر: منشورات جماعة المدرسين......قم.
٦٤- من لا يحضره الفقيه: لمحمد بن علي ابن بابويه القمي الصدوق، الناشر: دار الكتب الإسلامية، طهران.
٦٥- مناقب آل أبي طالب: لمحمد بن علي بن شهر آشوب، الناشر: مؤسسة انتشارات علامة، قم.
٦٦- المناقب: للموفق بن أحمد الخوارزمي، الناشر: مؤسسة النشر الإسلامي التابعة لجماعة المدرسين بقم.
٦٧- منهاج الكرامة: للحلي، تحقيق: عبدالرحيم مبارك، الناشر: انتشارات تاسوعاء، مشهد.
٦٨- مواقف الشيعة: للأحمدي الميانجي، الناشر: مؤسسة النشر الإسلامي التابعة لجماعة المدرسين، قم.
٦٩- نقد الرجال: لمصطفى بن الحسين التفرشي، الناشر: مؤسسة آل البيت عليهم السلام لإحياء التراث، قم.
٧٠- الوافي: للفيض الكاشاني، الناشر: مكتبة الإمام أمير المؤمنين علي عليه السلام، الطبعة: الأولى، ١٤٠٦هـ.
٧١- وسائل الشيعة إلى تحصيل مسائل الشريعة: للحر العاملي، الناشر: دار إحياء التراث العربي، بيروت.

سیدنا علی بن طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”بے شک وہ (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) دنیا و آخرت میں تمہارے نبی ﷺ کی بیوی ہیں۔“

زین العابدین کورانی رحمہ اللہ، جو گیارھویں صدی ہجری کے عالم ہیں، نے فرمایا: ”.... حتیٰ کہ روافض کے بیشتر مصنفین اور نمایاں واعظین نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سب وشتم اور ان سے اپنی براءت کے اظہار اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر سب وشتم اور ان کی نسبت بے حیائی کے کاموں کی طرف کرنے کو دین کا جزو شمار کیا ہے۔“

اگر نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ پر سب وشتم اور ان کی نسبت اُن الزامات و بہتانات کو دُہرانا، جن سے اللہ عزوجل نے اُن کو بری کر دیا ہے۔ دین کا جزو اور حصہ ہے تو اس دین کے اصول وقواعد وضوابط کیا ہوں گے؟ بقول شاعر:

إِذَا كَانَ جُزْءُ الدِّيْنِ كُفْرًا وَ رِدَّةً
فَكَيْفَ بِأَصْلِ الدِّيْنِ إِنِّيْ لَأَعْجَبُ

خَسِئْتُمْ وَ تَعْلُوْ خَيْرُ أَزْوَاجِ أَحْمَدٍ
كَمَا الشَّمْسُ تَعْلُوْ حِيْنَمَا اللَّيْلُ يَهْرُبُ

”اگر کفر وارتداد دین کا جزو ہیں تو دین کا اصول کیا ہوگا؟
مجھے اس پر بڑا تعجب ہے۔ تم ذلیل وخوار ہو جاؤ
اور نبی احمد کریم ﷺ کی ازواج کی شان اس سورج کی طرح بلند ہے
کہ جب وہ آتا ہے تو سیاہ رات راہِ فرار اختیار کر لیتی ہے۔“

ISBN 978-969-9852-13-8

الفضل مارکیٹ
اُردو بازار، لاہور
0321-4210145